

تحقیقاتِ تاوہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْمُتَاوَى الرَّضْوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 18

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تقریباً الطیب علی حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)

1

الْعَطَائِي النَّبَوِيَّةُ فِي

الْفَقَائِ الصَّوْبِيَّةِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارتاً

www.alukah.net

جلد شانزدهم ۱۸

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا

ایم اے محمد رفیع بریلوی فکرس سرہانہ ٹرینر

۱۳۴۰ھ

۱۹۲۱ء

۱۳۶۲ھ

۱۸۵۶ء

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈیون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر : ۶۵۶۳۱۴

O

ملنے کے لیے:

- رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
۳۰۰/۹۳۱۵۳۰۰
۷۶۶۵۷۷۲
○ مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
○ شبیر پراڈ، ۳۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

۵	_____	○ پیش لفظ
۹	_____	○ فہرست مضامین مفصل
۶۵	_____	○ فہرست ضمنی مسائل
۹۳	_____	○ کتاب الشہادت
۱۳۹	_____	○ کتاب القضاء والدعاوی

فہرست رسائل

۲۵۵	_____	○ انصح الحكومة
۵۱۱	_____	○ الہبة الاحمدية





پیش لفظ

www.KitaboSunnat.com

الحمد لله! اعلم حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزانہ علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطاء النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہ تعالیٰ جلد مجید و بعایت رسولہ اکرم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ میں اٹھارہ سو جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر، کتاب المسیر، کتاب الشریکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الخوالم اور کتاب الکفالہ پر مشتمل سترہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے،

جلد نمبر	عنوانات	جلد نمبر	صفحہ نمبر	سنین اشاعت	صفحہ نمبر
۱	کتاب الطہارت	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ — مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	"	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ — نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	"	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ — فروری ۱۹۹۲ء	۷۵۶
۴	"	۱۳۲	۵	رجب الحبيب ۱۴۱۳ھ — جنوری ۱۹۹۳ء	۷۶۰
۵	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاول ۱۴۱۳ھ — ستمبر ۱۹۹۳ء	۶۹۲
۶	"	۲۵۷	۴	ربیع الاول ۱۴۱۵ھ — اگست ۱۹۹۴ء	۷۳۶
۷	"	۲۶۹	۷	رجب الحبيب ۱۴۱۵ھ — دسمبر ۱۹۹۴ء	۷۲۰
۸	"	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ — جون ۱۹۹۵ء	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ھ — اپریل ۱۹۹۶ء	۶۴۶
۱۰	کتاب الزکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاول ۱۴۱۷ھ — اگست ۱۹۹۶ء	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ھ — مئی ۱۹۹۷ء	۷۳۶
۱۲	کتاب النکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب الحبيب ۱۴۱۸ھ — نومبر ۱۹۹۷ء	۶۸۸
۱۳	کتاب الطلاق، ایمان، حدود و تعزیرات	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ — مارچ ۱۹۹۸ء	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ — ستمبر ۱۹۹۸ء	۷۱۲
۱۵	" (ب)	۸۱	۱۵	محرم الحرام ۱۴۲۰ھ — اپریل ۱۹۹۹ء	۷۴۴
۱۶	کتاب الشریکۃ، کتاب الوقف	۴۳۲	۳	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ — ستمبر ۱۹۹۹ء	۶۳۲
۱۷	کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الکفالہ	۱۵۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ — فروری ۲۰۰۰ء	۷۱۶

امٹھارھویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہفتم مطبوعہ سنہ ۱۴۲۰ھ دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ بھارت کے صفحہ ۲۹۱ سے آخر تک ۱۵۲ سوالوں کے جوابات اور ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ اس سے قبل گیارھویں، بارھویں، تیرھویں، سو لھویں اور سترھویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب الشہادۃ اور کتاب القضاۃ والدعاویٰ

کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کیلئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی وقیع اور گہرا نقد و تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دو رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) انصحر الحکومة فی فہم الخسومة (۱۳۲۱ھ)

شرکت و میراث کے اُلجے ہوئے ایک مسئلہ کا انتہائی شاندار فیصلہ

(۲) الہبة الاحمدية فی الولاية الشرعية والعرفية (۱۳۳۳ھ)

دینی اور دنیاوی ولایت و حکومت کی مجتہدانہ تحقیق اور اس بارے میں ایک غلط فتوے کا ردِ مبلغ۔



حافظ محمد عبدالسار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

جولائی ۲۰۰۰ء

فہرست مضامین مفصل

۹۵	ذکر واجب ہے۔	۹۳	کتاب الشہادۃ
۹۵	حیاد اور غیر منقولہ کی تعیین اشارہ سے بھی ہو سکتی ہے۔	۹۳	شہادہ کسے کہتے ہیں۔
۹۵	صاحبین کے نزدیک گھر مشہور و متعین ہو تو صرف نام سے بھی شہادت ہو سکتی ہے۔	۹۳	فاسق کی گواہی مردود اور قبول کرنے والا گنہگار ہے۔
۹۵	قاضی مطلق اور قاضی مقید کا بیان۔	۹۳	شہادت کی تعریف اور اس کے قبول کی شرائط کا بیان۔
۹۵	مجتہد فیہ میں قاضی مطلق جس پہلو کا فیصلہ کرے نافذ ہوگا۔	۹۳	شرائط شہادت کے اقسام کا سوال۔
۹۵	اگر گواہ کہیں کہ ہمیں حدود کا نام نہیں معلوم تو قاضی اپنے دو امین ان کے ساتھ لگا دے گا کہ موقع پر اشارہ سے حدود متعین کر دیں پھر اس کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔	۹۴	حقوق العباد میں تقدم دعویٰ خود شرط شہادت ہے صحت دعویٰ شہادت ہرگز مسموع نہیں۔
۹۵	اشیائے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف۔	۹۴	جو اپنے اہل زمانہ کو جانے وہ جاہل ہے۔
۹۴		۹۴	آج کل جہالت شائع ہے اس لئے تمام شرائط شہادت کا اجتماع مشکل ہے۔
		۹۴	مشہود بر زمین یا وار ہو تو کم از کم تین حدود کا

- جامع فصولین کی بحث ۹۶
- قول منقول فی المذہب کے خلاف امام ابن ہمام کی بحث مقبول نہیں۔
- امام ابن ہمام درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے صاحب جامع الفصولین کی بحث کا غشار اور ان کے قیاس مع الفارق کا اظہار اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔
- ذکر حدود کی ضرورت علم مقدار مشہود بہ کے لئے ہے۔
- اصل دار بلا تعین مقدار کوئی چیز نہیں جس کا قاضی حکم کرے۔
- جائداد کی نزاع میں جائداد کی تعین کے لئے کن کن چیزوں کا ذکر ضروری ہے۔
- مشہودہ اور علیہ کی بھی تعین ضروری ہے۔
- رفع اشتباہ کی صورت میں نام و لقب کافی ہے ورنہ باپ کا نام اور امام صاحب کے نزدیک دادا کا نام ضروری ہے۔
- عورت کے لئے شوہر کا نام کافی ہے۔
- مسئلہ کے جزئیات کا ذکر۔
- لفظ اشہد بلفظ المضارع رکن شہادت ہے شروع شہادت سے پہلے لفظ اشہد باللہ (قسم خدا کی میں سچ کہوں گا) کہلانا ہرگز کافی نہیں، یہ حلف ہے لفظ شہادت کا کلام شہادت پر داخل ہونا ضروری ہے۔
- گواہوں سے حلف لینا شرعاً جائز نہیں۔
- ۹۷ گواہ جھوٹ بولے تو اس کی ہلاکت ہوگی۔ ۱۰۱
- فیصلہ کے چھ اطراف کا ذکر۔ ۱۰۲
- گواہ کے لئے پابند نماز یا بندگان ہونا ضروری ہے ورنہ گواہی تسلیم نہ کی جائے گی۔ ۱۰۳
- جائیل کی گواہی بھی نامقبول، جائیل فاسق ہونا ہے شرع میں عالم کی تعریف اور علم کی حد۔ ۱۰۴
- نوکری کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں۔ ۱۰۵
- بیان مدعا علیہم سے اقرار دعویٰ ثابت ہونے کے بعد گواہوں کے تزکیہ کی درخواست نامقبول ہے۔ ۱۰۶
- گواہ پیش ہوئے اور مدعا علیہم نے اقرار کیا تو فیصلہ بر بنائے اقرار ہوگا۔ ۱۰۷
- قاضی نے گواہوں کا تزکیہ کر لیا ہو تب بھی تزکیہ کی درخواست ناقابل قبول ہوگی۔ ۱۰۸
- مرد و عورت مانع سوال تزکیہ نہیں۔ ۱۰۹
- شوہر نے مہر کے عوض جائداد دی، عورت نے قبضہ کیا، گواہوں کے بیان سے یہ ثابت ہوا، اس کے بعد مہر کے مقدار کا جاننا ضروری نہیں۔ ۱۱۰
- اس امر کا بیان کہ گواہوں کا بیع کی قیمت بیان کرنا کہاں ضروری ہے اور کہاں ضروری نہیں ۱۱۱
- حقوق کے ثبوت کے لئے دو عادل گواہ ضروری ہیں۔ ۱۱۲
- نکاح کی گواہی سماع کی بنیاد پر بھی دی جا سکتی ہے۔ ۱۱۳
- مرد و عورت کا عرصہ دراز تک میاں بیوی کی طرح ۱۱۴

- ۱۰۹ رہنا نکاح کی علامت مشتبہ سے ہے۔
- ۱۱۰ شوہر کا اقرار بھی مثبت نکاح ہے۔
- ۱۱۸ ہبہ بالعوض مشاع اور مشترک اشیاء بھی ہو سکتا ہے، یہ بیع کی طرح ہے۔
- ۱۱۰ غلام اور آزاد کو ملا کر بیچا تو بیع باطل ہے۔
- ۱۱۸ اپنے غلام اور دوسرے غلام کو ملا کر بیچا تو اس کے غلام میں بیع نافذ ہوگی۔
- ۱۱۰ طلاق کے متعدد گواہوں کا بیان۔
- ۱۱۱ طلاق میں سنی سنائی گواہی مقبول نہیں۔
- ۱۱۲ ان دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت کیلئے حضور اور مشاہدہ ضروری نہیں۔
- ۱۱۴ کس کی گواہی کس کے حق میں مقبول نہیں۔
- ۱۱۵ طلاق کی گواہی صرف سن کر دی تو مقبول نہیں۔
- ۱۱۵ ایک مرد ایک عورت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔
- ۱۱۵ اس عورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقتہً طلاق دی ہے۔
- ۱۱۵ اصل وقف میں شہادت سماعی مقبول ہے اور ضمناً ملکیت وقف کا ثبوت بھی ہو سکے گا۔
- ۱۱۶ بہت سی باتیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً نہیں۔
- ۱۱۶ ضمناً ثابت ہونے والی چند چیزوں کی مثالیں۔
- ۱۱۶ کون کون چیز اصل وقف میں داخل ہے اور کون کون سی شرائط میں۔
- ۱۰۹ وقف کی شہادت لوجبہ اللہ ہے جس کے لئے دعویٰ ضروری نہیں، اور ادائے شہادت میں تاخیر سے گواہ مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۸ شہادت حسبہ کا بیان۔
- ۱۱۰ قاضی مطلق فاسق کی شہادت پر فیصلہ کرے تو فیصلہ نافذ ہے۔
- ۱۱۰ راستی، فاسق، پاکل، نابالغ، فاجر العقل کی گواہی مقبول نہیں۔
- ۱۲۰ آندھے، مرتد، غلام، بچے، مجنون کی گواہی کا حکم۔
- ۱۲۱ ڈاکٹر کی تجویز ظن و تخمین ہے، یہ شہادت نہیں، اس کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔
- ۱۲۲ اگر شاہد گواہی میں فیما علم یا فیما حسب کا لفظ ملاوے تو گواہی رد کر دی جائیگی۔
- ۱۲۲ گواہ سے اس کا مشاہدہ پوچھا جاتا ہے اس کا علم و یقین نہیں پوچھا جاتا۔
- ۱۲۲ شہادت کے لئے اسلام شرط ہے غیر مسلم کی شہادت نامقبول ہے۔
- ۱۲۳ زائد باتوں میں اختلاف سے شہادت پر اثر نہیں پڑتا۔
- ۱۲۴ ان باتوں کا بیان جو زائد میں آتی ہیں۔
- ۱۲۴ قاضی زائد باتوں کی بنیاد پر گواہوں کو منہم گردان سکتا ہے۔
- ۱۲۵ شہادت طلاق میں کہاں تاخیر جائز ہے اور کہاں نہیں۔

- شہادت طلاق کی ادا میں تاخیر کی مختلف صورتیں۔ ۱۲۵
- ڈاڑھی تختختی کرانے والا مرد و الشہادت ۱۲۶
- ماں کی گواہی بیٹی کے حق میں نامعتبر ہے۔ ۱۲۷
- نابالغ کی گواہی نامقبول ہے۔ ۱۲۸
- واقعہ طلاق ہو گئی عورت گواہوں سے ثابت نہ کر سکی تو کیا حکم ہے۔ ۱۲۹
- ایک غلط فیصلہ کا ابطال۔ ۱۳۰
- شوہر نے عورت پر دعویٰ کیا اس نے کہا یہ مجھے طلاق دے چکا ہے تو شرعاً عورت مدعی ہے صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی دو رجعی طلاق تک میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ ۱۳۱
- طلاق کے وقت میں گواہوں کا اختلاف ہو تو یہ موجب رد نہیں۔ ۱۳۲
- آج کل عموماً فیضن ایل ہوٹلوں میں ملازمین کو شراب اور سور کے گوشت کا اہتمام کرنا ہوتا ہے یہ فسق ہے۔ ۱۳۳
- فاسق شرعاً گواہ نہیں ہو سکتا۔ ۱۳۴
- باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔ ۱۳۵
- ایک گواہ سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۳۶
- حکم اللہ و رسول کا ہے اس کے خلاف دنیا کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ ۱۳۷
- عالم عادل حاکم کا حکم اس وقت قابل اپیل ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں خطائے بین ہو۔ ۱۳۸
- حاکم عادل کے حکم کے صواب ہونے میں تردد ہو تب بھی اپیل مسموع نہیں۔ ۱۳۹
- گواہوں پر حلف رکھنا باطل ہے۔ ۱۴۰
- بادشاہ کا خلاف شرع حکم نافذ نہ ہوگا۔ ۱۴۱
- گواہ کو حلف دلانا بعض علماء کے نزدیک قاضی مجتہد کی رائے پر موقوف ہے۔ ۱۴۲
- قسم کھانے کی علت صدق کے غلبہ ظن کا حصول ہے۔ ۱۴۳
- آج کل جمہورٹی حلف عام ہو گئی۔ ۱۴۴
- گواہوں کے حلف دلانے کا قول مرجوح مخالف اجماع مذہب ہے۔ ۱۴۵
- قول مرجوح پ فیصلہ و فتویٰ جہل و خلاف اجماع ہے۔ ۱۴۶
- مدعی کا حلف مسلم نہیں۔ ۱۴۷
- قاضی نکاح پر طحانے کی گواہی دے تو نامقبول ہے۔ ۱۴۸
- شوہر کے اقرار نکاح کے گواہ ہوں تو نکاح ثابت ہے۔ ۱۴۹
- جن لوگوں کے پیشے علانیہ فسق کے ہوں جیسے دلال، وکلاء۔ ان کی گواہی نامقبول، اور ان کو کوئی اعزاز کا منصب دینا جائز نہیں۔ ۱۵۰
- کتاب القضاء الدعاوی**
- گواہی اور دعویٰ میں مطابقت نہ ہونے کی ایک صورت اور اس کا حکم۔ ۱۵۱
- وکالت نکاح مستلزم وقوع تزویج نہیں۔ ۱۵۲

- ۱۵۵ اسکی موت کے بعد وارث کا دعویٰ بھی مقبول نہیں
۱۵۶ حقیقت کے ایک سوال میں پانچ تنقیحیں۔
۱۴۰ تین حصہ داروں میں دو نے ایک کی رضا کے
۱۵۴ بغیر تقسیم کی، یہ تقسیم باطل ہے۔
۱۵۴ دو حصہ داروں نے جائیداد تقسیم کی تیسرے کا
۱۵۴ جائیداد میں جز شائع تھا تقسیم توڑ دی جائیگی۔
۱۵۴ ایک ترکہ کی تقسیم۔
۱۵۴ پہلی تنقیح
۱۵۸ دہ سری تنقیح
۱۴۲ شریک کے حصہ کی بیع فضولی کی بیع ہے اس کی
۱۵۸ اجازت پر موقوف ہوگی۔
۱۵۸ بیع کی خبر پا کر خاموش رہنا اجازت نہیں ہے۔
۱۵۸ بیع موقوف کی اجازت مورث کی موت کے بعد
۱۴۲ وارث نہیں دے سکے۔
۱۵۸ تیسری تنقیح
۱۵۹ بیع فضولی بیع موقوف ہوتی ہے، مالک نے
۱۵۹ خود بیع توڑ دی تو بیع موقوف باطل ہوگی۔
۱۴۴ باقی نے غلط فہمی سے ایک جائیداد کو اپنا حصہ
سمجھ کر بیچ دیا اور وہ واقعہ اس کا حصہ نہ تھا،
۱۵۹ تو وہ بیع میں داخل نہ ہوگا۔
۱۴۶ زید کی کسی چیز کو عمر نے بیچا، زید کو اس عقد کے
جائز کرنے کا حق حاصل ہے، اس چیز پر زید
۱۴۶ کوئی دعویٰ کرے تو اس سے بیع کی اجازت کا
حق ساقط نہ ہوگا۔
۱۴۰ چوتھی تنقیح
۱۴۰ پانچویں تنقیح۔
دعویٰ سے مطابقت نہ رکھنے والی شہادت محض
مہل ہوتی ہے۔
۱۴۰ تنہا عورتوں کی گواہی مثبت نکاح نہیں ہو سکتی
۱۴۰ کوچہ غیر نافذہ میں انھیں لوگوں کا حق ہے جن
کے دروازے قیدم سے اس کوچہ میں ہوں۔
۱۴۱ ایسے راستہ میں تصرف کے لئے اس کے ہر ہر
ساکن کی اجازت ضروری ہے۔
۱۴۲ ایسے کوچہ میں اپنی حد سے اوپر نیا دروازہ قائم
کرنا ظلم ہے۔
۱۴۲ کوچہ غیر نافذہ کے تمام شرکائے دروازہ کے لئے
راضی ہونگے کہ ایک نے اپنا مکان بیچ دیا، نیا
پڑوسی آیا وہ راضی نہیں تو دروازہ نہیں توڑا
جاسکتا۔
۱۴۲ جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے قیامت
کے دن ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائیگا۔
۱۴۳ زید کی بہن عمر کے نکاح میں، عمر کی بہن زید کے
نکاح میں، دونوں عورتوں کے مرنے کے بعد
ان کے مہروں میں مقاصد ہوگا۔
۱۴۴ کسی جائیداد میں کوئی شخص سالہا سال تصرف
کر تا رہے اور ایک شخص سب دیکھتا اور سناتا
ہے، اگر یہ دوسرا شخص اس جائیداد پر دعویٰ
کرے دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔
۱۴۶ متعہ و کتب فقہ سے مسئلہ کی توضیح۔
۱۴۶ مصنف کی تحقیق اور جزئیات مختلفہ کی جمع و تطبیق۔
۱۵۲ جس مسئلہ میں مورث کا دعویٰ ہی مسموع نہیں

- شرکت ملک میں شریک دوسرے کے حصہ میں اجنبی ہوتا ہے ۱۶۰
- شرکت ملک کی تعریف ۱۶۱
- شیوع کی صورت میں ملک کے ہر شریک کا حق ہوتا ہے ۱۶۱
- تفتیح کی روشنی میں جائداد کی حقیقت کا فیصلہ ۱۶۱
- ہندوستان کا یہ عورت اگر شوہر عورت کو زیور کا مالک نہیں کرتا ۱۶۲
- زیور کے عورت کی ملک ہونے کے لئے شوہر کی جانب سے تصریح ضروری ہے ۱۶۳
- شوہر نے زیور کو مہر میں دینے کی تصریح کی تو مہر میں محسوب ہوگا اور احسان اور ہبہ کے طور پر دیا تو محسوب نہ ہوگا ۱۶۳
- شوہر نے زیور کا صرف مالک بنایا، ہمت کی تصریح نہ کی، عورت مہر سے الگ کہتی ہے، اور دیگر ورثہ مہر میں دینے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو اور ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا ۱۶۴
- عورت کے پاس شوہر نے کچھ بھیجا عورت اس کو تحفہ کہتی ہے اور شوہر مہر قرار دیتا ہے اور چیز ٹرنے لگنے والی ہو تو شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا ۱۶۴
- مذہب کا بیان مسموع نہیں ۱۶۵
- تہنا عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ۱۶۵
- وارث کے لئے وصیت درست نہیں ۱۶۵
- قرا کا باپ کے عیال میں ہوا اور باپ کی اعانت کے طور پر جو کمائے وہ باپ کا ہے ۱۶۶
- لڑکے نے باپ کے عیال سے الگ ہو کر کمایا یا ذاتی مال سے کوئی تجارت کی، یا باپ کے کسب سے الگ کوئی کسب کیا یہ سب بیٹے کا ہوگا ۱۶۶
- باپ نے بیٹے کو کچھ دینے کے لئے کہا، اور نہیں دیا تو باپ پر جبر نہیں ہو سکتا ۱۶۷
- بیٹے نے باپ کی مزدوری کی، یہ جائز نہیں ۱۶۸
- میراث کا حق اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اس کو نہ باپ باطل کر سکتا ہے نہ بیٹا رد کر سکتا ہے ۱۶۸
- باپ حالت صحت میں اپنی ملک زائل کر دے تو حق وراثت ختم ہو جائے گا ۱۶۹
- وارث کو حق میراث سے محروم کر نیوالے کے لئے حدیث میں وعید شدید ۱۶۹
- دو بیویوں میں عدم مساوات پر وبال ۱۶۹
- چار دفعات پر مثل ایک استغفار ۱۶۹
- تجہ شخص کسی قسم کا قہر و تسلط رکھتا ہو اس کو کسی قسم کا تحفہ اور دعوت خاصہ قبول کرنے کا اختیار نہیں ۱۷۰
- ان اشخاص کی تفصیل جو اصحاب قہر و تسلط میں آتے ہیں ۱۷۰
- امتحت اپنے افسر کی دعوت قبول کر سکتا ہے جس پر اس کا دباؤ نہ ہو ۱۷۰
- ایسے شخص سے ہدیہ و دعوت بھی قبول کر سکتا ہے جو اس منصب سے پہلے بھی اس قسم کا معاملہ رکھتا تھا ۱۷۰
- اپنے قریبی محارم کا ہدیہ قبول کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے ۱۷۰
- کام پڑنے کے وقت مذکورہ بالا اصحاب سے بھی ہدیہ و دعوت نہیں قبول کر سکتا ۱۷۱

- دعوت نہ قبول کرنے کی علت تہمت رعایت ہے
اس لئے دعوت کے بعد بھی رعایت نہ کرنے کی
عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔ ۱۷۱
- ۱۷۷ قاضی ہے۔
اعلم علماء البلد عالم دین کی اتباع من حیث العلم
اور من حیث الحكم ہر طرح واجب ہے۔ ۱۷۷
- ۱۷۸ نکاح خواں قاضی جو گاؤں میں مقرر ہوتے ہیں
یہ کچھ نہیں ہیں۔ ۱۷۸
- ۱۷۹ جہاں اسلامی ریاست نہ ہو وہاں تراشی
اہل اسلام سے قاضی بنایا جاسکتا ہے۔ ۱۷۹
- ۱۸۰ ایسا بھی نہ ہو تو اعلم علماء بلد جو عالم دین ہو
نہ ہو تو کسی سے مطالبہ نہیں۔ ۱۸۰
- ۱۸۱ عاریت کی چیز کسی نے خرچ کی یا تلف کر دی
اس سے تاوان لیا جاسکتا ہے۔ ۱۸۱
- ۱۸۲ بھائی کے کفن دفن میں جتنا بطریق سنت
خرچ کیا وہ مجرا کر سکتا ہے۔ ۱۸۲
- ۱۸۳ مسلمانوں پر کافر کو کوئی حکومت نہیں۔
مسلمانوں کا کافروں کے طریقے پر نکاح کرنا
جائز نہیں۔ ۱۸۳
- ۱۸۴ کافروں سے دینی کام میں مدد لینی جائز نہیں
جو مسلمان ایسے ناجائز کاموں کے طرفدار ہوں
شرعاً تعزیر کے مستحق ہیں اور ان پر توبہ
لازم ہے۔ ۱۸۴
- ۱۸۵ صرف قبائلیہ سے شرعاً کوئی حکم نہیں ثابت ہوتا۔
اس جمل عام طور سے عرف یہی ہے کہ باپ بیٹے
کو کوئی جائداد ہبہ کرنا چاہتا ہے، تو اس کو
- ۱۷۲ جابل قاضی شرع ہو سکتا ہے۔
فاسق قاضی بنا دیا جائے تو قاضی ہو جائیگا
لیکن اس کا قاضی بنا ناگاہ ہے۔ ۱۷۲
- ۱۷۳ قاضی کو بعض احکام شرع کے اہلکار کا مجاز نہیں
اور جن کا مجاز کیا ان میں اتباع شرع سے روکا
تو ایسی تحقیق جائز ہے اور قضا متحقق ہے۔ ۱۷۳
- ۱۷۴ بعض احکام میں اتباع شرع سے روکا تب
بھی قضا متحقق ہے، البتہ ایسی قضا رکھنا
قبول کرنا حرام ہے۔ ۱۷۴
- ۱۷۵ مسلمانوں کے معاملہ میں قاضی کا مسلمان ہونا
شرط ہے۔ ۱۷۵
- ۱۷۶ جہاں اسلامی ریاست نہ ہو وہاں تراشی
اہل اسلام سے قاضی بنایا جاسکتا ہے۔ ۱۷۶
- ۱۷۷ ایسا بھی نہ ہو تو اعلم علماء بلد جو عالم دین ہو

- کسی عالم مستمع شرائط صالح قضاء کو قاضی بنادیں تو وہ شرعاً بھی قاضی ہو جاتا ہے کسی مقدمہ کے فریق اس کو معزول نہیں کر سکتے۔ ۱۹۱
- مسلمان امیر نے جن جن امور میں قصار کا اختیار دیا سب کا یہ مجاز ہوگا۔ ۱۹۱
- کافر کے قاضی بنانے سے قاضی نہ ہوگا۔ ۱۹۲
- جہاں کفار کا قلعہ ہو وہاں مسلمانوں پر کسی کا قاضی بنانا واجب ہے۔ ۱۹۲
- کافر کے بنانے سے مسلمان حکم بھی نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۳
- ابتداءً ادا بدل کے ذریعہ بیع ہو جاتی ہے لیکن جس چیز کا عقد بیع فاسد کے ذریعہ کیا اب اس کو تعاطی کے ذریعہ بیع نہیں کر سکتے۔ ۱۹۳
- ایک عورت کو پوری جائیداد و مہر کے عوض بیع کر دی دوسری کو اس میں کوئی حق نہ پہنچے گا ہاں دوسری کو محروم کرنے کی نیت ایسا کیا تو مجرم ہو مہر کے لئے فوراً یا تاخیر سے ادائیگی کی کوئی تصریح نہ ہو تو مدار و باں کے عرف پر ہوگا۔ ۱۹۴
- ان بلا کا عرف یہی ہے کہ موت یا تفریق کے بعد طلب کئے ہیں تو اس سے قبل عورت کا دعویٰ مسکور نہ ہوگا ۱۹۴
- ورثہ میں سے کسی نے تیرا مورث کی طرف سے مہر ادا کر دیا تو اس کو دوسرے ورثہ سے مطالبہ کا حق نہیں اور تیرا نہ ہو تو وصول کر سکتا ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے مورث کی جائیداد کی بیع روک سکتا ہے۔ ۱۹۴
- دین اگر ترکہ کو مستغرق نہ ہو تو وارث اپنا حصہ بیع کر سکتا ہے۔ ۱۹۴
- دین ادا کرنے سے قبل ترکہ میں اور میت کے دین میں مرہون جائیداد میں ورثہ کا تصرف نافذ نہ ہوگا۔ ۱۹۵
- کسی وارث کا مورث کے دین سے حصہ رسیدی ادا کرنا اس کے تصرفات کو جائز نہ کرے گا تا وقتیکہ کل دین ادا نہ ہو جائے۔ ۱۹۵
- ایک جائیداد میں کوئی مالکانہ تصرف کرتا ہے دوسرے کو اس کی تملیک کرتا ہے پھر ایک مدعی جو شہر میں موجود ہوا ان حالات سے مطلع ہو دعویٰ کرے کہ یہ میری ملک ہے دعویٰ مسکور نہ ہوگا۔ ۱۹۶
- کسی جائیداد میں غیر کو تصرفات کرتے ہوئے کسی کا چپ رہنا اپنی اجنبیت اور متصرف کی ملکیت کا صریح اقرار ہوگا۔ ۱۹۶
- مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کتب ائمہ سے جزئیات متعددہ۔ ۱۹۶
- شفعہ کے بارے میں ایک استفتاء۔ ۲۰۰
- جو دیوار کسی کے استعمال میں ہو حکم ظاہر اسی کی ہے کسی نے کسی چیز کا دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ مدعا علیہ کا اس چیز پر قبضہ ہے۔ ۲۰۱
- دعویٰ دلیل شرعی (گواہ) سے ثابت ہونا ہے۔ ۲۰۱
- بیع نامہ کی اطلاع پانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ہر ہر لفظ سے آگاہ ہوا، نہ اس

- ۲۰۷ بنیاد پر اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جاسکتا ہے۔
- ۲۰۷ غلام کا فائدہ مدعا علیہ کو پہنچتا ہے مدعی کو نہیں۔
- ۲۰۷ کسی عقد بیع کا تسلیم کرنا الفاظ زائدہ کا تسلیم کرنا نہیں ہے۔
- ۲۰۷ چودہ بیع میں داخل نہیں۔
- ۲۰۷ بیع نامہ پر گواہی کرنا بھی شہادت بیع پر ملک کے دعویٰ سے مانع نہیں۔
- ۲۰۷ کسی چیز کا بھاء کرنا اس کے ہبہ کی درخواست کرنا اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ہے، کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار نہیں ہے۔
- ۲۰۷ یہ مسئلہ زیادات کا ہے جو ظاہر الروایہ سے ہے اور اکثر سے اسی کی تصحیح ہو رہی ہے۔
- ۲۰۷ جو اکثر کا قول ہے اسی پر عمل ہے۔
- ۲۰۷ قاضی خاں کی تصحیح دوسرے پر مقدم ہے۔
- ۲۰۷ قاضی کے فیصلہ کی بنیاد مدعی کی دلیل اور مدعا علیہ کا اقرار یا انکار ہے۔
- ۲۰۷ گواہوں کے کہہ کر دیا تو اب اس کی آمدنی میں والدین کو دعویٰ کا حق نہیں، ہاں والدین پر بر و احسان موجب سعادت دارین ہے۔
- ۲۰۷ تنگ دست والدین کا نفقہ کشادہ دست لڑکے پر ہے۔
- ۲۰۷ مدعی اپنے دعویٰ میں جائیداد متنازعہ کی حدود میں ترمیم کرے، اور اس کی تصحیح توجیہ کرے
- ۲۰۷ تو دعویٰ قبول ہوگا۔
- ۲۰۷ اور اس باب میں شاہد اور مدعی دونوں کا ایک حکم ہے۔
- ۲۰۷ ممکنات کی بے پردگی کے مسائل۔
- ۲۰۷ انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلقاً اختیار رکھتا ہے۔
- ۲۰۷ اپنے نقصان کی وجہ سے پڑوسی کو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے روک نہیں سکتے۔
- ۲۰۷ اپنی بے پردگی سے پڑوسی کو دروازہ اور جنگلہ رکھنے سے روک نہیں سکتے، خود اپنے پرٹے کا انتظام کریں۔
- ۲۰۷ احناف کے ائمہ خمسہ امام اعظم، ابو یوسف، محمد بن حسن، زفر اور حسن ابن زیاد رحمہم اللہ قائل ہیں۔
- ۲۰۷ فتویٰ مختلف ہو تو ظاہر الروایہ کی طرف رجوع واجب ہوگا۔
- ۲۱۰ جو کچھ ظاہر الروایہ سے خارج ہے وہ مرجوح عند ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔
- ۲۱۰ متاخرین نے لاضرر و لاضرار پر فتویٰ دیا لیکن یہ بھی وہاں جہاں ضرر شدید ہو۔
- ۲۱۰ ضرر شدید میں مکان کا گر جانا، انفعاع کے لائق نہ رہنا کہ بالکل روشنی ختم ہو جائے وغیرہ۔
- ۲۱۱ جو خود اپنی دیوار گر کر یا نیچی رکھ کر اپنا ضرر کرے

- وہ دوسرے کو اپنے پردہ کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ ۲۱۱
- لا ضرر ولا ضرار کا لحاظ دونوں طرف ہونا چاہیے ۲۱۲
- جائداد میں کسی کے تصرفات کو دیکھ کر ساکت رہنا صریح دلیل ہے کہ جائداد میں ساکت رہنے والے کا حق نہیں ہے۔ ۲۱۲
- مورث کے ترکہ کو متصرف کا دین مستغرق ہو تب بھی دعویٰ وراثت غیر مسموع ہوگا۔ ۲۱۳
- وارث دین ادا کر کے ترکہ چھڑا سکتا ہے۔ ۲۱۴
- ترکہ کی تقسیم ۲۱۴
- استحقاق شیوع مقارن ہے ہیبت کو باطل کر دے گا۔ ۲۱۴
- ادائیگی قرض کے دعویٰ کے ثبوت کے لئے قرضخواہ کا اقرار یا اقرار کے گواہ کافی ہیں۔ ۲۱۵
- بھڑپائی کے رسید دلیل شرعی نہیں۔ ۲۱۵
- معمل دعویٰ پر شہادت فضول ہے۔ ۲۱۵
- لفظی پر گواہی نامقبول ہے۔ ۲۱۵
- شرعاً تحریر کا اعتبار نہیں۔ ۲۱۵
- دلائل شہدائے تین ہیں: بنیہ، اقرار، نکول ۲۱۵
- ایک غلط تجویز کا سوال ۲۱۶
- کچھری کی تجویز کا خلاصہ ۲۱۶
- مدعیہ محمدی سگم اپنا دعویٰ مندرجہ ذیل وجہ سے ثابت نہ کر سکی شرعاً، ۲۱۶
- (۱) گواہ کئی وجہ سے مجروح ہیں۔ ۲۱۷
- (۲) شرعاً ایجاب و قبول نہیں پایا گیا۔ ۲۱۷
- (۳) تعین ثمن مفقود ہے۔ ۲۱۷
- (۴) دعویٰ اور گواہی میں مطابقت نہیں۔ ۲۱۷
- (۵) ایجاب و قبول مجلس واحدہ میں نہیں۔ ۲۱۷
- (۶) ایک گواہ کی گواہی اپنے فعل پر ہے جو نامقبول ہے۔ ۲۱۷
- ضابطہ کی مخالفت۔ ۲۱۷
- اشامپ سادہ وغیرہ ضبط جس کو گورنمنٹ قبول نہیں کرتی، عقلاً، ۲۱۷
- (۱) بالغ کی نہ تحریر نہ دستخط جبکہ وہ پڑھا لکھا، ۲۱۸
- (۲) گواہ عزیز و اقارب میں نہیں۔ ۲۱۸
- (۳) حدود جنوبی و شمالی مشکوک۔ ۲۱۸
- (۴) مہر ضروری ہے مگر وہ محفوظ نہیں رہتی۔ ۲۱۸
- الطحضرت کی تنقید۔ ۲۱۸
- مقدمہ اول وجہ شرعی کے چار نمبروں کا جواب ۲۱۸
- ثبوت بیع کے دو معنی ہیں: فی الواقع اور عند العاضی ۲۱۸
- ایجاب و قبول پر موقوف صرف اول ہے۔ ۲۱۸
- تحقیق ایجاب و قبول کی مختلف صورتیں۔ ۲۱۹
- عقود و معاملات میں صرف معنی کا اعتبار ہے ۲۱۹
- دستاویز بیع نامہ بطور مرسوم لکھ کر گواہیاں ۲۱۹
- کر کر مشتری کو دینا اور اس کا لینا ایجاب و قبول کے لئے کافی ہے۔ ۲۱۹
- والدین اپنے روپے سے جائداد خرید کر بیع نامہ اپنے بچوں کے نام لکھاتے ہیں یہ تملیک و ہیبت ہے۔ ۲۱۹
- مقدمہ دوم ۲۲۰

۲۲۲	میں قبول کی تو دوسرے امر میں رد نہیں کر سکتا۔	ثبوت عند القاضی عقد کے گواہ اور اقرار عقد
۲۲۳	فائدہ جلیلہ مہمہ۔	کے گواہ دونوں طرح ہو جاتا ہے۔
۲۲۳	مقدمہ ششم	مشرعاً کی وجہ خاص کا جواب۔
۲۲۳	غیر ثلثہ اہل شہادت ہے۔	ایک گواہ اقرار کا ہو اور ایک عقد کا،
۲۲۰	شہادت فاسق مقبول نہ ہونے	گواہی ثابت ہوگی۔
۲۲۳	سے مراد۔	شہادت اقرار کے بعد تفتیش عقد کی حاجت
۲۲۱	فاسق کی شہادت کا قبول کرنا واجب نہیں	نہیں رہتی۔
۲۲۳	البتہ قبول کرے تو صحیح ہوگی۔	مقدمہ سوم
۲۲۳	فاسق کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے۔	عقلاً کی وجہ اولاً کا باب
۲۲۱	فاسق کی قضا اور شہادت دونوں صحیح ہے	کتابت کی تین قسم ہے :
۲۲۱	البتہ قاضی بنانے والا شہادت قبول کرنے والا	(۱) نامعلوم جیسے ہوا پانی پر لکھنا، یہ باطل ہے
۲۲۴	گنہگار ہوں گے۔	(۲) مرسوم طریقہ معمودہ پر لکھنا، یہ معتبر ہے
۲۲۴	مقدمہ ہفتم	(۳) معلوم غیر مرسوم معمودہ طریقہ پر نہ ہوگا
۲۲۱	زید نے مکان پر دعویٰ کیا میں نے بکر سے خریدا	یہ نیت یا دلیل نیت کے ساتھ معتبر
۲۲۱	ہے اور عمرو قابض کتا ہے میں نے بکر سے خریدا	ہے ورنہ نہیں۔
۲۲۴	ہے، تو دونوں مدعی ہیں۔	دلیل نیت کی صورتیں
۲۲۴	قابض کے حق میں ڈگری کی صورتیں	املا یعنی عبارت بتا کر لکھوانا اپنے لکھنے سے
۲۲۶	آٹھواں مقدمہ	قوی تر ہے۔
۲۲۶	کسی گواہ کی گواہی کے بعد مدعی کا یہ کہنا کہ یہ	غیر مرسوم طور پر خود لکھے تو بے گواہ معتبر نہیں
۲۲۶	جھوٹا ہے اور بیان سے پہلے جھوٹا کہنے میں	اور دوسرے سے لکھوائے تو بے گواہ معتبر ہے
۲۲۶	فرق ہے۔	مقدمہ چہارم
۲۲۶	دوسری قسم کے گواہ قبول ہوں گے۔	بیع کی گفتگو دو معنوں میں مستعمل ہے :
۲۲۶	مدعی نے کہا میرے گواہ نہیں اور مدعی علیہ نے	مشورہ بیع اور عقد بیع۔
۲۲۶	حلف اٹھائی اس کے بعد مدعی نے گواہ پیش	مقدمہ پنجم
۲۲۶	کئے، قبول کئے جائیں گے۔	کوئی شہادت حاکم نے مقدمہ کے ایک امر

۲۲۸	تفتیہ وجہ شرعی	۲۲۸	بکرم مقدمہ پنجم شہادت بیع میں بھی اعتبار
۲۲۸	بحث اول	۲۲۸	ہونا چاہئے۔
۲۳۱	اقرار کے گواہوں کو ایجاب و قبول کا گواہ	۲۳۱	وجہ ضابطہ کی تنقید۔
۲۳۸	قرار دیا گیا۔	۲۳۸	جب حسب قاعدہ سرکاری اس بیعنامہ کی اسٹامپ
۲۲۸	بحث دوم تنقید وجہ خامس	۲۲۸	پکھری نے قبول کر لیا، تو اب اس کو پکھری کے
۲۲۸	صرف اپنے ہی فعل کی گواہی نہیں بلکہ بائع کے	۲۲۸	ضابطہ کے اصول سے ناقابل قبول بنانا
۲۳۱	افعال کی بھی گواہی دی اس لئے یہ گواہی مقبول	۲۳۱	غلط ہے۔
۲۳۸	ہوگی۔	۲۳۸	بحث ہشتم وجہ عقل کی تنقید
۲۲۹	بحث سوم تنقید وجہ سادس	۲۲۹	اسٹامپ قبول کرنے کے لئے ان شہادتوں
۲۲۹	اقرار بیع کے پانچ گواہ ہیں	۲۳۱	کو کس عقلی دلیل سے تسلیم کیا۔
۲۲۹	بحث چہارم تنقید وجہ اول	۲۲۹	رجسٹری فیس وصول کرنے کے بعد اس کے
۲۳۱	حاکم کے پاس شہادت اقرار کے بعد ایجاب و	۲۳۱	عدم قبول کا عذر غلط ہے۔
۲۲۹	قبول کے گواہی کی ضرورت نہیں۔	۲۳۱	لکھنے سے زیادہ لکھانے کا اعتبار ہے۔
۲۲۹	بحث پنجم وجہ چہارم کی تنقید۔	۲۲۹	قبول شہادت میں زائد باتوں میں اختلاف کا
۲۳۱	جب مدعا علیہ کا بیان شہادت عقد ہے ہی نہیں	۲۳۱	کوئی اعتبار نہیں۔
۲۲۹	اور گواہ اقرار عقد کے ہیں، تو مدعیہ اور گواہ کے	۲۲۹	فیصلہ تجویز غلط ہے، فیصلہ مدعیہ محمدی یگم کے
۲۲۹	بیان میں مخالفت نہیں۔	۲۳۲	حق میں ہوا۔
۲۲۹	بحث ششم وجہ چہارم کی مزید تنقید	۲۳۲	استغراق جائداد بے قبضہ شرعاً ناجائز ہے
۲۲۹	مدعیہ اور گواہ کے بیان میں مخالفت سے گواہ	۲۳۲	رہن مع قبضہ صحیح ہے لیکن اس سے مرہن
۲۲۹	کے بیان پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اگر مدعی کا بیان	۲۳۲	کا منفع اٹھانا جس کو رہن دخلی سمجھتے ہیں
۲۲۹	پہلے ہو۔	۲۳۲	نا جائز ہے۔
۲۳۰	بحث ہفتم تنقید وجہ ہفتم	۲۳۲	مقدمہ جائداد کے لئے وعدہ بے معنی ہے
۲۳۰	گواہوں کے ترکیب کے بغیر ان کو فاسق کہنا صحیح	۲۳۲	مہرجل کے دعویٰ کا عورت کو ہر دم حق
۲۳۰	نہیں اور یہاں فیس اسٹامپ جمع کرنے کے	۲۳۲	حاصل ہے۔
۲۳۲	سلسلہ میں ان گواہوں پر اعتبار ہو چکا ہے تو	۲۳۲	ہر ہر وطن معقود علیہ ہے۔

مہر معجل ہے تو باندہ موجودہ عورت کو دے دے
یا اس کے پاس بعوض مہر رہن رکھ دے اور
جو باقی بچے اس کو آئندہ شوہر دے تو اس کی
رضا سے لیتی جائے، نہ دے تو نالیش کے ذریعہ
نیلام کرائے، اور جو مقدار مہر سے زائد ہو اس
کو واپس کر دے۔

۲۳۲ آج کل خلاف جنس پر قابو پائے تو اپنا حق
وصول کر سکتا ہے۔

۲۳۲ جب کل مہر کے عوض باندہ وہبہ ہو کل مہر ساقط
ہو گیا چاہے کتنا بھی ہو۔

۲۳۳ ہبہ بالعوض ابتداء و انتہاء بیع ہے۔
۲۳۳ مشتری کے لئے ثمن میں کچھ ملک باقی نہیں
رہتی۔

۲۳۳ جہاں مقاصد ہو وہاں مقدار کا بیان بلکہ معلوم
ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

۲۳۳ مسلمانوں پر کسی بھی معاملہ میں ہنود کی گواہی معتبر
نہیں۔

۲۳۴ تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی
۲۳۴ گواہی نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو قسم کھلائی
جائے، قسم کھا کر طلاق کا انکار کر دے گا تو
عورت کا دعویٰ رد ہو جائے گا اور قسم کھانے
سے انکار کرے تو طلاق ثابت ہوگی۔

۲۳۵ فصا ب شہادت برائے طلاق۔

۲۳۵ زمانہ طلاق کے بارے میں گواہوں کا اختلاف
کچھ مضر شہادت نہیں۔

۲۳۵ بادشاہ اسلام یا قاضی قضاۃ نے جسے قاضیوں
کے مقرر کرنے کا حق ہے، جس شخص کو جن قواعد
شرائط کے ساتھ حکم کیا یا پوری ریاست کیلئے
جو قواعد و ضوابط بنائے ان کی پابندی متعلقہ
افراد کے لئے ضروری ہے، عدم پابندی کی

۲۳۵ صورت میں فیصلہ کا عدم ہوگا۔

۲۳۵ قضا کو زمان و مکان، خصوصیت اور دیگر شرائط
کے ساتھ مقید کرنا جائز ہے۔

۲۳۶ باہر جانے کے لفظ سے فرار ثابت نہیں ہوتا۔

۲۳۶ بھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر
زائد ہے۔

۲۳۶ زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں
ہو سکتی۔

۲۳۶ اقل یقین ہوتا ہے۔

۲۳۶ مدیون کے مدیون پر دعویٰ صحیح نہیں۔

۲۳۸ موت کے بعد ملک منتقل ہو جاتی ہے۔

۲۳۸ دائن میت اور مدیون میت اگر میت کے
وارث ہوں تو مدیون کے مدیون پر دعویٰ
صحیح ہے۔

۲۳۸ تحقیق مقام۔

۲۳۸ میت کے مدیون پر میت کا وارث یا وصی
دعویٰ کر سکتا ہے میت کا قرضدار نہیں۔

۲۳۸ میت پر دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بھی وصی
یا وارث کا حضور شرط ہے۔

۲۳۸ میت کے مدیون پر دین اور خود میت پر دین

۲۳۵ میت کے مدیون پر دین اور خود میت پر دین

- ۲۳۴ کاذب فاسق کا تزکیہ صحیح نہیں۔
- ۲۳۴ المجهول لا یغیر المجهول۔
- ۳۴۳ فاسق یا مستور کی تعدیل صحیح نہیں۔
- ۲۳۴ منزکی عادل نہ ملے تو جو لوگ تزکیہ کرتے ہوں سب اس کی عدالت یا فستی میں متفق ہوں اور قاضی کو اطمینان قلب ہو کہ سچ کہتے ہیں تو قبول کر سکتا ہے۔
- ۲۳۹ متفقہ خبر اور قاضی کی تحریر صدق، خبر متواتر کے منزلیہ میں ہے۔
- ۲۴۰ طامع اور مفلس نہ ہونا، اور لوگوں سے اخلاط ہونا شرائط اولویت تزکیہ میں سے ہے۔
- ۲۴۵ عارف اسباب جرح، عالم دین کو ترجیح دی جائیگی
- ۲۴۵ وصیت علم سب پر رائج ہے۔
- ۲۴۵ جاہل کو اسباب جرح و تعدیل میں امتیاز دشوار ہے۔
- ۲۴۲ قاضی اپنے صوابدید کے موافق اجتماعی یا انفرادی گواہی لے سکتا ہے، ہاں دو عورتوں کی گواہی ساتھ ساتھ ہوں گی۔
- ۲۴۵ آج کل کے وکلا جس طرح جرح کرتے ہیں کہ گھیر کر سچ کو جھوٹا بناتے ہیں، یہ سخت ممنوع ہے۔
- ۲۴۶ شہادۃ علی الزیادۃ مردور ہے، مقبول ہونے کی یہ صورت ہے کہ مدعی دعویٰ اور شہادت میں تطبیق کر دے۔
- ۲۴۶ مسئلہ کے نصوص اور توفیق کی مثالیں۔
- ۲۴۶ مدعی جب کسی کے لئے ایک چیز کا اقرار کر چکا تو اگر کسی اور طریقہ سے ثابت ہو جائے تو مدیون کے مدیون پر دعویٰ ہو سکے گا۔
- ۲۳۸ میت کے دو لڑکے ہوں، ایک نے باپ پر اپنا ایک ہزار قرض بتایا اور اتنا ہی ترکہ ہے مگر کسی اجنبی پر قرض ہے موجود لڑکے کی گواہی اجنبی پر قبول ہوگی، قرضہ دوسرے لڑکے کے آنے کے بعد دلایا جائے گا۔
- ۲۳۹ میت پر ایک وارث کی موجودگی میں قرض ثابت ہوا البقیہ ورثہ کے حق میں بھی ثابت ہو جائیگا۔
- ۲۴۰ ایک وارث نے میت کا قرضہ کسی پر ثابت کیا سب وارثوں کو حصہ ملے گا۔
- ۲۴۰ میت کی ماں کے مہر میں سے میت کی بیوی کا کس جہت سے کتنا حصہ ہوگا۔
- ۲۴۰ فیصلہ دستاویز یا دستخط پر نہیں گواہی پر ہے۔
- ۲۴۲ کسی کا حق ہو تو چاہے اقرار نہ کرے پھر بھی دینا شرعاً ضروری ہے۔
- ۲۴۲ جھوٹے اقرار کی پابندی لازم نہیں۔
- ۲۴۲ سوال اول تزکیہ شہود سے متعلق سوال
- ۲۴۲ سوال دوم منزکی کا خود عادل ہونا ضروری ہے مجہول الحال کسی کا تزکیہ نہیں کر سکتا۔
- ۲۴۲ منزکی کے عادل ہونے کی شرط پر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے۔

۲۹۲	تجویز تنقیح ۲	۲۵۰	اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔
۲۹۲	رہن ملک مرتہن نہیں ہوتا۔	۲۵۰	شہادت جب بعض میں مردود ہو کل میں مردود ہوگی، آٹھ مسائل کا استثناء ہے۔
۲۹۲	مرتہن رہن کو بید نہیں کر سکتا۔	۲۵۲	بیعانہ کا حکم
۲۹۳	تجویز متعلقہ تنقیح ۳	۲۵۲	ایجاب و قبول ثلثہ کو اہوں سے ثابت ہو یا
۲۹۳	غیر بدین کو دین کا مالک بنانا صحیح نہیں۔	۲۵۲	بالع کا اقرار ثابت ہو تو بیع ثابت ہے رجسٹری
۲۹۴	تجویز متعلقہ تنقیح ۴	۲۵۲	ہو یا نہ ہو، ثمن دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔
۲۹۵	رہن مشاع فاسد ہے۔	۲۵۲	اپنے حق مرور سے باہر کو چہ غیر نافذہ میں دروازہ
۲۹۵	رہن دخلی شرعاً حرام ہے۔	۲۵۲	کھولنے میں اختلاف فتویٰ ہے معتاد و رظا ہر الروایہ
۲۹۵	رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہے۔	۲۵۲	یہ ہے کہ جائز نہیں۔
۲۹۵	انتقال مرتہن کے بعد اس کے ورثہ اس	۲۵۳	موتوں نقل مذہب کے لئے ہیں۔
۲۹۵	کی جگہ مرتہن ہو جاتے ہیں۔	۲۵۳	قاضی خان کی تصحیح سے عدول نہیں کرنا چاہئے۔
۲۹۵	راہن یا مرتہن کے مرنے سے رہن باطل	۲۵۵	○ انصاح الحکومة فی فصل الخصومة
۲۹۵	نہیں ہوتا۔	۲۵۵	(شرکت و میراث کے اُلجھے ہوئے ایک مسئلہ
۲۹۶	خریداری میں روپیہ والد کا ہونا ملک والد کو	۲۵۶	کا انتہائی شاندار فیصلہ)
۲۹۶	مستلزم نہیں۔	۲۵۶	ان چیزوں کی فہرست جس کا فیصلہ مطلوب ہے
۲۹۶	لا دعویٰ کسی شرط واقعی پر معلق کرنا بلا شرط	۲۵۶	پانچ قطعہ مکانات کی تفصیل مع چوحدی۔
۲۹۶	لا دعویٰ ہے۔	۲۵۶	عرضی دعویٰ اور کارروائی مقدمہ کی تفصیل۔
۲۹۶	کسی شخص کا بیان اس قدر کہ اس کی ذات	۲۵۶	جواب دعویٰ
۲۹۶	کے لئے نافع ہو بلا دلیل مقبول نہیں ہو سکتا اور	۲۵۶	بدعا علیہ نمبر ۲
۲۹۶	جس قدر فریق دیگر کے لئے نافع ہے اس کے	۲۵۸	تفصیل آمد و خرچ مجموعی
۲۹۶	حق میں حجت ہو جاتا ہے۔	۲۵۸	قطعہ دستاویز متعلقہ جائداد
۲۹۸	کوئی مقر اپنے اقرار سے بدعویٰ سہو و لغزش	۲۵۸	کارروائی متعلق دستاویز
۲۹۸	پھر نہیں سکتا۔	۲۶۰	گیارہ تنقیحات
۲۹۸	تجویز تنقیح ۵	۲۶۰	تجویز تنقیح ۱
۲۹۹	تجویز متعلقہ تنقیح ۶		

- ۲۸۰ شوہر کا علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں۔
 ۲۸۰ تجویز متعلقہ تنقیح ۷
 ۲۸۰ تجویز متعلقہ تنقیح ۸
 ۲۸۱ تجویز متعلقہ تنقیح ۹
 ۲۸۰ کسی کے ساتھ نیکی پر ثواب کی امید ہے مگر
 ۲۸۱ استحقاق معاوضہ نہیں۔
 ۲۸۰ کوئی شخص نیک سلوک اور احسان کر کے جبراً عوض
 ۲۸۱ نہیں مانگ سکتا۔
 ۲۸۰ دوسرے کے امر کے بغیر اس کا قرضہ ادا کر نیوالا
 ۲۸۱ اس سے واپس نہ پائے گا۔
 ۲۸۰ تجویز متعلقہ تنقیح ۷
 ۲۸۱ شرعاً دو دائن مدیون کو تقسیم نہیں کر سکتے نہ غیر مدیون
 ۲۸۲ سے دین کا مبادلہ ممکن ہے۔
 ۲۸۳ حکم
 ۲۸۳ دین مہر کے عوض جو جائداد دی گئی وہ بیع ہوتی،
 ۲۸۳ عورت اپنی زندگی میں اس میں ہر قسم کے تصرفات
 ۲۸۳ کی مختار ہے۔
 ۲۸۳ معاوضہ مہر میں شوہر کے ورثہ کا کوئی دعویٰ نہیں
 ۲۸۳ تحکیم کا حکم، بیع مقرر کرنے کے بعد حکم کے فیصلہ
 ۲۸۳ سے منکر کرنے پر حکم پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔
 ۲۸۳ پہلے بیچوں کا فیصلہ ہی ہو تو بعد والے اسی کو
 ۲۸۳ نافذ کریں، ورنہ حق فیصلہ کریں۔
 ۲۸۳ فیصلہ سے پہلے فریقین کو تحکیم باطل کرنے کا
 ۲۸۳ اختیار ہے فیصلہ کے بعد فیصلہ لازم ہو جاتا ہے
 ۲۸۳ کسی کے مکان کا پانی پڑوسی کے مکان سے
 ۲۸۰ ہو کر بہتا رہا ہو تو اس پڑوسی کو اس پانی کے روکنے
 ۲۸۰ کا حق نہیں۔
 ۲۸۰ استحقاق کا ثبوت پڑوسی کے اقرار سے یا گواہان
 ۲۸۱ عادل سے ہوگا، یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو
 ۲۸۰ پڑوسی قسم کھا کے انکار کر دے انکار ہو جائیگا۔
 ۲۸۱ پانی کا مدتوں سے بہنا یا گھر کے ڈھال کا ادھر
 ۲۸۰ ہونا ثبوت حق کے لئے کافی نہیں ہے۔
 ۲۸۱ پڑوسی کو نالی بند کرنے کا حق نہیں۔
 ۲۸۰ شوہر نے اپنا کوئی مکان بیوی کے مہر کے عوض
 ۲۸۱ بیع کر دیا، دوسری بیوی کی اولاد کو یہ حق نہیں
 ۲۸۲ کہ اپنی ماں کے مہر کے عوض اس کو نیلام
 ۲۸۳ کر سکیں۔
 ۲۸۳ مذکورہ بالا مسئلہ پر پانچ وجوہ سے استدلال
 ۲۸۳ وجہ اول
 ۲۸۳ بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں۔
 ۲۸۳ بیع بالعیوض اور ہبہ بشرط العوض کا فرق۔
 ۲۸۳ ہبہ بشرط العوض المعین ابتداءً ہبہ اور انتہاءً
 ۲۸۳ بیع ہے۔
 ۲۸۳ وجہ ثانی
 ۲۸۳ جو چیز عورت کے قبضہ میں ہے وہ شوہر کے
 ۲۸۳ قبضہ میں مانی جائے گی۔ اس کا مطلب عورت
 ۲۸۳ کے قبضہ کی نفی نہیں۔
 ۲۸۳ مقبوض المقبوض مقبوض۔
 ۲۸۳ وجہ ثالث
 ۲۸۳ قابض القابض قابض۔

۲۸۹	یا انکار پر فیصلہ ہوگا۔	۲۸۴	وجہ رابع
۲۸۹	گواہ کی موجودگی میں مدعا علیہ نہ تو خود قسم	۲۸۴	حدیث انت و مالک لا بیک کا مطلب۔
۲۸۹	کھا سکتا ہے نہ مدعی قسم طلب کر سکتا ہے۔	۲۸۴	ترکہ ثبوت ملک ہے۔
۲۸۹	یمین اور بدینہ دونوں قاضی کے سامنے ہونا	۲۸۵	وجہ خامس
۲۸۹	ضروری ہے۔	۲۸۵	بہبہ بے قبضہ تمام نہیں۔
۲۸۹	گواہ شہر میں موجود ہوں تو مدعی مدعا علیہ سے	۲۸۵	زوجیت مانع رجوع بہبہ ہے۔
۲۹۰	قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔	۲۸۵	امراء ما فی یدھا فی ید الزوج کا تعلق
۲۹۱	غیبت کی مسافت کے سلسلہ میں مجتبیٰ کی عبارت	۲۸۵	اس صورت سے ہے کہ عورت کوئی چیز اپنے
۲۹۱	کی توضیح۔	۲۸۵	پاس رکھے ہوئے شوہر کو بہبہ کر دے، تو بہبہ
۲۹۱	چار سوالات پر مثل ایک مفصل استفسار۔	۲۸۵	صحیح ہے۔
۲۹۱	تخلیف کی ایک صورت کی توضیح۔	۲۸۵	زوجیت کے ثبوت کی چار صورتیں۔
۲۹۱	تخلیف میں احتیاط یہی ہے کہ دعویٰ کے جڑ	۲۸۵	صرف دستاویزوں سے زوجیت کا ثبوت
۲۹۲	مثل دونوں کو شریک کیا جائے۔	۲۸۶	نہ ہوگا۔
۲۹۲	حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے جو چیریں دعویٰ سے	۲۸۶	نکاح کا اقرار اس بات کا اقرار ہے کہ اس
۲۹۲	خارج ہیں ان پر نہیں۔	۲۸۶	وقت نکاح میں ہے۔
۲۹۲	یمین نہ تو دعویٰ فاسدہ پر مرتب ہوتی ہے	۲۸۶	وہ چار چیریں جس میں سن کر گواہی دی جاسکتی
۲۹۲	نہ معدوم پر۔	۲۸۶	ہے۔
۲۹۲	گواہ بعض دعویٰ پر گواہی دے مقبول ہے۔	۲۸۶	والدین جہیز کے کسی سامان کو عاریت بتائیں
۲۹۵	وزن قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں۔	۲۸۷	تو بغیر شہادت یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔
۲۹۵	اشیاء غائبہ میں قیمت کا ذکر مدعی کی تعین	۲۸۷	شوہر کسی زیور کے بارے میں یہ دعویٰ کرے
۲۹۵	کے لئے ہوتا ہے۔	۲۸۷	تو مسموع ہوگا۔
۲۹۵	فائدہ دعویٰ الزام ہے بواسطہ اقامت	۲۸۸	تہادی کا عذر شرعاً کوئی چیز نہیں۔
۲۹۵	حجت۔	۲۸۸	بیع کے معیوب بہ عیب فاحش ہونے میں یا
۲۹۵	مجمول میں الزام متحقق نہیں ہوتا۔	۲۸۸	ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن میں اختلاف
۲۹۵	یحین کی معرفت وصف سے نہیں ہوتی۔	۲۸۸	ہو تو بائع کے گواہ وہ نہ ہوں تو مشتری کی قسم

- ۳۰۱ کھریں تو بھی بری نہ ہوگا۔
 ۲۹۵ قیمت کی معرفت وصف سے ہوتی ہے۔
 مدعی غائب ہو تو جو اہر اور رہیسی کپڑے میں وزن کا ذکر موتی میں اس کی گولائی روشنی اور وزن کا ذکر ضروری ہے۔
- ۳۰۲ دلائل ضروری ہے۔
 ۲۹۵ یقین اور بیع میں ذراع و صف ہے اور لغو ہے
 دعویٰ اور شہادت میں اس کا اعتبار ہے۔
- ۳۰۳ ورنہ نہیں۔
 ۲۹۶ کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔
- ۳۰۴ جھوٹی گواہی کا کوئی کفارہ نہیں، آئندہ کے لئے کسی بات کی جھوٹی قسم کھانے کا کفارہ ہے۔
 ۲۹۷ شہادت میں الفاظ قاطع احتمال ہونا چاہئے۔
 حلف میں آج کل جو کچھ کہلایا جاتا ہے مثلاً واللہ اس باب میں جو کہوں گا حق کہوں گا یقیناً منع ہے اور مدعا علیہ پر یقین غوس لازم ہے۔
- ۳۰۵ جھوٹے گواہ کے بارے میں حدیث میں وعید شدید۔
 ۲۹۸ مطلق کا اقرار مقید کا اقرار نہیں۔
- ۳۰۶ قسم دلائی جائے گی۔
 ۲۹۹ ایسی چیز پر تحلیف صحیح نہیں جس کے انکار سے مدعا علیہ پر دعویٰ کی ڈگری نہ دی جاسکے۔
- ۳۰۷ حاکم تنہا قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، مدعی قسم طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ پر قسم رکھے۔
 ۲۹۹ قسم اس بات پر دلائی تھی کہ کوئی چیز اس فہرست میں کہ بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم ہے مدعا علیہا کے پاس نہیں، نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد قبضہ مدعا علیہا میں آئی، قسم دلاتے وقت خط کشیدہ دکھارہ گیا، تو تحلیف صحیح نہ ہوگی۔
- ۳۰۸ ایک غلط فتویٰ کی تنقید
 ۳۰۰ مدعی کی طلب پر حلف لینا حاکم کا کام ہے خود مدعی حلف دلائے صحیح نہ ہوگی۔
- ۳۰۹ حقوق العباد میں دعویٰ شرط شہادت ہے۔
 ۳۰۰ مدعی مال سے بری کر سکتا ہے حلف سے نہیں، یہ تو حاکم کا حق ہے۔
- ۳۰۹ انتقام شرط سے مشروط منتفی ہو جاتا ہے۔
 ۳۰۰ مدعی اور حاکم دونوں مدعا علیہ کو حلف سے بری
- ۳۰۸ ایک غلط فتویٰ کی تنقید
 ۳۰۰ زید نے عمرو کے خلاف شکایت کی کہ اس نے مجھے دعوت نہیں دی، عمرو نے کہا میں نے دعوت دی تھی، لوگوں نے عمرو سے قسم کھلائی، اس صورت میں نہ دعویٰ ہے نہ مدعی مدعا علیہ

- ۳۰۸ نہ قسم کھلانے کی ضرورت۔
 مذکورہ بالا حلف کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے
 کہ ہم حلف کو نہیں جانتے تو کوئی جرم نہیں،
 قائل پر کفر و فسق کا فتویٰ جہالت۔
 ۳۰۸ جاہل کو فتویٰ دینا حرام ہے۔
 ۳۰۹ جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے
 فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔
 ۳۰۹ من لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل۔
 مدعی اور منکر کی شناخت علماء پر بھی مشکل ہے
 ۳۰۹ مسلمان پر معصیت کا حکم لگانے سے قبل تنقیح
 ضرور کر لینا چاہئے۔
 ۳۰۹ اولاد کا والدین کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا گناہ کبیرہ
 ۳۰۹ اطاعت والدین کے ترغیب کی حد حد نہیں
 ایک دنگ از حدیث شریف
 ۳۱۰ ایک بار کے اشعار سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ و
 السلام کا گریہ اور اس کے بیٹے کو زجر و توبیخ
 ۳۱۳ انت و مالک لابی حکم و یا انت ہے قضاء
 باپ اور بیٹے کی ملک جدا ہے۔
 ۳۱۴ لڑکے کے مال میں مجبور باپ کے حقوق۔
 فقیر باپ اپنے مالدار لڑکے کے مال سے
 ضرورت بھر چا سکتا ہے۔
 ۳۱۵ غائب کے مال سے زوجہ اور ابویں اپنے حق
 کی جنس سے بغیر قضائے متاضی بھی
 لے سکتے ہیں۔
 ۳۱۵ اپنے اقرار پر آدمی کا مواخذہ ہوگا۔
 ۳۱۶
- ۳۰۸ مرض الموت کا بہہ رضائے ورثہ پر موقوف
 ہوتا ہے۔
 ۳۱۶ شرکت طاریہ مفر بہہ نہیں۔
 ۳۰۸ خریداری مشتری کی طرف سے قرار دینا ممکن ہو
 تو اسی پر نافذ ہوگی۔
 ۳۱۶ عام طور سے باپ بیٹے کے نام کوئی چسپ نہ
 خریدتا ہے تو مقصد ہیہ کرنا ہوتا ہے۔
 ۳۱۶ باپ نے بیٹے کے لئے اقرار کیا، اب کہتا ہے
 مصلحت ایسا کیا تھا، گواہی کے بعد باپ کا دعویٰ
 تسلیم ہوگا، قسم کے بعد بیٹے کا قول معتبر ہوگا،
 ۳۱۶ نکول کی صورت میں ڈگری باپ کی ہوگی۔
 ۳۱۹ ثبوت زوجیت کے ایک فیصلہ کی تنقید۔
 ۳۲۰ صحیح نکاح صحیح تکلیف پر موقوف نہیں۔
 ۳۱۰ نکاح فضولی بھی جائز ہے، نفاذ البتہ طرفین
 کی اجازت پر موقوف ہوگا۔
 ۳۲۰ نکاح فضولی پر فیصلہ کرنے کے لئے یہ ضروری
 تنقیح ہے کہ اجازت پائی گئی یا نہیں۔
 ۳۲۰ بعد کی اجازت پہلے کی وکالت کے مثل ہے۔
 ۳۱۴ صحت شہادت کے لئے مشہود علیہ کو وقوعہ
 کے وقت پہچاننا ضروری ہے پہلے سے
 جان پہچان ضروری نہیں۔
 ۳۲۱ دومرد اور ایک عورت کی شہادت کہ یہ فلاں
 عورت ہے اس وقت ضروری ہے کہ مقررہ
 نقاب میں ہو۔
 ۳۲۲ گواہ مقررہ کو دیکھ کر گواہی دینا بیان کرے تو

- مقررہ کو دکھا کر اطمینان کر لینا چاہئے کہ یہ وہی عورت ہے۔ ۳۲۲
- اختلافات ۳۲۳
- جو امور اصل دعویٰ سے زائد ہوں ان کا اختلاف محل شہادت نہیں۔ ۳۲۳
- بغیر مضر اختلافات کی چھ مثالیں ۳۲۳
- حکام شرع کو تنبیہ کہ آج کل جس طرح زبردستی گواہوں کا تضاد خواہ مخواہ نکالا جاتا ہے یہ زیادتی ہے، اور اس سے مسلمانوں کے حقوق پر غلط اثر پڑتا ہے۔ ۳۲۳
- مسئلہ دائرہ پر فقیہی نصوص پھر یوں کی مذموم جرح پر سخت تنقید۔ ۳۲۴
- جرح مدفوع ہے۔ ۳۲۶
- قاضی ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نادرہ کو ان کا مذہب بتانا غلط ہے۔ ۳۲۷
- روایت نادرہ پر عمل صحیح نہیں۔ ۳۲۷
- جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارا مذہب نہیں۔ ۳۲۷
- قول مرجوح پر فتویٰ جہل اور خرقِ اجماع ہے ۳۲۷
- عمل اسی پر ہے جو اکثر کا قول ہے۔ ۳۲۷
- امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ ۳۲۷
- قاضی جب اپنے مذہب کے قولِ معتمد کے خلاف فیصلہ کرے نافذ نہ ہوگا۔ ۳۲۸
- گواہوں کے مختلف بیان میں تطبیق۔ ۳۲۹
- عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔ ۳۲۹
- ایک گواہ نے زید کے عمر سے پوچھنے کا ذکر کیا دوسرا خاموش ہے، ان بیانیوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ ۳۳۰
- ایک گواہ نے کہا فلاں کو وکیل کیا، دوسرے نے اضافہ کیا کہ اس کے بعد معزول کیا یا وکالت کے حق میں گواہی مقبول عزل میں نہیں۔ ۳۳۰
- عدم ذکر اور ذکر کا اختلاف قرآن عظیم میں بھی ہے دراصل یہ اختلاف ہے ہی نہیں۔ ۳۳۰
- ایک اختلاف میں تطبیق ۳۳۱
- معاورہ زبان کی تحقیق ۳۳۲
- قعدہ اولیٰ میں امام کے بھول کر کھڑے ہو جانے کا مسئلہ۔ ۳۳۲
- ایک اور اختلاف کی تنقیح۔ ۳۳۲
- کسی شخص کو جاننا اس کے ساتھ شناسائی و تعارف کو کہتے ہیں فقط نام سن لینے کو۔ ۳۳۲
- کسی کا نام معلوم کر لینے کے لئے پہلے سے اس کو جاننا ضروری نہیں۔ ۳۳۲
- ایک اور اختلاف۔ ۳۳۳
- احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ ۳۳۳
- چھو بارے، بتائے اور شیرینی کا اختلاف۔ ۳۳۳
- مہر نکاح میں مقصود نہیں وہ تابع اور زائد ہے۔ ۳۳۴
- نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط لگائی، نکاح صحیح اور مہر مثل ثابت ہوگا۔ ۳۳۴

- گواہ اور مدعی میں مہر کی مقدار میں اختلاف ہو
تو نکاح دونوں میں سے جو کم ہو اس پر ہوگا۔ ۳۳۸
نکاح کے علاوہ دیگر عقود میں بدل میں اختلاف
ہو تو دعویٰ رد کر دیا جائیگا۔ ۳۳۵
قہر کے اختلاف خواہ باہم گواہوں میں ہوں یا
گواہ اور مدعی میں ہوں دعویٰ نکاح اور
شہادتوں سے ثبوت نکاح کو مطلقاً کچھ ضرر
نہیں دیتے۔ ۳۳۵
نکاح کی دعوت دینے اور نہ دینے کا اختلاف ۳۳۶
دعویٰ بے اصل ہے یا فیصلہ ۳۳۶
۲۵، ۲۴ تاریخ کا فرق ۳۳۶
عوام آنے والی رات کو دن کے تابع مانتے ہیں
اور اہل اسلام گزشتہ رات کو۔ لیالی ج کا
اس سے استثناء ہے۔ ۳۳۶
انگریزی تقویم میں بارہ بجے رات سے تاریخ
بدلتی ہے۔ ۳۳۶
گواہی کا ایک اور ضل۔ ۳۳۷
نکاح کے ثبوت کے لئے نکاح پڑھانے
والے کی گواہی معتبر نہیں۔ ۳۳۷
مکان محلہ سے خاص ہے۔ ۳۳۷
مکان سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی
نہیں کر سکتی۔ ۳۳۷
”اور کچھ نہ پوچھا“ ”کچھ نہ پوچھا“ کا فرق۔ ۳۳۷
نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں۔ ۳۳۷
فعل یا امور کی نسبت آمر کی طرف ہوتی ہے۔ ۳۳۷
نکاح نامہ کا حکم ۳۳۸
”ساتھ“ اور ”بعد آنے“ میں اختلاف ۳۳۸
”اور“ عربی کے داؤ کا ترجمہ ہے۔ یہ لفظ
معیت، ترتیب، تراخی، تعقیب سب سے
خالی ہے۔ ۳۳۸
فرعون اور قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا
فاصلہ ہے۔ ۳۳۸
قبلت و معیت جمع نہیں ہو سکتیں۔ ۳۳۸
ایسے اختلافات سے شہادت باطل
نہیں ہوتی۔ ۳۳۸
ایک اور بے اثر اختلاف ۳۳۸
دلیل کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار
دینا درست نہیں۔ ۳۳۹
عدم ذکر عدم نہیں۔ ۳۳۹
دیگر اعتراضات ۳۳۹
مدعا علیہ کا نام شروع میں نہ بتانے اور بعد
میں بتانے سے متعلق بحث۔ ۳۳۹
پکھڑیوں میں گواہ کا بیان قلم بند کرنے کا
ضابطہ۔ ۳۳۹
بیان میں قلم بند نہ ہونے والی باتوں کا ذکر
بعد میں ہی ہوگا۔ ۳۳۹
گواہ کوئی ضروری بات مجلس بدلنے کے بعد
بھی بڑھوا سکتا ہے۔ ۳۳۹
جو اضافے محل تہمت ہوں ان کو بھی مجلس شہادت
ختم ہونے سے پہلے بڑھوا سکتا ہے۔ ۳۴۰

- ۳۴۰ منہ دیکھنے میں نام لینے سے زیادہ تعین ہے۔ گواہی مقبول ہے شوہر سے کہا جائے گا کہ اس امر کا ثبوت فراہم کر دو کہ بڑی لڑکی یہی مدعا علیہا ہے۔ ۳۴۲
- ۳۴۱ دیکھنا ضروری ہے۔ وقت نکاح کی جہالت سے گواہی پر اثر نہیں پڑتا۔ ۳۴۱
- ۳۴۱ شاہدین یا مدعی و شاہد کے بیان میں زمان مکان کا اختلاف ہو تب بھی گواہی مقبول ہے تو تردد کی صورت میں بدرجہ اولیٰ مقبول ہوگی۔ ۳۴۱
- ۳۴۱ نام مقبول شہادت کو سن کر وقت ضائع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۴۲
- ۳۴۲ آدمی کی شہادت اپنے فعل پر نام مقبول ہے آج کل کی اصطلاح کا تکمیل نکاح سفیر محض ہوتا ہے۔ ۳۴۳
- ۳۴۳ مبلغ اپنے پیغام پہنچانے کا ذکر اپنی شہادت میں کر سکتا ہے۔ ۳۴۳
- ۳۴۳ تبلیغ اور فعل نفس کے فرق کی مثال۔ نکاح خوان قاضی اداۓ شہادت سے قبل اپنے عہدے سے استعفا دے چکا ہو تو اس کی شہادت غیر مسموٹ ہے۔ ۳۴۳
- ۳۴۳ عدم تعین تاریخ و ماہ و سال، یا اسم منکوحہ اسمائے گواہان، شہادت کی نامقبولیت کا سبب نہیں۔ ۳۴۴
- ۳۴۴ گواہوں نے کہا بڑی لڑکی مگر ہم اسکو جانتے نہیں تو مشاہدہ اور ثابث بالشہادہ کا ایک حکم ہے۔ ۳۵۰
- ۳۴۴ قاضی کو چاہئے کہ شہادت مکمل ہو تو فیصلہ کرے، مطلق ہو تو مقید کرے، ناقص ہو تو کامل کرے، مجمل ہو تو مفسر کرے۔ ۳۴۵
- ۳۴۵ مدعی کو شرعی طریقہ پر دعویٰ کرنے کا ڈھنگ نہ ہو تو قاضی تعلیم کرے گا۔ ۳۴۵
- ۳۴۵ تاج اور منکوحہ کے نام نہ لینے کا اعتراض۔ ۳۴۶
- ۳۴۶ ایک اور گواہی چند امور کی گواہی میں کسی ایک امر میں گواہی مردود ہونے سے بقیہ امور میں مردود ہونا ضروری نہیں۔ ۳۴۶
- ۳۴۶ درمختار کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۳۴۷
- ۳۴۷ جہالت مدعی علیہا کی ایک اور شہادت۔ ۳۴۷
- ۳۴۷ ایک اور لغو اعتراض دو مہینہ دس دن کو تین مہینہ کہنے پر اعتراض کا جواب۔ ۳۴۹
- ۳۴۹ کسی وقت کے جرح قلیل و کثیر کو پورا کہہ دینا عرب کا دستور ہے۔ ۳۴۹
- ۳۵۰ قرائن عدم دعویٰ کے قرائن کی تنقیح۔ ۳۵۰
- ۳۵۰ صریح شہادتوں کے خلاف قرائن پر حکم ناممکن ہے۔ ۳۵۰
- ۳۵۰ مشاہدہ اور ثابث بالشہادہ کا ایک حکم ہے۔ ۳۵۰

- ۳۵۸ فیصلہ ناقض و قبل از وقت ہے۔
- ۳۵۹ اختیار قاضی سے متعلق دو سوالوں پر مشتمل ایک استفتا۔
- ۳۵۸ مخد مختار حاکم اسلام، رئیس مملکت یا باتفاق رعایا بنایا ہوا قاضی مطلق یا ان کا بنایا ہوا قاضی ماذون باتخلف جس مقدمہ میں کسی اہل قضا کو فیصلہ کا حکم دے وہ فیصلہ قاضی شرع کا فیصلہ ہے ان کے نقص کا کسی کو اختیار نہیں۔ ۳۵۹ قاضی اپنے مذہب معتد کے خلاف فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا۔ ۳۵۹ ایک غلط فیصلہ کی تنقید شفیق کو جائزہ کے بیع کے قابل بھروسہ خبر ملے ہی یہ اعلان کرنا چاہئے کہ میں شفعہ کا طالب ہوں ذرا سی تاخیر بھی شفعہ باطل کر دے گی، اسی کو طلب مواثبت کہتے ہیں۔ ۳۶۰ بائع یا مشتری یا جامداد کے پاس جا کر لوگوں کو گواہ بنانا بھی ضروری ہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں، اس کو طلب اشہاد کہتے ہیں مواثبت کے بعد یہ بھی ضروری۔ ۳۶۰ اگر کوئی شفیق طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے قبل خصومت کرے شفعہ باطل ہوگا۔ ۳۶۰ طلب خصومت سے پیشتر کی طرف اسناد علم اور اسناد علم الی الما ضی میں فرق ہے۔ ۳۶۰ شفیق کو طلب اشہاد سے قبل علم نہ ہو سکا تو عین کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور بینہ مشتری
- ۳۵۱ مخد و تہمت سے شہادت رد نہیں ہوتی۔
- ۳۵۱ رآپور میں عورتوں کے رات میں پیدل گھومنے کا رواج ہے۔
- ۳۵۱ مفتی و حاکم دونوں پر لازم ہے کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص وہاں کے رسم و رواج پر لحاظ کریں۔
- ۳۵۱ کسی جگہ کے اپنے رواج کے ساتھ دوسری جگہ کا رواج معارض نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ کیسا ہی عام کیوں نہ ہو۔
- ۳۵۱ شخص مجبوث کے افعال و حرکات کے خلاف عام رسم و رواج پر حکم نہیں ہو سکتا۔
- ۳۵۱ عصمت جہاں کی عادت و حرکات کا شمعہ بیان واقعہ کی قرین عقل تفصیل۔
- ۳۵۱ مدعیہ کے بیان کے کچھ گوشے۔
- ۳۵۲ تنقیحات پر تنقید دوسری تیسری تنقیح فضول ان سے دعویٰ کے ثبوت و عدم ثبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
- ۳۵۴ اگر آہ کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔
- ۳۵۴ عدم کفایت کے ثبوت کا بار بذمہ مدعا علیہا تھا اصل یہ ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے کفو ہیں۔
- ۳۵۴ سینہ کا ابھار، مٹے زیر ناف کا اگنا، ڈاڑھی آواز کا بوجھل ہونا شرعاً مثبت بلوغ نہیں۔
- ۳۵۸ عارضہ مبہم لفظ ہے، شہادت میں گول بات مقبول نہیں۔
- ۳۵۸

- ۳۶۴ جہان اولی ہوگا۔
- ۳۶۴ جب شفیع کے گواہ خود ہی کہیں علم کے بعد فوراً
- ۳۶۴ طلب مواثبت نہیں ہوئی شفیع باطل ہوگا۔
- ۳۶۵ تناقض دعویٰ جس کا ضرر بجانب مدعی ہے مانع صحت دعویٰ نہیں۔
- ۳۶۵ تناقض اور جرم و متروک میں فرق ہے۔
- ۳۶۵ مدعی نے پہلے مطلق دعویٰ کیا پھر اس کی تنقید کی سماعت مقید ہوگی۔
- ۳۶۸ تناقض وہ مبطل ہے جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہو۔
- ۳۶۸ قادی خلاصہ کے ایک جزیئے کی تشریح۔
- ۳۶۹ مصنوع زیور کی زکوٰۃ خلاف جنس دی جائے تو قیمت ہفتائی کا اعتبار ہوگا، وزن کا نہیں۔
- ۳۷۰ اختلاف گواہوں کی تنقید
- ۳۷۰ ذکر اور عدم ذکر میں اختلاف نہیں۔
- ۳۷۰ ایک گواہ کے زید نے یہ کام کیا، دوسرا کے یا نہیں کس نے کیا، ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔
- ۳۷۰ رقعہ کا غد میں بعض مواقع میں عام و خاص کی نسبت ہوتی ہے خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں۔
- ۳۷۱ کوئی آدمی کسی سے کچھ لکھوائے عرف عام میں فعل آمر کی طرف منسوب ہوگا۔
- ۳۷۱ شہادت میں اس اختلاف کا اعتبار ہے جس کا اثر اصل پر ہو۔ فاضل اختلاف کا
- ۳۶۱ پر، اور طلب اشہاد سے پہلے علم کا مقرر ہو، اور طلب مواثبت کا مدعی تو بید شفیع پر۔
- ۳۶۱ طلب خصوصیت کے وقت شفیع نے مواثبت اور اشہاد کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ گویائی کے باوجود خاموش رہا تو یہ بھی انکار قرار دیا جائیگا، مدعی سے گواہ طلب ہوں گے، گواہوں نے طلب مواثبت و اشہاد کے بارے میں دعویٰ مدعی کے خلاف بیان دیا دعویٰ رد ہوگا۔
- ۳۶۱ گواہ طلب مدعی کے وقت بائع اور مشتری دونوں کا رہنا بیان کرے، مگر ان کے پہچانے سے انکار کرے، تو گواہی مردود ہوگی۔
- ۳۶۲ شہادت کی تکمیل مدعی کا کام ہے، مدعا علیہ پر اس کی ذمہ داری نہیں۔
- ۳۶۲ جمہور حنفیہ کے نزدیک مستثنیٰ حکم میں سکوت عنہ کے ہوتا ہے۔
- ۳۶۲ ایک جملہ استثنائہ کی توضیح۔
- ۳۶۲ گواہ کا اختلاف مشہود بہا اگر موجود ہو تو اشارہ ورنہ نام، وہ بھی اس طرح کی تمیز و تعین ہو جائے ضروری ہے۔
- ۳۶۳ آج کل کی گواہی کا ناقص طریقہ مروج ہے۔
- ۳۶۳ مشتری نے طلب مواثبت کا انکار کیا اس کا قول قسم کے بعد معتبر ہوگا اس کا بیہ مقبول نہ ہوگا
- ۳۶۳ بینہ شفیع پر ہوگا۔
- ۳۶۳ طلب اشہاد کا انکار ہو تب بھی مشتری کی قسم ہے ہاں یہ اور شفیع دونوں بینہ پیش کریں تو شفیع کا

- ۳۴۱ اعتبار نہیں۔
ایک گواہ نے کہا مدعی کے ساتھ فلاں تھا
- ۳۴۲ دوسرے نے کہا نہیں، یہ اختلاف کچھ مضر نہیں۔
فقط شہادت کے لئے جہالت وہ معتبر ہے
- ۳۴۳ جو طریق حکم کو مسدود کرے۔
مرتن نے زیور کی مقدار دو سو تولہ تسلیم کی چاندی کا ہونے سے انکار کیا، شہادت صرف چاندی ہونے کی طلب کی جائے گی زیور کی تعداد کی تحقیق غیر ضروری ہے۔
- ۳۴۴ شاہد نے مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ پیسہ ہونے کی شہادت دی، تعداد نہ بتائی، گواہی ثابت ہے تین پیسے دلائے جائیں گے۔
- ۳۴۵ عوام اس کو مدعی کہتے ہیں جو کچھری میں پہلے نالیش کر دے، شرع میں لمبا اوقات اس کا الٹا ہوتا ہے، مدعی اور مدعا علیہ میں تمیز دشوار کام ہے۔
- ۳۴۶ زید نے عمرو پر ہزار روپے کا دعویٰ کیا، عمرو نے کہا میں ادا کر چکا ہوں، عمرو مدعی ہوا اور زید مدعا علیہ۔
- ۳۴۷ عام طور سے زیور گرو رکھنے والے سو کا مال پچاس میں رکھتے ہیں مرتن اس کو ۲۵ کا بتاتا تو ظاہر کے خلاف ہے، اس سے گواہ مانگے جائیں گے۔
- ۳۴۸ واپس زیور چاندی کا بتائے، مرتن سلور کا، مرتن کے گواہ نامقبول ہوئے۔ راہن نے
- ۳۴۹ نہ قسم کھائی نہ انکار کیا تو فیصلہ کی راہ مسدود ہو گئی۔
- ۳۵۰ مدعی کے محض دعویٰ پر فیصلہ نہیں ہوگا مدعا علیہ سے قسم طلب کرنا ضروری ہے۔
- ۳۵۱ مرتن ظاہر کے خلاف دعویٰ کرے تو گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا اور ہدایہ کے قول القول قول الصریح کا صورت مسئلہ سے تعلق نہیں۔
- ۳۵۲ فقہا جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کا قول معتبر ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قسم کے بعد۔
- ۳۵۳ مدعی حلف نہ طلب کرے تو قاضی فیصلہ نہ کرے گا۔
- ۳۵۴ جو فیصلہ اصول شرع کے خلاف ہو وہ فیصلہ ہی نہیں، نہ اس سے غصہ کرنے کی ضرورت۔
- ۳۵۵ طریق حکم۔
- ۳۵۶ مرتن نے مرہون تلفت کر دی تو قرض ساقط اور مرتن سے فاضل کا تاوان دلایا جائیگا۔
- ۳۵۷ دو سوالوں پر مشتمل استفتاء۔
- ۳۵۸ سوال اول
- ۳۵۹ سوال دوم
- ۳۶۰ ہندہ اس امر کی دعویٰ کر رہی ہے کہ میری ماں کا نکاح بتعدا و مہر پچاس ہزار روپیہ بکر کے ساتھ ہوا ہے بکر سے بقدر حصہ فرائض دلایا جائے بکر مجیب ہے کہ تدار مہر مجھے یاد نہیں مگر والدہ ہندہ نے مہر مجھے معاف کر دیا ابراہم مہر کی شہادت عند العدالت کافی وثبت نہ ہوئی اب عند الشرع

[illegible]

- بیان سے قبضہ واجب ثابت ہے۔ ۳۹۲
- سوال دوم ۳۹۲
- جواب سوال اول ۳۹۳
- مسئلہ اولیٰ کافی، کنایہ، تنویر، ہدایہ اور در میں ۳۹۳
- یہ ہے کہ قبول ہیہ میں ایجاب کی طرح رکن ہے۔ ۳۹۳
- تصر مختلف نہایہ، درایہ، یعنی اور عام شروع میں ۳۹۳
- ہے کہ قبول رکن ایجاب نہیں یہی قول امام ہے۔ ۳۹۳
- راج معتمد مفتی یہ بھی ہے کہ قبول ہیہ رکن نہیں۔ ۳۹۳
- تحقیق یہی ہے کہ ہیہ میں قبضہ سے ملک اور ۳۹۳
- قبول دونوں ثابت ہوتے ہیں۔ ۳۹۳
- قبضہ بلا اذن یا بہ اذن اسی مجلس ہیہ میں ضروری ۳۹۳
- نہیں، بعد کو بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ قبضہ سے پہلے رد نہ ہو۔ ۳۹۳
- عمل ہمیشہ استحسان پر ہوتا ہے۔ ۳۹۳
- لفظ ناخذ اعظم لفظ افتار سے ہے۔ ۳۹۴
- قبول ہیہ کے رکن نہ ہونے کی دلیل، اور اس کی نظیر۔ ۳۹۴
- توجیح مزید۔ ۳۹۴
- محیط کی توشیح اور بحر کی تضعیف ۳۹۵
- واجب نے موبوبہ کو فارغ نہ کیا اور کہا کہ قبضہ دلا دیا، تو کذب ہوگا۔ ۳۹۶
- عاریت کا قبضہ بھی مالک ہی کا قبضہ ہے۔ ۳۹۶
- اجیر اور مرتن کا قبضہ مستقل ہے۔ ۳۹۶
- جے اجرت لوگوں کو مکان دے رکھا ہے اس مکان کو اپنے چھوٹے لڑکوں کو ہیہ کیا ہیہ صحیح ہے ۳۹۶
- رہنے والوں کا تخلیہ ضروری نہیں۔ ۳۹۶
- عاقل کا کلام صحت پر محمول کیا جائے گا۔ ۳۹۷
- گواہ نے قبضہ دلانے کی گواہی دی مطلب ۳۹۸
- قبضہ تامر ہوگا۔ ۳۹۸
- قبضہ دلا یا کہنے کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں اپنا قبضہ ہٹا کر ہر چیز سے فارغ کر کے قبضہ دلا دیا۔ ۳۹۸
- الشی اذا ثبت ثبت بلوانر مہ ۳۹۸
- جریات فقہیہ ۳۹۸
- گواہ نے کہا یہ دونوں میاں بیوی ہیں نکاح کا ذکر نہیں کیا، گواہی مقبول ہے۔ ۳۹۹
- مسئلہ مسئلہ میں گواہیاں مکمل ہیں۔ ۴۰۰
- موبوب لہ کا غیر واجب کے املاک واسبا ہے ۴۰۰
- خالی ہونا ضروری نہیں۔ ۴۰۰
- مرتن، اجیر یا عاریتہ مقیمین کے علاوہ کوئی مکان میں ہو وہ مکان کا قابض نہیں، نہ اس کے رہنے سے موبوب لہ کے قبضہ میں فرق آئے۔ ۴۰۱
- مفتی صاحب کے تیسرے اعتراض کا جواب اور گواہی کی توشیح۔ ۴۰۱
- مدت کا اختلاف اور اختلاف شہادت مضر نہیں۔ ۴۰۲
- موبوب لہ کا ہیہ کے وقت ملک واجب ہے خالی ہونا ضروری نہیں قبضہ کے وقت حلیہ ضروری ہے۔ ۴۰۲
- واجب زندگی بھر مکان موبوب لہ میں رہا،

- اس کا حاصل یہ ہے کہ قبضہ نہ ہوا، یہ نفی کی شہادت ہے جو نامقبول ہے۔ ۴۰۲
- یہ گواہی مقبول ہوگی کہ قبضہ کے وقت واجب کا سامان مکان موہوبہ میں تھا۔ ۴۰۳
- قبضہ تادمہ کے بعد واجب زندگی بھر مکان موہوبہ میں غصبا یا اجارہ رہے جیسے کچھ خلل نہیں۔ ۴۰۳
- مدعی نے کہا میں نے یہ مکان تیرے باپ سے خریدا مدعا علیہ جو قابض تھا اس نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ میرا باپ زندگی بھر اس میں رہا، گواہی مقبول نہ ہوگی۔ ۴۰۳
- جواب سوال دوم ۴۰۴
- مدعا علیہ نے ہبہ کا انکار کیا اور گواہ پیش کیا کہ اس جاہل پر ہمیشہ واجب قبضہ رہا، گواہی رد ہوگی۔ ۴۰۵
- مدعی گواہ نہ پیش کر سکا تو مدعا علیہ کو قسم دلائی جائے گی۔ ۴۰۵
- مدعی نے اپنے دعویٰ میں زیور کی قیمت وزن اور صفت بتائی۔ گواہ نے وزن کا ذکر نہیں کیا، گواہی مقبول ہے یا نہیں۔ ۴۰۵
- مدعی کے تفصیل بتانے کا مقصد دعویٰ کی تعیین ہے۔ مجہول پر قضا نہیں ہوتی۔ ۴۰۶
- جو چیز حاضر ہو اس کی تعیین کے لئے اشارہ کافی ہے، اگرچہ اوصاف غلط بیان کئے ہو۔ ۴۰۶
- غیر موجود میں ایسی تفصیل ضروری ہے کہ پوری تعیین بقدر امکان و احتیاج حاصل ہو۔ ۴۰۷
- چاندی اور سونے میں وزن ہی مقدار ہے اس لئے اس کے بیان کے بغیر چارہ نہیں۔ ۴۰۷
- غصب اور رہن میں قدرے جہالت کا تحمل ہوتا ہے عاریہ میں نہیں۔ ۴۰۸
- غصب اور رہن میں قیمت نہ بتائی گواہی مقبول ہے۔ ۴۰۸
- عالمگیری کی ایک روایت کا مصداق۔ ۴۰۸
- غیر موزوں پر موزوں کا قیاس صحیح نہیں۔ ۴۱۰
- امانت استہلاک کے بعد غصب ہو جاتی ہے۔ ۴۱۱
- ثبوت دعویٰ اور قضاۓ قاضی مدینہ یا اقرار مدعا علیہ یا قسم یا نکل عن الحلف پر موقوف ہوتے ہیں۔ ۴۱۲
- حکم کے چھ ارکان کا بیان ۴۱۲
- تجویز کا بغیر و سنا نہیں، تو اس کی بنیاد پر پیالٹش بیکار ہے۔ ۴۱۳
- مدعی علیہ سے گواہی لینا بیکار ہے۔ ۴۱۳
- تقسیم اور شرکت میں منافاة ہے۔ ۴۱۴
- شہادت علی النفی کی ایک مثال۔ ۴۱۴
- شرع میں مدارعنی پر ہے اس کے مقابلہ میں صورت کا لحاظ نہیں۔ ۴۱۴
- میں نے ودیعت ادا کر دی صورتاً دعویٰ ہے لیکن حقیقت میں انکار ودیعت ہے۔ ۴۱۴
- قدیم سلبی مفہوم ہے۔ ۴۱۴
- عمرت مسئلہ میں تجویز کی تحریر کے باوجود فیصلہ نہیں ہوا۔ ۴۱۴
- بغیر رکن کے وجود دشتی محال ہے۔ ۴۱۴

۴۲۴	در تکبیر۔	۴۱۵	جن مواقع میں حکام کے تصرفات حکم کا درجہ نہیں رکھتے دوسرے حکام اس کی سماعت کر سکتے ہیں۔
۴۲۴	سند دوم بابت نکاح	۴۱۵	ایسے معاملات کی پیش ازواج کی طرف اشارہ۔
۴۲۴	نکاح کے گواہان کا بیان	۴۱۵	ایک جائداد کی تقسیم اور حقیقت سے متعلق مختلف مقدمات اور فتاویٰ کا جائزہ۔
۴۲۴	در بارہ درخواست ابتدائی حکم۔	۴۱۵	مورث کی دو بیویاں ایک خاندانی اور ایک طوائف اور چار لڑکے دو خاندانی سے اور دو طوائف سے۔
۴۲۴	در بارہ دوران بندوبست درخواست داخلہ خارج	۴۱۵	مورث کی جائداد کی تفصیل۔
۴۲۴	بیان اللہ بخش بعد درخواست مذکور	۴۱۵	رونداد کارروائی حق وراثت اور اس کی تقسیم کی۔
۴۲۵	درخواست تقرر نشان	۴۱۵	بدعی علیہ کا بیان
۴۲۸	فلسوخی نشان کی عرضی	۴۱۵	چشتی قوم کا رواج
۴۲۸	فریقین اور حکام مقدمہ کو ہدایات (جواب)	۴۱۵	فریقین کے صلح نامہ کا خلاصہ
۴۲۸	حکم اللہ و رسول کے لئے ہے۔	۴۱۵	بیان بدرالدین
۴۲۹	تنقیدات مصنف	۴۱۵	درخواست داخل و خارج تحصیل منجن آباد۔
۴۲۹	ثالثوں کا فیصلہ باطل ہے۔	۴۱۵	بیان اللہ بخش
۴۲۹	یہ شرط ثالث بھی نہ تھی۔	۴۱۵	پروانہ بنام پیش کار
۴۲۹	(۲) ثالث ہوں تو بھی اس خاص فیصلہ کا ان کو حق نہ تھا۔	۴۱۵	بیان بدرالدین وغیرہ
۴۲۹	(۳) ان کا فیصلہ باہمی اختلاف رائے کی وجہ سے نامعتبر ہے۔	۴۱۵	فتویٰ مولوی عبدالرحیم صاحب بابت ثبوت نسب۔
۴۲۹	تین ثالثوں کا فیصلہ مخالف شرع ہے۔	۴۱۵	فتویٰ مولوی عطاء محمد صاحب، نسب کا انکار۔
۴۳۰	ثالثوں کے فیصلہ کے بطلان کی وجہ۔	۴۱۵	صلح نامہ کے موافق جائداد کی حقیقت کی تقسیم۔
۴۳۰	وجہ اول	۴۱۵	سند مولوی نور الدین بابت نکاح سند الدین
۴۳۰	ثالثی کے لئے فریقین کی فیصلہ کے وقت تک رضا مندی ضروری ہے۔	۴۱۵	
۴۳۱	وجہ دوم	۴۱۵	
۴۳۱	ثالث ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے جس کا اثر نابالغوں کے حق تک پہنچے۔	۴۱۵	

۴۳۸	لفظ بیوہ کی تحقیق	۴۳۱	وجہ سوم
۴۳۸	چھٹا اعتراض	۴۳۱	چند شخص ثالث ہوئے تو ان کا متفق علیہ حکم
۴۳۹	رواج عام واجب العوض کا مطلب	۴۳۲	ہی نافذ ہوگا۔
۴۳۹	ساتواں اعتراض	۴۳۲	وکیل، وصی، ناظر، قاضی، سب کا یہی
۴۳۲	رواج عام کی تحریر سے نسب ثابت	۴۳۲	حکم ہے۔
۴۳۹	نہیں ہوتا۔	۴۳۴	مذکورہ بالا حکم سے تین امور مستثنیٰ ہیں۔
۴۴۰	آٹھواں اعتراض	۴۳۴	وجہ چہارم
۴۴۰	محاضرہ و سجلات کے سند ہونے کی بحث	۴۳۴	کاغذ اول رپورٹ پٹواری
۴۴۲	نواں اعتراض	۴۳۴	سہل اعتراض
۴۴۳	دسواں اعتراض	۴۳۵	کاغذات سے نسب ثابت نہیں۔
۴۴۳	شیخ ابراہیم اس کے لفظ اسناہ کی توضیح	۴۳۵	بیان صرف ایک بھائی کا ہے دوسرے
۴۴۳	گیارہواں اعتراض	۴۳۵	کا نہیں۔
۴۴۳	کتاب القاضی الی القاضی کی تحقیق	۴۴۵	دوسرا اعتراض
۴۴۵	بارہواں اعتراض	۴۴۵	اس نے بھی بھائی ہونا تسلیم نہیں کیا ہے
۴۴۵	رواج عام سے استناد کی مزید تنقید	۴۴۵	بلکہ قبل نکاح کی اولاد مانا ہے۔
۴۴۶	تیرہواں اعتراض	۴۴۵	الولد للفراش وللعاهر الحجر۔
۴۴۶	مفتیوں کے فتویٰ کے موافق طلاق کا اقرار کیا	۴۴۵	تیسرا اعتراض
۴۴۶	بعد کو پتہ چلا فتویٰ غلط تھا طلاق نہیں پڑی۔	۴۴۵	پٹواری کا بیان شہادت نہیں ہو سکتا۔
۴۴۶	کاغذ سوم صلح نامہ پیر بدرالدین۔	۴۴۵	کاغذ دوم رواج عام۔
۴۴۶	چودھواں اعتراض	۴۴۵	چوتھا اعتراض۔
۴۴۷	دستاویز پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔	۴۴۷	کاغذ رواج عام میں اقرار مجہول ہے، اور
۴۴۸	پندرہواں اعتراض	۴۴۶	یہ باطل ہے۔
۴۴۸	دوا دین قضا کے کون سے کاغذات	۴۴۶	مجہول مقررہ قرآن سے تعیین نہیں کی جا سکتی۔
۴۴۸	قابل سند ہیں۔	۴۴۸	ظاہر اور قرینہ مدعی کو مفید نہیں۔
۴۴۸	سولہواں اعتراض	۴۴۸	پانچواں اعتراض

- کئی مقدمات میں دفتر قضا کے احکام پر فیصلہ ہوگا۔ ۴۴۸
- مترصواں اعتراض ۴۴۸
- دفتر قضا کے احکام کا حکم کتاب الفتاویٰ الی القاضی کا ہے جبکہ اس کے شرائط پائے جائیں۔ ۴۴۸
- اٹھارھواں اعتراض ۴۴۸
- اصل صلح نامہ کی دیگر کمزوریاں اعتبار اس کا ہے جو تمسک لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا۔ ۴۴۹
- اعتبار واقع کے لفظوں کا ہے نہ کہ کاتب کی تحریر کا۔ ۴۴۹
- اعتبار اس کا ہے جو نفس الامر میں واقع ہوا ہے۔ ۴۴۹
- الخط یشبہ الخط۔ ۴۴۹
- انیسواں اعتراض ۴۵۰
- جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہوگا۔ ۴۵۰
- قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جو مذہب امام کے خلاف ہو مسلم نہیں۔ ۴۵۰
- بہ اخذ الکفرخی کا لفظ مفتی بہ ہونے کی علامت نہیں۔ ۴۵۰
- ساکت کی طرف کوئی قول نہیں منسوب ہوتا۔ ۴۵۱
- بیسواں اعتراض ۴۵۱
- ایسے رشتے کا اقرار جو اپنے غیر پر نسب لازم کرتا ہو شرعاً بحید ضعیف ہے۔ ۴۵۱
- اکسیسواں اعتراض ۴۵۲
- قضاے قاضی کو جس قید سے مقید کیا جائے اس کے ساتھ مقید ہوگی۔ ۴۵۳
- فریقین نے اس شرط کے ساتھ حکم بتایا کہ وراثت ثابت ہو تو حصہ تقسیم ہو، تو وراثت ثابت ہوئے بغیر حکم کے اختیار سے خارج ہوگی۔ ۴۵۴
- چوتھے کاغذ شجرہ نسب کی تنقید ۴۵۴
- بائیسواں اعتراض ۴۵۴
- کاغذ پنجم اظہار منہج آباد ۴۵۵
- تیسواں اعتراض ۴۵۵
- شرع مطہر نے کاغذی جمع خرچ پر اصلاً لحاظ نہیں فرماتی۔ ۴۵۵
- دفتر کا میدان اہلہ کی سبز چراگاہ ہے۔ ۴۵۵
- چوبیسواں اعتراض ۴۵۶
- فریقین کی رضا مندی کے بعد حاکم کا یہ آرڈر کہ بند و بست جاری ہے اس میں درخواست دوئے معنی ہے۔ ۴۵۶
- پچیسواں اعتراض ۴۵۶
- تھیسواں اعتراض ۴۵۶
- کاغذ ششم، تحریر مولوی فوز الدین۔ ۴۵۷
- ستاسیساں اعتراض ۴۵۷
- تحریری ادائے شہادت کا رواج تو قانونی ۴۵۸

۴۵۷	کفارہ نہیں ہو سکتے۔	۴۵۷	کچھوں میں بھی نہیں۔
۴۶۲	اڑتیسواں اعتراض	۴۵۷	اٹھائیسواں اعتراض
۴۶۲	شہادت و خبر کا فرق۔	۴۵۸	اٹھتیسواں اعتراض
۴۶۳	اٹھالیسواں اعتراض۔	۴۵۸	تیسواں اعتراض
۴۵۸	شہادت میں لفظ اشہد امر تعبیر ہے اس پر دوسرے الفاظ کا قیاس جائز نہیں۔	۴۵۸	صرف ایک شاہد کے بیان و اقرار سے نکاح ثابت نہیں ہوتا۔
۴۵۸	کافر کی گواہی مسلمانوں کے خلاف مقبول نہیں۔	۴۵۸	اٹھتیسواں اعتراض
۴۶۳	چالیسواں اعتراض	۴۵۹	بیتیسواں اعتراض
۴۶۴	لفظ ”چند کس“ نو تک بولا جاتا ہے۔	۴۵۹	سند ہفتم شہادات
۴۶۴	تو آخر کی تحقیق	۴۵۹	تینتیسواں اعتراض
۴۶۵	اٹھالیسواں اعتراض	۴۵۹	شہادت میں لفظ اشہد یا اس کا ہم معنی ضروری ہے۔
۴۶۵	لفظ پر بھی خبر تواتر مقبول ہے۔	۴۶۰	شہادت میں لفظ شہادت رکن ہے۔
۴۶۶	بیاالیسواں اعتراض	۴۶۰	چونتیسواں اعتراض
۴۶۶	سات سوالوں پر مشتمل استفتاء۔	۴۶۱	پینتیسواں اعتراض
۴۶۶	حکم کے موافق شرع فیصلہ کو فریقین پر ماننا لازم ہے، اور خلاف شرع فیصلہ کی پابندی کسی پر نہیں۔	۴۶۱	چھتیسواں اعتراض
۴۶۷	فیصلہ میں یہ شرط لگانا کہ جو حکم نہ مانے چار ہزار روپے فریق مخالف کو دے حرام و باطل ہے۔	۴۶۱	لفظ اشہد کے تعین کی کئی وجہیں ہیں قسم ان میں سے ایک وجہ ہے۔
۴۶۸	شہادت مدعی سے لی جاتی ہے، اس کے ساتھ کسی خفیہ طرے پر بھی اطمینان کیلئے میں حرج نہیں۔	۴۶۲	تینتیسواں اعتراض
۴۶۹	رشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے۔	۴۶۲	کچھوں میں جو حلف دلویا جاتا ہے اس سے اشہد کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔
۴۶۹	خاستی حکم کا فیصلہ موافق شرع ہو تو مانا جائیگا۔	۴۶۲	”خدا کی قسم سچ کہوں گا“ یمن منعقدہ ہے۔
		۴۶۲	یمن منعقدہ میں کفارہ کی ادائیگی سے کام نکل سکتا ہے۔
		۴۶۲	ہفت اقلیم اور لاکھ روزے بھی یمن غموس کا

- ۴۸۰۔ اقرار کے لئے مجلس قضا شرط نہیں۔
۴۸۶۔ ملکیت کا دعویٰ کرے نامسموع ہے۔
- ۴۸۰۔ مدعی نے گواہ پیش کئے، مدعا علیہ نے اقرار کر لیا
۴۸۸۔ کب مکین کی رائے کا پابند ہوگا۔
- ۴۸۰۔ کسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
خصوصیت قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت
ہے۔
- ۴۸۱۔ اور بصورت عدم گواہ عورت کو حلت دلایا جائیگا۔
۴۸۸۔ اقرار براست اور اقرار مال میں گواہوں کے قبول اور
عدم قبول کے اصول۔
- ۴۸۱۔ حقوق العباد کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے۔
۴۸۹۔ مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اپنی رائے پر عمل کرنے کا حکم یہ حضور کی خصوصیت
نہیں ہے۔
- ۴۸۲۔ زید کے عمرو پر دو اشرفی، عمرو نے کہا اچھا میں
ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حساب مجرا
دون گا، یہ اقرار ہے اور عمرو ماخوذ ہوگا۔
- ۴۸۳۔ اگر یہ کہا اچھا میں تیس روپے وقت حساب مجرا
دون گا، یہ وعدہ ہے۔
- ۴۸۳۔ اقرار اور وعدہ کا قاعدہ کلیہ
۴۸۳۔ دستاویز بلا شہادت نامقبول ہے۔
- ۴۸۳۔ منصب میں میراث نہیں چلتی، اس میں چھوٹے بڑے
کا بھی لحاظ نہیں جو اہل ہے اس کو دیا جائے،
اہلیت میں سب مساوی ہوں تو دینے والے کی
صوابدید پر ہے۔
- ۴۸۵۔ کسی مکان پر ایک شخص مالکانہ تصرف کرتا رہا،
دوسرے توں دیکھتا رہا اور خاموش رہا، اب
- ۴۸۶۔ صدر یا امیر قوم کب اپنی رائے پر عمل کرے گا اور
کب مکین کی رائے کا پابند ہوگا۔
- ۴۸۸۔ ہر عطائی کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے لئے خاص ہے اور دوسروں کو انھیں کے
واسطہ سے حاصل ہے۔
- ۴۸۹۔ مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اپنی رائے پر عمل کرنے کا حکم یہ حضور کی خصوصیت
نہیں ہے۔
- ۴۹۰۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشورہ کرنا
واجب تھا یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔
- ۴۹۰۔ ہر حاکم مشورہ لے کر اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے
اگرچہ تمام رایوں کے خلاف ہو جبکہ مشورہ سے اپنی
رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو۔
- ۴۹۰۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ کے محتاج
نہ تھے ان کا مشورہ تعلیم امت وغیرہ فوائد
کے لئے تھا۔
- ۴۹۰۔ صاحب رائے صاحب اپنی رائے پر چلے اور
دوسرے جو اس درجہ کے نہیں، وہ بھی اسی
کی رائے پر چلیں۔
- ۴۹۱۔ خود فقیہ اور صاحب رائے نہیں توافق اور
اور ع کی رائے پر چلے۔

- ۴۹۵ کی کل کی ہو یا بعض کی یا کسی کی نہ ہو۔
 حکم شرعی مصرح حکمین بلا ترجیح آرا یا بتصحیح
 جانبین ہو، اس میں اختیار ہے کہ جس پر غلبہ
 عمل کرے۔
- ۴۹۵ جس حکم شرعی کی تصریح کتب میں نہیں اس کی
 چار صورتیں ہیں۔
- ۴۹۵ صدر وارانین میں سے کوئی فقہ نہیں تو سب
 کی رائے معطل، اہل فقہ کی طرف رجوع کریں۔
- ۴۹۵ صرف صدر فقہ ہے ایسی صورت میں سب پر
 لازم ہے کہ کتب میں غور و خوض کرنے کے بعد
 وہ جو رائے دے سب مانیں۔
- ۴۹۶ ارکان متفق ہوں تو صدر کی رائے کچھ نہیں
 ارکان کی متفقہ رائے پر عمل ہو، اور اختلاف کی
 صورت میں افقہ کے قول پر عمل ہو۔
- ۴۹۶ سب غیر افقہ ہوں تو کثرت رائے پر عمل کرے۔
 مساوی الرائے اختلاف کریں اور کثرت رائے
 میں سکے تو جس پر صدر کا دل جمے اس پر عمل کرے۔
- ۴۹۶ تفضل علی الفتح۔
- ۴۹۶ قسم دوم میں تین صورتیں ہیں۔
 ایسے امور جن میں شرعاً اختیار ہے اور معاملہ
 وقف ہے، تو شرط واقف سب پر
 مقدم ہے۔
- ۴۹۶ شرط واقف نص شارع کی طرح واجب الاتباع
 ہے۔
- ۴۹۶ امور اختیار یہ چندہ سے متعلق ہوں اور امر مالی ہو
- اتبعوا السواد الاعظم کا حکم اعتقاد کے بارے
 میں ہے۔ مسائل فرغیہ فقہ کو اس سے علاقہ نہیں۔
- ۴۹۲ ہر مجتہد کا بعض مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔
 ایسے مسائل کی فہرست
- ۴۹۲ اجتماع کے لئے ایک وقت کے تمام مجتہدین کا
 اتفاق درکار ہے۔
- ۴۹۳ کسی مجلس کے فیصلہ کو اجتماع ٹھہرانا سخت سے
 سخت نادانی ہے۔
- ۴۹۳ شہر مجہد کے فقہاء کا اتفاق تو اجتماع درکنار فقہ
 کے مقابل اصلا حجت نہیں ہوتا۔
- ۴۹۳ مجتہد کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر
 عمل کرنا صحیح نہیں۔
- ۴۹۳ مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ حکم کی دو قسمیں ہیں
 شرعی اور غیر شرعی۔
- ۴۹۴ حکم شرعی و غیر شرعی کی تعریفیں اور مثالیں۔
 چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات
 شرعاً لازم ہے۔
- ۴۹۴ سونے کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات
 ضروری نہیں عاقدین کو کمی بیشی کا اختیار ہے۔
- ۴۹۴ پوند کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں
 لیکن روپے کے بدلے سوا گیارہ ہی ماشے
 چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔
- ۴۹۴ قسم اول یعنی حکم شرعی کی دو صورتیں ہیں۔
 حکم شرع مصرح حکم واحد میں اسی کی اتباع
 ضروری ہے، چاہے صدر کی رائے ہو یا اراکین

- توان میں چند دہندوں کی رائے کا اتباع ضروری ہے ۴۹۹
 امور مطلق اختیاری ہے صدر صاحب کی رائے
 نہیں اور ارکان اہل فن ہوں تو ان کی رائے مقدم ہے ۴۹۹
 خود صدر صاحب کی رائے ہو تب بھی النسب
 یہی ہے کہ کثرت رائے پر عمل کرے۔ ۴۹۹
 من ابتلی بلیستین اختار اھونہما۔ ۵۰۰
 تنبیہ۔
 مسلمانوں کے کم کام ایسے نکلیں گے جن میں شرع
 کی طرف سے ابتداء خواہ بوجہ عارضی کوئی تحدید نہ ہو۔ ۵۰۱
 حکم کے لئے علم و فہم کامل سے چارہ نہیں۔ ۵۰۱
 حق یہ ہے کہ مسلمان بے علم دین ایک قدم
 نہیں چل سکتا۔ ۵۰۱
 جب ایک مکان شارع عام کے ایک جانب
 ہو اور دوسرا دوسری جانب، تو ان میں کسی
 کو دوسرے کے مکان بے پردگی کا دعویٰ غلط ہے ۵۰۲
 اصل مذہب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی خاص
 ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، یہی
 ظاہر الروایۃ متعدد علماء کا مفتی بر اور ائمہ
 حنفیہ کا قول ہے۔ ۵۰۲
 جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل ہوگا ۵۰۲
 متاخرین نے بطور استحسان دفع ضرریتین پر نگاہ رکھی۔ ۵۰۳
 ضررین سے متعلق مصنف علیہ الرحمہ کی تحقیق۔ ۵۰۳
 غیر فقیہ کا ضررین کے بارے میں گمان۔ ۵۰۳
 ترجیح بلا مرجع اور ترجیح مرجوح ناجائز ہے۔ ۵۰۳
 ایک شخص کے مکان میں نہایت وسیع سایہ دار
 گنجان درخت، اس کے برابر ایک محتاج کا گھر ہے
 جس پر سایہ اس درخت ہی کا ہے بلاشبہ اس کے
 قطع میں پڑوسی کا اصرار ہے مگر ہرگز مالک اس سے
 ممنوع نہیں ہو سکتا۔ ۵۰۳
 ضرریتین کی چار شرطیں۔ ۵۰۳
 شرط اول گھر گرائے یا بالکلیہ قابل انتفاع نہ رکھے۔ ۵۰۴
 حدیث لا ضرر ولا ضرار عام مخصوص منہ البعض ہے۔ ۵۰۴
 شرط دوم ضرر میں صاحب ملک کا فعل مستعمل
 ہو، جار کے فعل کو اس میں دخل نہ ہو۔ ۵۰۵
 شرط سوم وہ ضرر ثابت اور مستحق ہو ممکن اور
 متوقع نہ ہو۔ ۵۰۶
 شرط چہارم وہ ضرر ناممکن الا احترام ہو۔ ۵۰۶
 اپنی دیوار میں چھت کے قریب روشندان
 رکھنے سے پڑوسی کو روکنے کا حق نہیں۔ ۵۰۶
 جب دروازے اور جنگلے سے نگاہ عورتوں
 کی قیام گاہ پر پڑے تو بند کرنے کا حکم
 دیا جائے گا۔ ۵۰۶
 جب ضرر ممکن التحرز ہو اور صاحب ملک بچاؤ
 کرے تو اس کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا
 نہیں جاسکتا۔ ۵۰۹
 متعنت کا دعویٰ مسموع نہیں۔ ۵۰۹
 ○ الھمة الاحمدیۃ فی الولایۃ
 الشوعیۃ والعرفیۃ (دینی اور
 دنیاوی ولایت و حکومت کی مجتہدانہ تحقیق اور
 اس بارے میں ایک غلط فتوے کا رد و تبلیغ) ۵۱۱

- دیوانی کا غیر مسلم جج قاضی شرع ہے یا نہیں؟ اور وہ کسی کو اپنے ملک میں تصرف سے روکد تو وہ مجبور ہوگا یا نہیں۔
- ۵۱۲ غلط جواب
- ۵۱۲ جہاں قاضی ہو سکتا ہے۔
- ۵۱۲ قاضی قاضی ہو سکتا ہے۔
- ۵۱۲ قضا کا اصل منشا۔
- ۵۱۲ قاضی کے لئے اجتہاد عدالت وغیرہ کی شرط
- ۵۱۲ شرط اولیت ہے۔
- ۵۱۲ غلام کو قاضی بنایا وہ آزاد ہو گیا تو اس کی قضا صحیح ہے۔
- ۵۱۵ کافر کو قاضی بنایا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی قضا بحال ہے۔
- ۵۱۶ رشوت لے کر فیصلہ کرے تو متاخرین کا فتویٰ ہے کہ قضا نافذ ہے۔
- ۵۱۶ قاضی کو بادشاہ نے حق فیصلہ کرنے سے روکا تو قضا حرام ہے۔
- ۵۱۶ کافر بادشاہ قاضی مقرر کر سکتا ہے؟
- ۵۱۹ صحیح جواب از مصنف علیہ الرحمۃ۔
- ۵۱۹ نص قرآنی کے خلاف اجتہاد بے اصل ہے
- ۵۱۹ ولایت مجبرہ کی تعریف
- ۵۱۹ تحقیق حق کے لئے چند تمہیدی مقدمات۔
- ۵۱۹ مقدمہ اولیٰ
- ۵۲۰ ولایت کے اقسام
- ۵۲۰ ولایت عرفیہ بادشاہوں کو حاصل ہے۔
- ۵۲۰ ولایت شرعیہ حقیقیہ اللہ تعالیٰ کو، اور عطا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، پھر ان کی نیابت میں جس کو عام یا خاص یعنی آپ نے دی۔
- ۵۲۰ آیت کریمہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں تکرار "اطیعوا" کی حکمت۔
- ۵۲۰ مقدمہ دوم
- ۵۲۱ ولایت عرفیہ اور شرعیہ کے گیارہ فرق۔
- ۵۲۱ عرفیہ اور شرعیہ میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے۔
- ۵۲۱ باپ کے سامنے سلطان کو دربارہ نکاح ولایت شرعیہ حاصل نہیں ہوتی۔
- ۵۲۱ ولایت خاصہ ولایت عامہ سے اقویٰ ہے۔
- ۵۱۶ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین یا ان کے والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیں نکاح نافذ ہے۔
- ۵۲۲ دنیا میں ولایت عامہ ولایت خاصہ سے قوی تر ہے۔
- ۵۲۲ ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات حسیہ دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل نہ ہوں۔
- ۵۲۲ ولایت شرعیہ میں تنفیذ سے مراد اثبات معانی شرعیہ دینیہ ہے اگرچہ موانع صوریہ زائل نہ ہوں۔

- ۵۲۳ مقدمہ سوم
بادشاہوں کا مقصد صرف ولایت عرفیہ ہے۔
- ۵۲۴ غیر مسلم بھی اس ولایت عرفیہ کا طالب
بلکہ بہت دنوں سے مسلم بادشاہوں کا
مطلوبہ نظر بھی یہی ہے۔
- ۵۲۳ انگریز گورنمنٹ نے بھی کسی کے دین میں مداخلت
کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔
- ۵۲۳ گورنمنٹ سود کی ڈگری دیتی ہے اس کا
مطلب یہ ہے کہ اتنا روپیہ ادا کر دو، یہ مطلب
نہیں کہ سود حلال ہے۔
- ۵۲۴ مقدمہ چہارم
ولایت عرفیہ شرعاً بھی عام ہے، ہندو مسلم
کسی کی تخصیص نہیں۔
- ۵۲۳ اسلام نے ولایت دینیہ کو اہل اسلام
کے ساتھ خاص فرمایا۔
- ۵۲۴ ولایت عرفیہ زیر اثر احکام تکوینیہ ہے۔
شرعیہ کی بحث صرف احکام تشریعیہ
سے ہے۔
- ۵۲۴ دو آیتوں کی تفسیر۔
قرآن مجید غلط تعبیر اور تقریر علی الغلط سے
ظاہر و منزہ ہے۔
- ۵۲۴ وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
سَبِيلًا میں سبیل سے مراد سبیل دینی
شرعی ہے۔
- ۵۲۴ مسلمانوں پر کافر کی تقلید و تحکیم صحیح نہیں۔
- ۵۲۳ ذمی، غلام یا بچہ نے فیصلہ کیا پھر ذمی
مسلمان ہوا، غلام آزاد ہوا، بچہ بالغ ہوا
فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔
- ۵۲۵ ذمی کی گواہی مسلمان پر نہیں۔
- ۵۲۶ جو شہادت کا اہل ہے وہی قصار کا
اہل ہے۔
- ۵۲۳ اہلیت شہادت کے لئے جو شرائط ہیں
وہی اہلیت قضا کے لئے شرائط ہیں۔
- ۵۲۴ صلاحیت قضا کی شرائط۔
- ۵۲۳ قضا اعظم الولایات اور شہادت
ادنی الولایات ہے۔
- ۵۲۴ جو ادنی الولایات کے اہل نہیں وہ بدرجہ
اولی اعظم الولایات کے اہل نہیں۔
- ۵۲۸ گیارہ کتابوں کی عبارت کا حوالہ۔
- ۵۲۳ جو لوگ دارالحرب میں مسلمان ہوئے سلطان
اسلام کو بھی ان پر ولایت نہیں۔
- ۵۲۸ اختلاف دارین قاطع ولایت ہے۔
- ۵۲۴ بہت سے امور میں خود سلطان اسلام کو
مسلمانوں پر بھی ولایت نہیں۔
- ۵۲۹ استیفاء پر تفضل
وقف میں ناظر کے ہوتے قاضی کا تصرف
نافذ نہیں۔
- ۵۳۰ یتیم کے اولیاء کی موجودگی میں قاضی اور سلطان
کا تصرف نافذ نہیں۔
- ۵۳۰ تفضل علی الدر

- ۵۳۱ مقدمہ پنجم
بہت سے معاملات میں مقصود صرف وجود
شے ہوتا ہے اس کے لئے ولایت عرفی
کافی ہے۔
- ۵۳۱ ایسے امور جن میں معنی شرعی غیر موجود کا
پیدا کرتا ہو اس کے لئے ولایت شرعیہ
ہی درکار ہے۔
- ۵۳۲ مثلاً عین جب تک اہلیت لعان پر باقی
ہیں یا شوہر خود اپنی تکذیب نہ کرے وہ باہم
نکاح نہیں کر سکتے۔
- ۵۳۲ قاصرہ نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار
کیا بے تفریق قاضی اپنے نکاح سے الگ
نہ ہوگی۔
- ۵۳۳ اجنبیہ کے طلاق کو نکاح پر معلق کر نیوالے کے
بارے میں حنفی اور شافعی قاضی کے احکامات
کافرق۔
- ۵۳۴ وقف صحیح کی تفسیح کے احکام و شرائط۔
- ۵۳۵ قاضی کن کن لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے۔
- ۵۳۶ حجر کی دو قسمیں
- ۵۳۷ بے وقوف پر حجر کے بارے اختلاف ائمہ
- ۵۳۸ بعض صورت سلطان اسلام کا حجر بھی صرف
حجر حسی ہوتا ہے جو مفتی لوگوں کو جیلہ باطلہ بتاتا
اس کو فتویٰ سے روکا جائے گا۔
- ۵۳۸ طبیب جاہل کا بھی وہی حکم ہے۔
- ۵۳۸ کسٹروول کا حکم شرعی
- ۵۳۹ سرکاری نیلام میں ائمہ کا اختلاف ہے۔
- ۵۴۱ معاملات قسم دوم میں ولایت شرعیہ درکار ہے۔
- ان امور میں کسی خاص فرد کے لئے ولایت شرعی
ثابت کرنے کے لئے خاص حکم شرعی کی ضرورت
ہے۔
- ۵۴۱ ولایت شرعیہ کبھی فقیر مفلس کو بھی حاصل اور
کبھی سلطان اسلام کو بھی حاصل نہیں۔
- ۵۴۱ مقدمہ ششم
- ۵۴۱ تقلید قضا رنک حجر ہے اس میں بھی معاملات
اور ولایت کی مذکورہ بالا صورتیں جاری ہوں گی۔
- ۵۴۱ قضاے دنیوی میں والی اور قاضی کسی کا مسلم
ہونا ضروری نہیں دینی میں دونوں کا مسلم ہونا
ضروری ہے۔
- ۵۴۱ جہاں مسلمان والی نہ ہو مسلمانوں پر لازم ہے
کہ اپنے میں سے ایک کو والی وقت قاضی
مقرر کریں۔
- ۵۴۱ عدم صحت تقلد القضا عن الکافر معتمد علیہ
- ۵۴۳ مسئلہ ہے۔
- ۵۴۳ قضاے دینی کے لئے پورے ملک کے بادشاہ
کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔
- ۵۴۳ اسلامی ریاست کے مسلم والی قاضی مقرر
کر سکتے ہیں۔
- ۵۴۳ نصب خلافت کے طریقے۔
- ۵۴۳ متغلب بھی حاکم ہو سکتا ہے۔
- ۵۴۳ عبارت بندیرہ و مسکین کی توجیہ۔

- ۵۵۲ ایسے شہر جن پر کفار کی حکومت ہے دارالحرب نہیں ہیں بلکہ دارالاسلام ہیں۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ جن شہروں میں احکام کفر کا غلبہ نہ ہو بلکہ اسلام میں۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ حکومت کفار والے شہروں کی تین قسم اور تعلیق قضا کے بارے میں ان کا حکم۔ ۵۴۷
- ۵۵۲ جو ضرورتیں خاص قضاے دینی میں آتی ہیں اگر مسلمان قاضی نہ ہوں تو مسلمان ایسے امور کے لئے قاضی شرع مقرر کریں۔ ۵۴۷
- ۵۵۲ بغیر استطاعت دنیاوی حکومت قائم کرنے کا مسلمانوں کو حکم نہیں، بلکہ اپنے معاملات مالی اور دیوانی بھی اس طرح طے کر لیں تو بہت خوب ہے۔ ۵۴۹
- ۵۵۵ شرعی امور کو شرعی طریقہ پر فیصلہ کرانے کے بعد اس کا اجراء پکھڑوں سے کرایا جاسکتا ہے۔ ۵۴۹
- ۵۵۵ سستی متدین عالم اپنے علاقہ کا قاضی شہر ہے ولایت کے فتویٰ پر تین تین تنقیدیں ۵۵۰
- ۵۵۵ نصوص کا تعلق مسئلہ مسئلہ سے نہیں۔ ۵۵۰
- ۵۵۵ نصوص کا تعلق ہو تو نصوص تام نہیں۔ ۵۵۰
- ۵۵۵ نصوص غیر مسلم کے ذکر سے خالی نہیں۔ ۵۵۰
- ۵۵۵ نصوص میں جاہل سے مراد غیر مجتہد ہے۔ ۵۵۱
- ۵۵۵ عبارت شامی مزعم فتویٰ کے خلاف ہے۔ ۵۵۱
- ۵۵۵ قوم درزی کا کوئی دین نہیں وہ خود اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ ۵۵۲
- ۵۵۵ کافر اور غلام کی ولایت اہل اسلام پر نافذ نہیں۔ ۵۴۶
- ۵۵۲ عت مفتی نے اپنے ہی کلام سے اپنے دعویٰ کی تردید کی۔ ۵۵۲
- ۵۵۲ کافر کے لئے مطلق ولایت ثابت ہے مگر اس سے ولایت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوگا اور مطلق ولایت ثابت نہیں۔ ۵۵۳
- ۵۵۲ قاضی کے فرض منصبی کی تحقیق۔ ۵۵۳
- ۵۵۲ علم و اعتقاد صحت قضا کی شرط نہیں اولویت کی شرط ہے، اسلام البتہ شرط صحت ہے۔ ۵۵۴
- ۵۵۵ شرط اسلام اڑا دینے پر عیسائی کی امامت صلوٰۃ سے معارضہ۔ ۵۵۵
- ۵۵۵ حجہ میں فاسق کی اقتدار چارز ہے جبکہ جمعہ ایک جگہ ہوتا ہو۔ ۵۵۵
- ۵۵۵ ایک اور معارضہ جس کو وضو کے لئے پانی اور مٹی دونوں نہ ملے وہ کیا کرے۔ ۵۵۶
- ۵۵۶ رشوت لے کر دئے ہوئے فیصلہ کا بطلان امر اجماعی نہیں۔ ۵۵۶
- ۵۵۶ مختلف فیہ غیر مصرح مسئلہ میں ضرورتاً کسی ایک جانب کے اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں کہ بزعیم خود ضرورت قرار دے کر نصوص قطعیہ کے خلاف کوئی حکم دیا جائے۔ ۵۵۶
- ۵۵۶ رشوت لے کر کوئی فیصلہ کے عدم نفاذ کا حکم امر خارج کی وجہ سے ہے۔ ۵۵۶
- ۵۵۶ راشی کے فیصلہ کے عدم نفاذ کی وجہ ہو جو ابن ہمام کی محرز ہے لائق اعتماد نہیں۔ ۵۵۶

- ۵۶۸۔ وجہ سوم، مدعی علیہا کے گواہوں نے مدعا پر کی
تعیین کی اس شہادت کو مجہول کہنا غلط ہے۔
- ۵۶۸۔ وجہ چہارم، مدعی علیہا کی گواہی میں مکان مدعی بہ
نہیں اور مدعی کی گواہی میں ہے تو وہاں جہات
مضر نہ ہوگی اور یہاں مضر ہوگی۔
- ۵۶۸۔ شفیع نے بیع کو صراحتہ تسلیم کیا ہو یا دلالت
تسلیم کے لئے حدود بیع کی تعیین ضروری نہیں۔
- ۵۶۸۔ وجہ پنجم، شہادت میں گواہوں کو مدعی اور مدعی علیہ
دونوں کی تعیین ضروری ہے۔
- ۵۶۹۔ مسئلہ مستولہ میں مدعی اور مدعی علیہا دونوں
کے گواہوں نے بغیر ان دونوں کی طرف اشارہ
کئے گواہی دی ہے تو مردود ہوں گے تو دونوں
کے گواہ۔
- ۵۶۹۔ وجہ ششم، مدعی اور مدعی علیہا دونوں کے گواہوں
نے ولایت ناقص بیان کی۔
- ۵۷۰۔ نقل عبارت میں کوتاہی۔
- ۵۷۰۔ مشہود لہایا علیہا عورت ہو اور ناسب ہو تو
صرف شوہر کا نام لیا کافی نہ ہوگا والد کا نام بھی
لینا پڑے گا۔
- ۵۷۰۔ ایوب شاہ اور ایوب علی میں اختلاف کی
تاویل ممکن ہے۔
- ۵۷۱۔ مدعی میاں اور دون میاں کا اختلاف شدید
ناقابل تاویل ہے۔
- ۵۷۱۔ وجہ ہفتم، مدعی نے جو فتویٰ پیش کیا اس میں
عدم قبول شہادت کی جو چھ وجہیں پیش کی گئی ہیں
- سب کی سب خود مدعی کے گواہوں میں موجود
ہیں۔
- ۵۷۱۔ تبدیلی نام اختلاف شہادت کے عیوب بھی
مدعی کے گواہوں میں ہیں اور انکی نشاندہی۔
- ۵۷۱۔ اختلاف شہادت کا مرجع دو گواہوں میں سے
ایک کا کذب ہے۔
- ۵۷۲۔ مشہود بہ کے علاوہ کا اختلاف قاصر شہادت
نہیں۔
- ۵۷۲۔ کذب و اکذاب میں فرق ہے۔
- ۵۷۲۔ مدعی نے ایک ہزار کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے
کہا پانچ سو دے دئے ہیں، تو یہ مشہود بہ
میں اختلاف ہے۔
- ۵۷۲۔ فتویٰ ثانیہ مدعی میں مدعی علیہا پر یہ الزام قائم
ہوئے:
- (۱) عدم مطابقت دعویٰ والشہادۃ
- (۲) مدعی و گواہان میں اختلاف
- (۳) مدعی علیہا کا دعویٰ بابت تسلیم ۱۵ نومبر
پایہ ثبوت کو نہ پہنچا۔
- ۵۷۳۔ تنقید
- ۵۷۳۔ مدعی علیہا کا دعویٰ بابت تعیین وقت نہیں تسلیم
لیجاء العلم کا ہے تعیین دعویٰ سے خارج ہے۔
- ۵۷۳۔ مشہود بہ قول محض ہو تو زمان و مکان کا اختلاف
مضر نہیں۔
- ۵۷۳۔ شہادت کہی بھی موجب نہیں ہوتی ہمیشہ مخبر ہی
ہوتی ہے۔

- دعویٰ صرف مدعی کا قول ہوتا ہے اور شہادت
اسی کی منجر۔ ۵۷۵
- ایک گواہ نے کہا فلاں نے کوفہ میں اپنی عورت
کو طلاق دی فلاں دن، اور دوسرے نے بصرہ
میں کسی دوسرے دن طلاق دینے کی گواہی دی
اگر دونوں دنوں میں اتنا فاصلہ ہے کہ آدمی کوفہ
سے بصرہ جا سکے شہادت مقبول ہے۔ ۵۷۵
- فتویٰ ثانی میں جو وجہ مدعی علیہا کے گواہ کے رد
کی بتائی اسی سے مدعی کے گواہ بھی رد ہو گئے۔ ۵۷۶
- دعویٰ اور شہادت دونوں میں تخمیناً ذکر ہو تو
مردود ہے۔ ۵۷۶
- وجہ ہشتم ثبوت شفعہ کے لئے دار ملاصق کا
وقت بیع سے وقت حکم تک ملک شفعہ ثابت
ہونا ضروری ہے۔ ۵۷۷
- صرف اتنی گواہی سے کام نہ چلے گا کہ یہ ملک
شفیع ہے۔ ۵۷۷
- دار مشہود بہا کے پاس گواہی گزرے تو اس
کی طرف اشارہ اور غائب ہو تو چودہ کی بیان
ضروری ہے۔ ۵۷۹
- ظاہر حال مدعی کو مفید نہیں۔ ۵۸۰
- ترک کے ایک مسئلہ میں شہادتوں کی نوعیت
سے سوال اور طریق حکم سے استفادہ۔ ۵۸۰
- گواہ کسی جائداد کو کسی کی ملک بتائیں تو
شہادت عند الشرع معتبر ہے، حاکم کو
یہ پوچھنے کا حق نہیں کہ یہ جائداد اس کو کس
- ذریعہ سے ملی۔ ۵۸۱
- قبضہ اقوی اسباب ملک سے ہے، اس کی
بقیاد پر ملکیت کی شہادت نہ مانی جائے تو
باب شہادت مسدود ہوگا۔ ۵۸۲
- ایک گواہ بیع کی شہادت دیتا ہے اور دوسرا
اقرار بیع کی، گواہی مقبول ہے۔ ۵۸۳
- گواہوں نے یہ کہا زید نے اپنے لڑکے کو یہ
دکان دی، اور لڑکا عرصہ دراز سے اس
میں تصرف کرتا رہا، تو دینا بمعنی ہبہ مانا جائیگا ۵۸۳
- بیعناموں کی چودہ میں کسی چیز کو کسی کی ملک
کہنا شہادت شرعی نہیں ہے۔ ۵۸۴
- بیع ناموں کے محرر اگر گواہی دیں کہ یہ بیعنامے
ہم نے لکھے حدود میں فلاں مکان کو فلاں کی
ملکیت لکھا، یہ بھی شہادت نہیں۔ ۵۸۴
- شاہد مستور الحال ہو اور حاکم کو شبہ گزے
تو وہ وجہ ملک سے تفتیش کر سکتا ہے۔ ۵۸۴
- ایک گواہ نے کہا زید نے یہ مکان مولانا بخش
کے ہاتھ بیچا، دوسرا کہے مولانا بخش نے اقرار کیا
کہ یہ مکان میں نے زید سے خریدا، یہ ایک امر
پر گواہی نہیں ہے، اس لئے مردود ہے۔ ۵۸۴
- اقرار اور دعویٰ کا فرق۔ ۵۸۴
- واہب کے ”دیا“ کہنے اور شاہد کے ”دیا“ کہنے
میں فرق ہے، قرآن قول معطی کے ساتھ
ہوتے ہیں۔ ۵۸۵
- مہم گواہی کے بارے میں قاضی استفسار

- کر سکتا ہے۔ ۵۸۵ مدعی کے گواہ فسق یا عدم موافقت دعویٰ و
- ”حکم ولایت شرعیہ میں فیصلہ نہ کرے“ اس ۵۸۶ الشہادۃ کی وجہ سے مردود ہوتے ہیں۔ ۵۸۹
- جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ۵۸۵ عدم شہادت کی صورت میں طلب مدعی پر
- ولایت شرعیہ کے خلاف حکم نافذ ہی نہیں اس ۵۸۹ مدعی علیہ پر حلف ہوگا۔
- کو توڑنے کے لئے اپیل کی ضرورت نہیں۔ ۵۸۵ مفتی کے لئے جو چیزیں ضروری ہیں ان کا بیان۔ ۵۹۰
- نابالغ کو دینے کی نیت سے جو کچھ بنوایا نابالغ ۵۸۶ کسی چیز پر تصرف کرتے دیکھ کر خاموش رہا اور
- کی ملک ہو گیا۔ ۵۸۶ بعد میں دعوت وراثت کیا نامسموع ہوگا۔ ۵۹۱
- بالغہ کے لئے بنوایا تو جب تک اس کا قبضہ ۵۸۶ مشترکہ راستہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ظلم
- نہ کرادے یہ صحیح نہیں ہوتا۔ ۵۸۶ ہے ایسے راستہ میں دروازہ اور کھڑکی لگانے
- ”میرے لئے نابالغی میں کچھ بنوایا تھا“ مجہول ۵۸۶ کا دیاں کے باشندوں کو حق ہے۔ ۵۹۱
- ہونے کی وجہ سے یہ دعویٰ مردود ہوگا۔ ۵۸۶ گوچہ سر بستہ میں اپنے دروازہ سے اوپر
- مورث کے موت کے بعد متعین سامان پر ۵۹۲ دروازہ قائم نہیں کر سکتے۔
- دعویٰ کہ نابالغی میں میرے لئے مورث نے ۵۹۲ ایک جائیداد پر قبضہ غاصبانہ کا مقدمہ
- بنوایا۔ مدعی معین سامانوں کا ہبہ گواہوں ۵۹۲ حجت شرعیہ بینہ، اقرار یا انکار ہے۔
- سے ثابت کرے یا ورثہ اقرار کریں تو دعویٰ ۵۹۳ غلام دفعہ کی حجت ہو سکتا ہے استحقاق کی نہیں
- مدعی کے حق میں ہوگا، ثابت نہ کر سکے یا ورثہ ۵۹۳ گواہی رد ہونے کے باوجود مدعی بہ کا جز
- انکار کریں اور گواہ نہ ہوں تو منکرین کو ۵۹۳ حصہ مدعی کو دلانا فیصلہ شرعی نہیں۔
- حلف دلایا جائے گا، حلف لے لیں تو دعویٰ ۵۹۵ مجہول شخص اور مجہول شے پر گواہی نامقبول۔
- رد، انکار کریں تو دعویٰ ثابت۔ ۵۸۷ شخص غائب کی تعیین کے لئے باپ اور دادا
- رشتہ لینے دینے والے دونوں جہنی ہیں، ۵۹۵ دونوں کا نام ضروری ہے۔
- کسی کا حق چھپانے یا اپنا نکلانے کے لئے جو ۵۸۷ گواہ کسی امر کو متردد طور پر کہے تو اقل متعین
- دیا جائے وہ رشوت ہے، اپنے سے اوپر ۵۹۵ کو نہیں مانا جائے گا گواہی ہی رد ہوگی۔
- ظلم دفع کرنے کو جو دیا جائے وہ رشوت نہیں۔ ۵۸۷ بینہ نہ ہونے کی صورت میں طلب مدعی پر
- غیر مسلموں کو بیچ بنانا حرام ہے۔ ۵۸۸ مدعا علیہ پر حلف متوجہ ہوتا ہے۔
- مرد یا تو عورت کو اچھی طرح رکھے یا طلاق دے ۵۸۸ منکر پر گواہ پیش کرنا نہیں ہے۔
- ایک شخص اپنی ملک میں کتنی ہی اونچی دیوار ۵۹۷

- اٹھائے پڑوسی کو ہوا اور دھوپ بند ہونے کی شکایت کا حق نہیں۔ ۵۹۸
- کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گرجائے یا روشنی بالکل بند ہو جائے ممنوع ہے۔ ۵۹۹
- مسجد کی دیوار کے جز حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھا کر دیوار خالی کی جائے گی۔ ۶۰۰
- مدنی کا مدعا علیہ سے خرچ وصول کرنا شرعاً جائز نہیں۔ ۶۰۱
- باپ کا اپنے نابالغ بچہ کے مقدمہ میں کسی کو حاکم بنانا جائز ہے۔ ۶۰۲
- حکم کا فیصلہ خلاف شرع ہو تو ناقابل قبول ہے ۶۰۲
- ایک فیصلہ کی تصدیق اور ایک فتویٰ کی تغلیط ۶۰۲
- میں نے فلاں عورت کا نکاح فلاں سے کر دیا، ۶۰۲
- یہ اپنے فعل کی گواہی ہے اور نامقبول ہے۔ ۶۰۳
- ترید نے کہا اگر میں تم دونوں کو ماروں تو میری بیوی کو طلاق، اور مارا، تو یہ گواہی دے سکتے ہیں کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی تفصیل بتا دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔ ۶۰۴
- شہادت نکاح بیان نام مزدج و کیسل و شہود کی محتاج نہیں۔ ۶۰۵
- گواہ جب یہ بیان دے کہ عورت نے اندر سے نکاح کی اجازت دی، اندر اور عورتیں بھی تھیں، اس سے تو کیل ثابت نہ ہوگی۔ ۶۰۵
- نکاح فضولی کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔ ۶۰۵
- جب شہادت میں شوہر کا ذکر محمل ہو تو شہادت قبول نہ ہوگی۔ ۶۰۵
- نکاح فعل کے ساتھ ملتی ہے، اس میں اختلاف زمانہ مسقط شہادت ہے۔ ۶۰۶
- وکیل بالنکاح والخلع جب ایسے نکاح کے اثبات کی گواہی دیں تو مقبول نہیں۔ ۶۰۷
- جملہ مستقلہ اور مربوطہ سے گواہی میں فرق پڑتا ہے۔ ۶۰۷
- نکاح کی گواہی میں پڑھنے اور پڑھوانے میں کوئی فرق نہیں۔ ۶۰۸
- وکیل کی گواہی مطلقاً ناجائز نہیں بلکہ جب اپنا فعل بنا کر شہادت دے گا گواہی رد ہوگی۔ ۶۰۸
- جو گواہ گھڑی میں کچھ اور گھڑی میں کچھ اپنے کہے ہونے کی خود ہی تردید کرے، قابل شہادت نہیں ۶۰۹
- معاملہ مستولہ میں نکاح فضولی بھی نہ ہوا۔ ۶۰۹
- نکاح خواں کا رجسٹر کوئی شہادت نہیں ہے۔ ۶۰۹
- نکاح فضولی بالکل باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منعقد ہوتا ہے۔ ۶۰۹
- فتویٰ رامپور پر دس تنقیدیں ۶۰۹
- کسی وکیل کا ادعاے وکالت بحال انکار وکیل مسموع نہیں۔ ۶۱۰
- جس نے بے علم فتویٰ دیا اس پر آسمان زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ ۶۱۲
- کسی عورت کو بے پردہ بالقصد دیکھنا موجب فسق ہے۔ ۶۱۳

- ۶۱۸ کی معینہ مقدار ثابت کر دے گی تو باپ اسٹے
روپیہ کا مقروض ہوگا، مکان پھر بھی باپ کی ہی
ملک رہے گا۔
- ۶۲۱ ایک بلیت قاضی کی تلبیس پر سخت تنبیہ۔
- ۶۱۵ غلط ہے اعتبار لفظ کا ہے نیت کا نہیں۔
- ۶۲۱ میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں شوہر کل آمدنی
لاکر بیوی کو دے دیتا ہے، عورت گھر کے تمام
مصارف اسی سے پورے کرتی ہے، اس کو
شرع میں تموین کہتے ہیں، اس صورت میں روپیہ
کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔
- ۶۲۱ رہائش مشترکہ نہ ہو اور شوہر اپنے عورت کے
حصہ کا نفقہ اس کو انک دے تو اس کی مالک
عورت ہوگی، جو بچائے گی اس کا ہوگا۔
- ۶۲۲ اولاد کے لئے جو نفقہ ہے وہ دفع حاجت کے لئے
ہے تو اس میں جو بچا ملک شوہر پر رہے گا۔
- ۶۲۲ عورت اور دیگر محارم کے نفقہ کا فرق۔
- ۶۱۶ بحراراتی کے سبقت قلمی کی تصحیح
- ۶۱۴ عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت کو دیا
تو عورت اس کی مالک نہ ہوگی۔
- ۶۱۸ مشاع اور مجہول کا بہہ صحیح نہیں۔
- ۶۲۳ عورت نے شوہر کو روپیہ دیا اور تلقاضا نہیں کیا
یہ دلیل تمذیک نہیں۔
- ۶۱۸ ساکت کی طرف قولی منسوب نہیں کیا جاتا۔
- ۶۲۳ لڑکی نے باپ سے کہا آپ نے میرے روپے سے
مکان خریدا لہذا مکان میرا۔ گواہوں سے روپیہ
- ۶۲۲ نکاح پڑھایا، وہ دیوث ہے۔
- ۶۲۲ لڑکی بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے۔
- ۶۲۲ مدعی کے دعویٰ کے بغیر گواہی نہیں۔
- ۶۱۴ نکاح خواں نے اپنے نکاح پڑھانے کی
گواہی دی قزوہ مقبول نہیں۔
- ۶۲۳ زنا کی تہمت لگائی اور گواہ نہ پیش کئے تو
حد قذف کے لائق ہیں۔
- ۶۲۳ ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اس لئے
حد قذف نافذ نہیں ہو سکتی۔
- ۶۱۸ جو جھوٹے مشہور ہوں ان کی گواہی کبھی مقبول
نہ ہوگی۔
- ۶۲۳ فاسق ملعون کی امامت مکروہ ہے۔

- توبہ صادقہ سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے
چیکے نماز جائز ہوگی۔ ۶۲۴
- بہتہ صرف زبان سے مکمل نہیں ہوتا۔ ۶۲۴
- مردہ کو گواہ قرار دینے سے بہتہ ثابت نہ ہوگا۔ ۶۲۴
- قابل تقسیم چیز کا بہتہ بلا تقسیم صحیح نہیں۔ ۶۲۵
- احد المتعاقدين میں سے کوئی قبضہ سے پہلے مر جائے
بہتہ باطل ہے۔ ۶۲۵
- دعویٰ بہتہ اس بات کا اقرار ہے کہ مدعی بہتہ
کی ملک ہے۔ ۶۲۵
- اسلام میں تسلیم ملک کے بعد تہادی کوئی
چیز نہیں۔ ۶۲۶
- جب تعین تاریخ یوم ماہ موجود ہو تو ۲۶، ۲۷، ۲۸
ہوئے گھنٹے سے جہالت نہ ہوگی۔ ۶۲۶
- دعویٰ ملک میں تاریخ میں اختلاف ناقض شہادت
ہے طلاق میں نہیں۔ ۶۳۴
- کفالت، حوالہ، قذف، وصیت، رہن، دین،
قرض، بیع و شراء، عتاق، وکالت، طلاق،
اقرار، ابرار میں زمان و مکان میں اختلاف
قبول شہادت میں مضر نہیں۔ ۶۳۵
- ترک سلام و کلام مہاجرت ہے، مہاجرت
اور عداوت میں عام و خاص من و حسیہ کی
نسبت ہے۔ ۶۳۶
- عداوت و نیویہ کی مثالیں
مہاجرت کو عداوت و نیویہ سمجھنا غلط ہے، یہ
عداوت و نیویہ بھی ہو سکتی ہے۔ ۶۳۷
- عداوت و نیویہ جب تک فسق و فجور کی طرف منجر
نہ ہو شہادت قبول ہوگی۔ ۶۳۷
- عداوت و نیویہ کے سبب شہادت نہ قبول کرنا
متاخرین کا مذہب ہے۔ ۶۳۸
- صحیح اور معتد بہ یہ ہے کہ قبول ہے۔ ۶۳۸
- مصنف کی تحقیق کہ متاخرین بھی مطلقاً عداوت
و نیویہ کو عدم قبول کا سبب نہیں قرار دیتے۔ ۶۳۹
- طرفداری مطلقاً مانع قبول شہادت نہیں۔ ۶۴۰
- محتاج صم کی شہادت قبول نہیں اس کا مطلب
فریق مقدمہ ہے۔ ۶۴۰
- جب دوستی اس حد کی ہو کہ ایک دوسرے
کے مال میں بے تکلف تصرف کریں تو گواہی
قبول نہیں۔ ۶۴۱
- مقدمہ جب طویل ہو جائے تو پروکار، بھائی،
ابن عم کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ ۶۴۲
- گواہوں میں اختلاف کی تطبیق۔ ۶۴۲
- فعل کبھی مباشہ کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے
عدم ذکر ذکر عدم نہیں ایسے اختلاف خود قرآن
میں ہیں۔ ۶۴۴
- بعض وقت ظروف کی نسبت میں دو جہتیں
ہوتی ہیں جن کو قرآن سے متعین کیا جاتا ہے۔ ۶۴۴
- گواہوں کا بیان ایسا مختلف نہیں کہ تاویل
نہ ہو سکے سب میں تطابق ممکن ہے۔ ۶۴۵
- دعویٰ سے زائد باتوں کے اختلاف سے
گواہی پراثر نہیں پڑتا۔ ۶۴۶

- دعویٰ کے وقت قاضی کو دوسرا رنگ بتایا اور
ادائے شہادت کے وقت دوسرا یہ اختلاف
بھی مضر نہیں۔ ۶۴۶
- مدعی اور مدعا علیہ کے کپڑوں یا سواری کے
رنگ میں گواہوں نے اختلاف کیا، گواہی مقبول
۶۴۷
- ایقان طلاق کے الفاظ کے بارے میں گواہوں
نے اختلاف کیا، گواہی مقبول ہے۔ ۶۴۸
- معمولی اختلاف سے شہادت غیر مقبول ہوں تو
حقوق ضائع ہوں، ظالم اموال اور خرد وچ پر
دسترس پالیں۔ ۶۴۹
- آج کل کچھ یوں میں وکیلوں کے جرح کی مذمت
۶۴۹
- قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نادرہ کو
ان کا مذہب قرار دینا فقہانیت کے خلاف ہے۔ ۶۵۰
- مجرد تہمت وریب کی بنا پر شہادت رد نہ کیا جائیگی
۶۵۰
- جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا
مذہب نہیں ہے۔ ۶۵۱
- قول مرجوح پر قضا و افتار جمل اور خرق
اجماع ہے۔ ۶۵۱
- امام اعظم کے قول پر فتویٰ اور قضا واجب ہے
۶۵۱
- نصوص فقہیہ۔ ۶۵۱
- قاضی کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے
مذہب کے موافق فیصلہ کا حکم ہوا اس نے
کسی دوسرے مذہب کے موافق حکم کیا معزول
ہوگا۔ ۶۵۱
- قول ضعیف قاضی مجتہد کے فیصلہ سے قوی
- ہو جاتا ہے۔ ۶۵۵
- جو فیصلہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو باطل ہے۔ ۶۵۵
- روایت نادرہ کا حکم مطلقاً مشبہہ کی بنیاد پر نہیں
بلکہ جب قاضی کو گواہوں کے جھوٹ ہونے کا
ظن ہو۔ ۶۵۵
- امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں خیر القرون
ختم ہو چکا تھا، کذب شائع اور عدم اعتماد عام
ہو چکا تھا جھوٹ کا ابتلائے عام شہادتوں کو
مطلقاً بے اعتبار نہیں کرے۔ ۶۵۶
- چھ ہی مہینہ کے بعد واقعہ طلاق کو گواہوں میں
شبہہ کا سبب بنانا بھی غلط ہے۔ ۶۵۶
- مردوں کی سخت گیری کے لحاظ سے عورتوں
کی کسر نادر ہے۔ ۶۵۷
- مردوں کے بنسبت عورتوں کو طلاق سخت
ناگوار ہے۔ ۶۵۷
- مردوں میں غصہ کے وقت طلاق کی وبا
عام ہے۔ ۶۵۷
- حلال و حرام کا مسئلہ ضرور محل احتیاط ہے
لیکن طلاق میں دونوں طرف یکساں خطر ہے۔ ۶۵۸
- شہادت جہاں تک ممکن ہو صحت پر حمل
کی جائے گی۔ ۶۵۸
- کثرت شہادت میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ۶۵۸
- وثیقہ نویس ہزاروں دستاویز لکھتا ہے اور
سب کا گواہ ہوتا ہے۔ ۶۵۸
- گورنمنٹ کی مخبری فسق ہے مگر مہتم کو انکار ہوتا

۶۵۹	قسم کھا کر کہا "تو میری عورت نہیں" طلاق	۶۵۹	تنقیح ضروری ہے۔
۶۶۳	واقعہ نہ ہوگی۔	۶۵۹	بیع بالوفاء کا ایک مقدمہ
۶۵۹	علا لفظ اشہد یا شہادت میدہم یا گواہی دیتا	۶۵۹	تنقیحات
۶۵۹	ہوں، کو شہادت سے متصل ہونا چاہئے ورنہ	۶۵۹	تجویز عدالت
۶۶۶	شہادت مقبول نہ ہوگی۔	۶۵۹	حکم
۶۶۶	قسم اور قسم میں جو زیادتی تاکید کے لئے ہو وہ	۶۶۶	بطلان دعویٰ کے دلائل
۶۶۶	مضر نہیں۔	۶۶۶	عوارث اور مورث شخص واحد کے مثل ہیں
۶۶۶	قسم اور قسم میں سکوت سے فاصلہ ہو	۶۶۶	مورث کے اقرار کے خلاف وارث کا دعویٰ
۶۶۶	تو قسم صحیح نہیں۔	۶۶۶	تینا قرض ہے اور یہ مبطل دعویٰ ہے۔
۶۶۸	شہود بہ اور لفظ اشہد میں فصل کی مثالیں۔	۶۶۶	علا واپسی دستاویز کا مدعا علیہ کی ملک ہو
۶۶۸	شرعیّت میں شہادت کسی دوسرے پر آئیو لے	۶۶۶	صرف رسید پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔
۶۶۸	حق کی خبر ہے۔	۶۶۶	دستاویز مدعی کی ملک ہو تو دعویٰ میں کاغذ کی
۶۶۸	مستند شہادت بہت نازک ہے۔	۶۶۶	مقدار اور صفت بیان کرنا ضروری ہے۔
۶۶۸	"یہ فلاں کی ملک ہے اور اس کا حق اس طرح	۶۶۶	علا بنیوں کو سود کے حساب میں کمال مہارت
۶۶۸	گواہی نہیں دے سکتا" یہ کہنا ہوگا کہ اس کا	۶۶۶	ہوتی ہے، دعویٰ میں حساب بہت گندہ ہے
۶۶۸	حق ہے۔	۶۶۶	اس لئے یہ قرینہ واضح ہے کہ دعویٰ غلط ہے۔
۶۶۸	مستعین الحکام کی ایک عبارت کی توضیح، اور	۶۶۶	حساب کی غلطی کا بیان
۶۶۹	علامہ طرابلسی کی توضیح پر نظر۔	۶۶۶	مدعی کا ظاہر حال جس دعویٰ کی تکذیب کرے
۶۶۹	اس امر کی نصوص کہ حاکم نے کہا کس امر کی گواہی	۶۶۶	مقبول نہیں۔
۶۶۹	دیتے ہو، تو شاہد نے اپنے بیان میں لفظ اشہد	۶۶۶	اقرار کے بعد خطا کا دعویٰ موقوف ہے۔
۶۶۹	نہ کہا تب بھی گواہی مقبول نہ ہوگی۔	۶۶۶	شہادتوں کا نقص۔
۶۸۰	سوال جواب میں دہرایا ہوا مانا جاتا ہے۔	۶۶۶	علا حقوق عباد میں شہادت کی شرط صحت
۶۸۰	مدعی نے دعویٰ میں ماضی کا لفظ استعمال کیا	۶۶۶	دعویٰ ہے۔
۶۸۱	دعویٰ مقبول نہیں، اور گواہی میں ایسا کیا تو	۶۶۶	علا شہادت کے لئے گواہی دیتا ہوں "کہنا
۶۸۱	گواہی مقبول نہیں۔	۶۶۶	ضروری ہے اخبار کے الفاظ سے گواہی صحیح نہیں۔

- ملک موجود پر شہادت دی، تو مدعی، مدعا علیہ اور مدعوہ کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ ۶۸۲
- غائب میں باپ کے ساتھ دادا کا نام بھی ضروری ہے۔ ۶۸۲
- شہد کا حاضر کو پہچاننا ضروری۔ ۶۸۳
- گواہ مدعی، مدعی علیہ اور مدعوہ کا نام و نسب بیان کریں اور اس کو نہ پہچانیں، تو گواہی نامقبول ہے۔ ۶۸۳
- عقیدہ شہادت میں حاضر پر اشارہ کا مطلب ایسا لفظ ہے کہ حاضر کی طرف اس سے اشارہ ہو۔
- اعضاء کا اشارہ جب کلام سے متعلق ہو تو یہ بھی کلام کے معنی ہو جاتا ہے۔ ۶۸۳
- علا متبغی کی ولایت گود لینے والے کی طرف کرنا از روئے قرآن غلط ہے۔ ۶۸۵
- شہادت میں تعریف کا مطلب معهود ذہنی نہیں ہوتا بلکہ الفاظ سے تعین ضروری ہے۔ ۶۸۶
- عکس دعویٰ یہ ہو کہ بیعتا منہ اور کرایہ نام میں زوج کا نام فرضی ہے، حقیقت یہ معاملہ شوہر سے ہے، اور گواہی میں نہ اپنے علم کا ذکر نہ مدعا علیہ کے اقرار کا۔ گواہوں کا صرف یہ بیان کہ مدعی نے ہم سے کہا باطل اور مردود ہے۔ ۶۸۶
- زوجہ کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا شائع و ذائع ہے۔ ۶۸۶
- میتاں بیوی میں یہ انبساط ہی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ ۶۸۷
- وکیل موکل کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے یہی حال نوکر کا آقا کی ملک میں ہے، وصی کا یتیم کی ملک میں متولی کا مال وقف میں ہے۔ ۶۸۸
- کسی چیز کے بارے میں دعویٰ کیا میری ہے۔ ۶۸۸
- پھر کہا وقف ہے، دعویٰ مسموع ہوگا۔ ۶۸۸
- قرآن عظیم میں یتیم کے مال کو اولیاء کا مال کہنا علت اصلاح و نگرانی ہے۔ ۶۸۹
- قرآن عظیم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مالدار کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مالدار کی کہا۔ ۶۹۰
- پر وہ نشینوں کا روپیہ ان کے شوہروں کو ہی دیا جائیگا اور وہی رسید دیں گے۔ ۶۹۰
- خاص خاص گواہان مدعی پر الگ الگ تنقیدیں۔ ۶۹۱
- شہادوں کے اٹھارہ اختلاف۔ ۶۹۱
- زمان و مکان میں اختلاف شہادت کو مضر نہیں مگر یہ کہ دونوں گواہ یہ کہیں کہ ہم دونوں مدعی کے ساتھ ایک دن اور ایک ہی جگہ تھے۔ ۶۹۲
- شہادت میں مجاز مقبول نہیں۔ ۶۹۵
- جب گواہ قابل اطمینان نہ ہوں تو زائد باتوں میں اختلاف بھی مضر شہادت ہے۔ ۶۹۶
- شہاد کے بیان میں تعارض۔ ۶۹۶
- شہاد کو جب شہادت یاد نہ ہو تو لکھی یا دشت پر گواہی باطل ہے۔ ۶۹۶
- امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحریر سے گواہی اس وقت مقبول ہے کہ گواہ اس کا اظہار نہ کرے۔ ۶۹۷
- جو علم مقدار فرض کفایہ نہ سکے فاسق مردود الشہادۃ ہے۔ ۶۹۸

- جب گواہوں کی حالت مشتبہ ہو تو تحریری صدق ضروری ہے۔ ۶۹۹
- وجہ اشتباہ ۷۰۰
- تجویز اور فیصلہ پر تنقید۔ ۷۰۱
- دعویٰ صحیح نہیں تو آگے کی کارروائی بیکار ہے۔ ۷۰۱
- گواہی باطل ہو اور مدعا علیہ اقرار یا انکار کچھ نہ کرے تو طریقہ حکم مسدود ہے۔ ۷۰۱
- تنقیح و گواہوں سے ثابت نہیں۔ ۷۰۲
- رسید بھی ثابت نہیں۔ ۷۰۲
- تجویز کا تناقض ۷۰۲
- رسید پر دستخط کرنا معاملہ کے سود ہونے کی دلیل نہیں بلکہ سود نہ ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے تنقیح ۳۱۲ باطل ہو جاتی ہے۔ ۷۰۲
- تجویز کا شہادتوں کو رد اور تحریر یعنی رسید سے اس کی تائید ماننا باطل ہے۔ ۷۰۳
- مجاز نے رسید بھی کی ایک اور بری غلطی ظاہر کی ۷۰۳
- خط خط کے مشابہ ہوتا ہے اس کا اعتبار نہیں۔ ۷۰۳
- مظنون و مظنون پر فیصلہ کی بنیاد غلط ہے۔ ۷۰۵
- فیصلہ میں شہادت مردودہ پر اعتبار کیا۔ ۷۰۶
- اصل واقعہ کو صحیح ماننا، اور صرف رجسٹری نہ ہونے سے اعتبار نہ کرنا غلط ہے۔ ۷۰۶
- یہ کہنا کہ مرتہن نے شے مرہونہ کو کرایہ پر دیا لہذا کرایہ اور مرہون کے جملہ محاصل حق راہن نہیں غلط ہے۔ ۷۰۶
- صحیح حکم یہ ہے کہ مرتہن مرہون کو بے اجازت راہن ۷۱۰
- کرایہ پر دے تو کرایہ مرتہن کی ملک خبیث ہے ۷۰۶
- صدقہ کرے یا راہن کو دے۔ ۷۰۶
- ایسی رقم کو اصل قرض میں مجرائی کے لائق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ۷۰۷
- ساتویں تنقیح بھی مدعا علیہا ثابت ہے۔ ۷۰۷
- قبضہ مرتہن کا اقرار خود کشی وارث مدعی نے کیا ہے۔ ۷۰۸
- تو یہ تنقیح بے فائدہ اور قابل قیام تھی ہی نہیں۔ ۷۰۹
- دوسرے کے پیسہ سے کوئی چیز خریدی بیع مشتری کے حق میں ثابت ہے۔ ۷۰۹
- بقیہ تنقیحیں غیر متعلق اور غیر مفید ہیں۔ ۷۱۰
- حکم شرع یہ ہے کہ حجی کا فیصلہ باطل ہے اور مدعا علیہ دعویٰ باطل مدعیان سے بری۔ ۷۱۰
- مشتری کہتا ہے آٹھ آنہ قیمت ملے ہوئی تھی بائع نے ساڑھے چار روپیہ بتایا۔ ایسی صورت میں جو اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرے اسی کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ ۷۱۰
- دونوں طرف گواہان عادل ہوں تو بائع کے گواہ مقبر ہوں گے۔ ۷۱۰
- دونوں گواہ پیش نہ کر سکیں تو مشتری سے قسم طلب ہوگی، انکار پر بائع کے حق میں فیصلہ ہوگا اور قسم کھالے تو بائع سے بھی قسم لی جائیگی وہ انکار کرے تو فیصلہ بھی مشتری، اور وہ بھی انکار کرے تو بیع کے فسخ کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ ۷۱۰

- ۴۱۱ شفعہ کا ایک معاملہ
۴۱۲ دعویٰ تام و عام ہے۔
۴۱۳ طلب شفعہ کی حکایت کو دعویٰ سمجھنے کی غلطی۔
۴۱۳ تعین کی دو قسمیں
۴۱۳ مشاع اشیا میں تعین سے مراد تعین مقدار ہے۔
۴۱۳ مشاع کی بیع بالاجماع بیع جائز ہے۔
۴۱۳ عرضی دعویٰ اور بیان شاہدین میں تطبیق کا بیان۔
۴۱۳ یہ اعتراض بے معنی ہے کہ مدعی نے عرضی دعویٰ میں طلب عند المشتري کیا، اور گواہ کے بیان میں طلب عند المبیع بھی ہے۔
۴۱۳ دس حصوں میں سے ایک کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہر حصہ میں سے ایک ایک حصہ۔
۴۱۴ قرآن شریف کی آیت بین احد من رسلہ کا مطلب بین احد واحد من رسلہ ہے۔
۴۱۴ جب مدعی کا حق شفعہ صرف بعض بیع میں ہو تو شفعہ کے صنفہ میں تفریق جائز ہے۔
۴۱۴ مشتری بیع کی واقعیت کا مدعی ہے اور بائع کے وارثان فرضی ہوں گے، وارثوں سے گواہ مانگے جائیں گے، اور وہ گواہ پیش نہ کریں تو قسم سے مشتری کا قول معتبر ہوگا، قسم سے انکار کئے تو بیع کے فرضی ہونے کا حکم ہوگا۔
۴۱۵ وارثان بائع اگر اس مضمون کی گواہی پیش کریں مقبول ہوگی ورنہ نہیں کہ بعد بیع بائع اور مشتری دونوں نے اقرار کیا تھا کہ ہم نے بیع فرضی کیا۔
۴۱۱ مشتری بیع قطعی کا مدعی ہو اور مدعا علیہ بیع تلجہ کا گواہ بائع پیش کرنا ہوں گے، مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔
۴۱۶ مشتری سے گواہ مانگنا اور ان سے بحث خلاف ضابطہ ہے۔
۴۱۶ تلجہ کے مدعیوں کو صرف یہ گواہی پیش کرنا ہوگی کہ مشتری نے بعد بیع اس کے فرضی ہونے کا اقرار کیا۔
۴۱۶ بائع اس مکان میں مرتے دم تک رہا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشتری کا قبضہ نہ ہوا، یہ صحت بیع کے منافی نہیں۔
۴۲۰ بائع مرجائے تو گواہوں کا یہ کہنا کہ مکان بائع کا ہے غلط ہے، مردہ کسی چیز کا مالک نہیں۔
۴۲۱ ”مکان بائع کا تھا“ یہ کہنے سے نہیں ثابت ہوتا کہ انھوں نے بیع نہیں کیا۔
۴۲۱ استصحاب حال کی گواہی حادث گواہی کے خلاف معتبر نہیں۔
۴۲۱ بائع اور اس کی بیوی میں اختلاف ہونے سے بھی بیع کا فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔
۴۲۱ بائع بیع کے فرضی ہونے کا اقرار کرے تو بھی فرضی نہیں قرار پائے گی۔
۴۲۲ بائع کا بیع کے فرضی ہونے کا قول متناقض ہے اور تناقض دعویٰ مردود ہے۔
۴۲۲ جمل گواہی معتبر نہیں۔
۴۲۳ قاسم معلن کی گواہی معتبر نہیں۔

- مستور کی گواہی جب تک دلائل صادقہ سے غلبہ ظن نہ ہو جائے مردود ہے۔ ۴۲۳
- قاضی کو گواہ کے کذب کا گمان غالب ہو یا کذب صدق دونوں کا مساوی گمان ہو بیع باطل ہے۔ ۴۲۳
- مدعا علیہ کو گواہوں کی ضرورت نہیں۔ ۴۲۴
- مدعا علیہ کے گواہوں پر فیصلہ کی تنقیدوں کا جواب ۴۲۴
- مستور الحال ہونا مطلقاً مردود نہیں، اور فی مانحن قیہ میں طرفین کے گواہ مستور الحال ہیں ۴۲۴
- قیمت زائد لکھوانا بیع کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں رجسٹرار کے سامنے بیع ثمن ادا نہ کرنا بھی بیع کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں ۴۲۵
- رجسٹرار کے سامنے زر ثمن کی پیشگی ادائیگی بھی بیع کے فرضی ہونے کا ثبوت نہیں۔ ۴۲۵
- باتع کا رجسٹری آفس سے دستاویز چھڑانا بھی فرضیت بیع کی دلیل نہیں۔ ۴۲۵
- فیصلہ نے دس گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا اس لئے کہ وہ سب ناقابل ذکر تھے اس سے فیصلہ پر اثر نہیں پڑتا۔ ۴۲۶
- حکم شرعی، فیصلہ قابل منسوخی ہے۔ ۴۲۷
- مورث کے ترکہ سے کس دین کی ادا مقدم ہے۔ ۴۲۷
- راہن نے مکان مرہون پر قبضہ کا دعویٰ گواہوں سے ثابت کر دیا تو رہن ثابت ہوگی، اگر راہن کا اس مکان پر قبضہ ہو تو مرہن کی طرف سے عاریۃ مانی جائے گی۔ ۴۲۷
- ایسی صورت میں راہن کا قبضہ سب قرضوں پر مقدم ہوگا۔ ۴۲۸
- مشاع کارہن فاسد ہے مگر رہن میں صحیح و فاسد سب کا حکم ایک ہے۔ ۴۲۸
- راہن نے صرف رہن کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسکور نہیں اگرچہ گواہوں نے قبضہ کی بھی گواہی دی۔ ۴۲۹
- راہن نے قبضہ کا بھی دعویٰ کیا لیکن قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے گا تب بھی رہن ثابت نہ ہوگا۔ ۴۳۰
- مرہون پر مرہن کے قبضہ سے پہلے راہن کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ۴۳۰
- صرف دستاویز میں قبضہ کا ذکر ہوا اور گواہوں سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی تو بھی رہن ثابت نہیں۔ ۴۳۰
- قمر عام قرضوں کی طرح ہے۔ ۴۳۱
- مکان کا پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک۔ ۴۳۳
- ناہدان قدیم سے جدھر ہے اسی طرف بہانے کا حق حاصل ہے، اس کے خلاف تصرف بجا ہے ۴۳۳
- وقف کے کرایہ دار کی بدینتی ظاہر ہو تو متقاضی جائداد اس کے ہاتھ سے نکال لے۔ ۴۳۵
- کرایہ بڑھ گیا اور وقف کی جائداد کا مستاجر کرایہ دینا نہ چاہے تو اجارہ فسخ کر دیا جائے۔ ۴۳۵
- مدعا علیہ کا صرف زبانی بیان قابل سماعت نہیں، نہ اس کے سبب خصومت کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتی ہے۔ ۴۳۵
- قاضی پر واجب ہے کہ مدعی جب دعویٰ ثابت کر دے فیصلہ اس کے حق میں کر دے مقدمہ مزید کارروائی کے لئے آگے بڑھانا جائز نہیں۔ ۴۳۵

دَعْوٰی اس کے خلاف ہوگا جس کا قبضہ ہو۔ ۷۳۶ | دستاویز حجت نہیں۔ ۷۳۷

www.albazzarainetwork.org

فہرست ضمنی مسائل

فوائد تفسیریہ

عمقائد و کلام

- آیہ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم میں کراۃ اطیعوا کی حکمت۔ ۵۲۰
دو آیتوں کی تفسیر ۵۲۲
ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين
سبيلا میں سبیل سے مراد سبیل دینی ہے۔ ۵۲۲
قرآن شریف کی آیت بین احد من رسلہ
کا مطلب بین احد واحد من رسلہ ہے ۴۱۴
- عکم اللہ و رسول کا ہے اس کے خلاف دنیا میں
کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ ۱۳۱
ہر عطائی کمال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے لئے خاص ہے اور دوسروں کو انھیں کے
واسطہ سے حاصل ہے۔ ۴۸۹
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ کے
محتاج نہ تھے ان کا مشورہ تعلیم امت وغیرہ
فوائد کے لئے تھا۔ ۴۹۰

فوائد حدیثیہ

- اتبعوا السواد الاعظم کا حکم اعتقاد کے بارے
میں ہے مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے علاقہ
نہیں۔ ۴۹۲
- حدیث انت و مالک لا یمیک کا مطلب۔ ۲۸۴
ایک دگداز حدیث شریف ۳۱۰
- قوم درزی کا کوئی دین نہیں وہ خود اپنے کو مسلمان

کھتے ہیں۔

طہارت

ایک معارضہ جس کو وضو کے لئے پانی اور مٹی دونوں نہ ملے وہ کیا کرے۔

۵۵۶

نماز

قعدہ اولیٰ میں امام کے بھول کر کھڑے ہو جانے کا مسئلہ۔

۳۳۲

مزدوری کی نیت سے نماز پڑھی فرض ساقط ہو جائے گا۔

۵۵۷

احکام مسجد

مسجد کی دیوار کے جڑ حصہ پر بھی کسی نے مکان بنایا ڈھاکر دیوار خالی کی جائے گی۔

۶۰۰

امامت

جمعہ میں فاسق کی اقتدار جائز ہے جبکہ جمعہ ایک جگہ ہوتا ہو۔

۵۵۵

فاسق معلن کی امامت مکروہ ہے۔

۶۲۲

تو بہ صادق سے ان کا حال بدل جائے تو ان کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔

۶۲۳

زکوٰۃ

مصنوع زیور کی زکوٰۃ خلاف جس دی جائے تو

۵۵۲ قیمت صناعی کا اعتبار ہو گا وزن کا نہیں۔

۳۷۰ میاں بیوی میں یہ انبساط ہی ہے کہ ایک دوسرے کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

۶۸۷

نکاح

نکاح کی گواہی سماع کی بنیاد پر بھی دی جاسکتی ہے

۱۰۹ مرد و زن کا عرصہ دراز تک میاں بیوی کی طرح

۱۰۹ رہنا نکاح کی علامت مشتبہ سے ہے۔

۱۱۰ شوہر کا اقرار بھی مثبت نکاح ہے

قاضی نکاح پڑھانے کی گواہی دے تو

۱۳۶ نامقبول ہے۔

شوہر کے امتداد نکاح کے گواہ ہوں تو

۱۳۶ نکاح ثابت ہے۔

۱۳۹ نکاح مستلزم وقوع تزویج نہیں۔

۱۴۰ تنہا عورتوں کی گواہی مثبت نکاح نہیں ہو سکتی

مسلمانوں کو کافروں کے طریقے پر نکاح کرنا

۱۴۹ جائز نہیں۔

مادر زن کے ساتھ زنا کا ایک بار اقرار کر لینے

۱۹۰ سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے،

شوہر کا بار بار اقرار کرنا ضروری نہیں۔

۱۹۰ صرف دستاویزوں سے زوجیت کا ثبوت ہوگا

۲۸۶ نکاح کا اقرار اس بات کا اقرار ہے کہ اس وقت نکاح میں ہے

۲۸۶ صحیح نکاح صحت توکیل پر موقوف نہیں۔

۳۲۰ نکاح فضولی بھی جائز ہے، نفاذ البستہ

طرفین کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

۳۲۰

۳۳۴	مہر نکاح میں مقصودہ نہیں وہ تابع اور زائد ہے	عورت مہر مثل کے برابر یا کم کا دعویٰ کرے تو
۳۳۸	نکاح نامہ کا حکم	مہر مثل دیا جائے۔
۳۵۷	اکراہ کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔	۱۸۳
۳۵۸	صرف ایک شاہد کے بیان و اقرار سے نکاح ثابت نہیں ہوتا۔	۱۸۳
۵۲۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین یا ان کے والدین کی مرضی کے خلاف نکاح کر دیں نکاح نافذ ہے	ایک عورت کو پوری جائداد و مہر کے عوض بیع کر دی دوسری کو اس میں کوئی حق نہ پہنچے گا ہاں دوسری کو محرم کرنے کی نیت سے ایسا کیا تو مجرم ہوا۔
۶۰۵	نکاح فضولی کے ذریعہ بھی ہو سکتا ہے۔	۱۹۴
۶۰۹	نکاح فضولی بالکل باطل نہیں ہوتا بلکہ موقوف منفعہ ہوتا ہے۔	۱۹۴
۶۲۲	جب باپ نے طلاق کے بغیر لڑکی کا دوسرا نکاح پڑھایا وہ دیوث ہے۔ لڑکی بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے۔	۲۳۲
۶۲۴	شوہر نے مہر کے عوض جائداد دی، عورت نے قبضہ کیا، گواہوں کے بیان سے یہ ثابت ہوا اس کے بعد مہر کے مقدار کا جاننا ضروری نہیں	۲۳۳
۱۰۷	زید کی بہن عمر کے نکاح میں، عمر کی بہن زید کے نکاح میں، دونوں عورتوں کے مرنے کے بعد ان کے مہروں میں مقاصد ہوگا۔	۲۴۸
۱۲۴	شوہر نے زیور کا صرف مالک بنایا، جہت کی تصریح نہ کی، عورت مہر سے الگ کہتی ہے، اور دیگر ورثہ مہر میں دینے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو ورثہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا۔	۲۸۲
۱۶۴	شوہر نے اپنا کوئی مکان بیوی کے مہر کے عوض بیع کر دیا، دوسری بیوی کی اولاد کو یہ حق نہیں کہ اپنی ماں کے مہر کے عوض اسکو نیلام کر سکیں۔	۳۳۲
۱۶۴	نکاح کے وقت مہر نہ ہونے کی شرط نکاحی نکاح صحیح اور مہر مثل ثابت ہوگا۔	۳۳۴
۳۳۴	گواہ اور مدعی میں مہر کی مقدار میں اختلاف ہو تو نکاح دونوں میں سے جو کم ہو اس پر ہوگا۔	۳۸۱
۳۸۱	مہر نکاح کے تابع ہو کر ان امور سے ضرور ہے کہ اس کی گواہی سن کر دی جاسکتی ہے مگر مہر کی معافی ان میں سے نہیں۔	

عورت مهر مثل سے تم کا دعویٰ کرے تو گواہ کی ضرورت نہیں، ہاں شوہر ابراۓ مهر کا مدعی ہو تو بجائے یمین کے عورت کے گواہ مقبول ہیں۔ ۴۷۸
مہر عام قرضوں کی طرح ہے۔ ۷۳۱

طلاق

طلاق کے متعقد گواہوں کا بیان ۱۱۱
طلاق میں سنی سنی سنی گواہی مقبول نہیں۔ ۱۱۴
طلاق کی گواہی صرف سن کر دی تو مقبول نہیں۔ ۱۱۵
ایک مرد ایک عورت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۱۵
اس عورت کا حکم جو گواہی سے طلاق ثابت نہ کر سکی مگر شوہر نے حقیقتہً طلاق دی ہے ۱۱۵
شہادت طلاق میں کہاں تاخیر جائز ہے اور کہاں نہیں۔ ۱۲۵
شہادت طلاق کی ادا میں تاخیر کی مختلف صورتیں۔ ۱۲۵
واقعتہً طلاق ہو گئی عورت گواہوں سے ثابت نہ کر سکی تو کیا حکم ہے۔ ۱۲۷
صرف عورت کے بیان سے طلاق ثابت نہ ہوگی ۱۲۸
دوسری طلاق تک میاں بیوی کو ایک ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ ۱۲۸
طلاق کے وقت میں گواہوں کا اختلاف ہو تو یہ موجب رد نہیں۔ ۱۲۹
ایک گواہ سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۱۲۹

متاثر کہ صرف قول سے ہوتا ہے اس لئے شوہر کا کوئی فعل متاثر کہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ۱۸۸
تہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۳۴
نصاب شہادت برائے طلاق۔ ۲۳۵
زمانہ طلاق کے بارے میں گواہوں کا اختلاف کچھ مختصر شہادت نہیں۔ ۲۳۵
مفتیوں کے فتویٰ کے موافق طلاق کا اقرار کیا بعد کو پتہ چلا فتویٰ غلط تھا اطلاع نہیں پڑی۔ ۴۴۶
قاضی نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کیا بے تفریق قاضی اپنے نکاح سے الگ نہ ہوگی۔ ۵۲۳
اجتناب کے طلاق کو نکاح پر معلق کرنے والے کے بارے میں حنفی اور شافعی قاضی کے احکامات کا فرق۔ ۵۳۴
قسم کھا کر کہا "تو میری عورت نہیں" طلاق واقع نہ ہوگی۔ ۶۷۳

نسب

آل ولد للفراس وللعاہر الحجور۔ ۴۳۵
رواج عام کی تحریر سے نسب ثابت نہیں ہوتا ۴۴۹
جب وارث متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہوگا۔ ۴۵۰
ایسے رشتے کا اقرار جو اپنے غیر پر نسب لازم کرتا ہو شرعاً بھی ضعیف ہے۔ ۴۵۱

متبنی کی ولایت گود لینے والے کی طرف کرنا
از روئے قرآن غلط ہے۔

۶۸۵

حدود و تعزیر

جو مسلمان ایسے ناجائز کاموں کے طرفدار ہوں
شرعاً تعزیر کے مستحق ہیں اور ان پر توبہ لازم ہے۔ ۱۷۹
زنا کی تہمت لگائی اور گواہ نہ پیش کئے تو

حد قذف کے لائق ہیں۔ ۶۲۳

ہندوستان میں بادشاہ اسلام نہیں اس لئے
حد قذف نافذ نہیں ہو سکتی۔ ۶۲۳

نفقہ

تنگ دست والدین کا نفقہ کشادہ دست
لڑکے پر ہے۔

۲۰۶

غائب کے مال سے زوجہ اور ابوین، اپنے
حق کی جنس سے بغیر قضائے قاضی بھی
لے سکتے ہیں۔

۳۱۵

میاں بیوی ایک ساتھ رہتے ہیں، شوہر کل
آمدنی لاکھ بیوی کو دے دیتا ہے، عورت
گھر کے تمام مصارف اسی سے پورے کرتی

ہے، اس کو شرع میں تمیز کئے ہیں اس

صورت میں روپیہ کل شوہر کا ہی رہتا ہے۔ ۶۱۵
رہائش مشترکہ نہ ہو اور شوہر اپنے عورت کے
حصہ کا نفقہ اس کو الگ دے تو اس کی

مالک عورت ہوگی، جو بچائے گی اس کا ہوگا۔ ۶۱۵
اولاد کے لئے جو نفقہ ہے وہ دفع حاجت کیلئے

ہے تو اس میں جو بچا ملک شوہر پر رہے گا۔ ۶۱۶
عورت اور دیگر محارم کے نفقہ کا فرق۔ ۶۱۶

عورت اور بچوں کا نفقہ ایک ساتھ عورت
کو دیا تو عورت اس کی مالک نہ ہوگی۔ ۶۱۷

معاشرت

دو بیویوں میں عدم مساوات پر وبال۔ ۱۶۹

حج

قاضی کن کن لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے۔ ۵۳۷

سیر

مسلمانوں پر کافر کو کوئی حکومت نہیں۔ ۱۷۹

جہاں کفار کا تغلب ہو وہاں مسلمانوں پر کسی کا
قاضی بنانا واجب ہے۔ ۱۹۲

کافر کے بنانے سے مسلمان حکم بھی نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۳
ایسے شہر جن پر کفار کی حکومت ہے دارالحرب

نہیں ہیں بلکہ دارالاسلام ہیں۔ ۵۴۶

جن شہروں میں احکام کفر کا غلبہ نہ ہو
بلاد اسلام ہیں۔ ۵۴۶

کافر اور غلام کی ولایت اہل اسلام پر
نافذ نہیں۔ ۵۵۲

حجر کی دو قسمیں

- ۵۳۷ بیع موقوف کی اجازت مورث کی موت کے بعد
۵۳۷ بے وقوف پر حجر کے بارے اختلاف ائمہ
۱۵۸ وارث نہیں دے سکتے۔
موجودہ کچھریوں کے حجر کے بعد بھی نہ وقعت کیا
۵۳۷ وہ نافذ اور جائز ہے۔

شُرکت

- ۱۵۹ شُرکت ملک میں شریک دوسرے کے حصہ میں
اجنبی ہوتا ہے۔
۱۶۰ شُرکت ملک کی تعریف
۱۶۰ شیوع کی صورت میں مملوک کے ہر ذرے پر
شریک کا حق ہوتا ہے۔
۱۶۱ لڑکا باپ کے خیال میں ہو اور باپ کی اعانت
کے طور پر جو کمائے وہ باپ کا ہے۔
۱۶۱ لڑکے نے باپ کے خیال سے الگ ہو کر کمایا یا
ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا باپ کے کسب
۱۶۷ سے الگ کوئی کسب کیا یہ سب بیٹے کا ہوگا۔
۲۷۰ شُرکت کا علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں۔

بیع

- ۲۰۲ غلام اور آزاد کو ملا کر بیچا تو بیع باطل ہے۔
اپنے غلام اور دوسرے غلام کو ملا کر بیچا تو اس
۱۱۰ کے غلام میں بیع نافذ ہوگی۔
۱۱۰ شریک کے حصہ کی بیع فضولی کی بیع ہے اس
کی اجازت پر موقوف ہوگی۔
۱۵۸ بیع کی خبر پاکر خاموش رہنا اجازت نہیں ہے
۲۰۲ بیع نامہ پر گواہی کرنا بھی مبیعہ پر ملک کے
دعویٰ سے مانع نہیں۔

- ۱۵۹ بیع موقوف کی اجازت مورث کی موت کے بعد
۱۵۸ وارث نہیں دے سکتے۔
۱۵۹ بیع فضولی بیع موقوف ہوتی ہے، مالک نے
خود بیع توڑی تو بیع موقوف باطل ہوگئی۔
۱۵۹ مالک نے غلط فہمی سے ایک جائیداد کو اپنا حصہ
سمجھ کر بیع دیا اور وہ واقعہ اس کا حصہ نہ تھا
تو وہ بیع میں داخل نہ ہوگا۔
۱۶۰ زید کی کسی چیز کو عمر نے بیچا، زید کو اس عقد کے
جائز کرنے کا حق حاصل ہے، اس چیز پر
زید کوئی دعویٰ کرے تو اس سے بیع کی اجازت
کا حق ساقط نہ ہوگا۔
۱۶۱ کورٹ کا نیلام بیع شرعی نہیں۔
۱۸۱ اصل مالک کا اس میں پر راضی ہونا ضروری
ہے۔
۱۸۱ ابتداءً اول بدل کے ذریعہ بیع ہو جاتی ہے
لیکن جس چیز کا عقد بیع فاسد کے ذریعہ کیا
اب اس کو تقاطعی کے ذریعہ بیع نہیں کر سکتے۔
۱۹۳ بیع نامہ کی اطلاع پانے کا یہ مطلب نہیں کہ اس
کے ہر ہر لفظ سے آگاہ ہوا، نہ اس بنیاد پر
اطلاع پانے والے پر کوئی الزام قائم کیا جاسکتا ہے۔
۲۰۲ کسی عقد بیع کا تسلیم کرنا الفاظ زائدہ کا تسلیم
کرنا نہیں ہے۔
۲۰۲ چودہ بیع میں داخل نہیں۔
۲۰۲ بیع نامہ پر گواہی کرنا بھی مبیعہ پر ملک کے
دعویٰ سے مانع نہیں۔

۲۳۳ مشتری کے لئے ثمن میں کچھ ملک باقی نہیں رہتی
جہاں مقاصد ہو وہاں مقدار کا بیان بلکہ معلوم ہونا
صحیح بیع کے منافی نہیں۔ ۷۲۰

وقف

۲۳۳ اصل وقف میں شہادت سماعی مقبول ہے اور
۲۵۲ ضمناً ملکیت وقف کا ثبوت بھی ہو سکے گا۔ ۱۱۶
۲۵۲ کون کون سی چیز اصل وقف میں داخل ہے
اور کون کون سی شرائط میں۔ ۱۱۸
۲۶۶ وقف کی شہادت لوجہ اللہ ہے جس کے لئے
دعویٰ ضروری نہیں، اور ادائے شہادت میں
تاخیر سے گواہ مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے۔ ۱۱۸
۲۸۹ اعتبار و اوقف کے لفظوں کا ہے نہ کہ کاتب
کی شہادت۔ ۲۴۹

۲۸۹ شرط و اوقف نص شارع کی طرح
واجب الاتباع ہے۔ ۴۹۹
۴۹۹ وقف میں ناظر کے ہوتے قاضی کا تصرف
نافذ نہیں۔ ۵۳۰
۵۳۵ وقف صحیح کی تفسیح کے احکام و شرائط

وکالت

۲۹۲ تفریق کا وکیل ہو سکتا ہے اور وکالت کو مصلحت
کیا جاسکتا ہے تو ایسی وکالت کے نتیجہ میں
عالم نے تفریق کر دی تو متاثر نہ ہو گیا۔ ۱۸۹
۲۹۲ گواہ جب یہ بیان دے کہ عورت نے اندر سے
نکاح کی اجازت دی، اندر اور عورتیں بھی تھیں
۲۳۳ مشتری کے لئے ثمن میں کچھ ملک باقی نہیں رہتی
جہاں مقاصد ہو وہاں مقدار کا بیان بلکہ معلوم ہونا
بھی ضروری نہیں۔
بیعنا کا حکم
ایجاب و قبول ثلثہ گواہوں سے ثابت ہو یا بائع
کا اقرار ثابت ہو تو بیع ثابت ہے، رجسٹری
ہو یا نہ ہو، ثمن دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو۔
خریداری میں روپیہ والد کا ہونا ملک والد کو
مستلزم نہیں۔
بیع کے معیب پر عیب فاحش ہونے میں یا
ہلاک ہونے کی صورت میں ثمن میں اختلاف ہو تو
بائع کے گواہ وہ نہ ہوں تو مشتری کی قسم یا انکار
پر فیصلہ ہو گا۔
خریداری مشتری کی طرف سے قرار دینا ممکن ہو
تو اسی پر نافذ ہو گی۔
چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات
شرعاً لازم ہے۔
سونے کو چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات ضروری
نہیں عاقدین کو کمی بیشی کا اختیار ہے۔
پونڈ کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں
لیکن روپے کے بدلے سوا گیارہ ہی ماشے
چاندی ہونا حکم شرعی ہے۔
بیع بالوفار کا ایک مقدمہ
مشاع کی بیع بالاجماع جائز ہے۔
بائع اس مکان میں مرتے دم تک رہا، اس سے

۶۰۵ اس سے توکیل ثابت نہ ہوگی۔
۶۰۵ قوی رامپور پر دستِ تنقیدیں

امانت

۶۱۰ کسی وکیل کا ادعاے وکالت بحال انکار موکل مسموع نہیں۔
۶۱۱ امانت استہلاک کے بعد غصب ہو جاتی ہے

عاریت

۱۰۵ گواہ پیش ہوئے اور مدعا علیہم نے اقرار کیا تو فیصلہ بر بنائے اقرار ہوگا۔
۱۰۸ جو چیز عاریتہ دی یا اس کے عاریتہ دینے کا راج ہو وہ باقی ہو تو لے سکتا ہے اور باقی نہ ہو تو کسی سے مطالبہ نہیں۔

۱۸۳ عاریت کی چیز کسی نے خرچ کی یا تلف کر دی اس سے تاوان لیا جاسکتا ہے۔
۱۹۰ والدین جہیز کے کسی سامان کو عاریت بتائیں تو بقدر شہادت یہ مسموع نہ ہوگا۔

۲۸۴ شوہر کسی زید کے بارگاہ میں دعویٰ کرے تو مسموع ہوگا۔
۳۹۶ عاریت کا قبضہ بھی مالک ہی کا قبضہ ہے۔

۴۰۸ غصب اور رہن میں قدرے جہالت کا تحمل ہوتا ہے عاریت میں نہیں۔
۲۰۳ کسی جامد میں غیر کو تصرفات کرتے ہوئے کسی کا چُپ رہنا اپنی اجنبیت اور متصرف کی ملکیت کا صریح اقرار ہوگا۔

۲۴۲ کسی چیز کا بھاؤ کرنا اس کے ہبہ کی درخواست کرنا اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ہے، کسی دوسرے کی ملک ہونے کا اقرار نہیں ہے۔

۲۴۲ جھوٹے اقرار کی پابندی لازم نہیں۔
۲۶۸ کوئی مقر اپنے اقرار سے بدعویٰ سہو و لغزش پھر نہیں سکتا۔

۳۱۶ اپنے اقرار پر آدمی کا مواخذہ ہوگا۔
۱۶۳ زید کے عمر و پیر دو اشرفی، عمرو نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقتِ حساب مجرا دوں گا، یہ اقرار ہے اور عمر و ماخوذ ہوگا۔

۱۶۳ زید کے عمر و پیر دو اشرفی، عمرو نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقتِ حساب مجرا دوں گا، یہ اقرار ہے اور عمر و ماخوذ ہوگا۔
۴۸۳ شوہر نے زید کو مہر میں دینے کی تصریح کی تو

۱۶۳	مہر میں محسوب ہوگا، اور احسان اور ہبہ کے طور پر دیا تو محسوب نہ ہوگا۔	اعتراضات مفتی (۳) قبضہ ناقضہ اور اختلاف شہادت
۱۸۱	آج کل عام طور سے عرف یہی ہے کہ باپ بیٹے کو کوئی جائیداد ہبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کو خرید کر قبلاً لڑکے کے نام کرادیتا ہے تو یہ لڑکے کے نام خریداری نہ ہوتی ہبہ ہوا۔	۱۶۴ (۴) اختلاف شہادت
۱۸۱	اگر ہبہ پر مہوب لہ کا قبضہ ہو ملک ثابت ہوگی قبضہ نہ ہو ملک ثابت نہ ہوگی۔	۱۶۵ (۵) ہبہ میں ایجاب کے ساتھ
۱۸۲	واہب اور مہوب لہ میں سے کوئی بھی قبضہ سے پہلے مر گیا تو ہبہ باطل ہو گیا۔	۱۶۶ قبول ضروری قبضہ قبول کے قائم مقام نہ ہوگا۔ ۳۹۱
۲۱۴	استحقاق شیوع مقدار ہے ہبہ کو باطل کر دے گا۔	۱۶۷ رائج معتمدہ مفتی یہ یہی ہے کہ قبول ہبہ رکن نہیں تحقیق یہی ہے کہ ہبہ میں قبضہ سے ملک اور قبول دونوں ثابت ہوتے ہیں۔ ۳۹۳
۲۱۹	والدین اپنے روپے سے جائیداد خرید کر بیٹے کو اپنے بچوں کے نام لکھاتے ہیں یہ تملیک ہبہ ہے	۱۶۸ قبضہ بلا اذن یا بہ اذن اسی مجلس ہبہ میں ضروری نہیں، بعد کو بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ قبضہ سے پہلے رد نہ ہو۔ ۳۹۳
۲۲۳	ہبہ بالعوض ابتداءً و انتہاءً بیع ہے۔	۱۶۹ قبول ہبہ کے رکن نہ ہونے کی دلیل اور اس کی نظیر۔ ۳۹۴
۲۸۵	ہبہ بے قبضہ تمام نہیں۔	۱۷۰ واہب نے مہوب کو فارغ نہ کیا اور کہا کہ قبضہ دلادیا، تو کذب ہوگا۔ ۳۹۶
۲۸۵	زوجیت مانع رجوع ہبہ ہے۔	۱۷۱ بے اجرت لوگوں کو مکان دے رکھا ہے اس مکان کو اپنے چھوٹے لڑکوں کو ہبہ کیا ہبہ صحیح ہے رہنے والوں کا تخلیہ ضروری نہیں۔ ۳۹۶
۳۱۶	مرض الموت کا ہبہ رضائے ورثہ پر موقوف ہوتا ہے۔	۱۷۲ مہوب لہ کا غیر واہب کے املاک اسباب سے خالی ہونا ضروری نہیں۔ ۴۰۰
۳۱۶	شرکت طاریہ مفر ہبہ نہیں۔	۱۷۳ مرتن، اجیر یا عاریۃً مقیمین کے علاوہ کوئی مکان میں ہو وہ مکان کا قابض نہیں، نہ اس کے رہنے سے مہوب لہ کے قبضہ میں فرق آئے۔ ۴۰۱
۳۸۴	عام طور سے باپ بیٹے کے نام کوئی چیز خریدنا ہے تو مقصد ہبہ کرنا ہوتا ہے۔	۱۷۴ مہوب لہ کا ہبہ کے وقت ملک واہب سے خالی ہونا ضروری نہیں قبضہ کے وقت خلوص درستی ۴۰۲
	مرض موت کا ہبہ وصیت کے حکم میں ہے۔	
	اعتراضات مفتی (۱) قبضہ ناقضہ	
	۱۶۵	

قبضہ نامہ کے بعد واہب زندگی بھر مکان موہوہ
میں غصباً یا اجارہ رہے ہبہ میں کچھ خلل نہیں۔ ۴۰۳
گواہوں نے یہ کہا "زید نے اپنے لڑکے کو یہ
دکان دی" اور لڑکا عرصہ دراز سے اس میں
صرف کرتا رہا تو دینا یعنی ہبہ مانا جائے گا۔ ۵۸۳
نابالغ کو دینے کی نیت سے جو کچھ بنوایا نابالغ
کی ملک ہو گیا۔ ۵۸۶

شفعہ

شفعہ کے بارے میں ایک استفتاء۔ ۲۰۰
شفیع کو جائداد کے بیع کے قابل مجھوسہ خبر
ملے ہی یہ اعلان کرنا چاہئے کہ میں شفیعہ کا طالب
ہوں، ذرا سی تاخیر بھی شفیعہ باطل کر دے گی،
اسی کو طلب مواثبت کہتے ہیں۔ ۳۶۰
بالغ یا مشتری یا جائداد کے پاس جا کر لوگوں کو
گواہ بنانا بھی ضروری ہے کہ میں شفیعہ طلب کرتا
ہوں، اس کو طلب اشہاد کہتے ہیں مواثبت
کے بعد یہ بھی ضروری۔ ۳۶۰
اگر کوئی شفیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد
سے قبل خصومت کرے شفیعہ باطل ہوگا۔ ۳۶۰
شفیع کو طلب اشہاد سے قبل علم نہ ہو سکا تو
یمین کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور یمین
مشتری پر، اور طلب اشہاد سے پہلے علم کا
مقرر ہو، اور طلب مواثبت کا مدعی تو یمین
شفیع پر۔ ۳۶۱

طلب اشہاد کا انکار ہوتا ہے مشتری کی
قسم ہے، ہاں یہ اور شفیع دونوں بینہ پیش
کریں تو شفیع کا بینہ اولیٰ ہوگا۔ ۳۶۲
ہبہ صرف زبان سے مکمل نہیں ہوتا۔ ۴۲۴
مردہ کو گواہ قرار دینے سے ہبہ ثابت نہ ہوگا۔ ۶۲۴
قابل تقسیم چیز کا ہبہ بلا تقسیم صحیح نہیں۔ ۶۲۵
احد المتعاقدين میں سے کوئی قبضہ سے پہلے
مر جائے ہبہ باطل ہے۔ ۶۲۵
دعویٰ ہبہ اس بات کا اقرار ہے کہ مدعو بہ
واہب کی ملک ہے۔ ۶۲۵

اجارہ

بیٹے نے باپ کی مزدوری کی، یہ جائز نہیں۔ ۱۶۸
اجیر اور مہتمن کا قبضہ مستقل ہے۔ ۳۹۶
اب فتویٰ اسی پر ہے کہ امامت کی اجرت
جائز ہے۔ ۵۵۸

- جَب شفیع کے گواہ خود ہی کہیں علم کے بعد فوراً طلب مواثبت نہیں ہوئی شفعہ باطل ہوگا۔ ۲۶۴
- شفیع کے ایک معاملہ سے سوال۔ ۵۶۶
- شفیع نے بیع کو صراحۃً تسلیم کیا ہو یا دلالتاً تسلیم کے لئے حدود بیع کی تعیین ضروری نہیں۔ ۵۶۸
- شفیع کا ایک معاملہ ۷۱۱
- جَب مدعی کا حق شفعہ صرف بعض بیع میں ہو تو شفعہ کے صفت میں تفریق جائز ہے۔ ۷۱۴
- ### قسمت
- تین حصہ داروں میں دو نے ایک کی رضا کے بغیر تقسیم کی، یہ تقسیم باطل ہے۔ ۱۵۷
- دو حصہ داروں نے جائیداد تقسیم کی تیسرے کا جائیداد میں جُز شائع تھا تقسیم تو ردی جائیگی۔ ۱۵۷
- ### رہن
- رہن مع قبضہ صحیح ہے لیکن اس سے مرہن کا منافع اٹھانا جس کو رہن دخلی کہتے ہیں ناجائز ہے ۲۳۲
- رہن ملک مرہن نہیں ہوتا۔ ۲۶۲
- مرہن رہن کو ہبہ نہیں کر سکتا۔ ۲۶۲
- رہن مشاع فاسد ہے۔ ۲۶۵
- رہن دخلی شرعاً حرام ہے۔ ۲۶۵
- رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہے۔ ۲۶۵
- انتقال مرہن کے بعد اس کے ورثہ اس کی جگہ مرہن ہو جاتے ہیں۔ ۲۶۵
- راہن یا مرہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔ ۲۶۵
- راہن زیور چاندی کا بنائے، مرہن سلور کا، مرہن کے گواہ نامقبول ہوئے، راہن نے نہ قسم کھائی نہ انکار کیا تو فیصلہ کی راہ مسدود ہوگئی۔ ۳۷۵
- یہ کہنا کہ مرہن نے شئی مرہن نہ کرایہ پر دیا لہذا کرایہ اور مرہن کے جملہ محاصل حق راہن نہیں غلط ہے۔ ۷۰۶
- صحیح حکم یہ ہے کہ مرہن مرہن کو بے اجازت راہن کرایہ پر دے تو کرایہ مرہن کی ملک بغیث ہے صدقہ کرے یا راہن کو دے۔ ۷۰۶
- راہن نے مکان مرہن پر قبضہ کا دعویٰ گواہوں سے ثابت کر دیا تو رہن ثابت ہوگی، اگر راہن کا اس مکان پر قبضہ ہو تو مرہن کی طرف سے عاریۃً مانی جائے گی۔ ۷۲۷
- مشاع کا رہن فاسد ہے مگر رہن میں صحیح و فاسد سب کا حکم ایک ہے۔ ۷۲۸
- راہن نے صرف رہن کا دعویٰ کیا تو دعویٰ مسکوع نہیں اگرچہ گواہوں نے قبضہ کی بھی گواہی دی۔ ۷۲۹
- راہن نے قبضہ کا بھی دعویٰ کیا لیکن قبضہ کے گواہ نہ پیش کرے گا تب بھی رہن ثابت نہ ہوگا۔ ۷۳۰
- مرہن پر مرہن کے قبضہ سے پہلے راہن کو

- رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ ۷۳۰
صرف دستاویز میں قبضہ کا ذکر ہوا اور گواہوں
سے اس کی تصدیق نہ ہو سکی تو بھی رہن
ثابت نہیں۔ ۷۳۰

یمین

- گواہوں سے حلف لینا شرعاً جائز نہیں۔ ۱۰۱
گواہوں پر حلف رکھنا باطل ہے۔ ۱۳۳
گواہ کو حلف دلانا بعض علما کے نزدیک
قاضی مجتہد کی رائے پر موقوف ہے۔ ۱۳۴
قسم کھانے کی صدق کے غلبہ ظن کا حصول ہے ۱۳۴
آج کل جمہور نے حلف عام ہو گئی۔ ۱۳۵
مدعی کا حلف مسلم نہیں۔ ۱۳۵
گواہی نہ ہونے کی صورت میں شوہر کو قسم
کھلائی جائے، قسم کھا کر طلاق کا انکار کر دے گا
تو عورت کا دعویٰ رد ہو جائے گا اور قسم
کھانے سے انکار کرے تو طلاق ثابت
ہو گی۔ ۲۳۴
گواہ کی موجودگی میں مدعا علیہ نہ تو خود قسم
کیا سکتا ہے نہ مدعی قسم طلب کر سکتا ہے۔ ۲۸۹
تکلیف کی ایک صورت کی توضیح۔ ۲۹۲
تکلیف میں احتیاط یہی ہے کہ دعویٰ کے
جُز و کُل دونوں کو شریک کیا جائے۔ ۲۹۴
حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے جو پیریز دعویٰ
سے خارج ہیں ان پر نہیں۔ ۲۹۴
- یمین نہ تو دعویٰ فاسدہ پر مرتب ہوتی
ہے نہ معدوم پر۔ ۲۹۴
حلف میں آج کل جو کچھ کہلایا جاتا ہے مثلاً واللہ
اس باب میں جو کہوں گا حق کہوں گا یمین منعقدہ
ہے اور مدعا علیہ پر یمین غوس لازم ہے۔ ۲۹۸
ایسی چیز پر تکلیف صحیح نہیں جس کے انکار سے
مدعا علیہ پر دعویٰ کی ڈگری نہ دی جاسکے۔ ۲۹۹
مدعی کی طلب پر حلف لینا حاکم کا کام ہے خود
مدعی حلف دلانے صحیح نہ ہو گی۔ ۳۰۰
مدعی مال سے بری کر سکتا ہے حلف سے نہیں،
یہ تو حاکم کا حق ہے۔ ۳۰۰
مدعی اور حاکم دونوں مدعا علیہ کو حلف سے بری
کریں تو بھی بری نہ ہو گا۔ ۳۰۱
حلف بروجہ صحیح تام نہ ہوتی، تو گواہی کے طلب
پر قاضی نے دلائی ہو، دوبارہ صحیح طور پر قسم دلانا
ضروری ہے۔ ۳۰۲
متولی وقف، وصی اگر متعلقہ اشیاء میں کوئی
عقد خود کریں تو انھیں قسم دلائی جاسکے گی ورنہ
نہیں۔ ۳۰۳
جھوٹی گواہی کا کوئی کفارہ نہیں، آئندہ کے لئے
کسی بات کی جھوٹی قسم کھانے کا کفارہ ہے۔ ۳۰۴
جہاں شہادت ناقابل اعتبار ہو مدعا علیہ کو
قسم دلائی جائے گی۔ ۳۰۴
حاکم تنہا قسم کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، مدعی
قسم طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ پر قسم رکھے۔ ۳۰۴

- ۴۶۲ "خدا کی قسم سچ کہوں گا" یمن منعقدہ ہے۔
 ۱۳۷ کوئی اعزاز کا منصب دینا جائز نہیں۔
 ۴۶۲ کوچہ غیر نافذہ میں انھیں لوگوں کا حق ہے جن
 ۱۴۱ کے دروازے قدیم سے اس کوچہ میں ہوں۔
 ۴۶۲ ایسے راستہ میں تصرف کے لئے اس کے
 ۱۴۲ ہر ہر ساکن کی اجازت ضروری ہے۔
 ۴۷۴ ایسے کوچہ میں اپنی حد سے اوپر نیا دروازہ قائم
 ۱۴۲ کرنا ظلم ہے۔
 ۴۷۷ کوچہ غیر نافذہ کے تمام شرکائے دروازہ کیلئے
 راضی ہو گئے کہ ایک نے اپنا مکان بیچ دیا،
 نیا پڑوسی آیا وہ راضی نہیں تو دروازہ نہیں
 ۱۴۲ توڑا جاسکتا۔
 ۱۰۳ باپ نے بیٹے کو کچھ دینے کے لئے کہا، اور نہیں
 ۱۶۷ دیا تو باپ پر جبر نہیں ہو سکتا۔
 جو شخص کسی قسم کا تہر و تسلط رکھتا ہو اس کو کسی قسم
 ۱۲۰ کا تحفہ اور دعوت خاصہ قبول کرنے کا اختیار
 نہیں۔
 ۱۷۰ ماتحت اپنے افسر کی دعوت قبول کر سکتا ہے
 جس پر اس کا دباؤ نہ ہو۔
 ۱۷۰ ایسے شخص سے ہدیہ و دعوت بھی قبول کر سکتا
 ہے جو اس منصب سے پہلے بھی اس قسم کا
 ۱۷۰ معاملہ رکھتا تھا۔
 ۱۲۹ اپنے قریبی محارم کا ہدیہ قبول کرنے میں ائمہ کا
 ۱۷۰ اختلاف ہے۔
 کام پڑنے کے وقت مذکورہ بالا اصحاب سے بھی
- ۴۶۲ یمن منعقدہ میں کفارہ کی ادائیگی سے کام نکل سکتا
 ہے۔
 ہفت اقلیم اور لاکھ روزے بھی یمن غموس کا
 کفارہ نہیں ہو سکتے۔
 قسم اور مقسم میں جو زیادتی تاکید کے لئے ہو وہ
 مضر نہیں۔
 قسم اور مقسم میں سکوت سے فاصلہ ہو تو قسم
 صحیح نہیں۔
 ۴۷۷ گواہ کے لئے پابند نماز پابند جماعت ہونا ضروری
 ہے ورنہ گواہی تسلیم نہ کی جائے گی۔
 ۱۰۳ جاہل کی گواہی بھی نامقبول، جاہل فاسق ہوتا ہے
 راسی، فاسق، پاگل، نابالغ، فاجر العقل کی
 گواہی مقبول نہیں۔
 ۱۲۰ شہادت کے لئے اسلام شرط ہے غیر مسلم
 کی شہادت نامقبول ہے۔
 ۱۲۳ دائرہ شخصی کرانے والا مرد و الشہادت ہے
 ۱۲۶ آجکل عموماً فیشن ایبل ہوٹلوں میں ملازمین کو
 شراب اور سور کے گوشت کا اہتمام کرنا ہوتا
 ہے یہ فسق ہے۔
 ۱۲۹ فاسق شرعاً گواہ نہیں ہو سکتا۔
 ۱۲۹ باپ کی گواہی اولاد کے حق میں معتبر نہیں۔
 ۱۲۹ جن لوگوں کے پیشے علانیہ فسق کے ہوں جیسے

- ۱۷۱ ہدیہ و دعوت نہیں قبول کر سکتا۔
دعوت نہ قبول کرنے کی علت تہمت رعایت ہے
اس لئے دعوت کے بعد بھی رعایت نہ کرنے
کی عادت سے دعوت جائز نہیں ہو سکتی۔ ۱۷۱
کافروں سے دینی کام میں مدد لینا جائز نہیں۔ ۱۷۹
مکانات کی بے پردگی کے مسائل۔ ۲۰۸
انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلق اختیار
رکھتا ہے۔ ۲۰۸
اپنے نقصان کی وجہ سے پڑوسی کو اپنی ملک
میں تصرف کرنے سے روک نہیں سکتے۔ ۲۰۸
اپنی بے پردگی سے پڑوسی کو دروازہ اور جنگلہ
رکھنے سے روک نہیں سکتے، خود اپنے پڑوسے
کا انتقام کریں۔ ۲۰۸
فاسق کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہے
فاسق کی قضا اور شہادت دونوں صحیح ہے
البتہ قاضی بننے والا شہادت قبول کرنے والا
گنہگار ہوں گے۔ ۲۲۳
استغراق جائیداد بے قبضہ شرعاً
ناجائز ہے۔ ۲۳۲
آج کل کے وکلاء جس طرح جرح کرتے ہیں
کہ گھیر کر سچ کو جھوٹا بناتے ہیں، یہ سخت
ممنوع ہے۔ ۲۴۶
اپنے حق مرور سے باہر کو یہ غیر نافذہ میں دروازہ
کھولنے میں اختلاف فتویٰ ہے، معتقد اور
ظاہر الروایہ یہ ہے کہ جائز نہیں۔ ۲۵۲
- کسی کے مکان کا پانی پڑوسی کے مکان سے
ہو کر بہتا رہا ہو تو اس پڑوسی کو اس پانی کے
روکنے کا حق نہیں۔ ۲۸۰
پڑوسی کو نالی بند کرنے کا حق نہیں۔ ۲۸۱
فقیر باپ اپنے مالدار لڑکے کے مال سے
ضرورت بھر چرا سکتا ہے۔ ۳۱۵
نامقبول شہادت کو سن کر وقت ضائع کرنا
مکروہ تحریمی ہے۔ ۳۲۲
رشوت دے کر فیصلہ لینا حرام ہے۔ ۳۶۹
رشوت دینا اور لینا کب حرام ہے اور کب نہیں۔ ۳۶۹
حرام کھانے پر جبر بلا وجہ شرعی باطل ہے۔ ۳۷۲
ایمانی وعدہ کا مسئلہ ۳۷۳
وعدہ کی وفا پر جبر نہیں ہو سکتا۔ ۳۷۴
حقوق العباد کے معاملہ میں احتیاط لازم ہے۔ ۳۸۲
اپنی دیوار میں چھت کے قریب روشندان رکھنے
سے پڑوسی کو روکنے کا حق نہیں۔ ۵۰۶
جب دروازے اور جنگلے سے نگاہ عورتوں کی
قیامگاہ پر پڑے تو بند کرنے کا حکم
دیا جائیگا۔ ۵۰۶
جب ضرر ممکن التحرر ہو اور صاحب ملک بچاؤ
کرنے تو اس کو اپنی ملک میں تصرف سے
روکا نہیں جاسکتا۔ ۵۰۹
حرام کھانے سے فاقہ بہتر ہے۔ ۵۶۶
رشوت لینے دینے والے دونوں جہنمی ہیں، کسی
کا حق چھپانے یا اپنا نکالنے کے لئے جو دیا جائے

وصیت

۱۶۵ وارث کیلئے وصیت درست نہیں۔

میراث

۱۵۷ ایک ترکہ کی تقسیم

۱۶۸ میراث کا حق اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اس کو نہ باپ باطل کو سنکتا سے نہ بیٹا رد کر سکتا ہے

۱۶۹ باپ حالت صحت میں اپنی ملک زائل کر دے تو حق وراثت ختم ہو جائیگا۔

۱۹۲ دین اگر ترکہ کو مستغرق نہ ہو تو وارث اپنا حصہ بیع کر سکتا ہے۔

۱۹۵ دین ادا کرنے سے قبل ترکہ میں اور میت کے دین میں مہرہن جائیداد میں ورثہ کا تصرف نافذ نہ ہوگا۔

۲۱۲ کسی وارث کا مورث کے دین سے حصہ رسدی ادا کرنا اس کے تصرفات کو جائز نہ کریگا

۲۱۴ ساقیہ تک کل دین ادا نہ ہو جائے۔

۲۱۴ وارث دین ادا کر کے ترکہ چھڑا سکتا ہے

۲۳۸ ترکہ کی تقسیم موت کے بعد ملک منتقل ہو جاتی ہے۔

۲۴۰ ایک وارث نے میت کا قرضہ کسی پر شابت کیا سب وارثوں کو حصہ ملے گا۔

میت کی ماں کے مہر میں سے میت کی بیوی کا

وہ رشوت ہے، اپنے اوپر سے ظلم دفع کرنے کو جو دیا جائے وہ رشوت نہیں۔

۵۸۷

۵۸۸ غیر مسلموں کو بیع بنانا حرام ہے۔

۵۸۸

مستتر کہ راستہ کو اپنے گھر میں شامل کرنا ظلم ہے

۵۹۱

ایسے راستہ میں دروازہ اور کھڑکی لگانے کا وہاں کے باشندوں کو حق ہے۔

۵۹۱

کوچہ سر بستہ میں اپنے دروازہ سے اوپر دروازہ قائم نہیں کر سکتے۔

۵۹۲

ایک شخص اپنی ملک میں کتنی ہی اونچی دیوار اٹھائے پڑوسی کو ہوا اور دھوپ بند ہونے کی شکایت کا حق نہیں۔

۵۹۸

کسی کا اپنے ملک میں ایسا تصرف جس سے دوسرے کا مکان گرجائے یا روشنی بالکل بند ہو جائے ممنوع ہے۔

۵۹۹

مدعی کا مدعا علیہ سے خرچہ وصول کرنا مشہراً جائز نہیں۔

۶۰۱

کسی عورت کو بے پردہ بالقصد دیکھنا موجب فسق ہے۔

۶۱۳

آج کل کچھروں میں وکیلوں کے حرج کی مذمت۔

۶۲۹

ناہان قدیم سے جدھر ہے اسی طرف بہانے کا حق حاصل ہے، اس کے خلاف تصرف بیجا ہے۔

۷۳۳

- ۲۴۰ کس جہت سے کتنا ہوگا۔
 ۲۴۱ ایک جائیداد کی تقسیم اور حقیقت سے متعلق مختلف مقدمات اور فتاویٰ کا جائزہ۔
 ۲۴۲ فاسق یا مستور کی تعدیل صحیح نہیں۔
 ۲۴۳ لا دعویٰ کسی شرط واقعی پر متعلق کرنا بلا شرط موثر کے ترکہ سے کس دین کی ادا مقدم ہے۔

فوائد اصولیہ

- ۲۴۴ لا دعویٰ ہے۔
 ۲۴۵ مقبوض المقبوض مقبوض۔
 ۲۴۶ وجہ ثالث
 ۲۴۷ قابض القابض قابض
 ۲۴۸ ترکہ ثبوت ملک ہے۔
 ۲۴۹ قائمہ دعویٰ الزام ہے بواسطہ اقامت حجت۔
 ۲۵۰ مجہول میں الزام متحقق نہیں ہوتا۔
 ۲۵۱ عین کی معرفت وصف سے نہیں ہوتی۔
 ۲۵۲ کسی کلام مستقل میں کوئی قید ہو تو دوسرے کلام مستقل میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔
 ۲۵۳ مطلق کا اقرار مقید کا اقرار نہیں۔
 ۲۵۴ حقوق العباد میں دعویٰ شرط شہادت ہے۔
 ۲۵۵ انتقار شرط سے مشروط منقہ ہو جاتا ہے۔
 ۲۵۶ عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔
 ۲۵۷ احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے۔
 ۲۵۸ مکان محلہ سے خاص ہے۔
 ۲۵۹ مکان سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کر سکتی۔
 ۲۶۰ نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں۔
 ۲۶۱ فعل بامور کی نسبت امر کی طرف ہوتی ہے۔
 ۲۶۲ حقوق العباد میں تقدم دعویٰ خود شرط شہادت ہے۔
 ۲۶۳ بے صحت دعویٰ شہادت ہرگز مسموع نہیں۔
 ۲۶۴ مجتہد فیہ میں قاضی مطلق جس پہلو کا فیصلہ کرے نافذ نہ ہوگا۔
 ۲۶۵ مرور مدت مانع سوال تزکیہ نہیں۔
 ۲۶۶ عالم عادل حاکم کا حکم اس وقت قابل اپیل ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں خطائے بین ہو۔
 ۲۶۷ حاکم عادل کے حکم کے صواب ہونے میں تردد ہو تب بھی اپیل مسموع نہیں۔
 ۲۶۸ دعویٰ دلیل شرعی (گواہ) سے ثابت ہوتا ہے۔
 ۲۶۹ ظاہر کا فائدہ مدعا علیہ کو پہنچتا ہے مدعی کو نہیں۔
 ۲۷۰ ثبوت عند القاضی عقد کے گواہ اور اقرار عاقد کے گواہ دونوں طرح ہو جاتا ہے۔
 ۲۷۱ زیادات بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔
 ۲۷۲ اقل متیقن ہوتا ہے۔

- ۴۴۹ الخطای شبہ الخط۔
- ۴۵۱ سکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں ہوتا۔
- ۴۵۳ قضائے قاضی کو جس قید سے مقید کیا جائے اس کے ساتھ مقید ہوگی۔
- ۴۵۵ فقہی پر بھی خبر متواتر مقبول ہے۔
- ۴۷۱ بلا ثبوت اثبات محض باطل و نامقبول ہے۔
- ۴۷۱ دعویٰ شرط قضا ہے۔
- کسی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دینے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔
- ۴۸۸ مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی رائے پر عمل کرنے کا حکم یہ حضور کی خصوصیت نہیں ہے۔
- ۴۹۰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مشورہ کرنا واجب تھا، یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔
- ۴۹۰ ہر حاکم مشورہ لے کر اپنی رائے پر عمل کر سکتا ہے اگرچہ تمام راویوں کے خلاف ہو جبکہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو۔
- ۴۹۰ صاحب رائے صاحب اپنی رائے پر چلے اور دوسرے جو اس درجہ کے نہیں، وہ بھی اسی کی رائے پر چلیں۔
- ۴۹۱ خود فقہ اور صاحب رائے نہیں تو افتہ اور اورع کی رائے پر چلے۔
- ۴۹۱ بہر مجتہد کا بعض مسئلہ جمہور کے خلاف ہے۔
- ۴۹۲ اجماع کے لئے ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اتفاق درکار ہے۔
- ۴۳۸ قبلت و معیت جمع نہیں ہو سکتیں۔
- دلیل کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دینا درست نہیں۔
- ۴۳۹ عدم ذکر ذکر عدم نہیں
- ۴۳۹ طلب خصوصیت سے پیشتر کی طرف اسناد علم اور اسناد علم الی الماضی میں فرق ہے۔
- ۴۶۰ جمہور حنفیہ کے نزدیک مستثنیٰ علم میں مسکوت عنہ کے ہوتا ہے۔
- ۴۶۳ تناقض دعویٰ جس کا ضرر بجانب مدعی ہے مانع صحت دعویٰ نہیں۔
- ۴۶۵ تناقض اور جہز و متروک میں فرق ہے۔
- ۴۶۷ تناقض وہ مبطل ہے جس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہو۔
- کوئی آدمی کسی سے کچھ لکھوائے عرف عام میں فعل امر کی طرف منسوب ہوگا۔
- ۴۷۱ عاقل کا کلام صحت پر محمول کیا جائے گا۔
- ۴۹۷ الشیء اذا ثبت ثبت بلوانہ۔
- ۴۹۸ غیر موزوں پر موزوں کا قیاس صحیح نہیں۔
- ۴۱۰ تقسیم اور شرکت میں منافاة ہے۔
- ۴۱۲ شرع میں مازعنی پر ہے اس کے مقت بل میں صورت کا لحاظ نہیں۔
- ۴۱۲ بغیر رکن کے وجود شئی محال ہے۔
- ۴۱۲ مجہول مقررہ قرآن سے تعین نہیں کی جاسکتی۔
- ۴۳۸ ظاہر اور قرینہ مدعی کو مفید نہیں۔
- ۴۴۹ اعتبار اس کا ہے جو نفس الامر میں واقع ہو

- کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماع ٹھہرانا سخت سے سخت نادانی ہے۔ ۴۹۳
- شہر بھر کے فقہاء کا اتفاق تو اجماع و رکسار فقیہ کے مقابل اصلاً نہیں ہوتا۔ ۴۹۳
- مجتہد کا اپنی رائے چھوڑ کر دوسروں کی رائے پر عمل کرنا صحیح نہیں۔ ۴۹۳
- حکم شرع مصرح بحکم واحد میں اسی کی اتباع ضروری ہے، چاہے صدر کی رائے ہو یا اراکین کی، کل کی ہو یا بعض کی، یا کسی کی نہ ہو۔ ۴۹۵
- حکم شرع مصرح بحکمین بلا ترجیح آرا یا بتصح جانہیں ہو، اس میں اختیار ہے کہ جس پر چاہے عمل کرے۔ ۴۹۵
- من ابئی ببلیتین اخیاراھونہما۔ ۵۰۰
- حدیث لا ضرر ولا ضرار عام مخصوص منہ البعض ہے۔ ۵۰۴
- نفس قرآنی کے خلاف اجتہاد بے اصل ہے۔ ۵۱۹
- شرعیات کی بحث صرف احکام شرعیہ سے ہے ۵۲۴
- ولایت شرعیہ کبھی فقیر مفلس کو بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ ۵۲۱
- کہیں سلطان اسلام کو بھی حاصل نہیں۔ ۵۲۱
- عدم صحت تعلد القضا عن الکافر معتد علیہ مسئلہ ہے۔ ۵۲۳
- نصوص میں جاہل سے مراد غیر مجتہد ہے۔ ۵۵۱
- عدم اخلاص سے نفی ثواب ہو گا کہ نفی صحت۔ ۵۵۴
- مسئلہ قضا بالرشوة پر نااہل قاضی کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ۵۵۸
- اجتہاد کے لئے لیاقت درکار ہے۔ ۵۶۱
- نفس قرآنی کے خلاف اجتہاد حرام ہے۔ ۵۶۱
- مشہورہ بقول محض ہو تو زمان و مکان کا اختلاف مضر نہیں۔ ۵۷۴
- شہادت کبھی بھی موجب نہیں ہوتی ہمیشہ مخبر ہی ہوتی ہے۔ ۵۷۵
- ظاہر حال مدعی کو مفید نہیں۔ ۵۸۰
- جملہ مستقلہ اور مربوط سے گواہی میں فسوق پڑتا ہے۔ ۶۰۷
- فصل کبھی مباشر کبھی آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے ۶۲۳
- عدم ذکر ذکر عدم نہیں، ایسے اختلاف خود قرآن میں ہیں۔ ۶۲۶
- قول ضعیف قاضی مجتہد کے فیصلہ سے قوی ہو جاتا ہے۔ ۶۵۵
- جو فیصلہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو باطل ہے۔ ۶۵۵
- مدعی کا ظاہر حال جس دعویٰ کی تکذیب کرے مقبول نہیں۔ ۶۷۲
- سوال جواب میں دہرایا ہوا مانا جاتا ہے۔ ۶۸۰
- شہادت میں مجاز مقبول نہیں۔ ۶۹۵
- استصحاب حال کی گواہی حادث گواہی کے خلاف معتبر نہیں۔ ۷۲۱
- مستور کی گواہی جب تک دلائل صادقہ سے غلبہ ظن نہ ہو جائے مردود ہے۔ ۷۲۳
- مکان کا پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک۔ ۷۳۳

ولایت

۴۷۴ نابالغوں کی ولایت سے متعلق ایک سوال۔
باپ کے ہوتے ہوئے نہ داد اکو حق ولایت
ہے نہ نانی کو۔

۴۷۴ باپ کو اپنی بیوی کے مہر سے انکار ہوا ورنہ بچے
نابالغ ہوں باپ کو اس مقدمہ میں ہرگز
نابالغوں کا ولی نہیں بنایا جاسکتا۔ قاضی کسی
امین مشفق و مصلح کو وصی مقرر کرے۔

۵۲۰ ولایت کے اقسام

۵۲۰ ولایت عرفیہ بادشاہوں کو حاصل ہے۔

۵۲۱ ولایت عرفیہ اور شرعیہ کے گیارہ فرق۔

۵۲۱ باپ کے سامنے سلطان کو دوبارہ نکاح ولایت
شرعیہ حاصل نہیں ہوتی۔

۵۲۱ ولایت خاصہ ولایت عامہ سے اقویٰ ہے۔

۵۲۳ بادشاہوں کا مقصد صرف ولایت عرفیہ ہے۔

۵۲۳ ولایت عرفیہ شرعاً بھی عام ہے، ہندو مسلم
کسی کی تخصیص نہیں۔

۵۲۳ اسلام نے ولایت دینیہ کو اہل اسلام کے
ساتھ خاص فرمایا۔

۵۲۴ ولایت عرفیہ زیر اثر احکام تکوینیہ ہے۔

۵۲۴ جو لوگ دارالحرب میں مسلمان ہوئے سلطان

۵۲۸ اسلام کو بھی ان پر ولایت نہیں۔

۵۲۸ اختلاف دارین قاطع ولایت ہے۔

۵۲۸ بہت سے امور میں خود سلطان اسلام کو مسلمانوں پر

۵۲۸ ولایت نہیں۔

۵۲۸ عظیم کے ادیار کی موجودگی میں قاضی اور سلطان

۸۳ کاتصرف نافذ نہیں۔ افتاء و رسم المفتی

۹۴ قول منقول فی المذہب کے خلاف امام
بن ہمام کی بحث مقبول نہیں۔

۹۴ امام ابن ہمام درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔
ڈاکٹر کی تجویز ظن و تخمین ہے، یہ شہادت
نہیں، اس کی بنیاد پر کوئی حکم نہیں
لگایا جاسکتا۔

۱۲۲ گواہوں کے حلف دلانے کا قول مرجوح مخالف

۱۳۵ مخالف اجماع مذہب ہے۔

۱۳۵ قول مرجوح پر فیصلہ فتویٰ جمل و خلاف اجماع ہے

۱۶۵ مذہب کا بیان مسموع نہیں۔

۲۰۴ جو اکثر کا قول ہے اسی پر عمل ہے۔

۲۰۵ قاضیوں کی تصحیح دوسرے پر مقدم ہے۔

۲۱۰ فتویٰ مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع
واجب ہوگا۔

۲۱۰ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے وہ مرجوح

۲۱۰ ہے اور ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔

۲۵۳ متون نقل مذہب کے لئے ہیں۔

۲۵۳ قاضیوں کی تصحیح سے عدول نہیں کرنا چاہئے۔

۳۰۸ ایک غلط فتویٰ کی تنقید۔

۳۰۸ مذکورہ بالا حلف کے بارے میں اگر کوئی یہ
کہے کہ ہم حلف کو نہیں جانتے تو کوئی جرم نہیں

۳۰۸ قائل پر کفر و فسق کا فتویٰ جہالت۔

۳۰۹ جاہل کو فتویٰ دینا حرام ہے۔

۳۰۹ جو بے علم فتویٰ دے آسمانوں اور زمین کے

- فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔ ۳۰۹ روایت جو مذہب امام کے خلاف ہو مسلم نہیں۔ ۴۵۰
- من لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل۔ ۳۰۹ بے اخذ الکوخی کا لفظ مفتی بہ ہونے کی
- مدعی اور منکر کی شناخت علماء پر بھی مشکل ہے۔ ۳۰۹ علامت نہیں۔ ۴۵۰
- مسلمان پر معصیت کا حکم لگانے سے قبل تنقیح ضرور کر لینا چاہئے۔ ۳۰۹ اصل مذہب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی خاص ملک میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، یہی ظاہر الروایۃ متعدد علماء کا مفتی بہ اور ائمہ حنفیہ کا قول ہے۔ ۵۰۲
- نادرہ کو ان کا مذہب بتانا غلط ہے۔ ۳۲۷ جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ پر روایت نادرہ پر عمل صحیح نہیں۔ ۳۲۷
- جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارا مذہب نہیں۔ ۳۲۷ عمل ہوگا۔ ۵۰۲
- متاخرین نے بطور استحسان دفع ضرر بین پر نگاہ رکھی۔ ۳۲۷ قول مرجوح پر فتویٰ جبل اور خرق اجماع ہے۔ ۳۲۷
- عمل اسی پر ہے جو اکثر کا قول ہے۔ ۳۲۷ راشی کے فیصلہ کے عدم نفاذ کی وجہ ہو جو
- امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ ۳۲۷ ابن ہمام کی فخریہ ہے لائق اعتناء نہیں۔ ۵۵۶
- مفتی و حاکم دونوں پر واجب ہے کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص و یاں کے رسم و رواج پر لحاظ کریں۔ ۳۵۱
- کسی جگہ کے اپنے رواج کے ساتھ دوسری جگہ کا رواج معارض نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ کیسا ہی عام کیوں نہ ہو۔ ۳۵۱
- شخص مجوٹ کے افعال و حرکات کے خلاف عام رسم و رواج پر حکم نہیں ہو سکتا۔ ۳۵۱
- عمل ہمیشہ استحسان پر ہوتا ہے۔ ۳۹۳
- لفظ ناخذ اعناظم لفظ افتا سے ہے۔ ۳۹۴
- قاضی ابوسعف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی
- ۶۵۰ خلاف ہے۔

- جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے
ائمہ کا مذہب نہیں ہے۔ ۶۵۱
قول مرجوح پر قضا و افتاء جہل اور خرق
اجماع ہے۔ ۶۵۱
امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ اور قضا
واجب ہے۔ ۶۵۱
شہادت کی تعریف اور اس کے قبول کی
شرائط کا بیان۔ ۹۳
جامد اور غیر منقولہ کی تعیین اشارہ سے بھی
ہو سکتی ہے۔ ۹۵
قاضی مطلق اور قاضی مقید کا بیان
اشیائے مشہورہ کے بارے میں امام صاحب
اور صاحبین کا اختلاف۔ ۹۶
رفع اشتباہ کی صورت میں نام و لقب
کافی ہے ورنہ باپ کا نام اور امام صاحب
کے نزدیک داد کا نام ضروری ہے۔ ۹۹
لفظ اشہد بلفظ المضارع رکن شہادت
ہے۔ ۱۰۱
فیصلہ کے چھ اطراف کا ذکر۔ ۱۰۲
شرع میں عالم کی تعریف اور علم کی حد۔ ۱۰۳
آن دس چیزوں کا بیان جن میں شہادت
کے لئے حضور اور مشاہدہ ضروری نہیں۔ ۱۱۳
کس کی گواہی کس کے حق میں مقبول نہیں۔ ۱۱۶
بہت سی باتیں ضمنًا ثابت ہوتی ہیں قصداً
نہیں۔ ۱۱۶
ضمنًا ثابت ہونے والی چند چیزوں کی
مثالیں۔ ۱۱۶
شہادت حسبہ کا بیان
گواہی اور دعویٰ میں مطابقت نہ ہونے کی
ایک صورت اور اس کا حکم متفحصین۔ ۱۳۹
حقیقت کے ایک سوال میں پانچ متفحصین۔ ۱۵۶

منطق

- رقعہ و کاغذ میں بعض مواقع میں عام و خاص
کی نسبت ہوتی ہے خاص کی نفی عام کی نفی
کو مستلزم نہیں۔ ۳۷۱
قدیم سلبی مفہوم ہے۔ ۴۱۴
عرفیہ اور شرعیہ میں عام خاص من وجبہ کی
نسبت ہے۔ ۵۲۱
ترک سلام و کلام مہاجرت ہے، مہاجرت
اور عداوت میں عام و خاص من وجبہ کی
نسبت ہے۔ ۶۳۶

لغت

- لفظ بیوہ کی تحقیق
شیخ ابو العباس کے لفظ امناء کی توضیح۔ ۴۳۳
لفظ "چند کس" نو تک بولا جاتا ہے۔ ۴۶۴

فوائد فقہیہ

- شاہد کسے کہتے ہیں۔ ۹۳

- جاہل قاضی شرع ہو سکتا ہے۔ ۱۷۵
- صرف قبائلیہ سے شرعاً کوئی حکم نہیں ثابت ہوتا۔ ۱۸۰
- چودہ امور میں دہوی کے بغیر گواہی مسموع ہے۔ ۱۸۴
- حکم اس کو کہتے ہیں جس کو طرفین فیصلہ مقرر کریں۔ ۱۸۸
- متاخرین نے لاضرر و لاضرار پر فتویٰ دیا لیکن یہ بھی وہاں جہاں ضرر شدید ہو۔ ۲۱۰
- لاضرر و لاضرار کا لحاظ دونوں طرف ہونا چاہئے۔ ۲۱۲
- دلائل شرعیہ تین ہیں: بقینہ، اقرار، نکل۔ ۲۱۵
- عقود و معاملات میں صرف معنی کا اعتبار ہے۔ ۲۱۹
- شہادت اقرار کے بعد تفتیش عقد کی حاجت نہیں رہتی۔ ۲۲۱
- کتابت کی تین قسم ہے۔ ۲۲۱
- دلیل نیت کی صورتیں ۲۲۱
- بیع کی گفتگو دو معنوں میں مستعمل ہے۔ ۲۲۲
- غیر ثقہ اہل شہادت ہے۔ ۲۲۳
- حاکم کے پاس شہادت اقرار کے بعد ایجاب و قبول کے گواہی کی ضرورت نہیں۔ ۲۲۹
- ہر ہر وطن معقود علیہ ہے۔ ۲۳۲
- فیصلہ دستاویز یا دستخط پر نہیں گواہی پر ہے۔ ۲۴۲
- بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں۔ ۲۸۳
- بیع بال عوض اور ہبہ بشرط العوض کا فرق۔ ۲۸۳
- ہبہ بشرط العوض المعین ابستدار ہبہ اور انتہاء بیع ہے۔ ۲۸۳
- زوجیت کے ثبوت کی چار صورتیں۔ ۲۸۵
- تمام دی کا عذر شرعاً کوئی چیز نہیں۔ ۲۸۸
- وزن قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں۔ ۲۹۵
- اشیاء غائبہ میں قیمت کا ذکر مدعی کی تعیین کے لئے ہوتا ہے۔ ۲۹۵
- قیمت کی معرفت وصف سے ہوتی ہے۔ ۲۹۵
- تیمین اور بیع میں ذراع وصف ہے اور لغو ہے دعویٰ اور شہادت میں اس کا اعتبار ہے۔ ۲۹۶
- شرعی قضا کا طریقہ ۳۰۵
- بعد کی اجازت پہلے کی نکالت کے مثل ہے۔ ۳۲۱
- ایک اختلاف میں تطبیق۔ ۳۳۱
- آدمی کی شہادت اپنے فعل پر نامقبول ہے۔ ۳۳۱
- آجکل کی اصطلاح کا وکیل نکاح سفیر محض ہوتا ہے۔ ۳۳۳
- در مختار کی ایک عبارت کی توضیح۔ ۳۴۷
- مشاہدہ اور ثابت بال شہادہ کا ایک حکم ہے۔ ۳۵۰
- اصل یہ ہے کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ ۳۵۷
- سینہ کا اجمار، مونے زیر ناف کا اگنا، ۳۸۳

- ڈاڑھی، آواز کا بوجھل ہونا شرعاً مثبت بوجھ نہیں۔ ۳۵۸
- عوام اس کو مدعی کہتے ہیں جو کچھری میں پہلے نالش کر دے، شرع میں بسا اوقات اس کا الٹا ہوتا ہے، مدعی اور مدعا علیہ میں تمسین دشوار کام ہے۔ ۳۵۴
- فقہاء جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں کا قول معتبر ہے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ قسم کے بعد۔ ۳۷۷
- سب معاملات میں سن کر گواہی دے سکتے ہیں۔ ۳۸۰
- شہادت بالتسامع کی علت۔ ۳۸۰
- حکم کے چار ارکان کا بیان۔ ۴۱۲
- ثالثی کے لئے فریقین کی فیصلہ کے وقت تک رضا مندی ضروری ہے۔ ۴۳۰
- چند شخص ثالث ہوئے تو ان کا متفق علیہ حکم ہی نافذ ہوگا۔ ۴۳۲
- وکیل، وصی، ناظر، قاضی، سب کا یہی حکم ہے۔ ۴۳۲
- رواج عام واجب العرض کا مطلب۔ ۴۳۹
- دستاورز پر فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ۴۴۷
- اعتبار اس کا ہے جو تمسک لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا۔ ۴۴۹
- شرع مطہر نرے کاغذی جمع خرچ پر اصلاً لحاظ نہیں فرماتی۔ ۴۵۵
- ابطال تاجیل کی مختلف وجہیں۔ ۴۷۰
- قسط بندی ایک قسم اجل ہے۔ ۴۷۱
- اجل حق دیون ہے۔ ۴۷۱
- ایک ایسی صورت جس میں بظاہر مدعی پر بیئہ نہیں اور مدعا علیہ پر قسم نہیں۔ ۴۷۳
- اقرار اور وعدہ کا قاعدہ کلیہ۔ ۴۸۳
- مقصد علیہ الرحمۃ کی تحقیق کہ حکم کی دو قسمیں ہیں: شرعی اور غیر شرعی۔ ۴۹۴
- حکم شرعی وغیر شرعی کی تعریفیں اور مثالیں۔ ۴۹۴
- ضرر بین کی چار شرطیں۔ ۵۰۴
- ولایت مجبرہ کی تعریف۔ ۵۱۹
- قضاء اعظم الولایات اور شہادت اذنی الولایات ہے۔ ۵۲۷
- تعیین کے دو طریقے ہیں: اشارہ اور بیان حدود۔ ۵۶۷
- کذب و اکذاب میں فرق ہے۔ ۵۷۲
- دعویٰ صرف مدعی کا قول ہوتا ہے اور شہادت اسی کی مخبر۔ ۵۷۵
- اقرار اور دعویٰ کا فرق۔ ۵۸۴
- وآہب کے "دیا" کہنے اور شاہد کے "دیا" کہنے میں فرق ہے، قرائن قول معطی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ۵۸۵
- مجبور شخص اور مجبور شے پر گواہی نامقبول۔ ۵۹۵
- شخص غائب کی تعیین کے لئے باپ اور دادا دونوں کا نام ضروری ہے۔ ۵۹۵

- ۴۷۰ دلال پر اللہ تعالیٰ کی لعنت۔
- ۵۶۴ خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ اور علانیہ کی علانیہ۔
- ۶۹۸ جو علم مقدار فرض کفایہ نہ سیکھے فاسق مردود الشہادۃ ہے۔
- ۶۲۶ اسلام میں تسلیم ملک کے بعد تہادی کوئی چیز نہیں۔
- کفالت، حوالہ، قذف، وصیتہ، رہن، دین، قرض، بیع و شراء، عتاق، وکالت، طلاق، اقرار، ابرار میں زمان و مکان میں اختلاف قبول شہادت میں مضر نہیں۔

فضائل و مناقب

- ۲۴۵ عارف اسباب جرح، عالم دین کو ترجیح دی جائیگی۔
- ۲۴۵ وصف علم سب پر رائج ہے۔
- قرآن مجید غلط تعبیر اور تقریر علی الغلط سے طاہر و منزہ ہے۔
- ۵۲۲
- ۶۸۲ کی طرف اشارہ ضروری ہے۔
- ۶۸۳ شاہد کا حاضر کو پہچاننا ضروری۔

ضمان و تاوان

- مترہن نے مہون تلف کر دی تو قرض ساقط اور مترہن سے فاضل کا تاوان دلایا جائے گا۔ ۳۷۸

تاریخ و تذکرہ

- فرعون اور قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ ہے۔
- ۳۳۸ امام سرخسی و امام بزدوی کے سن ہائے وفات ۵۵۸
- علامہ شامی کا سن وفات۔ ۵۵۸
- زمانہ فخر الاسلام (۵۴۸۲) میں عام طور سے قاضی عدل ہوتے تھے۔ ۵۵۹
- مفتی ابو مسعود کا سن وفات۔ ۵۵۹
- ۱۰۱ گواہ جھوٹ بولے تو اس کی ہلاکت ہوگی۔
- جو کسی کی ایک بالشت زمین ظلماً لے قیامت کے دن ساتویں طبق تک دھنسا دیا جائیگا۔ ۱۴۳
- وآرت کو حق میراث سے محروم کرنے والے کے لئے حدیث میں وعید شدید۔

ترغیب و تنبیہ

- ۱۶۹ جھوٹے گواہ کے بارے میں حدیث میں وعید شدید۔
- ۳۰۴ اولاد کا والدین کے حقوق کا لحاظ نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
- ۳۱۰ اطاعت والدین کے ترغیب کی ۸ حدیثیں۔
- ۳۱۰ رشتہ دینے والے، لینے والے اور ان کے

قرض

بھائی کے کفن دفن میں جتنا بطریق سنت خرچ کیا

- وہ مجرا کر سکتا ہے۔ ۱۷۸
عورت کی زمین پر اس کی اجازت سے اسی
کے لئے مکان بنایا تو مکان عورت کا ہوگا خرچہ
عورت پر قرض ہوگا۔ ۱۸۲
آج کل خلافتِ جنس پر قابو پائے تو اپنا حق
وصول کر سکتا ہے۔ ۲۳۲
میت کے مدیون پر میت کا وارث یا وصی
دعویٰ کر سکتا ہے میت کا قرضدار نہیں۔ ۲۳۸
میت کے مدیون پر دین اور خود میت پر دین اگر
کسی اور طریقہ سے ثابت ہو جائے تو مدیون
کے مدیون پر دعویٰ ہو سکے گا۔ ۲۳۸
میت کے دولٹ کے ہوں، ایک نے باپ پر اپنا
ایک ہزار قرض بتایا اور اتنا ہی ترکہ ہے مگر
کسی اجنبی پر قرض ہے موجود دلٹ کے کی گواہی اجنبی
پر قبول ہوگی، قرضہ دوسرے دلٹ کے کے آنے
کے بعد دلایا جائے گا۔ ۲۳۹
میت پر ایک وارث کی موجودگی میں قرض
ثابت ہوا البقیہ ورثہ کے حق میں بھی ثابت
ہو جائے گا۔ ۲۴۰
غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا صحیح نہیں۔ ۲۶۳
شرعاً دواؤں مدیون کو تقسیم نہیں کر سکتے
نہ غیر مدیون سے دین کا مبادلہ ممکن ہے۔ ۲۷۵
حاکم کو قرض خواہ کی رضا کے بغیر از خود ادائیگی
قرض کی قسط بندی جائز نہیں۔ ۴۷۰
غیر دائن پر ائے دین کو موجب نہیں کر سکتا۔ ۴۷۲

- اگر دائن نے مدیون کو کہا کہ جا اور ہر مہینے مجھے
اتنے پیسے دے دیا کہ، تو یہ ناجیل نہ ہوئی۔ ۴۷۲
قرضدار نے قرض ادا کرنے کا دعویٰ کیا تو اس کو
گواہ دینا ہوگا نہ کہ قسم کھائے، گواہ نہ دے تو
قرض خواہ پر قسم ہے۔ ۴۸۲

اسماء الرجال

- احناف کے ائمہ خمسہ امام اعظم، ابو یوسف،
محمد بن حسن، زفراد حسن ابن زیاد رحمہم اللہ
تعالیٰ ہیں۔ ۲۰۹

جرح و تعدیل

- سوال اول ۲۴۲
تزکیہ شہود سے متعلق سوال۔ ۲۴۲
سوال دوم ۲۴۳
مرکز کا خود عادل ہونا ضروری ہے مجہول الحال
کسی کا تزکیہ نہیں کر سکتا۔ ۲۴۳
مرکز کے عادل ہونے کی شرط پر ائمہ ثلاثہ کا
اتفاق ہے۔ ۲۴۴
کاذب فاسق کا تزکیہ صحیح نہیں۔ ۲۴۷
متفقہ خبر اور قاضی کی تحریر صدق، خبر متواتر
کے منزہ میں ہے۔ ۲۴۷
طامع اور مفلس نہ ہونا، اور لوگوں سے اختلاف
ہونا شرط الط اور اولویت تزکیہ میں سے
ہے۔ ۲۴۵

جہاں کو اسباب جرح و تعدیل میں امتیاز دشوار ہے ۲۴۵ بتائے تو ظاہر کے خلاف ہے، اس سے گواہ

توقیت و تقویم

۳۷۵

مانگے جائیں گے۔

۳۲۰

حشمتی قوم کا رواج

۳۲۶ مردوں کی سخت گیری کے لحاظ سے عورتوں کی

۶۵۷

سکشی نادر ہے۔

مردوں کے نسبت عورتوں کو طلاق سخت

۶۵۷

ناگوار ہے۔

مردوں میں غصہ کے وقت طلاق کی وجہ عام ہے ۶۵۷

زوجہ کی ملک کو اپنی طرف منسوب کرنا شائع و

۶۵۷

ذائع ہے۔

زبان و بیان

لعان

۳۳۲

مجاورہ زبان کی تحقیق

۳۳۷ مثلاً عنین حبیبہ نکاح اہلیت لعان پر باقی ہیں

یا شوہر خود اپنی تکذیب کرے وہ باہم نکاح

۵۳۲

نہیں کر سکتے۔

سیاست

۳۳۸

قضاے دینی کے لئے پورے ملک کے

۵۴۳

بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

اسلامی ریاست کے مسلم والی قاضی مقرر

۵۴۳

کر سکتے ہیں۔

۵۴۳

تصب خلافت کے طریقے۔

۵۴۳

متغلب بھی حاکم ہو سکتا ہے۔

بغیر استطاعت و نیادہ حکومت قائم کرنے کا

مسلمانوں کو حکم نہیں بلکہ اپنے معاملات مالی اور

۳۳۹

کسی وقت کے جزو قلیل و کثیر کو پورا کہہ دینا

عرب کا دستور ہے۔

تہذیب و تمدن

۳۵۱

راہپور میں عورتوں کے رات میں پیدل گھومنے

کا رواج ہے۔

عام طور سے زیور گرو رکھنے والے سو کا مال

پچاس میں رکھتے ہیں، مہتمن اس کو ۲۵ کا

متفرقات

دیوانی بھی اس طرح کر لیں تو بہت
خوب ہے۔

۵۴۹

بر و صلہ

جو شخص کسی دوسرے کے لئے اس کی اجازت
کے بغیر اور کسی مجبوری کے بغیر خرچ کرے اس
کا معاوضہ کسی سے نہیں لے سکتا۔

۱۴۸

ورثہ میں سے کسی نے تبرعاً مورث کی طرف سے
مہر ادا کر دیا تو اس کو دوسرے ورثہ سے
مطالبہ کا حق نہیں، اور تبرع نہ ہو تو
وصول کر سکتا ہے۔

۱۹۴

گاوں لڑکے کو ہبیہ کر دیا تو اب اس کی آمدنی
میں والدین کو دعویٰ کا حق نہیں، ہاں والدین

پر پروا احسان موجب سعادت داین ہے۔
کسی کے ساتھ نیکی پر ثواب کی امید ہے مگر
استحقاق معاوضہ نہیں۔

۲۴۴

کوئی شخص نیک سلوک اور احسان کر کے
جبراً عوض نہیں مانگ سکتا۔

۲۴۴

دوسرے کے امر کے بغیر اس کا قرضہ ادا
کرنے والا اس سے واپس نہ پائے گا۔

۲۴۴

انت و مالک لابیك حکم دیانت ہے قضاء
باپ اور بیٹے کی ملک جدا ہے۔

۳۱۴

لڑکے کے مال میں مجبور باپ کے حقوق۔

۳۱۴

جامع الفصولین کی بحث
صاحب جامع الفصولین کی بحث کا منشا اور
ان کے قیاس مع الفارق کا اظہار اور مصنف
علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔

۹۸

ایک غلط فیصلہ کا ابطال
ان اشخاص کی تفصیل جو اصحاب قہر و تسلط
میں آتے ہیں۔

۱۲۴

غیبت کی مسافت کے سلسلہ میں مجتبیٰ کی
عبارت کی توضیح۔

۱۴۰

شہوت زوجیت کے ایک فیصلہ کی تنقید۔
کسی شخص کو جاننا اس کے ساتھ شناسائی و

۲۹۱

تعارف کو کہتے ہیں نہ کہ فقط نام سن لینے کو۔
چھو بارے، بتائے اور شیرینی کا اختلاف۔

۳۱۹

منہ دیکھنے میں نام لینے سے زیادہ تعین ہے۔
تبلیغ اور فعل نفس کے فرق کی مثال۔

۳۴۳

دو مہینہ دس دن کو تین مہینہ کہنے پر اعتراض
کا جواب۔

۳۴۳

ایک جملہ استثنائیہ کی توضیح۔
فتاویٰ خلاصہ کے ایک جزئیے کی تشریح۔

۳۶۳

محیط کی توثیق اور بحر کی تضعیف۔
عالمگیری کی ایک روایت کا مصداق۔

۳۶۵

دررہ الحکام اور عنایہ کی عبارتوں کی توضیح۔
تطفیل علی الفتح

۴۰۸

۴۴۹

۴۹۴

۶۱۷	تجرا لائق کے سبقت قلمی۔	۵۲۹	اشباہ پر تطفل
	معیین المحکام کی ایک عبارت کی توضیح اور	۵۳۰	تطفل علی الدر
۶۷۹	علامہ طرابلسی کی توضیح پر نظر۔	۵۴۴	عبارت ہندیہ و سکین کی توجیہ۔
	❖ ❖ ❖	۵۵۹	علامہ شامی پر تطفل



کتاب الشَّہَادَة

(گواہی کا بیان)

مسئلہ از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ رئیس بشیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ
از روئے شرع شریف کے شاہد کی کیا تعریف ہے اور کون سی شہادت شرع شریف میں مافی جاتی ہے
بتفصیل ارقام فرمائیں۔

الجواب

شاہد وہ جو مجلس قضا میں بلفظ اشہد یا گواہی میدہم (میں گواہی دیتا ہوں۔ ت) یا گواہی دیتا ہوں
کسی حق کے ثابت کرنے کی خبر دے اور قبول شہادت کے لئے شاہد کا عاقل بالغ صحیح یاد والا انکھارا اور
مدعا علیہ پر اپنی گواہی سے الزام قائم کرنے کی لیاقت والا ہونا لازم ہے، اور یہ کہ اسی شہادت میں جو جبہ
قربت ولادت یا زوجیت یا عداوت وغیرہ اس پر تہمت نہ ہو، اور فاسق کی گواہی بھی مردود ہے اور قبول
کرنے والا گنہگار، اور تفصیل تمام کتب فقہ میں ہے، درمختار میں ہے۔

اخبار صدق لاثبات حق بلفظ	کسی حق کو ثابت کرنے کے لئے مجلس قاضی میں
الشَّہَادَة فی مجلس القاضی	لفظ شہادت کے ساتھ کچی خبر دینا (شہادت شرعی
شرطها العقل الكامل	ہے) شہادت کی شرطیں یہ ہیں شاہد کا عاقل بالغ
والضبط والولاية فيشترط	صحیح یادداشت والا اور مدعا علیہ پر ولایت رکھنے والا

الاسلام لو المدعى عليه مسلما وعدم
قرباۃ ولاد او زوجية او عداوة دنیویة
او دفع مغرم او جبر مغنم۔ واللہ تعالیٰ
اعلم۔
ہوتا چنانچہ اگر مدعا علیہ مسلمان ہو تو شاہد کا مسلمان ہونا
شرط ہوگا (نیز یہ بھی شرط ہے کہ) شاہد کو مشہود کے
ساتھ ولادت یا زوجیت کے اعتبار سے قربت
حاصل نہ ہو اور نہ ہی کوئی دنیوی عداوت ہو، اور

شاہد کو اس گواہی سے دفع تاوان یا حصول منفعت جیسی سہولت بھی حاصل نہ ہوتی ہو۔ (ت)

مسئلہ ازراپور مرسلہ مولانا ظہور الحسن صاحب و مولوی ارشد علی صاحب ۲۸ ذوالقعدہ ۱۳۱۹ھ
سوال از حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب، فتویٰ محررہ مولوی منور علی صاحب دربارہ مقدمہ
فردوس بیگم مدعیہ میں جو جناب والا نے یہ لفظ تحریر فرمایا کہ مہر کی ہے؛ اگر شہادت شہود مندرجہ سوال جامع شرائط
شہادت ہے تو فیصلہ کئی مدعیہ ہونا چاہئے، آیا شرائط شہادت میں سے تعین مشہود بہ ساتھ حدود بیان کرنے کے
اگر مشہود بہ اراضی یا مکان ہو ہے یا نہیں؛ اور صرف مکان متنازعہ بول دینا بلا بیان حدود وصحت شہادت کے
واسطے کافی ہے یا نہیں؛ اور تعین مشہود علیہ و مشہودہ ساتھ ذکر اسم آب و جد کے اگر مشہورین میں سے
نہ ہوں شرط شہادت ہے یا نہیں؛ اور لفظ اشہد شہادت کے لئے ضروری ہے یا نہیں؛ اگر یوں شہادت
لی جاتی ہو کہ گواہ سے اول یوں حلف لیا **اشہد باللہ** کچھ کہوں گا بعد اس سے دریافت کیا فلاں مقدمہ میں
کیا جانتے ہو اس نے بیان شروع کر دیا اور اس بیان میں اشہد یا شہادت دیتا ہوں یا گواہی دیتا ہوں
کہ ایسا ہے نہ کہا تو یہ شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؛ اور ایسی شہادت کی بنا پر اگر قاضی فیصلہ کر دے
تو وہ فیصلہ قابل نفاذ ہے یا نہیں؟ **یَتَنَوُا تَوَجَّرُوْا** (بیان کیجئے ابرو دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس فتویٰ پر اپنی تحریر جدا گانہ لکھی ہے اور اس میں حکم احتیاط جس کا
لحاظ فتویٰ میں خصوصاً اس زمانہ شیوع جہل میں اہم ضروریات سے ہے صراحت یہ قید ذکر کی کہ دونوں گواہان مدعیہ
اگر جامع شرائط شہادت ہیں اور ان کا بیان حاکم مجوز کے سامنے حسب شرائط ہو لیا ہے تو بیع بنام فردوس بیگم
ضرور ثابت ہے اس میں تمام شرائط محل شہادت و جملہ شرائط ادائے شہادت و جمیع شرائط صحت دعویٰ
سب کی طرف اشارہ تھا کہ حقوق العباد میں تقدم دعویٰ خود شرط شہادت ہے تو بے صحت دعویٰ شہادت ہرگز مستوع
نہیں، فقیر کو معلوم تھا کہ جہل شائع ہے اور اجتماع شرائط کم متوقع ومن لم یعرف اهل زمانہ فہو جاہل
لہ درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۹۰/۲

(اور جو اپنے زمانہ والوں کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔ ت) لہذا تصریحاً بالقصد یہ قیود ذکر کریں اور اس فتویٰ کی تصدیق و تصحیح پسند نہ کی۔ مشہود برجیب عقار مثلاً ارض یا دار ہو تو شہادت میں کم از کم تین حدوں کا ذکر واجب ہے اس کے بغیر شہادت ہرگز قبول نہیں مگر یہ کہ شہود دار کے پاس حاضر ہو کر بموجب مدعی و مدعا علیہ خود قاضی یا اس کے دو امینوں کے سامنے اشارہ سے تعیین حدود ذکر دیں تو ذکر حدود کی حاجت نہیں فان تعیین الحاضر بلا شامراً (کیونکہ حاضر شے کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے۔ ت) یا اگر دار ایسی معروف و مشہور ہے کہ اس کا نام لینا ہی علم کو بس ہے تو صاحبین کے نزدیک تحدید ضرور نہیں امام اب بھی مانتے ہیں اور یہی صحیح ہے مگر اگر قاضی کہ خاص مذہب امام یا مذہب مصحح پر قضا کے ساتھ مقید نہ کیا گیا ہو بلکہ اسے قاضی کرنے والے نے اختیار دیا ہو وہ اگر ایسی مشہور دار میں بے تحدید قبول شہادت کر کے قضا کر دے گا نافذ ہو جائے گی لوقوعہ فی مجتہد فیہ (بسبب واقع ہونے اس کے مجتہد فیہ میں۔ ت) ورنہ باطل ہوگی لکونہ معزولاً فیہ کما فی البحر والاشباہ والدرر وغیرہا (کیونکہ اس میں وہ معزول ہے جیسا کہ بحر، اشباہ اور در وغیرہ میں ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

یشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہوراً خلافاً لہما الا اذ عرف الشہود الدار بعینہما فلا یحتاج الی ذکر حدودہا۔
عقار (غیر منقول جائداد) کے دعویٰ میں حدود کو بیان کرنا شرط ہے جیسا کہ اس پر گواہی میں بیان شرط ہے اگرچہ وہ عقار مشہور ہو بخلاف صاحبین کے، مگر گواہان جب دار کو خصوصی طور پر پہچانتے ہوں تو بیان حدود کی حاجت نہیں۔ (ت)

جامع الفصولین و فتاویٰ ہندیہ و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے:

شہدا ابدار وقالانعرف حدودہ اذا
مشینا الیہ لکن لانعرف اسماء
الحدود فانت القاضی یقبل
ذلک منہما اذا عدلا و یبعثہما
مع المدعی والمدعی علیہ
وامینین لہ لیقف الشہود علی
دو گواہوں نے کسی کے لئے دار کی گواہی دی اور کہا کہ ہم اگر گھر کی طرف جائیں تو اس کی حدوں کو پہچانتے ہیں مگر اس کی حدوں کے نام نہیں جانتے تو قاضی ان کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ ان دونوں گواہوں کی تعمیل ہوگئی۔ قاضی دونوں گواہوں کو مدعی مدعا علیہ اور اپنے دو امینوں کے ساتھ بھیجے گا تاکہ وہ گواہ

المحدود بحضور امينى القاضى فاذا
وقفا عليها ففلا هذه حدود دار شهدنا
به لهذا المدعى يرجعون الى القاضى و
يشهد الا ميدان انهما وقفا وشهدا باسما
المحدود فحينئذ يقضى بالدار وكذا
القريبة والمخاتوت وجميع الضياعات
الى حدود پر ہم کو واقف کیا ہے تو قاضی اس گھر کا فیصلہ مدعی کے حق میں کر دے گا اور یہی حکم ہے گاؤں،
دکانوں اور تمام غیر منقول جائیدادوں کا۔ (ت)
جامع الرموز میں ہے،

فيه رمزا الى انه يحد ولو مشهورا وهذا
عنده خلا فالهما فلولم يحد وقضى
بصححة ذلك نفذ
صاحبین کے، چنانچہ اگر بیان حدود کے بغیر قاضی نے وصیت و عوی کا فیصلہ دے دیا تو (صاحبین کے
نزدیک) نافذ ہو جائے گا۔ (ت)

مگر صرف جامع الفصولین میں اپنی رائے یہ تحریر فرمائی کہ اگر شہیدین ملک متنازع فیہ کی شہادت
دین اور مدعی و مدعا علیہ کا اتفاق ہو کہ جس دار کی انھوں نے شہادت دی ہے وہی متنازع فیہ ہے تو اصل
دار میں شہادت قبول ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے اولاً برزقش فتاویٰ امام رشید الدین سے نقل کیا
شہادتہم بالملك بلا ذکر الحد ولا تقبل (حدود کو بیان کے بغیر ملکیت پر ان کی گواہی قبول نہیں
کی جائے گی۔ ت) پھر انہی بحث ذکر کی کہ،

اقول الغرض هو التميز عند
القاضى، فينبغ ان
يصح حكمه بحسب ما تميز
میں کہتا ہوں غرض تو یہ ہے کہ وہ (دار) قاضی
کے نزدیک ممتاز ہو جائے لہذا اس کا فیصلہ
ممتازے کی حد تک صحیح ہونا چاہیے، چنانچہ

جامع الفصولین الفصل السابع فی تحديد العقار الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۰۲/۱
جامع الرموز کتاب الدعوی مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴۶۴/۴
جامع الفصولین الفصل السابع فی تحديد العقار اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۰۱/۱

اگر دو گواہوں نے متنازع فیہ گھر کے بارے میں کسی کی ملکیت کی گواہی دی اور مدعی و مدعا علیہ دونوں نے تصدیق کر دی کہ متنازع فیہ گھر وہی ہے جس کے بارے میں شہادت دی گئی تو اصل گھر کے بارے میں ان کی گواہی مقبول ہونی چاہئے اگرچہ حدود کو انہوں نے بیان نہ کیا ہو کیونکہ یہاں ایسی جہالت معدوم ہے جو اصل گھر میں جھگڑے کا باعث بنے، اگر اصل گھر کے فیصلہ کے بعد اس کی حدوں میں نزاع واقع ہو تو یہ الگ معاملہ ہے جس میں نئے سرے سے خصومت مسموع ہوگی جیسا کہ دو پڑوسیوں میں ان کے گھروں کی حدود کے بارے میں نزاع واقع ہوا نہ کہ اصل گھروں کے بارے میں تو ہر ایک کا اصل گھر اس کے حوالے کیا جائے گا اور اس کی حدوں کے بارے میں خصومت مسموع ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)۔

فلوشهدا بملك المتنازع فيه والخصمان تصادقا على ان المشهود به هو المتنازع فيه ، ينبغي ان تقبل الشهادة في اصل الدار وان لم يذكر الحدود لعدم الجهالة المفضية الى النزاع في اصل الدار فلو وقع النزاع في حدوده بعد الحكم باصله فذلك الامر آخر تسمع فيه الخصومة براسه كما ان الجارين لو تنازعا في حدود داريهما لا في اصليهما يسلم لكل منهما اصل داره وتسمع الخصومة في الحد ، والله تعالى اعلم

ظاہر ہے کہ اعتبار منقول فی المذہب کا ہے نہ کہ بحث کا، حتیٰ کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ منقول کے مقابل امام ابن ہمام کی اباحت بھی مقبول نہیں حالانکہ وہ بالغ درجہ اجتہاد مانے جاتے ہیں۔ رد المحتار کتاب الحج میں ہے،

قد قال تلميذه العلامة قاسم ان ابجاثه المخالفة للمذہب لا تعتبر فافهم

لمطاولی کتاب الطلاق فصل ثبوت النسب میں ہے، النص هو المتبوع فلا يحول على اتباعه

البحث معه ۛ ہوتے ہوئے بحث پر اعتماد نہیں کیا جائیگا۔ (ت)

اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ ت) ظاہر ان کی نظر اس طرف گئی کہ ذکر حدود کی حاجت تمیز ذات مشہودہ کے لئے ہے ولہذا فرمایا کہ بعد تصدیق خصمین اصل دار میں شہادت مقبول ہو جانی چاہئے حدود میں تنازع پڑے تو اس کا مقدمہ جدا ہو لے گا حالانکہ ذکر حدود کی ضرورت علم مقدار مشہودہ کے لئے ہے، درر و غرر وغیرہ کتب معتدہ میں ہے،

ان قدر ہا لا یصیر معلوماً الا بالتحدید۔ گھر کی مقدار کا تعین اس کی حدود کو بیان کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا۔ (ت)

تو اصل دار بلا تعین مقدار کیا چیز ہے جس کا قاضی حکم کرے یہ تو ایسا ہے کہ زید عمرو پر ہزار روپے کا دعویٰ کرے شہود شہادت دیں کہ اس کا اس پر کچھ آتا ہے کیا یہ گواہی اصل دین کے اثبات میں مقبول ہو جائے گی ہرگز نہیں،

ولم یقل به احد و به ظہر الجواب عن قیاسه علی مسئلۃ الجاریت فان شہد لم یختلفا فی اصل دارہما فالتسلیم لعدم النزاع علی جہۃ القضاء و انما یحتاج القاضی الی علم المقدار فیما یدعی به عندہ فیرید القضاء به علی المنکر۔ اس کا قائل کوئی بھی نہیں اور اسی سے مسئلہ جاریں پر اس کے قیاس کا جواب ظاہر ہو گیا کیونکہ وہاں دونوں پڑوسیوں میں ان کے اصل گھروں کے بارے میں اختلاف واقع نہیں ہوا چنانچہ وہاں قضاء کی جہت سے نزاع معدوم ہونے کی وجہ سے تسلیم متحقق ہوئی، بیشک قاضی اس بات کا محتاج ہے کہ اس گھر کی مقدار اُسے

معلوم ہو جس کا دعویٰ اس کے پاس کیا گیا ہے اور وہ منکر کے خلاف اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ (ت) اگر ایسی شہادت مقبول ہو تو لازم کہ دعویٰ بھی بلا تعین حدود قبول ہو جائے وہی وجہ وہاں بھی جاری ہے کہ اصل دین اس وقت حکم چاہتا ہے حدود میں نزاع پڑے تو یہ مقدمہ جدا ہو لے گا حالانکہ یہ جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے، خود جامع الفصولین میں ہے،

لو ادعی عقاراً فلا بد من ذکر بطلانہ اگر عقار (غیر منقول) کا کہتا تو اس شہر کا ذکر ضروری

فیما المدعی ثم من ذکر المحلۃ ثم السکۃ
ثم حدودہ فلو ذکر حدین لایکفی ولو ذکر
المثلثۃ کفی وکل جواب عرفۃ فی الدعوی
فہو الجواب فی الشہادۃ اللہ مختصراً۔
ہے جس میں مدعی ہے پھر محلہ، گلی اور عمار کی حدود کا
ذکر کرنا بھی ضروری ہے، اگر اس نے دو حدود کا
ذکر کیا تو کافی نہیں اور اگر تین کا ذکر کیا تو کافی ہے
اور جو حکم تو نے دعویٰ میں پہچانا وہی حکم شہادت میں
ہے اہ مختصراً۔ (ت)

بالمجملہ نظر حاضر میں یہ بحث قابل اعتناء نہیں مشہود کہ علیہ کی تعیین ضرور ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ وہاں
مقصود صرف رفع التباس ہے جس طرح ہو یہاں تک کہ اگر صرف نام یا تنہا لقب یا مجرد صفت ہی سے
رفع اشتباہ ہو جائے پس ہے ورنہ ذکر نام و نام پدر بالاتفاق اور نام جد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے نزدیک ضرور ہے اور یہی صحیح ہے ہاں اگر قاضی مادون صرف نام و نام پدر پر قبول کر کے قضا کر دے نافع
ہو جائے گی عورت کے لئے نام و زوجیت کافی ہے، درمختار میں ہے،

فلو قضی بلا ذکر المجد نفذ فالاعتبار التعریف
لا تکثیر المردف حتی لو عرف باسمہ
فقط او بلقبہ وحدہ کفی
اگر دادا کا ذکر کے بغیر قاضی نے قضا کر دی تو نافذ
ہو گی اس میں معتبر تو صرف پہچان کرنا ہے نہ کہ
گفتگو میں زیادہ الفاظ استعمال کرنا یہاں تک

کہ اگر محض نام سے اس کی پہچان ہو جائے یا تنہا لقب سے شناخت ہو جائے تو کافی ہے۔ (ت)
جامع الفصولین، ملقط و فصول عمادیہ و ہندیہ و منہج الغفار و تنقیح الحامدیہ میں ہے:

والحاصل ان الاعتبار انما هو حصول المعرفة
وارتفاع الاشتراك
خلاصہ یہ کہ اعتبار تو صرف شناخت کے حصول اور
اشتراک و اشتباہ کے خاتمے کا ہے (ت)

جامع الفصولین میں ہے،
المعتبر هو حصول المعرفة وارتفاع
الالتباس بائی شئی کان
اعتبار اس بات کا ہے شناخت حاصل ہو جائے
اور اشتباہ دور ہو جائے چاہے کسی بھی شے

سے ہو۔ (ت)

۱/۴۳	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل السادس	۱ جامع الفصولین
۲/۹۱	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الشہادات	۲ درمختار
۳/۲۵۹	ابواب الثالث فورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الشہادات	۳ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفصول العمادیہ
۱/۱۲۰	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل التاسع	۴ جامع الفصولین

روالمختار میں ہے،

قوله اوبلقبه وكذا بصفة كما افتي به في
الحامدية فيمن يشهد ان المرأة التي
قلت في سوق كذا يوم كذا في وقت كذا
قتلها فلان تقبل بلا بيان اسمها واسم
ابيه بحيث كانت معروفة لم يشار كها في
ذلك غير هائل

نے قتل کیا ہے تو اس عورت اور اس کے باپ کا نام بیان کے بغیر شہادت قبول کر لی جائے گی جبکہ وہ مقتولہ عورت
مشہور ہو اور اس وصف میں اس کے ساتھ کوئی اور شریک نہ ہو۔ (ت)
عقود الدرر میں ہے،

قالوا في ثبوت هلال رمضان شهدوا انه
شهد عند قاضي مصر كذا شاهد ان
برؤية الهلال وقضى القاضي بها وجد
استجماع شرائط الدعوى قضى القاضي
بشهادتهما فانظروا حفظكم الله تعالى
الى قولهم قاضي بلدة كذا ولم يذكر
اشترط اسم ابيه وجده لانه لا يلتبس
بغيره اذ القاضي في ذلك الوقت واحد
لا اثنان كما هو المعلوم

کیونکہ اس وقت شہر کا قاضی ایک ہی ہے۔ نہ کہ دو جیسا کہ معلوم ہے۔ (ت)
اشباہ میں ہے،

تكفي النسبة الى الزوج لان المقصود
عورت کی نسبت زوج کی طرف کرنا کافی ہے کیونکہ

لفظ اشہد قطعاً رکن شہادت ہے بے اس کے شہادت شہادت ہی نہیں قبول و عدم قبول تو دوسرا درجہ ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے :

دکنھا لفظ اشہد لا غیر الی قولہ فتمحیث : شہادت کا رکن لفظ اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) ہے نہ کہ اس کا غیر (ما تین کے قول فتمحیث تک)۔ (ت)

انہیں میں ہے :

لزم فی الكل من المراتب الاربع لفظ اشہد چاروں مراتب میں سے ہر ایک میں لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع وکل ما لا یشرط برصیغہ مضارع بالاجماع لازم ہے، اور جس جگہ یہ فیہ ہذا لفظ کطہا سرة ماء و رؤیة ہلال لفظ شرط نہیں جیسے پانی کی طہارت اور چاند کی رویت فہو اخبار لا شہادة۔ تو وہ خبر دینا ہے نہ کہ شہادت۔ (ت)

شروع شہادت سے پہلے یہ کہلو الینا کہ اشہد باللہ سچ کہوں گا، ہرگز کافی نہیں کہ وہ حلف ہے نہ کہ شہادت، اور اشہد کلام شہادت پر داخل ہونا لازم نہ کہ حلف پر، شاہدوں سے حلف لینا تو شرعاً جائز بھی نہیں کما فی السداد وغیرہ لانا اھونا یا کواھم (جیسا کہ دروغ وغیرہ میں ہے) کیونکہ ہمیں گواہوں کے احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ (ت) ظاہر ہے کہ حکام و شہود و خصوم و تمام حُقار ان الفاظ کو حلف ہی سمجھتے حلف ہی کہتے حلف ہی کی نیت کرتے ہیں اور رکن شہادت وہ اشہد ہے جو معنی خیر ہو نہ وہ کہ معنی حلف و قسم ہے، تبیین الحقائق و عالمگیریہ میں ہے :

دکنھا لفظ اشہد بمعنی الخبر دون رکن شہادت لفظ اشہد ہے جبکہ خبر کی نیت القسم ہے سے ہو نہ کہ قسم کی نیت۔ (ت)

اشہد باللہ سچ کہوں گا ایک قسم ہو گئی جس کا کفارہ بہت آسان ہے کلام شہادت پر اشہد داخل نہ ہوا جس میں غلط گوئی موجب ہلاکت ہوتی،

۱۔ الاشیاء والنظار الفن الثانی کتاب الشہادات إدارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۸۶

۲۔ درمختار شرح تنویر الابصار " مطبع مجتبائی دہلی ۲/۹۰

۳۔ " " " " ۲/۹۱

۴۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ تبیین الحقائق " نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۲۵۲

کما نص عليه العلماء الكرام في حكمة عدم
تحليف الشاهد و وضع هذا اللفظ عوضه
ان شاهد الزور لما اراد اهلاك مال المشهود
عليه عوض باهلاك ذاته بخلاف ما لو
حلف اذ كان يسيرا عليه كفارته -
جیسا کہ گواہوں سے حلف نہ لینے اور اس کے بجائے
لفظ اَشْهَد رکھنے کی حکمت کے بارے میں علماء کرام
نے نص فرمائی ہے کہ جھوٹا گواہ جب مشہود علیہ کے مال
کی ہلاکت کا ارادہ کرے تو اس کا بدلہ اُسے
ہلاکت ذات کی صورت میں ملتا ہے بخلاف قسم کے
گواہ پر اس کا کفارہ ادا کر دینا آسان ہوتا ہے (ت)

غرض ایسی شہادت ہرگز شہادت نہیں اور اس پر جو قضا ہوا اصلاً نافذ نہیں
لا تنفاء احد اطراف القضاء وهو الطريق
فان القاضي انما يقضى بالبينّة او النكول
او الاقرار فاذا انعدمت النعم والقضاء -
اطراف قضا میں سے ایک یعنی طریق کے منتفی ہونے
کی وجہ سے کیونکہ قاضی گواہوں یا انکار مدعا علیہ
یا اقرار مدعی علیہ کے ذریعے ہی فیصلہ کرتا ہے جب یہ
معدوم ہوں تو قضا بھی معدوم ہوگی (ت)

فتاویٰ خیرہ میں ہے : و مما نظمه ابن الغرس في الفواكه البدريّة (ابن الغرس نے
فواکہ بدریہ میں نظم کیا - ت) سے

اطراف كل قضية حكمية
حكم ومحكوم به وله
ست يلوح بعدها التحقيق
ومحكوم عليه وحاكم وطريق
(ہر قضا کے چھ اطراف ہوتے ہیں جن کے بعد تحقیق ظاہر ہوتی ہے : حکم ، محکوم بہ ، محکوم لہ ،
محکوم علیہ ، حاکم اور طریق - ت)

وبفقد واحد من اطراف القضية يفقد
الحكم وبذلك يعرف بطلان المحضر
المذكور - والله تعالى اعلم -
اطراف قضا میں سے ایک کے مفقود ہونے کی
وجہ سے حکم مفقود ہو جاتا ہے اور اسی سے مذکورہ
دستاویز کا بطلان بھی معلوم ہو جاتا ہے - واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹ شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ نکوہ ہندہ کو دوسرے ضلع سے اپنے مکان کو روانہ کیا، اثنائے راہ میں بکر بنیت فاسد بھگا کر اپنے یہاں لے گیا، زید نے ناکش فرار کی، ہندہ نے بیان کیا زید مجھے جائداد لکھ دینے کو کہتا تھا میں نے نہ لکھی اس نے تین بار کہا میں نے تجھے طلاق دی اور شہادت میں اپنا حقیقی بھائی اور رشتہ کا چچا اور ایک عورت کہ روٹی پکانے پر ہندہ کے یہاں ٹوکرے پیش کرتی ہے اور یہ تینوں شخص جاہل وغیرہ یا بہتہ نماز ہیں اس صورت میں طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو بھروا۔

الجواب

طلاق و نکاح ہم مسلمانوں کے شرعی و دینی معاملے ہیں ان کا ثبوت اسی طور پر ہونا لازم جس طرح شریعت مطہرہ میں مقرر کیا گیا ہے، شریعت مطہرہ میں پابند نماز نہ ہونا تو معاذ اللہ حد درجہ کافسق ہے تمارک جماعت کی گواہی سے بھی طلاق ثابت نہیں ہوتی۔ عالمگیری میں ہے،

کل فرض له وقت معین كالصلوة والصوم
اذا اخو من غیر عذر سقطت عداۃ اللہ
جس فرض کا وقت معین ہے جیسے نماز اور روزہ اگر
کوئی بلا عذر اس میں تاخیر کرے تو اس کا عادل
ہونا ساقط ہو جاتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

اذا ترك الرجل الصلوة استخفا فابا للجماعة
بان لا يستعظم تفوية الجماعة كما يفعله
العوام اذ مجانة او فسقا لا تجوز شهادته
اگر کوئی شخص بطور تحقیر باجماعت نماز نہ پڑھے یا اس طرح
کہ جماعت کے فوت ہو جانے کو کوئی بڑی بات
نہ سمجھے جیسا کہ عوام الناس کرتے ہیں یا بلا وجہ
یا بطور فسق و فجور جماعت کو ترک کرے تو اسکی گواہی ناجائز ہے۔

اور ان کا جاہل ہونا دوسری وجہ ان کی رد شہادت کی ہے، درمختار میں ہے،

لا تقبل شهادة الجاهل على العالم
لفسقه بترك ما يجب تعلمه شرعاً
جاہل کی گواہی عالم کے خلاف قبول نہیں کی جائیگی
کیونکہ جن احکام شرعیہ کا سیکھنا اس پر واجب ہے

فحينئذ لا تقبل شهادة على مثله ولا على غيره وللحاكم تعزيره على تركه ذلك ثم قال والعالم من يستخرج المعنى من التركيب كما يحق وينبغي له بطور تعزير من ادعى سكتا ہے پھر کہا کہ عالم وہ ہے جو تراکیب الفاظ سے معنی کا استخراج کر سکے جیسا کہ ثابت اور مناسب ہے۔ (ت)

پھر عورت میں تیسری وجہ اور ہے کہ وہ ہندہ کی نوکر ہے اور نوکر کی گواہی آقا کے حق میں مقبول نہیں، درمختار میں ہے،

لا تقبل شهادة الاجير الخاص لمستاجره مستأنفة او مشاهرة او المخادمة الخ۔
اجیر خاص (مزدور یا نوکر) کی گواہی اپنے مستاجر کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی چاہے اجرت سالانہ ہو یا مایانہ، یا اجیر خاص سے مراد خادم (تابع یا شاگرد خاص ہے)۔ (ت)
پس صورتِ مستفسرہ میں طلاق ثابت نہیں زید و ہندہ بدستور زوج و زوجہ مانے جائیں گے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ریاست ٹونک محلہ موخیل وزیر گنج مرسلہ حسن رضا خاں ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسماۃ ہندہ مدعیہ کے شوہر کا انتقال ہو گیا اس نے خسر ضامن مہر و نیز مدعا علیہ ثانی ضامن چڑھاوا و جہیز پر تین دعوے عدالت شریعت میں پیش کئے۔ ثبوت ہر مدعوئی میں ہشت مع قاضی شہادتیں شرعیہ بمواجهہ مدعا علیہم پیش ہوئیں کہ عدالت شرعیہ میں پذیرا و تسلیم ہو چکیں و حصر بھی فریقین سے کر چکی تھی و نیز مدعا علیہم کے بیانات سے بھی اقرار ثابت ہے، اذخالت ثبوت سے بعد پانچ ماہ کے ایک مدعا علیہ نے درخواست خلاف شرع پیش کی کہ اب گواہان مدعیہ پر جرح ہے تزکیہ کرا دیا جائے، وکیل مدعیہ نے بھی عرض بدیں خلاصہ پیش کی کہ اب جرح کرنا مدعا علیہ کا اور درخواست تزکیہ کی شہ عانا جائز ہے، پس تزکیہ ایسے وقت میں ایسے معاملہ داد و ستد میں جس کا مذکورہ بالا ہو چکا ہے بعد پانچ ماہ کے درست ہے یا نہیں؟ یتوا تو جروا۔

الجواب

اگر بیان مدعا علیہم سے دعویٰ مدعیہ کا اقرار ثابت ہو لیا جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے جب تو خود واضح کہ یہ درخواست جرح گواہان اصلًا قابل سماعت نہیں خود ان کا اقرار ان پر ڈگری ہونے کو کافی فانه حجة شرعية يكفي للقضاء على صاحبہ فكما ان المدعى لا يكلف باقامة بيينة بعد اقرار المدعى عليه وكذلك لا يكلف باثبات عد التهم اذ كل ذلك صار مستغنى عنه بعد ۵۔

اس لئے کہ اقرار حجت شرعیہ ہے جو اقرار کرنیوالے پر قضاء کے لئے کافی ہے، تو جس طرح مدعا علیہ کے اقرار کے بعد مدعی گواہ پیش کرنے کا مکلف نہیں بنایا جاتا اسی طرح وہ گواہوں کی عدالت ثابت کرنے کا مکلف بھی نہیں بنایا جائے گا۔

کیونکہ اقرار کے بعد ان تمام چیزوں کی حاجت نہیں رہتی۔
علامہ تصریح فرماتے ہیں کہ اگر بعد اقامت بیئہ مدعا علیہ نے اقرار کر دیا تو اس پر ڈگری بوجہ اقرار ہوگی نہ کہ بوجہ بیئہ۔

في رد المحتار عن البحر الرائق لواقصر البحر الرائق کے حوالے سے رد المحتار میں مذکور ہے بعد البيئۃ يقضى به لا بهاء۔
کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کی طرف سے گواہ پیش کرنے کے بعد اقرار کر لیا تو فیصلہ اقرار کی بنیاد پر ہوگا نہ کہ گواہوں کی بنیاد پر۔ (ت)

تو اب گواہوں کی عدالت و عدم عدالت سے کیا بحث رہی بلکہ خود بوجہ اقرار مدعا علیہم پر ڈگری ثابت اور اگر بوجہ کافی ان کے بیان سے ثابت نہ ہو تو دیکھا جائے کہ قاضی نے گواہوں کا تزکیہ کر لیا یعنی اگر خود ان کی عدالت سے آگاہ تھا تو مزکی معتمد سے ان کے عدل جائز الشہادۃ ہونے کی تفتیح کر لی تھی یا نہیں اگر چکا تھا تو اس حالت میں بھی یہ جرح مجرود کی درخواست ناقابل شنوائی ہے کہ بعد تزکیہ جرح مجرود پر گواہی گزری تو وہ بھی نامقبول ہے نہ کہ مدعا علیہ کا برا بیان۔ درمختار میں ہے :

لا تقبل الشہادۃ علی جرح مجرود بعد تزکیہ کے بعد جرح مجرود پر شہادت قبول نہیں التعديل (ملخصًا) کی جائے گی (ملخصًا)۔ (ت)

اور اگر ہنوز تزکیہ نہ ہوا تھا کہ مدعا علیہم نے یہ درخواست دی تو بلاشبہ قاضی پر واجب کہ یہ

درخواست سنے اور عدالت شہود کی تحقیقات کرے اگرچہ ادائے شہادت کو مہینے گزر چکے ہوں کہ مرور مدت مانع سوال تزکیہ نہیں اور مذہب مفتی پر یہ نتیجہ اس زمانہ میں مطلقاً لازم اور بعد طلب و طعن مدعا علیہ تو بالاتفاق کی جائے گی، درمختار میں ہے :

لا یسأل عن شاهد بلا طعن من الخصم الا
فی حد وقود وعندہما یسأل فی الكل
ان جہل بحالہم ، بحر ، بہ یفتی
کوئے جبکہ قاضی کو ان کا حال معلوم نہ ہو ، بحر ، اسی پر فتویٰ ہے ۔ (د ت)
ردالمحتار میں ہے :

قوله یسأل ای وجوباً قال فی البحر والمحصل
انہ ان طعن الخصم سأل عنہم فی الكل و
الا سئل فی الحدود والقصاص وفی غیرہا
صحل الاختلاف - واللہ تعالیٰ اعلم
ورنہ حدود وقصاص میں دریافت کرے جبکہ باقی مقدمات میں محل اختلاف ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د ت)
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو اپنی زندگی وصحت میں بعوض دین مہر کے اپنی جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ قیمتی تھینچا چار سو روپیہ کے دی اور قبضہ کر دیا اب زید مر گیا ورثہ نے اپنے حصہ کا دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ جائیداد متروکہ ہے ہندہ نے بیان کیا میرا مہر پانچ سو روپیہ کا تھا اور میرا خاوند زید بعوض دین مہر کے گواہوں کے روبرو مجھے قبضہ دے گیا ہے اور شہادت معتبر سے یعنی دو گواہوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ زید نے ہمارے سامنے بعوض دین مہر کے ہندہ کو جائیداد دی اور قبضہ کر دیا لیکن تعداد دین مہر کی یاد نہیں کہ کس قدر تھا تو اس صورت میں مہر ہندہ کا وہی سمجھا جائے گا جو زید اپنی زندگی میں دے مرا یا مہر مثل لازم آئے گا یا کم از کم مہر دس درہم سمجھا جائے گا اور ورثہ بھی اس جائیداد میں حصہ پائیں گے یا نہیں ؟ بتینوا تو جروا ۔

اسی میں عبسوط سے ہے :

١ رد المحتار كتاب الشهادات باب الاختلاف في الشهادة وارجاء التراث العربي بيروت م/٣٩٠
٢ " " " " " " " " م/٣٩٠

منحة النخلاق على البحر الرائق میں کلام مذکور کے بعد فرمایا :

ولان الجهالة انما تؤثر لانها تفضي الى
منازعة مانعة من التسليم والتسلم
الاترى ان ما لا يحتاج الى قبضه فجبالته
لا تصرف وهو المصالح عنه بخلاف
ما يحتاج الى قبضه وهو المصالح عليه فاذا اقر
باستيفاء الثمن فلا حاجة هنا الى تسليم الثمن
فجبالته لا تمنع القاضي من القضاء بحكم
الاقرار احره ومن تأمل هذه الكلمات ظهر
له الحكم في مسائلنا هذه فظهر اربابنا والله
تعالى اعلم.

اس لئے کہ بیشک جہالت یہاں مؤثر ہے کیونکہ وہ ایسے
نزاع کا باعث ہے جو تسلیم و تسلیم سے مانع ہے کیا
تو نہیں دیکھتا کہ جہاں قبضہ کی حاجت نہ ہو اس کی
جہالت مضر نہیں اور وہ مصالح عنہ ہے (جس شے پر
نزاع واقع ہوا) بخلاف اس چیز کے جس پر قبضہ کی
حاجت ہے اور وہ مصالح علیہ ہے (جس شے پر صلح
ہوتی)۔ اور جب بائع نے ثمن وصول کر لینے کا اقرار
کر لیا تو یہاں تسلیم ثمن کی حاجت نہ رہی لہذا ثمن کی
جہالت قاضی کو بوجہ اقرار قضا سے مانع نہیں ہوگی
جو شخص ان کلمات میں غور کرے اس پر ہمارے
زیر بحث مسئلہ کا حکم خوب واضح ہو جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرعیات میں اس مسئلہ میں کہ جو عورت قوم طوائف بوجہ آشنائی
کسی مرد کے پاس عرصہ دراز تک بغیر ہونے نکاح کے بچخانہ اور ہم صحبت رہی اور پھر اس مرد نے بوجہ مذکور
جو ہبہ نامہ جائیداد مشترک کا بنام ہذا عوض دین مہر کے اس عورت کے نام لکھ دیا اور اس میں لکھا ہو کہ نکاح
میرا ساتھ اس کے ہو گیا ہے تو یہ اقرار مرد کا بمقابلہ حقدار شرعی شخص ثالث کے شرعاً ثبوت ہونے نکاح کا کافی
ہے یا نہیں؟ اور شہادت سماعی یا کسی شخص واحد کی کافی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور شرعاً شہادت کیسی اور کن
آدمیوں کے واسطے ثابت ہونے نکاح کے جائز اور معتبر ہوگی؟ اور ایسا ہبہ نامہ بھی جائیداد مشترک کا شرعاً
جائز ہے یا نہیں؟ بتینوا تو جہرا۔

الجواب

شہادت شخص واحد کی ثبوت نکاح کے لئے کافی نہیں، دو مرد یا ایک مرد و دو عورت عادل ہونا چاہئے
فی الدر المختار و نصابہا لغيرها من
الحقوق سواء كانت الحق ما لا او
در مختار میں ہے، امور مذکورہ کے سوا دیگر حقوق
میں نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے

علیٰ کو نہ قاضیا و کذا اذاری رجلا و امرأة
یسکنان بیتا و ینبسط کل واحد الی الآخر
انبساط الازواج لہ

توصل ہے کہ وہ اس کے قاضی ہونے کی گواہی دے
یوں اگر مرد اور عورت کو ایک گھر میں رہائش پذیر اور
ایک دوسرے سے میاں بیوی کی طرح بے تکلفی کرتے
دیکھا تو ان کے نکاح کی گواہی دے سکتا ہے (ت)

اور صرف اقرار مرد بھی ثبوت نکاح کے لئے کافی ہے بلکہ بعد اقرار کے منکر ہو اور عورت اس کی حیات میں یا بعد
موت کے تصدیق نکاح کرے تاہم نکاح ثابت اور زن مستحق ارث و مہر ہے،

فی العالمگیریۃ رجل اقر انه تزوج فلانة بالف
درہم فی صحۃ او مرض ثم حجده و صدقة
فی حیاته او بعد موتہ فهو جائز و لہا
المیراث و المہر الخ۔

عالمگیریہ میں ہے، اگر کسی مرد نے حالت مرض یا صحت
میں اقرار کیا کہ اس نے فلان عورت سے ہزار درہم
کے عوض نکاح کیا ہے پھر اس اقرار سے انکار کیا
حالانکہ عورت نے اس مرد کی زندگی میں یا اس کی

موت کے بعد اس کی تصدیق کی تو نکاح جائز ہوگا اور عورت میراث اور مہر کی مستحق ہوگی الخ (ت)
اور ہر بالعوض حکم بیع میں ہے مشابہ و مشتکہ ہونا جو وہب کا اس کی صحت کو مضر نہیں بلکہ حصہ
واہب میں ہیہ صحیح و نافذ ہے گا،

فی الدر المختار اما لو قال و هبتك بكذا
فهو بیع ابتداء و انتہاء و فیہ ایضا
و بطل بیع قن ضم الی حرب بخلاف قن ضم
الی قن غیرہ فیصح بخصتہ فی عبدہ ۴
ملتقطا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

در مختار میں ہے کہ اگر کسی نے کہا میں نے یہ چیز اتنے
کے بدلے تجھے بیہ کی تو یہ ابتداء اور انتہاء بیع
ہے اور یہ بھی اسی میں ہے کہ اس غلام کی بیع باطل
ہے جس کو آزاد کے ساتھ ملا کر فروخت کیا جائے
بخلاف اس غلام کے جس کو دوسرے کے غلام کے
ساتھ ملا کر بیچا جائے کیونکہ یہاں بائع کے حصہ کی بیع اس کے غلام میں صحیح ہوگی اھ التقاط ، واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۱۵۸/۳	مطبع یوسفی کھنؤ	کتاب الشہادت	۱۵۸/۳
۲۰۶/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الاقرار الباب السادس عشر	۲۰۶/۴
۱۶۲/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب المہر	۱۶۲/۲
۲۳/۲	” ” ”	کتاب البیوع باب البیع الفاسد	۲۳/۲

مسئلہ از سیلپور مسئلہ قاضی فراست علی صاحب ۱۳ جہادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

مسماۃ کا بیان ہے کہ میرے نکاح کو تخمیناً اٹھارہ برس ہوئے مسی عبد الرحیم کے ساتھ ہوا عرصہ دو ڈھائی ماہ کا ہوا کہ میرے خاوند نے یہ دو مرتبہ کہا کہ تجھ کو طلاق ہے کہ جو تو اس بات کو صحیح نہ کرادے بعد اس کے چند شخصوں نے طرفین کو سمجھا کر جھگڑا دور کر دیا پھر دوبارہ کہ عرصہ بارہ روز کا ہوا صندوق مجھ سے میرے خاوند نے مانگائیں نے ان کو منع کیا وہ صندوق مجھ سے لیتے تھے اور میں نہیں دیتی تھی میرے شوہر نے یہ لفظ کہا کہ تجھ کو طلاق جو تو کچھ نہ گزارے، پھر مجھ سے کہا کہ تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے تجھ کو طلاق ہے اس وقت میاں محمد امین اور میری والدہ موجود تھیں اور زود جو حسین بخش کہ میرے اور ان کے درمیان میں ایک دیوار ہے اس پر کھڑی ہوئی تھیں سوائے اس کے اور کوئی موجود نہ تھا محمد امین میرے ماموں کا لالا کا ہے اور یہ جھگڑا میری والدہ کے مکان میں ہوا فقط۔

بیان مسقی عبد الرحیم شوہر مسماۃ کا یہ ہے کہ میرے نکاح کو عرصہ تخمیناً سترہ اٹھارہ برس کا ہوا، دس گیارہ ماہ سے میں اپنی خسral میں ہوں میری خوشدامن نے کئی مرتبہ یہ کہا کہ تم علیحدہ چلے جاؤ پھر عرصہ بارہ روز کا ہوا میں نے کہا کہ میری چیز بست نکال کر باہر رکھ دو میں نے صندوق کو ہاتھ لگایا تو اس ہماری بولی کہ تجھ کو صندوق سے کیا لگتی ہے وہ تو اس کے باپ نے اس کو دیا ہے میرے کوئی نہیں ہے جو تمہارا مقابلہ کرے اتنے میں محمد امین دوڑ آیا اس نے کہا ہٹ جاؤ صندوق کو مت چھو اچھا نہیں ہے تمہارے لئے میں نے کہا کہ کیا تم مجھے مارو گے تو کہا پٹ کر ذیل ہو کر یہاں سے جاؤ گے پھر میں نے گھر میں اپنے کہا کہ تو ہٹ جاؤ ان کی بولی تو ہٹ جاتیرے چوٹ نہ لگ جائے، وہ ہٹ گئی اور چار پائی پر علیحدہ جا بیٹھی پھر میں نے امین سے کہا کہ کھایا پیاتم کو حرام ہے اور طلاق ہے کہ جو تم اب مجھ کو نہ مارو، امین نے کہا کہ یہی بات ہے، پھر میں نے کہا کہ یہی بات ہے کہ تجھ کو کھایا پیاتم حرام ہے اور طلاق کہ تم مجھ کو نہ مارو، چچی سے میں نے کہا کہ اب جو کچھ تم کو کرنا ہے کرو، پھر انھوں نے کہا کہ ان کے بہنوئی قادر بخش کو اور بھائی محمد بخش کو اور بھائی محمد ظہور کو بلاؤ انھوں نے طلاق دی ہے میں کھڑا رہا اتنے میں کلن اپنے گھر میں سے آئے انھوں نے کہا کہ میں نے بھی سنا ہے یہاں تک آواز آرہا تھا کہ تم نے طلاق دی پھر میں نے کہا کہ اور کوئی الزام پکڑو کہ میں کھڑا ہوں لوگوں کو آنے دو پھر میں نے کہا کہ کس کے سامنے طلاق دی مقابلہ میرا اور تمہارا اور چچی کا ہو رہا تھا یہ طوفان باندھنا اچھا نہیں ہے، اتنے میں قادر بخش پہلے آئے انھوں نے مجھ سے کہا کہ کیا وہ بیات مچائی ہے، میں نے کہا کچھ واہیات نہیں میں اپنی چیز علیحدہ کر رہا تھا، امین میرے مقابلہ کو آیا تھا تو میں اس سے یہ لفظ کہہ رہا تھا انھوں نے اس کا طومار باندھا ہے اور لڑائی کے وقت جو بہشتی

دروازہ پر کھڑے تھے اور حسین بخش مجھ کو بلانے کو گئے تھے اور جو بھی بلاتے رہے میں نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ میری کوئی لڑائی اور جھگڑا نہیں ہے آتا ہوں کلن مجھ سے عداوت رکھتے ہیں اس کو چار آدمیوں سے دریافت کر لو فقط۔

بیان والدہ مسماۃ کا یہ ہے کہ میں اپنا کام کرتی تھی دونوں میاں بی بی میں صندوق پر جھگڑا ہو رہا تھا اس کے شوہر نے کہا کہ تجھ کو طلاق جو تو کچھ کر نگزارے بعد اس کے اسی وقت تین مرتبہ یہ کہا کہ تجھے طلاق ہے تجھے طلاق سے تجھے طلاق ہے، اس وقت یہاں محمد امین موجود تھا اور حسین بخش کی زوجہ کو میں نے دیوار پر کھڑے ہوئے نہیں دیکھا وہ کہتی تھی کہ میں دیوار پر کھڑی تھی اور میرے بھائی کلن کی زوجہ ایک لفظ سن کر آئیں فقط طلاق کا۔

بیان زوجہ حسین بخش کا یہ ہے کہ ان کے گھر میں دونوں میں بہت دیر سے رنج ہو رہا تھا مجھ کو یہ نہیں معلوم کہ کس بات پر ہو رہا تھا میں اس وقت دیوار پر کھڑی تھی صندوق دونوں کے ہاتھ میں تھا زوجہ یہ کہتی کہ صندوق نہ لے جاؤ یہیں کیونکر کھول کر دیکھ لو اور خاوند اس کا یہ کہتا تھا کہ میں صندوق لجاؤں گا، اسی پر اس کے خاوند نے کہا کہ میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی میں نے طلاق دی، اور اس وقت محمد امین اور والدہ مسماۃ کی موجودگی فقط قلم محمد یعقوب علی

العبد قاضی قراست علی بتم خود یہ بیان کیا اور دوبارہ پوچھا گیا تو لفظ میں کی جگہ تجھ کو بیان کیا، میں نے زوجہ حسین بخش کو اول ہی مرتبہ جب سوال کیا کہ بیان کرو تو جواب اس کے کہا کہ میں نے سنا اور یہ کہا کہ میں کم سنتی ہوں، بتم خود قاضی محمد قراست علی بتم یعقوب علی، تحریر تاریخ، رامہ جادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ۔

بیان محمد امین کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ دونوں میں لڑائی ہونے لگی میں نے جا کر ان سے کہا آہستگی سے بات کرو جو تم کہو میں دلوادوں بعد اسکے صندوق پر پھینکا پھینکا ہونے لگی انہوں نے مارا اس کی ناک میں خون نکلا تو صندوق انکو دیدیا گیا پھر لوٹ پھیر ہونے لگی اسی صندوق پر انہوں نے یہ کہا کہ جو کچھ کرنا اسے تجھ کو طلاق ہے ایک زبان میں تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ہے ایک زبان میں تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ہے اس کے بعد میرے والد آگئے ان سے کہا کہ باہر جاؤ وہاں پر میں تھا اور جو اس وقت کوئی موجود نہ تھا میری چھوٹی تھی اور چھوٹی کی لڑکی تھی فقط۔

بیان کلن پڑوسی کا یہ ہے کہ عرصہ آٹھ روز کا ہوا کہ میں باہر سے اپنے گھر میں سنا کہ شور و غوغا بہت سے مچا ہوا تھا میرے گھر میں ذکر کیا کہ آج عبدالرحیم نے اپنے گھر میں بہت مارا میں نے کہا اس سے مجھے کیا ہے میں روٹی لہانے کو بیٹھ گیا صندوق کے لئے دونوں میں کھینچتا رہی تھی میں نے اپنے گھر میں سنا کہ تجھے طلاق ہے کرنا گزارے بعد کو تین مرتبہ کہا تجھے طلاق تجھے طلاق، بعد کو میں گیا میں نے کہا کہ اب

نکلوا باہر ہو، انھوں نے کہا کہ مجھے مارو گے، میں نے کہا کہ مجھے کیا مطلب ہے۔

بیان محمد بخش میرے مکان پر امین گئے اور کہا کہ پھر بھی نے تجھ کو بلایا ہے کہ عبد الرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی دریافت کیا آن کر کے تو زبانی محمد امین کے اور ان کی والدہ یعنی مسماۃ کے، اور مسماۃ سے معلوم ہوا کہ طلاق دی اور کسی کی زبانی نہیں معلوم ہوا۔

بیان ظہور الدین میرے پاس پہلے پہلے واسطے بلانے کے امین آئے دوبارہ حسین بخش بلانے کو آئے بعد کو پھر امین آئے اور بیان کیا کہ وہاں سب لوگ جمع ہیں میں گیا تو یہ سب لوگ وہاں موجود تھے وہ دونوں ماں بیٹے مجھے کچھ کہنے لگے لیکن میں نے ان کو جھڑک دیا ان کا حال کچھ سُنا نہیں یہ کہہ دیا کہ جو کچھ ہوا وہ چار روز میں اور مکان لے کر جا رہیں گے لیکن یہ لوگ جو اول میں مجھ کو بلانے آئے تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ طلاق دی ہے۔ بیان قادر بخش میں مسماۃ کے مکان پر گیا تو وہاں پر محمد امین نے اور عبد الرحیم کی خوشد امن نے کہا کہ عبد الرحیم نے طلاق دے دی میں وہاں خاموش بیٹھا رہا جس وقت کہ بھائی محمد بخش و ظہور الدین آئے تو انھوں نے کہا طلاق کا قصہ اچھا نہیں ہے تم اپنا کنارہ کر لو اور عرصہ چار روز میں مکان لے لو یہاں سے سب چیز خوشی خوشی اٹھا لو۔

بیان شیخ نئے یہ سب صاحب بیٹھے تھے محمد بخش و قادر بخش و ظہور الدین ان کے بھائی صاحب محمد بخش کہہ رہے تھے کہ اپنا مکان لے لو اور اپنی چیز بست نکال کر لے جاؤ۔

بیان حسین بخش گواہ عبد الرحیم میں یہاں شیخ ظہور الدین کے مکان میں کام کر رہا تھا جو ہشتی نے مجھ سے آن کر کہا کہ عبد الرحیم نے اپنے گھر میں مارا ہے تم جا کر بچاؤ میں گیا کہا بھائی! یہاں آؤ بات سُن جاؤ، یہ نہیں آئے میں لوٹ آیا، اس کے حقوڑی دیر میں یہ سنا کہ عبد الرحیم نے طلاق دی میں نے طلاق کا لفظ اپنے بڑے لڑکے سے سُنا اور راستہ میں امین مجھ کو ملے کہا کہ بھائی شیخ ظہور الدین کو بلا نے جاتا ہوں عبد الرحیم نے اپنے گھر میں طلاق دی ہے۔

بیان جو ہشتی عبد الرحیم میں اور گھر میں لڑائی ہوتی تھی میں عبد الرحیم کو بلاتا رہا کہ عورتوں سے کیا لڑائی لڑتے ہو عبد الرحیم میرے بلانے سے نہیں آئے اور نہ میں نے کوئی لفظ طلاق کا سُنا فقط۔

یہ بیانات میرے روبرو تحریر ہوئے العبد قاضی فراست علی بعلم خود

بعد سلام سنون التماس ہے کاغذ ہذا واسطے طلب فتویٰ کے ارسال خدمت ہوتا ہے تصدیق خدمت ہے کہ کل مراتب مندرجہ بالا ملاحظہ فرما کر فتویٰ طلاق خواہ عدم طلاق کا تحریر فرما کر ابلاغ فرمائیے، عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے فقط۔ راقم قاضی محمد فراست علی از سیپور

الجواب

صورت مستفسرہ میں گواہیاں محض ناکافی ہیں ان سے طلاق ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی تھیں وجوہ کے بیان میں تو طلاق سننے کا ذکر ہی نہیں اور محمد بخش و ظہور الدین و قادر بخش و حسین بخش و اوروں کی زبانی سننا بیان کرتے ہیں اور طلاق ان چیزوں سے نہیں جن میں سنی سنائی پر گواہی مقبول ہو سکے۔ درمختار میں ہے:

لا يشهد احد بماله يعاينه بالاجماع الا
في عشرة منها العتق والولاء عند الشافعي
والمهر على الاصح والنسب والموت و
النكاح والدخول وولاية القاضي واصل
الوقف وقيل وشرائطه على المختار
كما مر فله الشهادة اذا اخبر به هذه
الاشياء من يثق الشاهد به من خبر جماعة
لا يتصور قواطوهم على الكذب بلا شرط
عدالة او شهادة عدلين الا في الموت
فيكفي العدل ولو انشئ وهو المختار ومن
في يده شئ سوى رقيق يعبر عن نفسه فلك
ان تشهد انه له ان وقع في قلبك انه ملكه
والا لا (ملقطاً)۔

ہے، اور جس شخص کے قبضہ میں کوئی شے ہو سوائے اپنا حال بیان کر سکنے والے غلام کے تو تجھے اختیار ہے کہ تو قابض کے لئے اس مقبوض شے کی ملکیت کی گواہی دے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ یہ قابض کی ملک ہے ورنہ نہیں (ملقطاً)۔ (ت)

اور والدہ مسماۃ کی گواہی یوں مردود ہے کہ وہ مدعیہ کی ماں ہے اور ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی کی گواہی بیٹے بیٹی، پوتے پوتی، نواسے نواسی کے لئے اور ان کی ان کے لئے مقبول نہیں۔ درمختار میں ہے:

لا تقبل من الفرع لاصلہ وانت علا و تمت کی وجہ سے فرع کی گواہی اصل کے حق میں مقبول نہیں اگرچہ اصول اوپر تک چلے جائیں اور

یونہی اس کے برعکس (یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہ ہوگی) (ملخصاً)۔ (ت)

کلن کی گواہی یوں مردود ہے کہ وہ صاف کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنے گھر میں سے عبد الرحیم کو طلاق دیتے سنا اور آڑ میں سے سُنے پر گواہی بعض صورتوں کے سوا ہرگز مقبول نہیں کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے خصوصاً جب گواہ بیان کر دے کہ میں نے آڑ میں سے سُنا تو مطلقاً مردود ہے، درمختار میں ہے:

لا یشہد علی محجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل درر الخ۔ واضح ہو جائے کہ اس مکان میں قائل کے علاوہ

کوئی دوسرا موجود نہیں، لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کر دے تو اس کی گواہی نہ ہوگی (درر الخ) اب نہ رہے مگر محمد امین و زوجہ حسین بخش قطع فطر اس سے کہ ان کی شہادتوں میں کتنے خلل شرعی ہیں

خصوصاً زوجہ حسین بخش کا بیان مضطرب ہے اگر کوئی خلل نہ بھی ہوتا تو صرف ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے طلاق ثابت نہیں ہو سکتی۔ دو مرد عادل یا ایک شخص مرد و عورتیں ثقت۔ درکار ہیں۔ درمختار میں ہے:

نصابھا للغیرہ من الحقوق کنکاح و طلاق امور مذکورہ کے سوا دیگر حقوق میں نصاب شہادت رجلاں اور رجل وامرأتان (ملقطاً) دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے جیسے نکاح و طلاق وغیرہ میں (ملقطاً)۔ (ت)

مگر یہ ثبوت و عدم ثبوت قاضی و دیگر خلالت کے نزدیک ہے واقع میں اگر عورت سچی ہے اس کے سامنے اسے تین طلاق دی ہیں تو عورت پر فرض ہے کہ جس طرح جانے اس سے جدا ہو جائے پھر اگر جدا نہ ہو سکے تو وبال مرد پر ہے یہ الزام سے بری رہے گی جب تک اس کے پاس رہے ہاتھ لگانے پر بچے دل سے ناراض ہو اور اپنی حد قدرت تک اس سے بچنے میں ہمیشہ کوشش کرتی رہے والمسئلة منصوص

۹۴/۲	کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ	مطبع مجتہدانی دہلی	۱۰ درمختار
۹۱-۹۲/۲	" " "	" " "	۱۱ " "
۹۱/۲	" " "	" " "	۱۲ " "

علیہا فی الدر المختار و رد المحتار و غیرہما من الاسفار (اس مسئلہ پر در مختار اور رد المحتار وغیرہ ضخیم کتابوں میں نص کی گئی ہے۔ ت) اور اگر واقع میں بھی عورت جھوٹی ہے اور یہ جیلہ کر کے اس سے حبس ہو جائے گی تو عمر بھر گرفتار گناہ عظیم رہے گی اور معاذ اللہ لعنت الہی ولعنت ملائکہ کی مستحق ہوگی کسا تفسیدہ صحاح الاحادیث (جیسا کہ احادیث صحیحہ اس کا فائدہ دیتی ہیں۔ ت) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از زیارت رامپور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مرسلہ مولوی ہدایت اللہ خاں صاحب ۶ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور زید و عمرو میں ایک زمین کے بابت تخالف ہے، ہندہ کا قول ہے کہ یہ زمین ملک و مقبوض ہندہ ہے۔ زید و عمرو کہتے ہیں کہ یہ زمین بکر کی تھی اس نے عرصہ تخمیناً ۵۵ سال کا گزرا کہ واسطے قبرستان کے وقف کر دی تھی مگر کسی کو اس کا متولی نہ کیا تھا اور یہ زمین موروثی بکر کی ہے وقف و موروثی ہونے کی سماعی شہادت زید و عمرو کی ہے، قابل تحقیق و دریافت یہ امر ہے کہ زید و عمرو کی صرف اس قدر سماعی شہادت سے کہ یہ زمین موروثی بکر کی ہے یہ زمین ملک بکر شرعاً قرار دی جائے گی یا نہیں؛ بعدہ زید و عمرو کی سماعی اس شہادت سے کہ وہ زمین بکر نے وقف کر دی ہے شرعاً موقوفہ قرار دی جائے گی یا نہیں؟ جواب اس کا بحوالہ کتاب و مسائل مفتی بہ درج ہو، بیتناؤتوجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر زید و عمرو شرائط شہادت کے جامع اور ان کا بیان جملہ شرائط عامہ و خاصہ کو مستجمع واقع ہوا تو زمین متنازعہ فیہا کا قبرستان کے لئے وقف ہونا ثابت ہو جائے گا کہ اصل وقف میں شہادت سماعی ضرور مقبول ہے اور صحت وقف مالکیت و اقف پر موقوفہ تو قبل وقف زمین کا ملک بکر ہونا ضمن ثبوت میں رنگ ثبوت پائے گا اگرچہ ابتداء اثبات ملک کے لئے شہادت سماعی کافی نہیں،

و کمن شئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا
کاخبار مجوسی اق بلحم ان
فلانا المسلم اس سلہ الیک بهذا
هدیۃ لک فانه یقبل قوله فی
المعاملات والهدایا
منہا، ثم یثبت الحل ضمنا
بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں قصداً ثابت نہیں ہوتیں جیسے کسی شخص کے پاس کھانا لانے والے مجوسی کا خبر دینا کہ اس کو فلاں مسلمان نے یہ کھانا تیرے لئے بطور ہدیہ دے کر تیرے پاس بھیجا ہے بیشک مجوسی کا قول معاملات میں مقبول ہوتا ہے اور تحالف بھیجنا معاملات میں سے ہے پھر اس

وان كان قول الكافر لا يقبل في الديانات
ومنها الحل والحرمة اصلا، ثم
رأيت بحمد الله التعليل بعين هذا
في تبیین الحقائق للإمام الزبلي حيث
قال رحمه الله تعالى عاين ملكا
بحدوده ينسب الى فلان بن
فلان الفلاني وهو لم يعرفه بوجهه و
ونسبه ثم جاء الذي نسب اليه الملك
وادعى ان الحدود ملكه على شخص
حل له ان يشهد استحسانا لان النسب
يثبت بالتسامع، فصار المالك معلوما
بالتسامع والملك بالمعاينة ولو لم يسمع
مثل هذا الضاع حقوق الناس لانت
فيهم المحجوب ومن لا يبرئ اصلا
ولا يتصور ان يراه متصرف فيه وليس
هذا اثبات الملك بالتسامع وانما هو
اثبات النسب بالتسامع وفي ضمنه اثبات
الملك به وهو لا يمتنع وانما يمتنع
اثباته قصداً۔

کھانے کا حلال ہونا ضمنی ثابت ہو جائے گا اگرچہ
امور دنیہ میں کافر کا قول بالکل مقبول نہیں ہوتا اور
حلال و حرام ہونا امور دنیہ میں سے ہے پھر میں نے
بحمد اللہ یہی تعلیل بعینہ علامہ زبلی کی تبیین الحقائق
میں دیکھی جہاں آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ملک کو
اس کی حدود کے ساتھ دیکھا کہ فلاں ابن فلاں کی
طرف منسوب ہوتی ہے جبکہ اس نے مالک کو نہ تو
چہرے سے پہچانا اور نہ ہی اس کے نسب کو جانا پھر
وہ شخص آیا جس کی طرف ملک محدود کی نسبت کی جاتی
ہے اور خاص اسی ملک محدود کے مالک ہونے
کا دعویٰ کیا تو شاہد کو اس کی ملک پر گواہی دینا بطور
استحسان حلال ہے کیونکہ نسب سماع سے ثابت
ہو جاتا ہے لہذا مالک لوگوں سے سُن کر اور ملک
دیکھ کر معلوم ہو گیا اور اگر اس طرح کی گواہی مسموع نہ ہو
تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے کیونکہ لوگوں میں
کچھ نقاب پوش ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں
بالکل سامنے نہیں آتے تو ایسے شخص کو مالک میں
تصرف کرتے ہوئے دیکھنا شاہد کے لئے متصور نہیں
اور یہ تسامع سے ملک کو ثابت کرنا نہیں ہے بلکہ
یہ تو تسامع سے نسب کا اثبات ہے اور اس کے ساتھ ضمن میں ملک کا اثبات ہے اور یہ محقق نہیں
محقق تو قصداً تسامع سے ملک کا اثبات ہے۔ (د)

مسئلہ کتب میں دوار اور متون و شروح و فتاویٰ میں مستفیض و آشکار ہے، تنویر میں ہے
تقبل فیہ الشہادۃ بدو ث الدعوی و وقف میں بلا دعویٰ شہادت قبول کی جاتی ہے اور

مان کر قضا کر دے تو نافذ ہو جائے گی جبکہ اسے ایسی قضا کا اختیار ہو اور اگر مقید و پابند کیا گیا ہے کہ مذہب حنفی صحیح و مفتی برکے موافق فیصلہ کرے تو ایسی شہادت کی بنا پر قضا کے قاضی بھی مردود اور فیصلہ واجب الرد ہے کہ خلاف تفسیر میں وہ قاضی نہیں بلکہ احد من الرعایا ہے۔ رد المحتار میں ہے :

شاهد الحسبة اذا اخرها بغير عذر ولا تقبل
لفسقه اشباه من القنية وقال ابن نجيم
في رسالة المؤلف في ما تسمع فيه الشهادة
حسبة ومقتضاه ان الشاهد في
الوقف كذا لك

شاہد حسبہ (لوجہ اللہ شہادت دینے والا) اگر بلا عذر
شہادت میں تاخیر کرے تو فسق کی وجہ سے اس
کی شہادت مقبول نہ ہوگی (اشباہ بحوالہ قنیہ) ،
ابن نجیم نے ان امور کے بارے میں جن میں شہادت
حسبہ سموت ہوتی ہے تالیف کردہ اپنے رسالے

میں فرمایا کہ اس کا مقتضایہ ہے کہ وقف میں گواہی دینے والے کا حکم بھی ایسا ہی ہو۔ (ت)
عقود الدیر میں ہے :

سئل فيما اذا باع ثريد عقارة المعلوم من
عمره و تصرف به عمر و مدة مديدة و رجلا
معانين مشاهدين لذلك كله و مطلقان
عليه و يريان الاتان يشهد احسبة بان
العقار وقف كذا و قد اخر اشهادتهما بلا عذر
شرعي ولا تاويل فهل حيث كانت الامر
كما ذكر لا تقبل شهادتهما الجواب شاهد
الحسبة اذا اخر شهادته بلا عذر شرعي مع
تمكنه من ادائها لا تقبل شهادته كما في
الاشباه و غيرها.

سوال کیا گیا کہ زید نے اپنی مشہور و معروف زمین
عمرو کے ہاتھ فروخت کی اور عمر و عرصہ دراز تک اس
میں تصرف کرتا رہا جبکہ دو مرد اس سب کچھ کو دیکھتے
رہے اور اس پر مطلع رہے اب وہ دونوں لوجہ اللہ
گواہی دینا چاہتے ہیں کہ یہ زمین وقف شدہ ہے
اور ان دونوں نے بغیر کسی عذر شرعی اور بغیر کسی دلیل
کے گواہی میں تاخیر کی تو کیا یہاں بھی معاملہ وہی ہے
جو مذکور ہوا کہ ان دونوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی
جواب : شاہد حسبہ اگر بلا عذر شرعی شہادت میں
تاخیر کرے یا وجہ دیکر وہ اس کی ادائیگی پر قادر ہو

تو اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جیسا کہ اشباہ وغیرہ میں ہے (ت)
رد مختار میں ہے :

(لوقضى بشهادة فاسق
له رد المختار كتاب الوقف فصل راعي شرط الواقف في اجارته و ارجاء التراث العربی بیروت ۴/۳۰۳
ثم العقود الدیرة كتاب الشهادة ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳۴۶)

نفذ) واشتم فتح (الا ان یمنع منه) ای
من القضاء بشهادة القاسق (الامام فلا)
ینفذ لهما مرانه یتأقت ویتقید بزمان و
مكان وحادثه وقول معتد حتی لا ینفذ
قضاؤه باقوال ضعیفة۔
نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا (فتح) لیکن اگر
حاکم نے قاضی کو فاسق کی شہادت پر فیصلہ کرنے سے
منع کیا تو نافذ نہ ہوگا کیونکہ قاضی کو مخصوص زمانے،
مخصوص جگہ، مخصوص حادثے اور معتد قول پر فیصلہ کرنے
کے ساتھ مقید کیا جاسکتا ہے یہاں تک اقوال ضعیفہ
کی بنیاد پر کیا ہوا اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

ان سب امور کا لحاظ ضرور ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۲۰ از دولت پور ضلع بلند شہر مسئلہ رئیس بشیر محمد خاں صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

- (۱) اگر کچھ طبع ناجائز سے کوئی شخص شہادت دے تو اس کی شہادت کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟
- (۲) جو شخص پابند صوم و صلوٰۃ نہ ہو اور مسکرات کا پابند ہو ایسے شخص کی شہادت شرعاً مانی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۳) اس سالم کے کیا علامات ہیں از روئے شروع شریف لکے؟
(۴) شہادت شاہد کے واسطے عمر کی قید ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کس عمر سے کس عمر تک قابل شہادت مانا جاتا ہے؟

الجواب

- (۱) اظہار مسائل سے معلوم ہوا کہ طبع ناجائز سے مراد رشوت ہے، ایسی شہادت باطل محض مردود ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
- الراشی والملیشی فی النار رواہ الطبرانی فی الصغیر عن عبد اللہ بن عمر ورضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا جہنمی ہیں۔
- اس کو طبرانی نے معجم صغیر میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۹۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الشہادات	لے در مختار
۲۸/۱	دار الکتب العلمیہ بیروت	حدیث ۲۰۴۷	المعجم الصغیر
۲۹/۳	مکتبۃ المعارف الکریم خان		لے المعجم الاوسط للطبرانی

(۲) ہرگز نہیں کہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی شہادت مردود ہے،

قال الله تعالى يا ايها الذين امنوا ان جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا - والله تعالى اعلم -
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو

چھان بین کر لو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) باتیں مطابق عقل کے ہوں کام عاقلانہ ہوں کبھی عاقلوں کبھی پاگلوں کے سے قول فعل نہ کرے،
یہ تصرفات کے لئے ہے، اور اگر امثال شہادت و روایت و قضا و افتا کے لئے سلامت جو اس مقصود ہو
تو یہ بھی ضرور ہے کہ شاید و راوی کی یا صحیح ہو سخت بھولنے والا نہ ہو اور قاضی و مفتی کی فہم و فکر ٹھیک ہو۔
درمختار میں ہے:

الشهادة شرطها العقل الكامل والضبط - شہادت کے لئے کامل عقل اور یادداشت
شرط ہے۔ (ت)

اسی کی کتاب القضاء میں ہے:

ينبغي ان يكون موثوقا به في عفافه وعقله
وصلاحه وفهمه و علمه كمثل فيهما
ذكر المفتي - والله تعالى اعلم -
قاضی معتمد علیہ ہونا چاہئے پاکدامنی، عقل، صلاح،
فہم اور علم میں۔ اور مذکورہ امور میں مفتی بھی قاضی
کی مثل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۴) ادائے شہادت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے نابالغ کی گواہی معتبر نہیں، نہ اتنا بوڑھا ہو کہ
بوجہ پرانہ سالی و ماغ صحیح نہ رہا بات یاد نہ رہے کچھ کا کچھ کہے۔ درمختار میں ہے:

لا تقبل من اعمى مطلقا ومردد ومملوك
وصبي ومغفل ومجنون الا ان يتحملا
في الرق والتميز واديا بعد الحربية
والبلوغ -
اندھے کی گواہی مطلقاً قبول نہیں کی جائے گی اور
نہ ہی مرد، غلام، بچے، غافل اور پاگل کی مگر
جب غلام اور بچہ غلامی اور تمیز کی حالت میں
تخل شہادت کریں اور آزادی و بلوغ کے بعد

شہادت ادا کریں تو قبول ہوگی۔ (ت)

لہ القرآن الکریم ۶/۴۹

۹۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشہادات	لہ درمختار
۴۲-۴۳/۲	" " "	کتاب القضاء	لہ "
۹۴/۲	" " "	کتاب الشہادات	لہ "

اسی میں ہے، شرائط الاداء الضبط الخ (ادائے شہادت کی شرطوں میں سے یادداشت کا ہونا ہے الخ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳ از رامپور محلہ مسجد ملا فقیر اخون صاحب مرسلہ نثار اللہ خاں ۲۱ شعبان ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلم ڈاکٹر نے ایک سرٹیفکیٹ بلوغ عمر کو اس امر کا دیا ہے کہ عمر کی اس وقت ۱۸ اور ۱۹ سال کے درمیان میں عمر معلوم ہوتی ہے میری رائے میں اور عمر کے چہرہ وغیرہ سے اس کی عمر ایسی نہیں معلوم ہوتی اب مونچھوں کا آغاز ہوا ہے پس سرٹیفکیٹ ڈاکٹر جو بمنزلہ شہادت کے ہے ایسے زمانہ کی بابت جس میں ڈاکٹر نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض اپنے قیاس اور رائے سے اظہارِ عمر کرتا ہے اور نسبت اپنی رائے کے ظاہر کرتا ہے کہ رائے کی غلطی ممکن ہے تو ایسی صورت میں یہ شہادت قابل قبول عدالت ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اسے شہادت سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس پر شہادت کی تعریف صادق آتی ہے، یہ ایک رائے اور قیاس و تخمینہ ہے جس پر اسے خود وثوق نہیں اور اس میں غلطی کا احتمال بتاتا ہے شہادت کی تو شان یہ ہے کہ اگر مشاہدہ اپنی آنکھ کی دیکھی ہوئی بات پر گواہی دے اور اس میں فیما اعلم یا فیما احسب کا لفظ ملا دے یعنی میرے خیال میں ایسا ہوا تھا یا میرے علم و یقین میں ایسا ہے تو گواہی زد کر دیجائیگی کہ گواہ سے اس کا مشاہدہ پوچھا جاتا ہے اس کا علم و یقین نہیں پوچھا جاتا، نہ کہ جہاں نہ علم نہ یقین بلکہ خود غلطی کا اقرار، درمختار جلد ۴ ص ۵۷۳؛
حتی لو نرأد فیما اعلم بطل للشک ۱۷

یہاں تک کہ اگر شاہد یہ لفظ بڑھادے کہ میرے علم میں ایسا ہے تو شک کی بنیاد پر گواہی باطل ہوگی۔

رد المحتار میں بحر الرائق سے ہے؛

لو قال لفلان علی الف درهم فیما اعلم لا یصح الاقرار ولو قال المعدل هو عدل فیما اعلم لو قال لفلان علی الف درهم فیما اعلم لا یصح الاقرار و لو قال المعدل هو عدل فیما اعلم لو قال لفلان علی الف درهم فیما اعلم لا یصح الاقرار و لو قال المعدل هو عدل فیما اعلم

لا يكون تعديلاً - والله تعالى اعلم - ہے تو یہ تعدیل نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴ مسئلہ سراج الدین حج بہاولپور (پنجاب) ۱۵ شعبان المکرم ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، بعینہ خدمت حضرت مولانا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب مد فیوضکم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا مسلمان مرد عورت کے نکاح کے اثبات میں غیر مسلم کی شہادت پر حصر کرنا جائز ہے، حسب ذیل صورتوں میں کس طرح حکم دینا چاہئے:

(ا) ایک مسلم مرد کا نکاح ایک مسلمہ عورت کے ساتھ ہوا، گواہان ایجاب و قبول میں ایک گواہ یا دونوں گواہ غیر مسلم ہیں، کیا نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے؟

(ب) اتفاقاً نکاح کے وقت کی کئی شہادتیں ہیں لیکن غیر مسلم گواہ بروئے شہرت عامہ اس مسلم کا مسلمہ کیسے نکاح سُننا بیان کرتے ہیں، آیا ایسی صورت میں نکاح ثابت قرار دیا جاسکتا ہے؟ بیوقوف ہو

الجواب

نہ پہلی صورت میں نکاح ثابت ہو سکتا ہے درمختار میں ہے،

شرط حضور شاہدین مسلمین لنکاح مسلمہ۔ شرط حضور شاہدین مسلمین لنکاح مسلمہ۔ (ت)

نہ دوسری صورت میں مانا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے،

الشہادۃ شرطہا الولایۃ فی شطوط الاسلام لو المدعی علیہ مسلم۔ شہادت کی شرط ولایت ہے چنانچہ مدعی علیہ اگر مسلمان ہو تو شاہد کا مسلمان ہونا شرط ہوگا۔ (ت)

اور قاعدہ کلیہ یہ کہ کسی مسلمان مرد خواہ عورت پر نکاح طلاق، بیع، ہبہ، اجارہ، وصیت، جہاں بھجے کسی معاملہ میں کافر کی شہادت اصلاً کسی طرح مسموع نہیں،

قال اللہ تعالیٰ ولن يجعل اللہ للكفرین علی المؤمنین سبیلاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کافروں کیلئے مومنوں پر ہرگز کوئی سبیل نہ بنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۴۰/۴

مطبع محبتانی دہلی ۱۸۶-۸۷/۱

۹۰/۲

۱۔ رد المحتار کتاب الشہادات

۲۔ درمختار کتاب النکاح

۳۔ کتاب الشہادات

۴۔ القرآن الکریم ۱۴۱/۴

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ جناب امداد حسین صاحب مورخہ ۳ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بشیر نے اپنی زوجہ مسماۃ اکبری کی
 رخصت کا دعویٰ کچھری دیوانی میں مسماۃ اکبری اور اس کی دادی مسماۃ عجوبہ پر کہ جس نے مسماۃ اکبری کو روک
 لیا تھا کیا مسماۃ اکبری نے باوجود اطلاع کچھری کے جواب دہی نہیں کی بلکہ سکوت کیا مسماۃ عجوبہ کچھری میں جوابدہ
 ہوئی اور منکر نکاح ہوئی، بشیر سے ثبوت نکاح طلب کیا گیا اس نے پانچ گواہ پیش کئے ہتھن گواہوں نے
 کہ جن کے نام عبدالعزیز، میر گجی، ننھے ہیں اس امر کی شہادت ادا کی کہ مسماۃ اکبری نے ہمارے سامنے
 جھنا چودھری کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا، جھنا چودھری نے نکاح بشیر کے ساتھ پڑھوادیا نکاح ہو گیا،
 اور چنڈہ میاں اور احسان ہر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ جھنا چودھری نے ہمارے سامنے مسماۃ اکبری بنت
 علی حسین کا نکاح بشیر ولد منا کے ساتھ پڑھوایا اور بشیر نے قبول کیا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ گواہان
 مذکور میں یہ اختلاف ہیں کہ ایک نے بیان کیا ہے مسماۃ اکبری پستہ قد ہے دوسرے نے لالباقدہ بیان کیا ہے
 ایک نے دالان میں ایک نے آنگن میں جوٹے ہوئے ہیں نکاح ہونا بیان کیا ہے، ایک نے عروس بارہ سال
 اور باقیوں نے عمر بیس اور پچیس سال بیان کی ہے، آیا ان اختلافات کی وجہ سے شہادت قابل قبول ہے
 یا نہیں؟ اور باوجود سکوت مسماۃ اکبری اور مسماۃ عجوبہ نسبت عمر قابل قبول شرعاً ہے یا نہیں؟ یتنوا توجروا۔

الجواب

یہ باتیں زائد ہیں ان میں اختلاف سے شہادت پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ شہادت و عدول و
 قابل قبول ہوں، اور اگر ایسے نہیں اور حاکم نے انھیں متم سمجھا اور ایسے اختلافوں کی بنا پر ان کی شہادتیں
 رد کر دیں تو اسے اس کا اختیار ہے۔ عالمگیر میں محیط سے ہے،

فی نوادر ابن سماعۃ عن ابی یوسف رحمہ
 اللہ تعالیٰ قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ اذا اتهمت الشہود فخرقت بینہم
 ولا التفت الی اختلافہم فی لبس
 الثیاب وعدد من کان معہم
 من الرجال والنساء ولا الی
 اختلاف المواضع بعد ان
 تكون الشہادۃ علی الاقوال وان کان الشہادۃ
 نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ
 علیہ سے مروی ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
 فرمایا اگر گواہوں پر تہمت پاؤں تو ان میں قصص ریق
 کروں گا اور ایسے اختلاف کی طرف التفات
 نہیں کروں گا کہ ان کا لباس کیا تھا اور ان کے
 ساتھ کتنے مرد اور عورتیں تھیں اور نہ ہی جگہوں کے
 اختلاف کی طرف التفات کروں گا بشرطیکہ شہادت
 اقوال پر ہو، اور اگر شہادت افعال پر ہو تو جگہوں کا

على الا فعال فلا ختلاف في المواضع اختلاف
في الشهادة قال ابو يوسف اذا اتهمتهم ورأيت
الريبة فظننت انهم شهود الزور افرق
بينهم واسألهم عن المواضع والسياب و
من كان معهم فاذا اختلفوا في ذلك
فهذا عندي اختلاف ابطال به الشهادة
كذا في المحيط ^{عليه} والله تعالى اعلم۔

میں اختلاف ہے جس کی بنیاد پر میں گواہی ستر و دروں کا، محیط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ از ملک بنگال معرفت محمد شجاعت علی خاں طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۹
برائے شہادت طلاق ناداستی چیست ؟
بیان کرد اجرا پاؤ گے۔ (ت)

الجواب

اگر طلاق رجعت است بتاخير شهادت انهم لغشود
مگر آنکہ بدانکہ رجعت نکرد و عدت گزشت و
باز بے نکاح تصرف میخواهد آنکاه تاخير
روا نیست همچنان اگر طلاق بائن است و
بے تجدید نکاح دست از تصرف ندارد یا
مغلطه است و بے تحلیل بجماله نکاح آوردن
خواهد اداے شهادت بے دعوی بیچ مدعی فرض
ست و اگر بے عذر تاخیر کند مرد و دالشهادت
بود وراشباہ است شاهد المحسبة
اذا اخر شهادته بلا عذر
يفسق ولا تقبل شهادته

اگر طلاق رجعتی ہے تو گواہی میں تاخیر کرنے سے گنہگار
نہ ہوگا مگر وہ شخص جو جانتا ہے کہ خاوند نے رجوع
نہیں کیا اور عدت گزر چکی ہے اور وہ بغیر نکاح جدید
اس عورت کو اپنے تصرف میں لانا چاہتا ہے تو اس
صورت میں تاخیر شہادت جائز نہیں، اسی طرح
طلاق بائن کی صورت میں اگر خاوند تجدید نکاح کے
بغیر تصرف سے دستبردار نہیں ہوتا یا طلاق مغلطہ
دی ہے اور حلالہ کے بغیر دوبارہ اس کو نکاح میں
لانا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں کسی مدعی کے
دعویٰ کے بغیر ہی شہادت کی ادائیگی فرض ہے اگر
بلا عذر تاخیر کرے گا تو مرد و دالشهادة ہو جائیگا

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب العاضی الباب الحامس عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/۲۲۵
لہ الاشباہ والنظائر الفہم الثانی کتاب القضاء والشهادات الدعاوی ادارة القرآن کراچی ۱/۳۹۴

کما فی القنیۃ در قنیۃ قولے آورده است کہ تدش پنج روز ست و صواب آنست کہ مدار بر تاخیر از وقت حاجت ست کم باش با بیش کما بینہ فی غمز العیون - واللہ تعالیٰ اعلم۔
 اشتباہ میں ہے کہ شاہ حسبہ (لوجہ اللہ گواہی دینے والا) اور بلا عذر گواہی میں تاخیر کرے تو فاسق ہو جانے کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی جیسا کہ قنیۃ میں ہے، اور قنیۃ میں یہ قول مذکور ہے کہ اس تاخیر کی مدت پانچ دن ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حکم مذکور کا مدار بوقت ضرورت گواہی میں تاخیر پر ہے چاہے مدت کم ہو یا زیادہ، جیسا کہ غمز العیون میں بیان کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور کٹے باز خاں مسئلہ غلام حبیب خاں ۸ محرم ۱۳۳۱
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر ایک باغ میں نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا حصہ نصفی بدست خالد سات سو روپے میں بیع کیا اور واسطے اتلاف حق شفعہ بکر کے بیعنامہ میں بجائے سات سو روپے کے دو ہزار لکھائے گئے سات سو روپے نقد و بروئے رجسٹرار بائع کو دئے گئے اور نسبت تیرہ سو روپے قیمت غیر واقعی کے یہ تحریر کیا گیا کہ میں نے مشتری کو معاف کئے جس کا ثبوت بابت سات سو روپے قیمت واقعی کے بیانات گواہان بکر سے بھی ظاہر ہے۔ پس ایسی صورت میں شرفاً کیا ہونا چاہیے؟ بینوا تو جردا۔

الجواب

اس میں تین شہادتیں ہیں اگر ان کے بیان اور شرائط کو جامع بھی ہوں تو ان میں دو باقرار خود وارضی خشخاش کراتے ہیں اور یہ فسق ہے اور فاسق کی شہادت مقبول نہیں،
 قال تعالیٰ ذوا عدل منکم وقال تعالیٰ معن ترضون من الشہداء واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم میں سے دو عادل گواہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان میں سے جنہیں گواہوں میں سے تم پسند کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم و احکم ہے (ت)

مسئلہ از رام پور محلہ گنج مرسلہ محمد یونس صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ شرع متین میں کہ زید کی اور ہندہ کی آپس میں نا اتفاقی ہوئی اس کے

دو تین روز کے بعد ہندہ نے مشہور کیا کہ مجھے طلاق ہو گئی، زید نے پوچھا کیسے؟ جواب دیا عرض تین ماہ کا ہوا میں بوجہ شراب خوری پردہ کرتی تھی اور کہتی تھی کہ سامنے جب آؤں گی شراب چھوڑ دوں گے، آخر ایک روز آیا اور یہ کہنا کہ سامنے کرو میں قسم کھا چکا ہوں، دریافت کیا کیا قسم کھاتی ہے؟ تو یہ کہنا اگر شراب پیوں تو جو رو کو طلاق ہے اور تین مرتبہ کہنا، اور اس تین ماہ کے عرصہ میں سیکڑوں مرتبہ شراب پی اور تین ماہ تک ہندہ زید کے پاس رہی اور روز ماں باپ کے پاس جاتی رہی، اس تین ماہ کے عرصہ میں کچھ نہیں کہا جب نا اتفاقی ہوئی تو یہ بات مشہور کی ہندہ سے دریافت کیا گیا کہ تم تین ماہ تک زید کے پاس رہیں جب سے تم نے کیوں نہیں کہا، ہندہ جواب نہ دے سکی، ہندہ کی ماں نے کہا کہ اسے یاد نہ رہی، گواہ ایک ہندہ کی ماں اور ایک ہندہ کا بھتیجا عمر ۱۳ یا ۱۴ برس اور ایک لڑکا خدمت گار عمر دس سال ہے، اس حالت پر طلاق ثابت ہے یا نہیں؟ اور زید قطعی انکار کرتا ہے نہ میں نے قسم کھاتی ہے نہ میں اس بات سے خبر دار ہوں۔

الجواب

اگر یہی گواہ ہیں تو طلاق ثابت نہیں کہ نہ ماں کی گواہی بیٹی کے لئے معتبر نہ نابالغ کی گواہی مسموع، ہندہ کا بھتیجا بھی اگر نابالغ ہے جب تو ایک گواہ بھی نہ ہوا اور اگر وہ بالغ ہے تو ایک ہی گواہ ہوا، بہر حال ثبوت نہیں، مگر اللہ عزوجل ہر غیب کا جاننے والا ہے، اگر واقع میں اس شخص نے وہ کلمات کہے اور پھر شراب پی تو اللہ کے نزدیک ضرور عورت پر طلاق ہو گئی اور تین بار کہا تو بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آ سکتی اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور عورت سے جدا ہو جائے اگر وہ نہ مانے اور عورت کو تحقیق صحیح طور پر معلوم ہے کہ زید نے وہ کلمات تین بار کہنے کے بعد پھر شراب پی تو عورت پر فرض ہے کہ جیسے جانے اس سے دور بھاگے اسے اپنے اوپر قابو نہ دے، اگر ہندہ اپنی سی کوشش پوری کئے اور اس سے بھاگنے پر قدرت نہ پائے تو گناہ زید پر رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از دارجلنگ ملٹری کلب گھر مسئلہ شمس الدین بیرا ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۱ھ

جناب مولانا صاحب حامی دین متین دام اقبالکم بعد اوائے آداب حضور والا کی خدمت میں عرض کرتا ہوں انجنین اسلامیہ دارجلنگ نے یہ فیصلہ کیا ہے حضور کے دولت خانہ کا انصاف ہونا چاہئے انجنین نے زبردستی طلاق لکھ دیا اور میرے اوپر ڈگری کر دیا نقل جو میں نے مانگی تو نقل کا مجھ سے پانچ روپیہ لیا از روئے شرف انصاف فرمائیں۔

الجواب

فیصلہ انجنین ملاحظہ ہوا، اس صورت میں ہرگز طلاق ثابت نہیں انجنین نے محض غلط و باطل و خلاف شرع

فیصلہ کیا۔

(۱) اس نے بنائے طلاق بیان زن پر رکھی شمس الدین نے اپنی زوجہ حبیبہ پر انجن میں درخواست دی تھی کہ اس کے افعال ایسے ہیں میرا انتظام کر دیا جائے عورت نے جواب میں طلاق دینا بیان کیا مجوزوں نے فیصلہ میں لکھا مدعا علیہا کے بیان سے ثابت ہے کہ مدعی نے اپنی بی بی مدعا علیہا کے سامنے اور آخر علی آباد و پیر محمد گواہان مدعا علیہا کے روبرو طلاق مختلف اوقات میں تین دفعہ دے دی ہے انجن نے جسے مدعا علیہا کہا وہ شرع میں مدعیہ ہے کہ طلاق دے جانے کا دعویٰ کرتی ہے آج تک کسی نے مدعی کے بیان کو اس کے لئے سند مانا ہے، خانگی مثل مشہور ہے: باطل است آنچه مدعی گوید (باطل ہے وہ جو مدعی کہتا ہے۔ ت) یہ بالکل شرع منہر کے خلاف ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لویعطی الناس بدعواہم لا دعی ناس دماء
رجال و اموالہم
البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خون اور مال کا دعویٰ
کر دیں گے۔ (ت)

(۲) اس بنائے باطل پر فیصلہ میں لکھا حکم شریعت ہے کہ جب طلاق کے متعلق ایک ذرا بھی ثبوت پہنچ جائے تو پھر کسی صورت میں بھی شریعت زن و شوہر کو باہم زندگی بسر کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ یہ محض غلط ہے شریعت نے ایک سے دو طلاق رجعی تک بلا تکلف زن و شوہر کو زندگی بسر کرنے کی اجازت دی ہے اللہ عز وجل قرآن مجید میں فرماتا ہے:

الطلاق مرتین فامساك بمعروف او تسریح
باحسان
طلاق دو مرتبہ ہے پھر اچھے طریقے سے روک لینا ہے
یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے (ت)

بلکہ تین طلاق میں بھی یہ کہنا غلط ہے کہ اس کی اجازت کسی صورت میں نہیں، صورت حلالہ میں ضرور اجازت ہے، قرآن عظیم میں ہے:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی
تنکح زوجا غیرہ
پھر اگر تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس
(خاوند سابق) کے لئے حلال نہیں تا وقتیکہ کسی اور

سے نکاح نہ کر لے۔ (ت)

۱۔ صحیح مسلم کتاب الاقضية باب اليمين على المدعي عليه
۲۔ القرآن الکریم ۲۲۹/۲
۳۔ ۲۳۰/۲

۴۲/۲

قدیمی کتب خانہ کراچی

پھر یہاں تین طلاقیں کا ثبوت مان لینا بھی محض ناواقفی ہے دو گواہ اگر طلاق پر گواہی دیں اور وقت مختلف بتائیں تو اگرچہ یہ اختلاف طلاق میں کقول ہے موجب رد شہادت نہیں مگر اس کے یہ معنی ہیں کہ دونوں کی مجموعہ شہادت سے ایک طلاق ثابت ہوگی نہ یہ کہ جدا جدا دو طلاقیں ثابت ہوں گی اور تین گواہ ہوں تو تین طلاقیں ثابت ہو جائیں یہ زابے اصل ہے کہ ان میں سے جدا جدا کسی طلاق پر نصاب شہادت کامل نہ ہوئی اور کوئی طلاق تنہا ایک کی گواہی سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ درمختار میں ہے :

نصابہا لغيرها من الحقوق سوا اركان الحق مالا او غيره كنكاح و طلاق رجلاں اور رجل وامرأتان
حقوق مذکورہ کے سوا دیگر حقوق کے لئے نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہے چنانچہ وہ حق مال ہو یا غیر مال جیسے نكاح و طلاق (ت)

(۳) انجن کے سامنے صرف دو گواہ گزرے ایک پیر محمد خد متنگار ہوٹل اوڈیسٹہ دوسرا اختر علی اسی ہوٹل کا آبدار، خد متنگاران ہوٹل جن کے متعلق شراب و خنزیر وغیرہا حرام و نجس اشیاء کا خریدنا بنانا پکانا کھلانا رہتا ہے ہرگز عادل شرعی نہیں ہو سکتے اور اگر بالفرض یہ لوگ ثقہ بھی ہوں تو اختر علی خود حیدر بن مدعیہ کا باپ ہے اور باپ کی گواہی اولاد کے حق میں مقبول نہیں تو پیر محمد اکیلا رہ گیا اور ایک کی گواہی مقبول نہیں، درمختار میں ہے :

لا تقبل (ای الشہادة) من الفیء لاصلہ وبالعکس للثمة
تہمت کی وجہ سے فرع کی گواہی اصل اور اس کے برعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔ (ت)

بحر الرائی میں ولوالجیہ سے ہے :

تجوز شہادة الابن علی ابیہ بطلاق امرأتہ اذا لم تکن لامہ اولضررتها لانها شہادة علی ابیہ وان کانت لامہ اولضررتها لا تجوز لانها شہادة
بیٹے کی گواہی باپ کے خلاف کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے جائز ہے بشرطیکہ وہ گواہی اس کے بیٹے کی ماں یا اس کی سوکن کے حق میں نہ ہو کیونکہ یہ گواہی باپ کے خلاف ہے (نہ کہ اس کے حق میں جو ناجائز ہے) اور اگر وہ

لامۃ الخ وقد بسط الكلام ويظهر بهذا ان هذا هو اصل ما يعتمد عليه لشهادة مسائل كثيرة منقولة عن الجامع الكبير۔
گواہی بیٹے کی ماں یا اس کی سوکن کے حق میں ہو تو ناجائز ہے کیونکہ یہ شاہد کی شہادت اس کی ماں کے لئے ہوتی الخ۔ صاحب بحر نے اس پر مفصل کلام کیا اور اس سے ظاہر ہوا کہ یہی اصل اور شہادت کے بارے میں ان مسائل کثیرہ کے لئے معتد علیہ ہے جو جامع کبیر سے منقول ہیں۔ (ت)

بالجملہ فیصلہ محض بے بنیاد ہے اور طلاق ہرگز ثابت نہ ہو گئی ڈگری غلط دی گئی، ہاں اگر واقعہ میں شمس الدین نے حبیب بن کوٹن طلاق دی ہیں تو عورت اس پر حرام ہو گئی بے علاوہ اس سے نکاح نہیں کر سکتا، اللہ عز وجل جانتا ہے ہر ظاہر و پوشیدہ کو۔ اللہ سے ڈرے اور حق نہ چھپائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱ از ریاست رام پور کوچنگر خانہ مسئلہ سراج الدین صاحب آہنگر ۱۰ رجب المرجب ۱۲۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مبین اہل اسلام بیچ اس مسئلہ کے ایک عورت نے جو بذات خود اپنے شوہر سے ناراض نہیں ہے اس کا باپ اس کے شوہر سے ناراض ہے اور اس کا باپ چاہتا ہے کہ شوہر اول سے چھڑا کر بجائے دیگر والدہ اس کا عقد کرادے، عورت اپنے باپ کے پاس اور اس کے قبضہ میں ہے اس کے باپ نے اس عورت کی طرف سے وکالتاً دعویٰ باطلہ اثبات طلاق کا عدالت میں دائر کر دیا، اس مقدمہ میں بذات خود عورت کا بیان یا اظہار نہیں ہوا ہے شوہر کو دینے طلاق سے قطعاً انکار ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو ہرگز طلاق نہیں دی ہے عورت کی طرف سے جو گواہان مسموع ہوئے ہیں وہ سب غیر ثقہ اور رشتہ دار اس کے باپ کے ہیں ان کی شہادت مصنوعی و تعلیمی معلوم ہوتی ہے جس کے بابت عدالت نے جس کے ڈوبرو ان کے اظہارات ہوئے ہیں تحریر کیا ہے کہ ان کے بیان میں وہم صدق بھی نہیں بلکہ گمان غالب کذب ہے شوہر کی طرف سے جو گواہان بطلان دعویٰ طلاق میں پیش ہوئے ہیں وہ آدمی نیک و نمازی اور حاجی اور معززین اپنی قوم کے چودھری ہیں انھوں نے جو بیانات گفتگوئے صلح یا بھی عورت اور اس کے پدر کی زبان کا بہت عرصہ بعد طلاق مبینہ کے لکھ لیا ہے اس سے وقوع طلاق غلط اور بے وجود ثابت ہوتا ہے اس لحاظ سے حاکم عدالت نے وقوع طلاق کو غیر ثابت قرار دیا ہے اب زوجہ کی طرف سے بناراضی اس حکم کے مرقعہ کیا گیا ہے

چونکہ یہ معاملہ نہایت نازک حلت و حرمت کا ہے لہذا حاکم عدالت کو بحال رکھنا فیصلہ حاکم عدالت اول کا اولیٰ ہے یا واقعہ طلاق کو حسب پیر و کاران عورت ثابت قرار دینا اولیٰ ہے شرعاً اولویت ہر دو امر سے کس میں ہے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

اس مقدمہ میں نقول تجویزات ابتدائی و اپیل فطر سے گزریں حلیل القدر مفتی ذی علم مجوز اول نے اس بنا پر کہ گواہان طلاق عادل نہیں اور حاکم کو ان کی تحری صدق نہ ہوئی بلکہ وہم صدق بھی نہ ہوا اور ان کے کذب کا ظن غالب ہوا اور ایسے گواہوں میں تنا و تفتیکہ تحری صدق نہ ہوان کی شہادت پر عمل حرام ہے اگر قاضی عمل کرے خود آثم و فاسق و مستحق عزل ہو گا دعوی طلاق باطل فرمادیا، محکمہ اپیل نے وہ حکم اس بنا پر فسخ کیا کہ شہادتیں حلفیہ تھیں اور روبکار ریاست سے ثابت ہے کہ محض اس وجہ پر کہ گواہ مستور ہیں ان کی شہادت کو مسترد نہ کیا جائے گا کہ گواہ کا تزکیہ صرف بذریعہ حلف کافی ہے نیز اس کی یہ تائید پیش کی کہ پدر مدعیہ نے قسم ایسی بجا قرآن شریف لرز کر کھائی کہ مدعا علیہ کچھ بول نہ سکا، یہ دونوں تجویزوں کا خلاصہ ہے، وارالافتار شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گار ہے حکم اللہ و رسول کے لئے ہے انت المحکمہ الا للہ (نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے۔ ت) کسی شخص کو جبکہ مسلمان ہو رعیت ہو خواہ حاکم و افسر، والی ملک ہو خواہ سلطان ہفت کشور، حکم خدا و رسول کے حضور اصلاً مجال و دم زدن نہیں، الاسلام گردن نہادن نہ کہ گردن کشیدن (اسلام گردن جھکانے کا نام ہے نہ کہ گردن کھینچنے کا۔ ت)، اللہ عز و جل فرماتا ہے،

وماکان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ و
رسوله امرا ان یکون لہم الخیرة من
انفسہم ومن یعص اللہ ورسوله فقد
ضل ضللاً مبیناً

کسی مسلمان مرد یا عورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ
و رسول کوئی حکم فرمادیں تو انہیں اپنا ذاتی کوئی اختیار
باقی رہے اور جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی
وہ گھلی گمراہی میں پڑا۔

شریعت محمدیہ علی صاحبہا و آلہ افضل الصلوٰۃ والتیمۃ شریعت ابدیہ غیر فسخونہ ہے قیامت تک جس کا
کوئی حکم بدلا نہیں جاسکتا، سلطان بلکہ سلطان سے بھی بڑھ کر خلیفہ رؤسے زمین کو اصلاً اختیار نہیں کہ
رو بکار یا دستور العمل اس کے کسی حکم کے خلاف نافذ کریں، نہ ہرگز حکام کو حلال ہے کہ ایسے روبکار وغیرہ پر

عمل کریں، نہ ہرگز حاکمان مرا فہ کو جائز ہو سکتا ہے کہ ایسے کسی حکم کو برقرار رکھیں، مسلمان حاکم یا رئیس یا سلطان کیونکہ ان سخت جائگزار عیدوں کو سمو و محو کر سکتے ہیں جو واحد قہار عزوجل نے قرآن عظیم میں من لدہ یحکمہ بے انزال اللہ (جو اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے پر فیصلہ نہ کرے۔ ت) پر قرمائی ہیں شریعت مطہرہ کے حکم سے اولاً مفتی محکمہ ابتدائی کا وہ حکم سرے سے قابل اپیل ہی نہ تھا محکمہ ججی پر لازم تھا کہ اپیل سننا ہی نہیں کہ وہ حکم ایک عام حاکم عالم عادل نے کیا تھا اور ایسے حکم کا مرا فہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب اس سے یقیناً حکم میں خطائے بین واضح ظاہر واقع ہوتی ہو جس میں اصلاً جائے تردد نہیں یہاں تک کہ اگر اس کا حکم خطا ہونا محتمل و مشکوک ہو جب بھی اپیل مسموع نہیں کہ احتمال خطا ظہور خطا نہیں نہ کہ حکم صاف صواب مطابق شرع واقع ہو پھر اپیل کی جائے ایسی اپیل زہار قابل سماعت نہیں، معین الحکام میں ہے:

القاضی نظره فی احکام غیرہ مختلف فاما
العالم العدل فلا يتعرض لاحکامہ بوجہ
قال ابو حامد علی القاضی ان لا يتعرض
لقضیۃ امضاها الاول الاعلیٰ وجہ التجویز
لیہ ان عرض فیہا عارض بوجہ خصومۃ
فاما علی وجہ الکشف لہا والتعقیب فلا وان
سأله الخصم ذلك، وهذا فیما جہل حالہ
من احکامہ هل وافق الحق او خالفہ
فهذا الوجه الذی نفی عنہ الکشف و
التعقیب الا ان یتظہر لہ خطا بین ظاہر
لم یختلف فیہ و ثبت ذلك عندہ فیردہ
ویفسخہ عن المحکوم بہ علیہ
کے فیصلہ میں کھلم کھلا خطا ہو جس میں کسی کو اختلاف نہ ہو اور قاضی ثانی کے ہاں وہ پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو
وہ قاضی اول کے فیصلہ کو منسوخ اور محکوم پر سے اُسے رد کر سکتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

قیام المحکوم علیہ بطلب فسخ المحکم عنہ
ان کان قیامہ علی القاضی العالم العادل
لم تسمع دعواه^۱
محکوم علیہ اگر اپنے خلاف فیصلہ کی فسوخی کا مطالبہ کرے
تو عالم عادل قاضی کے خلاف اس کا دعویٰ مسکوع
نہ ہوگا۔ (ت)

فرا کہ بدریہ پھر غمر العیون قاعدہ اولیٰ نوع ثانی میں ہے،

قضاء القاضی العدل لا یتعقب و یحمل
حاله علی السداد بخلاف غیرہ^۲
عادل قاضی کے فیصلہ پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا
اور اس کے حال کو درستگی پر محمول کیا جائے گا
بخلاف غیر عادل قاضی کے۔ (ت)

ثانیاً گواہوں پر حلف رکھنا اول تو خود ہی باطل ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء کرام نے فرمایا اگر
سلطان قاضیوں کو گواہوں سے حلف لینے کا حکم دے علماء پر فرض ہے کہ اسے نصیحت کریں کہ اے بادشاہ!
وہ حکم نہ دے کہ نہ مانیں تو تیرا غضب ہو اور مانیں تو اللہ عز و جل کا غضب۔ اشباہ والنظائر و در مختار
میں ہے،

وهذا نظم الدر، امر السلطان انما ینفذ
اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدة
الحامسة وفوائد شتی، فلو امر قضاته
بتحلیف الشهود وجب علی العلماء ان
ینصحوہ ویقولوا له لا تکلف قضاتک
الی امر یلزم منه سخطک او سخط الخالق
تعالیٰ۔
یہ دہر کی عبارت ہے کہ امر سلطان اسی وقت
نافذ ہوگا جب موافق شرع ہو ورنہ نہیں، اشباہ
کے پانچویں قاعدے اور فوائد متفرقہ میں ہے کہ
اگر سلطان اپنے قاضیوں کو گواہوں سے حلف لینے
کا حکم دے تو علماء پر واجب ہے کہ اس کو نصیحت
کریں اور کہیں کہ تو اپنے قاضیوں کو ایسی چیز کا مکلف
مت بنا جس سے تیری (بصورت ترک) یا اللہ تعالیٰ
کی (بصورت عمل) ناراضگی لازم آئے۔ (ت)

ولہذا علامہ محقق علی مقدسی نے تہذیب کلام آئندہ نقل کر کے رد فرمایا۔ منہ الخلف الخ

۱ معین الحکام کتاب القضاة فصل فی قیام المحکوم علیہ بطلب فسخ المحکم عنہ مصطفیٰ اباباوی مصر ص ۳۴
۲ غمر عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الاول ادارة العتہ آن کراچی ۱۴۲/۱
۳ در مختار کتاب القضاة فصل فی الحبس مطبع مجتہبی دہلی ۸۱/۲

میں ہے :

قال العلامة المقدسی بعد ذکر ما فی التہذیب
لا یخفی انہ مخالف لما فی الکتب المعتمدة .
علامہ مقدسی نے تہذیب کی عبارت نقل کرنے کے بعد
فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ کتب معتدہ کی تصریحات کے
مخالف ہے . (ت)

دوسرے بعض متاخرین کہ برخلاف مذہب اس طرف گئے وہ اسے قاضی مجتہد کی رائے پر رکھتے ہیں
اور اب صد ہا سال سے کوئی قاضی مجتہد نہیں ، ابوالسعود ازہری پھر طحاوی علی الدر پھر رد المحتار میں ہے :
نقل عن الصیوفیۃ جواز التحلیف وهو
مقید بما اذا رآه القاضی جائزاً یبان
کان ذارئاً اما اذا لم یکن له
رأی فلا یجوز
صیر فہم سے منقول ہے کہ گواہوں سے حلف لینا
جائز ہے ، یہ جواز مقید ہے اس صورت کے ساتھ
کہ قاضی اس کو جائز سمجھے جبکہ قاضی اہل رائے ہو
اور اگر وہ اہل رائے نہ ہو تو حلف مذکور حجاز
نہ ہو گا . (ت)

شامی میں ہے :

والمراد بالرائی الاجتہاد والرائی لیس افراد اجلہا ہے . (ت)
سومر اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان بعض کا برخلاف مذہب اس طرف میل اس ضرورت سے
تھا کہ حلف کے سبب حاکم کو ان کے صدق پر غلبہ ظن حاصل ہو ، مگر میں تہذیب قلائی سے ہے :
فی زماننا لم تعذر التزکیۃ بغلبۃ
الفسق اختار القضاۃ کما اختار ابن ابی لیلی
استحلف الشہود لغلبۃ الظن
ہمارے زمانے میں چونکہ فسق کے غلبہ کی وجہ سے
گواہوں کا تزکیہ متعذر ہو گیا ہے لہذا غلبہ ظن کے
حصول کے لئے قاضیوں نے گواہوں سے حلف
لینے کو اختیار کیا جیسا کہ ابن ابی لیلی کا مختار ہے . (ت)
ظاہر ہے کہ یہ ان متاخرین کے زمانے تک تھا جب تک جھوٹے حلف سے مستور لوگ پرہیز کرتے تھے

۹۳/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الشهادات	۱۰ منہ الخانی علی البحر الرائق
۳۴۴/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل فی الجبس	۱۱ رد المحتار کتاب القضاۃ
"	"	"	"
۹۳/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الشهادات	۱۲ بحر الرائق

۱۳۵
 خصوصاً پرستے تھے، اور اس زمانے میں جھوٹے حلف ایک بات ہو گئے لاکھوں کی گنتی پر ہوں گے جو روپے دو روپے
 بلکہ اس سے بھی کم پر بلکہ نری خاطر دوستی یا فریثانی سے ادنیٰ رنجش یا کسی خفیت بے معنی غرض کے لئے حلف
 کے پھینکے اڑاتے ہیں تو وہ ضرورت جس کے لئے مذہب سے عدول ہوتا ہو اصلاً مندرج نہیں، اب ہمیں دیکھئے
 کہ یہ گواہیاں حلفی تھیں اور تجربہ کار دانا ذی علم مجوز کو غلبہ وطن صدق درکنار وہم صدق بھی نہ ہوا بلکہ غلبہ ظن کذب
 ہی رہا، ہر عاقل جانتا ہے کہ اب اگر صرف حلف گواہان کو قائم مقام تزکیہ مانا جائے تو ہزاراں ہزار دروازہ ظلم
 کھل جائیں لوگ پار چار آنے کے دو گواہ حلفی گزار کر مخلوق کی جائدادیں لے جائیں جو روٹیں چھین لیں وہ فساد
 اٹھے جس کا بیان ناممکن ہو تو اب اس قول مرجوح بلکہ مخالف اجماع مذہب کے طرف میل باطل محض و خرق جماع
 جمل صرف تو تھا ہی کہ درمختار میں ہے :

الحکم والفتی بالقول المرجوح جہل و قول مرجوح پر فیصلہ اور فتویٰ دینا جہل اور خلاف
 خرق للاجماع ہے۔ (ت)

فتح ابواب ظلم و قطع گردن مظلومان بھی ہو گا ولا یرضاه من لہ عقل و دین (کوئی عاقل اور دیندار اس کو
 پسند نہیں کرتا۔ ت) سائل اولیت پوچھتا ہے کہ فیصلہ اول بحال رکھنا اولیٰ ہے یا طلاق ثابت قرار دینا،
 اولیت کیسی، حاکم مرافعہ اولیٰ کہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت چاہیے اور احکم
 المحاکمین حل جلالہ کے دربار میں اپنی حاضری و باز پرس سے درے اس پر لازم فرض ہو گا کہ حکم جج کو منسوخ
 اور فیصلہ اولیٰ کو بحال کرے۔ رہی وہ تائید کہ پدر مدعی نے لرز کر حلف کیا اور مدعا علیہ نہ بولا ایسی بات ہے
 جسے نہ شرع سے تعلق نہ علم سے لگاؤ۔ پدر مدعی یہاں خود مدعی و مخاصم ہے مدعی کا حلف اگر سن لیا جائے
 تو ہر جھوٹا جیتے اور حق و انصاف کے گلے کا قسم نہ لگا رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
 لو یعطی الناس بدعا وہم لادعی ناس دماء رجال و اموالہم و لکن الیمین علی المدعی
 علیہ رواہ الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
 اگر لوگوں کو ان کے دعویٰ کے سبب سے دیا جائے
 تو کچھ لوگ دوسروں کے خون اور مال کا دعویٰ کر دینگے
 لیکن قسم مدعی علیہ پر ہے۔ اس کو شیخین نے سیدنا
 عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
 کیا ہے۔ (ت)

لہ درمختار رسم المفتی مطبع مجتہاتی دہلی ۱۵/۱
 صحیح مسلم کتاب الاقصیہ باب الیمین علی المدعی علیہ قیدی کتب خانہ کراچی ۴۲/۲
 صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ ان الذین یشترون ببعہم انہ " " " " ۶۵۳/۲

ریاست اسلامی کے حکام پر لازم ہے کہ احکام اسلام ہی کا اتباع کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے، آمین۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲ مسئلہ ابو محمد یوسف حسین متعلم مدرسہ اسلامیہ ساپور ۲۰ ذوالحجہ ۱۳۳۳ھ شنبہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہو گیا اس کی بیوی ہندہ اور بھائی عمرو موجود ہیں ہندہ نے جائداد کا دعویٰ کیا ہے، عمرو یہ ثابت کرتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا، ہندہ کی طرف سے نکاح نے شہادت دی ہے کہ میں نے نکاح پڑھا ہے، اور ہندہ کی بہن فاطمہ نے بھی شہادت دی ہے کہ نکاح ہوا، شاہدین انکار کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو کے ملازم ہیں، مگر بہت سے لوگ جن سے زید نے اپنے نکاح کا اقرار کیا ہے شہادت دیتے ہیں کہ ہم سے زید نے نکاح کا اقرار کیا ہے، ایسی صورت میں ہندہ مستحقہ جائداد ہے یا نہیں؟ فتح القدیر میں ایک صورت درج ہے جو تحریر کی جاتی ہے ملاحظہ فرمائی جائے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شہادت علی اقرار الزوج معتبر ہے:

واذا حجد احد الزوجين النكاح فاما اصله او شرطه ففي اصله لو حجد الزوج فاقامت بينة به او على اقراره قبلت ولا يكون حجوده طلاقاً - فتح القدیر ص ۱۳ مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ
اگر زوجین میں سے کوئی اصل نکاح یا شرط نکاح کا انکار کرے تو اصل کی صورت میں اگر زوج منکر ہے اور زوج نے نکاح پر یا شوہر کے اقرار نکاح پر گواہ قائم کر دیئے تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور شوہر کا انکار طلاق نہ ہوگا۔ (ت)

امید کہ جواب براہ کرم جلد مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب

نکاح پڑھانے والے کی گواہی مذکور معتبر نہیں لانہما شہادة علی فعل نفسه وشهادة المرء علی فعل نفسه لا تقبل کما فی خزائنہ وغیرہا (کیونکہ یہ اپنے ہی فعل پر گواہی ہے اور کسی شخص کی گواہی اس کے اپنے فعل سے قبول نہیں کی جاتی جیسا کہ خزائنہ وغیرہ میں ہے۔ ت) اور بہن تنہا شاہد ہے بلکہ نصف، البتہ اقرار زوج پر اگر دو شاہد قابل قبول گواہی دیتے ہیں تو کافی ہے کہ وارثان زوج قائم مقام زوج ہیں اور اقرار زوج زوج پر حجت اور اس کے لئے عبارت مذکور فتح القدیر کفایت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳ از احمد آباد گجرات محلہ پھلیان پانچ پیل مکان پھلیان سلطان جی علی جی کوڑے والے
مستولہ پیرزادہ غلام نبی صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسئلوں میں کہ ان دنوں شہر ناگور ضلع جو دھپور
مارواڑ میں ایک انجمن کھٹی مدرسہ اسلامیہ حمیدیہ کے نام سے مقرر ہوئی جس میں مہران و منتظان بازار کے بیٹھنے
والے مثل دکاندار کفن و خوشبو فروش برائے مردہ و دلال ہیں ان کی شہادت شرع شریف کے نزدیک مقبول ہے
یا باطل، اور ایسے اشخاص قابل مہر مدرسہ ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بتیو توجہ روا۔

الجواب

ہمارے بلاد میں کوئی پیشہ و صرف کفن فروشی پر قناعت نہیں کرتا بزا کپڑا بیچتا ہے اسی سے کفن
بھی لیا جاتا ہے اسی سے شادی کے کپڑے، اسی سے روزانہ پہننے کے۔ یونہی کوئی خاص حنوط فروش بھی
نہیں کافر وغیرہ عام کاموں کے لئے جن دکانوں سے ملتے ہیں انھیں سے اس کے لئے بھی حاصل کئے جاتے
ہیں۔ اسی کی وجہ سے ان کی شہادت میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہاں دلال کا کام و کلا کی طرح جھوٹ سچ ملتا ہے
اور ان کی گواہی ضرور مردود، اور انھیں کسی جلسہ دینیہ کا منتظم بنانا نہ چاہئے۔ اسی طرح وکلا مختار وغیرہم تمام
ان لوگوں کو جن کے پیشے یا دیگر افعال علانیہ فسق ہوں جیسے وارنٹی منڈانا وغیرہ تبیین الحقائق میں ہے،
لانہ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم کیونکہ فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے جبکہ
اھانتہ شرعاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمانوں پر ان کی توہین شرعاً واجب ہے (ت)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب القضاء والدعاوی

(قضاء اور دعوی کا بیان)

مسئلہ ۲۲ از رام پور ۱۳۰۶ھ ربيع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ لاولد فوت ہوئی، بعد وفات ہندہ کے زید اجنبی اپنے آپ کو شوہر ہندہ ظاہر کرتا ہے اور ثبوت دعوی میں دو مرد اور دو عورتیں پیش کرتا ہے، مردوں کا یہ بیان ہے کہ ہندہ نے جو ہم سے پردہ کرتی تھی پردے کے اندر سے نکاح خواں کو جو باہر بیٹھا تھا اجازت دی کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھا دو، مسماۃ مکان کے اندر اور ہم سب لوگ صحن میں باہر بیٹھے تھے عورتوں کا یہ بیان ہے کہ ہم مسماۃ ہندہ کے قریب بیٹھے تھے مسماۃ متوفیہ نے نکاح کا خود اقرار کیا تھا، اس صورت میں دعوی زید کا ثابت ہوایا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اگر گواہان مذکور کا بیان صرف اسی قدر ہے جو مسائل نے تحریر کیا تو وہ شہادتیں محض ناکافی و بیکار ہیں قطع نظر بہت وجہ خلل و نقصان کے دونوں مردوں کی گواہی اثبات زوجیت سے متعلق ہی نہیں، نہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے نکاح ہوا نہ یہی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کی زوجہ تھی بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہندہ نے فلاں کو اپنے نکاح کا وکیل کیا اس سے اگر ثابت ہوگی تو اس کی وکالت، اور وکالت مستلزم وقوع تزویج نہیں کمالا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) تو دعوائے مدعی و بیان گواہان اصلاً مطالبی

نہیں، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ایسی شہادت محض مہمل ہوتی ہے۔

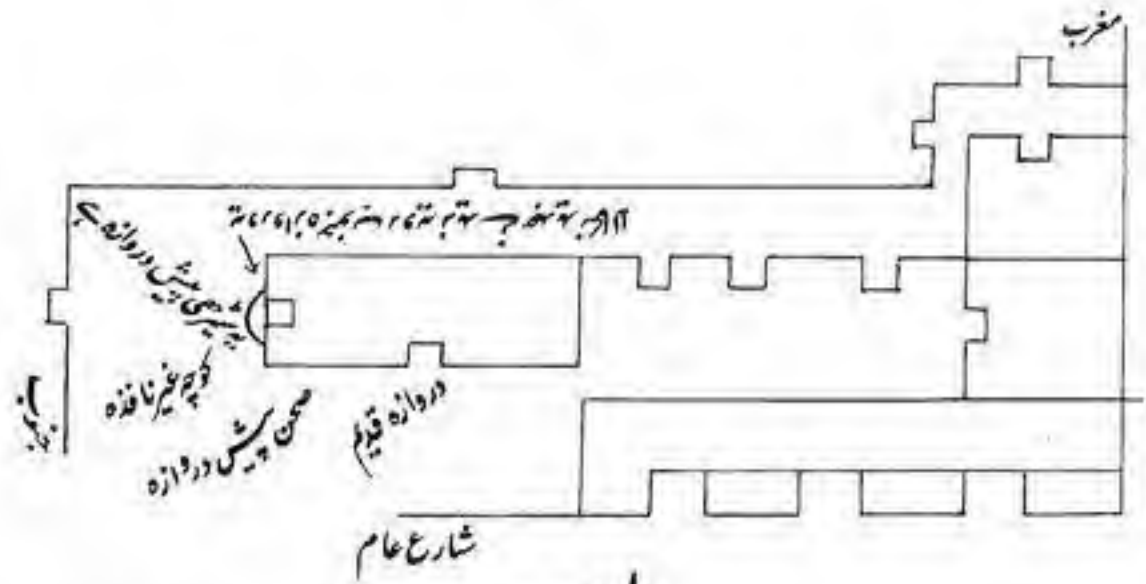
فی الفتاویٰ الہندیۃ والخیرۃ وغیرہا الشہادۃ فتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں ہے شہادت جب دعویٰ کے موافق ہو قبول ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

رہیں دونوں عورتیں ان کا بیان بھی اگر اور وجہ سے سالم مان لیا جائے تو یوں نامقبول ہے کہ نصاب کامل نہیں تنہا عورتوں کی گواہی ہرگز مثبت نکاح نہیں ہو سکتی،

فی الدار المختار نصابہا لغيرها من الحقوق در مختار میں ہے: شہادت کا نصاب حقوق وغیرہ مثلاً نکاح میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، اور مرد کے بغیر چار عورتوں کی شہادت مقبول نہیں ۱۱ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک چھوٹا سا کوچہ غیر نافذہ چند قدم کی مسافت کا جس میں گنتی کے گھر ہیں، شارع عام سے مغرب کی طرف جا کر شمال پھر مغرب پھر شمال کو گیا اور سر بستہ ہو گیا اس کوچہ کے سرے پر زید کا مکان واقع ہے جس کی شرقی دیوار میں شرقی رویہ دروازہ شارع عام کے قریب ہے اور اس کے آگے چند گز کا صحن جس سے اترتے ہی شارع عام کا کنارہ ہے اس مکان کی جنوبی و مغربی دیواریں اس کوچہ غیر نافذہ میں ہیں زید نے دیوار جنوبی میں ایک جدید دروازہ کوچہ سر بستہ کی طرف نکالا اور اس کے آگے خاص اس راستے کی زمین میں ایک سیڑھی دروازہ پر جانے کو بنائی بعض ساکنان کوچہ اس فعل پر ناراض ہیں آیا یہ دروازہ نکالنا اور سیڑھی بنانا اسے جائز تھا یا ناجائز اور وہ اس فعل سے گنہ گار ہوا یا نہیں اور اس نے حق غیر میں ناحق تصرف کر کے ظلم کیا یا نہیں؟ اور اس سیڑھی کا کھود ڈالنا اور دروازے کا بند کر دینا شرعاً اس پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ایسے تصرف کے جائز ہونے کے لئے تمام ساکنان کوچہ کی رضامندی چاہئے یا اکثر کی رضا کافی ہے اگرچہ بعض ناراض ہوں۔ بتیو اتوجروا۔



الجواب

بیشک صورت مستفسرہ میں زید نے ظلم کیا اور سخت گناہ میں مبتلا ہوا۔ اس کی جنوبی دیوار سے ختم کوچہ تک جو راستہ گیا ہے وہ صرف ان لوگوں کا حق خاص ہے جو اندر رہتے ہیں زید کا اس میں کچھ دعویٰ نہیں اس کا حق مورفقط اس کی شرقی دیوار سے اوپر اور یعنی شارع عام کی طرف ہے اس کے نیچے یعنی اپنے دروازہ و حصن دروازہ کی حد اندر اتر کر نیا دروازہ نکالنے کا اسے کوئی استحقاق نہیں۔ فتاویٰ امام قاضیان میں ہے :

رجل له دار في سكة غير نافذة لها باب
اراد ان يفتح لها بابا اخر اسفل من بابها
اختلفوا فيه والصحيح انه ليس له ذلك
کسی شخص کا بندگلی میں مکان ہو اور اس کا دروازہ بھی اس میں ہو اگر وہ دوسرا دروازہ نچلی طرف کھولنا چاہے تو فقہاء کرام نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کو یہ حق نہیں ہے۔ (ت)

امام خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار اپنے فتاویٰ خیرہ میں یہ عبارت خانہ نقل کر کے فرماتے ہیں :
مثله في كثير من كتب المذهب (بہت سی کتب میں حکم ایسے ہی ہے۔ ت) اسی میں ہے :
ونقل في التآرخانية عن الفتاوى العتابية انه
ليس له ذلك وعليه الفتوى
اور تآرخانیہ میں فتاویٰ عتابیہ سے منقول ہے کہ
اس کو یہ حق نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

۶۱۱ / ۳	نو لکھنؤ	باب فی الحیطان	۱
۲۰۳ / ۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الدیات فصل فی الحیطان	۲
"	"	"	۳

اسی میں ہے :

المتون علی المنع وهو ظاهر الی وایة كما صرح به فی جامع الفصولین فلیکن المعول علیہ۔
متون منع پر وارد ہیں اور یہی ظاہر روایت ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں اس کی تصریح ہے اور اسی پر اعتماد چاہئے۔ (ت)

اور خاص راستے کی زمین میں میٹھی بنانا اور زیادہ ظلم اس قدر گناہ عظیم ہے جب دروازہ نکالنا ناجائز ہوا حالانکہ وہ اپنی دیوار میں ایک عمارت تھی راستے کی زمین اس میں نہ دیتی تھی تو خاص پرانے حق کی زمین میں تعمیر کیونکر حلال ہو سکتی ہے یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں اگر اس فعل سے اس کو بچے والوں کا کوئی حرج بھی نہ ہو جب بھی ناجائز ہے، ہدیہ میں ہے :

لیس لاحد من اهل الدرب الذی لیس بنافذ ان یشرع کنیفادلا میذا بالاباذنہم لانہما مملوكة لهم ولہذا وجبت الشفعة لهم علی کل حال فلا یجوز التصرف اضربہم او لریضوا بالاباذنہم۔
بندگلی والوں میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ بیت الخلاء یا پرنا لگلی والوں کی مرضی کے بغیر باہر نکالے کیونکہ یہ گلی ان سب کی مشترکہ ملکیت ہے اسی اشتراک کی بنا پر ان سب کو ہر حال میں شفعہ کا حق ہے لہذا کوئی ضرر رساں تصرف ان کی مرضی کے بغیر وہاں جائز نہیں۔
در مختار میں ہے :

فی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحد اش مطلقا اضربہم او لا بالاباذنہم۔
بند کوچہ والوں میں سے کسی کو باقیوں کی اجازت کے بغیر ایسا تصرف کرنے کا مطلقاً حق نہیں جو ان کے لئے

ضرر رساں ہو یا نہ ہو (ت)

اور اس قسم کا تصرف جائز ہونے کو ایک ایک ساکن کوچہ کی رضا مندی درکار ہے اکثر کی رضا ہرگز کافی نہیں یہاں تک کہ اگر سو میں ایک بھی ناراض ہے تو ہرگز جواز نہیں حتیٰ کہ اگر سب نے راضی ہو کر اجازت دے دی پھر ان میں ایک نے اپنا مکان بیچ ڈالا تو اب مشتری کو اختیار ہے کہ مزاحمت کرے اور ازالہ کرادے اگرچہ پہلے سب اہل کوچہ راضی ہو چکے تھے، ردالمحتار میں ہے :

۲۰۳/۲	دار المعرفۃ بیروت	لہ فتاویٰ خیریہ کتاب الدیات فصل فی المیطان
۵۹۷/۴	مطبع یوسفی لکھنؤ	۲۱ الہادیہ باب ما یحدث الرجل فی الطریق
۲۹۹/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	۳۱ در مختار " " " "

قوله الا باذنهم ای کلہم حتی المشتري من
 احدہم بعد الاذن لما فی الخانیة رجل احث
 بناء او غرفة علی سکتة غیر نافذة ورضی بہا
 اهل السکتة فجاء رجل من غیر اہلہا و
 اشتري دارا منها کان للمشتري ان یامر
 صاحب الغرفة برفعہا احد سائحانی۔

اب حق ہے کہ وہ کھڑکی والے کو بند کرنے پر مجبور کرے اور سائحانی (ت)

بالجملہ زید پر شرعاً واجب ہے کہ فوراً اس دروازے کو بند کر کے بطور قدیم دیوار کر لے اور سیڑھی کا
 نام و نشان باقی نہ رکھے ورنہ سخت وعید شدید کا مستحق ہوگا، صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من اخذ من الارض شیئاً بغیر حقہ خسف
 بہ یوم القيمة الی سبع امضین
 جو کسی قدر زمین ناحق لے لے قیامت کے دن زمین
 کے ساتویں طبقے تک دھنسا دیا جائے گا۔

حکم بن عمار ثعلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے حضور مسند عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں :

من اخذ من طریق المسلمین شیئاً جاء یوم
 القيمة یحصلہ من سبع امضین - اخرجه
 الضیاء والطبرانی باسناد حسن۔
 یعنی جو شخص مسلمانوں کے راستے میں سے ایک
 بالشت بھر دیا لے قیامت کے دن وہ زمین ویاں کے
 لے کر ساتویں طبقے تک اٹھا کر اسکی گردن پر رکھی جائیگی اور

اسی طرح خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا والیاء اللہ تعالیٰ (اسے ضیاء اور طبرانی نے اسناد حسن کے
 ساتھ روایت کیا۔ ت)

زید کو چاہئے من و من ڈھیلے گردن پر چنوا کر دیکھے اگر نہ اٹھ سکیں تو سمجھ لے کہ ساتویں طبقے کا اتنا بڑا
 ٹکڑا کیونکر اٹھا کر چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نیک توفیق عطا فرمائے، آمین! واللہ سبحانہ

۱۔ رد المحتار کتاب الیات باب ما یحدث الرجل فی الطریق وغیرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۸۱/۵

۲۔ صحیح البخاری ابواب النظام والعصا ص باب اثم من ظلم شیئاً من الارض قیدی کتب غار کراچی ۳۳۲/۱

۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۳۱۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۱۵/۳

و تعالیٰ اعلم و علہ جل مجدہ اتم و احکم (اللہ تعالیٰ بڑے علم والا ہے اور اس جل مجدہ کا علم اتم و احکم ہے۔ ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین زادہم اللہ شرفا اس صورت میں کہ مستاتہ راحت النساء ہمیشہ محمد عیوض علی خاں کی میرا رشد علی کے نکاح میں اور مستاتہ مہر النساء ہمیشہ میرا رشد علی کی محمد عیوض علی خاں کے نکاح میں تھیں ہر دو زوج و زوجات نے بدون ادائے دین مہر کے وفات پائی اب ورثہ ہر دو زوجات دین مہران کا ان کے شوہروں کے متروکہ سے طلب کرتے ہیں ورثہ مستاتہ راحت النساء ہمیشہ محمد عیوض علی خاں فریق مقابل سے کہتے ہیں کہ دین مہر ہماری مورثہ کا تمہارے مورث پر اور تمہاری مورثہ کا ہمارے مورث پر ہے اول ان دونوں مہروں کا باہم معاوضہ اور مبادلہ کر لیا جائے بعد معاوضہ اور مبادلہ کے جس فریق کے جس قدر باقی بچے وہ نقد ادا کی جائے اور جو نقد ادا نہ ہو سکے تو جائیداد باقی دار سے مطالبہ کیا جائے در جواب اس کے ورثہ مستاتہ مہر النساء ہمیشہ میرا رشد علی کہتے ہیں کہ جبائدا محمد عیوض علی خاں پر لبوض دین مہر اپنے مورثہ کی ہم نے قبضہ کر لیا ہے ہم وہی جائیداد دیں گے اور مقابلہ اور معاوضہ دین بالمدین نہیں کریں گے دین صورت ازدوئے شرعاً شریف حق بجانب کس فریق کے ہے۔ بینوا تو جبروا۔

www.aliaarabnews.org

الجواب

جس حالت میں مہر نہ نقد ہے اور جائیداد اس کی جنس سے نہیں پس ورثہ مہر النساء حسب ادا پر قابض ہونے سے بے رضائے ورثہ راحت النساء اس کے مالک نہ ہو گئے ہر دو مہر باہم مقاس ہو کر اگر ایک کا مہر زائد ہو باقی کی نسبت دوسری عورت کے ورثہ کو اختیار ہے خواہ زر نقد دین یا جائیداد سے ادا کریں،

فی بحث الدین من الاشباہ والنظائر
وايضاؤه واستيفاؤه لا يكون الا بطريق
المقاصة عند ابي حنيفة رحمه الله الخ و
في مبحث الملك منه وللوارث استخلاص
التركة بقضاء الدين ولو مستغرقا
قال العلامة حموي

اشباہ و نظائر کے دین کے باب میں ہے کہ اس کا
پورا لین دین سوائے اول بدل کے جائز نہیں
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں الخ، اور اس
پر ملک العلماء کی بحث میں ہے وارث کو حق ہے
کہ وہ قرضہ ادا کر کے ترکہ کی خلاصی کرائے اگرچہ
وہ تمام ترکہ قرضے میں بند ہو۔ علامہ حموی نے اس پر

تحت قوله ولا ينفذ بيع الوارث التركة
المستغرقة بالدين وانما يبيعه القاضى
اقول ينبغى ان يكون البيع بحضرة الورثة
لما لهم من حق امساكها وقضاء الدين
من مالهم الخ والله تعالى اعلم بالصواب
والله تعالى المرجع والمآب۔

فرمایا: اور وارث کا ایسے ترکہ کو فروخت کرنا جو تمام کا
تمام قرض میں بند ہے جائز نہیں، اس کو صرف
قاضی فروخت کرے گا۔ میں کہتا ہوں وارثوں کی
موجودگی میں فروخت کرنا مناسب ہوگا کیونکہ ان کو
حق ہے کہ وہ ترکہ کو روک لیں اور قرض خود ادا کریں الخ
والله تعالى اعلم بالصواب واليه تعالى مرجع
والمآب۔ (د)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے آپ کو
بنت یسلیٰ اور دختر زید کہا کہ اور تمام کاغذات میں اور دستاویزات میں ہمیشہ اپنا حسب یونہی لکھا اور زینب
با وجود سکونت یک شہر و یک محلہ و موافقت سالہا سال ہندہ کی کہ دونوں اسی حال پر سن رسیدہ ہو گئیں
اپنے آپ کو مجہول النسب کہتی اور کاغذات میں بنت نامعلوم لکھتی، اس بنا پر جب زینب نے سمجھا کہ اب
موت قریب آئی اور میرے کوئی وارث شرعی نہیں ہے چارم نمبر ۱۸۶۶ء کو ہندہ و اولاد ہندہ کے روبرو اپنی کل جائداد
کی وصیت اپنی دختر متقیٰ اور دختر ہریرہ کار کے نام کر دی اور لکھ دیا کہ یہی دونوں بعد میرے میری کل جائداد کے
مالک وارث ہوں گے، اس وصیت و تکمیل وصیت کے چند عرصہ بعد زینب نے بتاریخ ۱۹ فروری ۱۸۷۰ء
قضائی اس کے انتقال کرتے ہی ایک شخص اجنبی نے براہ غصب اس تمام جائداد پر قبضہ کر لیا موصی لہا نے
بربنائے وصیت دعویٰ کیا کہ بعد تنقیح تمام وہ وصیت بحکم شرع فتوائے علماء سے صحیح و نافذ و تام و لازم قرار
پا کر ۱۱ جنوری ۱۸۷۲ء کو حکام وقت کے یہاں سے وہ جائداد موصی لہا کو مل گئی یہ سب واقعات ہندہ و
اولاد ہندہ کے روبرو ہوئے لیکن کسی نے ترکہ زینب پر دعویٰ نہ کیا نہ اپنا کچھ استحقاق بتایا اور اس سے پہلے
ماہ جون ۱۸۷۲ء میں حکام وقت کی طرف سے جائداد کو لاوارثی قرار دے کر دعویٰ یہی ہوا کہ محکمہ بالا سے اسی
بنا پر کہ پہلے سے کیوں نہ کہا تھا خارج ہو گیا، اس تحقیق و تنقیح اور لاوارثی ٹھہرانے اور دعویٰ دائر ہونے کے
وقت بھی ہندہ اور اولاد ہندہ نے خبر نہ لی نہ اپنی وراثت کا ادا کیا، جب موصی لہا کو جائداد ملی انھوں نے
فوراً اس میں تصرفات مالکانہ شروع کر دیں، نصف جائداد تو اسی وقت ایک شخص کو بیرونی مقدمہ کے
عوض میں دی کہ اس نے اوروں کے ہاتھ بیچ کر سب برابر کر دی نصف باقیماندہ پر بلا منازعت منازع خود

قابل و متصرف رہی بلا مزاحم اس کے تحصیل تشخیص کرتے اور اپنے صرف خاص میں لاتے اور ان سب امور پر بھی ہندہ و اولاد ہندہ کو خوب اطلاع تھی کہ وہ سب اسی شہر میں حاضر و موجود تھے نہ کہ غائب و مفقود، بلکہ اسی عرصہ میں موصی لہا نے اس نصف باقیماندہ سے بھی چند دیہات بیچ ڈالے کہ اب معدود باقی ہیں اور جب سے مشترکین تصرفات مالکانہ کرتے ہیں ہندہ و اولاد ہندہ نے تصرف بیع و انتقال کے وقت بھی کبھی دعویٰ نہ کیا یہاں تک کہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۹ء کو ہندہ فوت ہو گئی ورثہ ہندہ اس کے مرے پر بھی دو سال سے زیادہ تک محض ساکت رہے اب باغوائے بعض مردان ۱۹ فروری ۱۸۸۲ء کو موصی لہا پر بریں بنا دعویٰ دائر کیا کہ زینب موصیہ اور مدعیوں کی ماں ہندہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں ہندہ زینب کی وارث ہوئی اور ہم ہندہ کے ورثہ ہیں اور اظہار کرتے ہیں کہ ہندہ زینب کو اپنی بہن کہتی ہے اور شاید بعض دستاویزیں بتائیں کہ ان میں ہندہ بہن اور ہم ہمیشہ زادہ لکھے گئے، آیا یہ دعویٰ ان کا شرعاً قابل سماعت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

دعویٰ مدعیان ہرگز قابل سماعت نہیں، نہ کوئی ٹکڑا جائیداد کا موصی لہا سے انھیں دلایا جائے نہ ناب اس وصیت کے نفاذ و لزوم میں کلام ہو سکے، ہندہ و ورثائے ہندہ کا اس مدت مدید تک سکوت اور باوجود ان واقعات مختلفہ و گہر و دار و کشمکش سالہا سال و تصرفات و بیع و انتقال کے مطلقاً تعرض نہ کرنا قرینہ واضح ہے کہ یہ دعویٰ ان کا محض مکر و تزویر و تلبیس و فریب ہے ہمارے ائمہ اصحاب متون و شروح و فتاویٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک جائیداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفات مالکانہ کرتے رہے یا وہ بیع خواہ ہبہ خواہ اور طرح سے دوسرے کو تملیک کر دے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں تصرف رہے پھر ایک مدعی عاقل بالغ جو اسی شہر میں موجود اور ان حالات پر مطلع ہو اور اب تک ادجاء دعویٰ سے کوئی عذر معقول قابل قبول اسے مانع نہ ہو، دعویٰ کرنے لگے یہ جائیداد میری ملک ہے اب وہ دعویٰ بہت میراث ہو خواہ کسی دوسرے سبب سے ہرگز نہ سنا جائے گا اور اس کا ان تصرفات کے وقت خاموش رہنا اپنی جہت اور تصرف کے مالکیت کا صریح اقرار قرار پائے گا۔

سیدی محمد بن عبد اللہ الغزی مرحوم مصنف تنویر الابصار کے فتاویٰ میں ہے آپ ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس کا ایک حویلی میں مکان ہے وہ اس میں تین سال سے زائد مدت سے رہائش پذیر چلا آ رہا ہے اور وہ پڑوس والے کے علم اور اطلاع کے

فی فتاویٰ العلامة المرجوم سیدی محمد بن عبد اللہ الغزی التمر تاشی مصنف تنویر الابصار سئل عن رجل له بیت فی دار یسکنہ مدۃ مزیدۃ علی ثلاث سنوۃ ولہ جار بجانبہ والرجل

المذكور يتصرف في البيت المزبور هداً و
 وعماراً مع اطلاع جاسره على تصرفه
 في المدة المذكورة فهل اذا
 ادعى البيت او بعضه بعد ما ذكر من تصرف
 الرجل المذكور في البيت هداً و بناءً في المدة
 المذكورة تسمع دعواه ام لا اجاب لا تسمع دعواه
 على ما عليه الفتوى انتهى، وفي فتاوى
 الفاضل المحقق خير الملة والدين الرضائي
 رحمه الله تعالى عليه سئل في رجل اشترى
 من اخر ستة اذرع من ارض بيد البائنه وبنى
 بها بناءً و تصرف فيه ثم بعده ادعى رجل
 على الباقي المذكوران له ثلثة قرايط و
 نصف قيراط في المبيع المذكور ارشاهن امه
 ويريد هدمه والحال ان امه تنظره يتصرف
 بالبناء والانتفاع المذكورين هل له ذلك
 ام لا وهل تسمع دعواه مع تصرف المشتري
 و رؤية امه له و اطلاعها على الشراء
 المذكور و التصرف المزبور مدة مدينة
 ام لا، اجاب لا تسمع دعواه والحال
 ما نص اعلاه لان علمائنا
 نصوا في متونهم و شروحهم
 و فتاويلهم ان تصرف المشتري في المبيع
 مع اطلاع الخصم ولو كانت اجنبياً

باوجود اس مکان میں گرانے بنانے کے تصرفات مدت
 مذکورہ میں کرتا چلا آ رہا ہے تو مدت مذکورہ میں تصرفات
 مذکورہ کے باوجود پڑوسی اس کے کل یا بعض مکان
 پر بعد میں دعویٰ کرے تو کیا یہ دعویٰ مسموع ہوگا یا نہیں
 تو انھوں نے جواب میں فرمایا نہیں سنا جائے گا، اسی
 پر فتویٰ ہے اھ، فاضل محقق خیر الملة والدين الرضائي
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ میں ہے کہ ان سے
 ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے دوسرے شخص
 کی مقبوضہ زمین میں سے چھ گز زمین خریدی اور وہاں
 تعمیر کی اور تصرفات کئے پھر اس کے بعد ایک
 اور شخص نے اس خرید کردہ زمین میں سے ساٹھ تین
 قیراط پر دعویٰ کر دیا کہ یہ حصہ مجھے میری ماں سے میرا
 ملتا ہے اور وہ اس تعمیر کو گرانا چاہتا ہے حالانکہ اس
 کی ماں خریدار کی تعمیر اور تصرفات کو زندگی میں دیکھتی
 رہی ہے تو کیا اس دعویٰ کا اس کو حق ہے یا
 نہیں،

_____ حالانکہ ماں کو اس زمین
 کی خرید و فروخت اور اس پر خریدار کے تصرفات
 کی اطلاع مدت بھر رہی، کیا یہ دعویٰ مسموع ہوگا، تو
 انھوں نے جواب میں فرمایا کہ یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا
 جبکہ مذکورہ بالا حالات تھے، کیونکہ ہمارے علمائے
 اپنے متون، شروح اور فتاویٰ میں تصریح کی ہے
 کہ خریدار کا مبيع چیز پر فرقی مخالف اگرچہ اجنبی ہو،

بنحو البناء والغرس والزرع يمنع من
سماع الدعوى قال صاحب المنظومة
اتفق اساتيدنا على انه لا تسمع دعواه
ويجعل سكوتة رضى للبيع قطعاً للتزوير
والاطماع والحيل والتلبيس وجعل
الحضور وترك المنازعة اقراراً بان
ملك البائع ، وقال في جامع الفتاوى
وذكر في منية الفقهاء سماع
غيره يبيع عروضاً فقبضها المشتري
وهو ساكت وترك منازعة ، فهو
اقرار منه بان ملك البائع انتهى ،
وفيها سئل في محل تلقى
بيتاعن والده وتصرف
فيه كما كان والده من
غير منازع ولا مدافع مدة
تسوف عن خمسين سنة و
الآن برز جماعة يدعون البيت
لجدهم الاعلى ، فهل
تسمع دعوتهم مع اطلاعهم على التصرف
المذكور واطلاع اباؤهم وعدم مانع
يمنعهم عن الدعوى ،
اجاب لا تسمع هذه الدعوى ،

کی اطلاع کی موجودگی میں تعمیر، زراعت اور پودوں کی
کاشت جیسے تصرفات کرنا اس فریق کے دعویٰ کے
مسموع ہونے کے لئے مانع ہے ، اور صاحب منظوم
نے فرمایا کہ ہمارے اساتذہ ایسے دعویٰ کے نامسموع
ہونے پر متفق ہیں اور جھوٹ ، لالچ ، حیل سازی اور
تلبیس کے خاتمہ کے لئے مخالف فریق کے سکوت
کو بیع پر رضامندی اور اس کی موجودگی اور عدم تنازع
کو یہ اقرار تصور کیا جائے گا کہ زمین فروخت کرینا
کی ملکیت تھی ، اور جامع الفتاویٰ میں فرمایا مینہ الفقہاء
میں مذکور ہے کہ دوسرے کو سامان فروخت کرتے
ہوئے دیکھا اور خریدار نے قبضہ کیا تو بھی خاموش رہا
اور کوئی اعتراض نہ کیا تو یہ اس کا اقرار تصور ہوگا کہ
یہ سامان فروخت کر سوائے کی ملک ہے اور
اس میں ہے ایک شخص نے اپنے والد سے مکان
حاصل کیا اور اس میں اسی طرح تصرف کرتا رہا جس
طرح اس کا والد اس میں بغیر روک ٹوک پچاس سال
سے زائد عرصہ تک تصرف کرتا رہا ہے اور اب
ایک گروہ نے اپنا دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ یہ مکان
اس کے جد اعلیٰ کی ملک ہے تو کیا ان کی تصرفات مذکورہ
پر اطلاع اور ان کے باپ کو اطلاع اور دعویٰ سے
کوئی مانع نہ ہونے کے باوجود اب ان کا یہ دعویٰ
مسموع ہوگا ، تو جواب میں فرمایا کہ یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا

وفيهما عت البرازية عليه الفتوى
 قطعاً للاطماع الفاسدة وفي الولوالجية
 ثم الخيرية والحامدية وغيرهما رجل
 تصرف زماناً في امراض ورجل اخر
 سرائى الامراض والتصرف ولم يبدع
 ومات على ذلك لم تسمع بعد ذلك
 دعوى ولده فترك على يد المتصرف
 لان الحال شاهد انتهى ، وفي الخيرية
 وبه افتى شيخ الاسلام شهاب الدين
 احمد الحطبي المصري ، وفي
 الدر المختار اذا سكت الجار
 وقت البيع والتسليم وتصرف المشتري
 فيه سراً وبناً فحينئذ
 لا تسمع دعواه على ما عليه الفتوى قطعاً للاطماع
 الفاسدة انتهى ، قال خاتمة المحققين
 مولانا السيد محمد عابدين رحمته الله تعالى
 عليه في الحاشية قوله اذا سكت الجار وغيره
 من الاجانب بالاولى فتخصيص الجار بالذكر
 لانه مظنة انه في حكم القريب والزوجة،
 قوله وقت البيع والتسليم اي

اسی میں ہے برازیہ کے حوالہ سے کہ اسی پر فتویٰ ہے
 تاکہ فاسد لالچ وغیرہ کا خاتمہ ہو سکے ، ولوالجیہ ، پھر
 خیریہ اور حامدیہ وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص زمانہ بھر
 زمین میں تصرف کرتا رہا اور دوسرا شخص اس زمین
 اور اس میں ان تصرفات کو دیکھتا رہا اور کوئی دعویٰ
 نہ کیا اور فوت ہو گیا تو اس کے بعد اس کی اولاد کا
 اس زمین پر دعویٰ مسموع نہ ہو گا تو اس زمین کو
 قابض کے تصرف میں باقی رکھا جائیگا کیونکہ حال
 اس کا شاید ہے اور خیریہ میں ہے کہ اسی پر
 شیخ الاسلام شہاب الدین احمد علی مصری نے فتویٰ
 دیا ہے ، درمختار میں ہے جب پڑوسی خرید و فروخت
 اور قبضہ دینے اور خریدار کے تعمیر و زراعت کے تصرفات
 کو دیکھتے ہوئے خاموش رہے تو مفتی بہ قول کے
 مطابق اب اس کا دعویٰ مسموع نہ ہو گا تاکہ فساد
 طمع کو ختم کیا جاسکے ، حاشیہ میں خاتم المحققین مولانا
 سید محمد عابدين رحمته الله تعالى نے فرمایا ، ماتن کا
 قول جب پڑوسی خاموش رہے ، تو دوسرے اجنبی
 لوگ بالاولیٰ ، پڑوسی کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا
 کہ قرب والصاق کی وجہ سے گمان دعویٰ کا مقام ہے
 اس کا قول "قبضہ اور بیع کے وقت" یعنی جب ان

۵۹/۲	دارالمعرفۃ بیروت	کتاب الدعوی	۱۰۰	۱۰۰
۵۵/۲	" " "	"	"	"
۵۹/۲	" " "	"	"	"
۳۴۴/۲	مطبع مجتبائی دہلی	مسائل شتی	۱۰۰	۱۰۰

وقت علمہ بہما کما افادہ کلام الرضی
السابق وقد علمت ان البیع غیر قید
بل مجرد السکوت عند الاطلاع علی التصرف
مانع من الدعوی، قوله زما و بناء
المراد به کل تصرف لا یطلق الا للمالك
فهما من قبل التمثیل، قوله لا تسهم
دعواه ای دعوی الاجنبی ولو جاراً رضی
وف الخیرية وقد کثر افتاء
المحنفة عن علماء مصر یتساوی
الجار مع الاجنبی فی الحکم المذکور
لاشتراکها فی العلم والعللة الموجبة
بعدم سماع دعوی الجار
بعد تصرف المشتري من رفا
و بناء علی ما علیہ الفتوی قطع الاطماع الفاسدة
وسد باب التزویر والتبیس وهذا القدر مشترك
بین الجار والاجنبی الخ. وفي العقود الدریة فی
تنقیح الفتاوی الحامدیة ثم ان ما فی الخلاصة
والولوالجیة یدل علی ان البیع غیر قید بالنسبة
الی الاجنبی ولو جاراً بل مجرد الاطلاع علی التصرف
مانع من الدعوی الخ، وفيهما بعد نقل فتوی
العلامة الغزی کما ذکرناها فانظر کیف
افتی بمنع سماعها من غیر القریب بمجرد

چیزوں کا پڑوسی کو علم ہو جائے جیسا کہ دلی کے کلام سے
معلوم ہوا، آپ کو معلوم ہے کہ بیع کا ذکر بطور قید
نہیں بلکہ مشتری کے تصرفات پر اطلاع سے خاموشی
اس کے دعوی سے مانع ہے، اس کا قول
”زراعت و تعمیر“ تو اس سے مراد ہر وہ تصرف جو صرف
مالک ہی کر سکتا ہے ان دونوں کا ذکر بطور تشبیل ہے۔
اس کا قول ”اس کا دعوی غیر مسموع ہو گا“ سے مراد
یہ ہے ہر اجنبی خواہ پڑوسی ہو، کا دعوی غیر مسموع ہو گا
بجوالہ دلی، اور خیر یہی ہے مصر کے حنفی علماء کے
فتاوی میں اکثر طور پر پڑوسی کو اجنبی کے مساوی حکم
دیا گیا ہے کیونکہ مشتری کے زراعت و تعمیر کے تصرفات
پر اطلاع کے بعد دونوں علم اور عدم سماعت دعوی
کی علت یں مساوی ہیں حالانکہ فتوی کی بنیاد فاسد
لا یج اور جھوٹ اور دھوکہ کو ختم کرنا ہے اور وہ دونوں
میں مشترک ہے اجنبی ہو یا پڑوسی ہو، الخ، عقود الدریہ
و تنقیح الفتاوی میں ہے کہ پھر خلاصہ اور ولوالجیہ
کے بیان میں اس بات پر دلالت ہے کہ بیع کا ذکر
بطور قید نہیں کسی بھی اجنبی کے لئے خواہ وہ پڑوسی ہو
بلکہ صرف تصرف پر اطلاع ہی دعوی سے مانع ہے الخ
ان دونوں کتب میں علامہ غزی کے فتوی کو جسے ہم نے
ذکر کیا ہے نقل کرنے کے بعد، فرمایا، دیکھو انھوں نے
پہلے بیع کا دعوی نہ ہونے اور پندرہ سال یا زائد

۴۴/۵

دارالاحیاء التراث العربی بیروت

مسائل شتی

لہ رد المحتار

۶۰/۲

دارالمعرفۃ بیروت

کتاب الدعوی

لہ فتاوی خیریہ

۳/۲

ارگ بازار قندھار افغانستان

”

لہ العقود الدریہ

التصرف مع عدم سبق البيع وبدون مضي
خمس عشرة سنة او اكثر وفيها لم يقيدوه
بمدة ولا بموت كما ترى، وفيها وليس ايضا
مبنيا على المنع السلطاني كما
في المسئلة الآتية (قال الفقير
المجيب يعنى مسئلة عدم
سماع الدعوى خمس عشرة سنة وهو
مثال للمنفى لا للنفى) ثم قال بل هو حكم
اجتهادي نص عليه الفقهاء كما رأيت
فاغتفم تحرير هذه المسئلة فانه مفردا
هذا الكتاب والحمد لله المنعم الوهاب
انتهى، وفي رد المختار من مسائل شتى
مجرد السكوت عند الاطلاع على التصرف
مانع وان لم يسبقه بيع وفيه
من كتاب القضاء امداد عوى الاجنبى ولو جارا
فلا بد في منعها من السكوت بعد الاطلاع
على تصرف المشتري ولم يقيدوه بمدة الخ
وفيه من آخر كتاب الوقف
ليس لهذا مدة محددة

عرصہ کے ذکر نہ ہونے کے باوجود کسی بھی اجنبی کے دعویٰ
کے غیر مسکوع ہونے کو کیسے ذکر فرمایا ہے، اس
میں مذکور ہے کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کسی مدت یا موت
سے فقہاء کرام نے مقید نہیں کیا، اور اس میں یہ بھی ہے
کہ کسی حاکم کے منع پر نہیں ہے جیسا کہ آئندہ مسئلہ میں
آکر ہے، عجیب کہتا ہے کہ پندرہ سال کی مدت کا
ذکر عدم سماع دعویٰ میں منفی کی مثال ہے نفی کی نہیں،
پھر فرمایا، بلکہ اجتہادی حکم ہے جیسے کہ تم فقہاء کرام کی
اس پر تصریح کو دیکھ رہے ہو، اس مسئلہ کے بیان
کو غنیمت سمجھو کہ نہ یہ اس کتاب کے منفرد مسائل میں
ہے، الحمد للہ المنعم الوهاب اور رد المختار کے
مسائل مختلفہ میں ہے، مشتری کے تصرفات پر مطلقا
اطلاع دعویٰ کے لئے مانع ہے اگرچہ پہلے بیع کی اطلاع
نہ پائی ہو اور اسی کتاب میں کتاب القضاء سے ہے
کہ مشتری کے تصرفات پر اطلاع کے وقت سکوت
کرنا اگرچہ بیع کا علم پہلے ہو اجنبی خواہ پڑوسی کے دعویٰ
کے لئے مانع ہے، اس کو انہوں نے کسی مدت سے
مقید نہیں کیا الخ، اور اسی میں کتاب الوقف کے
آخر میں ہے کہ اس کے لئے کسی مدت کی حد نہیں ہے

۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الدعوى	لہ العقود الدریۃ
۴/۲	" " "	"	۱۵ " "
۴/۲	" " "	"	۱۶ " "
۴۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	مسائل شتى	۱۷ رد المختار
۳۲۳/۲	" " "	کتاب القضاء	۱۸ " "

واما عدم سماع الدعوى بعد مضي خمس عشرة سنة اذا تركت بلا عذر فذلك في غير هذه الصورة الخ قال الفقير المحجوب غفر الله تعالى له وانما اكثرنا من النقول في هذه المسئلة لامت منهم من وضعها في البيع خاصة كالعلاء في الدر المختار والزاك في الفقيه وابن نجيم في الاشباه وآخرين في آخر ومنهم من قيد تصرف المشتري بالزراعة والبناء كالفاضل الدمشقي في الدر والعلامة الغزالي في التويرا والغرس ونحوه ايضا كالمحقق الرملي في الفتاوى ومنهم من صورها بموت المتصرف والدعوى المدعى على ورثة كما في فتاوى الخلاصة ومنهم من قررها في عكس ذلك اعني موت غير المتصرف والدعوى ورثته على المتصرف على ما في الولوالجية ومنهم من ادرج في التصوير سكوتة هذا مدة تنوف عن كذا وكذا سنة كالخيرية وغيره ومنهم قصر الحكم على الحبار و

لیکن پندرہ سال کے بعد دعویٰ کا غیر مسموع ہونا جبکہ بلا عذر دعویٰ کا ترک کیا ہو، تو اس کا تعلق اس صورت سے نہیں ہے الخ۔ عجیب غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے ہم نے اس مسئلہ میں کثیر نقول اس لئے پیش کی ہیں کہ بعض نے اس مسئلہ کو بیع میں خاص کیا ہے جیسا کہ علامہ علائی نے در مختار میں اور علامہ زاہدی نے قنیہ میں اور ابن نجیم نے الاشباہ میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتب میں بیان کیا، اور بعض حضرات نے مشتری کے خاص تعمیر اور زراعت کے تصرفات میں اس کو وضع کیا ہے جیسا کہ فاضل دمشقی نے در میں اور علامہ غزالی نے ترویج اور بعض نے پودے لگانے کو بھی شامل کیا ہے جیسا کہ محقق رملی نے اپنے فتاویٰ میں اور بعض نے اس کی صورت تصرف کرنا کی موت کے بعد اس کے وارثوں پر مدعی کے دعویٰ کو بنایا ہے جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں، اور بعض نے اس کی صورت بالعکس بیان کی یعنی غیر قابض کی موت کے بعد اس کے وارثوں کا قابض متصرف پر دعویٰ جیسا کہ ولوالجیہ میں اور بعض نے اس میں اصنی کی خاموشی اتنے یا اتنے سال سے زائد کو صورت میں شامل کیا ہے جیسا کہ علامہ خیر الدین وغیرہ نے، اور بعض نے اس حکم کو صرف پڑوسی تک محدود کیا اور

عہ فی الاصل هكذا واظنه انه قنية ۱۲ عید۔ اصل میں اس طرح ہے اور میر گمان کے مطابق یہ لفظ قنیہ ہے ۱۲ عید (ت)

لہ رد المحتار کتاب الوقف فصل راعی شرط الواقف فی اجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۲۶

ولم یفصح انه فی غیرہ جارحتی اشتبه
 ذلک علی بعض الفضلاء کالسید الحموی
 والشیخ صالح بن عبد اللہ الغزی الی
 ان دفعه العلامة الرضی فی ماسردنا من
 جواهر نصوص الفتحات کل ذلک
 محض تصویر للمسئلة وتقریر لاسئلة من
 دون حصر ولا قصروان لا تقدیر
 بمدة ولا تقید بموت ولا تخصیص
 بجوار ولا بتصرف دون تصرف بعد
 ان کان مما لا یطلق الا للملاک ولا امتناع
 عن السماع قطعاً للاطماع الا للسکوت
 وترك النزاع مع الوقف والاطلاع علی
 تصرف واختراع وللا یشتبه ما نحن فیہ
 بمسئلة عدم سماع الدعوی بعد مضي
 خمس عشرة سنة فانها تعم ما اذا وقع التصرف
 اولاً حصل الاطلاع امر لا وہی مسئلة تلاحت
 فیہا الاثماء والاحلام وتشاجرت الظنون
 والافهام ومن قال فیہا بعد سماع
 فانما بنی الامر علی النهی السلطانی ثم اضطربت
 کلماتهم فی مجاریہا فمت تارک
 لها علی الاطلاق ومن مستثن لا شیء
 ثم لم یتفقوا فی المستثنیات
 علی کلمة واحدة ومنهم من
 عمم باخراج کل ما فیہ عذر
 للمدعی وهو اجمع واصوب

یہ ذکر نہ کیا کہ غیر می بھی یہ حکم جاری ہے حتی کہ بعض فضلاء
 کو اشتباہ ہو گیا جیسے سید حموی اور شیخ صالح بن عبد اللہ
 الغزی حتی کہ علامہ رضی کو اس کا دفاع کرنا پڑا ،
 اور ہم نے فتح کے نصوص کے جوابہ ذکر کئے کہ یہ تمام
 بیانات مسئلہ کی محض صورتیں ہیں اور سوالات کی
 تقریر ہے اس میں کوئی حصر، مدت کی تحدید، موت
 کی قید، پڑوسی کی تخصیص نہیں ہے اور نہ ہی کسی
 تصرف کا نعتین ہے سوائے اس کے کہ وہ تصرف
 مالکانہ ہو اور مشتری کے تصرفات و اختراعات پر
 اطلاع کے بعد سکوت ہو اور نزاع نہ پایا جائے
 توفساد و لالچ کو ختم کرنے کے لئے دعویٰ کی سماعت
 ممتنع ہوگی اور اس لئے بھی کثیر نقول ذکر کی ہیں تاکہ
 اس مسئلہ کا پندرہ سال کے بعد عدم سماع والے مسئلہ
 سے اشتباہ نہ رہے، کیونکہ اس مسئلہ کا دائرہ عام
 ہے مشتری کا تصرف ہو یا نہ ہو پھر اس کی اطلاع
 اجنبی کو ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور اس مسئلہ میں اگر اور
 دلائل، ظنون اور افہام کا ٹکراؤ ہے جنہوں نے
 وہاں دعویٰ غیر مسموم کہا ہے انہوں نے سرکاری
 ممانعت کی بنا پر کہا ہے پھر سرکاری ممانعت کو
 جاری کرنے میں فقہاء کرام کے کلام میں اختلاف ہے
 بعض نے علی الاطلاق اس کو جاری مانا ہے اور
 بعض نے بعض وجوہ سے استثناء کیا ہے پھر
 مستثنیات میں کسی ضابطہ پر اتفاق نہ کیا بعض نے
 جہاں مدعی کا عذر ہو وہاں سرکاری حکم سے علی العموم
 استثناء مانا ہے یہی موقف جامع اور درست ہے

ثم عظم الاعتراك في دعوى الميراث فقوم
 يسمعون و آخرون يمنعون كما فصله
 الفاضل المحقق العلامة سيدى امين الدين
 الشامى في العقود الدرية ومنسوبة ورود امر
 الامارة مع استثنائها و آخرى بدون كما
 ذكره ايضا في رد المحتار بخلاف ما نحن
 فيه فلا يقدر بمدة ولا يستثنى على نهى
 و انما هي حكم من الفقهاء الكرام قطعاً
 لمادة الزور والتلبس كما قد سمعت
 وهذا مما يستوى فيه دعوى الارث
 وغيره ولذا رأيتهم مطلقين
 القول ههنا من دون تخصيص
 ولا استثناء ولا حصر انما افتى به
 الرملى في مسئلتين مسوقتين في دعوى
 الارث كما قرأنا عليك فافهم و
 تثبت فان المقام منزلة الاقدام

پھر بڑی معرکہ آرائی میراث کے دعویٰ میں ہوتی بعض
 نے اس دعویٰ کو قابل سماعت قرار دیا اور بعض نے غیر سماعت
 قرار دیا جیسا کہ اس کی تفصیل فاضل محقق علامہ سیدی
 امین الدین شامی نے عقود الدریۃ میں فرمائی اس اختلاف
 کا منشأ اور وجہ امیر کا حکم ہونا ہے کہ یہ حکم قابل استثناء
 ہے یا نہیں جیسا کہ یہ بھی رد المحتار میں مذکور ہے اس
 تفصیل کے برخلاف ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو
 نہ کوئی مدت مقررہ ہے اور نہ ہی یہ سرکاری حکم
 منع پر مبنی ہے بلکہ یہ فقہاء کرام کا اجتہادی حکم ہے
 جو کہ جھوٹ اور جعل سازی کے خاتمہ کے لئے ہے جیسا
 کہ آپ نے سنا، اور اس میں وراثت اور غیر وراثت
 کا دعویٰ مساوی ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں فقہائے
 مطلق قول فرمایا ہے جسے تم نے دیکھا ہے کہ وہ یہاں
 نہ تخصیص کرتے ہیں اور نہ ہی استثناء کرتے ہیں،
 بہر حال رملى نے دعویٰ وراثت کے دو مسئلوں میں یہی
 فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ہم نے آپ کو بیان کیا ہے،
 سمجھو اور ثابت قدم رہو کیونکہ پھسلنے کا مقام ہے۔

پس صورت مستفسرہ میں جبکہ موصی لہما نے جائداد میں اس قدر تصرفات کئے نصف ملتے ہی دے ڈالی اور
 لینے والے نے اوروں کے ہاتھ بیچی ادھر وہ آئی گئی فیصل ہوئی ادھر جو باقی رہی اس میں موصی لہما تحصیل تشخیص
 کرتے رہے، کچھ اس میں سے بھی جدا کی جس پر خریدار قابض متصرف ہوئے اس عرصہ تک یہ مدعی کیونکر اپنا
 حق چھوڑے بیٹھے رہے اور اپنی اس قدر جائداد کثیر کا زید و عمرو و من و تو کے ہاتھوں میں لوٹ پھیر جبکہ
 دیکھا، اگر فی الواقع یہ صاحب حق ہوتے تو کیونکر اس قدر مدت تک صبر کرتے، آخر نہ دیکھا کہ امام عسکرام

عہ فی الاصل حکذا و اظنہ انہ منشوہ ورود امر الامارة مع استثنائها ۱۲ عیداً۔

محمد بن عبداللہ غزی قدس سرہ الشریف نے تو کچھ اوپر تین برس گزرنے میں دعویٰ نامسموع ٹھہرایا یہاں تو چھ سال سے اونچے ہو چکے، بالجلد اگر ایسی حالت میں ہندہ زندہ ہوتی اور خود دعویٰ کرتی تو اس کی بھی شنی جاتی اب کہ اس کے مرنے کے بھی کئی سال بعد ان مدعیوں کو یاد آیا کہ ہندہ تو زینب کی بہن تھی اور ہم اس کے ہمشیرہ زاد اور وہ خواہر کہلاتی جاتی، ان کی بات پر کوئی بھی التفات نہ کیا جائے گا اور چاند بدستور موصی لہما کے قبضہ میں رکھی جائے گی،

فی الفادی الخیرۃ فعلہ بذلک انت الام لوکانت حیۃ ثم ادعت بعد ذلک لا تسمع دعویہا وما منع المورث فی مثلہ منع الوارث بالاولیٰ و فی الحاشیۃ الشامیۃ من لا تسمع دعوا لہما نہ لا تسمع دعوی وارثہ بعدہ کما فی البزازیۃ وغیرہا انتہی، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فتاویٰ خیرہ میں ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ماں اگر زندہ ہوتی پھر بعد میں دعویٰ کرتی تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہو گا اور جہاں مورث کا دعویٰ مسموع نہ ہو تو وہاں وارث کا دعویٰ بطریق اولیٰ نہ سنا جائے گا اور حاشیہ شامی میں ہے، جب مانع کی وجہ سے کسی کا دعویٰ مسموع نہ ہو تو اس کے بعد اس کے وارث کا دعویٰ وہاں مسموع نہ ہو گا اور جیسا کہ بزازیہ وغیرہ میں ہے انتہی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

علیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسیمان وجیہ الدین و کریم الدین لپران نظام الدین مالک مشترک بحد مسامیۃ ۱۰ بسوہ حقیقہ زمینداری موضع رچہا پر گنہ فرید پور کے تھے ۵ اپریل ۱۸۴۹ء کو وجیہ الدین احد الشریک نے وفات پائی نجم النساء زوجہ صدق النساء مادر و نظام النساء ہمشیرہ حقیقی ذوی الفروض و کریم الدین برادر علاقہ عصبہ، جملہ چار وارث شرعی چھوڑے، تاریخ ۵ ماہ مذکور کو صدق النساء مادر وجیہ الدین فوت ہوئی اس کی وارث مسامیۃ نظام النساء دختر ہوئی اور ۱۸ ستمبر ۱۸۵۳ء کو کریم الدین نے قضا کی، مسامیۃ بیگم زوجہ مسامیۃ کنیز شیریں دختر ذوی الفروض و مسامیۃ نظام النساء ہمشیرہ علاقہ عصبہ وارث فوت ہوئے مگر تمام حقیقت دیہہ مذکور پر قبضہ بطور خود لبعوض دین مہر بیگان مورثان کا رہا کہ ۱۸۴۳ء میں ۵ بسوہ حسب نالاش نجم النساء کی تقسیم علیحدہ ہو گئے اور ۵ بسوہ مسامیۃ کنیز شیریں و بیگم نے بدست قسربان علی

فروخت کر ڈالے اور ۱۸۷۶ء میں اول مسماۃ بیگم مری، اس کی وارث صرف مسماۃ کنیز شیریں دختر ہوئی، بعد ہا
 مسماۃ نظام النساء اعلیٰ درجہ کی حصہ دار اور جو با منتظر بیباقی دین مہر میں بیوگان کے قبضہ جائداد سے دست کش
 تھی فوت ہوئی، اس کے وارث محمد عوض و کریم بخش نمبر گان شمار اللہ عم حقیقی متوفیہ بھی تعصوبت ہوئے دین مہر
 مسماۃ نجم النساء کا ۱۸۷۸ء میں اور دین مہر مسماۃ بیگم کا ۱۸۸۲ء تک آمدنی جائداد سے ادا ہو گیا باوجود بیباقی
 ہو جانے دین مہر کے نجم النساء نے منجملہ ۵ بسوہ کے ۳ بسوہ بدست مسماۃ بیگم زوجہ قربان علی مذکور اور بھاگی رتھ کے
 فروخت کر ڈالے اور ۲ بسوہ تمسک موسومہ موچند میں مگنول کی کہ وہ بسوات مکفولہ بعلت ڈگری مطالبہ مذکور
 تاریخ ۲۰ مارچ ۱۸۸۸ء کو بخیریداری ممتاز حسین پسر قربان علی نیلام ہو گئی یکم اگست ۱۸۸۶ء کو محمد عوض و
 کریم بخش و ارثان نظام النساء نے کل حق حقوق اپنا واقع ۱۰ بسوہ مذکور بدست مسماۃ الہی بیگم بیع کیا کہ بوجہ
 خریداری کے مشتری نے نالشات دیوانی میں دائر کر کے ڈگریات اثبات حق و دخل بقدر ۳۰ بسوہ کے بمقابلہ
 مسماۃ نجم النساء و نیز مشتریان اس کی کے علیحدہ علیحدہ حصہ دار حاصل کیں، بعد اس کے مسماۃ کنیز شیریں مہاجرہ
 حسب اتفاق بریلی آئی، ممتاز حسین مدعا علیہ نے ایک مختار نامہ عام مسماۃ کنیز شیریں سے اپنے حقیقی بھائی
 عاشق علی کے نام تحریر کرایا، چنانچہ عاشق علی مذکور نے بعد چلے جانے مسماۃ کنیز شیریں کے نالش منجانب
 کنیز شیریں بدین بیان رجوع کیا ہے کہ ۲ بسوہ ڈگری شدہ الہی بیگم پر بقدر حصہ وراثت وجہ الدین کے مسماۃ
 کنیز شیریں کو رسدی حصہ ملے مدعا علیہا کو یہ عذر ہے کہ ۱۰ بسوہ متروکہ مورثان میں مسماۃ نجم النساء کو ۵ بسوہ
 ۵ بسوانسی اور مسماۃ کنیز شیریں کو مع مسماۃ بیگم کے ۳ بسوہ ۵ بسوانسی اور محمد عوض و کریم بخش مدعا علیہما کو
 ۵ بسوہ ۵ بسوانسی پہنچے تو جملہ حصہ داران نے کل حقوق اپنے فروخت کر ڈالے بقائم مقامی ان کے مشتریان مالک
 ہیں، اور بوجہ عدم شمول مسماۃ نظام النساء کے تقسیم و نیز بیع منجانب نجم النساء و نیز مسماۃ کنیز شیریں کے
 جہاں تک حصہ شرعی مشتری مدعا علیہا ہے کالعدم ہے اور بیع مستلزم تفریق حصص بائع ہے فقط بوجبات
 معروضہ بالا کے شرعاً دعویٰ اجرائے توریث مدعیہ نسبت ۳ بسوہ مقبوضہ الہی بیگم مدعا علیہا کے قابل قبول
 ہے یا نہیں اور عذر مدعا علیہا کس قدر قابل لحاظ ہے؛ بحوالہ کتب بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں کنیز شیریں کا دعویٰ محض یا بطل و بے بنیاد ہے، اس مسئلہ کی تحقیق میں چند
 امور تنقیح طلب جن کا حکم معلوم ہونے کے بعد باذن اللہ تعالیٰ خود ہی منکشف ہو جائے گا،
 (۱) پانچ پانچ بسوہ کی تقسیم کہ نجم النساء نے کرائی صحیح ہے جس کے سبب ترکہ وجہ الدین میں حصہ کنیز شیریں
 صرف اسی پٹی سے متعلق ہے جو نجم النساء کے ہاتھ میں تھی یا باطل اور اس کا حق دونوں پٹیوں میں شائع۔

- (۲) بائمان وغیر بائمان جلد ورثہ کے حصص متروکات میں کس کس قدر ہیں۔
 (۳) بیعین کہ نجم النصار و بیگم و کنیز شیریں و نیلام کندگان نے کیں کہاں تک اثر رکھتی ہیں جس سے ظاہر ہو کہ مشتریوں کے ہاتھ میں کتنی حقیقتیں اثر بیع سے محفوظ و قابل دعویٰ و ارشاد ہیں۔
 (۴) ان محفوظ حقیقتوں میں رسد کی حصے کے حساب سے کنیز شیریں و الہی بیگم کا حق کس نسبت سے ہے۔
 (۵) شریک ملک میں ایک شریک کو دوسرے کے حق سے کتنا تعلق ہے، باقی رہا یہ کہ نجم النصار و بیگم و کنیز شیریں کی بیعین کیا حالت رکھتی ہیں اور مشتریوں کو بوجہ تفریق صفقتہ کیا کیا اختیار حاصل اور اس کے سوا اور امور متعلقہ معاملہ سے تعرض نہ کر دیں گا کہ یہ باتیں اس مسئلہ میں زیر بحث نہیں۔

اب بتوفیق اللہ تعالیٰ ہر ام کا جواب لیجئے۔

تقسیم نہ کر محض باطل و بے اثر ہے، **اولاً** نظام النصار اس میں شریک نہ کی گئی، ہدایہ میں ہے،
 ظہر شریک ثالث لهما والقسمۃ بدوۃ جب دو کے ساتھ تیسرا شریک ظاہر ہو جائے تو پھر
 رضا باطلہ ہے اس کے بغیر تقسیم باطل قرار پائے گی۔ (ت)

ثانیاً ظاہر ہے کہ نظام النصار کا حق وجیہ الدین و کریم الدین دونوں کے ترکہ میں بوجہ شیوع تھا تو
 الہی بیگم کو بوجہ شرا اس کے ورثہ کے قائم مقام ہوتی دونوں حصص میں استحقاق شائع رکھتی ہے اور ایسا
 استحقاق بالاجماع باعث انتقاض تقسیم ہوتا ہے، عالمگیری میں ہے،

ان استحق جزء شائع من النصیبین انتقضت
 القسمۃ ہے اگر دو حصوں کا استحقاق شائع جز یعنی ناقابل انقسام
 ہو تو وہ تقسیم ختم ہو جائے گی۔ (ت)

پس ظاہر ہوا کہ یہ پٹیاں محض نامعتبر ہیں اور ترکہ میں ورثہ خواہ شرار جتنے حقدار ہیں سب کا حق بدستور
 مجموع ۱۰ بسودہ میں شائع یہاں تک کہ جو ذرہ زمین لیجئے اس میں سب کا استحقاق حصد رسد ہے فان هذا
 هو معنى الشيوع كما نصوص عليه قاطبة (کیونکہ شیوع کا معنی یہی ہے جیسا کہ فقہائے فاس پر نص کی ہے۔ ت)

تفصیل حصص : وجیہ الدین جس کا ترکہ صورت مذکورہ میں ۹۶ سے منقسم ہو کر نویں بٹا،
 نجم النصار ۲۴، نظام النصار ۹۷، کنیز شیریں ۵، کما یظہر بالتخیر (جیسا کہ مسئلہ کی تخریج سے ظاہر ہے)
 اس کے پانچ بسودہ کی تقسیم یہ ہوتی :

نجم النصار : ۵ بسودہ ۵ بسوانسی ، نظام النصار : ۳ بسودہ ۹ بسوانسی ۱۵ ۵/۶ کچوانسی ،

لہ ہدایہ کتاب القسمۃ باب دعوی الغلط مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۱۹/۴

لہ فتاویٰ ہندیہ الباب العاشر فی القسمۃ یستی الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲۲۵/۵

کنیز شیریں ۵، بسوانسی ۴، کچوانسی۔

اور کریم الدین جس کا ترکہ آٹھ سے تقسیم پاکر ٹوں پہنچا:

بیگم ۱، کنیز شیریں ۴، نظام النساء ۳،

اس کے پانچ بسوہ یوں منقسم ہوئے:

بیگم ۱۲، بسوانسی ۱۰، کچوانسی ۱۰، کنیز شیریں ۴، بسوہ ۱۰، بسوانسی ۱۰، نظام النساء ۳، ابسو، ابسو، ابسو، کچوانسی۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ ترکہ وجیہ الدین میں حصہ نظام النساء ۳، بسوہ ۱۰، بسوانسی گمان کرنا غلط تھا جس میں اس کے حق شرعی سے ۴، کچوانسی کی زیادتی اور کنیز شیریں کے حق میں اسی قدر کمی کی گئی۔ بیع ہر شخص کی اپنی ہی ملک میں نافذ ہوتی ہے اور بیع ملک غیر بے اذن غیر اجازت پر موقوف رہتی ہے اگر نہ جائز رکھے باطل ہو جائے، فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے:

اذا باع الرجل مال الغير عندنا يتوقف البیع علی اجازة المالك۔ جب بغیر اجازت کسی کے مال کو فروخت کیا ہو تو ہمارے نزدیک وہ بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی (ت)

اور مجرور سکوت یعنی بیع کی خبر پانا اور خاموش رہنا اجازت نہیں۔ عالمگیری میں ہے:

بلغ المالك ان فضولي باع ملكه فسكت لا يكون اجازة۔ مالک کو اطلاع علی ایک اجنبی نے اس کی ملکیت فروخت کر دی ہے مالک خاموش رہا تو یہ اجازت نہ ہوگی۔ (ت)

اور بعد موت مالک اس کے ورثہ جائز نہیں کر سکتے، فتاویٰ خانیہ میں ہے:

اذا مات المالك لا ينفذ باجازه الوارث۔ جب مالک فوت ہو جائے تو اس کے ورثہ کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی۔

بس نجم النساء و بیگم و کنیز شیریں کی بیعیں اگر نافذ ہوئیں تو صرف انہیں کے حصوں یعنی ابسوہ ۵، بسوانسی ۱۲، ابسو، کچوانسی ۲، ابسو ۱۰، بسوانسی میں ہوئیں۔ عالمگیری میں ہے:

عبد بن رجلین غصبہ احدهما ایک عبد دو مالکوں کی مشترکہ ملک تھا ان میں سے

۱۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب البیع فصل فی البیع الموقوف نوکسور کھنؤ ۳۵۱/۲

۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب البیع الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۵۳/۳

۳۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب البیع فصل فی البیع الموقوف نوکسور کھنؤ ۳۵۱/۲

من صاحبہ فباعہ بالف درهم و دفعه الى
المشتري جائز البیع فی حصته

ایک نے غصب کر کے فروخت کر دیا اور مشتری سے

ہزار درهم لے کر اس کو قبضہ دے دیا تو فروخت
کوئی والے کے اپنے حصہ میں بیع جائز ہوگی (ت)
اور بیع نیلام کا غیر نافذ ہونا تو اظہر من الشمس کہ جب نجم النصار اپنا حصہ بدست بیگم زوجہ قربان علی بیچ چکی تھی
تو اب جائداد میں اس کا کیا باقی تھا جو اس کے قرضہ میں نیلام کیا جاتا بہر حال نفاذ بیع انھیں تین حصوں یعنی
مجموع ۱۰ بسوہ سے ۴ بسوہ، بسوانسی ۱۰ کچوانسی تک محدود ہے باقی ۵ بسوہ ۱۲ بسوانسی ۱۰ کچوانسی نفاذ بیع
سے محفوظ ہیں، دونوں ترکوں میں حصہ نظام النصار کی محفوظی تو ظاہر خواہ بیعیں اس کی حیات میں ہوں یا بعد کہ
برقہ تیر اول اس کے بے اجازت دئے انتقال کرنے اور برقہ تیر ثانی اس بیع نے جو مالکوں یعنی محمد عوض و کریم بخش
نے بدست الہی بیگم کی اگلی سب بیعوں کو جہاں تک ان کے حصوں سے متعلق نہیں باطل کر دیا۔ رد المحتار میں ہے:

فی البرزانیة من القاعدی طر و ا لبات یبطل
الموقوف اذا حدث لغير من باشر الموقوف
كما اذا باع المالك ما باعه الفضولی من
غير الفضولی ولو ممن اشترى من الفضولی
بزازیر میں قاعدی سے منقول ہے کہ قطعی فیصلے کا
طاری ہونا موقوف بیع کو باطل کر دینا جب موقوف
عمل کرنے والے کے غیر سے جدید بیع ہو جائے مثلاً
فضولی نے جس چیز کو فروخت کیا اسی کو مالک نے کسی
غیر فضولی کے پاس فروخت کر دیا ہو اگرچہ یہ غیر وہی ہو
جس کو فضولی نے فروخت کیا تھا (ملخصاً) (ت)

تو مجموعہ ۱۰ بسوہ سے ۵ بسوہ، بسوانسی ۵ کچوانسی ملک الہی بیگم ہوئیں۔ رہی کینز شیریں اس نے اور اس
کی ماں بیگم نے اگرچہ اپنی مقدار حصص سے بہت زائد یعنی ۵ بسوہ کی بیع کی مگر یہ بیع ان کے صرف انہی حصوں پر
مقتصر رہی جو کہ ترکہ ذاتی کریم الدین سے انھیں ملی تھی نہ بدیں سبب کہ انھوں نے بعد تقسیم یہی پانچ بسوہ سے بیع
کئے جو بالتعین ترکہ کریم الدین فرض کر لئے گئے تھے کہ یہ قرض و تعین تو شرعاً محض یہودہ و بے معنی تھی کما
اسلفنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ اس وجہ سے کہ انھیں صرف انہی حصص کی بیع مقصود تھی او
اسی قدر پرعقد وار کیا کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) تو ۵ بسوانسی ۴ کچوانسی کہ ترکہ
وجیہ الدین سے انھیں پہنچیں ان کی بیع میں داخل نہ ہوتیں بلکہ غیر مالک یعنی نجم النصار خواہ نیلام کنندگان نے

بے اذن مالکان بچیں تو بیع اگر حیاتِ بیگم میں واقع ہوئی تو بوجہ موت بلا اجازت اس کے حصے یعنی البسوانسی ۵ کچوانسی میں باطل محض ہوگئی جسے کنیز شیریں بھی نافذ نہیں کر سکتی کما قد مناعن الہندیۃ (جیسا کہ ہم پہلے ہندیہ سے نقل کر چکے ہیں۔ ت) اور اس کے بعد ہوئی تو مثل حصہ کنیز شیریں اجازت کنیز شیریں پر موقوف رہی جس کی تنفیذ و ابطال کا اختیار کنیز شیریں کو اب تک حاصل ہے۔

ولا تكون دعوتها مسقطۃ لغيرها ومعینۃ
لا بطلال البیع کما حققہ السولی المحقق
علی الاطلاق فی فتح القدیر شرح
الہدایۃ۔

اس کا دعویٰ اس کے خیار کو ساقط کرے گا نہ بطلان
بیع کے لئے معاوی ہوگا جیسا کہ محقق علی الاطلاق
نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں اس کی تحقیق فرمائی
ہے۔ (ت)

بہر طور مجموعہ ۱۰ بسوہ سے ۵ بسوانسی ۴ کچوانسی پر کنیز شیریں کو ہر طرح دعویٰ پہنچتا ہے۔
نسبت حصص ہماری تقریر سے واضح ہو گیا کہ ۱۰ بسوہ سے کس قدر حقیقت کنیز شیریں والہی بیگم
کے لئے محفوظ اور اس میں ہر ایک کا حق کتنا ہے، اب ان دونوں کے حصوں میں نسبت دریافت کرنے کے لئے
بغرض تیسیر طریق سب کسو کو کسر اصغر یعنی سدش کچوانسی کا، بخش کچجے تو حصہ الہی بیگم ۵، ۸، ۱۶ ہے اور
نصیب کنیز شیریں ۶۲۵ یہ دونوں توافق بخش خمس خمس بخیر من ماتہ و خمسہ و عشرین رکھتے ہیں اول کا و فی ۱۰۳
دوم کا پانچ تو حصہ کنیز شیریں کو ہی الہی بیگم سے وہی نسبت ہوئی جو پانچ کو ۱۰۳ سے ہوتی ہے اسی سے ہر جزو
جائداد میں ان کا راسدی حصہ معلوم ہو جائے گا یعنی بوجہ بطلان تقسیم و بقائے شیوع جائداد محفوظ ۵ بسوہ ۱۲ بسوانسی
۱۰ کچوانسی کا جو ٹکڑا جو ذرہ جہاں کہیں ہوگا اس کے ۱۰۸ سهام سے ۵ سم کنیز شیریں اور ۱۰۳ الہی بیگم کے ہیں۔

شرکت ہلک میں ہر شریک دوسرے کے حصے سے محض اجنبی ہوتا ہے۔ عالمگیری میں ہے؛
شرکت ہلک یہ ہے کہ دو شخص کسی ایک چیز کے
عقد شرکت کے بغیر مالک ہو جائیں مثلاً دونوں
ایک چیز کے وارث ہیں یا ایک چیز دونوں کو ہبہ ہوئی
یا خریداری یا صدقہ کے ذریعہ ایک چیز کے مالک بنے
تو اس میں دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے
حصہ میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں
کر سکتا اور اپنے حصے میں دونوں ایک دوسرے سے
شرکتۃ ملک ان یتملك دجلان شیئا من غیر
عقد الشریکۃ بینہما نہ حوائث یرثا مالا
او یوہب لہما او یملکا یا الشراء او الصدقۃ
لا یجوز لاحد ہما ان یتصرف فی نصیب
الآخر الا بامرہ کل واحد متہما کالاجنبی
فی نصیب صاحبه ویجوز بیع احد ہما
نصیبہ بغیر اذنتہ ملقطاً۔

اجنبی ہیں لہذا ہر ایک اپنے حصہ میں دوسرے کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتا ہے اہ ملقطاً (ت)

تنویر الابصار میں ہے :

شرکۃ ملک وہی ان یملک متعدد عینا
او دینا بآرث او بیع او غیر ہما وکل اجنبی
فی مال صاحبہ الخ۔
شرکت ملک یہ ہے کہ متعدد اشخاص عین یا دین
میں وراثت یا بیع یا کسی اور طرح مشترکہ مالک
ہو جائیں اور ہر ایک دوسرے کے حصہ میں اجنبی
ہو گا الخ (ت)

تو ظاہر ہے کہ اگر ان میں ایک کسی غاصب پر دعویٰ کر کے اپنے مقدار حصہ میں اپنا اثبات ملک واستقرار حق
کرائے تو اس ثبوت واستقرار میں دوسرے شریک کا ہرگز کوئی استحقاق نہیں آسکتا کہ جو سهام ایک کو
پہنچتے ہیں دوسرے کا اس میں کیا حق ہے اس کے لئے اس کے سهام جدا ہیں پس ایک کے تقرر حق میں مزاحم
ہونا گویا بعینہ یہ کہنا ہے کہ تو اپنے سهام میں مجھے شریک کر لے اور اپنے خاص حق سے مجھے کچھ دے دے اس کے
کوئی معنی نہیں، نہ ایسا دعویٰ قابل سماعت، ہاں اگر ایک شریک بے تقسیم شرعی ملک مشاع سے کسی معین ٹکڑے
پر قبضہ کر لے تو بیشک دوسرے کا اس پر دعویٰ پہنچتا ہے کہ جب شیوع ہے ہر ہر ذرہ میں دونوں کا استحقاق ہے
فلا یقبض شیئا معینا الا وقد قبض ملک
تو کسی معین چیز کا قبضہ دوسرے کے حصہ پر مخلوط قبضہ
صاحبہ مخلوطا مع ملک نفسه لکما نص
علیہ فی الکتب جمیعاً۔
اس پر تصریح ہے۔ (ت)

یا ایک شریک جھوٹا دعویٰ کر کے اپنے حق سے زیادہ میں اپنے لئے اثبات ملک کرائے تو بھی دوسرے کی مزاحمت
بجا ہے کہ اس نے اس کے حق میں دست اندازی کی یدل علی کل ذلك فروع جملة مذکورة فی کتب
المذہب (اس پر کتب مذہب میں مذکور کثیر فروع وال ہیں۔ ت) غرض ان دو صورتوں کے سوا مجرد اثبات
ملک استقرار حق میں دوسرے شریک کی مزاحمت محض بیہودہ و نامسموع ہے۔ جب یہ امور منقح ہو لے اور پڑھا ہر
کہ یہاں احتمال صحت دعویٰ کی صورت اولے یعنی قبض شے معین مفروز تو واقع نہ ہوئی کہ الہی بیگم نے ان ۳ بسوہ
۱۰ بسوانسی کا پٹی بانٹ کر اگر کوئی مستقل قبضہ بالتعین نہ کیا تو صرف صورت ثانیہ یعنی حق سے زیادہ اثبات ملک
کرا لینے کا دیکھنا باقی رہا اگر یہ ۳ بسوہ ۱۰ بسوانسی حق الہی بیگم سے زائد ہیں تو بیشک کنیز شیریں کو صرف قدر زائد میں
اختیار مزاحمت ہے ورنہ اصلاً نہیں، مگر ہم تحقیق کر آئے کہ ترکہ و جبر الدین و کریم الدین کی جدائی جو اس تقسیم باطل
کا حاصل تھی محض غلط ہے بلکہ وہ ساری جائداد جس طرح حیات ہر دو برادر میں مختلط و غیر منقسم تھی اب تک بدستور

اسی حالت پر ہے تو صرف ان ۵ بسووں میں جو کچھ انصار کے ہاتھ میں تھے کنیز شیریں کا حق جاننا اور دوسری پٹی میں نہ ماننا محض غلطی ہے بلکہ حکم شیوع جو ٹکڑا جہاں کہیں ہے ہر ایک میں کنیز شیریں والی بیگم حصہ رسد شریک ہیں اب اگر اس فرضی جدائی کو اصل نظر سے ساقط کیجئے جب تو نہایت ظاہر کہ الہی بیگم نے اپنے حق سے بہت کم میں اثبات ملک کرایا حتیٰ اس کا ۵ بسوہ ۵ پچاسی کچھ انسی تھا اور ڈگری صرف ۳ بسوہ ۱۰ بسوہ انسی کی حاصل کی پھر کنیز شیریں اس کے حق خاص میں سے کس چیز کا صلہ مانگتی ہے۔ اور اگر یہ خیال کیجئے کہ گو تقسیم شرعی نہیں مگر دو ٹکڑے جدا جدا ہوئے جن میں ایک پر قربان علی دوسرے پر اس کی زوجہ و پسر قابض ہوئے اور الہی بیگم نے بھی صرف ایک فریق پر دعویٰ کیا، تو اس نظر سے بھی دعویٰ الہی بیگم اس کے حصہ رسد سے کم ہے کہ اس پٹی میں بعد استثنائے حصہ کچھ انسی کہ بدست بیگم زوجہ قربان علی بیع ہوا ۲ بسوہ ۵ بسوہ انسی حتیٰ الہی بیگم و کنیز شیریں میں انھیں بلحاظ نسبت مذکورہ ۸۰ پر تقسیم کیجئے تو حاصل قسمت ۱۳ $\frac{۵}{۹}$ کچھ انسی ہے جسے ۵ میں ضرب دینے سے ۲ بسوہ انسی ۹ $\frac{۲۵}{۹}$ کچھ انسی ہوتی ہیں اسی قدر رسدی حصہ کنیز شیریں ہے اور باقی ۳ بسوہ ۱۱ بسوہ انسی ۱۰ $\frac{۵}{۹}$ کچھ انسی حتیٰ الہی بیگم تھے جس میں اس نے تین بسوہ دس بسوہ انسی میں اپنی ملک ثابت کرائی تو کنیز شیریں کے حق میں کون سی مزاحمت کے دعویٰ کنیز شیریں کا حاصل یہ ہے کہ اس قدر بھی تیری ملک نہیں یا اگرچہ تیری ملک ہے مگر اس میں سے کچھ مجھے واپس دے حالانکہ اس سے زیادہ اس کی ملک ہے اور ملک غیر پر دعویٰ کرنا محض بے معنی اور اگر ان سب تحقیقات نفیسہ سے قطع نظر کیجئے اور خواہی تنخواہی مان ہی لیجئے کہ تقسیم مذکور صحیح تھی اور یہی ۵ بسوہ بالیقین ترکہ وجہ الدین تھے اور خاص انھیں میں استحقاق کنیز شیریں ہے تاہم اس تقدیر باطل پر بھی دعویٰ کنیز شیریں کہ حصہ رسدی پاؤں کوئی معنی نہیں رکھتا رسدی حصہ کا قویہ حاصل کہ جس قدر پر الہی بیگم نے ڈگری پائی یہ اور وہ ۵ بسوہ انسی کہ باقی رہیں دونوں ٹکڑوں میں الہی بیگم و کنیز شیریں اپنے اپنے حصوں کی نسبت سے شریک ہیں بحساب اربعہ متناسبہ اس مقدار ڈگری شدہ میں جو کچھ حصہ کنیز شیریں کے اب ملے باقی حصہ الہی بیگم ہو اور ۵ بسوہ انسی میں دونوں کا دعویٰ رہے حالانکہ اس تقدیر باطل پر الہی بیگم جس قدر ترکہ وجہ الدین سے استحقاق رکھتی تھی اس سے ۴ $\frac{۱}{۲}$ کچھ انسی زیادہ کی ڈگری پا چکی کما یظہر مما اسلفنا بیاناہ (جیسا کہ ہمارے پہلے بیان ظاہر ہے۔) تو رسدی حصہ مانگنے کے کیا معنی بلکہ قدر زائد یعنی ۴ $\frac{۱}{۲}$ کچھ انسی کا دعویٰ کرنا تھا، غرض ساری غلطی کا منشا یہ ہے کہ کنیز شیریں یعنی اس کے مختار عام نے اثبات ملک و استقرار حق کرانے کو بالیقین ایک پارہ معینہ مفرزہ منقسم پر قبضہ کر لینا سمجھتا ہے حالانکہ ان کا بدیہی فرق ایسا نہیں جو کسی پر مخفی رہے، پس یہ نہایت وضوح روشن ہو گیا کہ کنیز شیریں کا دعویٰ اصلاً و جبر صحت و قابلیت سماعت نہیں رکھتا۔ واللہ بخیرہ و تعالیٰ اعلم و علما حل مجاہد اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ذی مقدور تھا اس نے اپنی بیوی کو اپنی حیات میں زیور طلائی اور نفرتی بنادیا وہ اس کے مہر میں منظور کیا جائے گا یا کیا؟ بینوا تو جبروا۔

الجواب

عرف عام و شائع ہمارے بلاد میں یہ ہے کہ عورتوں کا مالک کر دینا نہیں ہوتا بلکہ شوہر ہی کی ملک سمجھا جاتا ہے جب تک صراحت یا دلالت شوہر کی جانب سے تمکین ظاہر نہ ہو،
و معلوم ان الدفع الیہن یحتمل التملیک یہ واضح بات ہے کہ ان کو دینے میں تمکین اور عاریتہ
والعاریتہ والعاریتہ اولیٰ فہی الثابتہ مالم یدل دونوں احتمال ہیں تو جب تک عاریتہ کے خلاف دلیل
علیٰ خلا فہا۔ موجود نہ ہو تو عاریتہ ہونا ثابت ہوگا۔ (ت)

البتہ وہ استعمال میں عورتوں ہی کے رہتا ہے مگر اس سے ملک زناں ثابت نہیں ہوتی۔ بجز الراتی پھر رد المحتار و عقود الدریہ میں ہے،

لا ینکون استتماعہا بمشریہ و رضاہ خاوند کی خریدی ہوئی چیز سے فوائد حاصل کرنا اور اس
بذلک دلیل علیٰ انہ ملکہا پر خاوند کا راضی ہونا بیوی کی ملکیت کی دلیل نہیں
ذلک کما تفہمہ النساء و العوام و بن سکتا جیسا کہ عورتیں اور عوام سمجھے ہوتے ہیں، میں نے
قد افیت بذلک مراراً متعدد بار اس پر فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

پس اگر گواہان عادل شرعی سے عورت کو اس زیور کا مالک کر دینا نہ ثابت ہو تو وہ بدستور ملک شوہر
پر ہے اس کا مہر وہ ٹھہر کر سب ورثہ پر حسب فرض منقسم ہوگا اور اگر ثابت ہو کہ شوہر نے عورت کو اس زیور
کا مالک کر دیا تھا تو بیشک وہ تنہا عورت کی ملک ہے، اب اس صورت میں اگر شوہر نے تصریح کی تھی کہ یہ
تیرے مہر میں دیتا ہوں تو اس قدر مہر سے مجرا ہوگا اور اگر مہر کے سوا اور کسی جہت کی تصریح کی تھی مثلاً کہا
یہ زیور میں نے تجھے احساناً دیا یا ہبہ کیا تو ہرگز مہر میں محسوب نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے،

بعث الیٰ امرأتہ شیئاً ولم ینکر خاوند نے بیوی کو کوئی چیز دیتے ہوئے مہر یا کوئی
جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر اور وجہ ذکر نہ کی مثلاً اس نے چراغ یا مہندی
کقولہ شمع او حاتم قال انہ من المہر کے لئے کہا اور پھر کہا کہ یہ مہر کے طور پر دی ہے تو

لم يقبل قنية ، لوقوعه هدية فلا ينقلب مهر^۱ ^۱ملخصاً۔
خاوند کی بات نہ مافی جائیگی، قنیه، کیونکہ وہ ہدیہ
ہے چکا ہے تو اب مہر میں تبدیل نہ ہو سکے گا ^(ت) ^۲ملخصاً۔

اور اگر صرف تملیک معلوم ہوئی اور یہ کچھ نہ ثابت ہوا کہ مہر میں دیا تھا یا مہر سے جدا اور زوجہ کو مہر سے الگ
دینے کا دعویٰ ہے اور دیگر ورثہ مہر میں دینا بیان کرتے ہیں تو دیگر ورثہ کا قول ان کی قسم کے ساتھ مقبول ہو گا
جب تک عورت گواہان عادل سے نہ ثابت کرادے کہ مجھے مہر سے جدا اس کا مالک کیا وہ زبور مہر ہی ٹھہرے گا۔
تنویر الابصار و درمختار و رد المحتار میں ہے :

لوبعث الى امرأته شيئاً ولم يذكر المهر ولا غيره فقلت هو هدية وقال هو من المهر او عارية فالقول له بيمينه والبيئنة لها في غير المهر^۲ ^۲للاكل^۳ ^۳ملخصه۔
جب خاوند نے بیوی کو کوئی چیز بھیجی اور مہر وغیرہ کا
کوئی ذکر نہ کیا تو بیوی کہتی ہے یہ ہدیہ ہے اور خاوند
کہتا ہے یہ مہر تھا یا عاریت تھا، تو خاوند کی بات
قسم لے کر مان لی جائے گی اور عورت کی بات
گواہی کے ساتھ مافی جائے گی، یہ صورت کھانے پینے والی چیزوں میں نہ ہوگی ^(ت) ^۴ملخصاً۔
خیر میں ہے :

سئل فيما اذا بعت شيئاً من جنس النكاح او مالا يتسارع اليه الفساد ثم اختلف فقال الزوج انما بعثته ليحسب من المهر وقالت هو هدية هل القول قوله ام قولها اجاب القول قوله كما صرح به قاضيات وغيره يعنى بيمينه مع لئلا بانه المملك وهو اعرف بحصة التملك^۴ ^۴ملخصاً۔
سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بیوی کو نقد درہم و دینار
یا ایسی چیز جو جلد خراب نہ ہونے والی ہو، بھیجی، پھر
دونوں کا اختلاف ہوا۔ خاوند کہتا ہے کہ یہ مہر کے
حساب میں تھی اور بیوی کہتی ہے یہ ہدیہ ہے، تو کیا
خاوند کی بات مافی جائے گی یا بیوی کی؟ تو جواب دیا
کہ خاوند کی بات قسم لے کر مافی جائے گی جیسا کہ قاضیان
نے یہ تصریح کی ہے اس وجہ سے کہ خاوند دینے والا
ہے تو وہی تملیک کی وجہ بہتر جانتا ہے ^(ت) ^۵ملخصاً۔

عمقوالدریہ میں ہے :

۲۰۳/۱	مطبع مجتہائی دہلی	باب المهر	کتاب النکاح	لہ درمختار
۲۰۳/۱	"	"	"	لہ " "
۳۶۳/۲	داد احیاء التراث العربی بیروت	"	"	رد المحتار
۲۹/۱	داد المعرفة بیروت	"	"	لہ فتاویٰ خیرہ

الوارث لقیامہ مقام مورثہ فیصدق فی
جہۃ التملیک، فصولیت، متا یكون القول
فیہ للمملک اھ ملخصاً، واللہ تعالیٰ
اعلم۔

وارث چونکہ مورث کے قائم مقام ہے اس لئے جہت
تملیک کے بیان میں اس کی تصدیق کی جائے گی،
جامع الفصولین، وہاں جہاں مالک بنانے والے
کی بات مانی جاتی ہو اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۰۸ شعبان ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے سماء ہندہ میری زوجہ نے مرتے وقت مجھے
اپنا مہر بمواہجہ چار عورتوں کے معاف کر دیا وارثانی ہندہ نے جو ان عورتوں سے دریافت کیا ان میں سے دو نے
محض انکار کیا، ایک کا بیان مذہب رہا، چوتھی سے ابھی پوچھنے کی نوبت نہ آئی، ایسی حالت میں شرع شریف
ایسی گواہیوں پر معافی مہر کا حکم دیتی ہے یا نہیں؟ بیتوا توجروا۔

الجواب

نہ مذہب بیان مسموع اذلا شہادۃ الا عن علمہ (کیونکہ شہادت بغیر علم نہیں ہوتی۔ ت) نہ یہاں
ایک کی گواہی معتبر اگرچہ مرد ہو لا شترائط العدد ونصا (گواہوں کی تعداد شرط ہونے پر نص ہے۔ ت) نہ تنہا
عورتوں کی شہادت مقبول اگرچہ دو چار ہوں کما فصل علیہ القرآن العزیز (مجھ سے کہ اس پر قرآن عزیز نے
نص فرمائی ہے۔ ت) نہ وارث کے لئے مرض موت کی معافی بے اجازت دیگر ورثہ نافذ ہو سکے،

لانه فی حکم الوصیۃ ولا وصیۃ لوارث الا
ان یجیزھا الورثۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
وارث کے لئے وصیت نہیں مگر جہاں باقی ورثہ
جائز تسلیم کر لیں، کیونکہ یہ معاملہ وصیت کے حکم
میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۰ از کلانور ضلع گورداسپور مسئلہ شیخ مراد علی صاحب آنزیری مجسٹریٹ ۲۵ شوال ۱۳۱۰ھ

حضرت من مولنا فیاض دارین جناب مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب خاص مقیم بریلی زاد اللہ فیضانہ۔
بعد السلام علیکم و تمنائے زیارت قدسین شریف کے التماس ہے کہ ایک صورت مسئلہ کی عرض
کیا چاہتا ہے، جناب اس کے مقابلہ میں تحریر مسئلہ کی فرمائیں، ایک شخص کا ایک قبیلہ یعنی عورت زوجہ
اور ایک اس زوجہ کا فرزند ہے اس کے سوا اس شخص کا دوسرا زوجہ ہے اس کا بھی ایک فرزند ہے اور دو دختر
ہیں اس شخص نے بنخاطر زوجہ ثانی کے اول قبیلہ کے فرزند کو محروم الارث کرنا چاہتا ہے اور اس کی والدہ کو اخراجات

دینے سے دست بردار ہے اور جس فرزند اول قبیلہ کو محروم کرنا چاہتا ہے بالغ اور جوان ہے ابتدا میں یہ اپنے باپ کے ساتھ کمانے میں بصورت تجارت کے شامل رہا اور پورا مددگار، پھر کچھ عرصہ علیحدہ ہو کر چند سال نوکری میں مصروف رہا بحالت نوکری اس کے باپ نے بہت خواہش سے نوکری سے جدا کر دیا، وجہ اس کا یہ ہے کہ اس شخص کے باپ کے زراعت کا کام بہت ہے اور ماسوا اس کے تنازعات اس کے لوگوں کے ساتھ بہت رہتے ہیں، جب وہ نوکری سے بموجب خواہش باپ کے الگ ہوا تو مقابلہ بھی لوگوں سے کرتا رہا، غرض اس نے کل کارروائی باپ کی کو بخوبی انجام دیا، باپ الگ ایک جگہ دوسرے شہر میں دکانداری کرتا رہا، باپ نے پیداوار زمینداری سے جو زراعت تمام اس فرزند کے تھا چہارم حصہ پیداوار کا بلا خرچہ (خرچہ اپنے ذمہ رکھ کر) دیتا گیا، کچھ عرصہ تک وفا کیا اب بالکل پاس خاطر زوجہ دوسری کے اور اس زوجہ کے فرزندان اور دختران کے پہلے قبیلہ اور اس کے فرزند بالغ کو جواب دے دیا اور اپنی خدمات سے الگ کر دیا، اب اس کے پاس کوئی اثاثہ نہیں ہے اور نہ توفیق ہے کہ باہر جا کر تلاش نوکری کی کرے، باپ کے قبضہ میں دو قسم کی جائیداد ہے ایک وہ جو جدی ہے دوسری وہ جو بشمولیت اس فرزند بالغ کے خود پیدا کیا ہے، اس کے بارہ میں شرع شریف کا کیا حکم ہے کہ آیا فرزند بالغ کچھ لے سکتا ہے کہ نہیں؟ اور اگر باپ محروم کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جبر وار۔

الجواب

تجارت زراعت وغیرہ با جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملک پدر ہے یعنی جب تک اس کا خورد و نوش ذمہ پدر تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال و کسب جدا گانہ نہ رکھتا تھا بلکہ اسے حرفت و کسب پدری میں جس طرح سعید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس کام میں و مددگار تھا تو جو کچھ ایسی وجہ و حالت میں کمایا سب باپ کا ہے جس میں بیٹے کے لئے کوئی حق ملک نہیں، فتاویٰ خیرہ پھر عقود الدریہ میں ہے:

حيث كانت من جملة عياله والمعينين له في اموره واحواله فجميع ما حصله بكدّه وتعبه فهو ملك خاص لا يبيد لا شئ له فيه حيث لم يكن له مال ولو اجتمع له بالنكسب جملة اموال لانه في ذلك لابيّه معين حتى لو غرس

جب وہ والد کی عیال میں ہے اور والد کے معاونین میں سے ہے تو ایسی صورت میں والد کے امور اور احوال میں جو کچھ اس کی محنت و کاوش سے حاصل ہو گا وہ خاص والد کی ملکیت ہو گا اس میں اس کے بیٹے کا مال نہ ہونے کی صورت میں کوئی ملکیت ہوگی اگرچہ اس بیٹے کی محنت سے بہت سے اموال جمع ہوئے ہوں کیونکہ وہ اس میں والد کا معاون ہے

شجرۃ فی هذه الحالة فہی لابیہ نص علیہ
 علماؤنا رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ
 حتی کہ اگر وہ کوئی پودا لگائے تو اس حالت میں پودا
 والد کا ہوگا، اس پر ہمارے علما کرام رحمہم اللہ تعالیٰ
 نے تصریح فرمائی ہے (ت)

اور جو کچھ مال اس کے سوا پیدا کیا یعنی اس زمانہ میں کہ اس کا خورد و نوش باپ سے جدا تھا یا اپنے ذاتی مال
 سے کوئی تجارت کی یا کسب پدری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے صورتِ مستفسرہ میں نوکری کا
 روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے۔ تجزیہ و عقود میں ہے :

سئل فی ابن کبیر ذی زوجۃ و عیال لہ کسب
 مستقل حصل بسببہ اموالا ہل ہی
 لوالدہ اجاب ہی للابن حیث لہ کسب
 مستقل و اما قول علماؤنا یكون کله للاب
 فمشرط کما یعلم من عبادتہم بشرط
 منہا اتحاد الصنعة و عدم مال سابق لہما
 و کون الابن فی عیال ابیہ فاذا اخلد
 واحد منہا لا یكون کسب الابن للاب
 و انظر الح ما عللوا بہ المسألة ان
 الابن اذا کان فی عیال الاب یكون معینا
 لہ فمدار الحکم علی ثبوت کونہ معینا
 لہ فیہ فاعلم ذلک اھ ملخصا۔
 ایسے جوان شادی شدہ عیالدار بیٹے جس کا اپنا
 مستقل کاروبار ہے اور کاروبار میں اموال حاصل
 ہوئے، کے متعلق سوال ہوا کہ کیا یہ اموال اس بیٹے
 کی ملک ہوں گے یا والد کے ہوں گے، جواب دیا
 کہ بیٹے کی ملک ہیں جبکہ یہ بیٹے کا اپنا مستقل کاروبار
 ہے ہمارے علما کرام کا یہ ارشاد کہ وہ تمام والد کا
 ہے ان کا یہ ارشاد چند شرطوں سے مشروط ہے
 جیسا کہ ان کی عبارات سے معلوم ہے ان شرائط
 میں سے بعض یہ ہیں کہ باپ بیٹے کا کام ایک ہو،
 بیٹے کا پہلے سے اپنا مال نہ ہو، بیٹا باپ کے عیال میں
 شامل ہو تو ان شرائط میں سے جب کوئی شرط مفقود
 ہو تو بیٹے کی کمائی والد کے لئے نہ ہوگی، مسئلہ کے

بیان میں علما کی ذکر کردہ علت پر غور کرنا چاہئے انہوں نے فرمایا، جب بیٹا باپ کی عیال میں شامل ہو اور اس
 کا معاون ہو تو حکم کا مدار اس پر ہے کہ وہ اس میں باپ کا معاون ہو، یہ معلوم ہونا ضروری ہے اھ ملخصا۔
 مگر جو چارم حصہ پیسہ دار میں باپ نے اسے دینا کہا تھا اس کا دعویٰ اسے کسی حالت میں نہیں پہنچتا
 کہ اگر وہ کہنا محض بطور وعدہ و احسان تھا اور غالب یہی ہے جب تو پر ظاہر کہ لاجب فی التبع (تبع میں
 جبر نہیں۔ ت) اور اگر بروہر معاوضہ محنت و عقد اجارہ تھا تو جہالت اجرو فساد اجارہ سے قطع نظر بیٹے کو

اپنے کام کی اجرت باپ سے یعنی جائز نہیں، نہ اس کی خدمت پر اجیر بن سکتا ہے کہ خدمتِ پدری طاعتِ الہی ہے اور طاعات پر اجارہ ناجائز، علامہ طحاوی حاشیہ درمختار کتاب الفرائض میں فرماتے ہیں:

الولد اذا اجر نفسه لوالده ليخدمه و
كذا المرأة اجرت نفسها من زوجها لخدمته
لم يجز لان خدمتها تقع صلة للزوج فصارت
مستحقة فلم تجز الاجارة اذ ملخصا۔

لہذا وہ اس خدمت کا حقدار ہے تو اجارہ

جائز نہ ہوگا (ملخصاً) (ت)

خزانۃ المفتین میں فتاویٰ امام قاضی خان سے ہے:

الاب اذا استاجرا بنه البالغ فعمل الابن
لا اجر له۔

باپ جب اپنے بالغ بیٹے کو اجیر بنائے اور بیٹا
کام کرے تو بیٹے کو اجرت نہ ملے گی۔ (ت)

ربا باپ کا اسے اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر کوئی ہو کہ زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے
محروم الارث کیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکے سے اسے حصہ نہ دیا جائے یا خیالِ جہال
کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا انھیں مٹا دیں کی لاکھ تھریں لکھ جسمیں کرائے یا اپنا کل
مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں، نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے
موجب الارث ہو سکے کہ میراث حق مقرر فرمودہ رب العزۃ جل وعلا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں
ہو سکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگرچہ وہ لاکھ کتار ہے مجھے اپنی وراثت منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا میں نے
اپنا حق ساقط کیا پھر وہ سرائیکو ساقط کر سکتا ہے،

قال الله تعالى يوصيكم الله في اولادكم للذكر
مثل حظ الانثيين۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے
متعلق وصیت فرماتا ہے بیٹے کو دو بیٹیوں کا حصہ

ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

لہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الفرائض
لے خزانۃ المفتین کتاب الاجارۃ
لے القرآن الکریم ۱۱/۴

دارالمعرفۃ بیروت

قلمی نسخہ

۳۶۴/۴

۱۶۲/۴

لو قال الوارث تركت حقى لم يبطل
حقه ۱۰
اگر وارث کہے میں نے اپنا حصہ چھوڑا تو اس سے اس کا حق باطل نہ ہوگا۔ (ت)

غرض بالمقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں، ہاں اگر حالتِ صحت میں اپنا مال اپنی ملک سے زائل کر دے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کا ہے میں جاری ہوگا اس قصہ ناپاک سے جو فعل کریگا عند اللہ گنہگار و مأخوذ رہے گا۔ حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فر من میراث وارثه قطع الله میراثه
من الجنة يوم القيمة۔ رواه ابن ماجه
جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالیٰ
روزِ قیامت اس کی میراثِ جنت سے قطع فرمادے۔
(اسے ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا۔ ت)

یونہی ایک زوجہ کے پیچھے دوسری کی خبر گیری نہ کرنی دوسرا گناہ اور نبضِ قرآنِ حرام قطعی ہے۔ حدیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا كانت عندہ امرأتان فلم يعدل بينهما
جاء يوم القيمة وشقه ما قطع۔ رواه الترمذی
جس کے دو بیبیاں ہوں اور وہ انھیں برابر نہ رکھے
ایک طرف کی کروٹ گری ہوئی ہو (اسے ترمذی،
ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم
نے ابویہریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۲۵۳ھ از بگرام شریف ضلع ہردوئی محلہ سلطہ مرسلہ حضرت سید محمد زاہد صاحب مہجادی الآخر ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) نزدیک ایک علاقہ کا حاکم وقت کی جانب سے متمم مقرر ہے بذاتِ خود حاکم نہیں ہے کہ کوئی حکم یا فیصلہ
قطعی کر سکتا ہے تو ایسی صورت میں اگر بکبر جو اسی علاقہ میں رہتا ہے بغیر کسی خواہش و دباؤ کے

۱۶۰/۲ لہ الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام النقد الخ اداره القرآن الاسلامیہ کراچی

۱۹۸ ص ۱۹۸ سنن ابن ماجہ ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۳۶/۱ جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاز فی التسویۃ بین الضرائر امین کمپنی دہلی

بموجب رواج یا اخلاق انسانی کے زید کی دعوت کرے یا کوئی تحفہ کسی قسم کا پیش کرے تو اس کا لین و اخل رشوت ہے یا نہیں اور جائز ہے یا ناجائز ؟

(۲) زید حکم حاکم وقت کے تحقیقات کے واسطے اسی علاقہ میں جس کا وہ مہتمم ہے کسی فریق کے مکان پر جائے یا بصورت نہ ہونے فریق ثانی بمقابلہ حاکم کے تحقیقات بکر کو جائے اس وقت کھانا کھلانا بکر کا یا معمولی تحفہ پیش کرنا اور زید کو اس کا قبول کرنا داخل رشوت و ناجائز ہوگا یا جائز درحالیکہ بغیر خدمت گزاری بکر کے بھی زید کا طریق عمل یکساں ہے۔

(۳) بخلاف ہر دو دفعات کے اگر زید حاکم مختار و فیصلہ قطعی کر سکتا ہے تو زید کو اپنے حدود علاقہ کے اندر دعوت و تحفہ کا قبول کرنا کیسا ہے، جائز یا ناجائز ؟

(۴) جس حالت میں زید کے طریق عمل سے بکر واقف ہو جائے کہ دعوت و تحفہ سے زید میرے حق میں کچھ رعایت نہ کرے گا اپنے طریق عمل پر پورا قائم رہے گا اور یا وجود اس عمل کے نمبر ۱ و ۲ کا برتاؤ کرے تو جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب

جو شخص بذات خود خواہ از جانب حاکم کسی طرح کا قدر تسلط رکھتا ہو جس کے سبب لوگوں پر اس کا کچھ بھی دباؤ ہو اگرچہ وہ فی نفسہ ان پر جبر و تعدی نہ کرے دباؤ نہ ڈالے اگرچہ وہ کسی فیصلہ قطعی بلکہ غیر قطعی کا بھی مجاز نہ ہو جیسے کو توال، تھانہ دار، جمعہ دار یا دہقانوں کے لئے زمیندار مقدم پٹواری یہاں تک کہ پنچایتی قوموں یا پیشوں کے لئے ان کا چودھری، ان سب کو کسی قسم کے تحفہ لینے یا دعوت خاصہ (یعنی وہ دعوت کہ خاص اسی کی غرض سے کی گئی ہو کہ اگر یہ شریک نہ ہو تو دعوت ہی نہ ہو) قبول کرنے کی اصلاً اجازت نہیں مگر تین صورتوں میں، اول اپنے افسر سے جس پر اس کا دباؤ نہیں، نہ وہاں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی طرف سے یہ ہدیہ و دعوت اپنے معاملات میں رعایت کرانے کے لئے ہے۔ دوم ایسے شخص سے جو اس کے اس منصب سے پہلے بھی اسے ہدیہ دیتا یا دعوت کرتا تھا بشرطیکہ اب سے اسی مقدار پر ہے ورنہ زیادت روانہ ہوگی مثلاً پہلے ہدیہ و دعوت میں جس قیمت کی چسپند ہوتی تھی اب اس سے گراں قیمت پر تکلف ہوتی ہے یا تعداد میں بڑھ گئی یا جلد جلد ہونے لگی کہ ان سب صورتوں میں زیادت موجود اور جواز مفعول، مگر جبکہ اس شخص کا مال پہلے سے اس زیادت کے مناسب زائد ہو گیا ہو جس سے سمجھا جائے کہ یہ زیادت اس شخص کے منصب کے سبب نہیں بلکہ اپنی ثروت بڑھنے کے باعث ہے۔

سوم اپنے قریب محارم سے، جیسے ماں باپ اولاد بہن بھائی نہ چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹے کہ یہ محارم نہیں اگرچہ عرفاً انھیں بھی بھائی کہیں۔ محارم سے مطلقاً اجازت ظاہر عبارت قدوری پر ہے ورنہ امام سفیانی نے نہایہ

پھر امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدر میں اسے بھی صورت دوم ہی میں داخل فرمایا کہ محارم سے بھی ہدیہ دعوت کا قبول اسی شرط سے مشروط کہ پیش از حصول منصب بھی وہ اس کے ساتھ یہ برتاؤ برتتے ہوں مگر یہ کہ اسے یہ منصب ملنے سے پہلے وہ فقرا تختے اب صاحب مال ہو گئے کہ اس تقدیر پر پیش از منصب ہدیہ دعوت بر بنائے فقر کچھ جائے گا اور فی الواقع اظہر من حیث الدلیل یہی نظر آتا ہے کہ جب باوصف قدرت پیش از منصب عدم یا قلت و بعد منصب شروع با کثرت بر بنائے منصب ہی سمجھی جائے گی اس تقدیر پر صرف دو ہی صورتیں مستثنیٰ رہیں پھر بہر حال جو صورت مستثنیٰ ہوگی وہ اسی حال میں حکم جواز پاسکتی ہے جب اس وقت اس شخص کا کوئی کام اس سے متعلق نہیں ورنہ خاص کام پڑنے غرض متعلق ہونے کے وقت اصلاً اجازت نہیں خواہ وہ افسر ہو یا بھائی یا پٹے سے ہدیہ وغیرہ دینے والا بلکہ ایسے وقت عام دعوت میں شریک ہونا بھی نہ چاہئے نہ کہ خاص، پھر جہاں جہاں ممانعت ہے اس کی بنا صرف تمت و اندیشہ رعایت پر ہے حقیقتہً وجود رعایت ضرور نہیں کہ اس کا اپنے عمل میں کچھ تغیر نہ کرنا یا اس کا اس کی عادت بے لوثی سے آگاہ ہونا مفید جواز ہو سکے۔ دنیا کے کام امید ہی پر چلتے ہیں، جب یہ دعوت و ہدایا قبول کیا کرے گا تو ضرور خیال جائے گا کہ شاید اب کی بار کچھ اثر پڑے کہ مفت مال دینے کی تاثیر مجرب و مشاہد ہے اس بار نہ ہوتی اس بار ہوگی، اس بار نہ ہوتی پھر بھی ہوگی، اور یہ جلد کہ اس کا ہدیہ و دعوت بر بنائے اخلاق انسانیت ہے نہ لجاجت منصب، اس کا رد خود حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے ہیں، جب ایک صاحب کو تحصیل زکوٰۃ پر مقرر فرما کر بھیجا تھا انھوں نے اموال زکوٰۃ حاضر کئے اور کچھ مال جدار کئے کہ یہ مجھے ملے میں فرمایا اپنی ماں کے گھر بیٹھ کر دیکھا ہوتا کہ اب کتنے تحفے ملے ہیں یعنی یہ ہدایا صرف اسی منصب کی بنا پر ہیں اگر گھر بیٹھا ہوتا تو کون آکر دے جاتا، اس مسئلہ کی تفصیل میں اگرچہ کلام بہت طویل ہے مگر یہاں جو کچھ مذکور ہوا بعونہ تعالیٰ خلاصہ تنقیح و صالح تحویل ہے،

فی الدر المختار و یرد ہدیۃ التذکیر
للتقلیل وہی ما یعطی بلا شرط اعانة
بخلاف الرشوة الا من اربع
السلطان والباشا و قریبہ
المحرّم او من جرت عادتہ
بذلک بقدر عادتہ ولا خصومة
لہما و یرد دعوة خاصة
در مختار میں ہے وہ ہدیہ کو رد کر دے۔ ہدیہ کی تسکیر
قلت کے لئے، اور یہ وہ ہے کہ اس کو اعانت کی
شرط کے بغیر دیا جائے بخلاف رشوت کہ اس میں اعانت
کی شرط ہوتی ہے۔ قاضی صرف چار حضرات سے
ہدیہ وصول کر سکتا ہے بادشاہ، گورنر، اپنے قریبی
محارم، اور جس سے پہلے وصول کی عادت جاری تھی
وہ بھی عادت کے مطابق، بشرطیکہ آخری دونوں کا

وهي التي لا يتخذها صاحبها لو
 لا حضورا لقاضي ولا يجيب
 دعوة خصم ولو عامة للتهمة^{لله}
 ملخصا، وفي رد المحتار الاصل
 في ذلك ما في البخاري عن
 ابى حميد الساعدي قال
 استعمل النبي صلى الله تعالى عليه
 وسلم رجلا على الصدقة فلما قدم
 قال هذا لكم وهذا لي
 قال صلى الله تعالى عليه وسلم
 هلا جلس في بيت ابيه او بيت
 امه فينظر ايمهدي له املا وتعليل
 النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
 دليل على تحريم الهدية التي
 سببها الولاية فتح ، قال في النهر انظا هر
 ان المراد بالعمل ولاية ناشئة
 عن الامام او نائبه كالساعي والعاشرا
 قلت ومثلهم مشايخ القرى والمحرف
 وغيرهم ممن له قهر وتسلط
 على من دونهم فانه يهدى اليهم
 خوفا من شرهم اولي بوج عندهم ورأيت
 في حاشية شرح المنهج للعلامة محمد الداوي
 الشافعي الفقيه قال ع ش ومن الحال مشايخ

مقدمہ اس کے ہاں نہ ہو، اور وہ خاص دعوت کو رد کرے
 خاص دعوت وہ ہے جس میں اگر قاضی نہ ہو تو دعوت نہ ہو
 اور مقدمہ کے کسی فریق کی دعوت قبول نہ کرے اگرچہ
 یہ دعوت عام ہو کیونکہ مقام تہمت ہے اہ مختص
 اور رد المحتار میں ہے: اس میں اصل یہ ہے کہ
 بخاری شریف میں ابو حمید الساعدي رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 ایک شخص کو صدقہ پر عامل بنایا تو جب واپس آیا تو اس
 نے صدقات پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ یہ مال آپ
 کے بیت المال کا ہے اور یہ میرا ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے فرمایا یہ اپنے باپ یا ماں کے گھر بیٹھ کر
 کیوں نہیں دیکھتا کہ اس کو ہدیہ ملتا ہے یا نہیں تو
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ وجہ ایسے
 ہدیہ کی حرمت کی دلیل جو کسی عہدہ کی بنا پر ملے، فتح
 اور تہر میں فرمایا، ظاہر ہے کہ ولایت وعہدہ سے مراد
 یہ ہے کہ وہ امام یا نائب امام کی طرف سے
 سونپا گیا ہو جیسا کہ زکوٰۃ یا عشر وصول کرنے والا، اھ
 میں کہتا ہوں اسی طرح دیہاتوں اور حرفتوں کے نگران
 وغیرہ جن کو اپنے ماتحتوں پر تسلط اور غلبہ ہوتا ہے
 کیونکہ ان کے شر کا خوف یا ان سے طمع ہوتا ہے،
 میں نے علامہ محمد داؤدی شافعی فقیہ کی شرح منہج میں
 دیکھا ہے انھوں نے ع کش کے حوالہ سے فرمایا
 عاملین میں سے بازاروں، شہروں کے نگران اور

الاسواق والبلدان ومباشروا الاوقات وكل
من يتعاطى امرا يتعلق بالمسلمين انتهى،
وعبارة القلائی ولا یقبل الهدیة الا
من ذی رحم محرر او وال مقدم علیه
فی الرتبة ووجه ان منع قبولها انما هو
للمخوف من مراعاته لاجلها وهوان راعی
الملک ونائبه لم یراعه لاجلها،
قوله المحرم هذا القید لا بد منه
لیخرج ابن العم نهر قوله
ولا خصومة لهما قال فی البحر
والحاصل ان من له
خصومة لا یقبلها مطلقا و
من لا خصومة له فان كان
له عادة قبل القضاء قبل المعتاد
والا لاهای سواء كانت محرما
او غیره علی ما مر عن شیخ الاسلام
قال فی البحر فلو كان من عاده
الدعوة فی کل شهر مرة
قد عاه کل اسبوع بعد القضاء
لا یجیبه ولو اتخذ له طعاما اکثر
من الاول لا یجیبه الا ان یکون
ماله قد نداد کذا فی
التأخرانیة اهـ اهـ ملتقطا

اوقات کے ذمہ دار اور تمام ایسے لوگ جن کو مسلمانوں کے
امور سے متعلق کیا گیا ہو اھ، اور قلائی کی عبارت
یوں ہے کہ وہ صرف اپنے ذی رحم محرم یا اپنے سے
بڑے مرتبہ والے کسی والی کا ہدیہ قبول کر سکتا ہے
اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنے کی ممانعت
صرف اس وجہ سے ہے کہ کہیں ہدیہ کی وجہ سے
ہدیہ والے کی رعایت نہ کرے تو اگر وہ بادشاہ
یا اس کے نائب کی رعایت کرے گا تو وہ اس
کی رعایت نہ کرینگے، اور اگر کرے گا تو ہدیہ کی وجہ
سے نہ کرے گا۔ مآتن کا قول 'محرر' تو یہ قید ضروری ہے
تاکہ چچا زاد اس اجازت سے خارج ہو جائے،
نہر۔ اور اس کا قول کہ خصومت نہ ہو (یعنی ان کا
مقدمہ نہ ہو) تو بحر میں فرمایا حاصل یہ کہ ان کا ہدیہ مطلقاً
قبول نہ کرے اور جس کا مقدمہ نہ ہو تو اگر قضاء سے
قبل اس سے ہدیہ وصول کرنے کی عادت تھی تو
عادت سے زائد قبول کرنے کی ممانعت ہے، اگر
وہ ایسا نہیں تو پھر قبول نہ کرے اھ، یعنی محرم ہو یا
نہ ہو جیسا کہ شیخ الاسلام سے منقول گزرا، بحر میں
فرمایا، اگر قضاء سے قبل ایک ماہ پر دعوت کی عادت
تھی تو اب قضاء کے بعد ہر ہفتہ دعوت شروع کر دی
تو قبول نہ کرے اور اگر اب کھانا زیادہ پر تکلف ہو تو
قبول نہ کرے، ہاں دعوت قبول کرنے والا پہلے سے
قریبہ مالدار ہو گیا تو قبول کرے جیسا کہ تاتارخانیہ

وفي الهدية يقبل الهدية من الوالى
الذى ولاه ولوكات للخليفة خصوصاً
لم يقبل هديته الا بعد الحكم
كذا في العتابة عليه السلام وفي فتح القدير
قال شيخ الاسلام قالوا ما ذكر في
الضيافة فمحمول على ما اذا كان المحرم
لم يجزى بينهما الدعوة والمهاداة و
صلة القرابة واحداث بعد القضاء
ذلك فاذا كانت الحالة هذه فهو كالاجنبى سواء
وما في الهدية محمول على انه كان جرى بينهما
المهاداة وصلة القرابة قبل القضاء فاذا اهدى
بعد القضاء لا باس بقبوله انتهى فقد اُل المحال
الى انه لا فرق بين القريب والغريب في الهدية
والضيافة الحمد لله تعالى اعلم

میں ہے اہل ملقط، اور ہند میں ہے کہ قاضی اپنے والی
کی دعوت قبول کرے جس نے اس کی تقرری کی ہے اور
خليفة کا کوئی مقدمہ اس کے پاس ہو تو پھر فیصلہ کرنے
کے بعد اس کی دعوت قبول کرے، جیسا کہ عتابة میں ہے
اور فتح القدير میں فرمایا، شیخ الاسلام نے فرمایا، فقہار
کرام نے کہا ہے کہ ضیافت کے متعلق جو مذکور ہے وہ اس
بات پر محمول ہے کہ محرم کی عادت اگر پہلے سے بدیدہ، دغوت
اور قرابت کا صلہ جاری نہ ہو اور اب قضاء کے بعد
بدیدہ دے تو ایسی حالت میں وہ محرم اور اجنبی مساوی
ہیں، اور جو بدیدہ سے متعلق مذکور ہے وہ پہلے سے جاری بدیدہ
اور صلہ قرابت پر محمول ہے اگر یہ قضاء کے بعد بھی بدیدہ
تو قبول کرنے میں قیاس نہیں ہے اہل توحال کا
مائل یہ ہوا کہ ضیافت اور بدیدہ کے معاملہ میں قریبی اور
غیر قریبی کا کوئی فرق نہیں الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۶۔ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۳ رمضان مبارک ۱۳۱۱ھ
اکمل کامل و افضل افاضل مولانا احمد رضا خان صاحب بعد از مراسم سلام مصدع خدمت ہے کہ اب
بادشاہی اسلام کا ہندوستان میں نشان باقی نہیں اور جو بعض ملک میں نواب اسلام ہیں وہ بھی
اجرائے تمام احکام شرعی کے مجاز نہیں اور عمدہ قضا تو جب سے مفقود ہے برائے نام قاضی ہیں ملبوس علم سے
مبرا اور ان میں بھی شہ چیدہ چیدہ، باوجود ان وجوہات کے وہ قاضی و حکام ہندو و غیرہ ولایت عامہ کا خاصہ
دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو قاضی شرع کسے قرار دیا جائے کہ اسے ولایت صبی و صبیہ کی ہو۔
زیادہ نیاز۔

الجواب

اسلامی ریاستوں میں وایان مسلمین جن حکام کو مقدمات فیصلہ کرنے پر مقرر کرتے ہیں وہ شرعاً قاضی ہیں
۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب القضاء الباب التاسع فی رزق القاضی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۳۰/۲
۲۔ فتح القدير کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۴۲/۶

والی کی طرف سے جو اختیارات جائز انھیں سپرد ہوں گے وہ اختیار شرعی ہیں اگرچہ یہ ریاستیں زیر غلبہ کفار ہوں
فی جامع الفصولین کل مصوفیہ وال مسلم
من جهة الکفار تبخوز فیہ اقامة الجمع و
الاعیاد و اخذ الخراج و تقلید القضاء و
تزویج الایامی لا سلیلا المسلم علیہم و
اماطعة الکفرة قہمی موادعة و مخادعة الخ
و یأتی تمامہ ونحوہ فی رد المحتار عن
التارخانیة وعن معراج الدراية عن
البسوط وعن شرح مسکین عن الاصل۔

جامع الفصولین میں ہے جس شہر میں کفار کی طرف سے
مقرر کردہ مسلمان والی ہو تو وہاں جمعہ، عیدین، حشر ارج
وصول کرنا، قاضی حضرات کو مقرر کرنا اور تہتم لڑکیوں کا نکاح
کر دینا جائز ہے کیونکہ مسلمانوں کا وہاں غلبہ ہے، رہا
یہ کہ کفار کی اطاعت ہے تو یہ عارضی معاملہ اور دکھاوا ہے
اس کی مکمل بحث عنقریب آئے گی، اور رد المحتار میں
تاتارخانیہ سے ایسا ہی منقول ہے اور اس میں
معراج الدراية بحوالہ بسوط اور شرح مسکین بحوالہ اصل
سے بھی منقول ہے۔ (ت)

اور ان کا جاہل ہونا مذہب اصح پر مافی قضا نہیں کہ جاہل عالم سے فتویٰ لے کر کام کر سکتا ہے،
فی جامع الفصولین کو تہ عالم او محققا
لیس بشرطہ

یونہی غیر ثقہ بلکہ فاسق ہونا بھی، اگرچہ فاسق کو قاضی کرنا گناہ ہے،
فی الفتح والوجه تنفیذ قضاء کل من
ولاء سلطان ذوشوكة وان کان جاہلا
فاسقا و هو ظاہر المذہب عندنا فی حکم
بفتویٰ غیر آہ و فی الدر المختار الفاسق
اہلہا فیکون اہلہ لکنہ لا یقلد وجوبا و
یا شام مقلدہ کقابل شہادتہ بہ یفتی
ہے کہ ایسے کو مقرر نہ کیا جائے اور مقرر کرنے والا گنہگار ہوگا جیسا کہ ایسے کی شہادت قبول کرنے والا گنہگار ہوگا،
اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)

۱۴/۱	المطبعة الازہریہ مصر	الفصل الاول فی القضا وما یتصل بہ	لے و لے جامع الفصولین
۳۵/۶	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	کتاب ادب القاضی	لے فتح القدیر
۷۱/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب القضا	لے در مختار

اسی طرح بعض احکام مثل حدود میں اجرائے حکم شرع سے ممنوع ہونا بھی کہ اگر یہ مانعیت یوں ہے کہ وہ بد جس میں شرع سے مخالفت کرتے ہیں اس قاضی کے جو سماعت ہی سے خارج رکھی اور اسے جن مقدمات کے سننے کا اختیار دیا ان میں اتباع شرع سے منع نہ کیا جب تو ظاہر کہ قضا ہر طرح صالح تخصیص ہے کما نص علیہ فی الاشباہ وغیرہا (جیسا کہ اس پر اشباہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) اور اگر یوں کہ بعض امور مفوضہ میں مطابقتی شرع حکم دینے سے منع کیا تاہم قضا متحقق ہے اگرچہ ایسی جگہ اس کا اختیار کرنے والا فاسق ہے،

فی الدر المختار يجوز تقلد القضاء من
السلطان العادل والجاثر ولو كافرا ذكوره
مسكين وغيره الا اذا كان يمنع عن القضاء
بالحق فيحرم له
در مختار میں ہے کہ سلطان عادل ہو یا ظالم اس کا قاضی مقرر کرنا جائز ہے اور اگر کافر ہو تو بھی جائز ہے اس کو مسکین وغیرہ نے ذکر کیا ہے، یاں اگر کافر قاضی کو حق کے فیصلوں سے منع کرے تو پھر اس کی طرف سے تقرری حرام ہوگی۔ (ت)

ہاں مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسلمین کے ولایات میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے ہندو وغیرہ کفار کو مسلمان پر اصل ولایت نہیں ہو سکتی،

قال الله تعالى ولن يجعل الله للكفر من
المؤمنين سبيلا
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی ولایت نہ دے گا۔ (ت)

غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح، اور جہاں اسلامی ریاست اصل نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لئے مقرر کر لیا تو وہی قاضی شرعی ہے،

فی جامع الفصولین بعد ما مرعته اولاً، واما
فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین
اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا
بتراضی المسلمین الخ ونحوہ فیما مرعہ
من الکتاب۔
جامع الفصولین میں اولاً مذکور کے بعد ذکر کیا کہ لیکن وہ شہر جہاں کافروں کی ہوں تو وہاں مسلمانوں کی رضا و اتفاق سے جمعہ، عیدین کا قیام اور قاضی کا تقرر جائز ہوگا الخ اور ایسا ہی اس کے ساتھ کتاب میں بھی مذکور ہے۔ (ت)

۱۳/۲ مطبع مجتبائی دہلی کتاب القضاء ۱۳/۲
۱۳/۱ اسلامی کتب خانہ کراچی الفصل الاول فی القضاء ۱۳/۱
۱۳/۱ ۱۳/۲ ۱۳/۱

اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالم دین و فقیہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو وہی حاکم شرع و والی دین اسلام و قاضی و ذوی اختیار شرعی ہے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم پر چلیں، یتیمان بے ولی پر وصی اس سے مقرر کرائیں نابالغان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں ایسی حالت میں اس کی اطاعت من حیث العلم واجب ہونے کے علاوہ من حیث الحکم بھی واجب،

فی الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة
وفی العتباتی اذا خلا الزمان من سلطات
ذی کفایة فالامور موكلة الی العلماء ویلزم
الامة الرجوع الیهم ویصیرون ولاة فاذا
عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر
باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمهم
فان استواء القرع بینهم وقال السهمودی
وهذا من حدیث انعقاد الولاية الخاصة
فلا ینافی وجوب طاعة العلماء مطلقاً الخ۔
جب سلطان اسلام سے زمانہ خالی ہو تو پھر امور علماء کے سپرد ہوں گے اور وہی والی قرار پائیں گے اور امت پر لازم ہوگا کہ ان کی طرف رجوع کریں اور ایک عالم پر اجتماع سب کے لئے دشوار ہو تو ہر علاقہ اپنے اپنے علماء کی اتباع کرے اور اگر ایک علاقہ میں علماء کثیر ہوں تو بڑے عالم کی اتباع ہوگی، تو اگر وہ سب مساوی ہوں تو ایک کو قرعہ اندازی کے ذریعہ متعین کریں۔ سهمودی نے فرمایا یہ بیان ولایت خاصہ

کے متعلق ہے تو علماء کی مطلقاً اطاعت کے وجوب کے منافی نہ ہوگا الخ۔ (ت)
رہے یہ نکاح خوانی کے قاضی جو گاؤں گاؤں مقرر ہوتے ہیں یہ کوئی چیز نہیں، نہ انھیں کچھ ولایت، کمالا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۲ یکم صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں کہ ایک بھائی نے چھوٹے بھائی کی شادی کی بعد انتقال والدین کے، اپنے پاس سے رسومات شادی میں مثل زیور اور پارچہ وغیرہ میں صرف کیا، بعدہ اولاد ہونے میں صرف کیا، اور جب اس بھائی کا انتقال ہوا تو صرف تجیز و تکفین اور چہلم وغیرہ کا کیا پس اس صورت میں زوجہ اور دختر کے حصہ سے کس قدر ملنا چاہیے۔ بیتنا تو جبروا۔

الجواب

سائل مظهر کہ چھوٹا بھائی وقت شادی بالغ تھا، قریب بیس برس کے عمر ہوگی، اور اس کا اپنا کچھ
لے الحدیقة الندیة النوع الثالث من الفصل الثاني مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۳۵۱/۱

مال نہ تھا، نہ بڑے بھائی نے مال مشترک سے اس کی شادی کا صرف کیا بلکہ خاص اپنا ذاتی مال اٹھایا اور اس صرف کی نہ چھوٹے بھائی نے درخواست کی تھی نہ بڑے نے اس سے اجازت لی، بلکہ بطور خود جیسے والدین اپنے بچوں اور ان کے نہ ہونے کی حالت میں بڑے بھائی اپنے چھوٹوں کی شادیاں کرتے ہیں شادی کر دی، پس صورتِ مستفسر میں بڑا بھائی ان مصارف کو کسی سے مجرا نہیں لے سکتا،

فان من انفق فی امر غیرہ بغیر امرہ ولا مضطر کیونکہ جس نے غیر کے معاملہ میں اس کے علم اور کسی مجبوری کے الیہ فانہ یعد متبرعا فلا یرجع بشئ۔
بغیر خرچ کیا تو وہ خرچ بطور نیکی ہوگا لہذا اس حنیفہ کی وصولی کے لئے رجوع نہ کر سکے گا۔ (ت)

ہاں اگر کم و رواج عام ظاہر کے کسی شے کی نسبت ثابت ہو کہ یہ چیز سامانِ شادی میں اس قوم میں محض بطور عاریت دی جاتی ہے دے ڈالنا مقصود نہیں ہوتا تو صرف اس شے کا استحقاق بڑے بھائی کو ہے اگر وہ شے موجود ہے لے لے اور تلف ہوگئی تو کسی سے مطالبہ نہیں کر سکتا فان العواری امانات لا تقضن الا بالتوی (کعاریت ملی ہوئی چیزیں امانت ہوتی ہیں صنائع کئے بغیر ان کا ضمان نہ ہوگا۔ ت) اور اگر چھوٹے بھائی یا اس کی زوجہ نے خود خرچ کر دی تلف کر ڈالی تو جس نے کی اس سے اس کا تاوان لے سکتا ہے، اسی طرح بھائی کے اولاد ہونے میں جو اٹھایا اس کا بھی مطالبہ کسی سے نہیں بلکہ بطور صرف احسان و سلوک منظور ہوتا ہو، اور اگر صرف سے یہ ثابت ہو کہ اس تقریب میں جو کچھ بڑا بھائی چھوٹے کے یہاں دیتا ہے وہ بطور قرض ہوتا ہے کہ جب اس کے یہاں تقریب ہو تو اسے معاوضہ دینا پڑتا ہے تو اس صورت میں وہ قرض ہے اس کا عوض ترکہ برادر سے پائے گا کما یتفاد ذلك من نص الفتاوی الخیریۃ (جیسا کہ فتاویٰ خیریہ کی تصریح سے یتفاد ہے۔ ت) اور صورتِ مسئلہ میں جبکہ بڑا بھائی چھوٹے کا وارث ہے کہ زوجہ و دختر کے ساتھ بھائی بھی حصہ پاتا ہے تو جو کچھ اس نے چھوٹے بھائی کے کفن و دفن بقدر سنت میں لگایا اسی قدر مجرا لے سکتا ہے اس سے زائد جو کچھ فاتحہ و سوم و چہلم وغیرہ میں اٹھایا وہ بھی برا احسان تھا جسے کسی سے مجبرا نہ پائے گا کما نص علیہ العلامة الطحطاوی فی فرائض حاشیۃ علی الدر المختار (جیسا کہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۸ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مسئلہ حاجی یعقوب علی صاحب غزہ ۲ شعبان ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایامِ سابق میں قصبہ بڑوانی میں حاکم ہندو تھا اس کی بادشاہِ اسلام نے مشرت باسلام کر کے عہدہ قضا پر مقرر کیا تھا بعد معدود الایام کے وہ راہی سوئے جنال ہوا اس کی اولاد سے ورثہ مسلم نہ تھا اولاد ہندو اس کی اس کے قائم مقام ہوئی اور دفتر قضا بھی اس کے قبضہ میں رہا ان ایام میں

مسلمان وہاں کے مذہب سے واقف نہ تھے موافق حکم حکام ہندو نکاح ہوتا رہا اب جماعت اہل اسلام اپنا قاضی مسلم مقرر کیا چاہتی ہے، درست ہے یا کہ وہی حکام ہندو عہدہ قضا پر قائم رہے اور چند ملازم مسلم اس کے طرفدار کس سزا کے مستحق ہیں ان مسائل میں جو حکم مصدق بالتصدیق ہو بیان فرمائیں عبارت کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

الجواب

شریعت مطہرہ میں مسلمانوں پر کوئی عہدہ حکومت کسی کافر کو دینا روا نہیں،
 قال اللہ تعالیٰ لن يجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً ۱
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو
 مؤمنین پر ولایت نہ دے گا۔ (ت)
 نہ مسلمان کے نکاح بر طریقہ کفار کرنے روا ہیں۔
 قال اللہ تعالیٰ ولا تتبعوا خطو است الشیطن ۲
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شیطانوں کے راستوں
 کی پیروی نہ کرو۔ (ت)
 نہ مسلمانوں کو دینی کام میں کافر سے مدد لی جاسکتی ہے، حدیث میں ہے،
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 انا لستعین بمشرك ۳
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم
 کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے۔ (ت)
 جو مسلمان اس ہندو کے طرفدار و مددگار ہیں شرعاً مستحق تعزیر و گنہگار ہیں،
 قال اللہ تعالیٰ لا یتخذ المؤمنون الکفرین
 اولیاء من دون المؤمنین ۴
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مومن کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں
 مومنین کے علاوہ۔ (ت)
 ان پر اس ناجائز طرفداری سے توبہ لازم ہے،
 قال اللہ تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم
 والعدوان ۵ واللہ تعالیٰ اعلم
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: گناہ اور عداوت میں ایک دوسرے
 سے تعاون مت کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۔ القرآن الکریم ۱۶۸/۲
 حدیث ۱۵۰۰۹ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۳۹۵

۲۔ القرآن الکریم ۱۳۱/۴
 ۳۔ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجہاد
 ۴۔ القرآن الکریم ۱۴۴/۴
 ۵۔ ۲/۵

مسئلہ ۳۹ از بنارس کنڈیکر ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب غزہ شعبان ۱۳۱۳ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاند محمد کے چار پسر تھے، تاج محمد، لطف اللہ، کریم اللہ،
 عبد الواحد۔ اور ایک دختر جان بی بی۔ چاند محمد نے ایک مکان خام سفالہ پوش اپنے روپے سے تاج محمد کے
 نام نیلام میں خرید کیا، کچھ روز بعد چاند محمد نے ایک مکان خام سفالہ پوش اور تھوڑی سی زمین تاج محمد مذکور اور
 لطف اللہ پسر ثانی کے نام اپنے روپے سے خرید کیا، یوقت خرید دونوں پسر بالغ تھے، چونکہ واقعہ ستر برس کا
 لہذا یہ نہیں معلوم کہ الفاظ بیع و شرا کے کس کی جانب مضاف تھے لیکن قبالہ مکان و زمین چاند محمد نے تاج محمد
 و لطف اللہ کے نام کیا مگر قبضہ کسی کو نہ دیا کرایہ مکان ہمیشہ آپ لیتے رہے، بعد چند سال کے تاج محمد
 ایک پسر فیض اللہ کو چھوڑ کر اپنے والد و برادران و خواہر کی حیات میں قضا کیا بعد چاند محمد نے دونوں مکان
 توڑ کر مع زمین کے اس پر مکان بنیاد اپنے روپے خاص سے تیار کیا، بعد ازاں لطف اللہ نے انتقال کیا،
 غرض دونوں پسر جن کے نام مکان زمین خرید کی گئی انتقال کر گئے، بعد چاند محمد کو اتفاق سفر حج کا ہوا بوقت
 سفر حج کریم اللہ و عبد الواحد وغیرہ نے اپنے والد سے کہا کہ فیض اللہ تو محبوب ہو گئے لیکن ان کو کچھ دینا چاہئے،
 بوجہ کہ پسران کے چاند محمد نے کہا کہ فلاں مکان دیا جائے، چنانچہ سادہ کاغذ پر لکھ بھی دیا لیکن قبضہ نہ دیا
 چونکہ کاغذ تم ہو گیا لہذا مجبوری ہے ورنہ اس کے مضمون سے اظہار دی جاتی، بعد واپسی سفر حج کے چاند محمد
 نے فیض اللہ محبوب اور ایک اپنے پسر عبد الواحد کو لے کر مکان تحریر میں قیام کیا، بعد ازاں چاند محمد کریم اللہ
 و عبد الواحد و جان بی بی کو چھوڑ کر انتقال کر گیا، اس وقت مکان مذکور میں فیض اللہ محبوب اور عبد العلیف
 مقیم ہیں، خلاصہ سوال یہ ہے کہ فیض اللہ اس مکان میں سے حصہ پائیں گے یا وہ مکان پائیں گے جو ان کے
 نام چاند محمد نے بوقت سفر حج کے لکھا تھا یا کچھ نہ پائیں گے، اگر مکان متنازع فیہ میں سے حصہ پائیں گے
 تو اس قدر مالیت دی جائے گی جو ان کے والد تاج محمد کے نام خرید ہوئی تھی یا جس قدر عمارت چاند محمد
 نے بعد انتقال تاج محمد کے بنوائی تھی سب فیض اللہ کو مع اس زمین سابق کے ملے گی، بینوا تو جروا۔

الجواب

مجرد قبالہ کوئی حجت شرعیہ نہیں، نہ صرف اس کی بنا پر کچھ حکم ہو سکتا ہے نہ کوئی اپنا استحقاق ثابت
 کر سکتا ہے، فتاویٰ امام قاضی خاں و اشباہ و النظائر و فتاویٰ خیر یہ و عقود الدریہ وغیرہ میں ہے،
 واللفظ للمی اما الشبوت بمجرد اظہار
 الحجة بلا بیتہ شرعیة فلا قائل
 به من اثثة الحنفیة المعتمد علی
 رملی کے الفاظ ہیں، محض خط کو حجت ظاہر کرنا ثبوت
 کے لئے بغیر گواہی کے، تو ائمہ احناف میں سے
 جن کے قول پر اعتماد ہے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے

قولہم لان الخطر رسم مجرد خارج عن حجج الشرع الثلاث التي هي البينة والاقرار والتكول وهذا لا توقف فيه لاحد
کیونکہ خط محض تحریر ہے جو شرعی تین دلائل سے خارج ہے شرعی دلائل گواہی، اقرار اور قسم سے انکار ہیں اس میں کسی کو توقف نہیں ہے۔ (ت)

خصوصاً صورت مستفسرہ کا قبالہ تو بنظر عرف غالب بھی قابل لحاظ نہیں، ایسی صورت میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ باپ بطور خود خرید کر بغرض تحفیف خرچ و ثقیل مسافت قبالہ اولاد کے نام کر دیتا ہے مقصود اولاد کو تملیک کرنا ہوتا ہے نہ کہ فضولی بن کر کوئی عقد از جانب اولاد کرنا جس کا نفاذ اجازت اولاد بالعين پر موقوف ہے يعلم ذلك كل من عرف العرف الشائع بينهم (جو آپس کے مشہور عرف کو جانتا ہے اسے یہ معلوم ہے۔ ت) ولہذا اس عقد کے بعد بالعين کو بلا تامل تحریر قبالہ وغیرہ تکلیفات عرفیہ کرا دیتے ہیں اولاد کے منتظر نہیں رہتے۔ یہ قبالہ ان کے نام کرنا بجگہ عرف جانب مشتری سے دلیل تملیک وہبہ ہوتا ہے، چاند محمد کا بعد تحریر قبالات مکانات پر اپنا قبضہ رکھنا شکست و ریخت بنائے عمارت پختہ وغیرہ تصرفات مالکانہ کرتے رہنا فیض اللہ کو محبوب الارث مان کر اس کے لئے کسی جائداد لکھنے کی ذکر کرنا یہ سب معاملات دلیل واضح ہیں کہ وہ خریداریاں چاند محمد نے اسی عرف غالب کے طور پر کی تھیں اور از انجا کہ تاج محمد و لطف اللہ پیش از قبضہ مکانات انتقال کر گئے وہ بہرہ عرفی باطل ہو گیا اور مکانات بدستور ملک چاند محمد پر رہے اگر بعقد شرعی اس کی ملک میں آگئے تھے، ورنہ اکثر یہ نیلام کہ ڈگریوں میں ہوا کرتے ہیں ہرگز بیع نافذ شرعی نہیں، نہ ان کے سبب وہ شے ملک مشتری میں داخل ہو جب تک اصل مالک اس بیع کو جائز و نافذ نہ کریں کہا بیعتنا ہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فئاؤنا (جیسا کہ اس کو ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) ورمختار میں ہے :

يمنع الرجوع فيهما موت احد العاقدین عقد کرنے والے دونوں فریقوں میں سے ایک کی موت بعد التسليم فلو قبله بطل اھ ملتقطا۔

کے بعد موت واقع ہوئی ہو اور اگر قبضہ سے قبل موت واقع ہوئی تو بہرہ باطل ہو جائیگا اھ ملتقطا (ت)
پس فیض اللہ کا اس مکان میں اصل حق نہیں، ہاں اگر شہادت مقبولہ شرعیہ سے ثابت کرتا کہ خاص عقد بیع بنام تاج محمد واقع ہوا چاند محمد اس ایجاب و قبول میں محض فضولی تھا، پھر تاج محمد نے اس شرار فضولی کو جائز

لے فتاویٰ خیر کتاب ادب القاضی ۱۲/۲، باب خلل المحاضر السجلۃ ۱۹/۲، کتاب الوقف ۲۰۳/۱ و ۲۲۸/۱

کتاب الدعوی ۴۴/۲ اشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاہ والشہادۃ ۳۳۸/۱

لے درمختار کتاب الہبۃ باب الرجوع فی الہبۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱۹۱/۲

کیا اور مالک مکان ہوا تو البتہ جو مکان ملک تاج محمد تھا اس سے بقدر اپنے سهم شرعی کے فیض اللہ کو ملتا اور اس کے علمہ قدیم کا تاوان بھی بقدر اپنے حصہ کے ترکہ چاند محمد سے پاتا جسے اس نے توڑ ڈالا تھا، مگر یہ عمارت پختہ کہ چاند محمد نے اپنے روپے سے بنائی اس میں فیض اللہ کا یوں بھی حق نہ ہوتا جب تک شہادت شرعیہ ثابت نہ کرتا کہ یہ تعمیر چاند محمد نے بطور خود تاج محمد ہی کے لئے بنائی یا تاج محمد نے اس سے درخواست کر کے بنوائی،

فی الدرع عمود ارض وجتہ بمالہ باذ نہہا
فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا ولو
لنفسہ بلا اذ نہا فالعمارۃ لہ ولہا بلا اذ نہا
فالعمارۃ لہا وهو متطوع فی البناء ، ولو
اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول
لمنکرہ بیمیئہ ، وفی ان العمارۃ لہا اولہ
فالقول لہ اھ ملخصاً۔

دریں ہے اگر خاوند نے اپنے مال سے بیوی کا مکان تعمیر کیا اگر بیوی کی اجازت سے کیا تو مکان بیوی کا ہوگا اور خرچ بیوی پر قرض ہوگا اور اگر بیوی کی اجازت کے بغیر اپنے لئے تعمیر کیا تو عمارت خاوند کی ہوگی، اگر بیوی کے لئے اس کی اجازت کے بغیر بنایا تو عمارت بیوی کی ہوگی اور تعمیر خاوند کی طرف سے مفت ہوگی، اور اگر اذن اور عدم اذن دونوں کا

اختلاف ہو اور گواہی نہ ہو تو منکر کا قول قسم کے ساتھ معقبہ ہوگا، اور عمارت کی ملکیت میں اختلاف ہو کہ بیوی کا ہے یا خاوند کا ہے تو خاوند کا قول مستبر ہوگا (ملخصاً) (ت)

یوں ہی وہ مکان کہ وقت سفر حج چاند محمد نے فیض اللہ کو دیا اور قبضہ دینے سے پہلے انتقال کیا اس میں بھی فیض اللہ کا کوئی حق نہ رہا،

لما علمت ان موت احدہما قبل القبض
یبطال الہبۃ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ قبضہ سے قبل ایک کی موت
ہبہ کو باطل کر دیتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کہتی ہے کہ میرا مہر پانسو روپیہ تھا اور گواہ کہتے ہیں کہ نکاح تو ہمارے سامنے ہوا لیکن مہر یاد نہیں تو ہندہ کو کس قدر مہر موجب شرع شریف کے ملنا چاہئے۔ بینوا تو جروا۔

(۲) ہندہ کہتی ہے کہ مہر میرا مبلغ پانسو روپیہ کا تھا اور گواہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے مہر پانسو روپے کا باندھا گیا تھا اور ہم گواہ تھے لیکن مجوزان گواہوں پر اطمینان نہیں کرتے ہیں تو بموجب شرع شریف کے کس قدر مہر ہونا چاہئے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

(۱) اگر یہ پانسو روپے ہندہ کا مہر مثل یا مہر مثل سے کم ہے تو پورے پانسو دلائے جائیں گے گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اگر زیادہ ہے تو بقدر مہر مثل ہے اس قدر ضرور دلیا جائے، باقی زیادتی بے شہادت شرعی بے قبول زوج کے نہ دلائیں گے، فتاویٰ قاضی خان و عالمگیری میں ہے:

ان كان النكاح معروفا كان القول قول المرأة الى مهر مثلها يدفع ذلك اليها والله تعالى اعلم۔
اگر نکاح مشہور و معروف ہے تو مہر مثل تک بیوی کا دعویٰ قبول ہوگا اور اسے دے دیا جائے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) اگر وہ گواہ شرعاً قابل اطمینان نہیں تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اس صورت میں مہر مثل تک ہندہ کی بات بے گواہ مان لی جائے گی اس سے زیادتی مقبول نہ ہوگی جب تک شوہر یا اس کے وارث تسلیم نہ کریں یا عورت گواہان شرعی سے ثبوت نہ دے۔

مسئلہ از آلہ آباد محلہ دوندے پور مکان صوبہ ارم حرم مسئلہ مولوی محمد عبید اللہ صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲
جامع الکملات العلمیہ والعملیہ حاوی الفنون الاصلیۃ والفرعیۃ مخدومی المعظم ومطابع مخم والاشان جناب
مولوی احمد رضا خان صاحب دام مجیدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ استفتا پنجاب سے آیا ہے اصل
مستفتی صاحب ذی علم کی عبارت بعینہا درج استفتا ہے۔

سوال اول: چھ میفرمایند علمائے دین و مفتیان
شرع متین اندر میں مسئلہ کہ شخصے رو برے چند
اشخاص اقرار نمود کہ با والدہ منکوحہ خود زنا نمود بعد
از چہار پنج ماہ مثلاً منکوحہ خود را در خانہ خود آورد و
آباد شد نہ گرفت مردمان طعن کردند از اقرار
سابقی رجوع نمود حکومت اس امر پیش عالم شہر
برد شہود بر اقرارش بحضور آن پیش قاضی شہادت
ادانمودند عالم موصوف بموجب شہادت حکم بجرمت
آن منکوحہ کرد، بران حکم راضی شدہ ہموں وقت
سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے
چند اشخاص کے رو برو یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنی منکوحہ
کی والدہ سے زنا کیا ہے اس کے چند ماہ بعد وہ اپنی منکوحہ
کو اپنے گھر لایا اور آباد کر لیا، لوگوں نے اس پر
طعن کیا تو وہ اپنے سابقہ اقرار سے پھر گیا، یہ فیصلہ
شہر کے عالم کے پاس گیا تو گواہوں نے اس کے اقرار
پر قاضی کے سامنے شہادت دی تو عالم مذکور نے
بموجب شہادت اس پر منکوحہ کے حرام ہونے کا حکم دیا

تو وہ شخص اس حکم پر راضی ہو گیا اسی وقت اس نے
زوجہ کو اس کے والد کے حوالے کر دیا اور اپنے گھر
سے نکال دیا، کیونکہ کورہ صورت میں اقرار کرنے والے
پر اسی کی بیوی حرام ہو گئی ہے یا نہیں؟ اور عدت
گزارنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی
ہے یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔ (د ت)

زوجہ خود را حوالہ والد آں نمود و از خانہ بیرون کرد آیا در
صورت مزبورہ منکوحہ بر آں مقرر حرام میشود یا نہ
و بعد گزشتن عدت نکاحش با شخص دیگر حرام
یا نہ؟ بتینوا تو جروا۔

سوال دوم: ایک اور مسئلہ بھی جناب محترم تحریر دام مجدد ہم نے جناب والا سے دریافت فرمایا ہے اس کے
سوال کو بھی انھیں کی عبارت سے عرض کرتا ہوں،
مسئلہ دیگر از فاضل علامہ بریلوی دام فیضہم پرسش
فرمایند کہ حاکمان وقت کہ مقدمہ برضا سے فریقیتین
حوالہ عالمی سے نمایند و از ان عالم استدعائے فیصلہ
سے نمایند عالم موصوف در ان مقدمہ حکم قاضی وارد
یا حکم ست و اگر فریقین یا کہ یک فریق بلا امر حکم
آزما معزول کند معزول می شود کہ بسبب حوالہ
کردن حاکم وقت حکم قاضی گرفت بغیر عزل حاکم
معزول نمی گردد بتفصیل جواب این سوالات از
علامہ موصوف استدعا کنند۔ انتہت بالفاظہا۔

دوسرا مسئلہ علامہ فاضل بریلوی دام فیضہم سے
پوچھیں کہ حاکمان وقت نے فریقین کی رضامندی
مقدمہ ایک عالم کے سپرد کیا اور اس سے فیصلہ طلب کیا
تو عالم مذکور کو اس مقدمہ میں قاضی کی حیثیت حاصل
ہو گی یا ثالث کی؟ اگر دونوں یا ایک فریق حاکم کی
اجازت کے بغیر اس کو معزول کر دیں تو وہ معزول قرار
پائے گا یا حاکم وقت کے سپرد کرنے کی وجہ سے
اس کا حکم قاضی والا ہو گا کہ حاکم کے معزول کے بغیر
معزول نہ ہو گا۔ اس سوال کا جواب علامہ صاحب سے
بالتفصیل حاصل کریں۔ سائل کے الفاظ ختم۔ (د ت)

الجواب

وضاحت طلب کرنے کے بعد سائل نے یہ ظاہر کیا ہے
کہ سوال میں مذکور قاضی سے مراد عالم ہے جس سے
بڑا کوئی عالم شہر میں نہیں ہے شہر والے لوگ اپنی ضرورت
پر اپنی مرضی سے اس عالم سے رجوع کرتے ہیں تو
شہر کا یہ بڑا عالم کبھی تنازع میں فیصلہ سناتا ہے اور
کبھی جواب دے دیتا ہے، اس شہر میں کوئی قاضی شرع

(۱) سائل فاضل بعد استکشاف و انمودند کہ
مراد بقاضی مذکور فی السؤال ہماں عالم ست
غیر او عالمی مجید در ان بلدہ نیست ایامی بلدہ وقت
حاجت برضی خود رجوع باومی نمایند آں اعلم اہل
بلدہ گاہ فیصلہ نزاع سے نمایند و گاہ ہے جواب
می دہد قاضی شرع آنجا کہ نیست مردمان شہر

نہیں ہے وہ لوگ جن کے روبرو مذکور شخص نے مختلف مجلسوں میں متعدد بار اپنی منکوحہ کی والدہ سے زنا کا اقرار کیا بعد ازاں اس نے اپنے اقرار سے انکار کیا تو ان لوگوں نے حسب معمول ماجر عالم موصوف کے ہاں پیش کیا اور گواہوں کی شہادت پر اس ماجرا کا فیصلہ طلب کیا اور وہ مذکور شخص بھی عالم کے پاس گیا اور کہا کہ ان لوگوں نے مجھ پر اقرار باندھا ہے میں نے اس کام کا اقرار نہیں کیا لہذا آپ از روئے شرع شریف اس معاملہ کا فیصلہ فرمادیں اگر بموجب شرع میرا اقرار ثابت ہو جائے تو میری بیوی کو مجھ سے جدا کر دیں، تو عالم موصوف نے شہر والوں اور اس اقرار کرنے کے مطالبہ پر گواہ طلب کئے اگرچہ متعدد لوگوں کے سامنے اس نے اقرار کیا ہے مگر صرف چار گواہ جو عالم مذکور کے نزدیک معتبر تھے طلب کئے اور گواہوں نے اقرار کرنے والے کی موجودگی اور اس کی بیوی کی غیر موجودگی میں گواہی دی تو عالم مذکور نے اقرار کے ثابت ہو جانے پر اس شخص پر اس کی بیوی کے حرام ہونے کا فیصلہ فرمایا، اور مقرر کو حکم دیا کہ عورت کو فوراً اس کے والد کے حوالے کر دو جبکہ منکوحہ کا والد فیصلہ کی مجلس میں موجود تھا، مقرر نے اس فیصلہ کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ میں ایسے ہی کروں گا، مجلس ختم ہو گئی، اور مقرر نے اسی وقت عورت کو اس کے والد کے سپرد کر دیا، عورت کا اس میں کوئی دخل نہ ہوا اور محض شہر والوں اور خاوند کی درخواست پر یہ فیصلہ ہوا، لیکن بیوی نے اس فیصلہ کو راضی خوشی قبول کیا، وضاحت ختم ہوتی،

کہ شخص مذکور روبرو نے ایساں چند بار مجالس مقررہ اقرار زنا بمادر زلفش کرد و بازہ انکار و جود اقرار نور و حسب معمول ماجرا پیش عالم موصوف بردند و تصفیہ ایں امر باستماع شہود خواستند آن کس نیز پیش عالم رفتہ گفت کہ ایساں بر من دروغ لیستہ اند گاہے اقرار ایں کار نہ کردہ ام از روئے شرع شریف فیصلہ ایں امر فرمایند اگر اقرار من بموجب شریعت ثابت شود زوجہ مرا از من تفریق نمایند عالم موصوف باستماع ایالی بلد و آن مقرر شہود را طلب نمود اقرار پیش مردمان بسیار کردہ بود مگر چار اشخاص را کہ نزدلہ معتبر بودند پیش خواند گواہان نزد عالم بحضور آن مقرر بغیبت زلفش ادلے شہادت کردند بعد ثبوت عالم ثبوت اقرار زنا حرمت زن حکم کرد مقرر افرمود کہ زن را فی الحال حوالہ والدش کن والد منکو تہ مجلس حکم حاضر بود مقرر تسلیم نمود و گفت اینک بچہاں کم مجلس برخاست مقرر ہمیں وقت زن را حوالہ پدرش نمود و زوجہ را دیں باب دخل نہ بود محض زوج و ابالی بلدہ درخواست ایں فیصلہ نمودند لکن زوجہ بریں قضا و حکم راضی گشت انتہی و در سوال افرودند کہ اگر زن را دیں صورت بشخص دیگر نکاح رواست بسبب تفریق عالم مست یا بسبب حوالہ کردن زوج و محکم را اختیار تہنیری مثل قاضی ہست یا نہ انتہی، در صورت مستفسر کہ بلاوجہ استیلائے نامسلمانان از قاضی شرع خالی ست اگر ہما نہ تصریح علما کرام کہ در ہجو مقام

عالم دین کہ اعلم اہل بلد باشد قاضی والی شرع
 عیشود فی النوع الثالث من الفصل
 الثانی من الباب الثانی من
 الحدیقة الندیة الطریقة
 المحمدیة للعلامة العارف بالله
 سیدی عبد الغنی النابلسی
 قدس سرہ القدسی عن
 الفتاوی العتابیة للامام
 الاجل اخی نصر احمد
 بن محمد بن عمر البخاری
 العتابی المتوفی ۸۶۵ھ
 اذا خلا الزمان من سلطان
 ذی کفایة فالامور
 موكلة الى العلماء ویلزم
 الامة الرجوع الیهم ویصیرون
 ولاية فاذا عسر جمعهم
 علی واحد استقل کل
 قطربا بتبع علمائہ فان
 كثروا فالمتبع اعلمهم
 فان استووا اقرع
 بینهم الخ ، قطع نظر
 کنیم تا رجوع مسلمین بلد بسوئے او در خصوص
 و ترافع باو در قضا با و رضا بحکمش در فیصلہا

سوال میں انھوں نے یہ اضافہ کیا ہے، اگر اس صورت
 میں عورت کو دوسرے شخص سے نکاح جائز ہو تو یہ
 جواز عالم کی تفریق سے ہوگا یا خاوند کی طرف سے ہوی
 کو اس کے والد کے سپرد کرنے کی وجہ سے ہوگا،
 اور کیا ثالث کو قاضی کی طرح تفریق کا اختیار ہے یا
 نہیں (اضافہ ختم ہوا)، مسئلہ صورت میں حکم یہ ہے
 کہ جو علاقے کفار کے غلبے کی وجہ سے قاضی سے خالی
 ہوں تمام علماء کرام کی تصریح کے مطابق ایسے مقامات
 میں جو شہر کا بڑا عالم ہو وہ قاضی قرار پاتا ہے اور شرعاً
 والی بن جاتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرح حدیقة تدیر کی ذریعہ
 ثالث کے باب ثانی کی فصل ثانی مصنف علامہ عارف بالله
 سیدی عبد الغنی النابلسی (قدس سرہ القدسی) میں
 فتاوی عتابیہ مصنفہ امام اجل ابو نصر احمد بن محمد بن عمر
 بخاری عتابی متوفی ۵۸۶ھ کے حوالے سے منقول ہے
 کہ جب زمانہ شرعی سلطان سے خالی ہو تو امور علماء کے
 سپرد ہو جاتے ہیں اور امت پر لازم ہو جاتا ہے کہ
 وہ ان علماء کی طرف رجوع کرے اور یہ علماء والی بن جاتے
 ہیں، تو جب تمام لوگوں کا ایک عالم پر اجتماع و شرا
 ہے تو ہر علاقہ اپنے علماء کی اتباع کرے اور اگر علاقہ
 میں علماء کثیر ہوں تو پھر سب سے بڑے عالم کی اتباع
 ہوگی اور اگر سب برابر ہوں تو قرعہ اندازی سے متعین کیا جائے
 اس سے قطع نظر شہر کے مسلمانوں کا اپنے تنازعات میں
 اس کی طرف رجوع کر کے فیصلے لینا اور اسکے فیصلوں کو

برائے قضاے شرعی اور بندست کہ پہنچو حالت تراضی
 مسلمین نائب مناب تقلید و قولیہ سلطان دین ست
 فی جمعة رد المحتار عن معراج الدراية
 عن المبسوط لنوالولة كفا سايجون
 للمسلمين اقامة الجمعة ويصير
 القاضى قاضيا بتراضى المسلمين الله
 وفي قضائه عن التباخانية اما بلاد
 عليها ولاية كفار فيجوز للمسلمين
 اقامة الجمع والاعياد ويصير
 القاضى قاضيا بتراضى المسلمين
 قال وعزاه مسكين في شرحه
 الى الاصل ونحوه في جامع
 الفصولين اه اى في الفصل
 الاول منه مثله بحروفه و
 عنه نقل في البحر و اینجا
 شهادت شهود و حک نمودن را، هیچ حاجت
 بتقدیم دعوی از جانب زن نبود زیرا کہ حرمت
 فرج از حقوق رب العزة عز و علا است و
 اثبات مصاہرت از ابواب شہادت حسبہ
 فی وقف رد المحتار تحت قوله والذي
 تقبل فيه الشهادة حصة بدون الدعوى اربعة
 عشرة مانصه وهى الوقف

رضامندی سے قبول کرنا یہ بھی اس عالم کی شرعی قضاء
 کے لئے خود سند ہے کیونکہ ایسی صورت میں مسلمانوں کا
 متفق ہونا سرکاری ولایت اور تقرری کے قائم مقام
 ہو جاتا ہے۔ رد المحتار کے جمعہ کے باب میں معراج الدراية
 سے بحوالہ مبسوط منقول ہے اگر والی کا فرہوں تو مسلمانوں
 کو جمعہ کا قیام اور قاضی کا تقرر جائز ہے مسلمانوں کی رضامندی
 سے قاضی ہو جاتا ہے اھ، اسی کے باب القضا میں
 تا ما رخانیہ سے منقول ہے وہ علاقے جن پر کفار والی
 ہیں وہاں مسلمانوں کو جمعہ، عیدین قائم کرنا جائز ہے
 اور ان کا باہمی رضامندی سے مقرر کردہ قاضی، قاضی
 قرار پائے گا، فرمایا اس کو مسکین نے اپنی شرح
 میں مبسوط کی طرف منسوب کیا ہے، اور جامع الفصولین
 میں بھی اس طرح ہے یعنی اس کی پہلی فصل میں انہی
 حروف کے ساتھ ایسے مذکور ہے اور اسی سے بحر
 میں منقول ہے، یہاں شہادت کی سماعت اور فیصلہ
 کرنے کے لئے عورت کی طرف سے دعویٰ کی حاجت نہیں
 ہے کیونکہ شرمگاہ کی حرمت حقوق اللہ میں سے ہے
 اور حرمت مصاہرت کا اثبات شہادت حسبہ (یعنی
 حقوق اللہ کے تحفظ کے لئے) کے باب سے ہے،
 رد المحتار کے باب الوقف میں ماتن کے قول، وہ مقام
 جہاں حسبہ شہادت بغیر دعویٰ قبول ہوتی ہے وہ چودہ
 مقام ہیں، اس کی عبارت یوں ہے، وہ مقام،

وقف، طلاق زوجہ، اسکے قول، حرمت مصاہرت الخ،
تو عالم مذکور کا حکم تفریق شرعی قضا کے طور پر تام اور نافذ
اور واجب الاتباع ہے اور اسی وقت سے عدت
شمار ہوگی، اگر ہم اس حیثیت کو درگزر بھی کر لیں تو
عورت کی طرف سے اس کے والد کا بطور وکیل
مقدمہ حاضر ہونا بھی فیصلہ کا مطالبہ قرار پا کر
دونوں فریقوں کی طرف سے مقدمہ کی پیشی سے
عالم مذکور کے لئے ثالثی کا حکم ظاہر کرتا ہے جس سے
بحیثیت ثالث قاضی کی طرح اس کو تفریق کے
فیصلہ کا اختیار حاصل ہوتا ہے کیونکہ ثالث کو
حدود، قصاص، دیت کے ماسوا فیصلہ کرنا جائز
ہے۔ تنویر میں ہے کہ دونوں فریقوں نے ایک شخص
کو ثالث بنایا تو اس نے گواہی یا اقرار یا قسم
سے انکار کی بنا پر فیصلہ کیا تو صحیح ہے بشرطیکہ
حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کا معاملہ نہ ہو اور
نیز بیوی کو گھر سے نکال کر اس کے باپ کے سپرد
کرنا خاوند کا یہ عمل متارکہ کے قائم مقام ہو سکتا ہے
جہاں پر بیوی مدخولہ ہو اور خاوند نے متارکہ کا لفظ
زبان سے ادا نہ کیا ہو، اور یوں ہی بیوی کا یا تھپکڑ کر
اس کے والد کے سپرد اس کو کر دیا ہو، حجر وغیرہ
کے ظاہر بیان کے مطابق۔ حجر کے الفاظ ہیں
کہ متارکہ کا تحقق خاوند کے قول کے بغیر نہ ہو گا
جبکہ بیوی مدخولہ ہو، مثلاً قول یوں ہو میں نے تجھے

وطلاق الزوجة (الح قولہ) وحرمة
المصاهرة الخ پس حکم تفریق کہ از عالم مذکور صادر
شد قضا کے شرعی تام و نافذ و واجب الاتباع
ست از ہوں وقت مدت عدت بشمار آید و اگر
ازین ہم درگزیم و حضور پدر زن نیز از جانب او بر وجه
وکالت فی الخصومة درخواست حکم نبوده باشد
تا بترافع خصمین معنی حکیم پیدا آمدے و او را اختیار
تفریق، بموجب قاضی حکم حکیم حاصل شدے فان
الحکم له الحکم فی کل مالیس بحد
ولا قود ولا ذیة علی عاقلہ فی
التنویر حکما رجلا فحکم بینہما
ببینة او اقرار او نکول صح
لوفی غیر حد و قود و
ذیة علی عاقلہ آھ و نیز
زن را از حنا نہ بر آوردن و حالت بر پدرش
کردن کہ از زوج صادر شد ایں را ہم بجائے
متارکہ نہیم جاسیکہ زن مدخولہ باشد و شوئے
چیزے از الفاظ متارکہ بر زبان نیاورد، ہچنان
و متش گرفتہ بدست پدر داد بناء علی ظاہر
ما فی البحر وغیرہ واللفظ لہ
لا تحقق للمتاركة الا بالقول ان
کانت مدخولہا کقولہ
تارکتک او تارکتھا او خلیت سبیلک

لہ ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الوقف فی اجارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۲۰۲

او خلیت سبیلها او خلیتہا الخ وان کان
لا یبعد ان یقوم الفعل الدال علیہ
مقام القول وانما المراد نفی
التحقق بمجرد الترتک علی عزم
ان لا یعود کما یستبین بمقابلتہ
بہ تاہم گفتن زوج مرعالم را کہ اگر اقرار
من ثبوت یا بد زن مرا از من جدا کن تو کیل
بتفریق ست و تو کیل تعلیق را سے پذیرد فی
بیوع مرد المختار عن البزانیة
تعلیق الوکالة بالشرط جائز
پس تفریق عالم بحکم تو کیل متار کہ از جانب
شوئے شد و حکم فرقت و عدت و ملک نفس
بعد ازاں بر روئے کار آمد و اگر ازین جملہ
وجہ پنجمانہ دامن نظر بر جنیم و بچیاں گیریم
کہ عالم بے قضا و بے حکیم و بے توکیل برستم
فضولی حکم تفریق نموده است نیز رنگ نفاذ
یافت زیرا کہ حکم فضولی نزد ما باطل نیست
بلکہ بر تنفیذ متخاصمین موقوف اینجا کہ
زن و شوہر و ذراں حکم راضی شدند و
براں بستہ تنفیذش کردند نفاذ انجامید
و تسلیم لاحق بہمجو حکیم سابق گردید کما
نص علیہ فی مرد المختار

چھوڑا، یا اس کو چھوڑا، یا میں نے تیرا راستہ کھول دیا
یا اس کا راستہ کھول دیا، کہے، الخ۔ اور اگر کوئی ایسا
فعل جو قول کے قائم مقام بن سکتا ہو تو اس فعل کو
قول پر دال قرار دینا بعید نہیں ہے۔ بحر کے قول میں صرف
و دوبارہ عود نہ کرنے کے عزم کے طور پر بیوی کو ترک کرنے
پر متار کہ کا عدم تحقق مراد ہے جیسا کہ مقابلہ کے طور پر اس
کو ذکر کرنے سے ظاہر ہو رہا ہے، تاہم حناوند کا
عالم مذکور کو یہ کہنا اگر میرے اقرار کا ثبوت ہو جائے
تو میری بیوی کو مجھ سے جدا کر دو، یہ عالم کو اپنی طرف
تفریق کا وکیل بنانا ہے جبکہ توکیل میں تعلیق ہو سکتی ہے
رد المختار کے بیوع کے باب میں بزازیہ سے منقول ہے
کہ توکیل کو کسی شرط سے معلق کرنا جائز ہے، پس اس
فہرست میں عالم کا تفریق کرنا حناوند کی طرف سے اس
کو متار کہ کی توکیل کی بنا پر ہے، اس تفریق پر
حکم فرقت، عدت اور بیوی کا خود مختار ہونا مرتب
ہو کر نافذ ہوا ہے، اگر ہم پانچ مذکورہ وجوہ سے
صرف نظر کر بھی لیں اور یہ قرار دیں کہ عالم مذکور نے
بغیر قضا، بغیر حکیم (مثالی) اور بغیر توکیل یہ تفریق
کی ہے اور بطور فضولی یہ کاروائی کی ہے، تب بھی
یہ تفریق نافذ ہو جائے گی کیونکہ ہمارے نزدیک
فضولی کا عمل باطل قرار نہیں پاتا بلکہ فریقین کی تنفیذ
پر موقوف رہتا ہے جبکہ یہاں مرد اور عورت دونوں

عن الطحاوی عن الہندیۃ
عن المحيط وقی البحر لو حکم
بغیر رضا ہما لم یجوز الا ان
یجوز بعد المحکم اھ مختصراً
وفیه عن المحيط لو امر القاضی
سرجلات یحکم بین رجلین
لم یجوز اذ السہ یکف ما ذونا
بالاستیغلاف الا ان یجوز القاضی
بعد المحکم او یتراضی علیہ
الخصمان لھما بالجملہ کیفما کانت
فرقت میان ایں زن و شو حاصل
شد و در فتوائے سابقہ روشن کر دہ ایم کہ
استمرار زنا بمادر زن **حرمست**
مصابرت ست و اصرار بر آن
نا مشروط و رجوع ازاں تا مقبول پس
بعد عدت عنان زن ہم بدست
زن باشد جزیں کس باہر کہ
خواہد عدت زنا شوئی **بند** -
واللہ سبحانہ و تعالیٰ
اعلم۔

اس عالم کے عمل پر رضامندی ظاہر کر دی ہے اور
اس کے عمل کے نفاذ کو پختہ کر دیا تو وہ عمل نافذ
ہو گیا اگرچہ عالم کے عمل کے بعد راضی ہوئے لیکن
بعد کا تسلیم کرنا بھی حکیم سابق کی طرح ہے یعنی گویا
انہوں نے اس کو پہلے ثالث بنایا اور تسلیم کر لیا
جیسا کہ اس پر رد المحتار میں طحاوی سے بحوالہ ہندیہ
تصریح منقول ہے کہ محیط میں ایسے ہے۔ اور بحر
میں ہے اگر کسی نے فریقین کی اجازت کے بغیر ثالثی
فیصلہ دیا تو جائز نہ ہوگا الا یہ کہ فریقین فیصلہ کے بعد
اس کو تسلیم کر لیں اھ مختصراً۔ اور اسی میں محیط سے
منقول ہے اگر قاضی نے کسی شخص کو فریقین میں
فیصلہ کرنے کا حکم دیا تو قاضی کا حکم جائز نہ ہوگا بشرطیکہ
قاضی کو اپنا خلیفہ بنانے کی اجازت نہ ہو، مگر اس
صورت میں کہ اس شخص کے فیصلہ کے بعد قاضی اس کی
توثیق کر دے یا فریقین اس شخص کے فیصلہ کو باہمی
رضامندی سے تسلیم کر لیں، تو وہ فیصلہ نافذ ہو جائیگا اھ
خلاصہ یہ کہ اس مرد و عورت کے درمیان متارکہ اور
فرقت ہو چکی ہے، اور پہلے ہم اپنے فتویٰ میں واضح
کر چکے ہیں کہ اپنی بیوی کی والدہ سے زنا کے اقرار
سے حرمت مصاہرہ ثابت ہو جاتی ہے اور یہ کہ

حرمت کے لئے اس اقرار پر اصرار کرنا شرط نہیں ہے اور اس اقرار سے رجوع بھی صحیح نہیں ہے، پس
عدت گزر جانے کے بعد یہ عورت خود مختار ہے وہ اس مرد کے سوا جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

لہ بحر الرائق کتاب القضاء باب التحکیم
لہ بحوالہ المحيط
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۹/۷
۲۵/۷

(۲) والی کے تفویض خصوصیت بعالمی مستجمع شرائط
صلوح للقضاء کند اگر او خود مسلمان ست، پنجو
نوابان ریاستہائے اسلامیہ اگرچہ زیر دست
سلطان کا فریاد سرورش بلاریب معتبر بود و عالم
در خصوص آن خصوصیت مثل قاضی شدہ کہ بعزل
بیچ یک از فریقین از قضایا زود زیرا کہ والی را چون
اختیار تفسیر قضایا در جملہ امور ست در امرے
خاص بالاولی باشد والقضاء مما یتخصص
بکل ما خصہ المقلد کما نصوا علیہ
وفي جامع الفصولین والبحر و
التارخانیة والمبسوط والمعراج
وغیرہا کل مصرفیہ وال مسلم
من جهة الکفار تجوز فیہ رد
لفظ الاخیر من یجوز لہ اقامة
الجمع والاعیاد واخذ الخراج
وتقلید القضاء وتزویج الایامی
لاستیلاء المسلم علیہم آمم وفي
البحر عن المحیط الامام الذی
استعمل القاضی امر رجلا
ممن یجوز شہادتہ ان
یحکم بین رجلین وهو

(۲) قضا کی اہلیت والی شرط کا جامع عالم ہو تو
اس کو کسی والی نے کوئی مقدمہ سپرد کیا ہو اگر وہ
والی خود مسلمان ہے جیسا کہ اسلامی ریاستوں کے
نواب حضرات اگرچہ وہ کا فر سلطان کے ماتحت ہیں
تو یہ سپرداری بلا شک معتبر ہوگی، اور اس خاص
مقدمہ میں وہ عالم قاضی کی مثل ہوگا کہ فریقین میں سے
کسی کے معزول کرنے سے وہ معزول نہ ہوگا کیونکہ
جب ایسے والی کو جملہ اختیار والے قاضی کی تقرری
کا اختیار ہے تو خاص ایک اختیار والے قاضی کی
تقرری کا اختیار بطریق اولیٰ ہوگا اور قضایا ان امور
میں سے ہے کہ تقرری کرنے والے کی تخصیص کی وجہ
سے خاص ہو جاتی ہے جیسا کہ اس پر فقہائے
تصریح فرمائی ہے۔ جامع الفصولین، بحر، تارخانیہ
مبسوط اور معراج وغیرہ میں ہے وہ تمام شہرجن میں
کفار کی طرف سے مسلمان والی ہوں وہاں اقامت
جمعہ، عیدین، خراج کی وصولی، قاضیوں کا تقرر اور
یتیم لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز ہے، آخری کے الفاظ
میں (جن کو جائز ہے) کیونکہ ان پر مسلمان والی ہے
بحر میں محیط سے منقول ہے کہ جو امام قاضی کی تقرری
کرتا ہے وہ ایسے شخص کو فیصلہ کرنے کا حکم دے جو
شہادت کی اہلیت رکھتا ہو تو جائز ہوگا اور وہ شخص

لہ رد المحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب الجمعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۴۰/۱
جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۴۲/۳
بحر الرائق کتاب القضاء فصل فی التقليد ایچ ام سعید مکنی کراچی ۱۴/۱

بمنزلة القاضي المولى ^۱ اھ و اگر مفوض
کافرست مفوض الیہ بتفویض او بر مذہب معتد
مؤید بدلائل شرعیہ و قواعد علیہ قاضی نشود و وجہ
اقول انت الکافر لایلی فکیف
یولی قال تعالیٰ لن یجعل اللہ
للكفرین علی المؤمنین سبیلاً
المولی بالفتح انما یتفید
نفاذ القول من المولی بالکسر
ق المحقق علی الاطلاق فی
الفتح اذ الم یکن سلطان و
لا من یجوز التقلد منه کما هو فی بلاد
المسلمین غلب علیہم الکفار
کقرطبة فی بلاد المغرب ^۲ اول
یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی
واحد منهم ^۳ اھ مختصراً ، قال فی النهر
هذا هو الذی تطمئن النفس الیہ فلیعتمد ^۴ اھ
قال الشامی الاشارة بقوله هذا الی ما افاده
کلام الفتح من عدم صحۃ
تقلد القضا من کافر الخ اقول

قاضی کے قائم مقام ہوگا اھ ، اور اگر تقرر کرنے والا
خود کافر ہو تو شرعی دلائل اور دینی قواعد سے مؤید
قول کے مطابق مقرر کردہ شخص قاضی نہ ہوگا ، میں
کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ کافر خود مسلمانوں
کا ولی نہیں تو دوسرے کو کیسے ولی بنا سکتا ہے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو
مسلمانوں پر راہ نہ دے گا ۔ مولی (فتح کے ساتھ)
کے قول کا نفاذ مولی (کسر کے ساتھ) سے مستفاد
ہوتا ہے ۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں مندرجاً
جب مسلمانوں کا کوئی سلطان ہونہی کوئی ایسا
والی ہو قاضیوں کا تقرر کر سکے جیسا کہ مسلمانوں کے
بعض علاقوں پر کفار کا غلبہ مغرب میں ہوا ہے مثلاً
قرطبة آج کل ، تو مسلمانوں پر وہاں واجب ہے
کہ وہ اپنے اتفاق سے کسی ایک پر راضی ہو جائیں
اھ مختصراً ۔ نہر میں فرمایا ، اسی پر طبیعت مطمئن ہے
لہذا اسی پر اعتماد چاہئے اھ ، علامہ شامی نے
فرمایا ، هذا کے ساتھ ان کا اشارہ فتح کے اس
کلام کی طرف ہے جس میں کافر کی طرف سے تقرری قضا
کو نادرست کہا گیا ہے الخ ۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے

۲۵/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب التحکیم	لہ بحر الرائق
۳۶۵/۶	مکتبہ نور بر رضویہ سکھر	کتاب القضا	۲۱/۴
۳۰۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب ادب القاضی	۱۴۱/۴
"	"	کتاب القضا	"
"	"	"	"

و یؤیدہ ما قدمنا فی مسألة الاولى
عن المبسوط والمعراج و جامع
الفصولین و غیرہا ثم رأیت
العلامة البحر ایدہ بہ فی البحر
حیث قال بعد نقل کلام الکمال و
و یؤیدہ ما فی جامع الفصولین الخ
وظاہراً حکم نسیئہ نشود اگر رفتن متخاصمین پیش
او ہمیں بر بنائے تفویض حاکم ست قال فی
رد المحتار فی البحر عن البزازیة
قال بعض علمائنا اکثر قضایة
عهدنا فی بلادنا مصالحہون لانہم
تقلدوا القضاء بالرشوة و یجبونہ
ان یجعل حاکما بتواضع القضاة
واعترض بان الرفع لیس علی
وجه التحکیم بل علی اعتقاد انہ
ماضی الحکم لا تری ان
البیع ینعقد ابتداء بالتعاطی
لکن اذا تقدمہ بیع یا طل او فاسد
و تربت علیہ التعاطی لا ینعقد
البیع لکونہ ترتب علی
سبب آخر فکذا ہذا
باختصار آری اگر خصمین برضائے خود

مسئلہ میں ہم نے جو مبسوط، معراج، جامع الفصولین وغیرہ
کا بیان نقل کیا ہے وہ اس کی تائید کرتا ہے، پھر
میں نے علامہ بحر کو اسی سے اس کی تائید بحر میں کرتے
ہوئے دیکھا جہاں انہوں نے کمال کے کلام کو نقل
کرنے کے بعد فرمایا کہ جامع الفصولین کا بیان اس کی
تائید کر رہا ہے الخ۔ ظاہر یہ ہے کہ کافر کا مقرر کردہ
قاضی ثالث بھی نہیں بن سکتا بشرطیکہ فریقین اس
نظریہ سے اس کے ہاں پیش ہوں کہ یہ حاکم کا مقرر کردہ
ہے، رد المحتار میں ہے کہ بحر میں بزازیہ سے منقول ہے
کہ ہمارے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہمارے علاقہ
کے اکثر قاضی ثالث ہیں کیونکہ انہوں نے رشوت سے
قضاء حاصل کی ہے تو قاضی نہ ہوئے، تاہم اگر مقدمہ
پیش ہو تو وہ ثالث کی حیثیت سے فیصلہ کر سکتے ہیں، اس
پر اعتراض ہوا کہ ان کے ہاں مقدمہ بطور ثالث پیش نہیں
ہوا بلکہ فریقین نے اس اعتقاد پر پیش کیا کہ وہ قاضی
نافذ الحکم ہے، تو یہ فیصلہ درست نہ ہوگا، کیا دیکھتے
نہیں کہ ابتداء بیع لین دین سے منعقد ہو جاتی ہے لیکن
وہی بیع پہلے باطل یا فاسد ہو چکی ہو تو اب لین دین
کے تبادلہ سے وہ بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ یہ دستی
لین دین کا تبادلہ اب پہلے فاسد سبب پر مرتب ہے
دو یہاں بھی اگرچہ ابتداء ثالث ہو سکتا تھا لیکن اب
فاسد عمل پر مرتب ہونے کی وجہ سے وہ ثالث قرار نہ پائیگا

سوئے اور ترفع کنندہ حکم می شود و پیش از حکم بعزل
ہر یکے معتزل گردد و کما هو حکم الحکم و هو
ظاہر، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

قرار پائے گا جیسا کہ ثالثی کا حکم و قانون ہے، اور یہ واضح بات ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (نت)
مسئلہ علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کی دو زوجہ ہیں، زید نے زوجہ اول کو مکمل
جائداد اپنی یا عوض مہر بیع کر دی اور قبضہ و دخل مثل نفقہ خاص اپنے کے کر دیا۔ اب زوجہ ثانی کہتی ہے
کہ میرا بھی مہر ادا کرورنہ میں نالش کر کے نصف جائداد یا عوض اپنے مہر کے تقسیم کر لوں گی، آیا زوجہ ثانی
تقسیم کرالینے نصف جائداد کی مستحق ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ابھی مہر تجھ کو بذریعہ نالش وصول نہیں ہو سکتا
تا وقتیکہ طلاق نہ ہو جائے میں محنت مزدوری کر کے ادا کروں گا، آیا یہ قول زید کا درست ہے یا غلط؟

الجواب

صورت مسئلہ میں جب زید نے وہ جائداد زوجہ اولیٰ کے ہاتھ بیع کر دی زوجہ ثانیہ کو اس سے
نصف جائداد عوض مہر لینے کا اختیار نہیں اور دوبارہ مہر جب شرط تعجل و تاخیر سے عاری ہو اعتبار
عرف ہے ان دیار کا عرف نہیں کہ قبل از فراق مہر ادا کیا جائے پس مطالبہ زوجہ ثانیہ محض نامسموع، البتہ
اس کا مہر ذمہ زید واجب الادا ہے یہ حکم قصاص صحیح ہے مگر دیانہ اگر اس کا اس بیع سے زوجہ ثانیہ
کو محروم رکھنا ہے تو اپنی اس نیت فاسد اور اس بیع پر کہ مبنی اس نیت پر ہے عند اللہ ماخوذ ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید فوت ہوا اور ترکہ زید متوفی کا عوض دین مہر
زوجہ ہندہ کے مکفول تھا عمرو نے نالش انفکاک رہن بادلے ایک سو تریسٹھ روپیہ دین مہر کے عدالت میں
دائر کر کے ڈگری حاصل کی اور حکم عدالت کل دین مہر ہندہ کو عمرو نے ادا کر دیا بعدہ ہندہ نے اپنا حصہ
بدست حسینی دختر اپنی کے بیع کر دیا اب حسینی حصہ ہندہ کا چاہتی ہے اس صورت میں حسینی بلا ادا دین مہر
اس کے جو کل عمرو نے ادا کر دیا ہے حصہ ہندہ کا تقسیم کرا سکتی ہے یا نہیں؟ بتینوا تو جروا۔

الجواب

سائل منظر ہے کہ وہ ادا کرنا جانب عمرو سے بطریق تبرع نہ تھا اور یہ دین ترکہ سے کم ہے اور سو اس
کے میت پر اور دین نہیں پس تصرف ہندہ کا اپنے حصہ میں بیع کے ساتھ صحیح ہوا کہ دین غیر مستغرق مانع
ملک ورثہ نہیں مگر باوجود اس کے بوجہ تعلقی حق دائن یا مہر ہون کے لئے مجبوس رہے گا، اور دائن اگر

بیع کو جائز نہ رکھے تو وہ بیع مذہب رائج پر نافذ نہ پائے گی،

قال العلامة السيد الطحطاوی فی حاشیة الدر من کتاب الفرائض حکم التزکة قبل قضاء الديون حکم المرهون بدین علی المیت فلا تنفذ تصرفات الورثة فیها هذا اذا كانت التزکة اقل من الدين او مساوية له واما اذا كان فیها زيادة علیه ففي نفوذ تصرفات الورثة وجهان احدهما النفوذ الى ان يبقى قدر الدين و اظهرهما عدم النفوذ علی قیاس المرهون ^{له} اعجم زاده۔

علامہ سیوطی نے در کے حاشیہ میں کتاب الفرائض میں فرمایا: میت پر قرض کی ادائیگی سے قبل اس کا ترکہ قرض میں رہن کے حکم میں ہوگا تو اس ترکہ میں ورثاء کے تصرفات نافذ نہ ہوں گے جبکہ ترکہ قرض سے کم یا مساوی ہو لیکن اگر ترکہ قرض سے زائد ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زائد میں ورثاء کا قرض نافذ ہوگا یہاں تک کہ مقدار دین باقی رہ جائے، دوسری یہ کہ ان کا قرض نافذ نہ ہوگا مرہون چیز پر قیاس کی وجہ سے، دونوں صورتوں میں یہ دوسری زیادہ ظاہر ہے۔

اعجم زاده۔ (ت)

پس مشتری تا وقتیکہ ترکہ بقایا ابرا دین سے نہ ہو جائے حصہ ہندہ پر قبضہ نہیں کر سکتی اور صرف اس کا بقدر حصہ رسدی اپنے کے ادا کر دینا کافی نہ ہوگا جب تک کل دین ادا نہ ہو جائے،

كما ذكرنا من ان الدين ولو لم يكن محيطا يمنع نفاذ تصرفات الورثة۔

جیسے ہم نے ذکر کیا کہ دین اگرچہ وراثت کو محیط نہ ہو وہ ورثاء کے تصرفات کے نفاذ سے مانع ہے۔ (ت)

ہاں اگر دائن روار کھے اور اس امر پر راضی ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ مجلس اس کے حق کے لئے تھاپس حسینی اس تقدیر پر قابض ہو سکتی ہے اور حصہ ہندہ کے عوض ان کے ثمن حق دائن میں مجبوس رہیں گے کما هو حکم المرهون المصرح به فی المتن (جیسا کہ متون میں مرہون چیز کا حکم تصریح شدہ ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس صورت میں، چالیس برس کا عرصہ ہوا

عہ لفظ اعجم زاده کے بعد اصل میں بیاض ہے۔

مستی زید فوت ہوا، بعد وفات شوہر موجودگی دیگر ورثاء شرعی کل متروکہ قید پر مسماۃ ہندہ زوجہ بعض دین مہر قابض و ذخیل و متصرف مالکانہ ہوئی اور تین لڑکیاں بھی قریب کی تھیں، گو دین مہر کثیر التعداد تھا اور اس قدر جائداد مورث نہ تھی کہ مکتفی دین مہر کو ہو اور منجملہ جب مادہ متروکہ شوہری مسماۃ نے ایک قطعہ زمین بعد وفات شوہر بعض مبلغ ۵۰ روپیہ زمین رکھا اور اس میں یہ لفظ تحریر ہے کہ مالکانہ قابض و ذخیل و متصرف ہوں اور اس فعل مالکانہ کو ورثاء تسلیم کرتے رہے اور بھی افعال مالکانہ بلا شرکت احدے ہوتے رہے، چنانچہ اس متروکہ شوہری سے اپنے بھتیگوں کو ایک مکان پختہ اراضی شوہری میں بنوایا اور معلوم و آگاہی و اطلاع اور موجودگی ورثاء ایک مدت تک تعمیر ہوتا رہا، کوئی مزاحم و معترض نہ ہوا، اور یہ سب افعال ملکیتی تسلیم ہوتے رہے، اور لڑکیاں جو شوہر نے چھوڑی تھیں کبھی با رج و مزاحم نہ ہوئیں نہ تقسیم چاہی نہ ترکہ معین ہوا، بالکل زوجہ مالک و قابض و متصرف رہی اور جمیع افعال ملکیت پر عملدرآمد ہوتا رہا کوئی مخالفت نہ کی اور اس کے بعد بجایات مسماۃ ہندہ ایک دختر اس کی فوت ہوئی، بعد وفات اس کے بھی حسب دستور سابق وہی افعال ملکیت مسماۃ ہندہ کے ہوتے رہے کسی لڑکی نے نہ تقسیم چاہی نہ ترکہ طلب کیا، مجرد اپنی والدہ ہندہ کے پاس آتی جاتی رہیں اور شفقت مادرانہ ہوتی رہی اب عرصہ پندرہ سولہ سال کا ہوا کہ مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور اس کے ورثاء میں سے دو لڑکیاں اور دو بھتیجے ہیں بموجب الفرض شریف کے دو دو لڑکیوں کے اور ایک ایک برادر زادہ کا حصہ ہوتا ہے اور ۶ سے مسئلہ قرار پاتا ہے چونکہ اب لڑکیوں نے کہ حصہ قلیل ہوا جاتا ہے اور برادر زادگان سختی حصہ شرعی میں محض اتلاف حق کے لئے چالیس برس کے بعد یہ امر بیان ہوتا ہے کہ آج تک کبھی اس امر کا تذکرہ بھی نہیں آیا تھا کہ مسماۃ ہندہ کل ترکہ پر قابض ہو کر ہو گئی ہوگی اور کبھی یہ حیلہ پیش ہوتا ہے کہ جنازہ اٹھتے وقت اکثر مہر معاف بھی ہو جاتا ہے، رواجا معاف کر دیا ہوگا، اور کبھی یہ بیان کہ معاف کر دیا اس امر کا بیان کنندہ سوائے ان دو لڑکیوں متوفیہ کے کہ وہ خود اپنی کمی ترکہ کے سبب سے اور باخوار اپنے اہل و عیال کے اس وقت بیان کرتی ہیں کبھی سابق بیان بھی نہیں کیا ابطال و کمی حق برادر زادگان مسماۃ متوفیہ کے لئے باوجود عملدرآمد ہونے افعال ملکیت مسماۃ ہندہ کے ۲۵، ۳۰ سال تک اور انہما قبضہ دین مہر اور عدم انہما معافی مہر سوائے بیان سال حال مجرد بیان خیالی دو دو لڑکیوں کا بغیر علم و آگاہی دیگر بزرگان خاندان کے اور نہ ہونے کسی وثیقہ تحریری کے بلکہ برخلاف اس کے عمل درآمد ہوتا رہا اور کسی وارث نے یہ ذکر نہ کیا اور انتقالات تحریری اور زبانی مسماۃ ہندہ ہمیشہ مسلم کے پس ایسی حالتوں میں یہ مہر معاف سمجھا جائے گا یا کیا؟ اور تقسیم ترکہ اب مسماۃ ہندہ کی ہوگی یا شوہر ہندہ کی قرار دینا چاہئے اور یہ عملدرآمد کیسا سمجھا جائے گا؟ بینوا تو مجرد و

الجواب ۱۹

صورت مستفسرہ میں دعویٰ دختران ہرگز قابلِ سماعت نہیں، نہ اب وہ ترکہ ترکہ شوہر ٹھہر سکے، نہ مجردان کے بیان سے مہر کی معافی سمجھی جائے اور بیان بھی کیسا مضطرب کہ کبھی تو بر بنائے رواج یہ احتمالی حکم کہ جنازہ اٹھتے وقت مہر معاف ہو جاتا ہے یہاں بھی ہو گیا ہوگا، حالانکہ یہ کلیہ بھی غلط ہے، کوئی معاف کر دیتا ہے کوئی نہیں کرتا، اور سب معاف کر دیا کرتے تو کیا تھا، خاص ہندہ کی معافی ثابت ہونا چاہئے تھی اور کبھی کچھ سمجھ کر یہ قطعی دعویٰ کہ مساف کر دیا اگر معاف کر دیا تھا تو تم نے بر بنائے مہر کل جائیداد پر ہندہ کو کیوں قبضہ کرنے دیا تھا اور چوبیس پچیس برس تک اس کے تصرفات مالکانہ دیکھ کر کیوں خاموش رہیں اور اس کے انتقال پر بھی یہ ہندہ سولہ برس کا سکوت کس لئے تھا یہ خاموشی چل سالہ شرعاً قرینہ واضح ہے کہ دعویٰ بر بنائے زور و تلبیس و اکلان حق برادر زادگان ہے، ہمارے ائمہ اصحاب متون و شروح و فتاویٰ تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک جائیداد میں کوئی شخص ایک مدت تک خود تصرفات مالکانہ کرتا رہے یا بیع خواہ ہبہ خواہ کسی اور طرح دوسرے کو تمذیک کرے اور وہ دوسرا ایک زمانہ تک اس میں متصرف رہے پھر ایک مدتی جو اس شہر میں موجود ہو اور ان حالات پر مطلع ہو دعویٰ کرنے لگے کہ یہ جائیداد میری ملک ہے اب وہ دعویٰ بھت میراث ہو خواہ کسی دوسرے سبب سے ہرگز ہرگز نہ سنا جائے گا اور اس کا ان تصرفات کے وقت خاموش رہنا اپنی اجنبیت اور منصرف کی مالکیت کا صریح اقرار قرار پائے گا،

سیدی علامہ محمد بن عبداللہ الغزی القمستانی مرحوم مصنف تنویر الابصار کے فتاویٰ میں ہے کہ ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو ایک حویلی کے کمرہ میں عرصہ زائد از تین سال سے رہائش پذیر ہے اور وہ اپنے اس کمرہ میں توڑ پھوڑ و مرمت کرتا رہا اس کا پڑوسی اس کے یہ تصرفات دیکھتا رہا تو اب اس پڑوسی کو مذکورہ تصرفات پر اطلاع کے باوجود اس کمرہ کے کل یا بعض پر دعویٰ کا حق ہے اور کیا اس کا دعویٰ قابلِ سماعت ہو گا یا نہیں، تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اس کا دعویٰ قابلِ سماعت نہ ہو گا اس پر ہی فتویٰ ہے، اور امام علامہ

فی فتاویٰ العلامة المرحوم سیدی محمد بن عبداللہ الغزی القمستانی مصنف تنویر الابصار سئل عن رجل له بیت فی دار لیکنہ مدۃ تزید علی ثلاث سنوات ولہ جارد بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المزبور ہدما و عمارة مع اطلاع جارة علی تصرفہ فی المدۃ المذکورة فهل اذا ادعی البیت او بعضہ بعد ما ذکر من تصرف الرجل المذکور فی البیت ہدما و بناء فی المدۃ المذکورة تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ و فتاویٰ الامام لہ العقود الدیۃ بحوالہ فتاویٰ غزی کتاب الدعویٰ

خیر الدین دہلی کے فتاویٰ میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے سے چھ ذراع زمین خریدی جو کہ بائع کے قبضہ میں تھی جس کو خریدنے کے بعد خریدار نے اس پر تعمیر کی اور دیگر تصرفات کے پھر بعد میں ایک اور شخص نے اس خریدار مذکور پر دعویٰ کر دیا کہ بیع زمین میں سارے تین قیراط میری ملکیت ہے جو مجھے والدہ سے وراثت میں ملی ہے اور وہ تعمیر کو گرانے کا مطالبہ کر رہا ہے حالانکہ مدعی کی والدہ خریدار کو تعمیر وغیرہ تصرفات کرتے ہوئے دیکھتی رہی ہے تو اس مدعی شخص کو اس دعویٰ کا حق ہے یا نہیں انھوں نے جواب میں فرمایا کہ اسکا دعویٰ مسموع نہ ہو گا کیونکہ یہاں علماء نے متون، شروح اور فتاویٰ میں نص فرمائی ہے کہ بیع میں خریدار کے تصرفات پر مخالف کو اطلاع ہونے کے باوجود کہ وہ تعمیر، پودے اور زراعت جیسے تصرفات کر رہا ہے اتنی مدت خاموش رہنا اس کے دعویٰ کی سماعت کے لئے مانع ہے اگرچہ ایسا مدعی اجنبی کیوں نہ ہو صاحب منقولہ نے فرمایا کہ ہمارے اساتذہ نے فرمایا ہے کہ ایسے شخص کا دعویٰ قابلِ عہد نہ ہو گا اور اس کی خاموشی کو اس بیع پر رضامندی قرار دیا جائیگا تاکہ فریب، لالچ، جیلہ سازی اور تلبیس کا دروازہ بند ہو سکے اور موجودگی کے باوجود اس کا منازعت نہ کرنا یہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ چیز بائع کی ملکیت تھی اھلخصاً، اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک شخص بنے اپنے والد سے مکان حاصل

العلامة خير العلة والدين الرضائي سئل في رجل اشترى من آخر ستة اذرع من ارض بيد البائع وبني بها بناء و تصرف فيه ثم بعده ادعى رجل على الباقي المذكورات له ثلثة قرايط ونصف قيراط في المبيع المذكور امر شا عن امه ويريد هدمه والحال ان امه تنظره يتصرف بالبناء والا نفع المذکورين هل له ذلك ام لا ، اجاب لا تسمع دعواه لان علمائنا نصوا في متونهم وشروحهم وفتاويهم ان تصرف المشتري في المبيع مع اطلاع الخصم ولو كان اجنبيا بنحو البناء والزرع والزرايع يمنع من سماع الدعوى قال صاحب المنظومة اتفق اساتذنا على انه لا تسمع دعواه ويجعل سكوتة رضا للمبيع قطعاً للتزوير والاطماع والحيل والتلبيس وجعل المحضور وترك المنازعة اقواراً بانها ملك البائع الله ملخصاً وفيها ايضا سئل في رجل تلقى بيتاً عن والدته وتصرف فيه كما كانت والدته من غير منازع ولا مدافع مدة تنسوف

کیا اور اپنے والد کی طرح اس میں بغیر رکاوٹ و
ممانعت تقریباً پچاس سال کی مدت تک تصرفات
کرتا رہا اور اب ایک جماعت نے دعویٰ شروع کر دیا
کہ یہ مکان ہمارے جدِ اعلیٰ کا ہے تصرفات مذکورہ
پر ان کو اور ان کے آباء کو اطلاع ہونیکے باوجود
ان کا منع نہ کرنا حالانکہ رکاوٹ نہ تھی، تو کیا اس
گروہ کا دعویٰ قابلِ سماعت ہے، تو انھوں نے
جواب میں فرمایا کہ یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور اس
میں برازیہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے تاکہ
طعن فاسد کا سد باب ہو سکے۔ ولو الحیہ پھر خیر
پھر حامد یہ وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص زمانہ بھر زمین
میں تصرف کرتا ہے اور دوسرا شخص زمین اور اس
میں تصرفات دیکھتا رہا اور کوئی دعویٰ نہ کیا اسی حال
میں وہ فوت ہو گیا تو اب اس کے بیٹے کا دعویٰ
قابلِ سماعت نہ ہوگا بلکہ زمین کو قابض کے پاس
رہنے دیا جائے گا کیونکہ اس پر حال شاہد ہے
اور خیر میں ہے کہ شہاب الدین شیخ الاسلام احمد
حلی مصری نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔ عقود الدریۃ
فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ میں ہے کہ تصرفات پر
اطلاع ہونا ہی دعویٰ کے لئے مانع ہے اور

عن خمسين سنة والآن برز جماعة
يدعون ان البيت لجدهم الاعلى فهل
تسمع دعوتهم مع اطلاعهم على
التصرف المذكور واطلاع آبائهم وعدم
مانع يمنعهم من الدعوى، اجاب
لا تسمع هذه الدعوى وفيها عن البرازية
عليه الفتوى قطعاً للاطماع
الفاصلة وفي الولوالجية ثم
الخيرية ثم الحامدية
وغيرهما رجل تصرف زماناً في ارض
ورجل اخر رأى الارض و
التصرف ولم يدع ومات على
ذلك لم تسمع بعد ذلك دعوى
ولده فتترك على يد المتصرف
لائ الحال شاهد وفي الخيرية و
وبه افتى شيخ الاسلام شهاب الدين
احمد الحلبي المصري وفي العقود الدرية
في تنقيح الفتاوى الحامدية مجرد
الاطلاع على التصرف مانع من الدعوى و

۵۵/۲	دار المعرفة بیروت	کتاب الدعوی	۱۰ فتاویٰ خیر
۵۹/۲	"	"	۱۱ " "
۵۵/۲	"	"	۱۲ " بحوالہ فتاویٰ الولوالجی
۵۹/۲	"	"	۱۳ " "
۲/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	"	۱۴ عقود الدریہ

فیہا لم یقید وہ بموت و لا بحدۃ
 کما تروی فی رد المحتار من مسائل
 شتی مجرد السکوت عند الاطلاع علی
 التصرف مانع وان لم یسبقه بیع و
 فی الدر المختار باع عقاراً و حیواناً و ثوباً
 و ابنه و امرأته او غیرهما من اقاربہ
 حاضر یعلم بہ ثم ادعی الابن مثلاً انه
 ملکہ لا تسمع دعواه کذا اطلقہ فی الكنز
 و الملتقى و جعل سکوتہ کالافصاح قطعاً
 للتزویر و الحیل

اس میں ہے کہ فقہار نے اس حکم کو موت اور
 مدت سے مقید نہیں فرمایا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو،
 اور رد المحتار کے مسائل شتی میں ہے کہ اطلاع
 ہو جانے پر سکوت ہی دعویٰ کے لئے مانع ہو گا
 اگرچہ پہلے بیع نہ ہو — اور در مختار میں ہے
 ایک شخص نے زمین یا جانور یا کپڑا فروخت کیا جبکہ
 اس کا بیٹا یا بیوی یا دیگر اقارب حاضر تھے اور جانتے
 تھے پھر مثلاً بیٹے نے دعویٰ کر دیا کہ فروخت شدہ
 چیز میری ہے تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہو گا۔ اس کو
 کنز اور ملتقی میں یوں ہی مطلق ذکر کیا اور اس موقع

پر سکوت کو اقرار کی طرح قرار دیا تاکہ حیلہ سازی اور فریب کاری کا سد باب ہو سکے۔ (ت)

مسئلہ ۴۴ از رامپور مرسلہ سید محمد منور علی صاحب تحصیل دار بھوپال ۲۲ شعبان معظّم ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندو نے اپنا ایک مکان جس کا جوار ملاصق زید ہے
 غیبت زید میں جبکہ وہ اپنی نوکری پر بھوپال میں تھا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور بیعنامہ عبارت معمولی لکھا اس
 مکان کے جانب شمال جو دیوار مکان بیع و مکان شفیع میں حد فاصل ہے اصل الفاظ بیع کے ذکر میں اس
 دیوار پر ایرادعت کا کچھ تذکرہ نہیں، نہ تفصیل عملہ بیعہ میں، با آنکہ ایک ایک چیز مفصلاً لکھی ہے اس کا
 نام ہے حدود بیع جہاں لکھے ہیں وہاں زیر حد شمالی یہ لفظ ہیں (شمالی مکان میان منور علی و پاکھ کلاں شامل
 میان منور علی و دیوار سراسر و دخل بیعہ ہذا) زید جب بھوپال سے آیا اور بیع پر اطلاع پائی مدعی شفیع ہوا
 اور عرضی میں بنائے شفیع ثابت کرنے کو یہ الفاظ لکھے (امراؤ بیگم مدعا علیہا بالتو نے مکان مدعا بہا

عہ اصل میں ایک صفحہ کی بیاض ہے شاید جواب مکمل دستیاب نہ ہوا۔

۴/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	کتاب الدعوی	لے العقود الدیہ
۴۷۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	مسائل شتی	لے رد المحتار
۳۴۶/۲	مطبع مجبائی دہلی	۷	لے در مختار

معلوم مقبوضہ اپنا عوض مبلغ ساسعہ قیمت اصل و واقعی بموجب بیعنامہ رجسٹری شدہ ۲۲ اگست ۱۸۸۹ء بغیبت مدعی بدست مدعا علیہ بیع صحیح شرعی کیا (دیوار مذکور جس پر ہمیشہ سے زید و مورث زید کا قبضہ تھا اور رہے مکان زید کی کھیر میں اور ان کی ترکیبیں اس پر پڑی ہیں اور ہندہ و عمر و کا کوئی قبضہ اس پر نہ تھا نہ ہے، نہ ان کے مکان کی کوئی کڑی یا ترک وغیرہ اس دیوار پر ہے، اب عمر و مدعی ہوا کہ یہ دیوار مکان بیع ہندہ کی ہے اور میں حکم بیع اس کا مالک ہوں زید سے دلا دی جائے مگر کوئی ثبوت اس دیوار میں اپنی ملک کا نہ دے سکا سو اس کے کہ زید نے دعویٰ شفعہ میں بوجہ عبارت مذکورہ امر اوہیہ گم نے اپنا مکان مقبوضہ بیع صحیح شرعی کیا اس بیعنامہ کو مسلم رکھا اور اس کے حوالہ دینے سے زید کا بیعنامہ دیکھنا ظاہر ہے اور اس میں دیوار مذکور بھی داخل بیع تھی تو زید کا بذریعہ شفعہ اسے طلب کرنا صریح اقرار ہو چکا کہ دیوار ملک عمر و مشتری ہے حالانکہ زید نے ہرگز بیعنامہ نہ دیکھا نہ اس کے سامنے لکھا گیا نہ وہ اس وقت اس شہر میں تھا اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کر کے عرضی دعویٰ میں ذکر بیعنامہ کیا تھا۔ اس صورت میں علمائے شرع مطہر سے استفسار ہے کہ زید کا وہ الفاظ لکھنا دیوار ملک عمر و ہونے کا شرعاً اقرار قرار پائے گا یا نہیں؟ اور اس بنا پر عمر و کا استحقاق اس دیوار پر ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

صورت مستفسرہ میں دعویٰ عمر و محض بے ثبوت ہے، نہ اس بنا پر دیوار اسے دلائی جاسکتی ہے اولاً جبکہ دیوار حسب تحریر سوال زید کے استعمال میں ہے اور عمر و ہندہ کا کوئی غلہ اس پر نہیں جس سے ان کا استعمال ثابت ہو تو حکم ظاہر دیوار ملک خاص زید ہے۔ تنویر الابصار و درمختار وغیرہما میں ہے:

الحائط لمن جذوعه عليه
معین الحکام میں ہے:

ان لاحد هما عليه جذوع ولا شئ عليه للاخر
يقضى به لرب الجذوع لانه مستعمله
ایک فریق کا اس پر شہتیر ہے اور دوسرے کا کچھ نہیں ہے تو دیوار کا فیصلہ شہتیر والے کے حق میں ہو گا کیونکہ وہ اس کو استعمال کر رہا ہے (ت)

لہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الدعوی باب الرعین مطبع مجتہدی دہلی ۱۲۷/۲
معین الحکام الباب التاسع والاربعون مصطفی البانی مصر ص ۱۶۳

اور خود عمرو جبکہ تجلیہ دیوار کا ناشی ہوا تو اپنا خارج اور زید کا ذوالید و قابض ہونا تسلیم کر لیا بہر حال عمرو اس مقدمہ میں شرعاً مدعی ہے پس تا وقتیکہ ثبوت مقبول شرعی سے اپنا دعویٰ ملک منور نہ کرے مقبول نہیں ہو سکتا دعویٰ شفعہ میں زید کا حوالہ بیعنامہ دینا کون سی دلیل شرعی ہے کہ اس نے بیعنامہ دیکھا اور اس کا لفظ لفظ تسلیم کر لیا بیان سائل کہ اثبات بنائے شفعہ کے لئے تاریخ رجسٹری معلوم کر کے ذکر بیعنامہ کیا گیا ہرگز قابل التفات نہیں۔

ثانیاً اگر فرض کریں کہ بیان مذکور سائل بعید از قیاس نہ ہے تو غایت یہ کہ یہ ایک قرینہ ظاہر ہوگا اور ظاہر مدعی کو کام نہیں دیتا، نہ اس کی بنا پر ثبوت ملک ہو سکتا ہے۔ درمختار وغیرہ عامر کتب فقہیہ میں ہے،

الظاهر يصلح حجة للدفع لا للاستحقاق۔ ظاہر دفع کی صلاحیت رکھتا ہے نہ کہ ثبوت استحقاق کی۔ (ت)

ثالثاً تسلیم ہی کیجئے کہ اس سے نہ صرف ظاہراً بلکہ قطعاً و یقیناً زید کا بیعنامہ کو دیکھ کر حوالہ دینا اور عبارت مذکورہ لکھنا ثابت ہے تاہم اس سے کس قدر ثبوت ہوا یہ کہ زید مکان بیع کو ملوک و مقبوض ہندہ جانتا اور بیع کو صحیح مانتا اور بذریعہ شفعہ لینا چاہتا ہے اس سے اب کب زید کو انکار ہوا وہ اب بھی کہے گا کہ واقعی ہندہ نے اپنا ہی مکان ملوک و مقبوض بیع کیا اور یہ بیع صحیح بھی ہے اور میں بذریعہ شفعہ اس کا خواستگار بھی ہوا، رہی یہ دیوار، نہ یہ ملوک و مقبوض ہندہ تھی نہ اس پر بیع وارد ہوئی، نہ میں نے شفعہ میں مانگی، الفاظ عقد بیع میں مکان ہندہ کا ذکر ہے مکان ہندہ جس قدر تھا وہی ایجاب و قبول میں داخل ہوا، اسی کو بذریعہ شفعہ طلب کیا گیا ذکر حد و عقد بیع نہیں نہ وہ حاکی ایجاب و قبول ہے، تو تسلیم صحت بیع سے تسلیم صحت جملہ الفاظ زائدہ مندرجہ بیعنامہ کیونکر لازم ہو سکتی ہے، علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بیعنامہ پر خود اپنی گواہی لکھ کر مہر کر دی تاہم یہ اس کا اقرار نہ قرار پائے گا کہ شے بیع ملک یا بیع ہے میری ملک نہیں وہ اس گواہی کو دینے کے بعد بھی مکان بیع پر دعویٰ ملک کر سکتا ہے جبکہ اس کے الفاظ سے صراحتاً اس کا خلاف نہ ثابت ہو۔ درمختار میں ہے،

یؤیدہ مسألة کتابتہ و ختمہ علی اس کی تائید اس مسئلہ سے ہوتی ہے، فروختگی صك البیع فانہ لیس باقرار اس کی رسید پر گواہ کے دستخط اور مہر ہونے کے باوجود

بعد مملکت لے

یہ اس کے مالک نہ ہونے کا اقرار نہیں

رابعاً ان سب سے قطع نظر کر کے مان ہی لیں کہ نفس عقد دیوار پر بھی وارد ہوا اور وہ بھی طلب شفعہ میں داخل تھی تاہم اس سے زید کا اس قدر اقرار حاصل ہوگا کہ یہ دیوار میری ملک نہیں، نہ یہ کہ عمر کو ملک ہے ہمارے مذہب رائج میں کہ ظاہر الروایہ ہے اور اکثر تصحیحات ائمہ اسی جانب ہیں، اگر زید عمرو سے کوئی چیز مانگے کہ مجھے بیہ کر دے یا عاریتہ دے دے یا میرے ہاتھ بیچ ڈال یا اس کے مثل اور اقوال، تو ان سے صرف اپنی ملک نہ ہونے کا اقرار ثابت ہوتا ہے عمرو کی ملک ہونے کا اقرار نہیں نکلتا زیادات وصغریٰ ینابیح و عمادید و تارخانہ و سراجیہ و منیہ و وہبانیہ و خانیہ و غیرہا میں اسی کی تصحیح کی، امام اجل قاضی خان نے افادہ فرمایا کہ یہ اقرار ہو بھی تو بحسب ظاہر ہے اور ظاہر حجت استحقاق نہیں تو مدعی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ردالمحتار میں منج الغفار سے ہے :

المحصل ان رواية الجامعة ان الاستيلاء والاستيجار والاستعارة ونحوها اقرار بالملك للمساوم منه والمستاجر منه و رواية الزيادات انه لا يكون ذلك اقرار بالملكية وهو الصحيح كذا في العمادية وحكى فيها اتفاق الروايات على انه لا ملك للمساوم ونحوه فيه لے اسی میں ہے :

قال الانقرةوى والاکثر على تصحيح ما في الزيادات وانه ظاهر الرواية . القرويه میں ہے :

في الصغرى عين في يد رجل صفري میں ہے کہ کوئی چیز کسی شخص کے قبضہ سے

۱۳۲/۲	مطبع مجتہدی دہلی	کتاب الاقرار	لے در مختار
۲۵۳/۴	دار احياء التراث العربی بیروت	ردالمحتار بحوالہ منج الغفار	لے ردالمحتار بحوالہ منج الغفار
۲۵۳/۴	" "	" "	لے " "

خریدنا چاہتا ہے تو یہ اس چیز پر بائع کی ملکیت کا
اقرار ہے جامع کی روایت کے مطابق جبکہ زیادات
کی روایت کے مطابق ایسا نہیں اور یہی صحیح ہے اور
اور تاتارخانیہ میں صفری اور ینابیع سے ایسے
منقول ہے، اور سر اجیہ میں ہے کہ کسی سے چیز کو
خریدنے کا اقدام یہ قابض کی ملکیت کا اقرار نہیں
ہے زیادات کی روایت پر جبکہ جامع کی روایت
کے مطابق یہ اقرار ہے اور اول صحیح ہے، اور
علمیہ میں بھی ایسے ہی ہے، تو ظاہر ہوا کہ اس مسئلہ
کی تصحیح میں اختلاف ہے اور اکثریت زیادات
کی تصحیح پر ہے اور یہ کہ ظاہر الروایت ہے، اور
قاضی خان نے فرمایا کہ ہشام نے امام محمد سے
روایت کیا ہے کہ خریدنے کا اقدام قابض کی ملکیت
کا اقرار ہے، اور صحیح وہ ہے جو ظاہر الروایت میں ہے
کہ یہ ظاہر میں اقرار ہے تو یہ ظاہری معاملہ استحقاق
کے لئے حجت نہیں بن سکتا (مختصرات)

قاعدہ کے مطابق اکثریت کی رائے پر عمل ہے (ت)

میں کہتا ہوں کہ تو اس پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ
اکثریت اور ظاہر الروایت کی وجہ سے یہی رائج ہے
اگر یہ تصحیح میں اختلاف ہے۔ (ت)

اقدام آخر علی الشراء منه یكون اقراراً
بملکية العين للبائع علی رواية الجامع
وعلی رواية الزيادات لا وهو الصحيح اه
وكذا فی التاتارخانیة من الصفری و
الینابیع و فی السراجیة الاقدام علی
الاستیام لا یكون اقراراً بملکية ذلك لذي
الید علی رواية الزيادات و علی رواية
الجامع یكون اقراراً والاول اصح وكذا
فی المنیة فظهر ان فیہ اختلاف
التصحیح والاكثر علی تصحیح ما
فی الزيادات و انه ظاهر الرواية وقال
قاضیخان روی هشام عن محمد ان
المساومة اقرار منه له بالملك والصحيح
ما ذكر فی ظاهر الرواية انه اقرار من
حيث الظاهر فلا یصلح حجة
للاستحقاق اه مختصراً

عقود الدرر میں ہے :

القاعدة ان العمل بما علیه الاكثر
قرة العيون میں ہے :

قلت فیفتی به لترجحه بكونه ظاهر
الرواية وان اختلف التصحیح

۱۔ فتاویٰ القرویہ کتاب الدعوی الباب الثانی عشر دار الاشاعة العربیہ قندھار افغانستان ۱۳۸/۲

۲۔ العقود الدرر مسائل وفوائد شتی من المحظوظ والاباۃ حاجی عبد الغفار وپسران ۳۵۶/۲

رد المحتار باب صلوة المريض دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۱۰/۱

۳۔ قرة عیون الاخیار کتاب الاقرار مصطفیٰ البابی مصر ۹۸/۲

غز عیون البصائر میں ہے:

فی تصحیح القدوری للعلامة قاسم ابن
ما یصححه قاضیخان من الاقوال یکون
مقدما علی ما یصححه غیره لانه کانت
فقیه النفس فی

علامہ قاسم کی قدوری میں ہے کہ اقوال میں سے جس کو
قاضیخان صحیح قرار دیں وہ دوسروں کی تصحیح پر مقدم ہے
کیونکہ یہ فقیہ النفس ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

کن علی ذکر مما قالوا لا یعدل عن تصحیح
قاضیخان فانه فقیہ النفس فی
تو یہ اقرار حتی عمر وہیں کچھ نافع نہ ہوا، مانا کہ دیوار حسب اقرار زید ملک زید نہیں مگر ملک عمرو ہونے کا اقرار بھی تو
نہیں، تو مدعی بے بینہ عادلہ شریعہ یا اقرار عادلہ علیہ یا نکول محض اپنے زعم پر کوئی چیز کسی سے کیونکر لے سکتا ہے اور
قاضی کیونکر دلا سکتا ہے، فتاویٰ خیرہ میں ہے:
القاضی انما یقضی بالبینۃ او الاقرار او
النکول فی واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترغھار کے قول کے مطابق عمل کر جکتے ہیں قاضیخان کے قول سے
اعراض کیا جائے کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں (ت)

قاضی صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار پر
فیصلہ لے گا واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱۴ سوال المکرم ۱۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جبکہ کسی شخص کا گاؤں بلا قید آمدنی ہو یعنی جب پیداوار اچھا ہو
آمدنی معقول ہو اور خراب تو کم اور یہ گاؤں اس کے والدین نے ایام نابالغی میں اس کے نام کیا بعد بلوغ باہم
ایک پنچایت نامہ ششہ میں بنیال زمانہ نازک ہوا پنچ نے والدین کے نام چھ سو روپے سالانہ اس کے گاؤں کی
آمدنی سے دینا اس کے ذمہ قرار دے اور کوئی تفرق حصص والدین نہ کی بلکہ لکھا کہ یہ جملہ آمدنی بدست والد
رہے گی وہ جس قدر چاہیں گے خود لیں گے اور جس قدر چاہیں گے اس کی والدہ کو دیں گے اس کا باپ سہ
میں فوت ہو گیا اب اس کی ماں علیحدہ ہو کر پچاس روپے ماہوار کل بیٹے سے لینا چاہتی ہے تو شرعاً چھ سو روپے
سالانہ سے کس قدر والدہ کو چاہئے کس قدر لڑکے کو؟ بیٹنوا تو جروا۔

۵۵/۲	ادارة القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی	کتاب الاجارات	لے غز عیون البصائر
۵۱۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب المہبت	لے ردالمحتار
۶۶/۲	دار الفکر بیروت	کتاب الدعوی	لے فتاویٰ خیرہ

الجواب

سائل منظر کہ یہ گاؤں اس کے والد کا تھا اس نے اپنی زوجہ کو مہر میں دیا پھر زوجہ سے اس پر نیا بالغ کے نام ہبہ کر لیا پھر بعد بلوغ اس بنا پر کہ آمدنی جائداد کا تحفظ چاہتے ہیں یہ پنچایت نامہ ہوا، واللہ حساب مال و زیور ہے محتاج نفقہ نہیں، اس صورت میں لڑکا گاؤں کا مالک مستقل ہو گیا اور یہ پنچایت محض بے معنی تھی جس کی پابندی ہرگز لازم نہیں ہو سکتی کہ شرط حکم صحت دعویٰ ہے اور دعویٰ طلب حق، اور یہاں والدین کا کوئی حق جائداد و توفیر میں نہ رہا تھا کہ ان کا دعویٰ صحیح ہو سکتا اور یہ پنچایت پنچایت ٹھہرتی، غایت یہ کہ اس کا قبول کر لینا لڑکے کی طرف سے ایک وعدہ قرار دیا جائے گا اور وعدہ کی وفا پر جبر نہیں۔ عالمگیری میں ہے،

لا يلزمه الوفاء بالسوا عيـد
وعدوں کا ایفاء ضروری نہیں ہے۔ (ت)

ہاں ماں کی خدمت داریں کی سعادت ہے جس قدر ہو بہتر ہے یہ امر دیگر ہے اور انسان کی اپنی مرضی پر ہے جبکہ حالت یہ ہے کہ ماں محتاج نفقہ نہیں ورنہ بقدر نفقہ دینا واجب۔ عالمگیری میں ہے،

يجبر الولد الموسع على نفقة الابوين
والدين تنگ دست ہوں تو امیر بیٹے کو بہر صورت ان کے
المعسرین مسلمین کا نا اذ ذمہ من قدر اعلیٰ
نفقہ پر مجبور کیا جائے گا، والدین مسلمان ہوں یا ذمی
المکسب او لم یقدر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
وہ کسب پر قادر ہوں یا نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۹ از ریاست رامپور بزرگ ملا ظریف گھر منشی عبدالرحمان خان مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خان

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان زید نے خریدا، وقت خرید کے حد رابع کو چہ تھا، جب زید نے دعویٰ بنام عمر و کیا تو اسی حد رابع میں جو بیعنامہ میں کوچہ نافذہ لکھا تھا بموجب حد مندرج بیعنامہ کوچہ نافذہ لکھا گیا عمر و نے بھی اس کو مان لیا دوران مقدمہ میں زید کو معلوم ہوا کہ قبل رجوع دعویٰ ہذا سے بکر نے کوچہ نافذہ کو بند کر لیا اپنا مکان بجائے حد مذکور بنالیا ہے زید نے ایک سوال پیش قاضی اسی مضمون کا بظہار اس کے کہ پہلے وقت شرا کے کوچہ تھا قبل رجوع دعویٰ سے بکر نے اسی حد میں کوچہ بند کر کے اپنا مکان بنالیا ہے ووقت رجوع دعویٰ کے میں نے نہ دیکھا نقاب دیکھا تو تبدیل حد مذکور کی ہو گئی ہے بصورت مذکورہ توفیق

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب الثامن فورا فی کتب خانہ پشاور ۴۶/۴
کے کتاب الطلاق الباب السابع عشر الفصل الخامس ۵۶۳/۱

ہوگی یا نہیں اور اس توفیق سے دعویٰ زید قابل سماعت ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا (بیان کرد احسن دے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

ہاں اور دعویٰ میں کچھ خلل نہ رہا،

فی جامع الفصولین برمز شیخ الاسلام شمس
الائمة السرخسی ان الشاهد لو اخطا، ف
بعض الحد ثم تدارك واعاد الشهادة و
اصاب قبلت شهادته لو امکن التوفیق سواء
تدارك فی المجلس او فی مجلس آخر ومعنی
امکان التوفیق ان یقول کان صاحب
الحد فلانا الا انه باع داره من فلان آخر
وما علمنا به او یقول کان صاحب الحد
بهذا الاسم الا انه سمی بعد ذلك بهذا
الاسم الآخر وما علمنا به وعلى هذا
القیاس فافهم هذا اذا ترك الشاهد
احد الحدود او غلط فیہ ولو ترك المدعی
احد الحدود او غلط فیہ فحکمه كالشاهد
جملة - والله تعالى اعلم۔

بیان میں ایسا کرے تو اس کا حکم بعینہ گواہ کی طرح کا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ مناجاتی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

صورت یہ ہے کہ زید کے مکان کے بالا خانوں کے ایک ہی سمت اور سلسلے میں بہت دریچے ہیں جن میں سے دو دریچے جدید ہیں اور باقی تمام قدیم، ہندہ کا مکان زید کے مکان کے متقابل کوئی ستر قدم کے فاصلے پر ہے اور ان دونوں مکانوں کے درمیان ایک وسیع شارع عام اور ایک کھنڈر واقع ہے،

ہندہ نے اس بناء پر کہ اس کے مکان کی بے پردگی ہوتی ہے منجملہ تمام دیرکچوں کے پانچ دیرکچے بند کر دینے یا ان کے سامنے دیوار قائم کر دینے کی نالش دار کر دی ان پانچ دیرکچوں میں سے دو جدید ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا اور باقی قدیم، چنانچہ فریقین کی شہادت سے یہ بات ثابت ہے اور درحقیقت اس بے پردگی کا باعث یہ ہے کہ ہندہ کا ایک مکان جو مانع بے پردگی تھا باختیار ہندہ منہدم ہو گیا اور اب بے پردگی میں دیرکچے متنازع فیہا اور زید کے مکان کے دوسرے دیرکچے اور وہ لوگ جو بہ سواری اسپ و شتر وغیرہ شارع عام سے گزرتے ہیں سب برابر ہیں۔ زید ہندہ سے کہتا ہے کہ دیرکچے بند ہو جانے سے میرے ہزار بارو پے کے مکانات غارت ہو جائیں گے اور تمھارا ہر طرح سے صرف دس بارہ گز دیوار بلند کر لینے سے پردہ ہو سکتا ہے اور اگر تمھیں بارہو تو صرف بھی میں ہی دوں گا، اس صورت میں علمائے کرام سے سوال یہ ہے کہ آیا مطابق مذہب ائمہ حنفیہ ہندہ زید کو اپنی ملک میں تصرف سے مانع ہو سکتی ہے اور ہندہ دیرکچے بند کر دینے کی مستحق ہے۔ جواب مدلل بنقل روایات ہو۔ واللہ لا یضیع اجر المبحنین (اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں دعویٰ ہندہ باطل و نامسموع ہے، ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اصل مذہب ظاہر الروایۃ و مرجح و مفتی یہ ہے کہ انسان اپنی ملک میں تصرف کا مطلق اختیار رکھتا ہے دوسرا اپنے کسی نفع نقصان کی وجہ سے مالک کو اپنی ملک خاص مستقل میں کسی تصرف سے منع نہیں کر سکتا، خود محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبسوط میں کہ کتب ستہ ظاہر الروایۃ سے ہے، ارشاد فرماتے ہیں،

ان کف عما یوذی جارہ فہو احسن ، و
لا یجب علی ذلک و لوفتح صاحب
البناء فی علوبناۃ بابا او کوۃ
لم یکن لصاحب الساحة منعه و لصاحب
الساحة ان یبنی فی ملکہ ما یستو
جہتہ۔

اپنے پڑوسی کو تکلیف دہ امور نہ کرے تو اچھا جبکہ
اس پر اسے مجبور نہیں کیا جاسکتا، اگر مکان والے
نے مکان کے اوپر دروازہ یا کھڑکی کسی کے صحن کی طرف
کھولی تو صحن والے کو منع کا حق نہیں ہے تاہم اس
کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں عمارت بنا کر اس کی
کھڑکی کو بند کر دے۔ (ت)

وجیز امام شمس الائمہ کردری میں ہے :

الامام ظہیر الدین کان یفتی بجواب
الروایۃ ۱۰

اسی میں ہے :

قال فی الفتاویٰ عن استاذنا انہ یفتی علی
قول الامام ۱۱

انہوں نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ ہمارے استاذ

سے مروی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے
اس قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (ت)

ظاہر الروایۃ میں جہاں تک مطلقاً منع نہیں ہے، اسی
پر ایک جماعت کا فتویٰ ہے، جیسا کہ امام ظہیر الدین،
ابن شحنہ اور ان کے والد، اسی کو فتح میں ترجیح دی
ہے، اور محبتی کے باب القسمۃ میں ہے اور اس پر
فتویٰ دیا جائے، اور مصنف نے اسی پر اعتماد
کرتے ہوئے وہاں فرمایا فتووں میں اختلاف ہے
جبکہ ظاہر روایت پر اعتماد چاہئے۔ (ت)

جواب ظاہر الروایۃ عدم المنع مطلقاً
وبہ افق طائفۃ کالامام ظہیر الدین
وابن الشحنہ ووالدہ ورجع فی الفتح
وفی قسمۃ المجتبیٰ وبہ یفتی واعتمدہ
المصنف ثمہ فقال وقد اختلف الاقوال
وینبغی ان یعول علی ظاہر الروایۃ ۱۲

بحر الرائی میں ہے :

علامہ ابن شحنہ نے فرمایا مجھے یاد ہے کہ ہمارے پانچوں
امہ ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد، زفر اور حسن بن زیاد
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ اپنی ملکیت

ذکر العلامة ابن الشحنہ ان فی
حفظہ ان المنقول عن اثمتنا الخمسة
ابیحنیفۃ وابی یوسف ومحمد وزفر والحسن بن

۱۰ فتاویٰ بزاریتہ علی ہاشم الشافعی النہدۃ کتاب الخیاطۃ ۱۱ نورانی کتب خانہ پشاور
۱۱ ۴۱۸/۶
۱۲ فتح القدر کتاب القصار مسائل شتی
۱۳ در مختار شرح تہذیب الاہوار
۱۴ ۴۱۲/۶
۱۵ ۸۶/۲

۲۱۰ نہ یاد رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ لا یمنع عن
التصرف فی ملکہ وان اضرب جارسہ قال و
هو الذی امیل الیہ واعتمده وافقی بہ
تعالوا لدی شیخ الاسلام رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ

میں تصرف سے منع نہ کیا جائے اگرچہ پڑوسی کو اس سے
تکلیف ہو اور فرمایا مجھے یہی پسند ہے اسی پر اعتماد
کرتا ہوں اور فتویٰ دیتا ہوں یہ اپنے والد شیخ الاسلام
کی پیروی میں کرتا ہوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
(ت)

اور فقہ کا قاعدہ مقرر ہے کہ جب فتویٰ مختلف ہو ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب ہے اور اس سے
عدول ناجائز، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے مرجوع عندہ ہے اور ہمارے ائمہ
کا مذہب نہیں،

صرح بكل ذلك في الخيرية والبحر والدرر
رد المحتار وغيرها من معتمدات الاسفار
وقد سردنا نصوصهم في كتاب النكاح
وغیره من فتاوانا۔

اس تمام کی تصریح خیرہ، بحر، در اور رد المحتار وغیرہ
قابل اعتماد کتب میں ہے، ان کی نصوص کو ہم نے
اپنے فتاویٰ کے باب النکاح میں جمع کر دیا
ہے۔ (ت)

متاخرین نے کہ برخلاف مذہب جملہ ائمہ مذہب بنظر لازم و لا ضرر فی الاسلام منع پر فتویٰ دیا صاف
تصریح فرمائی کہ اس کا محل وہاں ہے کہ مالک کا وہ تصرف دوسرے کو ضرر شدید صریح پہنچاتا ہو جس کی وجہ سے
اس کا مکان گر جائے یا اصلاً قابل انتفاع نہ رہے ورنہ بالاجماع ممانعت نہیں۔ تنویر الابصار
میں ہے،

لا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکہ الا
اذا کان الضرر یبیناً

کسی شخص کو اپنی ملکیت میں تصرف سے منع نہ کیا جائیگا
الایہ کہ اس سے واضح ضرر پیدا ہو۔ (ت)

بحر میں ہے،

صحح النسفی فی الحمامات الضرر
ان کان فاحشاً یمنع والا فلا والحاصل
ان الذی علیہ غالب المشائخ من

امام نسفی نے تصحیح فرمائی ہے کہ اگر حمام کی وجہ سے فحش
ضرر ہو تو منع کیا جائے ورنہ نہیں، حاصل یہ ہے
کہ اس قسم کے مسائل میں متاخرین کی غالب اکثریت

۱۔ بحر الرائق کتاب القضاہ مسائل شتی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۳/۲
۲۔ نصب الرایۃ کتاب الجنایات باب ما یحدث الرجل فی الطریق الخ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲۸۳/۴
۳۔ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاہ مسائل شتی مطبع مجتہباتی دہلی ۸۵/۲

المتاخرين الاستحسان في اجناس هذه
المسائل وافق طائفة بجواب القياس
المروى واختار في العمادية المنع اذا كانت
الضرر بينا وظاهر الرواية خلافه
رد المحتار میں فتح القدیر سے ہے :

ترك القياس في موضع يتعدى ضرره الى
غيره ضرر افاحشا وهو المراد بالبين و
هو ما يكون سببا للهدم او يخرجه عن
الانتفاع بالكلية وهو ما يمنع الحوائج
الاصلية كسد الضوء بالكلية واختاروا
الفتوى عليه فاما التوسع الى منع كل ضرر
فيسد باب انتفاع الانسان بملكه
كما ذكرنا قريبا.

جہاں غیر کو اس کا ضرر فاحش پہنچے وہاں قیاس کو ترک
کیا جائے گا اور واضح ضرر سے یہی مراد ہے کہ دوسرے
کی عمارت کے انہدام کا سبب بنے یا انتفاع کلی
طور پر ختم ہو جائے وہ یہ کہ حوائج اصلیہ مثلاً روشنی کو
مکمل ختم کر دے اسی پر فتویٰ ہے لیکن ہر قسم کے ضرر
کی وجہ سے منع کرنا وسیع ہو تو پھر انسان اپنی ملکیت
میں تصرف و انتفاع سے محروم ہو جائیگا جیسا کہ
قریب ذکر ہوا۔ (ت)

یہاں اگر فرض کیا جائے کہ اب ہندہ کا ایسا ہی ضرر ہے جس کے سبب اس کا مکان اصلاً قابل انتفاع
نہ رہا تو یہ ضرر دیرپوں نے نہ پہنچایا کہ وہ توقیم سے ہیں اب تک ہندہ نے اپنے مکان سے کیونکر انتفاع کیا بلکہ
یہ نقصان اس دیوار ہندہ کے انہدام سے پیدا ہوا جو حسب بیان سائل خود باختیار ہندہ منہدم ہوئی
اور کوئی شخص خود اپنے لئے سبب ضرر پیدا کر کے دوسرے کا گریبان گیر نہیں ہو سکتا ورنہ کل کو ہندہ اپنی
دیوار پردہ سے گز دو گز اور اتنا کر کشا رع عام بند کرنے کی خواستگار ہوگی کہ لوگوں کے گزرنے سے میری
بے پردگی ہے ایسے مہمل دعوے اگر سن لئے جائیں تو ایک عورت کہ محلہ کے وسط میں رہتی ہو اہل محلہ کی
عافیت تنگ کر سکتی ہے اپنے کچے جھونپڑے کی چادروں دیواریں گرا کر چار طرف کی نشست گاہوں پر دعویٰ
کر دے کہ ان سے میری بے پردگی ہے سب تیغاً کرا دی جائیں یا ان کے سامنے دیواریں کھنوا دی جائیں گرتے
وقت کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کہ وہ کہے گی میں اپنی ملک خاص میں تصرف کرتی ہوں تم کون، اور جب

گر اچکی ثواب لوگوں کی نشستگا ہوں سے اس کا ضرر ظاہر ہے، انصافاً اس وقت مفتی کیا فتویٰ اور فتویٰ کیا حکم دے گا، کیا ہندہ کے اپنے پیدا کئے ہوئے ضرر کے سبب اس کا لایعنی دعوئی سُن لیا جائے گا یا اسی کو اپنا پردہ بدستور درست کر لینے کا حکم کر دیا جائے گا خصوصاً جس حالت میں کہ زید محض تبرع و احسان یہ بھی کہتا ہے کہ میں اپنے صرف سے دیوار اونچی کر دوں، پھر ہندہ کا نہ ماننا سوا تعنت و ایذا رسانی کے کس امر پر محمول ہو سکتا ہے و لا ضرر و لا ضرار فی الاسلام (اسلام میں ضرر رسانی جائز نہیں ہے۔ ت) بالجملہ صورت مستفسرہ میں ہمارے جملہ ائمہ مذہب رضی اللہ عنہم کے اصل مذہب مفتی بر پر تو دعویٰ ہندہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں، انصافاً مختار متاخرین بھی اس صورت سے بیگانہ ہے کہ اہزار جانب زید سے نہیں فعلیک بترك الاعتساف والانصاف خیر الاوصاف (کج روی کو ترک کرنا لازم ہے اور انصاف بہترین خوبی ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ملک اپر بہا مانڈلہ زیجو بازار مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی جائیداد اپنی زوجہ ہندہ کے قبضہ میں چھوڑی، بعد ازیں انتقال کیا اور اپنی بہن کا نو اسد عمر و اور زوجہ ہندہ کو چھوڑا بعد وفات زید کے جائیداد متروکہ پر ہندہ قابض رہی، اب ہندہ نے وہ جائیداد جو اس کے قبضہ میں تھی اس میں سے کچھ بنام خالد اپنے بھتیجے کو ہبہ کر کے دستاویز رجسٹری کرادی اور کچھ اپنی بہن زینب و فاطمہ اور کچھ کلثوم اپنی بہن متوفیہ کی بیٹی کو اور دو بھتیجوں کو تقسیم کر کے ان کے نام رجسٹری کرادی، بعد اس کے ہندہ نے انتقال کیا، اب عمر و جائیداد مذکورہ کا دعویٰ کرتا ہے شرعاً جائیداد کس کو ملنا چاہیے۔ بتینوا تو جروا۔

الجواب

اگر عمر و عاقل بالغ اسی شہر میں موجود ہندہ کے ان تصرفات پر مطلع تھا اور دعویٰ نہ کیا اب بعد انتقال ہندہ مدعی ہوا تو یہ دعویٰ اصلاً قابلِ سماعت نہیں کہ ان تصرفات پر مطلع ہو کر ساکت رہنا صریح دلیل ہے کہ عمر و کا جائیداد میں کوئی حق نہ تھا، خلاصہ میں ہے:

س رجل تصرف فی ارض من مانا و رجل	ایک شخص ایک زمانہ سے زمین میں تصرف کر رہا ہے
اخریری تصرف فیہا ثم مات	اور دوسرا شخص زمین میں اس کے تصرفات کو
المتصرف ولم يدع الرجل	دیکھ رہا ہے پھر تصرف کرنے والا فوت ہوا تو اب وفات

حال حیاتہ لا تسمع دعواہ بعد وفاتہ ^۱ کے بعد دوسرے نے زمین پر دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا کیونکہ اس کی زندگی میں دوسرے نے دعویٰ کیا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے :

فی فتاویٰ المرحوم العلامة الغزی صاحب التنبیہ مسئل عن رجل له بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علی ثلاث سنوۃ ولہ جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المزبور ہدما وعمارۃ مع اطلاع جارسہ علی تصرف فی المدۃ المذکورۃ فہل اذا ادعی البیت او بعضہ تسمع دعواہ اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتویٰ ^۲

علامہ غزنی صاحب تنبیر کے فتاویٰ میں ہے ان سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا حویلی میں مکان ہے ہاں وہ تین سال سے زائد عرصہ رہائش پذیر ہے اور وہ اپنے مکان میں توڑ پھوڑ اور مرمت کا کام کرتا رہا اس کے پڑوس والا شخص اس کے ان تصرفات کو دیکھتا رہا اور مدت مذکورہ میں خاموش رہنے کے باوجود اب اس مکان کے کل یا بعض پر دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ مسموع ہوگا یا نہیں؟ تو جواب میں فرمایا کہ فتویٰ کے مطابق اب اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر عمر و اس وقت تک بچہ یا مجنون یا غائب تھا اب عاقل بالغ ہوا یا اطلاع پائی تو اگر ثابت ہو کہ زید کی جائداد قبضہ ہندہ میں بطور ہبہ یا عوض دین مہر تھا جب بھی دعویٰ عمر و نا مقبول ہونا خود ظاہر، اور اگر اس کا ثبوت نہ ہو تو دیکھیں گے کہ دین مہر ہندہ ترکہ کو مستغرق یعنی اس کی قیمت سے زائد یا مساوی ہے یا نہیں، اگر مستغرق ثابت ہو جب بھی عمر و کا اصل بنائے دعویٰ عن ملک بذریعہ وراثت حاصل ہی تھا کہ دین جب ترکہ کو محیط ہو تو وراثت اس کے مالک نہیں ہوتے نہ وہ اسے لے سکتے ہیں کل جائداد ادا اے دین میں صرف کی جائیگی اشباہ میں ہے :

الدین المستغرق للترکۃ بمنع ملک الوارث ^۳ میت پر قرضہ اس کے ترکہ کے برابر یا زائد ہو تو وراثت کی ملکیت کے لئے مانع ہے (ت)

۱۔ العقود الدریۃ بحوالہ الخلاصۃ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۳/۲

۲۔ العقود الدریۃ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲

۳۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الملک ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۰۴/۲

ہاں اگر عمرو کہے کہ میں تمام و کمال دین مہراپنے پاس سے ادا کئے دیتا ہوں تو بیشک اسے اختیار ہوگا کہ دین ادا کر کے ترکہ چھڑالے۔ اشباہ میں ہے :

للوارث استخلاص التركة بقضاء الدين وارث کو قرضہ ادا کر کے ترکہ کو حاصل کر لینے کا حق ہے ولو مستغرقا۔
اگرچہ وہ ترکہ قرضہ میں مستغرق ہو۔ (ت)

اس صورت میں اور نیز جبکہ دین مستغرق نہ ہو بعد ادا کئے دین جو باقی بچے اس کے ٹکٹ میں زید کی وصیت اگر اس نے کچھ کی ہو نافذ کر کے باقی بر تقدیر عدم موانع ارث و انحصار ورثہ فی المذکورین پارہم ہو کر ایک سہم ہندہ اور تین سہام عمرو کو ملیں گے ان تقذیرات پر جن میں کل جائیداد ملو کہ ہندہ نہ ٹھہری جتنے سہم ہندہ نے جس جس کے نام کئے سب باطل ہو جائیں گے چہارم حصہ جو ہندہ کو پہنچا اس کے وارثان شرعی پر حسب فرض تقسیم ہو جائیگا۔ درمختار میں ہے :

الاستحقاق شيوع مقارن لا طاري فيفسد غير منقسم حصون کا استحقاق ابتداء سے مقارن ہو طاري نہ ہو تو تمام حصوں کو فاسد کر دے گا۔ واللہ اکبر !
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۲ از ریاست رامپور : مرسل علی احمد خان صاحب : ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مدعی ہوا کہ میں نے آٹھ ہزار روپے یافتنی عمرو کے میرے ذمے تھے عمرو کو پہنچا دئے اور چند گواہ متفق اللفظ والمعنی حاکم کے حضور گزارائے جنہوں نے بالاتفاق رقم مذکور کی نسبت عمرو کے اقرار و وصول کرنے پر شہادت دی زید نے اس رقم کی رسیدیں بھی پیش کیں جن کی تحریر سے بھی عمرو کو اقرار ہے، عمرو اس کے جواب میں کہتا ہے کہ ان میں ایک رسید تین سو کی تو میں نے دی ہی نہیں اور دو رسیدیں ایک تین سو اور ایک دو سو چالیس کی زید نے چالاک سے بڑھالی ہیں وہ سو اور یہ صرف چالیس کی میں نے دی تھی، اس مضمون پر عمرو نے چند گواہ دئے کہ یہ رسیدیں سو اور چالیس کی عمرو نے لکھی تھیں، اس صورت میں دفع دعویٰ زید کے لئے یہ گواہ مقبول ہیں یا نہیں؟ بتینوا تو خبروا۔

الجواب

صورتہ مسئلہ میں نہ عمرو کا یہ جواب مقبول نہ اس میں اس مضمون کی شہادت مسموعہ۔ شرع میں

ایسی جگہ اقرار حجت شرعیہ ہے اور اس پر شہادت ثبوت دعویٰ کے لئے کافیہ وافیہ، جامع الفصولین فصل
حادی عشر میں ہے :

لو ادعی قضاء دینہ اشہدا انہ اقر باستيفائه
اگر مدعی نے قرض ادا کرنے کا دعویٰ کیا ہو دو گواہوں نے
یہ شہادت دی کہ مدعی نے قرض وصول کر لینے کا اقرار
کیا ہے، تو شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

بخلاف رسیدات کہ یہ کوئی حجت نہیں حاصل انکارِ عمر و یہ ہوگا کہ منجملہ آٹھ ہزار کے سات سو چھ نلے کہ اس قدر
کی رسید میری لکھی ہوئی نہیں، ایسا فضول جواب بعد ثبوت اقرار کیا قابل التفات ہو سکتا ہے، بالفرض اگر
ایک رسید کو بھی عمر و نہ ماننا یا اصلاً کوئی رسید ہوتی ہی نہیں تو ثبوت اقرار ثبوت ایصال کو بس تھا اور جب
یہ جواب خود مہمل ہے تو اس پر شہادت بھی قطع نظر اس سے کہ معنی نفی پر شہادت ہے جس کا حاصل یہ کہ اتنے
روپے نہ پہنچے خود فضول و مہمل ہے کہ یہ شہادت ایسی ہی چیز سے متعلق ہے جس کا وجود و عدم یکساں، تو بعد
ثبوت حجت شرعیہ ایک امر غیر حجت میں خلل ہو بھی تو کیا۔ فتاویٰ قاضی خان و اشباہ و النظائر و فتاویٰ خیر یہ و
عقود الدریہ وغیرہ بالکتب کثیرہ میں ہے :

واللفظ للعلامة الرملي في فتاوى المقر
عند علماء الحنفية انه لا اعتبار بمجرد
الخط ولا التفات اليه حجة الشرع
ثلثة وهي البينة او الاقرار والنكول كما
صرح به في الاقرار الخانية

اسی میں ہے :
القاضي لا يقضى الا بالحجة وهي
البينة او الاقرار او النكول كما في
اقرار الخانية وقد نقله
الشيخ زين في اشباهه ونظائره في

قاضی صرف حجت پر فیصلہ دے گا اور وہ صرف گواہی
یا اقرار یا قسم سے انکار ہے جیسا کہ خانہ کے
باب الاقرار میں ہے اور اس کو شیخ زین الدین نے
اپنی اشباہ و نظائر میں کتاب القضاء کے شروع

اول کتاب القضاء - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم میں ذکر کیا ہے - واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ ۵۳ از ریاست رامپور محلہ مدرسہ مولوی حکیم نجم الغنی خان صاحب طبیب شفاخانہ فوجی
 ریاست رامپور ۱۶ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یعقوب علی خاں نے اپنے برادر عینی عبد الغنی خاں اور
 ان کی زوجہ و پسر محمد یحکم و نجم الغنی خاں پر حاکم شرع کے حضور نسبت مکان مسکونہ مدعا علیہم دعویٰ دخلیابی
 بریں بنا دیا کہ یہ مکان عبد الغنی خاں نے ۱۹ مئی ۱۸۹۷ء کو علی محمد خان کے ہاتھ بیع کیا پھر یکم جون ۱۸۹۷ء کو اس
 سے کرایہ پر لیا بعد علی محمد خاں مالک مشتری نے ۱۳ جولائی ۱۸۹۸ء کو میرے ہاتھ بیچا عبد الغنی خاں اصالہ اور انکی زوجہ و پسر
 بالبیع بذکر کرایہ قابض اب تک نہیں کرتے عبد الغنی خاں دعویٰ مدعی قبول کیا اور علی محمد خاں نے بھی اس کی تصدیق کی محمد یحکم و نجم الغنی
 خاں نے جواب دیا کہ دعویٰ بر سازش عبد الغنی خاں برادر حقیقی مدعی دائر ہوا ہے عبد الغنی خاں نے یہ مکان یکم جنوری ۱۸۹۷ء
 کو محمد یحکم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیچ کر بیعنامہ مہری اپنا مرتب گواہی گواہان کر کے مجھے حوالہ کر دیا اور زر ثمن
 میرے مہر میں مجرا کیا مجھے مالک مستقل بنا کر قابض کر دیا جب مجھے معلوم ہوا کہ بیعنامہ غیر مصدقہ رجسٹری ہے تو میرے
 اعتراض پر رجسٹری کر دینے کا وعدہ کیا اور لطائف الحیل میں رکھا پھر کہہ دیا ہمارا تمھارا معاملہ زن و شو کا ہے
 تصدیق کی کیا ضرورت، پھر خارجاً اس بیع فرضی کی کارروائی کی کہ محمد یحکم نے اپنے ثبوت میں بیعنامہ مذکورہ مہری
 عبد الغنی خاں اور آٹھ مرد و عورتیں گواہ تپیش کے حاکم مجوز نے حسب سرکل مجریہ نواب خلد آشیاں کے جس کاغذ
 بے رجسٹری کے ثبوت پر وجہ وجہہ گزر جائے تو اسے ثبوت میں لینے اور باضابطہ تحقیقات کرنے کی نسبت حکام بالا
 سے اجازت لے کر بعد تحقیقات فیس اسٹامپ و تاوان رجسٹری لے کر مثل کاغذات مصدقہ سمجھا جائے حاکم مجوز
 نے بعد سماع ثبوت اجازت تحقیقات مزید حاصل کی پھر بعد مزید تحقیقات فیس اور تاوان لے لیا، یہ ثبوت
 تحقیقات انھیں گواہان تپیش کردہ محمد یحکم سے ہوئے ان میں سید حسمت علی دیوسف علی خاں صاحبان شہر
 ایجاب و قبول ہیں کہ ہمارے سامنے عبد الغنی خاں نے اپنی زوجہ محمد یحکم سے کہا یہ مکان میں نے تمھارے ہاتھ
 تین سو روپے کو بیچا اور زر ثمن تمھارے مہر میں مجرا کیا بیعنامہ دو چار روز میں لکھا دوں گا محمد یحکم نے کہا
 میں نے سید اشرف علی کاتب بیعنامہ اور کس الدین خاں غلام محی الدین خاں نثار علی شاہ عبد الرزاق خاں
 پانچوں گواہان حاشیہ بیعنامہ میں ان میں کاتب کا بیان ہے میں نے یہ بیعنامہ عبد الغنی خاں کے کہنے سے
 لکھا عبارت عبد الغنی خاں بتاتے گئے مہر اپنی انھوں نے اپنے ہاتھ سے لکائی، عبد الرزاق خاں نے کہا میں
 مولوی عبد الغنی خاں کے بیٹے سے ملے گیا مولوی عبد الغنی خاں نے مکان تن زعہ کا کاغذ نکالا اور کہا کہ یہ مکان

میں نے اپنی زوجہ محمدی بیگم کے ہاتھ تین سو روپے کو بیچا ہے تم اس پر اپنی گواہی لکھ دو میں نے لکھ دی ان کے علاوہ باقر حسین و منور بیگم و فرخندہ بیگم نے شہادت دی۔ حاکم مجوز نے اس پر یہ تجویز صادر فرمائی کہ بیع بنام محمدی بیگم اس بیعنامہ سادہ سے ثابت نہیں، نہ شرعاً نہ ضابطہً نہ عقلاً۔

مشتوعاً بدیں وجہ کہ مدار ثبوت بیع قوی مجلس واحد میں وجود ایجاب و قبول پر ہے عدالت نے خود اظہار محمدی بیگم لیا جس میں اس نے بیان کیا کہ یہ مکان شوہر منظرہ نے بمعاوضہ سہ صد روپیہ منجملہ مہر منظرہ بیع کر کے کاغذ میرے حوالہ کیا کاغذ بعد گفتگوئے بیع لکھا گیا گفتگوئے بیع یہ ہوتی تھی بائع نے کہا میں کاغذ بیعنامہ تمہیں لکھوائے دیتا ہوں میں نے کہا آئیں، وقت گفتگوئے بیع اور لانے بیعنامہ کے کوئی نہ تھا صرف میرا خاوند اور میں تھی، اولاً صرف یہ کہنا بائع کا کہ بیعنامہ لکھوائے دیتا ہوں وعدہ ہے نہ ایجاب، بالقرض ایجاب بھی ہوتا تو تعین ثمن ایجاب و قبول میں ضرور ہے وہ یہاں مفقود۔ دوم گواہی یوسف علی خاں و سیدہ شمت علی صریح زوری و مصنوعی خلاف بیان مدعا علیہا ہے یہ صاف صاف اپنے سامنے ایجاب و قبول ہوتا بیان کرتے ہیں اور مدعا علیہا لکھا چکی کہ وقت گفتگوئے بیع کوئی نہ تھا اور گفتگوئے بیع وہ تھی، غلام محی الدین خاں لکھاتا ہے بائع نے سقف مکان مبیعہ پر مجھ سے کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان بقیمت سہ صد روپیہ بدست محمدی بیگم بچپا میں نے زیر سقف نزد محمدی بیگم آکر دریافت کیا تو مسماہ نے کہا میں نے یہ مکان بقیمت سار شریدا ہے تم گواہی کر دو، اگر عدالت کلام بائع کو جو بالائے سقف کہا ایجاب قرار دیتی ہے تو قبول مدعا علیہا نے زیر سقف ظاہر کیا ہے مجلس مغائر ہے اور وہ موجب بطلان و عدم العقد بیع ہے۔ شمس الدین خاں لکھاتا ہے بائع نے بالاسقف کہا میں نے یہ مکان بدست محمدی بیگم فروخت کیا ہے تم بھی گواہی کر دو پھر منظرہ محمدی بیگم کے پاس آیا اور مبارکی دی، محمدی بیگم نے کہا ہاں پرسوں میرے زوج نے یہ مکان میرے ہاتھ بیچا ہے، اگر قول بائع کو ایجاب مان لیا جائے تو قبول ندارد کہ محمدی بیگم نے اپنے خریدنے سے خبر دی ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ بیع پہلے ہوئی، اشرف علی کاتب نے صرف کتابت بیعنامہ یعنی اپنے فعل پر گواہی دی ہے، ایسی گواہی جائز نہیں۔ باقر حسین گواہ صرف اقرار کا، بوجہ واحد ہونے کے نصاب نہیں، علاوہ برآں جملہ گواہ رجال غیر ثلثہ غیر معتمد ہیں کوئی قرینہ صداقت شہادت نہیں، نہ بیعنامہ جسٹرنڈر کاغذ اشٹام نہ محررہ بقلم بائع نہ دستخط اس کے، نہ گواہی کسی اہل محلہ کی۔ فرخندہ بیگم تو اسی مدعا علیہا کی گواہی بحق نافی غیر مقبول ہے، نثار علی شاہ صریح نامقبول الشہادۃ کہ باقرار خود دارٹھی مونچہ چودہ سال سے صفار رکھتا ہے۔

ضابطہ اس بنا پر کہ اس زمانہ فتنہ میں ملحوظ سد باب زور سرکار نے دستور العمل مرتب فرما دیا ہے جس میں سپیش از تقرر کو نسل زیادہ دتل روپے سے ہونا رجسٹری انتقالات قطعی جائداد غیر منقول لازمی تھا

زمانہ نوسل میں زائد از پنجاہ روپیہ لازمی رکھ کر بہت سے قیود اسٹامپ وغیرہ بڑھادئے گئے بلحاظ پابندی دستور العمل قدیم و جدید بیعنا مر سادہ عند العداالت ساقط الاعتبار ہے خاصۃً ایسے محل پر کہ حسب تحریر مدعا علیہا بائع آدم فریبی وجعل ساز ہے، مانا کہ عدالت نے اسٹامپ و فیس لے لیا ہے مگر مقصود سوا اس کے نہ تھا کہ عدالت انکشاف اصلیت معاملہ کر کے عذر کسی کا باقی نہ رکھے۔

عقلاً حالت اشتباہی بیعنا مر ظاہر ہے، بائع لکھا پڑھا آدمی ہے، نہ اس کے قلم کی تحریر نہ دستخط نہ اہل محلہ یا عزیز و اقارب کی شہادت، نہ اسٹامپ، نہ وثائق نویس رجسٹری کا لکھا ہوا، حد و جنوبی و شمالی مشکوک، مہر عرفاً محفوظ نہیں رہتی جس کا دستیاب ہونا اہل خانہ کو دشوار ہو، جس حالت میں بیع مدعا علیہا ثبوت کو نہ پہنچی اس بنا پر اڈل مدعا علیہا کو کوئی منصب اعتراض کا بیعنا مر رجسٹری شدہ موسومہ مدعی و بائع مدعی پر نہیں۔ دوم ہر دو بیعنا مر مدخلہ مدعی رجسٹری شدہ و باضابطہ نہیں۔ سوم بائع کو ہر دو بیع منظرہ مدعی مسلم مقبول ہیں، لہذا حکم ہوا کہ فیصلہ بحق مدعی ہو کر خرچہ مدعی ذمہ محمدی بیگم و نجم الغنی خاں عائد ہو فقط۔ اب علمائے شرع سے استفسار ہے کہ شرعاً اس صورت میں حکم کیا ہے شہادت پیش کردہ محمدی بیگم بوجہ مذکورہ مرد وہیں یا نہیں؟ شہود پر نہ کوئی جرح لی گئی نہ وہ مجروح ہیں، ایسی حالت میں انھیں بلا ثبوت غیر ثقہ و غیر معتمد قرار دینا کیسا؟ عبد الرزاق خاں کا ذکر تجویز میں اصلاً نہ فرمایا گیا جس کے ملاحظہ کے بعد باقر حسین نے کہا کہ اقرار نہیں ثبوت بیع کیلئے خاص ایجاب و قبول پر شہادت گزرنا ضرور ہے یا اقرار بائع کا ثبوت بھی کافی، اور بر تقدیر ثبوت اقرار یہاں فیصلہ شرعاً بحق یعقوب علی خاں ہونا چاہئے یا بحق محمدی بیگم؟ بیتنوا تو جبروا۔

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب۔ طالب حق یہاں چند امر ملحوظ رکھے کہ باذنہ تعالیٰ وضوح حکم میں وقت نہ رہے،

اول ثبوت بیع کے دو معنی ہیں، ثبوت فی نفسہ یعنی بیع فی الواقع کا موجود و منعقد ہونا، اور ثبوت عند القاضی یعنی حاکم کے نزدیک اس کا پایہ ثبوت کو پہنچنا۔ ثبوت فی نفسہ نہ صرف بیع قولی بلکہ ہر بیع کا قولی ہو یا فعلی وجود ایجاب و قبول پر موقوف ہے کہ وہ ارکان عقد ہیں اور کوئی عقد اپنے رکن کے متحقق نہیں ہو سکتا ہاں ایجاب و قبول اس سے عام ہیں کہ قولاً ہوں یا فعلاً، صراحتہ ہوں یا دلالت، عبارتہ ہوں یا اقتضائاً، خطاباً ہوں یا کتاباً، غرض کوئی قول کوئی فعل طرفین سے ایسا ہونا چاہئے جو باہم مبادلہ مال بالمال کی تراضی پر دلیل ہو کہ ان عقود میں معنی ہی اعتبار کا ہے زبانی تلفظ پر مدار نہیں، لہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بیع جس طرح بعت اشتیاق کہنے سے ہو جاتی ہے یونہی تحریر سے بھی کہ قلم بھی ایک زبان ہے۔ اشتباہ

میں ہے :

الکتابۃ یصح البیع بہا قال فی الہدایۃ تحریری بیع صحیح ہے جس کو ہدایہ نے بیان کیا اور
والکتاب کا لفظ ابلیہ تحریر زبانی خطاب کی طرح ہے (ت)

ولہذا فرماتے ہیں تعاطی سے بھی ہو جاتی ہے جہاں نہ تقریر نہ تحریر، ایک تھان رکھا ہے بزاز سے
پوچھا قیمت کیا ہے؟ کہا دس روپے، اس نے روپے رکھ کر تھان اٹھالیا، اس نے روپے لے لئے بیع
ہو گئی اگرچہ نہ بزاز نے فروخت نہ کہا نہ اس نے خریدا۔ ہدایہ میں ہے :

المعنی ہو المعترفی ہذہ العقود لہذا ان عقودہ میں معنی معتبر ہوتا ہے لہذا دستی ادل بدل
ینعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس سے اعلیٰ اور ادنی چیز میں بیع منعقد ہو جاتی ہے
ہو الصبیح لتحقق المراضاة۔ کیونکہ فریقین کی رضا مندی پائی گئی ہے (ت)

اور شک نہیں کہ دستاویز بیعنامہ بطور مرسوم و محمود لکھ کر گواہیاں کر اگر مشتری کو حوالہ کرنا اور اس
کا بخوشی لے لینا قطعاً دلیل تراضی ہے۔ عند الانصاف اسی قدر تحقق ایجاب و قبول کے لئے کافی ہے اگرچہ
اس سے پہلے زبانی گفتگو صرف اسی قدر آئی ہو کہ اس نے کہا میں بیعنامہ تمہیں لکھوا کر دیتا ہوں، اس
نے کہا آئیں کہ یہاں تک اگرچہ صرف وعدہ و پند تھا مگر بیعنامہ بطور اندک لکھوا کر دینا لینا دلیل تراضی ہو کر ایجاب
قبول ہو گیا جس طرح شائع و ذائع ہے کہ والدین کوئی جائیداد اپنے روپے سے خرید کر بیعنامہ اپنے کسی بچے کے
نام لکھواتے ہیں تمام عالم جانتا ہے کہ اس سے مقصود اس کی تملیک ہی ہوتی ہے اور وہ جائیداد اسی بچے کی
ٹھہرتی ہے اگرچہ زبان پر بہہ کا حرف بھی نہ آیا احکام الصغار علامہ استریشنی میں ذخیرہ و تجنیس سے ہے :
امراۃ اشترت ضیعة لولدھا الصغیر من مالہا وقع الشراء للام لانہا لا تملک
الشراء للولد وتكون الضیعة للولد لانہا تصیر و اہبۃ والام تملک ذلک و
یقع قبضہا عنہ۔ ایک عورت نے اپنے مال سے نابالغ بیٹے کے لئے
زمین خریدی، یہ خریداری والدہ کی ہوگی کیونکہ وہ
نابالغ بیٹے کے لئے خریدار نہیں ہو سکتی اور یہ زمین
بیٹے کی ہوگی کیونکہ ماں بہہ کرنے والی ہوئی کیونکہ
ماں کو بہہ کا حق ہے اور پھر بیٹے کی طرف سے قبضہ لیا ہے۔ (ت)

- ۱۔ الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱۹۶/۲
۲۔ السدایہ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۲۵-۲۶/۳
۳۔ احکام الصغار علی ہامش جامع الفصولین باب فی مسائل البیوع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۸۶/۱

دوہر ثبوت عند القاضی جس طرح شہادت اصل عقد سے ہوتا ہے یعنی گواہ کہیں ان دونوں نے ہمارے سامنے خرید و فروخت کیا، یونہی شہادت اقرار سے بھی کہ گواہ کہیں ہمارے سامنے اس نے اقرار بیع کیا، جامع الفصولین فصل ۱۱ میں برزلی تفسیق الامام الحاکم الشہید سے ہے:

ادعی بیعا وشهدا انه اقربا لبيع تقبل ۱۰
 ایک شخص نے بیع کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے اس کے بیع کے اقرار پر شہادت دی تو شہادت قبول ہوگی (ملقطا)۔ (ت)

یوں ہی شہادت منقطعہ سے بھی یعنی ایک گواہ عقد بیع پر شہادت دے اور دوسرا اقرار بیع پر، بیع ثابت ہو جائے گی۔ جامع الفصولین میں برزلی فقط فتاویٰ امام قاضی ظہیر سے ہے:

فی البیع والاجارة والصلح لو شهد
 بیع، اجارہ اور صلح کے معاملات میں ایک نے شہادت
 احدهما بعقد والاخر باقراره به لا یضرب
 دی کہ عقد کیا ہے دوسرے نے اقرار کی شہادت دی
 تو یہ اختلاف مضر نہیں۔ (ت)

اسی میں برزلی بسطوط سے ہے:

ادعی شراء وشهد احدهما به والاخر
 مدعی نے خریداری کا دعویٰ کیا، ایک گواہ نے خریدنے
 کی اور دوسرے نے خرید کرنے کے اقرار کی
 شہادت دی تو مقبول ہوگی۔ (ت)

اسی میں برزلی لطائف الاشارات سے ہے:

شهد بنحو بیع والاخر باقراره به
 ایک نے بیع کی اور دوسرے نے اس بیع کے اقرار
 تقبل ۱۰
 کی شہادت دی تو مقبول ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

ادعی الشراء وشهد احدهما ببيع
 مدعی نے خریداری کا دعویٰ کیا، ایک نے فروخت

۱۶۴/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الحادی عشر	جامع الفصولین
۱۶۳/۱	" " "	"	"
۱۶۴/۱	" " "	"	"
۱۶۴/۱	" " "	"	"

و شہد الآخر کہ بائع ازومہ نمیش طلب کرد
تقبل لان طلب الثمن اقرار منه بالبيع
کرنے اور دوسرے نے یہ شہادت دی کہ بائع نے
اس مشتری سے قیمت طلب کی ہے شہادت مقبول
ہوگی کیونکہ قیمت طلب کرنا فروخت کرنے کا اقرار ہے (ت)

یہاں سے ثابت ہوا کہ شہادت اقرار کے بعد شہادت ایجاب و قبول کی اصلاً حاجت نہیں و لہذا
تنہا اقرار کی گواہی کافی ہو جاتی ہے و لہذا ایک گواہ اقرار کے ساتھ ایجاب و قبول کی ایک ہی شہادت کافی
ہے حالانکہ نفس عتد پر صورت اولیٰ میں شہادت اصلاً نہیں اور صورت ثانیہ میں نصاب نام تمام، اور جب
شہادت اقرار کے ساتھ نفس عقد کی تفتیش ہی نہ رہی تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ اس کے ہوتے حاکم
کو اس بحث کی کچھ گنجائش نہیں کہ مشتری کے لفظ تو معلوم ہی نہ ہوئے یا بیان اس مجلس میں نہ تھا یا اس
کا کلام انشاء قبول نہ تھا اخبار تھا یہ تحقیقات تو نفس ایجاب و قبول سے متعلق تھی جب شہادت اقرار
بائع کی نسبت ہے بیع ثابت ہوگی الفاظ مشتری یا اتحاد و تعدد مجلس سے کیا بحث رہی۔

موسوم الا یعنی عبارت بتاتے جانا اور دوسرے سے لکھوانا اپنے لکھنے سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اس سے
اقویٰ ہے، علماء فرماتے ہیں کتابت تین قسم ہے، ایک نامعلوم جیسے ہوا یا پانی پر لکھنا، یہ محض باطل ہے۔
دوسری مرسوم یعنی طریقہ معہودہ معروفہ پر لکھنا، جس طرح خطوط میں القاب و آداب سے آغاز یا تمسکات میں
منکہ فلاں بن فلاں سے شروع، یہ ضرور معتبر ہے۔ تیسری معلوم غیر مرسوم جیسے کاغذ پر وہ تحریر کہ طریقہ معہودہ
پر نہ ہو اس کے ساتھ جب تک نیت یا دلیل نیت نہ پائی جائے معتبر نہیں، دلیل نیت مثلاً لکھ کر گواہ
کرنا یا عبارت بتا کر دوسرے سے لکھوانا کہ قول راجح میں اس کے بعد گواہ کرنے کی حاجت نہیں تو ثابت
ہوا کہ عبارت بتا کر لکھوانا اپنے لکھنے سے قوی تر ہے کہ غیر مرسوم طور پر خود لکھے اور گواہ نہ کرے تو معتبر نہیں
اور دوسرے سے لکھوائے تو بے گواہ کے معتبر ہے۔ عقود الدریہ میں ہے :

فی الزیلعی والملتقى آخر الكتاب في
مسائل شتى قالوا الكتاب على ثلاث
مراتب، مستبين مرسوم وهو
ان يكون معنواى مصدرا بال عنوان وهو
ان يكتب في صدره من فلان الى فلان على
زىلعی اور ملتقى مسائل شتى کے آخر میں ہے فقہاء
کرام نے فرمایا تحریر تین مراتب پر ہے، ایک
یہ کہ واضح معنوں ہو وہ یہ کہ اس کے شروع میں
یہ عنوان ہو کہ فلاں سے فلاں کی طرف جیسا کہ چٹھی
میں طریقہ مروجہ ہے، یہ چٹھی بالکل زبانی گفتگو

ماجرت به العادة فهذا كالنطق فلزم
حجة ، ومستبين غير مرسوم كالكتابة
على الجدران واوراق الاشجار او على
الكاغذ لاعلى الوجه المعتاد فلا يكون
حجة الا بالنضمام شئ اخر اليه كالنية
والاشهاد عليه والاملاء على الغير
حتى يكتبه لان الكتابة قد تكون
للتجربة ونحوها وبهذه الاشياء تتعين
الجهة وقيل الاملاء بلا اشهاد لا يكون
حجة والاول اظهر، وغير مستبين
كالكتابة على الهواء والماء وهو بمنزلة
كلام غير مسموع ولا يثبت به شئ
من الاحكام وان نوى اهو ومثله في
الهداية وفتاوى قاضى خان

کی طرح حجت ہے، دوسری واضح غیر معنون جیسا کہ
کسی دیوار پر، درخت کے پتوں یا عام کاغذ پر
غیر مرقع طریقہ پر لکھی گئی ہو یہ کسی دوسری چیز کی مدد
کے بغیر حجت نہ ہوگی مثلاً نیت یا گواہی یا دوسرے
کو اطلاع کے بغیر حجت نہ بنے گی کیونکہ ایسی تحریر
کبھی تجربہ کے لئے ہوتی ہے لہذا مذکور قرائن سے
اس کی وجہ متعین ہو سکے گی، بعض نے کہا ہے کہ
اطار کی صورت میں جب تک گواہی نہ ہو حجت
نہ بنے گی لیکن اول قول درست اور اظہر ہے،
تیسری وہ کہ واضح نہ ہو جیسا کہ ہوا اور پانی پر تحریر
ہو تو اس کی حیثیت غیر مسموع کلام جیسی ہے اس
سے کوئی حکم ثابت نہ ہو سکے گا اگرچہ نیت بھی کی ہو
مگر یہ اور فتاویٰ قاضی خان میں بھی
ایسے ہی ہے۔ (ت)

چہاں مریح نام ایجاب و قبول کا ہے اور وہ جب الفاظ میں ہو خود گفتگو ہے اور کسی
شے کی گفتگو بمعنی اس چیز کی بات چیت اور مشورے اور قرار کے بھی مستعمل مثلاً کسی کے نکاح کا
مشورہ ہوا ہو تو اس سے کہیں آج تمہارے بیاہ کی گفتگو تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ ایجاب و قبول
ہو گیا بلکہ وہ مشورہ اور بات چیت مراد ہے تو لفظ گفتگو کے یہ معنی کو محتمل، اول اضافت بیان یہ یعنی وہ
گفتگو کہ یہ ہے اس تقدیر پر اس سے مقصود نفس ایجاب و قبول ہوگا۔ دوم اضافت لامیہ یعنی
بیع کا مشورہ اور اس کی بات چیت، اس تقدیر پر ہرگز اس کے معنی ایجاب و قبول نہیں بلکہ پیش از
عقد اس کے باب میں مکالمہ یا بھی و ہذا اظہر جدا (اور یہ خوب ظاہر ہے۔ ت)

پنجم جب کسی معاملے کے متعلق کوئی شہادت پیش ہو اور حاکم اسے ایک امر میں قبول کر لے
تو اسی مقدمہ کے متعلق کسی دوسرے امر میں بھی اسے رد نہیں کر سکتا سوا بعض صورت استثنائے

نہ کہ خاص اسی امر میں کہ یہ تو حاکم کا صریح تناقض ہوگا۔ درمختار میں ہے :

الشهادة اذا بطلت في البعض بطلت في الكل
الا في عبد بين مسلم ونصراني فشهد نصرانيان
عليهما بالعق قبلت في حق النصراني فقط
اشباه قلت وزاد محشيها خمسة اخرى
معزية للبزازية^۱

محشی نے ایسی مزید پانچ صورتوں کا اضافہ کیا ہے اور یہ بزاز کی طرف منسوب ہیں۔ (ت)

ردالمحتار وغیرہ میں ان صورتوں کا مفصل بیان ہے جنہیں اس مقدمہ سے کوئی تعلق نہیں،

اقول واذا ثبت ان الشهادة اذا بطلت في
البعض بطلت في الكل لزمه انها اذا قبلت
في البعض قبلت في الكل والا لبطلت في
البعض فبطلت في الكل مع انها قد قبلت
في البعض هذا خلف فاحفظه فانه فائدة
جليلة مهمة۔

اقول (میں کہتا ہوں) جب ثابت ہے کہ بعض
میں باطل کل میں باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم
آتا ہے کہ شہادت بعض میں مقبول ہو تو کل میں مقبول
ہو جائے ورنہ بعض میں باطل ہونے سے کل میں باطل
ہو جائے گی حالانکہ بعض میں مقبول ہو چکی ہے تو کل میں
باطل ہونا متحقق نہ ہوا، یہ مفروض کے خلاف ہے اس
کو محفوظ کر لو کیونکہ یہ فائدہ جلیلہ ہے۔ (ت)

ششم غیر ثقہ اہل شہادت ہے اور شہادت فاسق مقبول نہ ہونے کے یہ معنی کہ اس کی شہادت
کا قبول واجب نہیں، نہ یہ کہ صحیح ہی نہیں، یہاں تک کہ اگر حاکم صریح فاسقوں کی شہادت قبول کر لے تو وہ بھی
مقبول ہو جائے گی اگرچہ حاکم اس قبول کے باعث آثم ہو۔ بحر الرائق و درمختار میں ہے :

والنظم للدر باب القبول وعدمه اي من
يجب على القاضي قبول شهادته ومن
لا يجب لامتن- يصح قبولها او لا يصح
لصححة الفاسق مثلا كما حققه
المصنف تبعا ليعقوب باشا

الفاخذ^۲ کے ہیں، باب القبول وعدمہ، یعنی کس کی
شہادت کو قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کو
قبول کرنا واجب نہیں، یہ مطلب نہیں کہ کس کو قبول
کرنا صحیح ہے یا نہیں، کیونکہ مثلاً فاسق کی شہادت
قبول کرنا صحیح ہے جیسا کہ مصنف نے یعقوب پاشا

وغیرہ کی اتباع میں محقق کیا ہے۔ (ت)

درر وغر میں ہے :

لو قبل القاضي وحكم بها كان اثماً لكنه ينفذ
وفي الفتاوى القاعدية هذا اذا غلب على
ظنه صدقه وهو ما يحفظ به

اگر قاضی نے فاسق کی شہادت قبول کر کے فیصلہ دے دیا
تو نافذ ہو جائے گا لیکن قاضی گنہگار ہوگا۔ فتاویٰ
قاعدہ میں ہے یہ تب ہوگا جب قاضی کو ظن غالب ہو
کہ فاسق سچا ہے، یہ محفوظ کرنے کے قابل ہے (ت)

تنویر الابصار وجامع البحار وشرح علائی کتاب القضا میں ہے :

اهله اهل الشهادة والفاست اهلها فيكون
اهله لكنه لا يقلد وجوباً وياشم مقلده
كقابل شهادته به يفتي وقيدة في القاعدية
بما اذا غلب على ظنه صدقه فليحفظ درر

قضا کا اہل وہی ہے جو شہادت کا اہل ہو، اور فاسق
شہادت کا اہل ہے لہذا وہ قضا کا اہل ہے لیکن
اس کو قضا پر مقرر نہ کیا جائے اس کو قضا پر مقرر
کرنے والا گنہگار ہوگا، جیسا کہ اس کی شہادت قبول
کرنے والا گنہگار ہوگا، اسی پر فتویٰ دیا جائے، اور

فتاویٰ قاعدہ میں اس کو قاضی کے ظن غالب سے منع کیا ہے کہ فاسق کی شہادت صدق پر مبنی ہے، اس کو
محفوظ کرو، درر، اھ ملتقطاً۔ (ت)

ہفتم اگر زید مثلاً کسی مکان پر دعویٰ کرے کہ یہ میرا ہے میں نے بکر سے خریدا ہے اور عمرو
مدعا علیہ جس کے قبضے میں وہ مکان ہے جواب دے کہ بلکہ مکان میرا ہے میں نے بکر سے خریدا ہے تو اس
صورت میں وہ مدعا علیہ مدعی اور یہ مقدمہ باب دعویٰ الرجلین سے ہو جائے گا دونوں طرف سے شہادت
مسموع ہوگی اور اب یہ دیکھیں گے کہ ان میں ایک نے اپنی خریداری کی تاریخ بیان کی ہے یا دونوں نے یا
کسی نے نہیں، اور اگر دونوں نے بیان کی ہے تو تاریخ ذوالید کی مقدم ہے یعنی عمرو جس کے قبضے میں مکان ہے
یا خارج کی یعنی زید جس کے قبضے میں نہیں ان سب صورتوں میں ڈگری صاحب قبضہ کی ہوگی مگر جبکہ خارج کی
تاریخ مقدم ہو غرض یہاں اول ترجیح تقدم تاریخ سے ہے کہ اس کے بعد قبضہ ہونے نہ ہونے پر بھی لحاظ نہیں
ہوتا اس کے بعد ترجیح قبضے سے ہے کہ دوسرے کی تاریخ مقدم نہ ہو تو ہر طرح اسی کو ترجیح رہتی ہے۔ فتاویٰ

۱۔ در مختار کتاب الشہادۃ باب البقول وعدم مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۲

۲۔ الدرر للحکام شرح غرر الاحکام کتاب القضا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۴۰۴/۲

۳۔ در مختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۴۱/۲

ان ادعیاء الشراء من واحد وكانت العين
فی ید احدہما فہی لذلذی الید سواء امرخ
امر لم یؤرخ اذا ارخا وتاریخ الخارج اسبق
فی قضی بہا للخارج کذا فی الکافی ^۱ اہم ملتقطاً۔

اگر دو شخص ایک شخص سے کسی چیز کی خریداری کے مدعی
ہوں تو جس کا قبضہ ہوگا وہی مالک قرار دیا جائے گا
وہ تاریخ بیان کرے یا نہ کرے برابر ہے اور دونوں نے
تاریخ بیان کی تو غیر قابض مدعی کی تاریخ پہلے ہوئے قابض
کو مالک قرار دیا جائیگا، کافی میں یونہی ہے اہم ملتقطاً،

فصول عمادی پھر فتاویٰ ہندیہ باب فیما تدفع بہ دعوی المدعی میں ہے :

اذا ادعی عینا فی یدی رجل فی اشتراطہ
من فلاں منذ سبعة ايام وقال ذوالید
لابل هو ملکی اشتراطہ من ذلک الذی
تدعی الشراء منه منذ عشرة ايام واقام
البینة یكون لاسبقہما تاریخاً۔

ایک شخص کسی چیز کے متعلق جو کہ دوسرے کے قبضہ میں ہے
دعویٰ کیا کہ میں نے یہ چیز فلاں شخص سے ایک ہفتہ قبل
خریدی ہے قابض نے کہا یہ غلط ہے بلکہ یہ چیز میری
ملک ہے میں نے اسی فلاں شخص سے ایک عشرہ
قبل خریدی ہے اور قابض نے اپنے دعویٰ پر گواہی

پیش کر دی تو یہ چیز پہلی تاریخ والے یعنی قابض کی ملک قرار دی جائے گی (ت)

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہاں محمدی سلیم کے مدعیہ ہو جانے پر بھی بحث کی گئی ہے حالانکہ یہ تو
بہت واضح بات ہے جب اس نے اپنی خریداری کا دعویٰ کیا مدعیہ ہو جانے میں کیا شبہ رہا کما ذکرنا
(جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ت) علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر زید عشرہ پر دعویٰ کرے کہ یہ مال
جو اس کے قبضہ میں ہے میرا ہے، عمر جواب دے کہ بلکہ بکر کا ہے اس نے ودیعتہ مجھے سپرد کیا ہے تو عمرو
مدعی ہو گیا حالانکہ اس نے اپنی ملک کا دعویٰ بھی نہ کیا تو دعویٰ شرار میں مدعیہ نہ ہو جانے کے کیا معنی،
جامع الفضولین فصل ۱۰ میں برزفش فتاویٰ امام رشید الدین سے ہے :

اذا طلب المدعی یمین ذی الید انہ ودیعة
لیس لہ ذلک لانہ جعل نفسه
صدعیاً فی انہ ودیعة ولا یمین

مدعی نے قابض سے قسم کا مطالبہ کیا کہ یہ چیز اس کے
قبضہ میں بطور امانت ہے تو مدعی کو قابض سے قسم
لینے کا حق نہیں کیونکہ قابض نے یہ ظاہر کر کے کہ میرے

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعوی الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور م/۴۷
کے کتاب الدعوی الباب السادس تدفع بہ دعوی المدعی " " " " م/۵۱

پاس یہ فلاں کی امانت ہے امانت کا مدعی بن گیا ہے
 جبکہ مدعی سے قسم کا مطالبہ درست نہیں ہے (ت)
 ہشتام فرق ہے اس میں کہ مدعی بعد صدور شہادت اپنے شہرہ کی نسبت اقرار کرے کہ انھوں نے
 جھوٹی گواہی دی یا یہ حاضر واقعہ نہ تھے کہ اس تقدیر پر وہ اپنے اقرار پر مواخذہ ہوگا کما افادہ فی البحر
 والشامیۃ وغیرہما (جیسا کہ بحر اور فتاویٰ شامی میں اس کا افادہ کیا ہے۔ ت) اور اس میں کہ
 مدعی پیش از شہادت کہے میرا کوئی گواہ نہیں یا کہ میں جو شہادت لاؤں محض جھوٹی اور جعلی ہوگی یا کہ فلاں
 فلاں جو کچھ گواہی میرے لئے دیں وہ جھوٹ ہے اس کے بعد وہ گواہ پیش کرے اور فلاں فلاں اس کے
 واسطے شہادت دیں تو مذہب صحیح میں یہ شہادت مان لی جائے گی اور مدعی کے وہ پہلے اظہار و اقرار اس
 کے قبول میں خلل انداز نہ ہوں گے کہ یہاں توفیق ممکن ہے انسان نسیان کے لئے ہے ممکن کہ مدعی کو اس
 وقت یہی یاد تھا کہ کوئی شخص حاضر واقعہ نہ تھا یا خاص فلاں و فلاں موجود نہ تھے لہذا اس وقت یہ
 اظہار کیا اور بعد کو یاد آیا اور گواہ حاضر لایا، درمختار میں ہے :

تقبل البینۃ لو اقامها المدعی وان قال
 قبل الیمین لا بینۃ لی سراج خلافا لما فی
 شرح المجمع عن المحیط علیہ
 جو کہ محیط سے شرح المجمع میں منقول ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ (ت)
 حاشیہ علامہ ابراہیم حلیمی پھر رد المحتار میں ہے :

(قوله خلافا لما فی شرح المجمع) لیس فیہ
 ما ینافی ذلک بل حکى قولین علیہ
 اس کے قول (شرح المجمع کے خلاف) کا مطلب
 یہ نہیں کہ وہ اس کے منافی ہے بلکہ انھوں نے
 دو قول نقل کئے ہیں۔ (ت)

تنویر الابصار و شرح مدق دمشق میں ہے :

(قال لا بینۃ لی و طلب یمینہ فحلفہ
 ایک نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں لہذا بدعی علیہ

۱۳۳/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل العاشر	۱۰ جامع الفصولین
۱۱۴-۱۸/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب الدعوی	۱۱ درمختار
۲۲۴/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۲	۱۲ رد المحتار

القاضی ثم برهن) علی دعواه بعد الیمین
(قبل ذلك) البرهان عند الامام (منه)
وكنذ الوقال المدعی كل بینة اقی بها فھی
شهود ذور ثم برهن علی الحق قبل خانیة
وبه جزم فی السراج كما مر (وقیل لا)
یقبل والاصح القبول لجواز النسیان
ثم التذکر كما فی الدر و اقرا المصنف اه
مختصرا۔
کہ قبول ہوگی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بھول جانے کے بعد یاد آئی ہو یا پہلے علم نہ تھا اب گواہی کا علم ہو گیا ہو
جیسا کہ در میں ہے، اور مصنف نے اسے ثابت مانا ہے اہ مختصراً۔ (ت)
حاشیہ علامہ طحاوی میں ہے،

لان الشهادة تتعلق بالشهود ويجب عليهم
ادائها وياثم كاتمها وهذا القول منه
لا یثبت ذور العدل لانه قبل الشهادة الخ۔

قر میں ہے: الاصح القبول (صح قبول کرنا ہے۔ ت)، در میں ہے،
ہو سکتا ہے کہ فی الواقع گواہی تھی تو وہ بھول گیا
اور اب یاد آ گئی، یا علم نہ تھا اب معلوم ہو گیا (ت)
یونہی اگر مدعی نے کہہ دیا کہ جو بھی شہادت پیش کروں
وكنذ الوقال كل بینة اقی بها

۱۱۹/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الدعوی	لہ در مختار شرح تنویر الابصار
۳۰۰/۳	دار المعرفۃ بیروت	"	حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار
۳۳۷/۲	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	"	لہ الدرر الحکام شرح غرر الاحکام
۳۳۷/۲	"	"	"

فہی زور شہم اقی اوقال کل شہادۃ لیشہد
لی فلان وفلان فہی کذب ثم شہدا۔
وہ جھوٹی ہے یا یوں کہا فلان فلان کی ہر شہادت میرے
حق میں جھوٹ ہے اس کے گواہوں نے شہادت
دی مقبول ہوگی۔ (ت)

جب یہ مقدمات ثمانیہ مہد ہونے بفضلہ تعالیٰ حکم مسئلہ واضح ہو گیا اور چہ مفید بحثوں نے رنگ
انجلا پایا،

بحث اول سید اشرف علی شمس الدین خاں، غلام محی الدین خاں، عبدالرزاق خاں، باقر حسین کی
گواہی میں اصلاً کوئی غبار نہیں وہ صاف صاف شاہد اقرار عبد الغنی خاں ہیں نہ شاہد ان مجلس ایجاب و قبول
تو غلام محی الدین خاں و شمس الدین خاں کے بیانات پر یہ اعتراض کہ اگر کلام بائع کو ایجاب قرار دیں تو قبول
اس مجلس میں نہیں یا محمدی بیگم کا بیان قبول نہیں اخبار ہے محض بے محل ہے، نہ ان شاہدوں نے دعویٰ
کیا کہ ہم حاضر مجلس ایجاب و قبول تھے نہ ان کے بیان کئے ہوئے الفاظ حکایت ایجاب و قبول ہیں وہ
صراتہ اقرارات عبد الغنی خاں بیان کر رہے ہیں جن کے بعد محمدی بیگم کا کلام زیر سقط ہونا یا خبر محض ہونا
یا اصلاً کچھ نہ ہونا کچھ بھی مضر نہیں، نہ اس پر لحاظ، کما بیتناہ فی الاموال الشافی (جیسا کہ اسے امر ثانی
میں بیان کیا گیا ہے۔ ت)

بحث دوم سید اشرف علی نے صرف اپنے فعل پر شہادت ہرگز نہ دی بلکہ اس گواہی میں صراحتہً
عبد الغنی خاں کا کتا بت بیعنا مر کے لئے حکم کرنا اور خود عبارت بتاتے جانا اور اپنے ہاتھ سے مہر لگانا مذکور
ہے، یہ افعال و اقوال عبد الغنی خاں کے ہیں یا سید اشرف علی کے، ان کے ساتھ اگر اپنا لکھنا بیان ہوا
تو ان سب پر شہادت کیوں صرف اپنے فعل پر شہادت قرار پائیگی۔

فی الہندیۃ عن المحيط عن النوادر عن
الامام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اذا شہد شاہدان ان فلانا امرنا
ان نبیغہ فلانا انه قد وکله ببیع
عبداً وقد اعلمنہ او امرنا ان
نبیغہ امراتہ انه جعل امرہا
ہندیہ میں محیط سے منقول کہ نوادر روایات میں سے
امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب دو گواہ شہادت
دیں کہ فلان شخص نے ہمیں کہا کہ ہم فلان کو یہ اطلاع
دے دیں کہ اس نے اس کو وکیل بنایا ہے کہ اس کے
غلام کو فروخت کر دے تو ہم نے اس فلان کو اطلاع
پہنچا دی یا گواہوں نے یہ شہادت دی کہ اس شخص

بیدھا فبلغناھا وقد طلقت نفسہما جازت
شہاد تھما۔
نے ہیں کہا کہ ہم اس کی بیوی کو مطلع کر دیں کہ اس نے
اسے طلاق کا اختیار دیا ہے تو ہم نے اس کی بیوی

کو مطلع کر دیا ہے اور اس کی بیوی نے اپنے نفس کو طلاق دے دی ہے تو یہ شہاد جازت ہوگی۔ (ت)

بحث سوم ظاہر ہوا کہ باقر حسین تنہا گواہ اقرار نہیں بلکہ اس کے پانچ گواہ ہیں اور ایسی جگہ یہ
بحث کہ ثبوت بیع ایجاب و قبول مجلس واحد سے ہوتا ہے معنی ثبوت میں تفرقہ نہ کرنے سے ناشی و ثبوت
فی نفسہ ہے ثبوت عند الغاضی کے لئے صرف ثبوت اقرار کافی ہے۔

بحث چہارم اظہار محمدی بیگم میں کہیں ایجاب و قبول کی نفی نہیں، نہ اس کے بیان مذکور تجویز میں کوئی
لفظ حصر ہے کہ اس کے سوا زن و شوہر دور بارہ بیع کوئی کلام نہ آیا نہ باوصف شہادات اقرار حاکم کے حضور تذکرہ
ایجاب و قبول آنا کچھ ضرور۔ محمدی بیگم نے وقوع عقد الفاظ ایجاب و قبول کو ان لفظوں میں ادا کر دیا کہ یہ مکان
شوہر نے بیع کر کے کاغذ میرے حوالہ کیا اور وہ گفتگوئے بیع جو اس نے بیان کی کہ میں بیعنامہ تمہیں لکھوائے دیتا
ہوں، میں نے کہا آمین، بیان ایجاب و قبول نہ تھی بلکہ وہ گفتگو بمعنی قرارداد و مشورہ بیع تھی جیسا کہ صراحت اس
کے لفظ سے ظاہر ہے اگر کہئے ممکن کہ اس کی مراد گفتگوئے بیع سے یہی ایجاب و قبول تو ہم کہیں گے ممکن
کہ اس کی مراد وہی قرارداد و مشورہ ہو غیب پر حکم کر دیا اور امر محمل سے ایک معنی بطور خود سمجھ لینا کیونکہ
صحیح ہوا بلکہ جب لفظ صراحت مشورہ ہی کے ہیں تو اسی پر حمل واضح، ہاں اگر اس کے کلام میں تصریح ہوتی
کہ اس کے سوا بیع کا کوئی مکالمہ عبد الغنی خاں نے مجھ سے نہ کیا تو یہ معنی ٹھیک ہوتے اور جب ایسا نہیں
تو عقلاً و نقلاً احتمال قاطع استدلال۔

بحث پنجم ہمیں سے ظاہر ہوا کہ یوسف علی خاں و سید شہمت علی کے بیانوں کو اظہار محمدی بیگم سے
اصلاً تنا فی نہیں، وہ دو وقت کسی اور کے ہونے کا انکار کرتی ہے، وقت مشورہ اور وقت دادن بیعنامہ
وقت ایجاب و قبول کسی کے موجود ہونے نہ ہونے کا اس کے اظہار میں کچھ ذکر نہیں اور یہ دونوں وقت
ایجاب و قبول اپنا ہونا بیان کرتے ہیں وقت قرارداد و وقت عطائے بیعنامہ سے کچھ بحث نہیں تو منافات
کہاں ہوئی اور ایسی محتمل بات مسلمانوں کی گواہی محض زوری و جعلی کیونکہ ٹھہر سکی۔

بحث ششم اگر فرض ہی کیجئے کہ گفتگوئے بیع سے محمدی بیگم کی مراد ایجاب و قبول ہی ہے جب
بھی بر بنائے مذہب صحیح کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اس کے اظہار سے

شاہین ایجاب و قبول کی شہادت پر اصلاً آنچ نہیں آتی، بیانِ سائل سے معلوم ہوا کہ محمدی یگم کا اظہار سید شہمت علی و یوسف علی خاں بلکہ تمام شہود کے اظہار سے پہلے ہوا اور امرِ بستم میں واضح ہو چکا کہ اگر محمدی یگم صراحتاً اپنے اظہار میں یوں لکھاتی کہ ایجاب و قبول کی جو شہادت دی محض جھوٹا ہے نری بناوٹ کرتا ہے اور اس کے بعد شہادت گزرتی اظہار مدعیہ یعنی محمدی یگم سے اسے کچھ مضرت نہ تھی جب مردوں کے حق میں یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعی بھول گیا تو عورات خصوصاً اس عمر میں زیادہ مستحق اس عذر کی ہیں خلاف مذہبِ مصلح امام مسلمانوں کی شہادت کو مصنوعی بتا دینے کا کوئی حق نہ تھا۔

بحث ہفتم ان اباحت سے روشن ہوا کہ یہ سات شہادتیں فی نفسہا ہر غبارِ اعتراض سے پاک و صاف ہیں رہا شہود کو غیر ثقہ و نامعتمد بتانا قطع نظر اس سے کہ اگر بے دلیل شرعی صرف اس بنا پر ہو کہ ان کی تحقیقات نہ کی گئی تو یہ کمی خود حاکم کی طرف سے ہے حاکم پر واجب ہے کہ احوالِ شہود سے خود برو جسہ کافی آگاہ نہ ہو تو خفیہ تحقیقات کرے جس سے معلوم ہو کہ ان کی شہادت قابل اعتبار شرع ہے یا نہیں اگرچہ فریقِ ثانی کی طرف سے اس کی تحریک نہ بھی ہو بے تحقیقات کے جزاً فائزہ غیر ثقہ کہہ دینے کے کوئی معنی نہیں، درمختار میں ہے :

عندہما یسأل فی الكل اذا جهل بحالہم صاحبین کے نزدیک قاضی جب گواہوں کے حالات کو نہ جانتا ہو تو اسے تمام قسم کے گواہوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا حق ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ (د ت)

ردالمحتار میں ہے : یسأل ای وجوباً (قاضی پر واجب ہے کہ معلومات حاصل کرے۔ ت)

منہ الخانی میں علامہ خیر علی سے ہے :

مقتضایا ان القاضی یأثم بترك السؤال اس کا مطلب یہ ہوا کہ معلومات حاصل نہ کرنے پر قاضی گنہگار ہوگا۔ (د ت)

بحر میں ہے :

وفي السراجیة والفتویٰ علی انه یسأل اور سرسراجیہ میں ہے کہ فتویٰ یہ ہے کہ قاضی انکے متعلق خفیہ طریقہ سے معلومات حاصل کرے (د ت)

۹۱/۲	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	کتاب الشہادات	۱۰ درمختار
۳۴۲/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	۱۰ ردالمحتار
۶۳/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	البحر الرائق	۳۰ منہ الخانی علی
۶۴/۷	" " "	"	۳۰ بحر الرائق

یہاں محلِ نظر یہ ہے کہ اسی بیعنامہ محمدی یکم کے تحقیقات میں حاکم نے انھیں شہود کی شہادت پر اعتقاد کیا اور اسی کی بنا پر یہ پابندی سرکلر بیعنامہ کو ثابت مان کر فیس اسٹامپ و تاوان رجسٹری لیا تو اب انھیں شہادتوں کو اسی ثبوت میں نامعتبر و مردود بتانے کا کوئی محلِ عمل نہ رہا جیسا کہ امرِ پنجم میں واضح ہو چکا وہ غیر ثبوت نہیں فرضاً کھلے فساق ہوتے جب حاکم خود انھیں قبول کر کے حکم کر چکا شہادت نافذ ہو گئی، امرِ ششم میں واضح ہوا کہ فاسق بھی اہل شہادت ہے پھر بعد قبولِ رد کے کیا معنی، سائل نے نہ عبارت سرکارِ پیش کی جس کی تعمیل پر حاکم کی یہ کارروائی تھی نہ اس امر کے متعلق تجویز حاکم کی یہ کارروائی تھی نہ اس امر کے متعلق تجویز حاکم کی نقلِ نظر سے گزری کہ اس قبول و تنفیذ شہادات کا حال کما تیغی منکشف ہوتا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ امر بہت قابلِ لحاظ ہے اور مخالفت ضابطہ کا جواب تو اس سے بڑا ہے واضح اگرچہ خدامِ شرع کو بحمد اللہ تعالیٰ ضوابطِ شرع مطہر کے سوا کسی ضابطے سے بحث نہیں، جب خود صاحبانِ ضابطہ ہی نے وہ سرکلر جاری کیا اور اسی کے مطابق اب بعد ظہور وجہ وجہ و اجازت و حصولِ تحقیقات مزید وہ کاغذ مثل کاغذات رجسٹری ٹھہر گیا تو مخالفتِ ضابطہ کہاں رہی، فیس و تاوان رجسٹری لینے کے بعد بھی سادہ و ساقط الاعتبار بتانا یعنی چو کیا سرکلر اس لئے وضع ہوا تھا کہ اسٹامپ کے دام رجسٹری کا تاوان سب کچھ لے لیجے اور پھر کہہ دیجئے کہ کاغذ سادہ ہے ساقط الاعتبار ہے یہ کہنا تو پیٹے ہی حاصل تھا فیس و تاوان کس بات کے لئے اور اس میں کون سا دفعہ عذر ہوا جسے مقصود عدالت بتایا جاتا ہے کیا قبل ظہور وجہ وجہ و تحقیقات مزید کاغذ سادہ کو سادہ کہا جاتا تو شکایت ہوتی اب کہ بعد ان تمام مراتب کے فیس و تاوان لے کر مصدقہ بنا کر سادہ ساقط الاعتبار کہہ دینے سے کوئی عذر باقی نہ رہا۔

بحثِ ششم قرآنِ صدق شہادات کی یوں نفی کہ نہ بیعنامے پر رجسٹری نہ کاغذ اسٹامپ کا نہ بائع کے ہاتھ کا لکھا نہ دستخط، نہ اہل محلہ و اقارب کی شہادت کہ انھیں سے بعض کو بے ثبوتی بیعنامہ کا دلیل عقلی بنایا گیا ہے اصلاً قابلِ التفات نہیں۔

اولاً یہ اعتراض خود اپنے حکم پر ہے کہ انھیں شہادات کو ذریعہ ثبوت وجہ وجہ مان کر فیس و تاوان لیا گیا۔

ثانیاً رجسٹری و اسٹامپ نہ ہونا اگر دلیل عقلی بطلانِ شہادات ہو تو انھیں کی بنا پر فیس و تاوان لے کر کاغذ کو مصدقہ رجسٹری و اسٹامپی بنانا طرفہ دہرکار رنگ ہو گا کہ مصدق ماننا تو موقوف ہوا قبولِ شہادات پر اور قبولِ شہادات مصدقہ ہونے پر۔

ثالثاً امر سوم میں واضح ہو چکا کہ اپنے لکھنے سے دوسرے پر املا اقوی ہے۔

رابعاً یہ سب زوائد و فضول باتیں ہیں شرع مطہر میں قبولِ شہادات کو وجوداً و عدماً ان باتوں سے

علاقہ نہیں، شہود اگر معتبر شرعی ہیں ان کی شہادت کا قبول واجب اگرچہ یہ امور سب متفق ہوں ورنہ نہیں
 اگرچہ یہ امور سب موجود ہوں، یہ سرسری نگاہ سے اتنے اباحت ہیں اور ہنوز بہت امور باقی ہیں کہ بحیالی
 تطویل ترک کئے۔

بالجملہ تجویز بوجہ کثیرہ غیر صحیح ہے اور اس مسئلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر ان سائے شاہدوں
 میں دو گواہ بھی معتبر شرعی ہیں خواہ وہ صرف اقرار عبد الغنی خاں کے گواہ ہوں یا صرف ایجاب و قبول کے یا
 ایک اقرار کا ایک ایجاب و قبول کا، تو از انجا کہ یہاں محمدی بیگم دونوں وجوہ ترجیح کی جامع ہے تاریخ بیع بھی
 اسی کی پہلی ہے اور قبضہ بھی اسی کا ہے لہذا ہر طرح فیصلہ بحق محمدی بیگم ہونا لازم، واللہ سبحانہ
 وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۴ از رامپور ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ کا نکاح ہوا مہر مہر مہر مہر مہر کے ساتھ،
 زید نے جائیداد مملوکہ و موجودہ خود مہر مہر مہر مہر مہر میں مستغرق کر دی اور یہ بھی اقرار کیا کہ آئندہ جو جائیداد مجھ کو کسی
 ذریعہ سے حاصل ہو تو مقدار مہر مہر مہر مہر مہر میں مستغرق و موقوف سمجھی جائے اگر یہ تحریر و اقرار زید شرعاً صحیح ہے فہو المراد،
 ورنہ جو شرعاً قابل قبول قضا ہو وہ الفاظ بنائے جائیں جو کہ لکھے جائیں جو شرعاً نافذ و جاری ہوں فقط۔

الجواب

شرعاً استغراق جائیداد بلا قبضہ جس طرح آج کل رائج ہے محض مہمل و بے معنی ہے، ہاں رہن مع قبضہ
 مرتن ضرور عقد شرعی ہے مگر وہ دخلی حرام اور اس سے نفع لینا حرام، اور زید کا وعدہ نسبت جائیداد آئندہ
 اور بھی مہمل تر ہے معدوم کی نسبت اقرار کیا معنی، مہر مہر کا دعویٰ عورت کو پیش از وقوع وطی ہر وقت پہنچتا ہے
 اور بعد وطی بھی لاں کل و طاعة معقود علیہا (کیونکہ ہر وطی پر عقد ہے۔ ت) تو جائیداد موجود مہر میں
 دے دے یا عورت کے پاس رہن شرعی کر دے اور باقی جو جائیداد پیدا ہو عورت برضاے شوہر کو نبی لیتی جائے،
 نہ دے تو نالاش و سوال اقناعی و نیلام سے کار برآی آج کل رائج ہے جس میں دو صورتیں شرعی بھی نکل سکتی
 ہیں، ایک ویانہ صرف مقدار دین کو خود نیلام میں لے کر زائد کو واپس دینا بناء علی ما افتی بہ الا ان
 من اخذ الحق من خلاف الجنس (اب موجودہ فتویٰ کی بنا پر صاحب حق اپنا حق خلاف جنس میں
 حاصل کر سکتا ہے۔ ت)، دوسرے نیلام مقدار مطالبہ سے زائد پر ہونا اور مقدار زیادت کو مدیون کالے لینا
 فانہ یكون تنفيذ البیع كما نصوا علیہ ومن یتق الله يجعل له مخرجاً (تو یہ بیع کو نافذ کرنا قرار
 پائے گا جیسا کہ فقہاء کی اس پر تصریح ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے وہ اس لئے راستہ بنا دیتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۵۵ مسئلہ محمد اللہ یا رخاں مقیم ریاست رامپور محلہ بزریا ملاظرف گھر منشی عبدالرحمن مرحوم

۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اوپر مہرتیس ہزار تیس اشرفی رائج الوقت عقد کیا اس کے بعد زید نے دو دکانیں ملو کہ اپنی عوض کل دین مہر ہندہ کو ہبہ کر دیں اور کاغذ ہبہ نامہ رجسٹری شدہ سرکاری بھی مسماۃ ہندہ نے برضا و رغبت بشہادت مردمان ثقات کے اپنے کل دین مہر کا ادا ہونا اور ایک جہ زید کے ذمہ نہ رہنا قبول کر لیا یہاں تک کہ زید کی زندگی میں دس روپیہ ماہوار کرایہ دکانوں کا گیارہ برس آٹھ مہینے سے لیتی رہی اور اب زید مر گیا اب بھی لیتی ہے اور اپنی تمام عمر لے گی، اب سائل سوال کرتا ہے کہ زید نے ہبہ نامہ میں تفصیل تیس ہزار تیس اشرفی کی نہیں لکھی ہے اور جو قرار پایا تھا تو اب زید نے یوں لکھا دیا کہ مسماۃ ہندہ کے کل دین مہر کے ادا ہونے کے بدلے یہ دکانیں مجھ زید نے لکھ دیں اب ایک جہ میرے ذمہ دین مہر مسماۃ ہندہ کا دینا باقی نہ رہا، پس لفظ کل کے تحریر کرنے سے زید بری الذمہ ہو گیا یا نہیں، اب زید مر گیا، مسماۃ ہندہ نے دو ہزار روپیہ کی بابت مہر کی پھر نالش کر دی ہے، یہ دعویٰ مسماۃ ہندہ کو عدالت میں پہنچا ہے یا نہیں؟

الجواب

دعویٰ مذکورہ محض باطل و نامسموع ہے، جب ہبہ کل مہر کے عوض ہندہ نے قبول کر لیا کل مہر بحکم مقاصد ساقط ہو گیا اب اس میں سے کسی جز کا دعویٰ صریح ظلم ہے،

فان الهبة بالعوض بيع ابتداء وانتهاء
كما في الدر المختار والمشتري لا يبق
له ملك في شئ من الثمن وامثال
المقام لا تحتاج الى التسمية بل ولا الى علم
المقدار لعدم الحاجة الى التسليم والتسلم
في الهندية هذا بيع لا يحتاج فيه الى
التسليم وبيع ما لم يعلم البائع والمشتري
مقداراً اذا كانت لا يحتاج فيه
تو بیشک ہبہ بالعوض ابتداء و انتہاء بیع ہے جیسا کہ
در مختار میں ہے اور خریدار کی ادا کردہ ثمن میں ملکیت
ختم ہو جائے گی، ایسے مقامات پر بیع و بیع کا ذکر
بلکہ مقدار بیع کا علم بھی ضروری نہیں کیونکہ یہاں
لینا دینا کچھ نہیں ہوتا، ہندیہ میں ہے کہ یہ ایسی
بیع ہے جس میں کچھ سونپنے کی ضرورت ہے نہ ہی بیع
کی مقدار کا جاننا بائع یا مشتری کو ضروری ہے
تو جس بیع میں سونپنا اور قبضہ دینا نہ ہو تو وہاں مقدار

الحی التسلیم جائز الا یری ان من اقرانه
 غضب من فلان شیئا او اقوات فلانا
 او دعه شیئا ثم انت المقر اشتری
 ذلك الشئ من المقر له جاز وان کانت
 لا یعرفان مقدارہ - واللہ اعلم۔

کے علم کے بغیر بیع جائز ہے، کیا دیکھا نہیں کہ کوئی
 شخص اقرار کرے کہ میں نے فلان کی چیز غضب
 کی ہے یا یہ اقرار کرے اس نے میرے پاس امانت
 رکھی پھر اقرار کرنا والا مقر لے وہ چیز خرید لے تو جائز ہے
 اگرچہ دونوں کو چیز کی مقدار کا علم نہ ہو۔ واللہ

تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶ از شکر گوالیار محلہ یکہ مرسلہ محمد بخش ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس معاملے میں کہ مسماۃ تحرہ نے اپنے شوہر پر اس بیان سے طلاق کا دعویٰ
 پیش کیا ہے کہ میرے شوہر نے مجھ کو دگی چار عورتوں کے ایک جلسہ میں مجھ کو تین بار طلاق دی اس کو عرصہ
 دو مہینے کا ہوا اب ان چار عورتوں میں ایک عورت زمانہ طلاق کا تھینا ڈیڑھ سال بیان کرتی ہے اور دوسری
 عورت سوایا ڈیڑھ سال کہتی ہے اور باقی دو عورتوں کی نسبت مسماۃ کا یہ بیان ہے کہ مجھ کو ان کی شہادت
 دلانا منظور نہیں، علاوہ ان کے دو مرد مسلمان اور تین مرد ہندو جن کی نسبت مسماۃ سننے نہ سننے کی لاعلمی بیان کرتی
 ہے ان میں ایک گواہ زمانہ طلاق کا چودہ پندرہ ماہ کا بیان کرتا ہے اور دوسرا قریب دو سال بیان کرتا ہے اور
 تین ہندو کوئی سو اب برس کوئی ڈیڑھ برس اور مسماۃ زمانہ طلاق کا دو مہینے کا بتاتی ہے اور شوہر کو طلاق لینے سے
 انکار ہے، پس اس صورت میں مسماۃ کا دعویٰ طلاق کا شہادت مذکور سے شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بتینو التوجہ و

الجواب

مسلمانوں پر کسی معاملے میں ہنود کی گواہی اصلاً معتبر نہیں، نہ تنہا عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت
 ہو سکے کم سے کم دو مسلمان مرد عاقل بالغ متقی پر ہیز گار یا ایک مرد و دو عورتیں سب مسلمان عاقل بالغ متقی
 پر ہیز گار و رکاربین اگر ایسے گواہ نہیں تو شوہر سے قسم لی جائے اگر وہ قسم کھا کر طلاق ہونے سے انکار کر دے
 دعویٰ تحرہ رد ہو جائے گا اور اگر شوہر قسم نہ کھائے تو طلاق ثابت ہو جائے گی اور اگر ویسے گواہ شرعی موجود ہیں
 تو دعویٰ طلاق آپ ہی ثابت ہے اور مدعیہ و گواہان اور نیز باہم گواہوں کا زمانہ طلاق میں اختلاف کچھ
 مضر شہادت نہیں، درمختار میں ہے:

یشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلماً

اگر مدعی علیہ مسلمان ہو تو گواہوں کا مسلمان ہونا شرط

ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

ونصابہا للنکاح و طلاق و جلان اور جل
وامراتان ولا تقبل شہادۃ اربع
بلا رجل اھ مختصراً۔
نکاح و طلاق کے لئے نصاب شہادت دو مرد یا
ایک مرد اور دو عورتیں، مرد کے بغیر چار عورتوں
کی شہادت مقبول نہ ہوگی اھ مختصراً (ت)

عالمگیری میں ہے :

اختلفا فی الوقت او المكان فان كان
المشهود به قولاً محضاً كالبيع والاعارة
والطلاق والعقاق جازت شہادۃ ھما اھ
ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اگر دونوں گواہوں کا وقت یا مکان میں اختلاف
ہو اور شہادت والا معاملہ گفتگو سے متعلق ہو مثلاً
بیع، اجارہ، طلاق اور عقاق، تو یہ شہادت جائز
ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور مرسلہ منشی واحد علی صاحب پیشکار محکمہ مال ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں :

(۱) جو ضوابط و احکام واسطہ فیصلہ خصومات اور رجوع نالش کے خلیفہ یا قاضی وقت نے مقرر
کئے ہیں ان کی پابندی حاکم کو شرعاً لازم و واجب ہے یا نہیں؟ بئینوا تو جروا۔

(۲) زید نے اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ (عمر و شہر سے باہر گئے ہیں) از روئے احکام شرعی الفاظ مذکورہ سے
فرار عمر و ثابت ہے یا نہیں بلکہ صرف معمولی طور پر جاننا پایا جاتا ہے۔ بئینوا تو جروا۔

الجواب

(۱) والی ملک حاکم اسلام یا اس کے یہاں کے افسر بالادست مثل قاضی القضاۃ نے جسے
اس نے لوگوں کو عہدہ قضا پر اپنے دستخطوں سے مقرر کر دینے کا اختیار دیا ہو یا جملہ جس کے نصب سے
حاکم شرعاً حاکم ہو جاتا ہے اور بے رضائے فریقین فیصلہ کرنے کا اختیار پاتا ہے ایسے شخص نے جس کے نصب
میں جو شرائط حکم قضا کے لئے لگائے ہوں یا سلطان خواہ اس کے ماذون مجاز نے جسے وضع ضوابط کا اختیار
ہو جو ضابطہ فیصلہ خصومات و رجوع مقدمات کے واسطہ مقرر کئے ہوں ان کی پابندی صورت اولے میں
اس خاص حاکم اور ثانیہ میں اس ریاست کے تمام حکام پر خواہی خواہی ضرور ہے، ان کے خلاف جو فیصلہ

ہوگا سراسر مردود و بے اثر و نامعتبر ہوگا جیسے کسی راہ چلے گا کوئی فیصلہ بطور ثبوت و کر دینا۔ درمختار میں ہے:

القضاء يتخصص بزمان ومكان وخصوصة
حتى لو امر السلطان بعد مسماع الدعوى
بعد خمسة عشر سنة فسمعها لم ينفذ
حقہ کہ اگر سلطان نے حکم دیا کہ پندرہ سال گزر جانے
کے بعد دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی تو کسی قاضی نے یہ
سماعت کی تو فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

عزاه في الاشباه الى الخلاصة وقال في الفتح
الولاية تقبل التقليد والتعليق بالشرط
اشباه میں اس کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے اور
فتح میں فرمایا کہ ولایت شرط کے ساتھ مقید اور معلق
ہو سکتی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فيكون القاضي معزولا عن سماعها لما علمت
من ان القضاء يتخصص
یاں اگر ان دو صورتوں کے سوا کسی قاضی غیر مجاز نے بے اذن والی بطور خود کچھ ضوابط مقرر کئے ہوں تو ان کی پابندی
کسی پر لازم نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) الفاظ مذکورہ سے فرار و غرور پر گزشتہ ثابت نہیں، ”باہر جانا“ ترجمہ خروج کا ہے اور خسار کا ترجمہ
”بھاگ جانا“ خروج سے ”فرار“ ہرگز لازم نہیں۔ اللہ عزوجل ذکر یا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں
فرماتا ہے:

فخرج على قومه من المحراب
اپنی قوم پر محراب سے باہر آئے۔

اللہ تعالیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام
باہر جاؤ تو اپنا منہ کعبے کی طرف کرو۔

۱۵	درمختار	کتاب القضاء	فصل فی الجیس	مطبع مجتہدانی دہلی	۸۱/۲
۱۶	ردالمحتار	”	”	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۴۲/۴
۱۷	”	”	”	”	۳۴۳/۴

۱۸ القرآن الکریم ۱۱/۱۹

۱۹ ” ۱۳۹/۲

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرماتا ہے :

ان کنتم خرجتم جہاداً فی سبیلہ وابتغاء مرضاتی بہ
اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری مرضی چاہتے ہو تو کافروں سے دوستی نہ کرو۔

ظاہر ہے کہ بھاگ جانے میں باہر جانے سے ایک امر زائد ہے اور زیادت بے ثبوت زائد ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی، ہلایہ وغیرہ کتب مذہب میں جا بجا ہے الاقل هو المتقین (قلیل یقینی امر ہوتا ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ از ریاست ٹونک محلہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ظہور اللہ صاحب ۱۷ شوال ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بلا وصول دین مہر خود دہی بکر زوج اپنے کے فوت ہو گئی اس نے ایک بکر زوج خود اور دو پسیر ایک عمر اور دوسرا زید وارث چھوڑے، بعد تین آٹھ سال کے عمر و بھی فوت ہو گیا اور اس نے ایک زوجہ اور دو پسیر اور دو دختر وارث چھوڑے، اب زوجہ عمر و نسبت بکر خسر خود کے اس طرح سے دعویٰ رہی کہ میرا دین مہر میرے زوج عمر و کے ذمہ چاہئے اور عمر و کی والدہ ہندہ کا دین مہر ذمہ بکر خسر میرے کے واجب ہے جس میں عمر و کا بھی حصہ ہے پس اس کے حصہ میں سے اول یہ دین مہر مجھ کو وصول کرایا جا کر باقی اس کا مجھ کو اور دو پسیر اور دو دختر اولاد عمر و پر ہوائی فرما لیں اللہ تقسیم کیا چاہئے، بکواب مطالبہ ہذا بکر پر عمر و کو یہ عذر ہے کہ دعویٰ زوجہ عمر و کا دو طرح سے مجھ پر نہیں پہنچتا اول تو یہ کہ زوجہ عمر و وارث ہندہ کی نہیں دوسرے بقول اس کے اس کا دین مہر اپنے زوج عمر و پر ہے اور عمر و کی والدہ ہندہ کا دین مہر مجھ بکر پر بقول اس کے باقی ہے تو گویا دعویٰ اس کا دیون کے دیون پر ہوا جو عند الشرع قابل سماعت نہیں بموجب اس روایت کے :

لواقام البینۃ علی مدیون مدیونہ لا یقبل ولا یملک اخذ الدین کذا فی الخلاصۃ۔
اگر کسی نے اپنے مقروض کے مقروض پر گواہی پیش کی تو مقبول نہ ہوگی اور وہ قرض حاصل کرنے کا حقدار نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے (ت)

صورت مسئلہ میں اگر جواب بکر کا موافق کتاب کے ہے تو اس استفتا پر مواہیر ثبت فرمائی جائیں اور اگر خلاف شرع بکر کا جواب ہے تو اس کا حکم مع روایت ذیل میں قلمبند فرمایا جا کر مواہیر ثبت فرمائی جائیں

بیّنوا تو جسدوا (بیان کرو و اجر دے جاؤ گے۔ ت)۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں زوجہ عمر و کا دعویٰ صحیح و مسموع اور بکر کے عذرات باطل و مدفوع ہیں، زوجہ عمر و ضرور وارثہ ہندہ نہیں مگر اب وہ دین بھی دین ہندہ نہیں فان الموت ناقل للملك (کیونکہ موت ملکیت کو منتقل کرتی ہے۔ ت) بعد موت ہندہ بقدر حصہ عمر و دین عسر و ہوا اور زوجہ عمر و وارثہ عمر و بھی ہے اور دائنہ بھی مہر زوجہ وغیرہ دیون کہ ذمہ عمر و ہوں جبکہ محیط ترکہ نہ ہوں تو باقی بعد انفاذ وصایا علی حسب الفرائض خود ملک ورثہ ہے جن میں زوجہ بھی ہے تو اس قدر میں بکر خود دیون زوجہ عمر و ہے نہ دیون دیون اور قدر دیون مہر وغیرہ میں اگرچہ ترکہ ملک عمر و پر باقی رکھا جائے لافضا فہا الی حاجۃ المیت (میت کی اپنی ذات کیلئے ترکہ منتقل ہونے کی وجہ سے) مگر دائن میت و دیون میت جبکہ دونوں وارثان میت ہوں تو ایسے دائن کا ایسے دیون مدیون پر دعویٰ قطعاً مسموع و مقبول ہے، عدم سماع یا عدم قضا اس صورت میں ہے کہ وہ دونوں یا ان میں ایک میت سے اجنبی ہو۔ تحقیق مقام کہ یہ دائن میت کو دیون میت پر دعویٰ کر کے وصول پاسکے کے لئے دو باتوں کی حاجت ہے :

اولاً میت کا دین اس پر ثابت کرے اور جب یہ میت سے اجنبی ہے اسے ملک میت مدیون میت پر ثابت کرنے کا کیا استحقاق ہے فانہ لا یصلح خصماً عنہ (کیونکہ وہ اس کا فریق بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا) اس کے لئے میت کے وصی یا وارث کا دعویٰ درکار ہے۔

ثانیاً اپنا دین میت پر ثابت کرے اور جب مدعا علیہ میت سے اجنبی ہے میت پر اثبات دین کے لئے اس کا حضور کافی نہیں فانہ لا یقدّم خصماً عنہ (کیونکہ یہ بطور فریق اس کی طرف پیش نہیں ہو سکتا) میت کا جو کوئی وصی یا وارث ہو تو میت پر دین ثابت کرنے کے لئے ان میں کسی کا حاضر ہونا ضرور ہے عسر و عدم سماع کی وجہ عدم امکان ثابت ہے اگر دونوں امر کا ثبوت کسی طرح ہو جائے تو دعویٰ ضرور قابل قبول ہے ولہذا اگر دین دائن ذمہ میت نزد قاضی ثابت ہو اور دیون میت مدیون میت ہونے کا اقرار کرے تو قاضی مدیون میت سے دائن میت کو دین دلا دے گا، خلاصہ و ہندیہ میں ہے :

لو اقام البینۃ علی مدیون مدیونہ	اگر اپنے مقروض کے مقروض پر گواہی پیش کی تو مقبول
لا تقبل ولا یملك اخذ الدین منہ	نہ ہوگی اور وہ قرض وصول کرنے کا حقدار نہ ہوگا
اما اذا ثبت الدین فی ترکتہ عند القاضی	لیکن جب میت کے ترکہ میں قرض (کسی پر) قاضی
واقصر اجل عند القاضی ان	کے ہاں ثابت ہو جائے اور قرضدار شخص یہ اقرار کرے

خزانۃ المفتین میں ہے :

لو ادعی علی المیت دینا بحضرة احد الورثة
 یثبت الدین فی حق الكل وكذا الوادعی احد
 الورثة دینا علی انسان للمیت واقام بیئنة
 یثبت الدین فی حق الكل ویدفع الی الحاضر
 نصیبہ مشاعاً الخ۔
 اگر کسی نے میت پر قرض کا دعویٰ کر کے ورثاء میں سے
 ایک کی موجودگی میں ثابت کر دیا تو وہ قرض تمام ورثاء
 پر ثابت ہو جائے گا اور یونہی ورثاء میں سے ایک
 نے اپنے والد کا قرض کسی شخص پر ثابت کر دیا اور گواہ
 بھی پیش کر دے تو یہ قرض تمام ورثاء کے حق میں
 ثابت ہو جائے گا اور ثابت کرنے والے موجود وارث کو غیر منقسم حصہ کے طور پر بطور حصہ اس کو دے دیا جائیگا الخ۔
 لاجرم جامع الفصولین میں فتاویٰ امام رشید الدین سے نقل کیا :

لا یملك الدائن اثبات الدین علی مدیون
 المیت ولا علی الموصی له ولو اثبت علی
 من یصح اثباته علیہ کو صی و وراث
 ثبت له حق الاستیفاء منهما ولو انکر
 وراثته وجود تركة بیداء فللدائن
 اثباتها لا لو اجنبیا فلا تقبل علیہ بیئنة
 الدائن اذ لیس بخصم فی اثبات
 الملك للمیت الخ۔
 میت کے قرض خواہ کو میت کے مقروض یا موصیٰ لہ پر
 قرض ثابت کرنے کا اختیار نہیں اور اگر اس نے
 ایسے شخص پر قرض ثابت کر دیا جس پر اثبات سے وہی
 اور وارث کے لئے حق ثابت ہو جاتا ہے تو اس کو
 وہی اور وارث سے اپنا قرض وصول کرنے کا حق
 ہوگا اور اگر وارث میت کا ترکہ اپنے قبضہ میں ہونے
 سے انکار کر دے تو قرض خواہ کو قبضہ کے اثبات کا
 حق ہوگا اور اگر اجنبی شخص انکار کرے تو اس کے
 خلاف قرض خواہ کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ وہ اجنبی میت کی ملکیت کے اثبات میں فرق نہیں ہے (ت)
 پس صورت مسئلہ میں زوجہ عمر کا دعویٰ ضرور صحیح ہے مگر مہر ہندہ سے جس قدر حصہ عمر و ہو اس
 میں سے وہ مقدار کہ ترکہ عمر و سے خود حصہ بکر ہوتی چھوڑ کر باقی پر دعویٰ پہنچے گا،
 لانہا لا دعویٰ لہا ولا فی الذی
 لزوجہا وما کانت لزوجہا قد سقط
 منه ما ورثہ منه ابوة کما
 کیونکہ اس میں خود بیوی کو اور نہ ہی اس کے خاوند
 کے حصہ میں دعویٰ ہے اور جو خاوند کا حصہ تھا
 اس میں سے والد جتنے کا وارث بنا ساقط ہو جائیگا

سقط اولاً الربع من مهر هندة لصيروت
حق المديون بنفسه وهو الزوج -
والله تعالى اعلم -

جس طرح اولاً اس میں سے چوتھائی حصہ ہندہ کے
مہر کا سقط ہو گیا ہے اس وجہ سے کہ وہ خود
مدیون کا حق بن گیا اور وہ خود خاوند ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بریلی محکمہ گندہ نالہ مرسلہ ظہور حسن ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

زید و ہندہ نے جو حقیقی بہن زید کی ہے خالد کو ایک دستاویز لکھ دی ہندہ کی طرف سے جو ناخواندہ
ہے اور پردہ نشین ہے زید اس کے حقیقی بھائی نے دستخط کی بایں عبارت (ہندہ بقلم زید) اس دستاویز
میں لکھا کہ زرمندرجہ دستاویز ہم نے وصول پالیا ایسا ہی زید نے لکھا بلا تفریق مقدار روپیہ کے اور دونوں نے
جائد وغیرہ منقولہ مکفول کی وقت رجسٹری کے ہندہ نے اقرار تحریر دستاویز اور وصولیابی زرمندرجہ دستاویز
سے اقرار کیا اور چونکہ ہندہ ناخواندہ اور پردہ نشین ہے زید نے ہندہ کی طرف سے حسب بالا دستخط کر دی اب
خالد نے دونوں سے مطالبہ دستاویز کیا اور شناخت ہندہ کی اس کے دوسرے بھائی حقیقی اور بھتیجہ نے کی
کہ مسماۃ مقررہ و نویسنده دستاویز ہندہ ہے جس نے اقرار کیا ہے خالد مطالبہ دستاویز کا دونوں مدیون
سے کرتا ہے ہندہ یہ عذر کرتی ہے کہ میں نے روپیہ نہیں لیا اور دستاویز پر نہ میرے دستخط ہیں اور نہ نشانی
ہے زید میرا بھائی میری دستخط کرنے کا مجاز نہ تھا اور ہندہ ایک نظربانی کورٹ کی پیش کرتی ہے جس کا یہ
مضمون ہے کہ صرف اقرار وصولیابی زر کا فی نہیں ہے جب تک کہ مدیون کے دستخط یا نشانی نہ ہو۔

سوال : آیا اقرار تحریر دستاویز و اقرار وصولیابی زرمندرجہ دستاویز جو سامنے مصدق دستاویز کے
ہندہ نے کیا ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو رائے حکام انگلشیہ ہائیکورٹ عدالت انگریزی کو
بمقابلہ حکم شرعی کے فوقیت دی جائے گی یا نہیں اور ہندہ پر پابندی اپنے اقرار کی شرعاً لازم ہے یا یہ کہ پابندی
حکم ہائیکورٹ کی اور دائرہ مدیون یعنی دونوں فریق تابع شریعت اسلام ہیں اور کوئی فریق منکر شرع شریعت
کا نہیں ہے۔

الجواب

حکم اللہ و رسول کے لئے ہے جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الحکم الا للہ (حکم نہیں مگر
اللہ کا۔ ت) جب ہندہ منکر ہے تو شہادت عادلہ شریعہ دو مرد یا ایک مرد و عورت ثقہ کی درکار ہے

کہ ہندہ نے ہمارے سامنے روپیہ لیا ہمارے سامنے اقرار کیا فقط دستاویز اگرچہ خود ہندہ کے دستخط بقلم خود اس پر لکھے ہوتے یا اہلکار جسٹری کی تحریر کہ میرے سامنے اقرار کیا اصلاً کافی نہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :

القاضی انما یقضى بالحجة والحجة هی البینة او لاقرا ما الصک فلا یصلح حجة۔
قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ کر سکتا ہے اور حجت، گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے اور رسید کسی طرح حجت نہیں بن سکتی۔ (ت)

دبا یہ کہ ہندہ کس چیز کی پابندی کرے ہندہ اپنے معاملہ کو خوب جانتی ہے اگر واقعی اس پر روپیہ عند اللہ چاہتے تو اسے انکار کرنا سخت حرام ہے اس پر فرض ہے کہ حق کو قبول کرے اور عند اللہ نہ چاہتے تو اگرچہ اس نے کسی دباؤ سے یا ناواقفی سے یا کسی وجہ سے اقرار غلط کر دیا ہو اس کی پابندی اس پر اصلاً لازم نہیں، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ از رام پور متصل زیارت شاہ ولی اللہ صاحب مرسلہ حافظ مولوی عنایت اللہ خاں صاحب ۱۶ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

سوال اول : زید اور عمرو نویت طرز عمل تزکیہ شہود میں مختلف الاقوال ہیں، زید کہتا ہے کہ تین طرح سے قاضی شاہد کے چال چلن کے بابت تحقیق و دریافت کر سکتا ہے، رسول بھیج کر یا رقعہ مزکی کے نام بھیج کر یا خود قاضی موقع پر جا کر مصلیان مسجد محلہ یا دیگر اشخاص اہل محلہ سے، اور اس تیسری صورت میں قاضی پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس شخص کو کہ وہ جانتا ہو مخصوص اسی سے دریافت حال شاہد کرے بلکہ نمازی صورت ہو شخص غیر معلوم سے بھی وہ دریافت حال کر سکتا ہے، اور اس شخص مجہول الحال کے نام دریافت کرنے یا اس کا نام دفتر قضا میں برائے علم آئندہ درج کرنے کی قاضی کو کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ تحقیقات قاضی برسر موقع قاضی کے اطمینان اور مقدمہ کے فیصلہ کرنے کے لئے رائے قائم کرنے کو شرعاً کافی ہے انتہی کلام۔
عمرو کا یہ بیان ہے کہ شرعی اصول پر بقول صاحبین تزکیہ شہود کا دو طرح سے ہو سکتا ہے سراً و علانیۃ جو کتاب الشہادۃ غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار و دیگر کتب فقہیہ میں بصراحت مذکور ہے، یہ بھی بیان عمرو کا ہے کہ مزکی ایسا شخص ہو جو لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہو اور ان سے اختلاط رکھتا ہو اور بنفسہ عادل ہو اور جرح و غیر جرح میں

لے فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل دعوی الوقف نوکسور لکھنؤ ۴۲/۴
الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الدعوی والشہادۃ الخ ادارة القرآن کراچی ۳۳۸/۱

فرق کر سکتا ہو یا کجی اور مفلس نہ ہو۔ قاضی علی الخصوص ایسے ہی شخص کو جو بصفات مذکورہ متصف ہو مگر مقرر کر سکتا ہے، پس اس امر میں دو قسم کی واقفیت ضرور ہے ایک بذاتہ علم قاضی بصفات منتسبہ الی المزکی۔ دوسرے اطلاع مزکی نسبت احوال مشہود مطلوبہ التزکیہ بعد تشریح اقوال زید و عمرو مفسیان شرع شریف سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ از روئے شرع زید کا قول صحیح اور قابل عمل ہے یا غلط و جواب صاف بحوالہ روایات مستندہ کتب فقیہہ عنایت ہو۔

سوال دوم: زید کا قول ہے کہ اگر کسی ضرورت سے قاضی برسر موقع تحقیقات کرے تو جو گواہ موقع پر جمع ہوں وہ علیحدہ بٹھلائے جائیں اور ان میں سے ایک ایک شخص کو قاضی اپنے روبرو طلب کر کے ضرور سوالات کرے، اور فریقین یا وکلار فریقین کو بھی موقع سوالات و جرح کا دیا جاوے، سب اہل محملہ کو ایک جلسہ میں ان سے قاضی کے دریافت حال کرتے ہیں یہ نقص ہے کہ سب لوگ حال مستفسرہ کو یکجا نہ ہو کر کہیں گے اور اس صورت میں اصلی واقعہ کا انکشاف قابل اطمینان نہ ہوگا، بیکر کہتا ہے کہ جیسا زید کہتا ہے ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ قاضی ایک ہی جلسہ میں کل گواہان سے دریافت حال کر کے قلم بند کر کے قاضی کا ایسا کرنا خلاف شرع نہیں ہے۔ یہ تحقیقات قاضی کے اطمینان کے واسطے ہے، مفسیان شرع شریف سے یہ التماس ہے کہ از روئے شرع مبارک زید کا قول قابل عمل ہے یا بیکر کا؟ بحوالہ کتب و عبارت جواب عنایت ہو۔

الجواب

(۱) زید کا قول باطل ہے مزکی کا عادل ہونا ضروری ہے، مجہول الحال خود محتاج تزکیہ ہے وہ دوسرے کا تزکیہ کیا کر سکتا ہے بمعین الحکام میں ہے :

ينبغي للقاضي ان يختار للمسألة عن الشهود
من هو اوثق الناس و اوسعهم ديانة
واعظمهم دراية واكثرهم خبرة
واعلمهم بالتمييز فطنة فيولىه
المسألة لان القاضي مأمور بالتفحص عن
العدالة فيجب عليه المبالغة والاحتياط
فيه اه

گواہوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے قاضی ایسے حضرات کو مقرر کرے جو مناسب ترین دیانت میں متقی، سمجھداری میں بڑے، خبرداری میں کثیر، اور پرکھنے کا زیادہ علم رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں کو یہ معاملہ سپرد کرے کیونکہ قاضی گواہوں کے عدل کو معلوم کرنے کا پابند ہے، تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس معاملہ میں مبالغہ اور احتیاط سے کام لے لے

رد المحتار مسئلہ تعدیل الخصم للشہود بیان مذہب امام میں ہے :

تزکیۃ الکاذب الفاسق لا تصح^۱ جھوٹے اور فاسق کو گواہوں کا تزکیہ درست نہیں (ت)

نیز مذہب صاحبین میں ہے :

تصح ان کان من اہلہ (ای اہل التعدیل) تزکیہ کرنے والا اہل ہو تو صحیح ہے یعنی تزکیہ گواہوں کو عادل ثابت کرنا تب صحیح ہوگا جب وہ خود عادل ہو۔^(ت) بان کان عدلاً^۲

ظاہر ہوا کہ مرکی میں عدالت باتفاق ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شرط ہے، تہذیب پھر بحر الرائق پھر درمختار میں ہے :

الجهول لا يعرف المجہول^۳ مجہول الحال کسی مجہول کو معلوم نہیں کر سکتا۔ (ت)

خانیہ و ہندیہ میں ہے :

ان کان فاسقا و مستورا لا یصح تعدیلہ^۴ مرکی اگر فاسق یا مستور الحال ہو تو عادل قرار نہیں دیا جاتا۔ (ت)

اگر شاہد کے ہمسایگان مسکن و بازار و اہل محلہ میں کوئی ثقت نہ ملے نہ اس کے بارے میں کوئی قوت صحیح شرعی ہو تو قاضی اہل محلہ کے بیان پر دو شرط سے اعتماد کر سکتا ہے ایک یہ کہ وہ سب بالاتفاق یک زبان ایک ہی بات کہتے ہوں سب اسے عادل کہیں یا سب مجروح ہی بتاتے ہوں، دوسرے یہ کہ قاضی کے قلب میں آئے کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں تو اس وقت ان کا اتفاق مع اس تحریری کے قائم مقام قوت ہو جائے گا اور تو اترا میں عدالت کی حاجت نہیں، نہ یہ کہ جس نمازی صورت محلہ والے مجہول الحال سے چاہیں پوچھ لے اور یہی کافی ہو یہ محض افتراء زید ہے۔ محیط و عالمگیر میں ہے :

ان لم یجد فی حیوانہ و اہل سوقہ من یصلح للتعدیل بل یسأل اہل محلۃ، و انت وجد کلہم غیر ثقات یعتمد فی ذلک علی تواتر الاخبار، و اگر پڑوس اور بازار والوں میں کسی کو تعدیل کا اہل نہ پائے تو پھر قاضی اہل محلہ کے متعلق سوال و استفسار کرے اگر ان میں سے کسی کو بھی اہل نہ پائے تو پھر گواہوں کے متعلق متواتر خبروں پر اعتماد کرے

۱۔ رد المحتار	کتاب الشهادات	احیاء التراث العربی بیروت	۳۷۳/م
۲۔	"	"	۳۷۳/م
۳۔ درمختار بحوالہ البحر عن التہذیب	"	مطبع مجتہبی دہلی	۹۱/۲
۴۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ قاضیخان	"	ابواب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور	۵۲۷/م

کذلک اذا سأل جيرانه واهل محله
وهم غير ثقات فاتفقوا على تعديله
او جرحه ووقع في قلبه انهم صدقوا كان
ذلك بمنزلة تواتر الاخبار
اور یوں ہی جب گواہوں کے پڑوس اور اہل محلہ سے
پوچھا حالانکہ یہ تمام لوگ خود غیر ثقتہ ہیں، اور وہ تمام
گواہوں کو عادل بتاتے ہیں یا مجروح بتاتے ہیں تو
قاضی اگر ان کو سچا سمجھتا ہے تو ان کے قول پر عمل
کر لے یہ بھی متواتر خبروں کی طرح ہے (ت)

عمر و صفات مزکی میں بیان کیں قاضی کو مناسب ہے کہ ایسے ہی شخص کو مزکی مقرر کرے طامع و مفلس
نہ ہونا اور لوگوں سے اختلاف شرائط اولویت میں جبکہ ان سے راجح و صفت مثل علم فقہ ان کے معارض نہ ہو مثلاً
محلہ میں فقیر گوشہ گزین عالم دین ہے اور غنی مخالط الناس جاہل تو عالم ہی کو مزکی کرے کہ وصف علم سب پر راجح
اور اس میں زیادہ حاجت ہے گوشہ گزین اپنے معتمدین سے پوچھ کر تکیہ کر سکتا ہے اور جاہل کو اسباب جرح و
تعدیل میں اکتیاز و شمار۔ محیط و ہندیہ میں ہے :

ينبغي للقاضي ان يختار للنسالة عن الشهود
من كان عدلاً صاحب خبرة بالناس و
ان لا يكون طماعاً و ينبغي ان يكون فقيهاً
يعرف اسباب الجرح والتعديل وان يكون
غنياً وان وجد عالماً فقيهاً و غنياً ثقة
غير عالم او عالماً ثقة لا يخالط الناس
وثقة غير عالم يخالط الناس اختار
العالم والله تعالى اعلم۔

قاضی کو مناسب ہے کہ گواہوں کی تعدیل کیلئے ایسے
لوگوں کو مقرر کرے جو خود عادل اور خبردار ہوں اور
دولہ لکھی نہ ہوں، بہتر ہے کہ وہ فقہ والے ہوں تاکہ
جرح و تعدیل کے اسباب کو پہچانتے ہوں اگر وہ غنی ہوں
تو بہتر ہے اگر عالم فقیر ہو اور غنی ثقہ ہو اور عالم نہ ہو
یا عالم ثقہ ہو لیکن لوگوں سے میل جول نہیں اور غیر عالم
ثقہ ہے اور لوگوں سے میل جول رکھتا ہے تو ان حالات
میں عالم کو ترجیح دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

(۲) حق یہ کہ یہ امر رائے قاضی پر مفوض ہے اگر گواہوں پر کوئی بدگمانی ہو تو قاضی پر واجب ہے کہ انہیں
بجاء اداائے شہادت کا حکم دے مگر دو عورتوں کہ ان کی شہادت مل کر شرعاً بجائے شہادت واحدہ ہے ان
میں تفریق نہیں لقولہ تعالیٰ ان تفضل احدہما فتذکوا احدہما الاخری (اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق
کہ عورتوں میں سے ایک غلطی کرے تو دوسری یاد دلائے۔ ت) اور اگر قاضی کو اطمینان کافی ہو کہ یہ لوگ اہل صدق و

دیانت میں ہر ایک اپنے علم کے مطابق شہادت دے گا نہ کہ دوسرے کی سنی سیکھی پر تو تفریق کی حاجت نہیں
مگر اس زمانے میں ایسا اطمینان شاذ و نادر ہے۔ مبسوط امام محمد پھر محیط پھر عالمگیر یہ ہیں :
اذا ارتاب القاضی فی امر الشہود فرب بینہم قاضی کو گواہوں کے متعلق شک ہو تو جدا جدا کر کے
ولایسعه غیر ذلک شہادت لے، اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں (ت)
در مختار میں ہے :

(درجل وامرأتان) ولایفرق بینہما لقولہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تو عورتوں کو جدا جدا
تعالیٰ فتذکر احدہما الاخریٰ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ دونوں ایک دوسری
کو یاد دلائیں (ت)

رہے وکلاء کے سوالات جرح کا حاصل چار طرف سے گھیر کر گھبرا لینا اور سچے کو خواہی خواہی جھوٹا
بنا چھوڑنا ہے یہ سخت بدعت شنیعہ مردودہ ہے اس سے احتراز فرض ہے کہ ہمیں اکرام شہود کا حکم ہے اور یہ خاص
ایمانت، خطیب و ابن عساکر اور مالک نے اپنے جہز میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

اكرموا الشہود فان اللہ یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلمۃ واللہ
بہم المحقوق ویدفع بہم الظلمۃ واللہ گواہوں کا احترام کرو کیونکہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ
بندوں کے حقوق ظاہر فرماتا ہے اور ظلم کو دفع
تعالیٰ اعلم۔ فرماتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۶۳ مسلمہ از رامپور راج دوارہ مرسلہ عبدالرحمن خاں ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید و عمرو نے دعویٰ حصہ موروثی مکانات کا باشتنائے
بعض عملہ مکانات کے دار کیا اور گواہان نے بلا اشتنائے عملہ کے مکانات بحیثیت موجودہ کو مملوکہ مورث
قرار دیا پس یہ شہادت شہادت علی الزیادہ ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ جب مدعی نے اشتنا کیا اور لکھ دیا کہ
فلاں عملہ فلاں کا ہے پس اس کا دعویٰ مدعی کر سکتا ہے یا نہیں۔ سوم یہ کہ شہادت شاہد کی جب بعض مدعا بہا میں
مردود عند القاضی قرار پائے تو باقی میں قابل قبول ہے یا نہیں ؟ بتیو اتوجروا۔

۱۵ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس عشر فورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۵/۳
۱۶ در مختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۲
۱۷ تاریخ بغداد ترجمہ ۳۱۷۷ ابراہیم بن عبد الصمد دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۸/۶
۱۸ تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ احمد بن محمد الکلبی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵۳/۱

الجواب

اظہار سائل و ملاحظہ فیصلہ متعلقہ مقدمہ سے واضح ہوا کہ مدعیان نے حصہ مکان مدعا بہا بذریعہ وراثت سے بعض عہدہ اس لئے استثنائاً کیا کہ وہ خود بنا کردہ مدعیان ہے اور بعض اس لئے کہ بعض مدعا علیہم نے بعد موت مورث بنوایا ہے اور اس کے ایک قطعہ سے ۱۲ گز زمین کو بھی استثنائاً کیا اس لئے کہ وہ خاص احد المدعیین ہے باقی بعد الاستثناء ملک مورثان قرار دے کر اس میں سے اپنے سهام کا دعویٰ کیا شہود نے جملہ بلا استثناء مجموعہ مکان ملک مورثان ہونے کی شہادت دی یہ شہادت ضرور شہادت علی الزیادۃ ہے اور اصلاً قابل قبول نہیں، مدعیان بعض عہدہ میں اپنا حق نہیں بتانے کہ وہ معمول مدعا علیہم ہے اور شہود بلا استثناء جمیع اجزائے مکان میں ان کا حق ثابت کرتے ہیں شہادۃ علی الزیادۃ ہمیشہ مردود ہوتی ہے مگر جبکہ مدعی اپنے دعویٰ اور شہود کے بیان میں توفیق و تطبیق کر دے مثلاً مدعی نے مکان سے ایک کوٹھری کا استثنائاً کیا تھا شہود نے بلا استثناء شہادت دی مدعی نے تطبیق کی کہ وہ کوٹھری بھی پہلے میری ہی تھی شاہدوں کو اسی وقت کا حال معلوم تھا بعد کو میں نے وہ کوٹھری بیع ڈالی لہذا دعویٰ سے استثنائاً کر دیا، یہاں بھی اگرچہ توفیق ممکن تھی کہ بعد موت مورث وہ مکان گر گیا اور بعض مدعا علیہم نے اپنے روپے سے تعمیر کیا مگر استثنائاً مکان توفیق کافی نہیں بالفعل توفیق کر دینا ضرور ہے اور وہ مدعیوں سے واقع نہ ہوا لہذا شہادت ناقابل قبول رہی بلکہ یہاں صرف زبانی دعویٰ توفیق بھی کافی نہ ہوتا اس پر گواہ دینے ضرور تھے کہ یہ توفیق ایسے امر سے نہ تھی جو صرف ان کی زبان سے ادا ہو سکتا لہذا جب شہادت شرعیہ سے توفیق کا ثبوت نہ دیتے مقبول نہ ہوتی اور وہ اصلاً نہ ہوا تو شہادت مذکورہ ضرور مردود ہے، درمختار میں ہے :

الشہادۃ باكثر من المدعی باطلۃ بخلاف
الاتفاق فیہ
فتح القدیر و بحر الرائق میں ہے ،
دعویٰ سے زائد شہادت باطل ہے جبکہ بالاتفاق
دعویٰ سے کم ہو جائز ہے ۔ (د ت)

المراد بالموافقة المطابقة او کون المشہود
به اقل من المدعی به بخلاف ما اذا کان اکثر
انھیں میں ہے ،
موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شہادت مطابق
ہو یا مدعی سے کم ہو بخلاف جبکہ زائد ہو (ت)

من المخالفة المانعة ما اذا شہدت
باكثر ، ومن فروعہا دار فی
قبریت کے لئے مانع وہ مخالفت ہے جو کہ شہادت
دعویٰ سے زائد ہو، اور اس کی تفریعات میں ایک

۱۸/۲ مطبع مجتبائی دہلی
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱۰۳/۷
۱۸/۲ باب الاختلاف فی الشہادۃ
بحر الرائق و بحر القدیر

یہ ہے کہ ایک مکان دو حضرات کے قبضہ میں ہے ورنہ
 نے تقسیم کیا اور ایک غائب تھا تو اس نے موجود
 حاضر فریق پر دعویٰ کر دیا میرا اس مکان میں غیر منقسم
 حصہ ہے تو گواہوں نے شہادت دیتے ہوئے کہ
 اس کا نصف وہ ہے جو حاضر موجود کے قبضہ میں ہے
 تو یہ شہادت باطل ہے کیونکہ یہ مدعی سے زائد ہے
 (یوں ہی) دعویٰ مکان ہو اور اس دعویٰ میں داخلہ
 کے راستہ اور دیگر حقوق و سہولیات کا استثنایا کیا
 تو گواہوں نے مکان کی شہادت اس کے حق میں دیتے
 ہوئے راستہ حقوق اور سہولیات کا استثنایا نہ کیا، شہادت مقبول نہ ہوگی اور یونہی مدعی نے جو بیلی میں سے
 ایک کمرہ کا استثنایا کیا اور گواہوں نے نہ کیا مگر مدعی ان کی موافقت میں کہہ دے کہ وہ کمرہ میں نے فروخت
 کر دیا تھا تو قبول ہوگی۔ (ت)

نیز جرح میں ہے،

والحاصل انہم اذا شهدوا باقل مما ادعی
 تقبل بلا توفیق وان کان باکثر لم تقبل
 الا اذا وفق، فلو ادعی الفاشہد بالف
 وخمس مائة فقال المدعی کان
 لی علیہ الف وخمس مائة الا انی
 ابرأتہ من خمس مائة او
 قال استوفیت منه خمس مائة
 ولم یعلم بہ الشہود تقبل
 وکذا فی الالف والالفین و
 لا یتحتاج الی اثبات التوفیق

حاصل یہ کہ جب گواہوں نے دعویٰ سے کم چیز کی
 شہادت دی تو قبول ہوگی اور موافقت بنانے کی
 ضرورت نہ ہوگی اور اگر زیادہ کی شہادت ہو تو پھر
 موافقت بنائے بغیر قبول نہ ہوگی مثلاً مدعی نے
 ہزار کا دعویٰ کیا گواہوں نے ڈیڑھ ہزار کی شہادت
 دی مدعی کہہ دے میرا قصہ اس پر ڈیڑھ ہزار تھا
 لیکن میں نے اس کو پانچ سو معاف کر دئے یا میں
 نے پانچ صد پہلے وصول کر لئے ہیں یہ گواہوں کو معلوم
 نہیں ہوا، تو اب شہادت مقبول ہوگی، ہزار اور
 دو ہزار میں بھی ایسے ہوگا، موافق بنانے میں گواہی کی

بالبينة لان الشئ انما يحتاج الى اثباته
 بالبينة اذا كان سبباً لا يتم بدونه ولا ينفرد
 باثباته كما اذا ادعى الملك بالشراء
 فشهد الشهود بالهبة فان ثمة
 يحتاج الى اثباته بالبينة، اما
 الابرار فيتم به وحده ولو اقر بالاستيفاء
 يصح اقواله ولا يحتاج الى اثباته
 لكن لا بد من دعوى التوفيق هنا
 استحساناً والقياس ان التوفيق
 اذا كانت ممكنة يحمل عليه وان
 لم يدع التوفيق تصحيحاً للشهادة
 وصيانةً لكلامه وجه الاستحسان
 ان المخالفة بين الدعوى
 والشهادة ثابتة بصورة فاذا كانت التوفيق
 مراداً تزول المخالفة وان لم يكن مراداً
 لا تزول بالشك فاذا ادعى التوفيق ثبت
 التوفيق وزالت المخالفة وذكر الشيخ الامام
 المعروف بخواهر نواذات محمد ا
 شرط في بعض المواضع دعوى التوفيق
 ولم يشترط في البعض وذلك محمول على ما اذا
 ادعى التوفيق او ذاك جواب القياس فلا بد من
 دعوى التوفيق

ضرورت نہیں کیونکہ کسی چیز کو گواہی سے ثابت کرنے
 کی ضرورت تب ہوتی ہے کہ وہ ایسا سبب ہو جس
 کے بغیر چیز نام نہ ہو اور وہ اکیلے ثابت نہ ہو سکے
 جیسا کہ مدعی نے خریداری کے ذریعے ملک کا دعویٰ کیا
 اور گواہوں نے ہبہ کے ذریعے ملک ثابت کی تو ایسی
 صورت میں اس کے اثبات کے لئے گواہی کی ضرورت
 ہے لیکن بری کرنا ایسی چیز ہے جو اکیلے بغیر سبب تام
 ہو جاتی ہے اور اگر وصولی کا اقرار کرتا ہے تو اقرار صحیح
 ہے اس کے اثبات کی ضرورت نہیں ہے تاہم اس کے
 ساتھ موافقت کا دعویٰ بطور استحسان ضروری ہے
 جبکہ قیاس میں یہی ہے کہ اگر توفیق ممکن ہو تو اس
 پر محمول کرینگے اگرچہ توفیق کا دعویٰ نہ بھی ہو تاکہ شہادت
 صحیح ہو سکے اور کلام غلط نہ ہو سکے استحسان کی وجہ
 یہ ہے کہ دعویٰ اور شہادت میں صورتاً مخالفت ثابت
 ہے تو اگر توفیق مراد بنے تو مخالفت زائل ہوگی،
 اور اگر وہ مراد نہ ہو تو مخالفت زائل نہ ہوگی،
 مراد ہونے نہ ہونے میں شک کی وجہ سے مخالفت
 ختم نہ ہوگی تو جب موافقت کا دعویٰ ہوگا تو مخالفت
 ختم ہو جائے گی اور توفیق ثابت ہو جائے گی اور
 شیخ امام المعروف خواہر زادہ نے ذکر فرمایا ہے کہ
 امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض جگہ پر موافقت کے
 دعویٰ کو بیان فرمایا ہے اور بعض جگہ اس کو بیان
 نہیں کیا اور اس کو دعویٰ موافقت پر محمول کیا جائے گا یا اس کو قیاس کا جواب قرار دیا جائیگا لہذا دعویٰ موافقت
 ضروری ہے۔ (ت)

مدعی جب ایک چیز کا دوسرے کے لئے اقرار کر چکا اب اپنے لئے دعویٰ نہیں کر سکتا لاجل التناقض
(تناقض کی وجہ سے - ت) شہادت جب بعض میں مردود ہو کل میں مردود ہے مگر آٹھ مسائل مذکورہ
شروح اشباہ میں اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے - ت) ان کا محصل
یہ کہ شہادت کو اگر دو چیزوں سے تعلق ہے ایک میں وہ نصاب کامل ہے دوسرے میں نہیں یا ایک میں
تہمت سے دوری ہے دوسرے میں نہیں یا ایک پر شاہدوں کو ولایت شہادت ہے دوسرے پر نہیں
تو جہاں نصاب کامل ولایت حاصل تہمت زائل ہے اتنے میں مقبول ہوگی دوسرے میں مردود۔ در مختار
میں ہے :

الشهادة اذا بطلت في البعض بطلت في الكل
الا في عبد بين مسلم ونصراني فشهد نصرانيان
عليهما بالعتق قبلت في حق النصراني فقط
اشباہ قلت وزاد محشيم باخمسه اخري
معزية للبزازية اه وسراجع للسبع البواق
رد المحتار وما علقنا عليه ، والله تعالى
اعلم۔

جب بعض چیز میں شہادت باطل ہو تو کل چیز میں
باطل ہو جائے گی مگر ایک صورت میں کہ غلام مسلمان
اور نصرانی کا مشترکہ ہو تو دونوں نصرانیوں نے گواہی دی کہ انہوں
نے غلام آزاد کر دیا ہے تو ان کی شہادت فقط نصرانی
کے متعلق قبول ہوگی، اور اس کے محشی نے پانچ
صورتوں کا اس پر اضافہ کیا ہے جن کو انھوں نے
بزازیر کی طرف منسوب کیا ہے اھ، اور باقی صورتوں

کے لئے رد المحتار اور اس پر ہمارے حاشیہ کی طرف رجوع کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ ۶۴ از رامپور مرسلہ نظام علی خاں ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۱۹ھ

فردوس بیگم مدعیہ کا دعویٰ ہے کہ مکان محمدودہ مندرجہ عرضی دعویٰ سعیدی بیگم نے بدست مدعیہ
عرضی اٹا حصہ کے بتاریخ یکم فروری ۱۹۰۰ء بیع قطعی کیا مدعیہ نے یہ قبول بیع حصہ بیعانے کے مدعا علیہا
مذکورہ کو دے اور باقی روپے کا دینا یکم مارچ ۱۹۰۰ء کو وقت تصدیق و تکمیل بیعنامہ بٹھرا البعدہ ۲
مدعی علیہا نے بعد کو مدعیہ سے لے کر مطالبہ سرکاری میں ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کو داخل عدالت کئے، مدعی علیہا
نے حسب وعدہ تکمیل بیعنامہ نہیں کرایا اور بایزادی قیمت مکان مذکور بدست عباسی بیگم و غلام محمد خاں
فروخت کر ڈالا بدیہ اٹا حصہ ۴۴ البقیہ زر ثمن تکمیل و تصدیق بیعنامہ مدعا علیہا سے کرا دی جائے اور دخل
مدعیہ کا مکان متنازعہ پر کرا دیا جائے سعیدی بیگم مدعا علیہا کو بیع کرنے مکان اور لینے حصہ بیعنامہ اور ۲

مندرجہ دعویٰ سے قطعی انکار ہے منجانب مدعیہ جو گواہ ثبوت دعویٰ میں گزرے ہیں ان میں سے نظام علی خاں گواہ نے بیان کیا کہ عرصہ تخمیناً ڈیڑھ سال کا ہوا بوقت چار گھنٹی دن رہے سعیدی بیگم زوجہ عبدالرشید خاں مدعا علیہا نے مکان متنازعہ متصل مکان مظہر کے ہے بدست فردوس بیگم مدعیہ امّا حصہ کو بیع کیا مدعا علیہا نے کہا میں نے امّا حصہ کو فردوس بیگم کے ہاتھ مکان بیچا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اسی وقت حصہ بیعانہ کے بدلے بھروسے میاں مدعیہ نے مدعا علیہا کو دے اور باقی روپے کے نسبت وقت رجسٹری دستاویز بدست یک ماہ دینا قرار پایا تھا یہ واقعہ پہلی تاریخ انگریزی مہینے کے ہوا تھا اس کے کوئی ۲۵ دن کے بعد مدعا علیہا مذکور نے اپنے ماموں مسمیٰ ابراہیم خاں کو بمکان مظہر بھیجا مدعیہ اس وقت میرے مکان پر مہمان تھی ابراہیم خاں نے مدعیہ سے میری معرفت کہلا بھیجا کہ سعیدی بیگم نے تم کو بلایا ہے چلو اور مسمیٰ ۲ بجے لے چلو کہ وہ عدالت میں بابت کورس داخل کر سکی چارپانچ دن میں بیعنامہ تصدیق ہو گا تو یہ مسمیٰ ۲ حصہ بیعانہ زرٹن میں محسوب ہونگے چنانچہ فردوس بیگم گئی اور مسمیٰ ۲ لے گئی تھی مجھ کو اپنے بھانجے احمد بنی عرف پیار کے ہمراہ لے گئی تھیں چنانچہ بوجہ پیارے مدعیہ نے وہ مسمیٰ ۲ حسب الطلب سعیدی بیگم کو دے دیئے اور مدعا علیہا نے داخل عدالت کر دیئے نشان دہی مکان متنازعہ کی کر دوں گا، مولوی ارشد علی گواہ عرف بھورے میاں کا بیان ہے کہ مجھے تخمیناً دو ڈیڑھ سال کا ہوا ہے کہ صبح کے وقت نظام علی خاں میرے پاس آئے تھے کہ فردوس بیگم کی طرف سے یا باجرہ فردوس بیگم دونوں کی طرف سے اس قدر بھول گیا ہوں بیعنامہ مکان کا دینا چاہتا ہوں مظہر کو اول سے علم تھا کہ مکان کی یعنی مکان متنازعہ کی بیع ہوتی ہے چنانچہ بمکان سعیدی بیگم مظہر نظام علی خاں علی احمد خاں گئے عورتیں اندر مکان کوٹھے میں ہو گئیں ہم جا کر چارپائیوں پر بیٹھ گئے مظہر نے آواز دے کر کہا کہ نظام علی خاں فردوس بیگم کی طرف سے بیعنامہ دیا چاہتے ہیں چونکہ سعیدی بیگم اندر کوٹھے کے تھیں اور سعیدی بیگم کی بہن اور ماں بھی تھیں اس وجہ سے میں نے اپنے ذہن میں سعیدی بیگم سے مخاطب ہو کر کہا کہ مکان بیچتی ہو اندر سے آواز آتی بیچتی ہوں یہ نہیں یاد کرکس نے جواب دیا، میں نے اندر ہاتھ بڑھا کر حصہ دے دیئے، نہیں معلوم کس نے اپنے ہاتھ میں بیعنامہ لیا اور عورات اندر تھیں مگر مجھے معلوم نہیں کون تھیں، علی احمد خاں جس کی موجودگی وقت ایجاب و قبول نظام علی خاں گواہ نے بیان کی ہے وہ اپنے بیان میں نسبت ایجاب و قبول یا بیع مکان متنازعہ کچھ بیان نہیں کرتا، احمد بنی خاں گواہ مدعیہ لکھتا ہے کہ عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوا کہ سعیدی بیگم زوجہ عبدالرشید خاں نے مکان متنازعہ بدست فردوس بیگم مدعیہ بقیمت امّا حصہ بیچا تھا اور مدعا علیہا مذکور نے کہا تھا کہ میں نے اپنا مکان امّا حصہ کو فردوس بیگم کے ہاتھ بیچا اور مدعیہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور پانچ روپے بیعنامہ کے

بھورے میاں کے ہاتھ سے سعیدی یگم کو مدعیہ نے دیئے تھے اور جس وقت علی احمد خاں و بھورے میاں آئے تھے تو سعیدی یگم والاں میں بیٹھی رہی تھیں اور مدعیہ کو ٹھہری میں ہو گئی تھیں بھورے میاں کے سامنے گفتگو بیع و شرا کی ہو کر حد ربیعانہ کے دیئے گئے اور دوسرے گفتگو بیع و شرا ہوئی تھی مدعیہ نے کہا تھا کہ بھورے میاں کے ہاتھ میں بیعانہ دلوادوں کی اور گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ سوال علمائے دین و مفتیان شرع متین سے یہ ہے کہ بیانات گواہان مندرجہ بالا سے موجودگی اپنے وقت بیع و شرا کے درمیان متعاقدین ظاہر کرتے ہیں آیا بیع و شرا مکان متنازعہ کی باہم متعاقدین شرعاً واقع ہو گئی کہ قابل نفاذ ہے یا نہیں ہوئی، موافق مسائل شرعی کے حسبہ لہجہ جواب عنایت فرمائیں۔ بیتنوا تو جردا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں نظام علی خاں و احمد نبی خاں عرف پیارے خاں گواہان مدعیہ کا بیان ذکر ایجاب و قبول متعاقدین پر بھی شامل ہے اور سعیدی یگم کے اقرار بالبیع پر بھی ان دونوں سے جو بات ہوئی شہادت میں لئے جانے کے لئے کافی ہے بیعانہ وغیرہ امر فضول ہے جسے بیع سے کچھ تعلق نہیں بھورے میاں گواہ مدعا علیہما کا بیان محض مختل مہمل ہے، دونوں گواہوں مدعیہ اگر جامع شرائط شہادت ہیں ان کا بیان حاکم مجوز کے سامنے حسب شرائط ہو گیا ہے قریم بنام محمد و حسن یگم قسور شہادت ہے، باقی رو داد مقدمہ مذکورہ سوال بھی مدعیہ کی مؤید ہے، میری رائے میں بصورت مذکورہ فیصلہ بحق مدعیہ ہونا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۵ از رام پور بازار فخر اللہ خاں مرسلہ فدا علی خاں صاحب ۱۳ رذی القعدہ ۱۳۲۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان کے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ جدید دوسرا عمرو کے حق مرور کی طرف منجانب اسفل جس طرف زید کے واسطے شرعاً حق مرور نہ تھا برآمد کیا ہے اور عمرو اس فتح باب کا مانع ہے پس وہ احداث شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور عمرو کو منع کرنا پہنچتا ہے یا نہیں؟ بیتنوا تو جردا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں قول معتمدہ و ظاہر الروایۃ مفتی بہا واجب العمل یہی ہے کہ زید کو اس دروازہ جدید کا احداث جائز نہیں عمرو کو حق منع حاصل ہے،
فی رد المحتار لو امراد فتح باب اسفل روا المختار میں ہے اگر کوئی شخص بند گلی میں اپنے من بابہ والسکۃ غیر نافذہ دروازہ سے بجلی جانب دروازہ یا کھڑکی کھولنا چاہے

يمنع منه وقيل لا، وفي كل من القولين
 اختلاف التصحيح والفتوى قال في الخيرية
 والمتون على المنع فليكن المعول عليه اه
 ورأيتني كتبت على هامشه ما نصه فقد
 نقل في جامع الفصولين ان له ذلك مطلقا
 وعليه الفتوى ونقل في الخيرية عن
 التتارخانية عن العتابة انه ليس له
 ذلك وعليه الفتوى وهو الذي صححه
 في الخانية قال في الخيرية ومثله في كثير
 من كتب المذهب قال وهو ظاهر الرواية
 كما صرح به في جامع الفصولين فليكن
 المعول عليه اه قلت كيف لا وقد نصوا ان
 الفتوى متى اختلفت رجح ظاهر الرواية
 كما في البحر الرائق وغيرها وصرحوا ان
 قاضيان فقيه النفس لا يعدل عن تصحيحه
 كما في غرر العيون وغيرها واطبقوا ان التقديم
 للمتون لانها الموضوعات لنقل المذهب كما
 في الدر وغيره فقد ترجح بوجوه، والله
 سبحانه وتعالى اعلم۔

تو اس کو منع کیا جائے اور بعض نے کہا منع
 نہ کیا جائے اور دونوں اقوال میں فتویٰ اور تصحیح کا
 اختلاف ہے، خیر یہ میں کہا کہ متون منع پر وارد ہیں اور
 اس پر ہی اعتماد چاہئے اہ مجھے اس پر اپنا حاشیہ
 یاد ہے کہ جس کی عبارت یہ ہے کہ جامع الفصولین
 میں منقول ہے کہ اس کو مطلقاً یہ اختیار ہے اور
 اسی پر فتویٰ ہے، اور خیر یہ میں تاتارخانیہ سے اور
 وہاں عتابة سے منقول ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں
 ہے اور اس پر فتویٰ ہے اور اسی خانیہ میں ترجیح ہے
 خیر یہ میں فرمایا کہ اکثر کتب میں اسی طرح ہے اور کہا
 یہ ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے تو
 اس پر اعتماد چاہئے، میں کتاہوں کیونکر نہ ہو کہ فقہار نے تصریح
 کی ہے کہ جب فتویٰ میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو
 ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں ہے، اور
 یہ بھی انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ چونکہ قاضی خان
 فقیہ النفس ہیں لہذا اس کی تصحیح سے عدول
 نہ کیا جائیگا جیسا کہ غرر العیون وغیرہ میں ہے، اور
 سب کا اتفاق ہے کہ متون کو اولیت ہے کیونکہ وہ
 مذہب کو بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں جیسا
 کہ دروغیرہ میں ہے تو یہ کئی وجوہ سے ترجیح یافتہ ہے واللہ
 سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

انصَح الحُكُومَةُ فِي فَصْلِ الْخُصُومَةِ

(جھگڑا ختم کرنے کے لئے خالص ترین فیصلہ)

مسئلہ ۶۶

فیصلہ نالاش تجویز حکیم عبدالعزیز بیگ پنج مقبول متخاصمین از روئے اقرار نامہ مورخہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۰۳ء

سید محمد افضل صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب مختار مرحوم ساکن بریلی متصل جامع مسجد بریلی مدعی
سید محمد احسن صاحب ولد سید محمد امیر علی صاحب مختار مرحوم و سید افضل حسین صاحب ولد سید محمد فضل
صاحب مذکور ساکنان محلہ مذکورہ مدعا علیہا دعویٰ توفیر موضع جگت پور پرگنہ تحصیل و ضلع بریلی محال زردو
معانی واقع جگت پور مذکور محال سبز و سفید و مفرد قہ و اقمہ جگت پور محال سفید و کھنڈ سار موضع جگت پور
مذکور مع منافع کھنڈ سار مذکور از اپریل ۱۸۹۸ء لغایت دسمبر ۱۹۰۲ء و بقایا کے توفیر مذکور و کھنڈ سار
مذکور ذمہ اسامیان بابت مدت مذکور لغایت مارچ ۱۹۰۳ء بصیغہ قرض دادنی دامودر داس وغیرہ
و تقسیم پنج قطعہ مکانات محدودہ ذیل واقعہ محلہ مذکور و سرمایہ مکان محدودہ ذیل عہد بابت مدت
مذکور و اثاث البیت متروکہ پدری،

نمبر ۱	نمبر ۲	نمبر ۳	نمبر ۴	نمبر ۵
مکان مسکونہ	مکان بیعت محمد لیسٹن غیرہ	مکان تین ربلج	مکان مرہون	مکان بیعت احمد حسین حساب
شرق	بدست والدہ فریقین و	مرہون سید غازی الدین	عبدالحکیم خاں	بنام سید محمد احسن و
مکان	اشخاص دیگر و بیع	بنام فریقین و یک ربلج	نزد محمد احسن مدعا علیہ	پسران مدعی
عبدالحکیم خاں	باقی شرکاء بدست فریقین	بیعت سید احمد حسین	ولپسران مدعی	شرقی
بدست فریقین	شرقی	بنام سید حیر حسن و	شرقی	مکان احمد حسین شاہراہ
جنوبی	مکان	سید افضل پسران مدعی	مکان	معروف بنام مدار طوائف
کوچہ نافذہ	جنوبی	احمدی گیم زوجہ مدعا علیہ	جنوبی	جنوبی
شمالی	مکان سید کرام علی	شرقی	کوچہ نافذہ	مکان
اراضی منسوبہ	ولد	مکان پرچھو دیال	مکان	مکان
بنام سید احمد حسین	سید کرامت علی	جنوبی	مکان	مکان
ابن	شمالی	مکان	مکان	مکان
سید شہار الدین حسین	اراضی مذکور	سید کرام علی	مکان	مکان
	سید رضا حسین	سید کرامت علی	مکان	مکان
	پرچھو دیال	سید نظام علی	مکان	مکان

ہر سہ فریق مذکورین نے بروئے اقرار نامہ مورخہ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۰۳ء کو واسطے تصفیہ نزاعاً مسطورہ بالا کے برضائے خود پانچ مجاز و ماذون مقرر کیا مقدمہ بحاضری ہر سہ فریق مذکورین ہمارے سامنے پیش ہوا سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور نے سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ مسطور پر دعویٰ کیا کہ موضع جلگت پور و معانی و مفروقہ مذکوران اور کنڈسار موضع جلگت پور مع جملہ اسباب بیل وغیرہ مثل کر با آہنی وغیرہ میرے اور ان سید محمد احسن مدعا علیہ کے شرکت بالمناصفہ میں ہے اوائل ۱۸۹۸ء تک میں اور مدعا علیہ مذکور شرکت اکجائی کام کرتے رہے اپریل ۱۸۹۸ء سے میں سہیلی بھیت چلا گیا جب سے مجھے تو فیرات مذکورہ و منافع کنڈسار مذکور نہ ملی برہے حساب مجھے ان سید محمد احسن مدعا علیہ سے دلائی جائے اور جو بقایا ذمہ اسامیان وغیرہ ہے بابت تو فیر جلگت پور و معانی و مفروقہ و کنڈسار جلگت پور مذکورات ہوا اس کے نصف میں مرے استقرا حق کا حکم کیا جائے اثاث البیت متروکہ والد جس کی فہرست پیش کرتا ہوں ان سید محمد احسن کے قبضہ میں ہے نصف اس سے مجھ کو دلایا جائے

مکانات محدودہ بالا میں بذریعہ وراثت پدری و مادری و بیع و رہن میرا اور ان سید محمد احسن کا بالمتناصفہ چاہئے
 دستاویزوں میں سید افضل حسین و سید امیر حسن مرحوم پسران مدعی و آخری بیگم زوجہ محمد احسن مذکور کا نام فرضی ہے
 سوا مکان ۷ کے کہ اس میں اراضی کا کچھ حصہ خرید کردہ والد ہے اور زیادہ حصہ میری نانی صاحبہ ولایتی بیگم کے والد
 میر سید محمد صاحب کا خرید کردہ ہے ان کے تین وارث ہوئے: سید نثار الدین حسین پسر اور ولایتی بیگم و لالہ بیگم
 دختران، اس میں سے نانی صاحبہ ولایتی بیگم نے اپنے حصہ کا بہہ نامہ میری والدہ سردار بیگم کے نام لکھ دیا اور
 سید نثار الدین حسن صاحب نے اپنے حصہ کا بہہ نامہ میرے اور سید محمد احسن کے نام لکھا لالہ بیگم دختران کا جس قدر
 حصہ اراضی میں تھا اس کا بہہ نامہ سید محمد احسن کے نام لکھا گیا اور تعمیر اس کی کل والد صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ
 سے کی ہے مکانات مذکورہ تقسیم یکجائی کر دی جائیں کہ نزاع نہ رہے کئی بیشی بجائے قسمت روپیہ سے پوری کر دی جائے
 مکان ۸ کرایہ پر رہا جس قدر زر کرایہ حاصل ہوا اس کا حساب ان سید محمد احسن سے لے کر میرا نصف ان سید محمد احسن
 سے مجھے دلایا جائے، سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ کنڈ سار جلگت پوزنہا میں نے کی ان
 سید محمد افضل کی اس میں کوئی شرکت نہیں مکان ۷ کا بہہ نامہ میرے نام ہے اس کا تنہا مالک میں ہوں مکان ۷
 میں ان سید محمد افضل صاحب کی شرکت تسلیم ہے نیز یہ مکان ۷ میں بقدر اپنے حصہ کے شریک ہیں مکان ۷
 وہ میری خرید کئے اور بنائے ہوئے ہیں مگر نام افضل حسین و امیر حسن کا بھی درج ہے تقسیم مکانات یکجائی بڑے معاوضہ
 کئی بیشی جس طرح مجوز کی رائے میں مناسب ہو مجھے منظور ہے اثاثہ البیت متروکہ پدری جو میرے پاس ہے اس کا
 نصف ان سید محمد افضل صاحب کو دے دیا جائے اور جو کچھ ان سید محمد افضل صاحب کے پاس ہے اس کا
 نصف مجھے دلایا جائے، سید افضل حسین مدعا علیہ مذکور نے بیان کیا کہ مکان ۷ کے سوا کل مکانات متنازعہ
 میرے دادا سید اکبر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے خریدے ہیں اور رہن لئے ہیں اور جس جس کو جتنا دینا
 منظور تھا اس کا نام بیع نامہ و رہن نامہ میں درج کر دیا، مکان ۷ میرے حصہ کے قدر میرا مرہون ہے کہ بعد
 انتقال سید امیر علی صاحب رہن لیا، مکان ۷ کی نسبت دونوں مدعا علیہا نے بیان کیا کہ یہ مکان سید امیر علی صاحب
 نے ہماری خالہ زاد بہن، پھوپھی قادری بیگم بنت سید نجم الدین احمد زوجہ سید وارث علی کو بہہ کر دیا تھا اس میں
 جلگت پور کی کنڈ سار ہوتی تھی اور اب بھی مکان خالی کر کے قبضہ نہ دلایا مگر چالیس روپیہ مجھ سید محمد احسن نے قادری بیگم
 مذکورہ کو دئے سید محمد احسن صاحب مذکور نے توفیر و منافع کنڈ سار و کرایہ مکان و بقایا مذکوران کا حساب
 مطلوب من ابتدائے یکم نومبر ۱۸۹۶ لغایت ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اور قرضہ دامودرد اس ہم
 فریقین پر تمام و کمال بالمتناصفہ تھا اور ہے اگرچہ پانچ سو روپیہ کا رقعہ بنام دامودرد اس تنہا میرے نام سے تحریر ہوا
 سید محمد احسن اب اس سے انکار کر کے مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، انصافاً بعد تحقیقات اس کا نصف بھی

ونصف بدست سید میر حسن سید افضل حسین مذکوران

مورخہ ۳ جون ۱۸۹۴ء

متعلق مکان ۵

بیغنامہ اراضی مح خشب و بنار

نصف بنام سید محمد احسن مذکور

نصف بنام سید امیر حسن و سید افضل حسین مذکوران

مورخہ ۱۰ نومبر ۱۸۸۸ء

بیغنامہ از سید احمد حسن ولد سید نثار الدین حسین

بنام سید امیر حسن و سید افضل حسین

پسران سید محمد افضل مدعی واحدی بیگم زوجہ

سید محمد احسن مدعا علیہ بابت کل ربع باقی مکان مذکور

مورخہ ۱۰ جون ۱۸۸۴ء

متعلق مکان ۵

رہن نامہ بعض ماحہ از عبد الکرم خاں کنبوہ

نصف مکان بدست سید محمد احسن مذکور

یہ سب دستاویزیں سید محمد افضل مدعی کو دکھائی گئیں سید محمد افضل مدعی نے ان کی تصدیق فرمائی مگر دستاویز ۵ و ۶ و ۷ متعلقہ مکان ۵ و ۶ و ۷ میں سید امیر حسن و سید افضل حسین واحدی بیگم کے نام فرضی بتائے اور کہا کہ ایک ربع مکان ۵ و اراضی مکان ۵ سید امیر علی صاحب والد فریقین نے خریدیں اور مکان ۵ کی تعمیر بھی انھیں کی دستاویزوں میں اور ناموں کے اندراج سے ان کا مقصد ایک نہیں دونوں بھائیوں کو دینا تھا جسے مختلف صورتوں میں ظاہر کیا گئی، ہم دونوں بھائیوں کے نام درج فرمائے جیسے دستاویز ۵ و ۶ میں کبھی میری جگہ میرے بیٹوں کے جیسے دستاویز ۷ میں ولہذا نصف میں سید محمد احسن کا نام ہوا اور نصف میں میرے دونوں بیٹوں کا کہ حقیقتاً ہم دونوں بھائیوں کو بالمنصفہ کرنا مقصود تھا کبھی میری جگہ میرے بیٹوں اور سید محمد احسن کی جگہ ان کی زوجہ احمدی بیگم کا جیسا دستاویز ۵ میں دستاویز ۶ بعد انتقال والد صاحب مرحوم تحریر ہوئی اور اسی طریقہ جاریہ پر میری جگہ میرے بیٹوں کے نام لکھے گئے زر رہن خالص میرا اور سید محمد احسن کا تھا امیر حسن اور افضل حسین کا اس میں کچھ نہ تھا اس کی تعمیر میرے اور محمد احسن کے مشترک روپیہ سے ہوئی۔ مکان ۵ کی دستاویز بہہ نامہ کل مکان مذکور سے متعلق نہیں لہذا واہبان نے خود حقوق کا لفظ لکھا ہے اس کے متعلق دو بہہ نامہ اور ہیں ایک از جانب ولایتی بیگم بنام سردار بیگم والدہ فریقین دوسرا از جانب سید نثار الدین حسین بنام فریقین یہ دونوں کاغذ سید محمد احسن کے پاس ہیں اس مکان کی عمارت بھی والد صاحب مرحوم نے اپنے روپیہ سے بنوائی ہے۔

تفتیحات ذیل قائم

(۱) آیا مکان عا میں بذریعہ ترکہ مادری یا تعمیر پدری یا ہبہ نامہ سید شاد الدین حسین بنام فریقین سید محمد افضل صاحب مدعی کا کون حق ہے؟

(۲) آیا مکان عا سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادری بیگم مذکورہ کو ہبہ کیا اور اگر کیا تو اس کا کیا اثر ہے؟

(۳) آیا مکان عا و عا و عا میں سید افضل حسین ایک فریق مقدمہ کا کوئی حق ہے؟

(۴) ان تینوں مکانوں میں سید محمد افضل صاحب کو حق مرہنی حاصل ہے، اگر ہے تو کس قدر؟

(۵) آیا کھنڈ سار جگت پور خالص سید محمد احسن صاحب کی ہے سید محمد افضل صاحب کی اس میں شرکت نہیں؟

(۶) مدت غریح پیش کردہ مدعا علیہا کیا کیا رقم ذمہ سید محمد افضل صاحب ہونا چاہئے؟

(۷) اثاث البیت متروکہ سید امیر علی صاحب مرحوم فریقین کے قبضہ میں کیا کیا ہے اور اس کی تقسیم کیونکر چاہئے؟

(۸) مکانات کی تقسیم کیجائی کس طرح ہونا مناسب ہے؟

(۹) آیا ضمائر قرضہ دامودر داس بابت وقوعہ محررہ سید محمد افضل تنہا ذمہ سید محمد افضل صاحب ہے اور باقی قرضہ فریقین پر کس قدر ہے؟

(۱۰) بقایا مندرجہ گوشوارہ مذکورہ میں سید محمد افضل صاحب کا حصہ کس قدر ہے؟

تجویز (۱) مکان عا کی نسبت سید محمد افضل صاحب مدعی کا دعویٰ قطع نظر اس سے کہ محض غیر معین تھا مدعی مذکور نے کوئی شہادت خواہ کوئی دستاویز اپنے مفید پیش نہ کی سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کو کوئی ہبہ نامہ اس مکان کے کسی جبر کا از جانب ولایتی بیگم بنام سردار بیگم والدہ فریقین یا از جانب سید شاد الدین حسین بنام فریقین لکھا جانا تسلیم ہے مدعی مذکور نے صرف اپنے ماموں سید محمد شاہ صاحب خلف سید میر بادشاہ صاحب کے بیان پر (کہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے ماموں اور خسر بھی ہیں) حصر لکھا۔ سید محمد شاہ صاحب مذکور بوجہ امراض معذور ہیں اور اس مکان نمبر ۱ میں اپنی دختر و داماد سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے پاس رہتے ہیں مجوز نے مکان مذکور میں جا کر ان کا اظہار کیا، سید محمد شاہ

صاحب مذکور نے بیان کیا کہ یہ مکان جس میں اس وقت موجود ہوں میرے نانا میر سید محمد صاحب کا تھا ان کے صرف تین وارث ہوئے: میری والدہ ولایتی بیگم اور خالہ لالہ بیگم اور ماموں سید نثار الدین حسین، ان ماموں صاحب نے اپنا حصہ یعنی نصف مکان مذکور اپنی دونوں بہنوں میری والدہ و خالہ کو ہبہ بلا تقسیم کر دیا ان ماموں صاحب کے بیٹوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین نے اب تک کوئی تعرض نہ کیا میری تینوں بہنوں سزا بیگم والدہ سید محمد افضل و سید محمد احسن اور ہرکاتی بیگم و آبادی بیگم نے اپنی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے وفات پائی، ولایتی بیگم مذکور کا میں تنہا وارث ہوں، بعد انتقال والدہ میں اور میری خالہ لالہ بیگم نصف نصف اس تمام مکان کے مالک ہوئے ہم دونوں مالکان مکان مذکور نے یہ مکان تمام و کمال ان سید محمد احسن کو ہبہ کر دیا تعمیر کی نسبت کہا میں اس وقت یہاں نہ تھا میری والدہ زندہ تھیں یہ میرے علم میں نہیں کہ میری والدہ کے روپے سے بنا، یا سید امیر علی کے روپے سے تعمیر ہوا، ظاہر ہے کہ ان گواہ کے بیان میں کوئی لفظ مفید مدعی نہیں البتہ دستاویز مذکور کے تینوں فریق مقدمہ کے مصدق و مسلمہ ہیں اس میں سے دستاویز ۲ میں مکان ۲ کی حد غربی میں کہ یہی مکان نمبر ایک ہے سردار بیگم زوجہ سید امیر علی کا نام لکھا ہے اور دستاویز ۳ میں مکان ۳ کی حد شرقی میں کہ یہی مکان ۱ ہے مکان محمد احسن مرہٹن و محمد افضل بیگ پر ایک قرینہ ہے جس سے مستفاد ہوتا ہے کہ ۱۸۹۴ء تک یہ مکان ۱ سردار بیگم والدہ فریقین کی طرف منسوب تھا اور ۱۸۹۴ء میں فریقین کی طرف مضاف ہوا مگر قطع نظر اس سے کہ مجرد نسبت و اضافت خواہی خواہی دلیل ملک نہیں اور وہ بھی ایسی کہ مدعی کے ثبوت استحقاق میں بکار آمد نہ ہو خود سید افضل صاحب مدعی نے اپنی نیک نیتی سے صاف اقرار کیا کہ ولایتی بیگم کا سردار بیگم یا سید نثار الدین حسین صاحب کا فریقین کو اپنے اپنے حصص واقعہ مکان مذکور ہبہ کرنا بلا تقسیم تھا اور اب تک کہ سردار بیگم و سید نثار الدین حسین کی وفات ہو چکی مکان بدستور نامقسم ہے غالباً بیان مدعی نسبت ہبہ نامحاجات مذکورہ صحیح ہے اور انھیں کی بنا پر ۱۸۹۴ء تک مکان ملک سردار بیگم اور ۱۸۹۴ء میں مکان ملک فریقین تصور کیا جاتا ہو لیکن قابل قسمت شے میں ہبہ شرعاً ناجائز ہے اور جبکہ تقسیم سے پہلے موبہوب لڑیا وارث انتقال کر جائے جیسا کہ بیان ہوا وہ ہبہ محض باطل و کالعدم ہو جاتا ہے عالمگیری جلد ۳ ص ۱۳۱،

لا تصح فی مشاع یقسم بہ تقسیم سے قبل مشاع چیز کا ہبہ صحیح نہیں۔ (د)

در مختار صفحہ ۵۱۲

المیم موت احد العاقدین بعد التسليم ۲۶۲
فلو قبله بطل
ہبہ کے فریقین میں سے ایک کی موت قبضہ دینے کے
بعد ميم سے مراد ہے اگر قبضہ سے پہلے ہو تو ہبہ باطل
ہو جائے گا۔ (د)

تو ان دونوں ہبہ کی نسبت کسی بحث و تفتیش کی حاجت نہیں کہ خود با قرار مدعی ان کا باطل ہونا ثابت ہے اور
اگرچہ بعینہ یہی وجہ اس مکان میں سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کے حق کو بھی باطل کرے گی کہ جب مکان
بالاتفاق موروثی اور ہنوز نامقسم ہے تو سید شاد الدین حسین صاحب کا اپنا حصہ اپنی بہنوں ولایتی بیگم و
لالہ بیگم کو ہبہ کرنا باطل ہوا اور نصف میں ان کے بیٹوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین کا حق ملک رہا
اور اب جو سید محمد شاہ صاحب و لالہ بیگم نے اپنی مشاع و نامقسم حصے سید محمد احسن صاحب کو بذریعہ
ہبہ نامہ نمبر ایک ہبہ کئے یہ ہبہ بھی ناجائز ہوا اور لالہ بیگم کی وفات سے ان کے حصہ کا ہبہ محض باطل ہو کر
ان کے بھتیجوں سید غازی الدین حسین و سید احمد حسین کا حق قرار پایا سید محمد شاہ صاحب زندہ ہیں اگر اپنا
حصہ کہ ترکہ ولایتی بیگم سے انھیں پہنچا جدا تقسیم کر اگر سید محمد احسن صاحب کو قبضہ دے دیں ہبہ صحیح ہو جائیگا
ورنہ باطل، مگر ان وجوہ کا نفع ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو فریقین مقدمہ نہیں اور اس ہبہ کے بطلان
سے مدعی کو کوئی فائدہ نہیں کہ سردار بیگم والدہ مدعی کا اپنی والدہ ولایتی بیگم سے پہلے انتقال کرنا بالاتفاق
و یقین ثابت ہے لہذا سید محمد افضل صاحب مدعی مذکور کا دعویٰ اس مکان پر کسی وجہ سے قابل
سماعت نہیں۔

(۲) تنقیح دوم کی نسبت اس قدر کہنا بس ہے کہ یہ ہبہ اگر ثابت بھی ہو تو محض بے معنی ہے سید محمد احسن
صاحب مدعا علیہ نے اولاً اپنے بیان میں صاف تسلیم کیا کہ سید محمد افضل صاحب مدعی مکان ع ۳ میں بقدر
اپنے حصہ کے شریک ہیں بعد اظہار میں مدعا علیہا نے اس تمام مکان کا بنام قادری بیگم ہبہ ہونا ظاہر
ہو کیا حسب طلب مدعا علیہا سید محمد افضل صاحب مدعی سے بھی اس ہبہ کی نسبت سوال ہوا انھوں نے
اتنا اقرار کیا کہ سید امیر علی صاحب مرحوم نے قادری بیگم سے کہا تھا کہ اگر تم یہاں رہو تو یہ مکان تمھیں دیتا
ہوں مگر وہ نہ رہیں ان سب سے قطع نظر کچھ بالفرض سید امیر علی صاحب مرحوم نے تمام مکان کے تین ربع نامقسم
ہنوز رہیں ہیں اور رہیں ملک مرتہن نہیں ہوتا کہ اسے ہبہ کر دینے کا اختیار ہو ایک ربع باقی اگر ملک سید امیر علی صاحب
ہو بھی تو رہن مشاع ہے کہ بعد انتقال سید امیر علی اور کا ہبہ باطل ہو گیا۔

(۳) تنقیح سوم ایک ظاہریات تھی دستاویزات ۵ و ۶ و ۷ میں سیدہ افضل حسین کا نام زمرہ مشتریان و مرہمان میں موجود ہے دستاویز سب فریقوں کے مصدقہ مستند ہیں سید محمد افضل حسین صاحب یا سید محمد احسن صاحب کا باوجود تسلیم صحت دستاویزات یہ ادعا کہ سیدہ افضل حسین صاحب کا نام فرضی ہے بے ثبوت کافی ہرگز مسموع نہ ہو گا نہ دونوں فریق مذکور نے اس کا کوئی ثبوت پیش کیا مگر سیدہ افضل حسین صاحب نے نیک نیتی سے اپنے اظہاروں میں صاف اقرار کر دیا کہ مکان علی عبد الحکیم خاں والا میرے چچا صاحب نے رہن لیا میرا اس میں کچھ روپیہ نہ تھا تو صاف ظاہر ہوا کہ رہن نامہ میں سیدہ افضل کا نام محض فرضی ہے اگر یہ کہے کہ اصل دائن نے اپنا روپیہ رہن کو قرض دے کر سیدہ افضل حسین کا نام اس غرض سے درج دستاویز کیا کہ وہ دین ان کا قرار پائے اور ضرور عرف و رواج سے یہی ظاہر ہے بزرگ اپنے روپے سے کوئی عقد کرتے اور اپنے کسی خور و دکا نام اسی غرض سے درج دستاویز کرتے ہیں کہ وہ ملک یا حق ان کے لئے قرار پائے مگر شرعاً یہ ارادہ رہن میں محض بے اثر ہے کہ یہ غیر مدیون کو دین کا ملک کرنا ہو گا اور وہ صحیح نہیں۔ درمختار ص ۵۱۵

تملیک الدین ممن لیس علیہ باطل لی غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا باطل ہے۔ (د) نیز سیدہ افضل حسین صاحب نے اپنے اس اظہار میں کہ اپنی طرف سے اصالہ اور اپنے چچا سید محمد احسن صاحب کی طرف سے بذریعہ مختار نامہ عام ہے صاف اقرار فرمایا کہ مکان علی کی تمام بیع و رہن حقیقہ سیدہ امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے اپنے لئے بیع و رہن لئے اور اپنی طرف سے جس جس کو جس جس قدر کا مالک یا مستحق کرنا چاہا ان کا نام بیعنامہ و رہن نامہ میں درج کر دیا، اور واقعی عادات ناس سے معهود یہی ہے بائع سے گفتگوئے بیع و شراہ خود کرتے ہیں ایجاب و قبول میں یہ لفظ نہیں ہوتے کہ بائع کہے کہ میں نے فلاں شے تیرے فلاں عزیز کے ہاتھ بیچی یہ کہے میں نے اپنے فلاں فلاں عزیزوں کی طرف سے قبول کی بلکہ گفتگو باہم ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد دستاویز میں اپنے جس عزیز کا نام چاہتے ہیں لکھوا دیتے ہیں یہ بیع حقیقہ خود انھیں اشخاص عاقدین کے لئے منعقد ہو کر دستاویز میں اندراج نام عزیزان ان عزیزوں کے نام بہہ ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے ۱

عہ تحریر ۱۴۱۲ شامل مسل ۱۲

الاب اشتري لها في صغرها وبعد ما كبرت
وسلم اليها وذلك في صحته ولا سبيل
للورثة عليه ويكون للبنت خاصة ^{أه}
منح -

باپ نے اپنی صحت و تندرستی میں بیٹی کے لئے کوئی
چیز خرید کر اس کے قبضہ میں دے دی وہ چیز خاص
بیٹی کے لئے ہوگی خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو دیگر ورثاء
کا اس چیز پر کوئی حق نہ ہوگا۔ (امخ (د)

عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۸۱ :

امراة اشترت لولدها الصغير بما لها على
ان لا ترجع بالثمن على الولد جاز استحسانا و
تكون مشترية لنفسها ثم تصير هبة منها
للصغير -

کسی عورت نے اپنے نابالغ بیٹے کے لئے اپنے مال
سے کوئی چیز خریدی اس عہد پر کہ بیٹے سے رستم
نہ لوں گی تو استحساناً جائز ہے اور وہ خریداری
عورت کی اپنے لئے ہوگی پھر عورت کی طرف سے
بیٹے کو ہبہ قرار پائے گی۔ (د)

اور جب حسب اقرار سید افضل حسین صاحب بیع مکان ۵ میں ان کا نام بذریعہ ہبہ ہے اور ہبہ
مشاع بعد انتقال و اہب باطل ہو جاتا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر سہ مکانات مذکور نمبر ۳ و ۴ و ۵ میں سید افضل حسین
صاحب کا کوئی حق ملک و رہن اصل میں نہیں تھا۔

(۴) مکان نمبر ۳ کی نسبت بالاتفاق اظہاراً و اثباتاً ہر سہ فریق ثابت ہوا کہ اس کی بیع و رہن نامہ
سب حقیقتہ بنام سید امیر علی صاحب مرحوم تھی اندراج نام دیگر اس اسی قاعدہ محمودہ بزرگان کی بنسار
پر تھا بالخصوص مدعا علیہ کا بیان کہ یہ تمام و کمال مکان سید امیر علی صاحب مرحوم نے فریقین کے خالہ زاد
ہمشیر قادری یگم کو ہبہ کر دیا صراحتاً اس کے متروکہ امیر علی صاحب ہونے کا اقرار ہے۔ سید امیر علی نے
انتقال فرمایا اور ان کے وارث یہی دو صاحبزادے سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب ہوئے تو
مکان کے متروکہ مورث ہونے کا اقرار نصف مکان بذریعہ وراثت ملک سید محمد افضل صاحب ہونے کا
اقرار ہوا لیکن یہ اقرار حق راہن پر کہ نہ حاضر ہے نہ فریق مقدمہ ہے مؤثر نہ ہوگا تو ایک ربع مکان مذکور باقرار

عہ تحریر ۱۰ و ۱۱ ش ۱۲ مسل

لہ رد المحتار کتاب العاریۃ دار ایضار التراث العربی بیروت ۵۰۶/۴
عہ العقود الدریہ کتاب الوصایا باب الوسی ارگ بازار قندھار افغانستان ۳۳۴/۴

سید محمد احسن متروکہ سید امیر علی صاحب اور تین ربح مرہونہ سید امیر علی صاحب قرار پائیں گے یہ رہن اگرچہ
بوجہ مشاع ہونے کے فاسد اور بوجہ دخلی ہونے کے شرعاً حرام ہے مگر تا وصول دین اس پر قبضہ رکھنے کا اختیار
فرد حاصل، اس بارے میں رہن صحیح و فاسد کا حکم ایک ہی ہے۔ درمختار صفحہ ۶۱۶،

لا یصح رہن مشاع مطلقاً ثم الصحیح غیر منقسم چیز کا رہن مطلقاً صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح
انہ فاسد ہے یہ ہے کہ وہ رہن فاسد ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے ص ۶۲۸

کل حکم عرف فی الرهن الصحیح فهو جو حکم صحیح رہن کا ہے وہ حکم فاسد رہن، مثلاً
الحکم فی الرهن الفاسد کہ رهن المشاع (مخلصاً) غیر منقسم رہن چیز کا ہے۔ (ت)
اور بعد انتقال مرہن اس کے ورثہ اس کی جگہ مرہن ہو جاتے ہیں، درمختار ص ۶۲۳،

لا یبطل الرهن بموت الراهن ولا بموت المرتہن و لا بموتہما باطل نہیں ہوتا بلکہ ان کے ورثہ میں
و یبقی الرهن رہنا عند الورثۃ۔ رہن باقی رہے گا۔ (ت)

تو اس مکان کے تین ربح کی مرہنی بنام فریقین اگرچہ حسب اقرار فریقین بطور اسم فرضی تھی مگر بعد
انتقال مرہن اصلی واقعی و حقیقی ہو گئی اور اس میں کسی فریق کو نزاع بھی نہیں ایک ربح باقی کے بیعنامہ
میں تین نام مندرج ہوئے سید امیر حسن مرحوم و سید افضل حسین پسران مدعی و احمدی بیگم زوجہ سید محمد احسن
صاحب مدعا علیہ، ان میں سید افضل حسین صاحب تو اپنے اقرار مذکور تنقیح سوم کے رُوسے جُدا ہو گئے
لیکن ہر سہ فریق کا اتفاق سید امیر حسن و احمدی بیگم پر اثر نہیں ڈال سکتا کہ اقرار حجت قاصرہ ہے اثر صرف مقر
کی اپنی ذات تک محدود رہتا ہے ہم صدر تنقیح سوم میں بیان کر آئے کہ دستاویزات مصدقہ مسلمہ ہر سہ فریق
میں ان کاموں کا اندراج دفع دعویٰ دیگران کے لئے بس ہے جب تک وہ بینہ سے ان اسماء کا شرفی ہونا
ثابت کریں جس کا ثبوت اصلاً فریقین سے کسی نے نہ دیا تو اس ربح میں اقرارات کا اثر صرف ایک ثلث
موسوم سید افضل حسین پر پڑے گا، اور وہ باقراد ہر سہ فریق متروکہ سید امیر علی صاحب قرار پا کر
سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب میں نصف نصف ہوا سید امیر حسن مرحوم و احمدی بیگم

۱۔ درمختار کتاب الرهن باب ما یجوز ارتہانہ و ما لا یجوز مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۸/۲
۲۔ " " فصل فی مسائل متفرقة " " " ۲۶۹/۲
۳۔ " " باب التصرف فی الرهن " " " ۲۷۰/۲

نہ فریق مقدمہ میں نہ ان کے ابطال حق پر فریقین سے کسی نے کوئی ثبوت دیا لہذا اس قدر میں کسی کا دعویٰ مسموع نہیں
 سید امیر حسن مرحوم کے وارث صرف ان کے والد سید محمد افضل صاحب مدعی ہیں تو اس ربح کا ایک ثلث کہ شرعاً
 ملک سید امیر حسن مرحوم تھا وراثتاً ملک سید محمد افضل صاحب ہوا سید محمد افضل صاحب کو بھی اگرچہ اقرار تھا کہ
 یہ مکان مٹروکہ پوری ہے جس کے رو سے اگرچہ اقرارات ہر سہ فریق حق سید امیر حسن مرحوم پر مؤثر نہ ہوا مگر جب
 ثلث بدعویٰ ارث سید محمد افضل صاحب کو پہنچے سید محمد احسن صاحب ان کے اقرار پر مواخذہ کر کے اس ثلث
 میں نصف کے مدعی ہو سکتے تھے لیکن سید محمد احسن صاحب بعد اقرار مذکور ہر سہ فریق کے صراحتاً تحریر کر چکے کہ
 امیر حسن کے حق کی بابت گزارش ہے کہ روپیہ والد صاحب کا تھا اور اس سے بیع و رہن کیا گیا اگر شرعاً اس میں میرا حق
 ہے تو مجھ کو دعویٰ ہے اور نہیں ہے تو دعویٰ نہیں ہے فقط اور اوپر معلوم ہوتا ہے کہ شرعاً سید امیر حسن مرحوم کے حق
 میں سید محمد احسن کا کوئی حق نہیں نہ خریداری میں روپیہ والد کا ہونا، ملک والد کو مستلزم۔ فتاویٰ خیرہ ص ۲۰۱
 لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون والد کے مال سے خرید کردہ چیز ضروری نہیں کہ والد
 المبیع للاب لے کئے ہو۔ (ت)

اور لا دعویٰ کسی شرط واقعی پر معلق کرنا بلا شرط لا دعویٰ ہے، درمختار ص ۴۰۷
 علقہ بامرکاتن کان اعطیتہ شریکی فحقہ براءت کو معلق کیا کسی اعتراضی معنی پر جیسے طالب لکھ دیون
 ابوا تانک وقد اعطاه صحبہ سے کہنا کہ اگر تو نے فلاں چیز میرے شریک کو دی تو
 میں نے تجھ کو بری الذمہ کیا حالانکہ دیون وہ چیز اس کے شریک کو دے چکا تو یہ تعلیق صحیح ہوگی۔ (ت)
 ردالمحتار جلد ۲ ص ۳۲۹

لانه علقه بشرط کائن فتججز لکے کیونکہ اس پائی جانے والی شرط پر معلق کیا ہے تو فوراً نافذ
 ہو گیا۔ (ت)

تو سید محمد افضل صاحب کا اقرار حصہ سید امیر حسن مرحوم کے بارے میں سید محمد احسن صاحب کے لا دعویٰ

عہ شریکی کی جگہ اصل میں بیاض ہے۔

۱/۲۱۹	دارالمعرفۃ بیروت	کتاب البیوع	لے فتاویٰ خیرہ
۲/۵۳	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما یبطل بالشروط الفاسد الخ	لے درمختار
۴/۲۲۵	مکتبہ دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	لے ردالمحتار

سے رو ہو گیا، اشباہ ص ۲۵۵:

المقرله اذا ارد الاقرار ثم عاد الى التصديق
مقرله نے جب اقرار کو رد کر دیا اور بعد میں اقرار کی
تصدیق کر دی تو بھی محروم رہے گا (ت)

ایضاً صفحہ ۲۵۳:

المقرله اذا كذب المقر بطل اقراره الخ
مقرله نے جب اقرار کرنے والے کو جھوٹا قرار دیا تو
اقرار باطل ہو جائے گا الخ (ت)

تو یہ ثلث کہ ملک سید امیر حسن مرحوم تھا خاص ملک سید محمد افضل صاحب ہوا اور نصف اس ثلث اسی سید افضل حسین صاحب کا ان کی ملک قرار پایا تھا مجموعہ ڈیڑہ ثلث یعنی اس رابع بیع کا نصف مملوکہ سید محمد افضل صاحب ہوا مکان ۴ کی اگرچہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ کا اپنے اظہار میں بیان کہ وہ میرا خرید کیا ہوا ہے صریح سہو ہے وہ مکان بیع نہیں رہن ہے مگر سید محمد احسن صاحب مذکور نے اپنے اظہار میں نیک نیتی سے تسلیم فرمایا کہ اس مکان میں نصف ان کا حصہ ہے جو انہوں نے خواجہ محمد حسن صاحب کے قبضہ میں مع نصف مکان ۵ مستغرق کیا ہے انہوں نے اپنی تحریر میں صراحت اقرار کر لیا کہ یہ رہن کھنڈ سار مشترک کی آمدنی سے لیا گیا اور تحریر کر دیا کہ جب سید محمد افضل صاحب مشترک کھنڈ سار میں تو نصف ان کا اور نصف میرا ہے فقط، لاہرم یہ نصف بحق سید محمد افضل صاحب ہے، یہی حالت ہے اس کی نسبت اگرچہ بیان و اظہار سید محمد احسن صاحب بہت مختلف واقع ہوئے مگر ہر شخص کا بیان اس قدر کہ اس کی ذات کے لئے نافع ہو بلا دلیل قابل قبول نہیں ہو سکتا اور جس قدر فریق دیگر کے لئے نافع ہے اس کے حق میں حجت ہو جاتا ہے سید محمد احسن صاحب نے اپنے اظہار میں صاف فرمایا ہے کہ نصف مکان ۴ کے ساتھ مکان ۵ پھاٹک والا احمد حسین والا کہ اس کا بھی نصف میرا ہے اسی قرضہ خواجہ صاحب میں مستغرق ہے نیز سید محمد احسن صاحب کے مختار عام سید افضل حسین صاحب نے اپنے اظہار اور اپنے بیان دونوں میں صاف فرمایا ہے کہ مکان ۴ کے سوا کہ

۴ خط کشیدہ عبارت اندازہ سے بنائی گئی ہے۔

۵ تحریر ۱۹ شامل مسل ۱۲

۶ تحریر ۱۱ شامل مسل ۱۲

۷ تحریر ۲ شامل مسل ۱۲

۲۲/۲	ادارة القرآن کراچی	کتاب الاقرار	الاشباہ والنظائر الفن الثانی	۱
۱۹/۲	" " "	"	" " "	۲

وہ تو سید امیر علی صاحب مرحوم کے بعد رہن لیا گیا باقی سب مکانات ان کے دادا سید امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے روپے سے بیع و رہن لئے ہیں اور اپنی طرف سے جس جس کو قبضہ دینا منظور تھا اس کا نام بیعنامہ اور رہن نامہ میں درج کر دیا اور سید محمد احسن صاحب نے اپنے اظہار میں فرمایا ہے کہ سید افضل حسین میرا مختار عام ہے اس مقدمہ دائرہ میں جو بیان سید محمد افضل حسین صاحب نے کئے مجھ کو قبول و منظور ہیں اور سید محمد احسن صاحب نے اپنی اخیر تحریر میں خود صاف لکھا کہ یہ بیع و رہن والد صاحب کے روپے سے تھے تو اپنے اگلے بیانوں کو صراحتہ رد فرمایا بالجملہ باقرار مدعا علیہ ثابت ہوا نیز اس کی تعمیر کی نسبت سید محمد احسن صاحب مجوز سے زبانی فرمادیا گیا تھا کہ کھنڈ سار بگت پور کے روپے سے ہوئی اور یہ کہ اس وقت سو اس کے ہماری کوئی آمدنی نہ تھی بعد اظہار میں اس عبارت کی نسبت بہت تفصیل بیان فرمائی ہے جس سے اس کی کچھ متفرق چیز مشترک کچھ خاص ان کے ثابت ہوتے ہیں اور تحریر فرمایا ہے پہلے جو میں نے مکان ۵ کی نسبت تعمیر عملہ کی مجوز صاحب سے عرض کیا تھا کہ کھنڈ سار بگت پور کی آمدنی سے کہ وہ میرا سہو تھا صحیح یہ ہے جو میں نے مفصل لکھا مگر کوئی مرقا اپنے اقرار سے بدعوی سہو و لغزش پھر نہیں سکتا، اشباہ ص ۲۵۴

اذا اقر بشئ ثم ادعى الخطاء لم تقبل یہ جب کسی چیز کا اقرار کر کے پھر خطا کا دعوی کرے تو یہ دعوی قبول نہ ہوگا۔ (ت)

تو میں اس امر میں شک کی کوئی وجہ نہیں پاتا کہ تمام و کمال مکان ۵ بھی نصف ملک سید محمد افضل صاحب ہے اور اس پر ایک قرینہ واضح یہ بھی ہے کہ سید محمد احسن صاحب اپنے اظہار میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مکان ۵ تمام و کمال میں نے اور سید محمد افضل نے بالمنصفہ و امودر اس کی دستاویزیں ہزار والی میں مستغرق کیا ہے۔ (۵) سید محمد احسن صاحب نے بکمال نیک نیتی اپنے بیان و اظہار میں جا بجا صاف تسلیم کر لیا کہ کھنڈ سار بگت پور ان کی اور سید محمد افضل صاحب کی مشترک ہے خود ابتدائی بیان جس میں اس کھنڈ سار کو تنہا اپنی فرمایا ہے اسی کے آخر میں آمد و خرچ پیش کردہ سید افضل حسین کو صراحتہ لکھ دیا کہ میرا اور سید محمد افضل صاحب کا بشارت ہے اس آمدنی کھنڈ سار مذکور شامل ہے بلکہ حساب طلب بھی اس آمدنی کا ہوا تھا

عہدہ تحریر ۲۲ء شامل مسل ۱۲

عہدہ تحریر ۲۲ء شامل مسل ۱۲

عہدہ تحریر ۱۹ء شامل مسل ۱۲

جو فریقین کی مشترک ہے تو اس میں آمدنی کھنڈسار مذکور کا درج فرمانا ہے صراحتہ دلیل شرکت تھا نہ کہ جب بیان شرکت کی تصریح بھی کر دی نہ کہ جب تحریر میں صاف لکھ دیا کہ یہ کھنڈسار میری اور سید محمد افضل صاحب کی شرکت میں ہے، لہذا مجموعہ آمدنی سالہ عمر سے نصف یعنی الکعبہ حق افضل صاحب ہیں۔

(۶) مدت خرچ میں اراضی محمد ولی جان فریقین کا مشترک ہونا اور اس کی قیمت کی معصہ فریقین کے ذمے بالمناصفہ ہونا فریقین کو تسلیم ہے اور الکعبہ کہ قرض خواہ کو رقم خلاف شرع یعنی سود میں سید محمد احسن صاحب کے ہاتھ سے گئی ان کے حلف کے بعد سید محمد افضل صاحب نے مشترک ہونا قبول کر لئے مرمت مکانات کی للعقبہ جن کی تفصیل فریقین سے کوئی نہ بنا سکا نہ ان کے معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ کہ کس قدر کس مکان کی مرمت میں صرف ہوا مکان ۷ کے سوا باقی چاروں مکانوں پر بکھیر مسادی قابل انقسام وہی مکان ۷ میں جب کہ سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق ثابت نہ ہوا اور سید محمد احسن صاحب اسے تنہا اپنی ملک بتاتے ہیں تو اس رقم کا ایک ربل میں خاص سید محمد احسن صاحب پر اور باقی ربل کا نصف میں ذمہ سید محمد افضل صاحب ہوا عیدین و خیرات و نیاز و خوراک خانہ وغیرہ سب کا نسبت سید محمد احسن صاحب کو اپنے بیان تحریری میں اقرار ہے کہ یہ بعد جانے سید محمد افضل صاحب کے خود سید محمد احسن صاحب نے صرف میں البتہ کتبہ داری کے حشر پر شادی و غمی کو فریقین نے مشترک تسلیم کیا اس پر ہم مجوز نے سید محمد احسن صاحب سے اس رقم کی فہرست طلب کی مگر سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے اس رقم کا حصہ ذمہ سید محمد افضل صاحب ڈالنے سے دستبرداری کی اور قبول فرمایا کہ یہ خفیہ رقم بھی میرے ہی ذمے رکھی جائے کھنڈسار ابھی پور نہ دیا کی نسبت خود محمد احسن صاحب اپنے تحریری بیان میں اقرار فرماتے ہیں کہ وہ میں نے خود کی تھی محمد افضل کی کوئی شرکت نہیں تھی فقط نیز اپنے اظہار میں اس کھنڈسار بالی پور کمال پور سب کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ سید محمد افضل صاحب کے سلی بھیت جانے کے ایک دو سال بعد میں نے سید محمد افضل صاحب سے کوئی اجازت نہیں لی تھی تو یہاں سے ظاہر ہوا کہ ان میں سے کسی کھنڈسار میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہ تھی نہ سید محمد افضل صاحب کو ان میں شرکت تسلیم ہے اور سید محمد احسن صاحب کا لکھنا کہ نہ سید محمد افضل صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں ان کھنڈساروں میں شریک نہیں ہوں ان کو علم تھا کہ یہ کھنڈسار میں کی گئی ہیں اور کسی کام کی بابت بھی کوئی خاص اجازت نہ لی جاتی تھی ہمیشہ ان کے شریک سلی بھیت سے آیا کرتے اور یہ بھی آتے وہ سب خرچ اس کھنڈساری آمدنی سے ہوتا تھا فقط کچھ انھیں

مفید نہیں سید محمد افضل صاحب نے انھیں شرکت کی نفی نہ کی تو اقرار بھی نہ کیا اور علم ہونا شریک ہونے کو مستلزم نہیں کھنڈساروں کی مخلوط آمدنی جن میں مشترک کھنڈساریت پر بھی تھی ممانداری سے سید محمد افضل صاحب وغیرہ میں خرچ ہونا بھی ان کھنڈساروں میں دلیل شرکت نہیں جو ان کے جانے کے سال دو سال بعد سید محمد احسن صاحب نے بطور خود بے اجازت لئے کیوں آئے خود سید محمد احسن صاحب مراۃ لکھ چکے ہیں کہ ابھی پورہ نو دیا کی کھنڈساروں میں سید محمد افضل صاحب کی شرکت نہیں اگرچہ دلائل موجب شرکت ہوتے تو ان میں بھی شرکت ثابت ہوئی جس سے خود مدعا علیہ کو انکار ہے تو ثابت ہوا کہ ان سب کھنڈساروں میں نقصانات سید محمد افضل صاحب پر ڈالنے کی کوئی وجہ نہیں پس مدت خرچ میں صرف تین مدیں ذمہ سید محمد افضل صاحب ہوئیں، نصف قیمت اراضی ولی محمد خاں و نصف رقم ناجائز سود کہ قرض خواہ کو گئی و بابت مرثیہ کل مع ۱۳۰۰۰ پائی ۲/۵۰۰ کل صالہ مع ۲/۵۰۰ پائی کہ نصف آمدنی ان کی یافتنی الیہ سے منہا ہو کر الیہ سے ۲/۵۰۰ پائی رہے لیکن سید محمد احسن صاحب نے دعویٰ کیا کہ مبلغ ۵۰۰ معرفت شیخ تصدق حسین اور ۵۰۰ معرفت سید فرست علی اور تخمیناً دس پندرہ روپے متفرق سید محمد افضل صاحب کے پاس پہنچے ہیں جو اسی گوشوارہ خرچ میں مندرج ہیں پہلی دو رقموں کا سید محمد افضل صاحب نے اقرار کیا تو یہ ۵۰۰ اور ۵۰۰ کے ساتھ سید محمد افضل کی یافتنی ذمہ سید محمد احسن صاحب پر رہے یہ حساب ظاہر سید افضل حسین صاحب مختار عام سید محمد احسن صاحب بہت جلدی میں تحریر فرمایا ہے رقم خرچ رقم آمدنی کے برابر ہے ۵۰۰ قائم کی اور تہہ نذر لکھ دیا اور مدت خرچ کی جو تفصیل فرمائی ان کا جوڑ صرف ۵۰۰ صالہ مع آتا ہے اسی روپے کا فرق ہے اور ایسی ہی سو روپے کی غلطی رقم بقایا میں ہے جس کا خود اقرار تحریر فرمایا مگر از انجا کہ ذمہ مدعی ان تین مدوں کے سوا باقی سے بری ہے اس تحقیقات کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ اسی لہ کی غلطی کہاں گئی۔

(۷) اثبات البیت کے دعویٰ سے فریقین نے دست برداری لکھ دی۔

(۸) مکان ۱ میں تو کوئی سید محمد افضل صاحب کا ثابت نہ ہوا اور مکان نمبر ۳ فریقین کے پاس رہن ہے نمبر ۳ کے بھی تین ربح فریقین کے پاس رہن ہیں رہن ملوک مرہن نہیں ہوتا اس مکان کا ربح اگرچہ ملوک ہے مگر وجہ اختلاف رہن وہ یکجائی نہ ہو سکے گا تو صرف دو مکان قابل تقسیم کیجاتی ہے مکان نمبر ۲ جس کا نصف نصف ہونا ابتداء سے مسلم فریقین تھا اور مکان نمبر ۴ کے اب نصف نصف ثابت ہوا ان دونوں مکانوں کا مفصل تخمینہ

معتبر راجوں نے بواجر سید محمد احسن صاحب کیا مکان ۲ کی قیمت مالعہ ۱۹ قرار پائی اور مکان ۵ کی مالعہ ۲۹ یہاں اتفاقاً قرض برداری درکار تھی مگر سید محمد احسن صاحب نے کہا کہ مکان نمبر ۵ میرے والد کو بہت پسند تھا وہ اس میں سوتے تھے یہ مجھے مل جائے اور زیادت کا معاوضہ مجھ سے دلایا جائے سید محمد افضل صاحب پہلے فرما چکے تھے کہ جو مکان وہ پسند کر لیں لے لیں اور کی بیشی کا معاوضہ ہو جائے بعد اس پسند کے بھی سید محمد افضل صاحب نے اسے منظور رکھا لہذا مکان ۲ خالص سید محمد افضل صاحب اور مکان ۵ خالص سید محمد احسن صاحب کا قرار پایا اور بابت کی حصہ سید محمد افضل صاحب میں آئی مالعہ ۸ سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل صاحب کی واجب الادا ہوئی کہ رقم سابق سے مل کر مجموعہ مالعہ ۲۰ پائی ہوئی۔

(۹) صما قرض دامودر اس کو سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں بکمال نیک نیتی صاف تسلیم فرمایا کہ یہ قرض ان پر اور سید محمد افضل صاحب مشترک ہے، باقی قرضہ کی نسبت تحقیقات درپیش تھی کہ ۶ مئی ۱۹۰۳ء کو جناب سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے ایک درخواست بدیں مضمون پیش کی کہ مبلغ الصما ۹ پائی جو سید محمد افضل صاحب کی بھی ہیں ان کے قلم کی تحریر کی ہوئی ان کی تحویل میں باقی ہیں مجھ کو مجرا دلائی جائیں عریضہ شامل فرمایا جائے، یہ دعویٰ جدید کی جہت سے بعد جناب سید محمد احسن صاحب کو یاد آیا بیان تحریری مورخہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں تھا و لہذا اس کی نسبت کوئی تنقیح قائم نہ ہوئی تھی نہ ایسے جدید دعویٰ کا کسی فریق کو اختیار تھا مگر جناب سید محمد احسن صاحب کے اصرار پر درخواست شامل مسل کی گئی اور سید محمد افضل صاحب سے جواب طلب ہوا انھوں نے اس رقم کے اپنے پاس رہنے سے صاف انکار کیا سید محمد احسن صاحب نے شہادتیں پیش کیں جن میں اس رقم کی نسبت سید محمد افضل صاحب کے پاس رہنا کسی شاہد نے اصلاً بیان نہ کیا بلکہ سید محمد حسین صاحب برادر عمہ زاد و فریقین نے اتنا کہا یہ میں نے نہ سنا کہ محمد افضل اپنے ساتھ کچھ نہ لے گئے نہ میں نے سنا کہ کچھ روپیہ تحویل میں ہے یا محمد افضل لے گئے ہیں بلکہ یہ سنا کہ پہلی بھیت میں محمد افضل نے کچھ زیور گرو رکھا کچھ روپیہ مقبول حسین خاں نے دیا، مرزا ہایت بیگ نے بیان کیا میں نے کبھی نہ سنا کہ کچھ روپیہ محمد افضل پہلی بھیت لے گئے نہ محمد احسن نے بیان کیا نہ کسی نے یہ تو نا اتفاقی

بیان کیا، باقی گواہوں کے بیان میں اصلاً کچھ تذکرہ نہیں، سید محمد احسن صاحب نے یہ شہادتیں اس غرض سے پیش کیں کہ تمام آمدنی کی تحویل سید محمد افضل صاحب کے پاس ہونا ثابت کریں یہ شہادتیں اس امر کے اثبات ہیں بھی ناتمام ہیں سید مہدی حسن صاحب و سید ممتاز علی صاحب و مرزا ہدایت بیگ صرف شیرے کی آمدنی سید محمد افضل صاحب کے پاس آنا بیان کرتے ہیں سید محمد احسن صاحب صاف کہتے ہیں کہ یہ میرے علم میں کچھ نہیں کہ تحویل ان دونوں بھائیوں میں کس کے پاس ہوتی تھی سید محمد افضل صاحب کے بھی دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ اوپر سے دادنی و یافتنی کی رقمیں جدا جدا لکھتے آئے ہیں اور یافتنی کی مجموعہ رقم کو تتمہ قرار دیتے ہیں اگرچہ بعد مجرائی دادنی و تتمہ جو تحویل میں باقی نہیں قرار پاسکتا بارہ سو سے قدرے نامد ایک رقم آخر حسین خاں کی دادنی اور بارہ سو ان سے یافتنی دونوں مدوں میں تھی یہ یافتنی ملا کر رقم تتمہ ^{۱۰}اصحاب ^{۱۱}پانی لکھی گئی تھی اس کے بعد کے حساب میں وہ رستم دادنی و یافتنی دونوں میں سے چھوڑ دی ہے اداریوں مال معویہ دادنی اور مال معویہ یافتنی لکھے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب اب برابر ہے تتمہ کچھ نہیں ایسی رقم و تحویل میں باقی ٹھہرانا سخت عجیب ہے ولہذا آج تک سید محمد حسن صاحب نے اس کا کوئی ذکر نہ فرمایا نہ وہ ان کے خیال میں تھا بلکہ بیان تحریری میں صراحت اس کے خلاف تحریر تھا کہ سید محمد افضل صاحب کو شاید بیس پچیس روپے گئے ہوں گے اگر یہ پندرہ سو لہ سو کی رقم بھی سیلی بھیت جانے کے وقت ان کے پاس ہی ہوتی تو اسی بڑی رستم کثیر چھوڑ کر صرف بیس پچیس روپے کے ذکر پر کیوں قناعت فرمائی جاتی اور وہ بھی لفظ شاید کے ساتھ، پھر اس درخواست کے دو روز بعد یعنی ۸ مئی کو جو تفصیل قرضہ سید محمد احسن صاحب مدعا علیہ نے پیش کی اس میں تو اس نزاع کو یک سرطے فرمادیا اور یہی ان کی نیک نیتی سے متوقع تھا اس کے آخر میں صراحت تحریر فرمایا کہ اس کے سوا کوئی مطالبہ سید محمد احسن صاحب غیرہ کا ذمہ سید محمد افضل صاحب نہیں ہے سوائے ^{۱۲}ص کے کہ معرفت شیخ تصدق حسین صاحب و سید فرحت علی صاحب کے سید محمد افضل صاحب کو پہنچے ہیں، الحمد للہ کہ حق واضح فرمادیا، اس دعویٰ کے جواب میں ۱۱ مئی کو سید محمد افضل صاحب نے بھی ایک جدید دعویٰ ^{۱۳}الما علیہ کا پیش کیا محاسبات میں سید افضل حسین صاحب مختار عام نے یہ رقم نقد آمدنی کھنڈ سار کی بتائی تھی کہ آسامیوں سے علاوہ اسکے آئی تھی مگر شرائط پیش کردہ میں اس کا کچھ ذکر نہ تھا سید افضل حسین صاحب نے بعد استفسار بیان کیا کہ یہ رقم ادھر سے آئی ادھر گئی یعنی یافتنی نہیں آئی دادنی میں گئی لہذا قائم نہ کی گئی اس پر سید محمد افضل صاحب نے استفسار کیا کہ کس دادنی میں گئی انھوں نے خالص اپنے قرضے میں دی یا مشترک میں اس کا جواب ۱۲ مئی کو سید محمد احسن صاحب نے لکھا کہ یہ رقم تحویل میں نہیں رہی بلکہ قرضے میں الٹ پھر ملی گئی صرف میرے ذمے پر تھا قرضہ کوئی نہ تھا بلکہ مشترک قرضہ متعلق کھنڈ سار کے تھا اس میں گئی، شرعاً شریک کا حلفی بیان ایسے امور میں مقبول ہے اگرچہ اصلاً تفصیل نہ بتائے۔

سئل قادی الہدایۃ عن طلب محاسبۃ قادی الہدایۃ سے سوال ہوا کہ کوئی شخص اپنے شریک شریک فاجاب لا نلزمہ بالتفصیل و مثله سے حساب کا مطالبہ کرے تو جواب دیا کہ ہم تفصیلی المضارب والوصی والمتولی، نہرہ حساب لازم نہیں کریں گے۔ اسی طرح مضارب وصی اور متولی کا معاملہ ہے، نہرہ۔ (ت)

توان سولہ سو کی طرح یہ دو ہزار بھی ناقابل سماعت ہیں، اس جملہ مقرضہ کے بعد اصل تنقیح بقیہ قرضہ کی طرف عطف عنان کریں مسئلہ ۹ کہ قرضے کے دکھائے گئے اور سید محمد احسن صاحب نے اپنے بیان تحریری میں فرمایا کہ وہی قرضہ اب تک چلا آتا ہے اس میں سے مسئلہ ۱۰ قرضہ دستاویز واقعہ دامودرد اس تو یقیناً اب تک چلا آتا ہے باقی رقوم کی تفصیل جو سید محمد احسن صاحب نے بابت مسئلہ ۱۱ تفصیلی جبکہ سید محمد افضل صاحب پہلی بھیت گئے تھے اور اب بابت شروع مسئلہ ۱۲ تفصیلی اپنی ہی سے لکھائی اور وہ شامل مسل ہے، اس کے ملاحظہ سے واضح ہے کہ اس قرضے میں ایک جہ قرضہ سید فرحت علی صاحب کے کچھ باقی نہیں مسئلہ ۱۳ میں سب رقوم جدید ہیں سید فرحت علی صاحب کے مسئلہ ۱۴ میں السید علی لکھے تھے اور بابت مسئلہ ۱۵ میں صاریہ تحریر ہیں سید محمد احسن صاحب نے اپنی اخیر تحریر میں ذکر فرمایا ہے کہ اب یہ لہ سے بھی ادا ہو گئے ان کے فقط صما باقی ہیں تو دامودرد اس کے مسئلہ ۱۶ اور سید فرحت علی صاحب کے صما جملہ للعت نکال کر لہ مسئلہ ۱۷ سید محمد احسن صاحب نے ادا کئے اور یہ قرضہ مشترک تھا تو سید محمد احسن صاحب کا حاصل دعویٰ یہ ہوا کہ اس کا نصف یعنی السید علی مسئلہ ۱۸ کہ سید محمد احسن صاحب نے از جانب سید محمد افضل صاحب ادا کئے ہیں سید محمد افضل صاحب سے ان کو دلائے جائیں قرضہ اگر بابت کھنڈ سار مشترک ہوتا تو یہ امر دیکھنا کہ قرضہ مذکور سید محمد احسن صاحب نے کس مال سے ادا کیا اگر آمدنی مشترک کھنڈ سار سے ادا ہوا تو کوئی وجہ مطالبہ نہیں کہ مشترک مال سے ادا ہوا اور اب سید محمد احسن صاحب کا وہ بیان مورخہ ۱۲ مئی وارد ہوتا کہ السید علی مسئلہ ۱۹ نقد آمدنی کھنڈ سار اور ہوئے تھے جو قرضہ مشترک کے ادا میں گئے مگر سید محمد احسن صاحب اپنے بیان تحریری میں صاف لکھ چکے ہیں کہ یہ قرضہ سابق میں جبکہ خرچ ان کے یعنی سید محمد افضل صاحب کے تعلق تھا ہوا تھا بابت خرچ خانگی کے جو ان کی بھی سے ثابت ہے اور اخیر تحریر مورخہ ۸ جون مسئلہ ۲۰ میں لکھا قرضہ مسئلہ ۲۱ میں مسئلہ ۲۲ قرضہ دامودرد اس کے ہیں اور مسئلہ ۲۳ جو دیگر صاحبان کا متفرق چاہئے یہ بات خرچ خانگی ہے کھنڈ سار ریکٹ پور میں کبھی نقصان نہ ہوا نہ اس کو اس سے کچھ

تعلق ہے ان دونوں بیانون سے صاف روشن ہوا کہ اس قرضہ کو عقد شرکت کے مال یعنی کھنڈسار سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ خانگی میں جو قرضہ دونوں صاحبوں پر تھا وہ سید محمد احسن صاحب نے ادا کیا ہے اب اگر اس کی ادا مال مشترک سے ہوئی (جیسا کہ اس بیان اخیر سے پتا چلتا ہے کہ کھنڈسار کسی وقت محتاج قرضہ نہ ہوئی تھی اور یہیں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس المال علیہ کا قرضہ کھنڈسار کے ادا میں صرف ہونا غالباً سہو بیان تھا) جب تو ظاہر ہے کہ سید محمد احسن صاحب کو اس قرضہ کی بابت کوئی دعویٰ نہیں پہنچتا اور اگر فرض ہی کر لیا جائے کہ یہ قرض سید محمد احسن صاحب نے خاص اپنے مال سے خواہ کسی سے قرض لے کر ادا کیا تو یہ ایک قرض ہے کہ ایک بھائی پر آتا تھا دوسرے نے بطور خود ادا کر دیا بھائی کے ساتھ حسن سلوک ہوا اور نیک سلوک پر ثواب کی امید ہے مگر معاوضہ ملنے کا استحقاق نہیں کہ کوئی شخص نیک سلوک و احسان کر کے عوض جبراً انہیں مانگ سکتا و لہذا کتابوں میں تصریح ہے کہ جو شخص دوسرے کا قرضہ بے اس کے امر کے ادا کر دے وہ اس سے واپس نہ پائے گا۔ عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۰۷ :

المبتوع لا يرجع بما تبوع به علی غیرہ
غیر پر نیکی کرنے والا نیکی میں دی ہوئی چیز واپس پائیگا
کہا لو قرضی دینت غیرہ بغیر امرہ یہ
جیسے غیر کی طرف سے اس کے امر کے بغیر قرض مل
ادا کر دے۔ (ت)

اسی طرح جامع الفصولین وغیرہ میں ہے، تو ثابت ہوا کہ سید محمد احسن صاحب کو کوئی مطالبہ یا بابت قرضہ سید محمد افضل صاحب پر نہیں پہنچتا دستاویز و ورقہ کا مطالبہ ہے تو دامودر اس کا ہے اور ان صما کا نصف ہے تو سید فرحت علی صاحب کا ہے اس میں سید محمد افضل صاحب کو عذر بھی ہے کہ سید فرحت علی صاحب کے پاس باقی ہیں مجموع اڑھائی سو ہوں گے مگر اس کی تحقیقات کی یہاں ضرورت نہیں یہ دعویٰ سید محمد احسن صاحب کا نہیں اس میں مدعی ہوں تو سید فرحت علی صاحب ہونگے جن کو اس مقدمہ سے تعلق نہیں۔

(۱۰) سید محمد احسن صاحب نے بقایا ذمہ آسمیان المال علیہ لکھی ہے جو پہلے براہ سہو المال علیہ لکھی گئی اور بعد کو اس کی تصحیح فرمادی ہے اس رقم میں بقایا بابت مکان عبدالکرم خاں والا اور بقایا رس جگت پور ذمہ آسمیان اور بقایا توفیر ذمہ آسمیان دیدہ شامل ہے اور اس کی اور تفصیل وہی ہے کہ اس میں اس قدر وصولی یعنی متوقع الوصول اور اس قدر غیر وصولی ہے جس کے وصول کی امید

نہیں اور اپنے رقم مورخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ میں اقرار فرمایا کہ بقایا رس سے تخمیناً اللعصے کا رس اور وصول ہو گیا ہے اور اس تخمینہ کو ان کے مختار عام سید افضل حسین صاحب نے بعد بہت محاسبات کے یوں ظاہر فرمایا کہ اللعصے کا رس حقیقتاً وصول ہوا ہے تو اس قدر بقایا میں نہ رہا اور اس کا نصف صما للعصے ذمہ سید محمد احسن صاحب یا مفتی سید محمد افضل صاحب اور واجب الادا ہو کر اس وقت تک مجموع رقم ان کے ذمہ صما للعصے ۳۰۰ روپے پائی ہوئی بقایا رقم الصما للعصے کی نسبت اگرچہ سید محمد احسن صاحب کی یہ خواہش ہو کہ کمی وصول کا کچھ کم کر کے باقی کی تنصیف کر دی جائے خواہ دستاویز میں بانٹ دی جائیں خواہ ایک سے دوسرے کو ان کا معاوضہ دلا کر جلد بقایا ایک فریق کی کر دی جائے کہ اب کھنڈ سار میں شرکت رکھنا منظور نہیں اور سید محمد افضل صاحب بھی قطعی شرکت پر راضی نہیں مگر تحصیل بقایا سے اپنے آپ کو معذور محض بتاتے ہیں کہ میں اسامیوں کو جانتا بھی نہیں ہمیشہ کام سید محمد احسن صاحب نے کیا اور اسامیان انھیں کے قبضے میں ہیں مجھے کچھ وصول نہ ہو سکے گا مگر شرعاً دو دائیں مدیون کو تقسیم نہیں کر سکتے نہ غیر مدیون سے دین و تبادلہ ممکن لہذا اس بقایا کو خواہ وصولی ہو یا غیر وصولی بدستور اس کے حال پر چھوڑنا لازم، اور جس فریق کو جس قدر ان میں سے وصول ہوتا جائے اس کا نصف دوسرے کو ادا کرنا واجب البتہ اگر کسی مدین بقایا اس قدر سے کم ثابت ہو جو سید محمد احسن صاحب نے بتائی ہے تو بلا ہرچہ کہ اس قدر ادا کرنا کو وصول ہو گیا تھا لہذا اس کمی کا نصف بقی سید محمد افضل صاحب ادا کرنا ان کے ذمے لازم ہو گا سید محمد احسن صاحب نے بقایا بابت رس ذمہ اسامیان جگت پور صما للعصے ۳۰۰ روپے لکھائی ہے کہ اللعصے بعد کو وصول ہو کر صما للعصے رہے بعد کو یہ عذر کہ اس میں سہو ہوا ان میں لے لیا بابت خرید جائیداد نیلام میں باقی اس جگت پور کے ہیں قابل رقم نہیں کہ وہ کاغذ حلفی تھا اور یہ رستم خرید نیلام ایک غیر وصول رقم ہے جسے سید محمد احسن صاحب غیر وصول نقصان میں ڈال چکے ہیں اور کوئی اقرار کنندہ آئندہ اپنے اقرار میں اپنی مفید غلطی و سہو بتانے کا مجاز نہیں خصوصاً اس حالت میں کہ یہ غلطی انھوں نے تقریباً دو مہینے بعد ظاہر کی حلفی کا غنہ ۱۶ ذی الحجہ کو پیش کیا تھا اور یہ غلطی ۸ صفر کو بتائی ہے مع ہذا خواہ ان کی بھی کے ملاحظہ سے ظاہر ہوا کہ یہ رقم اس میں بھی سہو ہوتی رہی بعد کو بڑھائی گئی ہے جو اوپر لکھے ہوئے جوڑ سے بڑھتی ہے اور اس کی تحریر بھی صاف جدا قلم و سیاہی سے نظر آتی ہے مشالہ اور مشالہ ف کا جمع خرچ بھی سید محمد احسن صاحب کے ملاحظہ سے یہ امر ظاہر ہے لہذا کسی طرح یہ استثناء قابل قبول نہیں اسی قطع شرکت کی غرض سے فریقین نے یہ بھی چاہا کہ کھنڈ سار جگت پور کے کڑھاؤ (جس میں سید محمد افضل صاحب نے تو بیان کیا تھا اور سید محمد احسن صاحب نے سات تسلیم کئے) قیمت لگا کر ایک فریق کو دلا دیئے جائیں سید محمد احسن صاحب نے ان کی مجموعی قیمت

لے تجویز کی اور لکھا کہ سید محمد افضل صاحب اس قدر قیمت میں خود لے لیں یا ہم کو دے دیں۔ سید محمد افضل صاحب نے خود لینا پسند کیا پس حصہ سید محمد احسن صاحب کے مال لے ان کی یافتنی مذکور سے کم ہو کر مال لے ۲/۳ پائی ان کے لئے محمد احسن صاحب پر رہے اور کڑھاؤ ساتوں سید محمد افضل صاحب کے ہوئے لہذا حسب ذیل حکم ہوا:

- (۱) جملہ مکانات قنارہ میں سید افضل حسین صاحب کا دعویٰ نہیں۔
- (۲) مکان نمبر ۱ میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہیں۔
- (۳) مکان نمبر ۳ کے تین ربلع بیع سے نصف ملک سید محمد افضل صاحب اور ایک ربلع مرہون سے نصف ان کا مرہون ہے۔
- (۴) مکان نمبر ۴ عبد الکریم خاں والا بالمنافہ سید محمد افضل و محمد احسن صاحبان کے مرہونی میں ہے۔
- (۵) مکان نمبر ۵ احمد حسین خاں والا خالص ملک سید محمد احسن صاحب قرار پایا اس میں سید محمد افضل صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔
- (۶) مکان نمبر ۲ محمد بخش والا خالص ملک سید محمد افضل صاحب قرار پایا اس میں سید محمد احسن صاحب کا کوئی حق نہ رہا۔
- (۷) اثاث البیت میں کسی فریق کا دوسرے پر دعویٰ نہ رہا۔
- (۸) بقایا بدین تفصیل بابت رس ذمہ اسامیان جگت پور سامیہ، بابت توقیر ذمہ اسامیان دیہہ لغایہ شرف مال لے، بقایا بابت مان پور و پراکھڑا مال لے ۱۲، مطالبہ مرہنان بابت مکان مرہون عبد الکریم خان والا سامیہ مجموعہ اصالہ ۱۳۹۹ ف ملک سید محمد افضل صاحب و سید محمد احسن صاحب کے بالمنافہ میں ان میں جو کچھ جس فریق کو وصول ہوا اس کا نصف دوسرے کو ادا کرے اگر کسی مد میں اس مقدار سے کمی ظاہر ہو تو سید محمد احسن صاحب پر لازم ہو گا کہ اس کمی کا نصف سید محمد افضل صاحب کو ادا کریں۔
- (۹) کھنڈ سار جگت پور میں شروع شدہ سے سید محمد افضل صاحب کی شرکت رہی اس کے ساتوں کڑھاؤ سید محمد افضل صاحب کے قرار پائے سید محمد احسن صاحب وہ ساتوں کڑھاؤ سید محمد افضل صاحب کے مکان پر پہنچوا دیں، سید محمد افضل صاحب کو یہ بار برداری ادا کرینگے۔
- (۱۰) قرضہ دامودر اس بابت دستاویز نمبر ۳ واقعہ صمد دونوں فریق سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصف نصف ہے اس کی وجہ سے جو کچھ باریا مطالبہ آئے گا دونوں فریق پر بھجوا دیں

ہوگا شروع ۱۳۰۸ تک جبکہ سید محمد افضل صاحب پٹلی بھیت گئے ہیں جو رقم سید فرحت علی صاحب کی یافتنی ذمہ فریقین تھی اس میں سے بعد از آخر ۱۳۰۹ تک جو کچھ باقی رہا جو حسب بیان سید محمد حسن صاحب مجموعہ صمار روپے اور حسب بیان سید محمد افضل صاحب مجموعہ دو سو مال یا ڈھائی سو مال یہ قرضہ بھی پانسو کی مقدار تک جتنا ثابت ہو سید محمد افضل و سید محمد احسن صاحبان پر نصفاً نصف ہے ان تینوں مدت مذکورہ کے سوا باقی قرضے سے فریقین بری ہیں۔

(۱۱) آخر ۱۳۰۹ تک بابت جملہ حساب کتاب فریقین میں ایک کے دوسرے پر یافتنی محسوب و مجرا ہو کر ایک ہزار سات سو اٹھانوے روپے دو آنے تین پائی اور ایک پائی کے آٹھ حصوں سے تین حصے سید محمد احسن صاحب پر سید محمد افضل کے یافتنی نکلے یہ سید محمد احسن صاحب رقم مذکور ان سید محمد افضل صاحب کو ادا کریں ۱۳۱۰ فیصلی کا حساب بابت توفیر دیہہ علیحدہ ہے فقط

۹ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ء مطابق ۱۶ جون ۱۹۰۳ء

مسئلہ ۶۷ از پٹلی بھیت محلہ بھورے خاں مسئلہ امیر حسن خان صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ء کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام و شرع متین اہلسنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ مسمیٰ حافظ محمد میر خان نے منجملہ ۱۰ بسوہ ۱۳ بسوانسی ۶ کچوانسی ۱۳ انوانسی ۷ نوانسی کے ۵ بسوہ حقیقت زمینداری موضع منڈریا پر گنہ پٹلی بھیت و ایک منزل مکان سکونہ واقع پٹلی بھیت قیمتی معینہ اپنی زوجہ مسماۃ اشرف بیگم کو بالعوض دین مہر تعدادی ۵۰۰ روپے کے دے کر داخل خارج کر اگر قبضہ مستقل دے دیا اس کے بعد محمد میر خان ساٹھ چار برس زندہ رہے بعد انتقال محمد میر خان کے جو ۵ بسوہ ۱۳ بسوانسی ۶ کچوانسی ۱۳ انوانسی ۷ نوانسی و دیگر جائداد معافیات وغیرہ جو بنام محمد میر خان کے تھی اس میں سے حق چہارم مسماۃ اشرف بیگم کو ملا اور بقیہ ورثائے محمد میر خان پر تقسیم ہو گئی مسماۃ اشرف بیگم کل جائداد مذکورہ بالا پر ساڑھے انیس برس مالکانہ قابض و ذخیل رہی بعد اس کے جائداد مذکورہ کو مسماۃ مذکور نے مختلف ایام میں اپنی حیات میں بدست امیر حسن خان بالعوض مبلغ معینہ ۵۰۰ روپے کے فروخت کر کے داخل خارج وغیرہ اپنی موجودگی میں بنام امیر حسن خان کر دیا وقت بیع سے اس وقت تک امیر حسن خان مشتری برابر قابض و ذخیل ہے تحریر معینہ سے ایک سال تک مسماۃ زندہ رہی اب انتقال مسماۃ کو عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا جس وقت مسماۃ نے جائداد بیع کی تھی اس وقت وارثان محمد میر خان عاقل و بالغ تھے اور اسی محلہ کے ساکن بلکہ قریب مکان بیسہ کے سکونت رکھتے تھے اور رکھتے ہیں اور جس وقت داخل خارج بنام امیر حسن خان مسماۃ نے کرایا تو اس کے اشتہار وغیرہ موضع میں آویزاں کئے گئے اور اسی موضع میں وارثان محمد میر خان

کی حقیقت علیحدہ تھی اور اب ہے کوئی عذر کسی قسم کا نہیں کیا بعد اس کے امیر حسن خاں نے ۵ بسوا نسی منجلہ ۵ بسوہ خرید کر ڈ اپنے کے ایک مسجد کے نام وقف کر دیں کسی نے کوئی عذر نہیں کیا ان سب کارروائیوں سے وارثان محمد میر خاں بخرنی آگاہ اور واقف تھے اب وارثان محمد میر خاں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ جائیداد بالعرض دین مہر کے دی گئی مگر صحن حیات یعنی مسماۃ اپنی حیات تک اس کی مالک تھی اور بعد وفات مسماۃ کے جائیداد مذکور بالا وارثان محمد میر خاں کو پہنچی، آیا اس حالت میں یہ جائیداد ورثائے شوہر مسماۃ کو شرعاً واپس ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بیعتنا تو جبروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں وہ جائیداد ہرگز ورثائے شوہر کو واپس نہیں ہو سکتی، نہ ان کا دعویٰ اصلاً سنا جائے گا کہ وہ صریح حیلہ و فریب ہے اور بالعرض دین مہر جو کچھ جائیداد دی جائے وہ بیع ہے اور بیع کا مشتری کے صحن حیات تک ہونا کیا معنی، یہ محض مہل و بیہودہ عذر ہے، فتاویٰ خیرہ میں ہے ۱

قال صاحب المنظومة اتفق اساتيدنا على
انه لا تسمع دعواه ويجعل سكوتہ رضی للبيع
قطعا للتزوير والاطماع والحيل والتلبیس
وجعل الحضور وترك المنازعة اقرارا بانه
ملك البائع، وقال في جامع الفتاوى و
ذكر في منية الفقهاء رأی غیرہ یبیم عروضا
فقبضها المشتري وهو ساكت وترك ما ذكته
فهو اقرار منه بانه ملك البائع انتهى ۱۔
والله سبحانه وتعالى اعلم۔

صاحب منظومہ نے فرمایا ہمارے اساتذہ کا اتفاق ہے
کہ اس کا دعویٰ مسکوت نہ ہوگا اور اس کے سکوت کو
بیع پر رضا مندی قرار دیا جائے گا تا کہ جعل سازی
اور لاپرواہی، دھوکہ دہی اور حیلے ختم کئے جاسکیں اور
اس کی موجودگی اور منازعت نہ کرنا اس بات کا اقرار
قرار دیا جائے گا کہ یہ بائع کی ملکیت تھا اور جامع الفتاویٰ
میں فرمایا اور منیۃ الفقہاء میں مذکور ہے کہ ایک شخص
دوسرے کو سامان فروخت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہو
تو مشتری کے قبضہ کرنے پر وہ خاموش رہا اور منازعت

نہ کی تو وہ اس بات کا اقرار ہے کہ یہ بائع کی ملکیت ہے اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (د)

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمر میں باہم نزاع تھی دونوں نے برضاے خود پنچایت کی پنچوں نے فیصلہ کر دیا مگر انگریزی طور پر اس کا نفاذ نہ ہوا فریقین پھر تنازعہ کرتے رہے دوبارہ پھر پنچایت برضاے فریقین ہوئی نفاذ اس کا بھی قانونی طور پر نہ ہوا تھا لہذا فریقین کو گنجائش انحراف رہی یہاں تک کہ

نوبت کچہری میں نالشی کی پہنچی اب پھر سہ بارہ پنچایت قرار پائی اس صورت میں ان بچوں کو اگلے فیصلوں کی نسبت کیا کرنا چاہئے انھیں بحال رکھیں یا وہ منسوخ ہو گئے۔ بیٹو! توجروا۔

الجواب

کسی کو بچ کر کے جب تک وہ فیصلہ نہ کرے ہر فریق کو اس کی پنچایت سے عدول کا اختیار ہوتا ہے مگر جب اس نے حکم کر دیا اب وہ فریقین کو لازم ہو گیا اس سے پھر نے کا دونوں میں سے کسی کو اختیار نہیں ہوتا قانونی نفاذ ہونا کچھ ضرور نہیں تو صرف بر بنائے انحراف فریقین وہ فیصلے منسوخ نہیں ہو سکتے ان بچوں کو چاہئے ان فیصلوں کو دیکھیں ان میں جو فیصلہ مطابق شریعت موافق مذہب حنفی ہو، بچوں پر لازم ہے کہ اسے نافذ کریں بحال رکھیں کہ موافق شرع کا خلاف مخالف شرع ہوگا اور مخالف شرع فیصلہ دینے کا کسی کو اختیار نہیں اور اگر اگلے دونوں فیصلے خلاف شرع خلاف مذہب تھے تو بچوں پر لازم ہے کہ انھیں باطل کر کے موافق شرع فیصلہ کریں،

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المختار
ینفرد احدہما بنقض التحکیم بعد وقوعہ
(قبل الحکم) فان حکم لزمہما ولا یبطل
حکمہ بعزلہما لصدورہ عن ولائۃ شرعیۃ
ملتقطا وفي رد المختار عن بحر الرائق
لورفع حکمہ الی حکم اخر حکما بعد فالتانی
کالقاضی یبضیہ ان وافق رأیہ
والا بطلہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔
ثالث کے پاس پیش کریں تو وہ اس فیصلہ کو نافذ کرنے میں قاضی کی طرح ہوگا اگر اس کی رائے کے موافق ہو
تو نافذ کرے ورنہ باطل کر دے اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۸۲/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	باب التحکیم	لے در مختار کتاب القضاء
۳۴۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	رد المختار
۳۴۹-۵۰/۴	" " " " "	"	لے " "

مسئلہ ۶۹ از جالندھر محلہ راستہ دروازہ پھکواڑہ مسئلہ محمد احمد صاحب ۳۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی آبادی سے سالہا پہلے عمرو کے گھر کا تمام برساتی پانی اور روزمرہ کا پانی چلا آیا ہے جب زید نے اس حویلی کو خرید لیا اور از سر نو بنائی تو زید نے اپنے گھر میں سے عمرو کے پانی گزرنے کا حق ثابت کر کے اپنی دیوار میں ایک بدرود رکھ کر اپنے گھر کے صحن میں ایک پختہ نالی بنا کر اس میں اپنا تمام پانی اور عمرو کے گھر کا تمام پانی ڈال کر باہر کو نکال دی جس کو عرصہ ۳۳ سال کا ہو چکا ہے کہ عمرو کے گھر کا ہر ایک قسم کا پانی مثل دستور سابقہ زید کے گھر سے گزر کر شارع عام میں جاگرتا ہے، زید کی وفات کے بارہ سال بعد ماشکیوں کے بے وقت پانی دینے کی وجہ سے عمرو نے اپنے گھر میں ایک کنواں لگوا لیا ہے اب زید متوفی کی زوجہ سوائے برساتی پانی کے روزمرہ کے پانی کو بند کرتی ہے اور عمرو کی طرف سے پانی نکلنے کو کوئی راستہ نہیں بجز زید کی طرف سے، اور یہ بھی واضح ہو کہ زید نے حسن سلوک کی وجہ سے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری نہیں کیا بلکہ استحقاق پچھلا ثابت کر کے عمرو کا پانی اپنے گھر میں جاری رکھا ہے اب علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ حسب شریعت صورت مندرجہ بالا میں عمرو کو اپنے گھر کا پانی گزارنا زید متوفی کے گھر سے بلا رضا مندی زوجہ زید متوفی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور زید متوفی کی زوجہ بوجہات بالا عمرو کے پانی کو شریعتاً بند کر سکتی ہے یا نہیں؟ یتنوا بالصواب جزمکم اللہ تعالیٰ یوم الحساب۔

الجواب

اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ عمرو کا ہر قسم کا پانی بارانی وغیرہ بارانی بالا استحقاق مکان زید سے گزر کر جاتا ہے تو زوجہ زید کو عمرو کے کسی پانی کو روکنے کا ہرگز اختیار نہیں لان الحق لا یرد والمیل لا یسد (کیونکہ حق رد نہیں ہو سکتا اور پانی کے بہاؤ کو روکا نہیں جاسکتا۔ ت) یہاں زوجہ زید کو بھی عمرو کے مطلق استحقاق سے انکار نہیں، نزاع اس میں ہے کہ برسات کے سوار و زمرہ کے پانی بہانے کا بھی عمرو کو حق ہے یا نہیں، اس کے لئے زمین عمرو کا ڈھال مکان زید کی طرف ہونا مکان زید میں عمرو کی طرف سے آئینہ پانی کے لئے بدرو ہونا اس کے ثبوت کو کافی نہیں کہ یہ استحقاق ہر قسم کے پانی کو عام ہے بلکہ اس کا ثبوت صرف تین طور پر ہے یا تو ارثان زید اقرار کریں کہ واقعی عمرو کو استحقاق عام حاصل ہے یا عمرو کو ابان عادل سے اپنا عموم استحقاق ثابت کرادے یعنی گواہ شہادت دیں کہ عمرو کو ہر قسم کے پانی بہانے کا حق اس مکان میں حاصل ہے یا گواہی دیں کہ زید یا وارثان زید نے اس کے علوم استحقاق کا ہمارے سامنے اقرار کیا اور اگر فقط اتنی ہی گواہی دیں گے کہ ہم نے مدتوں سے عمرو کا ہر قسم کا مکان زید میں جاتے دیکھا تو اس سے کچھ ثبوت نہ ہوگا،

لانه لا یدل علی الاستحقاق لجوانہ ان یہ استحقاق پر دلالت نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ زید کی

مسئلہ از ریاست رام پور متصل مسجد جامع مرسلہ نیچے خان ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تخمیناً تین سال کا ہوا کہ کسی زید نے چند قطعہ مکانات واقع شہر رام پور بنام مسماۃ ہندہ زوجہ خود بلعوض دین مہربیع کر کے بیعنامہ بنام ہندہ تحریر کر دیا اور حسب قاعدہ رجسٹری کرادی اور قبضہ بھی مکانات پر ہندہ کا کرادیا اور زید خود ایک موضع میں رہنے لگا بعد ازاں زید کی زوجہ متوفیہ اولے کے لطن سے جو اولاد ہے اس نے بابت حق و حصہ شرعی منجملہ دین مہربیا فتنی والدہ خود ذمگی زید کے زید پر کچری میں نالش کر کے کچری سے ڈگری حاصل کی اور ڈگری مذکور جاری کر کے صیغہ اجرائے ڈگری میں مکانات مذکورہ کو قرق کرایا، قاعدہ مروجہ کچری یہ ہے کہ اگر کوئی جائیداد صیغہ اجراء ڈگری میں قرق کی جائے اور کوئی شخص بر بنائے قبضہ مستقلاً نہ اس کی بابت عذر کرے تو بشرط ثبوت قبضہ مستقلاً نہ عذر دار کی وہ جائیداد قرقی سے واگراشت ہو جاتی ہے، اب مسماۃ ہندہ نے نسبت قرقی مکانات اپنے کے کچری میں عذر داری کی کہ یہ مکانات ملوکہ مقبوضہ میرے ہیں، قرقی سے واگراشت فرمائے جائیں ثبوت میں بیعنامہ اقراری زید اور بہت سے گواہان پیش کئے کہ جن کی شہادت سے مالک و قابض ہونا ہندہ کا بموجب بیعنامہ بذریعہ سکونت و مرمت مکانات وصول کرایہ اور حسب اقرار زید کے ثابت ہے۔ سوالات جرح میں گواہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زید گاؤں میں رہتا ہے، کبھی کبھی رام پور میں آتا ہے تو اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ اور اپنی اولاد کے پاس انھیں مکانات میں ٹھہرتا ہے دو چار روزہ کر پھر گاؤں کو چلا جاتا ہے ڈگری داران حجت پیش کرتے ہیں کہ حسب روایات فقہ مندرجہ ذیل قبضہ ہندہ کا نہیں ہے شرعاً زوجہ مع متاع خود بلقبضہ شوہر ہے لہذا مکانات بھی مقبوضہ شوہر ہیں روایات

لان المرأة وما فی یدھا فی ید النزوج ۱۲
بحر الرائق - وفي الاشباه هبة
المشغول لا يجوز الا اذا وهب الالاب
لطفله قلت وكذا الدار المعامرة
والتي وهبتها الزوجها
على المذهب لان المرأة و
متاعها فی ید النزوج فصحت التسليم

لے بحر الرائق کتاب الدعوی باب التماثل
لے الاشباه والنظائر الفن الثاني کتاب الحبۃ
۲۲۶/۷ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۳۰/۲

اذا وهب لرجل دارا والواهب ساكن فيها
لا تصح الهبة بخلاف ما اذا وهبت
الزوجة لزوجها وهي ساكنة فيها لانها و
ما في يد هافي يد ۱۲ خزانه -
اور جب ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو ہبہ کیا
حالانکہ واہب خود اس میں رہائش پذیر ہے تو یہ
ہبہ صحیح نہ ہوگا بخلاف جبکہ عورت اپنا رہائشی مکان
خاوند کو ہبہ کرے تو صحیح ہے کیونکہ خود عورت اور
اس کا سامان خاوند کے قبضہ میں ہے ۱۲ خزانه (ت)

کیا روایات مذکورہ صورت مقدمہ مذکورہ سے متعلق ہیں اور از روئے روایات مذکورہ مکانات مقبوضہ
ہندہ نہیں تصور ہوں گے؟ یا روایات مذکورہ معاملہ ہبہ سے متعلق ہیں جس میں قبضہ ضرور ہے اور اسی صورت
سے متعلق ہیں کہ جہاں کوئی شہادت قبضہ کی نہ گزرے اس مقدمہ میں بیعنامہ اقراری شوہر اور شہادت قبضہ
زوجہ زید کی موجود ہے، تو روایات مذکورہ اس مقدمہ سے غیر متعلق ہیں یا کیا؟ جوابات بحوالہ روایات
معتبرہ تحریر فرمائیے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں مکانات ملوکہ ہندہ کا و اگر داشت کرنا حاکم پروا جب ہے اور ان کا نیلام
سخت حرام، ڈگری داروں کی حجت محض باطل و صریح جمالت،

اولاً جب بیع بنام ہندہ گواہوں سے ثابت ہے تو ملک ہندہ ثابت ہے اور قبضہ کی بحث سرے
سے لغو و بے معنی کہ بیع صحیح میں قبضہ شرط ملک نہیں نفس عقد سے شے ملک بائع سے نکل کر ملک مشتری میں داخل
ہو جاتی ہے اذالم یکن توقفت ولاخیار (جب بیع میں اختیار اور وقف نہ ہو) یہ تو شرائع بینامہ بعوض مہر تھا
اگر ہبہ نامہ بعوض مہر ہوتا جب بھی قبضہ کی اصلاح حاجت نہ تھی حالانکہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا اور وجہ
یہ کہ ہبہ بالعوض (بشرط العوض) اگرچہ صورتاً و اسماً ہبہ ہے مگر نظر بمعنی حقیقت و حکماً بیع ہے تو محتاج
قبضہ نہیں۔ درمختار میں ہے:

الہبة بشرط العوض المعین ہبة ابتداء
فی شرط التقایض فی العوضین و
یبتطل بالشیوع بیع انتہاء فتد
بالعیب وخیار الرؤية و توخذ
معین چیز کے عوض ہبہ ابتداء ہبہ ہے اس لئے
عوضین میں قبضہ شرط ہے اور غیر منقسم ہو جانے پر
باطل ہو جائے گا اور یہ بشرط العوض ہبہ انتہاء بیع
ہے اس لئے عیب اور خیار الرؤية کی بنا پر واپس

بالشفعة هذا اذا قال وهبتك على ان
تعوضني كذا اما لو قال وهبتك بكذا
فهو بيع ابتداء وانتهاء آه اختصار۔
ہو سکتا ہے اور شفیع کے دعویٰ پر لیا جاسکتا ہے یہ
حکم اس صورت میں ہے کہ ہبہ دینے والا کہے،
یہ چیز میں تمہیں فلاں چیز کے عوض ہبہ کرتا ہوں اور اس نے
اگریوں کہا ہو کہ میں تجھے ہبہ کرتا ہوں تو یہ استداء و انتہاء بیع ہے آہ اختصار (ت)

ثانیاً اگر قبضہ باطل قبضہ کی حاجت بھی ہو تو جبکہ شہادت شرعیہ کافیہ سے قبضہ ہندہ رنگ ثبوت
پائے اس پر ان عبارات سے ایراد محض جمل و عناد، مستدلوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ علماء مافیہ یدھا
فی یدہ فرما رہے ہیں یعنی جو کچھ عورت کے قبضہ میں ہے وہ از انجا کہ عورت خود قبضہ شوہر میں ہے بالواسطہ
قبضہ شوہر میں ہے کہ مقبوض المقبوض اس میں صراحت قبضہ زن کا اثبات اور اسی کے ذریعہ سے
قبضہ شوہر کا قرار دیا ہے نہ کہ قبضہ زن کی رائے نفی۔ علماء نے مافیہ یدھا فرمایا ہے نہ کہ لیس فی
یدھا۔

ثالثاً ایسا ہو تو خود قبضہ شوہر بھی منافی ہو جائے گا اور کلام اپنے مقصود پر نقص کرتا پلٹ آئے گا کہ
قبضہ شوہر بواسطہ قبضہ زن مانا تھا لہذا اس مساوات کے قابض القابض قابض جب سرے سے قبضہ
زن منافی ہو جائیگا قبضہ شوہر کہ اس کے واسطہ سے تھا کہاں سے آئے گا کہل هذا الا جہل مبیت
(یہ کھلی جہالت ہے۔ ت) تو خود یہی روایات کہ ڈگری داروں نے پیش کیں ان کا صریح رد ہیں۔

رابعاً کلام علماء باب حدیث انت و مالک لا بیئک سے ہے جیسے بیٹے کے لئے ارشاد ہوا
کہ وہ اس کا مال سب اس کے باپ کا ہے کوئی عاقل اس سے یہ وہم نہیں کر سکتا کہ بیٹے کی ملک کی نفی
فرمائی ہے ایسا ہو تو باپ بیٹے کا وارث نہ ہو سکے، اور آیہ کریمہ لا یورثہ لکل منہما السدس (اور
میت کے ماں باپ ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا۔ ت) کا معاذ اللہ صاف انکار لازم آئے کہ ارث
ترکہ مورث میں جاری ہوگی اور ترکہ ثبت ملک جب ملک منافی توارث کہاں، یونہی علماء کے اس کلام
سے کہ زن و مقبوضات زن سب مقبوض شوہر ہیں قبضہ زن کے نفی کی طرف کسی ذی عقل کا گمان نہیں
جاسکتا بلکہ وہ حقیقی بالذات ہے اور یہ حکمی بالواسطہ۔

خاصاً اگر ان عبارات کا یہی مطلب باطل قرار دیا جائے کہ عورت کا قبضہ سرے سے معدوم ہے اس کا ہاتھ شرعاً ہاتھ نہیں جیسے صبی لایعقل کا ہاتھ، تو تمام کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ سب کے اجماعی مسائل مردود و باطل ہو جائیں، کتب مذہب کا اجماع قطعی ہے کہ ہبہ بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا نیز اجماع قطعی ہے کہ زوجیت مانع رجوع ہے شوہر نے اگر اپنی زوجہ کو کوئی شئی ہبہ کی اور قبضہ کرادیا کہ تکمیل ہوگئی، اب اسے رجوع کا اختیار نہیں مذہب کی جو کتاب اٹھا لیجئے اس میں ان دونوں مسئلوں کی تصریح پائیں مگر اس مطلب باطل کی تقدیر پر ان دونوں میں ایک مسئلہ ضرور باطل ہے کہ جب عورت کا قبضہ شرعاً قبضہ ہی نہیں بلکہ اس کے شوہر ہی کا قبضہ ہے تو اب وہ چیز جو شوہر نے ہبہ کر کے اس کے قبضہ میں دی ہبہ تمام اور عورت مالک ہوئی یا نہیں، اگر کہتے ہوئے تو پہلا مسئلہ باطل ہو اگر یہ ہبہ بے قبضہ تمام و کامل ہو گیا اور اگر کہتے نہ تو دوسرا مسئلہ باطل ہو گیا کہ جب عورت کے لئے ہبہ ہو ہی نہیں سکتا تو رجوع ناجائز ماننا کیا معنی، غرض یہ ایسی بدیہی البطلان بات ہے جسے کوئی جاہل بھی گوارا نہ کر سکے، اور یہیں سے واضح ہوا کہ عبارات مذکورہ سوال کو صورت بیع سے متعلق ہونا درکنار وہ مطلقاً ہر صورت ہبہ سے بھی متعلق نہیں، آخر نہ دیکھا کہ ہبہ شوہر برائے زن میں ان کا اجراء محض باطل ہے بلکہ وہ صرف ہبہ زن برائے شوہر میں ہیں کہ یہاں مہربوب کا متاع زن سے مشغول ہونا مانع تمام نہیں ہے کہ یہ شغل مانع قبضہ شوہر نہیں کہ زن و متاع زن سب مقبوض شوہر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرتبہ لال محمد صاحب احسن منزل مرزا پور ۲۶ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس اس کے مکان میں ہندہ عرصہ چالیس سال سے ہے زید نے لا ولد ہندہ کو اپنے مکان میں چھوڑ کر وفات پائی اور اپنے زمانہ حیات میں زید نے بذریعہ چند دستاویزات کے ہندہ کو اپنی زوجہ منکوحہ لکھا ہے اور اپنے جملہ جائداد میں سے بعض جائداد ایک جزو دین مہر کے دیا بھی ہے اب ہندہ کے دعویٰ زوجیت کے لئے بمقتبلہ زید متوفی کے دوسرے شرعی ورثا کے جو منکر زوجیت ہندہ کے ہیں زید کی تحریر و تسلیم زوجیت ہندہ جو بذریعہ اس کے دستاویزات رجسٹری شدہ کے ہوئے، اگر ہندہ کو اپنے نکاح کے شہود وغیرہ نہیں شرعاً ثبوت کافی ہے یا نہیں، اور ہندہ اس جائداد کے پانے کی جو زید نے اس کو بعوض ایک جزو دین مہر کے دی اور باقی حصہ دین مہر کے پانے کی باقی متروکہ زید سے مستحق ہے یا نہیں، اور زید کے متروکہ سے ورثا کس قدر حصہ ہندہ کا ہے؟ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

۹۰۸ الجواب

اگر ان دستاویزوں پر گواہ شرعی موجود ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے لکھوائیں اور ہندہ کو اپنی زوجہ بتایا کہ ہمارے سامنے جو جائداد ہندہ کو مہر میں دیا تھا اقرار زید کے گواہ ہوں کہ وہ ہندہ کو اپنی زوجہ کہتا تھا یا کچھ نہ سہی وہ لوگ جو اس مدت مدید تک زید و ہندہ کو باہم ایک مکان میں مثل زن و شوہر ہتے دیکھا کئے اور وہ اس بنا پر شہادت شرعیہ دیں کہ ہندہ زوجہ زید ہے یا عام طور پر ہندہ کا زوجہ زید ہونا مشہور ہو بعض مشاہد ان شرعی اسی شہرت کے اعتماد پر زوجیت ہندہ کی گواہی دیں تو زوجیت ثابت ہو جائیگی اور خاص گواہان نکاح پیش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہندہ اپنا مہر و حصہ پانے کی مستحق ہوگی اور اس کا حصہ بعد ادا کے مہر و دیگر دیون و وصایا چھارم متروکہ ہے اور اگر ان صورتوں میں کچھ نہ پائی جائے تو نری دستاویزیں اگرچہ ہزار رجسٹری شدہ ہوں بے شہادت مقبرہ کے کوئی چیز نہیں۔ جامع الفصولین میں ہے :

ادعت نکاحہ فشهد احدھما انھا امرأتہ
والاخرانھا کانت امرأتہ تقبل وکذا الوشھد
احدھما انھ اقرانھا امرأتہ والاخرانھ اقرانھا
کانت امرأتہ لان الشھادة باقرارہ بنکاح
کان شھادة باقرارہ بنکاح حالیہ
اقرار کیا کہ یہ اس کی بیوی تھی ، یہ گواہی مقبول ہوگی ، کیونکہ گزشتہ نکاح کی شہادت یہ موجودہ نکاح کی شہادت ہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے :

الشھادة بالشھرة والتسامع تقبل فی
اربعة اشیاء بالاجماع وہی النکاح والنسب
والموت والقضاء کذا فی محیط السرخسی
فتاویٰ خیرہ میں ہے :

لا یعمل بمجرد الدفتر ولا بمجرد الحجۃ
محض خط اور محض رجسٹر پر بغیر حجت عمل نہ ہوگا کیونکہ

لیا صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد علی
الخط وعدم العمل به اه والله تعالیٰ اعلم۔
ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ نہ خط پر اعتماد ہے
نہ اس پر عمل کیا جائے ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ از سبلی بحیث محلہ پنجابیان مرسلہ جناب شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر در شمار میں سے شوہر دعویٰ کرے کہ فلاں زیور میں
اس کو کل یا جز بنوا کر استعمال کے واسطے دیا تھا اور اسی طرح سے اس کے والدین وغیرہ دعویٰ کریں کہ فلاں
فلاں زیور اور دیگر اشیاء ہم نے اس کے جہیز میں دی تھیں اس کے استعمال کے واسطے وہ ہم کو واپس ملنی
چاہئیں ، کیا یہ دعویٰ اور اپنے دعوے کے موافق مستوجب واپسی کے ہو سکتے ہیں اور عند اللہ استحقاق واپسی
ان کو حاصل ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب

والدین کا دعویٰ کہ ہم نے فلاں شئی جہیز میں عاریتہ دی تھی بے شہادت عادلہ مسموع نہیں کہ خلاف عرف
ظاہر و ناشئی ہے ، شوہر کا قول سُن لیا جائیگا ، جو زیور اس نے بنوا کر دیا جب وہ تملیک کر دینے کا
مقرر نہیں تو بغیر شہادت عادلہ ملک ہندہ ثابت نہ ہوگی ،

لان الدافع ادری بجهة الدفع ولا عرف قاضیا ھہنا۔
کیونکہ دینے والا بہتر جانتا ہے کہ اس نے کس طرح
دیا ہے جبکہ یہاں واضح عرف نہیں جس پر فیصلہ
دیا جائے۔ (ت)

در مختار میں ہے ،

جہنا بنتہ بجهاز وسلمها ذلک لیس
لہ الاسترداد منها و بہ یفتی والحیلة ان
یشہد عند التسليم اليها انه انما سلمہ
عارية۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
بیٹی کو جہیز دیا اور اس کو سونپ دیا تو اب والد کو
واپسی کا حق نہیں ہے ، فتویٰ اسی پر ہے ، اور
واپسی کا حیلہ یہ ہے جہیز دیتے ہوئے گواہ بنالے
کہ میں نے یہ عاریتہ دیا ہے۔ واللہ سبحانہ و
تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۷۰ مسئلہ صفدر علی صاحب ۱۴ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع شراکت زید اور عمرو چلا آتا تھا اور زید بوجہ نمبر داری اس پر قابض اور ذیل تھا زید نے بلا اجازت عمرو کے ایک باغ جو واقعہ موضع مذکور تھا فروخت کر کے قیمت اپنے تصرف میں لایا اور عمرو کو بابت حصہ اس کے کچھ نہ دیا جو اب عمرو نے تقسیم موضع مذکور کی کرائی تو یہ امر معلوم ہوا جب عمرو نے اپنے حصہ کا مطالبہ زید سے طلب کیا تو زید نے عذر تمادی کا پیش کیا، صورت ہذا میں حقوق عمرو کا عند اللہ ذمہ زید کے ہے یا نہیں؟ بَيِّنُوا تَوَجُّدًا (بیان فرمائیے ثواب پائیے۔ ت)

الجواب

بدشک ہے اور عذر تمادی محض باطل و مہمل،
فی الاشباہ الحق لا یسقط بتقادم الزمان یہ
اشباہ میں ہے کہ زمانہ قدیم ہو جانے پر حق ساقط
نہ ہوگا۔ (ت)

زید سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا کہ عمرو کا حصہ بے اس کی اجازت کے بیچ کر کھا گیا،
قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا
مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔ (ت)

اب دوسرا گناہ عظیم یہ جھوٹا عذر مردود پیش کرنا ہے اللہ عز و جل سے ڈرے اور روز قیامت کی سخت شدتیں
نار و دوزخ کے قہر عذاب اپنے سر نہ لے۔

۱۰ ذیقعد ۱۳۱۲ھ

مسئلہ ۳۷۱

زید نے عمرو سے ایک شے ایک روپے کو خریدی زید نے پوچھا یہ شئی کتنے کو دو گے، اس نے کہا
ایک روپے کو، مشتری اس کو خرید کے گھر لے آیا بطور قرض دوسرے روز جب دام دینے گیا تو بائع نے کہا
میاں! میں نے تو اس کے دو روپے کئے تھے مشتری کو اس امر میں کہ بائع نے اس کے دریافت پر وقت بیع کے
ایک روپے کا ذرا بھی شک نہیں، اب شے بیع یا ہلاک ہو گئی ہے بلکہ نہیں معیوب بعیب فاحش ہے زرمین
یا اصل بیع کا کس طرح فیصلہ ہے بائع و مشتری دونوں نمازی اور ایک دوسرے کے نزدیک مومن بھی ہیں۔
بَيِّنُوا تَوَجُّدًا وبالروایۃ الصحیحۃ وہی لکم عند الحساب اجرو ذخیرة (بیان کرو اجر پاؤ، صحیح روایت
سے ہو اور وہ تمہارے لئے روز حساب اجر اور ذخیرہ ہے۔ ت)

۱۵ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۵۳/۱

۱۸۸/۲ القرآن الکریم

الجواب

صورتِ مستغفرہ میں جبکہ بیع ہلاک یا معیوب بعیب فاش ہو گئی ہے تحالف نہیں بلکہ بائع سے گواہ لئے جائیں گے اگر اس نے بیعہ شرعیہ سے ثابت کر دیا کہ دو روپے ٹمن ٹھہرے تھے تو وہی دینے ہوں گے اور اگر نہ دے سکا تو مشتری سے قسم لی جائیگی اگر اس نے حلف کر لیا کہ ایک ہی روپیہ قرار پایا تھا تو ایک ہی دینا آئے گا اور حلف سے نکلوانا کر کیا تو دو روپے کی ڈگری کی جائیگی۔

19

فی الدر المختار لا تحالف اذا اختلفا بعد
هلاک البیع او خروجه عن ملکہ او تعیبه
بما لا یورد به وحلف مشتری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
در مختار میں ہے بیع کے ہلاک ہو جانے یا مشتری کی ملکیت سے نکل جانے کے بعد یا ایسے عیب پیدا ہونے کے بعد جس کی وجہ سے واپس نہ ہو سکے اختلاف ہو تو دونوں سے قسم جائز نہیں اور مشتری سے قسم لی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از مہدوانی مرسلہ غشی ولایت حسین صاحب ٹھیکہ دار ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس امر میں کہ زید نے اپنا مال بکر کے پاس امانت رکھا، جب بکر سے طلب کیا تو بکر نے مال دینے سے انکار کیا بوجہ مال نقد اور زیور ہونے سے زید نے حاکم وقت کے یہاں دعویٰ دائر کیا اور گواہان ثبوت حاکم کے رو برو حاضر کئے بکر بوجہ کرنے انکار کے قسم شرعی کھانے کو موجود ہے، جب ثبوت مدعی موجود ہووے تو بوجہ حکم شرع شریف کے بکر قسم کھا سکتا ہے یا نہیں ایسا موجودگی شہادت مدعی کے، فقط۔

الجواب

صورت مذکورہ میں اگر بکر بطور خود قسم کھانا چاہتا ہے تو محض نامسموع، اگر کھا بھی لے گا دعویٰ مدعی کو نقصان نہ پہنچے گا، اور اگر بکر سے زید قسم لیتا ہے تو اسے بھی اس کا اختیار نہیں اور اس حالت میں بھی یہ قسم ناقابلِ سماعت۔ قسم مدعا علیہ کا وقت جب ہے کہ مدعی نے شہادت مقبولہ نہ پیش کی ہو۔ در مختار میں ہے:

اصطلاحاً علی ان یحلف عند غیر قاض
ویکون بریئاً فہو باطل لان الیمین
مقدمہ کے فریقین نے اتفاق کر لیا کہ کسی غیر قاضی کے سامنے قسم کھا کر بری ہو جائے تو یہ باطل ہے کہ فریق

بندہ اعزہ

حق القاضی مع طلب الخصم ولا عبوة
لیمن ولا نکول عند غیر القاضی لے
مخالف کے مطالبہ پر قسم صرف قاضی کا حق ہے غیر قاضی
کے پاس قسم یا قسم سے انکار کا کوئی اعتبار
نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

الیمین کالخلف عن البینة فاذا اجاء الاصل
انتهی حکم الخلف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
قسم گویا گواہی کا خلف ہے تو جب اصل آجائے تو
خليفة کا حکم ختم ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رامپور مسئلہ سید نصیر الدین صاحب ۱۴ شوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو پر بلا تحریر دستاویز بنائے شہادت گواہان
دس روپے کی نالش دائر کی اور تاریخ موعود پر گواہان ثبوت دعویٰ کو بذریعہ کچہری کے طلب کرایا اس تاریخ
پر کسی وجہ سے سماعت بیان گواہان کی نہ ہوئی اور تاریخ دوسری کچہری نے واسطے حاضر کرنے انھیں گواہان ثبوت
کے مقرر کئے اور عمرو مدعا علیہ کو دعویٰ مدعی سے قطعی انکار ہے جب کہ تاریخ ثانی ادخال شہادت کے واسطے
مقرر ہوئی تو مدعی نے اس تاریخ پر ایک درخواست کچہری میں پیش کی کہ مدعا علیہ کا حلف لیا جائے گواہ اپنے
سنوانا نہیں چاہتا، تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں مدعا علیہ حلف اٹھانے پر مجبور
کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

اگر گواہ شہر میں موجود ہیں تو مدعا علیہ سے حلف نہیں لے سکتا بلکہ مدعی ہی سے گواہ لئے جائیں گے اور
اگر دور ہیں تو حلف مانگ سکتا ہے،

في الدر المختار قال المدعى لى
بينة حاضرة في المصر وطلب
يمين خصمه لم يحلف ولو غائبة
عن المصر حلف وقد رفق
المجتبى الغيبة بمدة
در مختار میں ہے مدعی نے کہا میرے گواہ شہر میں ہیں
اس کے بعد اس نے مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کیا
تو قسم نہ لی جائیگی ہاں اگر شہر میں موجود نہ ہوں تو قسم
لے لی جائیگی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر،
بعض نے فرمایا کہ گواہوں کا مسافت سفر تک غائب

السفر اھ اقول عبارة المجتبی علی ما فی
قرۃ العیون قال بیئنی غائبة عن البصر
حلف عند ابی حنیفة وقیل قد را الغیبة
بمسیرة سفر اھ وقد قالوا کما فی البحر
وغیرہ ان لو بعد مکان القاضی بحیث ان
حضر للشهادة لم یؤوہ اللیل الی اھلہ
لم یلزمہ الحضور، فافہم، واللہ تعالیٰ
اعلم۔

ہونا معیار ہے جیسا کہ مجتبیٰ میں ہے۔ میں کہتا ہوں
قرۃ العیون میں مجتبیٰ کی عبارت یوں ہے مدعی نے کہا
میرے گواہ شہر سے غائب ہیں امام ابو حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے نزدیک قسم لی جائیگی، بعض نے فرمایا
مسافت سفر پر ہونا گواہوں کا غائب ہونا مراد ہے اھ،
حالانکہ فقہاء کرام نے فرمایا جیسا کہ کجرو غیرہ میں ہے کہ
اگر قاضی کا مقام اتنی دور ہے کہ گواہ شہادت کیلئے
حاضر ہوں تو واپس رات گھر نہیں پہنچ سکے تو ایسی

صورت میں مدعی کو گواہوں کا حاضر کرنا لازم نہ ہو گا، اس کو سمجھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از ریاست رام پور مکان حافظ محمد عنایت اللہ خاں صاحب متصل مرزا شاہ ولی اللہ صاحب
صاحبزادہ امجد علی خاں صاحب ۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقدمہ میں عدالت سے جانب مدعا علیہا حسب درخواست
مدعی حلف متوجہ ہوا اور حلف لینے کے لئے دوسرے محکمہ کے نام عدالت نے حکم دیا جس مضمون کے ساتھ واسطے
لینے حلف کے ہدایت اور ایما ہوا وہ حسب یادداشت عدالت دیوانی معطوفہ سوال ہذا ہے محکمہ حلف گیر نہ نے
ہر ہر چیز انکاری و اقراری کی بابت جدا جدا حلف یا لیکن عدالت دیوانی کی یادداشت کے جواب میں جو یادداشت
جوابی لکھی ہے وہ معطوفہ سوال ہذا ہے اور یہ امر بھی لائق اظہار ہے کہ جن الفاظ اور مضمون کے ساتھ حلف
لیا گیا وہ حسب منشاء وکیل مدعی لیا گیا اب مدعی کو یہ عذر ہے کہ حسب منشاء تحریر عدالت حلف نہیں لیا گیا
کیونکہ منشاء حکم عدالت کا یہ تھا کہ مدعا علیہا سے اس طرح پر حلف لیا جائے تاکہ اشیائے مندرجہ فرد میں سے
کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی اس قیمت اور اس وزن کی یا اس سے کم قیمت اور کم وزن کی بات
مترکہ ضیاء النساء بیگم کے مدعی علیہا کے پاس ہیں نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئے اور عدالت گیر نہ نے
مضمون انکار کے ساتھ نہ قید نہ وضیاء النساء بیگم کی لگائی نہ حلف کل یا جزو یعنی اس قیمت اور وزن کے
اشیاء پر جو مندرجہ فرد ہیں یا اس سے کم قیمت اور کم وزن پر لیا گیا لہذا امور ذیل کے بابت جواب
مطلوب ہے :

اول بخیر یا دداشت عدالت گیرندہ حلف نے بخواب یا دداشت عدالت دیوانی تحریر کی ہے اس سے پورے طور پر تعمیل حکم عدالت دیوانی ہوگئی یا نہیں۔

دوم یا دداشت عدالت دیوانی میں جو یہ مضمون تحریر ہے (کہ اشیائے مندرجہ فرد منسلک حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد متروکہ ضیاء النساء بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے) اس کا منشا یہ ہے کہ اشیائے مندرجہ فرد حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد میں کل چیزیں یا بعض چیزیں اس قیمت اور وزن کی جو مندرجہ فرد ہیں مدعا علیہا کے پاس نہیں ہیں نہ ضیاء النساء بیگم کے مرنے کے بعد مدعی علیہا کے قبضہ میں آئیں یا منشاء حکم عدالت یہ ہے کہ کل یا جزو اشیائے مندرجہ فرد تعدد قیمت مندرجہ فرد کی قیمت اور وزن کے اشیاء یا اس سے کم وزن اور قیمت کے اشیاء بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا کے پاس نہیں ہیں نہ مسماۃ مذکور کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئیں یعنی لفظ کل اور جزو کا اطلاق تعدد اشیاء پر ہے یعنی کل اور جزو اشیاء کا مراد ہے یا قیمت اور وزن کا کل اور جزو مراد ہے۔

سوم یا دداشت میں محکمہ گیرندہ حلف نے جو لفظ متروکہ ضیاء النساء بیگم تحریر نہیں کیا اس سے حلف کی تعمیل میں کوئی نقصان تو پیدا نہیں ہوا اس لئے کہ بیشتر مدعا علیہا سے بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم سوال کر کے حلف لیا گیا ہے دوسرے اس محل پر نفی مطلق سے نفی مقید ہوگئی یا نہیں۔

چہرہ سہم ایک مرتبہ جن الفاظ کے ساتھ وکیل مدعی نے جس کو حق حلف لینے کا حاصل تھا چاہا اسکے موافق حلف لیا گیا اب دوبارہ مدعی کو یا عدالت کو دوسرے طور پر پھر حق حلف لینے کا چاہل ہے یا نہیں۔ پنجم اشیاء متدعوہ کے انکار پر حلف لیا جاتا ہے نہ غیر متدعوہ پر، پس یہ بات لائق دریافت ہے کہ جب مدعی نے ایک عدد زیور وغیرہ کے وزن اور قیمت کے ساتھ مقید کر کے دعویٰ کیا تو اس وزن اور قیمت سے کم مقدار اور وزن کے وہ شے متدعوہ قرار پائے گی یا نہیں۔

نقل یا دداشت عدالت دیوانی بمقدمہ خیر النساء بیگم مدعیہ بنام امیر النساء بیگم بنت صاحبزادہ محمد باقر علی خاں زوجہ صاحبزادہ محمد بادی علی خاں صاحب مرحوم مدعا علیہا سکن محلہ قریب گھیر عثمان خاں دعویٰ دبا بندگی حصہ خرافض از جائداد متروکہ مسماۃ ضیاء النساء بیگم مدعا علیہا نے نسبت جائداد مدعا علیہا اکثر کی نسبت انکار ترکہ ضیاء النساء بیگم سے کیا ہے اور مدعیہ نے نسبت جائداد منقولہ بحالت انکار حلف مدعا علیہا پر کیا ہے اور مدعا علیہا کو ادائے حلف میں انکار نہیں ہے اور فریقین اہل خاندان سے ہیں اس لئے تعمیل حلف کو نسل خاندان کے ذریعہ سے ہونا مناسب ہے لہذا بذریعہ یا دداشت ہذا نقل حکم و نقل فرد اشیاء مرسل ہو کر گزارش ہے کہ کاغذات ہذا بنا بر تعمیل حلف کو نسل خاندان میں ارسال

فرمائے جائیں کہ مدعا علیہا سے اسی طرح حلف لیا جائے کہ اشیائے مندرجہ فرد منسلکہ حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد متروکہ ضیاء النصار بیگم سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی بابت متروکہ ضیاء النصار بیگم کے پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے نہ ضیاء النصار بیگم کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضہ میں آئی اشیاء مندرجہ کی قیمت اور وزن اور تعداد اول مدعا علیہا کو سنا کر بمواجہہ و کلام فریقین حلف لیا جائے۔ دستخط حاکم نقل یادداشت محکمہ گیرندہ حلف حسب صدور حکم اجلاس اعلیٰ مشتبہ تاصیہ یادداشت حاکم عدالت دیوانی ضلع بمقہ میر خیر النصار بیگم مدعیہ موسومہ میر النصار بیگم مدعا علیہا بدعویٰ و بایستگی سہ سہام منجملہ اسہام مالیتی مبلغ مائے صحت روپیہ از کل جائیداد منقولہ متروکہ مسماۃ ضیاء النصار بیگم واقع شہر رام پور قیمتی عرصے روپیہ فہرست منسلکہ زیور و ظروف وغیرہ حرقاً مدعا علیہا کو بمواجہہ و کلام فریقین بشناخت صاحبزادہ فرخ طور خاں بہادر مدعیہ سنائے گئے اور قرآن شریف ہاتھ میں دیکر بموجب غشائے مضمون یادداشت عدالت دیوانی متوجہ بجلف کیا گیا مدعا علیہا نے ہر ایک عدد زیور طلائی و نقرئی و دیگر سامان نقرئی مندرجہ فہرست معہ تعداد وزن و قیمت سن کر بجلف بیان کیا کہ کل اشیائے زیور طلائی و نقرئی و دیگر سامان نقرئی اس قیمت اور اس تعداد اور اس وزن کا میرے پاس نہیں ہے اور کل پارچے پوشیدہ قسم گوڑ وغیرہ ہر ایک تفصیل وار سن کر بجلف کہا کہ میرے پاس اس تعداد اور اس قیمت کے نہیں ہیں جملہ سامان فروش تفصیل وار سن کر دو غلیچہ رنگ سیاہ قیمتی عرصے روپیہ کی نسبت حلفا کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن اس قیمت کے نہیں ہیں باقی کل قسم فروش کے بابت حلف مذہبی نسبت عدم موجودگی کیا سامان چوبی مفصلاً مدعا علیہا کو سنایا گیا منجملہ کل سامان کے بیس عدد چوکیاں چوب سا قیمتی مبلغ تیس روپے کی نسبت حلف سے انکار کیا اور دو پلنگ نواڑ کلاں قیمتی مبلغ بیس روپے کی نسبت مدعا علیہا نے بجلف کہا کہ میرے پاس ہیں لیکن قیمت کا حال معلوم نہیں باقی کل سامان چوبی کی عدم موجودگی پر حلف لیا چونکہ کارروائی حلف کی بہ تعمیل حکم اجلاس اعلیٰ حسب نشا عدالت دیوانی ہو گئی لہذا جملہ کاغذات ذریعہ یادداشت ہذا باجلاس اعلیٰ نواب مدار المہارم صاحب بہادر مرسل ہیں فقط دستخط حاکم بیتواتو جروا۔

الجواب

کل یا جزو سے مراد یہی ہے کہ اشیائے مدعی بہا جمیع یا بعض زیر کہ خود وہ اشیاء یا ان سے کم وزن قیمت کی چیزیں خود عبارت حاکم دیوانی میں تفسیر موجود تھی کہ اشیائے مندرجہ فرد حسب وزن و قیمت مندرجہ فرد سے کل یا جزو یعنی کوئی چیز اس فہرست میں کی اور یہی طریقہ مقررہ استخلاف ہے کہ احتیاط بعض دعویٰ بھی شامل حلف کر لیتے ہیں۔

ہندیہ میں ہے،

يحلِف بالله ما هذا العين لفلان بن فلان
ولا شئ منه يجمع بين الكل والبعض
احتياطاً كذا في المحيط۔
حلف یوں دے گا خدا کی قسم یہ خاص چیز یا اس کا
کچھ حصہ فلان بن فلان کا نہیں ہے قسم میں اس
چیز کے کل اور بعض کو ذکر کرے احتیاطاً، محیط میں
ایسے ہے۔ (ت)

عامہ کتب میں تمام مسئلہ دیکھی جائیں یہی بڑھاتے ہیں کہ ولا شئ منه (اس میں سے کوئی چیز نہیں۔ ت)
نہ کہ ولا شئ اخرا قل منه قيمة ووزنا (نہ کسی اور چیز کو جو اس سے قیمت اور وزن میں کم ہے۔ ت)
اس میں یہ ہے کہ حلف دعویٰ پر لیا جاتا ہے نہ کہ امر خارج عن الدعویٰ پر۔ ہدایہ میں ہے،
وان عجز عن ذلك وطلب يمين خصمه
استحلفه عليها۔
غایۃ البیان میں ہے،

ای ان عجز المدعی عن اقامة البينة
وطلب يمين المدعی علیه استحلفه القاضي
حينئذ على دعواه۔
یعنی اگر مدعی گواہی پیش کرنے سے عاجز ہو
اور مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کرے تو اس پر قاضی
مدعی علیہ سے دعویٰ کے متعلق قسم لے (ت)

یمین دعویٰ صحیحہ کے سوا فاسدہ پر مرتب ہوتی نہیں، معدومہ پر کیونکہ مرتب ہو سکتی ہے، عالمگیرہ
میں ہے،

الاستحلاف يجزى في الدعوى الصحيحة
دون فاسدتها كذا في الفصول العمدية۔
قسم صحیح دعویٰ پر جاری ہوگی فاسدہ دعویٰ پر
نہ ہوگی، فصول العمدیہ میں یونہی ہے (ت)
اور بعض دعویٰ داخل دعویٰ ہے ولہذا اگر شاہدین یا ایک بعض دعویٰ پر شہادت دیں قدر بعض

۱۴/۴ لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب الثالث الفصل الثاني نورانی کتب خانہ پشاور

۲۰۱/۴ لے المہدیۃ کتاب الدعویٰ مطبع یوسفی لکھنؤ

۱۳/۴ لے غایۃ البیان

۱۳/۴ لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب الثالث الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور

میں قبول کر لیں گے۔ خانیہ میں ہے :

إذا ادعى كل الدار فشهد والد بنصف الدار
جائز شهادتهم ويقضى له بالنصف من
غير توفيق له
مدعی نے کل مکان کا دعویٰ کیا تو گواہوں نے نصف مکان
کی شہادت دی فیصلہ نصف مکان پر ہو گا بغیر
موافقت پیدا کئے (ت)

بجلاف دیگر اشیاء مخالفۃ الوزن والقيمة کہ وہ غیر مدعی بہا میں اور وزن و قیمت میں کم ہونا بعضیت نہیں ہر عاقل
جانتا ہے کہ مثلاً دو تولے سونے کے دو بالے قیمتی ساٹھ روپے اور دو بالے ایک تولے سونے کے تین روپے قیمت
کے ہوں، یہ بالے ان کے بعض و جز نہیں بلکہ غیر و جدا چیز ہیں، شئی غیر حاضر میں ذکر وزن و قیمت اس کی تعریف
تعیین ہی کے لئے ہے تو اس کی غیر معین کا غیر ہے نہ جز۔ ہدایہ میں ہے :

لا يقبل الدعوى حتى يذكر شيئاً معلوماً
في جنسه وقدره لان فائدة الدعوى الالتزام
بواسطة اقامة الحجة والالزام في المجهول
لا يتحقق فان كان عينا في يد المدعى عليه
كلف احضارها ليشير اليها بالدعوى وكذا في
الشهادة والاستحلاف لان الاعلام بالقص
ما يمكن شرط وذلك بالاشارة في المنقول
وان لم تكن حاضرة ذكر قيمتها ليصير
المدعى معلوما لان العين لا تعرف بالوصف
والقيمة تعرف به
واضح ہو سکے کیونکہ خاص چیز کا تعارف اس کے وصف سے نہیں بلکہ اس کی قیمت سے ہوتا ہے (ت)
ہندیہ میں ہے :

إذا ادعى جوهراً لا بد من ذكر الوزن
إذا كانت غائبة وكانت المدعى عليه
اگر کسی جوہری چیز کا دعویٰ ہو تو اس کے وزن کا ذکر
ضروری ہے اگر وہ غائب ہو اور مدعا علیہ اس کے قبضہ

على اعتبار الوزن في الغائب اما الاول فظاهرو
فانه اذا اعتبر الوصف في الحاضر فاعتبار
العين في الغيب اولى بدرجتين اما عرف
في موضعه ان الذراع وصف والقدر
عين واما الثاني فلان اللغاء للاشارة
فاذا انتفى انتفى۔

میں وزن کا ذکر لغو ہے اور قلت (میں کہتا ہوں) اس کے دو قول متخالف قول غائب چیز میں وزن کے اعتبار میں جمع ہو سکتے ہیں پس اول ظاہر ہے اس لئے کہ جب حاضر میں وصف کا اعتبار ہوگا تو غائب میں بطریق اولیٰ دو درجہ ہوگا کیا معلوم نہیں کہ ذراع وصف اور قدر یعنی چیز ہے اور دوسرا

اس لئے کہ لغو ہونا اشارہ کی وجہ سے ہے توجب اشارہ معہم ہو جائے تو لغو ہونا معدوم ہو جائیگا (ت) غرض وکیل مدعیہ کا یہ عذر مسموع نہیں اب باقی امور کی طرف چلتے پیش از حلف جو مکالمہ محکمہ حلف گیرندہ و مخالف میں آیا وہ نہ یادداشت میں مسطور نہ سوال میں مذکور جس پر بالخصوص رائے قائم کی جائے مگر ملاحظہ یادداشت محکمہ حلف سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ فردا شیا سے مدعی بہا بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم امیر النساء بیگم کو سنا کر اسے متوجہ حلف کیا گیا یعنی اس سے کہا گیا کہ ان اشیاء کی نسبت بحلف بیان کرو اس نے کلام مذکور یادداشت کہا جو ہر طرح سخن مستقل ہے اور اس میں متروکہ ضیاء النساء بیگم کا کہیں ذکر نہیں ہو سکتا تو عبارت حلف سے پیشتر کسی کلام میں ذکر متروکہ اشیاء نفس حلف میں ذکر نہیں ہو سکتا جس نے ان معاملات میں علمائے کرام کی احتیاطیں دیکھی ہیں وہ اس کا نا کافی ہونا جانے کا جہاں آہستہ سے کسی لفظ کے بڑھالینے کا احتمال پاتے ہیں وہاں اس کے قطع کی ہدایت فرماتے ہیں مثلاً شاہد کہ یہ چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق یوں نہ مانیں گے کہ شاید حق کے بعد آہستہ سے نہیں کہہ لے بلکہ یوں کہلا تیں گے کہ اور اس کا حق ہے یوں ہی مدعی سے تو جہاں کچھ بڑھانے کی بھی حاجت نہیں صرف قطع نیت و صرف ارادت سے کام چلتا ہے وہاں کیونکر پسند کریں گے، ہندیر میں ہے،

فی فتاویٰ النسفی ینبغی للشاهد ان یقول فی شہادۃ
ایس عین ملک ایس مدعی است وحق وی است
حتی لا یمکن ان یمکن بہ وحق وی
نے بنفی وکان الشیخ الامام فخر الاسلام
على البزدوی یقول اذا قال المدعی فلان
چیز ملک من ست وحق من لا یکتفی بہ وینبغی
ان یقول وحق من ست ویقول فی قولہ

فتاویٰ نسفی میں ہے گواہ کو چاہئے کہ وہ اپنی شہادت میں یوں کہے
یہ عین چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق ہے
تاکہ لغوی کے لائق ہونے کا احتمال نہ رہے اور امام
شیخ فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے ہیں جب مدعی
کہے یہ چیز میری ملک ہے اور میرا حق تو کافی نہ ہوگا
بلکہ یوں کہے اور میرا حق ہے، اور اپنے قول میں، فلاں
کے قبضہ میں ناسحق کی بجائے، فلاں کا قبضہ ناسحق ہے

و بدست فلاں بناحق بدست فلاں بناحق است
و كذلك في نظائره حتى لا يلحق به كلمة النفي
قال الاحتياط في هذا ولكن هذا الاحتياط
في موضع يطالب بالتسليم كذا في
الذخيرة

اور اس قسم کے بیان میں، ایسا چاہئے تاکہ نفی کے
احق ہونے کا احتمال نہ رہے، اور فرمایا احتیاط
یہی ہے، لیکن یہ احتیاط وہاں ضروری ہے جہاں
قبضہ لینے کا مطالبہ ہو، جیسا کہ ذخیرہ
میں ہے۔ (ت)

اور اگر پیشتر بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم سوال کر کے حلف لئے جانے کے یہ معنی ہوں کہ اول
امیر النساء بیگم سے کہلوایا گیا کہ وہ دربارہ متروکہ ضیاء النساء بیگم حلف سے کہے گی یا واللہ اس باب میں جو
کہے گی حق کہے گی کما ہوراجح فی زماننا (جیسا کہ ہمارے زمانہ میں راجح ہے۔ ت) تو یہ محض مردود و
باطل ہے جو حلف شرع مطہر نے مدعا علیہ پر لازم کیا ہے اس سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا کہ یہ دربارہ مستقل عین
منعقدہ ہے جس کا کفارہ بہت آسان اور یہاں مقصود وہ عین ہے کہ اگر کاذب ہو تو غمخس ہو جس کا انجام
معاذ اللہ ہلاکت ہے اور اس کے لئے کوئی کفارہ ہی نہیں، شرح ہدایہ للعلامة الاتقانی صدر باب الاستقالات
میں ہے :

اليمين الكاذبة مهلكة فالمدعى عليه حتى
اتوى حق المدعى فالشروع جعل اليمين
الكاذبة حقاله حتى تصير مهلكة ايها
يانا ما اهلك من المال اهلاكا
يانا ما اهلك

مجموعی قسم ہلاکت ہے، تو مدعی علیہ جب مدعی کے حق
کو ضائع کرتا ہے تو شریعت نے مدعی کے لئے بھوٹی
قسم کو حق قرار دیا ہے تاکہ وہ مدعی علیہ کے لئے مال
کو ہلاک کے عوض ہلاکت بن جائے۔
(ت)

اسی طرح کافی و نتائج الافکار وغیرہ اسفار میں ہے کلام مذکور امیر النساء بیگم کا اولاً نفی مطلق ہونا محل نظر
ہے پاس معنی ملک بھی مستقل ہے کسی سے کوئی کتاب عاریتہ مانگے اور وہ اس کے کتب خانہ میں نہ ہو تو
کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس نہیں اگرچہ دور رکھی ہے اول متروکہ ضیاء النساء بیگم سے مباین ہے اور دوم
خاص من وجہ بہر حال اس کی نفی اس کی نفی کو مستلزم نہیں اور عموم ہی ماننے تاہم بے ضابطگی واضح، یہ
استلزام نکتہ بعد الوقوع سہی مگر شرعاً عین اس طور پر یعنی چاہئے کہ نکول کرے تو دعویٰ کا بذل یا اقرار ظاہر ہو

یہاں ہرگز ایسا نہیں اگر بے تقیید متروکہ مطلقاً قسم لیتے کہ فلاں فلاں اشیاء اس قیمت و وزن کی تیرے پاس نہیں وہ قسم کھانے سے انکار کرتی تو مطلقاً اقرار ہوتا جو مقید کا اقرار قرار نہ دیا جاسکتا تو نکول مہل و فضول رہتا، جامع الفصولین میں ہے:

لا یفید تحلیفہ لانہ لنکول هو
کا قرار یہ

اس کو قسم دینا مفید نہیں کیونکہ اس کے انکار پر
وہ اقرار قرار پائے گا۔ (ت)

عقود الدریہ میں ہے:

فائدة التحلیف القضاء بالنکول فاذا لم یجز
القضاء بالنکول عما ذکر فکیف یجوز التحلیف
به لان التحلیف انما یقصد لنتیجته و اذا
لم یقضی بالنکول فلا ینبغی
الاشتغال به و کلام العقلاء یصان عن
اللغو کما اشار لذلك فی البحر والمنہ باختصاص

قسم کھانے کا فائدہ انکار قسم پر فیصلہ کرنا مقصود ہے
تو جہاں قسم کے انکار پر فیصلہ جائز نہ ہو قسم کھانا کیونکہ
جائز ہوگا، کیونکہ مقصود نتیجہ خیز قسم ہے اور جب قسم کے
انکار پر فیصلہ نہ کیا جاسکے تو قسم کا شغل نہ کیا جائے
حالانکہ عقلاء کے کلام کو لغو ہونے سے بچایا جاتا ہے
جیسا کہ سبکی طرف بحر اور منہ میں اشارہ ہے باختصاص

ان امور میں زیادہ نظر کی حاجت نہیں جب کہ بالبدایت آشکارا ہے کہ حلف مذکور محض ناکافی و مہمل
واقع ہوا اور حکم دیوانی کی اصلاح نہیں نہ ہوتی حاکم نے یادداشت میں صراحت یہ الفاظ لکھے تھے کہ کوئی
چیز اس فہرست میں کے بابت متروکہ ضیاء النساء بیگم پاس مدعا علیہا کے نہیں ہے نہ ضیاء النساء بیگم
کے مرنے کے بعد مدعا علیہا کے قبضے میں آئی اس دوسرے فقرے پر مطلق لحاظ نہ ہوا صرف پاس نہیں موجود
نہیں پر حلف دیا گیا جس نے حلف کو محض ناقص و ناقابل قبول کر دیا ممکن کہ بعد انتقال ضیاء النساء بیگم
اشیائے دعویٰ کی یا بعض قبضہ امیر النساء بیگم میں آئی ہوں اور اب موجود نہ ہوں اب اس کے قبضے میں نہ ہوں
صرف کر دی ہوں تلف کر دی ہوں ہبہ کر دی ہوں تو قبضہ موجودہ و وجود فی الحال کی نفی سے کیا کام نکلا لاہرم
حلف میں مدعیہ کے لئے نظر کیسر متروکہ ہوئی اور اس کی حتی تلفی صاف محتمل رہی۔ جامع الفصولین میں ہے:

ذکر الخصاف فی دعوی الودیعة اذا
لم تکف حاضرة یحلفہ باللہ مالہ
هذا المال الذی ادعاه فی یدک و دلیعة

خصاف نے ذکر کیا ہے کہ امانت کے دعویٰ میں اگر
چیز حاضر نہ ہو تو مدعی علیہ سے یوں قسم لی جائے کہ
خدا کی قسم وہ مال جو تیرے قبضہ میں بطور امانت ہونے

ولا شئ منه ولا له قبلك حق منه لانه
متى اتلفه اودل انسانا عليه لم يكت
في يده فيكون عليه قيمته فلا يكتفى بقوله
في يدك بل يضم اليه ولا له قبلك حق
منه احتياطاً۔
بات کافی نہ ہوگی بلکہ اس کے ساتھ، اور تیری طرف۔ کوئی حق اس کے لئے نہیں ہے، شامل کرنا بطور احتیاط
ضروری ہے۔ (ت)

حلف دینا مدعی یا وکیل مدعی کا حق نہیں حق حاکم ہے حق مدعی حلف لینا یعنی طلب حلف ہے ولس، ولہذا
اگر مدعی خود حاکم کے سامنے دارالقضاریں بطور خود مدعا علیہ کو حلف دے لے مقبول نہیں اگرچہ وہ حلف بروجہ کافی
ہی دیا گیا ہو علی گیریہ میں ہے،

لو حلف بطلب المدعی یصلہ بین یدئ
القاضی من غیر استخلاف القاضی فہذا
لیس بتحلیف لان التحلیف حق القاضی کذا فی
القنیۃ وھکذا فی البحر الرائق
در مختار میں ہے،

المدعی لو اسقطه ای الیمین قصدا یا بات
قال برئت من الحلف او ترکته علیہ او وجبتہ
لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن
المال لان التحلیف للمحاکم، بزانریۃ۔
حاکم کا حق ہے، اس کے برخلاف اگر مدعی اس کو مال سے بری کر دے تو جائز ہے کہ بری کرے۔ (ت)
اسی میں ہے،

۱۹۵/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الخامس عشر	لے جامع الفصولین
۱۳/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثالث	لے فتاویٰ ہندیہ
۱۲۰/۶	مطبع مجبائی دہلی	کتاب الدعوی	لے در مختار

اليمين حق القاضي مع طلب الخصم :-
فرق مخالفت کے مطالبہ پر قسم قاضی کا حق ہے (ت) اسی میں ہے :

ونقل المصنف عن القنية ان التحليف
حق القاضي فيما لم يكن باستحلافه لم يعتبر
تو ہدایت صاحب حق یعنی حاکم کے خلاف جو ناکافی و ناتمام حلف رکھا گیا اگرچہ خود کو کیل مدعیہ یا مدعیہ نے آپ ہی کھا ہو
کیا معتبر ہو سکتا ہے بلکہ ناکافی حلف تو خود حاکم کا رکھا ہوا بھی مقبول نہیں اسے بیکار ٹھہر کر دوبارہ حلف دینا ہوگا۔
محيط و جامع الفصولين و تبين الحقائق و عالمگیری و درر الحکام و در مختار و غیر با عامہ اسفار میں ہے :
في كل موضع وجبت اليمين فيه على البتات
فحلف على العلم (ولفظ جامع الفصولين عن
المحيط فحلفه القاضي على العلم) لا تكون
معتبرة حتى لا يقضى عليه بالنكول ولا تسقط
اليمين عنده :-
جس مقام پر قطعیت پر قسم چاہئے تو وہاں علم کی قسم کھائی،
(اور جامع الفصولین میں محیط سے منقول الفاظ یہ ہیں)
تو قاضی نے وہاں اس سے علم کی قسم لی، تو یہ معتبر نہ ہوگی
حتیٰ کہ ایسی قسم کے انکار پر فیصلہ نہ کر سکے گا اور نہ ہی
قسم ساقط ہوگی (ت)

وجیز امام کردری نوع ثالث فصل سابع کتاب القضا میں ہے :

من له حق الحلف على البتات اذا حلف
القاضي خصمه على العلم يبقى لخصمه حق
البتات يمينه :-
جہاں پر صاحب حق کو قطعیت پر قسم مطلوب ہو وہاں قاضی
مدعی علیہ سے علم کی قسم لے تو دوسرے فریق یعنی مدعی کو
قطعیت پر قسم کا حق باقی ہے (ت)

ان عبارات سے واضح کہ حلف جب فی نفسہ ناکافی ہو تو اگرچہ دونوں صاحب حق اعمیٰ مدعی و قاضی کی
مرضیٰ مجتمع ہو جائے جب بھی مقبول و مسقط حلف نہ ہوگا اور یہ طلب مدعی دوبارہ حلف دینا لازم آئے گا۔
فانهم سرتبوا عدم اعتباره على وقوعه :-
جس طور قسم واجب تھی اس کے خلاف قسم پر فقہاء نے

۱۱۶/۲	مطبع مجتہدی دہلی	کتاب الدعوی	لہ در مختار
۱۱۶/۲	"	"	لہ "
۲۴/۴	نورانی مکتب خانہ پشاور	الفصل الثانی الباب الثالث	لہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ التین کتاب الدعوی
۱۹۴/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الثانی عشر	جامع الفصولین
۲۰۵/۵	"	فصل سابع نوع ثالث	لہ فتاویٰ برازیہ علیٰ مشن الفتاویٰ ہندیہ کتاب القضا

لا على الوجه الذى وجب لو كان بلا تحليف
القاضى لم يعتبر قط وان وقع على الوجه
الواجب كما سلف وكذا لو كان بلا طلب
المدعى - فى جامع الفصولين اواخر الفصل
الخامس عشر عن فتاوى رشيد الدين القاضى
لو حلف بغير طلب المدعى ثم طلب المدعى
تحليفه فله ان يحلفه ثانياً اه فعلم ان
وقوعه لا على الوجه الواجب مستقل بالرد و
ان وقع بطلب المدعى وتحليف القاضى -

عدم اعتبار کو مرتب کیا ہے کہ قاضی کی طرف سے قسم طلب
کئے بغیر صحیح طور پر بھی قسم ہوئی تو ہرگز معتبر نہ ہوگی جیسا کہ
گزارا ہے اور یوں ہی اگر وہ قسم مدعی کے مطالبہ کے بغیر ہوئی
ہو، جامع الفصولین کی پندرہویں فصل میں فتاویٰ
رشید الدین سے منقول ہے کہ قاضی نے اگر مدعی کے مطالبہ
کے بغیر قسم لے لی اور اس کے بعد مدعی نے قسم کا مطالبہ
کیا ہو تو اس کو دوبارہ قسم کھلانے کا حق ہوگا اھ ،
تو معلوم ہوا کہ واجبی طور کے خلاف ہونا یہ نا اعتباری
کی مستقل وجہ ہے اگرچہ یہ مدعی کے مطالبہ اور قاضی
کے قسم لینے پر ہو - (ت)

پس صورت مستفسرہ میں لازم کہ حاکم امیر النساء بیگم سے دوبارہ حلف تام شرعی بروجہ صحیح و کافی لے۔
واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ وجل مجدہ اتم و اکمل۔

مسئلہ از ریاست رام پور تھانہ نجیائے محفل زیارت نعیم شاہ صاحب ، مرسلہ چھٹن میاں صاحب ،
غزہ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک منزل مکان اپنا وقف کر کے زید کو متولی اس کا
کر دیا ، زید قابض مکان مذکور ہے ، اب زید پر بکر نے دعویٰ ایک دیوار پھیت و پاکے مکان اپنے کا دائر پکری کیا ،
زید نے بکر کی دیوار پھیت و پاکے سے انکار کیا ۔ بکر نے حصہ دعویٰ اپنے کا حلف زید پر کیا ، زید کہتا ہے کہ میں
مالک مکان موقوفہ نہیں ہوں مجھ پر شرعاً حلف متوجہ نہیں ہوتا ہے ، پس دریافت کیا جاتا ہے کہ زید پر حلف شرعاً
نسبت دعویٰ بکر آتا ہے یا بوجہ متولی اور غیر مالک مکان ہونے کے حلف متوجہ نہیں ہوتا ۔ بتینوا توجروا ۔

الجواب

فی الواقع صورت مستفسرہ میں زید متولی پر حلف متوجہ نہیں متولی پر حلف صرف اس وقت میں آتا ہے
جب خود اس پر کسی عقد کا دعویٰ کیا جائے مثلاً کوئی مدعی ہو کہ فلاں زمین وقفی اس نے میرے اجارے میں
دی عقد تمام ہو گیا اور اب قبضہ نہیں دیتا یا اس کے مثل اور دعویٰ تنویر الابصار میں ہے :

الوصی والمتولی والیو الصغیر یملك الاستحلاف ولا یحلف ^{لہ}
وصی، متولی، نابالغ کا باپ قسم لے سکتے ہیں اور ان سے قسم نہیں لی جاسکتی۔ (ت)

والد سے نابالغ بیٹے کے مال سے متعلق، ولی سے یتیم کے مال اور متولی سے مسجد و اوقاف کے متعلق قسم نہ لی جائے گی ان سے قسم صرف اس صورت میں لی جائیگی جب ان پر کسی عتہ کا دعویٰ ہو۔ (ت)

در مختار و تنویر الابصار و بحر الرائق میں ہے :
لا یتحلف الاب فی مال الصبی ولا الوسی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد ^{لہ}

ردالمحتار میں ہے :

قوله لا یتحلف الاب ای لوجنی الصبی بنیة فانکر ابوة او وصیه او ادعی احد جدار المسجد او الدار الموقوفة اذ انه انفق علی الوقف شیئا باذن المتولی السابق ^{لہ}
ماں کا قول کہ باپ سے قسم نہ لی جائے گی الخ یعنی بچے کی جنایت کا دعویٰ ہو اور باپ اس کا انکار کرے یا اس بچے کے لئے وصی ہو وہ انکار کرے یا کوئی متولی پر مسجد یا وقف شدہ مکان اور اس کی دیوار کا دعویٰ کرے یا یہ کہ اس نے پہلے متولی کی اجازت سے وقف پر اپنا مال خرچ کرنے کا دعویٰ کیا ہو تو ان پر قسم نہ ہوگی۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۴۹ مسئلہ از شہر مدرسہ اہل سنت مسئلہ مولوی عبد الرحیم متعلم مدرسہ مذکور جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ
ماقولکم رحمکم اللہ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے۔ ت) کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا اور اس سے ایک لڑکا عمرو پیدا ہوا بقضائے الہی زید فوت ہوا والد زید خالد موجود ہے جو داد عمرو کا ہوتا ہے اب بوجہ نزاع جائداد کے خالد داد عمرو کا یہ قول ہے کہ زید کا نکاح ہندہ سے نہیں ہوا تھا اور نیز قاضی جس نے نکاح پڑھایا تھا اس سے اس امر میں جھوٹ بلوانا چاہتا ہے کہ جھوٹی گواہی

۱۱۸/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الدعوی	۱۔ در مختار شرح تنویر الابصار
۴۰۱/۱	"	کتاب الوقف	۲۔ " " " "
۲۰۹/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الدعوی	بحر الرائق
۴۴۹/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	۳۔ ردالمحتار

دے دو کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا کفارہ ادا کر دیا جائے گا، آیا جائز ہے کہ قاضی نکاح پکھری میں کہہ دے کہ میں نے نکاح نہیں پڑھایا سچ بولے اور شہادت کا ذریعہ میں کفارہ ہو گا یا نہیں؟

الجواب

جھوٹی قسم جو آئندہ کی بابت کھائی جائے اس کا کفارہ ہے اور جھوٹی گواہی کا کچھ کفارہ نہیں۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”جھوٹی گواہی دینے والا گواہی دینے کی جگہ سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ

اس کے لئے جہنم واجب کر دیتا ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از نباء ہٹھ علاقہ ریاست ٹونک مرسلہ خدا بخش ابراہیم ۳۰ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حکم شرع شریف میں دعویٰ کیا مبلغ للعیم للعالم کا مدعا علیہ نے مال للعیم کا اقرار کیا باقی رقم مذکور سے انکار کیا تو عدالت شریعت نے مدعی کے پاس سے ثبوت طلب کیا اس میں مدعی نے پانچ گواہ پیش کئے گواہ مذکور عدالت شریعت میں قابل التفات کے نہیں اس وجہ سے کہ گواہوں میں اختلاف بہت اور معمول گواہی دینے سے عدالت شریعت نے گواہی نام منظور فرمائی اور از روئے حدیث شریف کے مدعا علیہ پر قسم کا حکم دیا وہ حدیث شریف یہ ہے:

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر لیہ گواہی مدعی پر اور قسم منکر پر لازم ہے (ت)

آیا اس صورت میں حدیث شریف کا مطلب یہی ہے کہ گواہ پیش ہونے پر بھی مدعا علیہ پر بھی قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں، جواب استفتاء بحوالہ کتب و عبارت غایت فرماتیں اسی لئے کہ میرے مقدمہ کی پیشی ۲۴ شوال ۱۳۳۸ھ ہے براہ کرم جواب جلد عنایت ہو۔

الجواب

شہادت کے موجود ہوتے مدعی مدعا علیہ کا حلف طلب نہیں کر سکتا مگر شہادت وہ ہے کہ مفید مدعا ہے ورنہ نام شہادت ہے حقیقتہً شہادت معدوم ہے ایسی صورت میں مدعا علیہ پر حلف عائد ہو سکتا ہے مگر حاکم بطور خود اس پر حلف نہیں رکھ سکتا بلکہ مدعی کا طلب کرنا شرط ہے وہ چاہے کہ مدعا علیہ سے حلف لیا جائے

۲۵۲/۱۰	دارصادر بیروت	لے السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الدعوی باب البینۃ علی المدعی الخ
۲۴۲/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	صحیح البخاری کتاب الزہد باب اذا اختلف الراہن والمرہن
۱۶۰/۱	امین کمپنی دہلی	جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاز ان البینۃ علی المدعی

تو قاضی اس سے حلف لے اس لئے کہ حلف حق مدعی ہے جس طرح حلف لینا حق قاضی ہے بالجلہ جب مدعی شہادت
اصلاً نہ دے یا جو گواہ پیش کرے ان سے ثبوت دعویٰ نہ ہو تو اگر مدعی مدعا علیہ کا حلف نہ مانگے مقدمہ خارج
کرویا جائے،

لأنه ادعى ولم ينوردعواه بالبينة والمدعى عليه منكر وهذا لا يطلب حلفه فانسد
طريق القضاء۔ کیونکہ دعویٰ کر کے گواہی پیش نہ کرے اور مدعی علیہ
منکر ہے مدعی اس سے قسم بھی طلب نہ کرے تو
فیصلہ کے راستے بند ہو گئے۔ (د)

اور اگر مدعی حلف مانگے تو بطور خود مدعا علیہ پر قسم نہیں رکھ سکتا اگر رکھے گا اور وہ حلف سے انکار کر دے یہ انکار
معتبر نہ ہوگا کہ حلف لینا حق قاضی ہے حاکم بر طلب مدعی مدعا علیہ پر حلف رکھے اب اگر مدعا علیہ حلف سے انکار
کر دے تو دعویٰ ڈگری کیا جائے اور حلف کر لے تو دسمس۔ ہدایہ میں ہے،

إذا صحت الدعوى سأل القاضي المدعى عليه عنها لينكشف وجه الحكم فان اعترف قضي عليه بها، وان انكر سأل المدعى البينة لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم لك بينة فقال لا فقال لك يمينه سنأل و رتب اليمين عما فقد البينة فلا بد من السؤال ليتمكن الاستحلاف وان احضرها قضى بها لانتفاء التهمة عنها، و ان عجز عن ذلك و طلب يمين خصمه استحلفه عليها لما روينا و لا بد من طلبه لان اليمين حقه الا ترى انه كيف اضيف اليه بحرف اللام فلا بد

جب دعویٰ صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دعویٰ کے متعلق سوال کرے تاکہ فیصلہ کا طریقہ واضح ہو سکے تو اگر مدعی علیہ دعویٰ کو مان لے تو اس کے خلاف دعویٰ کا فیصلہ کر دے اور اگر وہ انکار کرے تو اب قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدعی کو فرمایا کیا تیرے پاس گواہی ہے تو اس نے کہا نہیں ہے، تو آپ نے فرمایا اب مجھے مدعی علیہ کی قسم کا حق ہے پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدعی سے پوچھا او قسم کو گواہی نہ ہونے پر مرتب فرمایا تو گواہی کا سوال ضروری ہے تاکہ موجود نہ ہونے پر قسم لی جا سکے، اور اگر مدعی نے گواہی پیش کر دی تو قاضی اس پر فیصلہ کر دے کیونکہ کوئی اعتراض نہ رہا اور اگر گواہی پیش کرنے سے معذور رہے اور وہ مدعی علیہ سے قسم طلب کرے تو قاضی قسم لے جیسا کہ ہم نے روایت کیا مدعی کا قسم طلب کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ اس کا حق ہے، دیکھا نہیں کہ

من طلبه^۱ فأنظر الى قوله ان احضرها
تقضى بها فانها اراد البينة المثبتة
للدعوى واليها الاشارة في قوله و
ان عجز عن ذلك ، فمن اتى ببينة
لم تفقد فقد عجز عن اقامتها على
دعواه -

غاية البيان میں ہے :

اذا قال المدعى لم بينه حاضرة و طلب
اليمين لم يستحلف عند ابى حنيفة رضى
الله تعالى عنه احتج بما روى عن رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم انه قال
للمدعى الك بينة قال لا قال لك بينة
فالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم رتب
اليمين على البينة فدل على ان اليمين
انما تكون حجة عند عدم البينة ولان
اليمين الكاذبة مهلكة فالمدعى عليه
مقضى اتوى حق المدعى فالشرع جعل
اليمين الكاذبة حقاله حتى تصير مهلكة
اياء باناء ما اهلك من المال
اهلاك باناء اهلاك وانما يستحق
اتواء الحق على المدعى اذا لم تكن بينة
فاما اذا كان له بينة لا يتوى حقه بل

حدیث کے الفاظ میں قسم کو مدعی کی طرف حرف لام سے
مضاف کیا ہے تو مدعی کا طلب کرنا ضروری ہے ، اہ ،
مصنف کے قول ” اگر گواہی پیش کر دے تو فیصلہ دے دے“
پر غور کرو ، تو یہ گواہی صرف وہی ہو سکتی ہے جو دعویٰ
کے لئے مثبت ہو اور ایسی ہی گواہی کے متعلق اشارہ
فرمایا ، اگر اس سے عاجز ہو ، تو اگر مدعی گواہی پیش
کرے جو مفید نہ ہو تو وہ اپنے دعویٰ پر گواہی سے عاجز ہوتا ہے۔

جب مدعی نے بتایا کہ میرے گواہ موجود ہیں ، اس کے
باوجود قسم کا مطالبہ کرے تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه کے نزدیک قاضی قسم نہ لے گا ، ان کی دلیل نبی کریم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدعی سے یہ استفسار کہ
کیا تیری گواہی ہے اس نے جواب میں عرض کیا
نہیں ہے ، تو اس کو فرمایا تجھے قسم کا حق ہے ، تو نبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم کو گواہی پر مرتب فرمایا
تو اس سے معلوم ہوا کہ قسم تب حجت ہوگی جب گواہی
نہ ہو ، اور اس لئے بھی کہ جھوٹی قسم ہلاکت ہے
مدعی علیہ جب مدعی کا مال ضائع کرے تو شریعت نے
مدعی کو اس کی جھوٹی قسم کا حق دیا ہے تاکہ جھوٹی قسم
مدعی علیہ کے لئے ہلاکت بن جائے تاکہ مدعی کا مال
ہلاک کرنے کے بدلے اس کو ہلاکت ملے ، تو اس وجہ
میں مدعی علیہ مدعی کے حق کو نقصان تب پہنچا سکے گا
جب مدعی کے پاس گواہی نہ ہو تو جب تک گواہی ہے

یکنہ اثبات حقہ بالبینۃ فلا یجعل الیمین
المہلکۃ حقالہ فی ہذہ الحال لانہ فی غیر
وقتہ اھ ومعلوم ان الاتواء حاصل مع
بینۃ لم تثبت دعواہ فکانت کلا بینۃ بناءً علی
ان البینۃ اذالم توافق الدعوی ومنہ
الشہادۃ بالمجهول بقیت بلا دعوی والدعوی
شرط الشہادۃ فی حقوق العباد وانتفاء
الشرط انتفاء المشروط فظہرانہ عجزم
البینۃ فله طلب حلف المدعی علیہ - واللہ
تعالی اعلم۔

اس کا حق ضائع نہ کر سکے گا بلکہ مدعی اپنے حق کو گواہی کے
ذریعے ثابت کر لے گا لہذا اس حال میں ہلاک کرنیوالی
قسم مدعی کا حق نہ بنے گی کیونکہ وہ وقت نہیں ہے اھ
اور یہ بات واضح ہے کہ ایسی گواہی جو دعویٰ کو ثابت
نہ کر سکے تو وہ کالعدم قرار پائے گی اس بنا پر کہ وہ
گواہی دعویٰ کے موافق نہ ہوئی، اس کی ایک صورت
یہ ہے کہ شہادت مجہول ہو تو گویا دعویٰ ثابت نہ ہوا،
حالانکہ شہادت کے لئے دعویٰ ضروری شرط ہے تو
جب شرط نہ ہوئی تو مشروط نہ ہوا، تو ظاہر ہو گیا کہ
دعویٰ پر گواہی سے عاجز ہے تو اسے قسم طلب کرنے
کا حق ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۲۷ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مسئلہ از شہر مسلولہ غلام رسول

ایک پنچایت قائم ہوئی اور ایک شخص پر ایک امر میں حلف قائم کیا اور سب پنچوں نے اسے منظور کیا اس
شخص نے حلف سے بیان کیا وہ معاملہ فیصل ہو گیا بعد کو چند اشخاص نے پنچ سے علیحدہ ہو کر یہ کہا کہ حلف کو نہیں جانتے
اور ہمارے یہاں حلف نہیں ہے ہم حلف کو نہیں جانتے۔ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

صورت مسئلہ میں یہ قول قائل کا کہ ہم حلف کو نہیں جانتے ہمارے یہاں حلف نہیں ہے اگر وہ شخص
اہل اسلام سے ہے اور بوجہ جہالت و نادانی یہ قول کرتا ہے تو گنہگار ہے تو یہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم
شرع ہے اور تکذیب کرتا ہے یا اہانت کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ یہ حکم حدیث مشہور
البینۃ للمدعی والیمین علی من انکرہ (گواہی مدعی کو لازم اور قسم مدعی علیہ منکر پر ہے۔ ت) سے ثابت ہے

لے غایۃ البیان

۲۴۲/۱ کتاب الرهن باب اذا اختلف الراہن والمرتن قدیمی کتب خانہ کراچی
جامع الترمذی الباب الاحکام باب ما جاز ان البینۃ علی المدعی امین کمپنی دہلی ۱۶۰/۱
سنن الدارقطنی باب فی المرأة تغفل اذا اذنت نشر السنۃ ملتان ۲۱۸/۴
السنن الکبریٰ کتاب الدعوی باب البینۃ علی المدعی دار صادر بیروت ۲۵۲/۱۰

اور اجماع تمام امت مرحومہ کا اس پر ہے، ہذا صورت الجواب واللہ اعلم بالصواب فقط
 بیشک حلف حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ الجواب صحیح
 العبد محمد ہدایت اللہ عفی عنہ محمد عبد الجبار خاں عفی عنہ
 العبد المحبیب محمد عبد الغفار خاں عفی عنہ
 مہر

الجواب

سائل غلام رسول ترہ فروش رام پوری نے واقعہ بیان کیا کہ ان کی برادری کا کوئی شخص بدایوں سے آیا تھا
 حسب رواج قوم اسے دعوت دینی تھی، ایک برادر اسے دعوت دینے گیا وہ نہ ملا پھر پنچایت میں دعوت نہ دے سکا
 کاشاکی ہوا اس پر اس برادر سے کہا گیا تم حلف سے کہہ دو کہ تم دعوت دینے گئے تھے اس نے حلف سے کہہ دیا اس
 پر چند اشخاص نے وہ لفظ کہے، نیز غلام رسول نے بیان کیا کہ وہ اور حافظ غلام الدین اور جماعتین شخص مجیب کے
 پاس گئے اور واقعہ مذکورہ ہمارے سامنے حافظ مذکور نے مجیب سے کہا اور نشان انگوٹھا
 فتویٰ طلب کیا جس پر یہ جواب لکھا،

اگر یہ بیان واقعی ہے تو یہاں ہرگز نہ کوئی شرعی دعویٰ تھا نہ کوئی مدعی نہ مدعا علیہ نہ کسی پر حلف عامہ، اسے
 حدیث البینۃ للمدعی والیمین علی من انکر ما ذکر ابی مدعی کو لازم اور قسم مدعی علیہ منکر پر ہے۔ ت کے
 تحت میں داخل کرنا صریح جہل و ظلم ہے اور بفرض باطل اگر اس کا کہنا کہ میں دعوت دینے گیا تھا دعویٰ ہوتا تو
 منکر تو بدایوں والا تھا اس پر حلف آتا نہ کہ مدعی پر یہ دوسری جہالت شدیدہ ہے، بلاشبہ ایسا حلف شریعت
 میں نہیں اور اس نے ٹھیک کہا تو اس پر حکم گناہگاری و توبہ تیسری جہالت ہے اور سب سے سخت تر اس شدہ وہ
 کہ اس باطل محض کو معاذ اللہ حکم شرع ٹھہرا کر اس کی تکذیب کے سبب مسلمان پر حکم کفر عائد کرنا، حالانکہ اگر
 عقل سے کام لینا ہو تو باطل محض کو حکم شرع قرار دینے ہی پر یہ کہنا لازم کہ یہ قرار دینے والا اگرچہ بوجہ جہالت و
 نادانی یہ قول کرتا ہے تو گنہگار ہے توبہ چاہئے اور اگر جانتا ہے کہ یہ حکم شرع نہیں اور قصداً اللہ و رسول پر
 جھوٹی شریعت کا اقرار کرتا ہے تو حکم کفر عائد ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن عظیم میں ہے،

صحیح البخاری کتاب الرحمن باب اذا اختلف الراہن والمرہن قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۲/۱
 جامع الترمذی ابواب الاحکام باب ما جاء ان البینۃ علی المدعی امین کمپنی دہلی ۱۲۰/۱
 سنن الداقطنی باب فی المرأة تقتل اذا ارتدت نشر السنۃ ملتان ۲۱۸/۴
 السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الدعوی والبیانات دار صادر بیروت ۲۵۲/۱۰

انما یفتی الذین لا یتؤمنون لیس ۳۰۹ جھوٹ کا اقرار وہ لوگ کرتے ہیں جو مومن نہ ہوں (ت)
اور فرماتا ہے :

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ۱۰
جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اقرار باندھتے ہیں وہ فلاح
نہ پائیں گے۔ (ت)

ظاہر صورت اولیٰ ہے کہ بوجہ جہالت ایسا کہا ہے جس پر ٹھنڈا صورت الجواب بتاے کشیدہ قرینہ ہے مگر
یہ فقط اس قول باطل ہی کا گناہ نہیں جاہل کو فتویٰ دینا کس نے حلال کیا ، حدیث میں ہے :
من افتی بغیر علم لعنتہ علیکۃ السموات
والارض ۱۱ او کما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ
اس پر لعنت کرتے ہیں (یا جس طرح حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالیٰ ، اور بالفرض اگر سائل کا بیان غلط ہے اور مجیب سے واقعہ بیان نہ کیا گیا جب بھی
اتنے بیان سوال سے مجیب کا یہ ٹھہر لینا کہ ترہ فروشوں کی قومی نجات میں کوئی شرعی دعویٰ پیش ہوا اور یہ کہ انھوں نے
منکر پر حلف رکھا جہالت ہے قومی نچپا سوتوں کو کون نہیں جانتا ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل ۱۲
(جو اہل زمانہ کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔ (ت) اور مدعی و منکر کی شناخت ہزاروں جگہ علماء کو تو سخت دشوار
ہوتی ہے نہ کہ جہال ، مگر مجیب نے اپنے شہر کے ترہ فروشوں کو شاید امام مجتہد فرض کر لیا۔ مسلمان پر حکم معصیت
بلکہ ایک وجہ پر حکم کفر لگانے کے لئے تنقیح ضرورتی کہ کیا معاملہ کیسا حلف ، مگر اسے تو وہ جانے جسے علم و دین
سے حصہ عطا ہوا ، بہر حال جواب رام پور جہل و ظلم ضرور ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۶ از عظیم آباد پٹنہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے انتقال کیا اور شوہر اور ایک شیر خوار بچہ اور
ایک نانی اور دو بھائی حقیقی چھوڑے ، بعد وفات ہندہ آپس میں من حیث ترکہ پانے کے نزاع واقع
ہوئی ، ہندہ کے بھائیوں نے ہندہ کے شوہر سے دین مہر خالہ اخت ہندہ کا جو قبل شوہر ہندہ کے نکاح میں

۲ القرآن الکریم ۱۶/۱۶

۱۰۵/۱۶ القرآن الکریم

۱۹۳/۱۰ کثر العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۹۰۱۸ موسستہ الرسالہ بیروت

۳۲۴/۲ الفقیہ والمتفقہ باب ما جاء من الوعیل من افتی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض
۹۹/۱ مطبع مجتہدانی دہلی

مکھی اور بعد اولد فوت ہونے اس کے ہندہ نکاح میں آئی تھی اداکاری کا مطالبہ کیا اور چونکہ خالدہ اخت ہندہ کا دین مہر واقعی واجب الادا تھا تو جو حصہ مہر متروکہ کہ شوہر نے پایا وہ شوہر ہندہ نے محض دیانتداری سے بعض دین مہر چھوڑ دیا، مگر از انجا کہ برادران ہندہ کی جس نے اپنا دین مہر معاف کر دیا تھا نیت صاف نہ تھی چہارم حصہ متروکہ ہندہ کو ابھی اسی دین مہر سابق میں ملا کر ہضم کرنا چاہا اور ہندہ کی نانی کو بھی نالش پر ابھارا تو شوہر ہندہ نے محض بغرض استحقاق حصہ چہارم اپنے مصلحت یہ بیان کرنا شروع کیا کہ ہندہ نے مرض الموت میں اپنی کل جائداد اپنے شیر خوار بچہ کو ہیہہ کر دی جس کا کوئی گواہ بجز شوہر ہندہ کے نہ تھا اور بعض مقامات میں بذریعہ تحریری شوہر ہندہ نے اس وقت تک ہیہہ کا اقرار کیا کہ وہ ششم حصہ بھی خود اپنے مال سے اسم فرضی اپنے پسر کے خرید لیا اور من بعد برابر کاغذات وغیرہ پر خود اپنے اور اپنے شیر خوار لڑکے کی طرف سے بحیثیت ولایت کے دستخط کرتا رہا اور برابر وہ جائداد پسر ہندہ کے قبضہ میں حسب حصہ سد کے رہی تا اینکه وہ لڑکا عاقل و بالغ ہوا پھر اس کی شادی بھی ہوئی تو اب وہ لڑکا کل متروکہ اپنے مادر متوفیہ ہندہ پر دعویٰ کرتا ہے اور چہارم حصہ پدری اور اس حصہ پر جو اس کے باپ شوہر ہندہ نے اپنے پسر کے نام سے اسم فرضی ہندہ کی نانی سے خرید اتحاد و نون کو ہضم کرنا چاہتا ہے اور کچھری میں مقدمہ دائر کیا ہے اور اپنے پدر کے اقرار ہیہہ کو جو مثل خریداری ششم حصہ کو وہ مصلحت یہ بیان کرتا رہا استدلال میں پیش کرتا ہے اور کسی حال میں باوجود فہمائش بلیغ منازعت سے باز نہیں آتا اور باپ کی تعظیم و تکریم تو درکنار ماں پر کو غلط اور لغو جانتا ہے اور حقوق پدری کا مطلق خیال نہیں کرتا تو ایسی صورت میں علئے دین کا اس مصلحتی اقرار پر متعلق ہیہہ کے کیا ارشاد ہے اور اس پسر کے اس مکرار و فساد کو صحیح و درست جانتے ہیں یا بالعکس؟ بیتوا تو جبروا۔

الجواب

اولاد کو حقوق پدری کا خیال نہ کرنا اس کے ساتھ تردد و مخالفت سے پیش آنا اپنے لئے عذاب شدید نار و غضب رب قہار کا واجب کرتا ہے، اللہ عز و جل نے قرآن عظیم میں فرض کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کرو، انھیں ہوں نہ کہو، ان سے اعزاز و اکرام کا کلام کرو، اُن کے لئے خاص محبت سے تدلل کا بازو بچھاؤ، ان کے لئے دعا کرو کہ الہی! ان پر رحم فرما جیسا انھوں نے مجھے چھپین میں پالا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یدخلون الجنة العاق لوالدیہ والدیث
والرجلة من النساء۔ مرواہ
تین شخص ہیں کہ جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو
تسانے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت
لہ سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۵۶
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب البر والصلة باب العقوق مطبع موسسة الرسالة بیروت ۲/۳۷۲

النسائی والبخاری باسنادین لطیفین والحاکم
فی صحیحہ المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
(اس کو نسائی اور بخاری نے صاف سندوں سے اور
حاکم نے صحیح سند کے ساتھ مستدرک میں حضرت ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :
ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُمْ صَرْفًا وَ
لَا عَدْلًا عَاقٍ وَمَنَاتٍ وَمَكْذَبٍ
بِقَدَرٍ۔ رواہ ابن ابی عاصم فی کتاب السنۃ
باسناد حسن عن ابی امامۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے نفل قبول کرے
نہ فرض : ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ
دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے
والا (اس کو ابن ابی عاصم نے سند حسن کے ساتھ
کتاب السنۃ میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
ملعون من عتق والدیہ ملعون من عتق
والدیہ ملعون من عتق والدیہ ملعون من عتق
الطبرانی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔
ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو تھامے، ملعون ہے
جو اپنے ماں باپ کو تھامے، ملعون ہے جو اپنے
ماں باپ کو تھامے (اس کو طبرانی اور حاکم نے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
رضا اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یٰ ذی السمتی و
رضا اللہ فی رضا الوالد وسخط اللہ فی
سخط الوالد یٰ ذی السمتی و

۱۵۱/۱	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور	حدیث ۲۳۹	لہ العلل المتأبیر
۲۰۶/۷	دار الکتب بیروت	باب ماجاء فیمن یکنز بالقدر الخ	مجمع الزوائد
۲۲۶/۹	مکتبۃ المعارف ریاض	حدیث ۸۴۹۲	المعجم الاوسط
۲۸۷/۳	مصطفیٰ البابی مصر	حدیث ۴	الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی والحاکم
۱۵۲/۴	دار الفکر بیروت	کتاب البر والصلة	المستدرک للحاکم
۱۲/۲	امین کمپنی دہلی	باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین	جامع الترمذی ابواب البر والصلة

الحاکم بسند صحیح عن عبد اللہ بن عمرو
والبزار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
صحیح سند کے ساتھ عبد اللہ بن عمر اور بزار نے حضرت
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
کیا ہے۔ (ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
كل الذنوب يورث الله تعالى منها ما شاء
الى يوم القيمة الا عقوق الوالدين فان
الله يعجله لصاحبه في الحيات قبل الممات۔
رواه الحاکم والاصبہانی والطبرانی فی الکبیر
عن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کیلئے
اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو سزا کہ اس کی سزا
مرنے سے پہلے زندگی میں پہنچاتا ہے (اس کو حاکم،
اصبہانی اور طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مال کے لئے ماں باپ سے محاصمت کتنی بے حیائی بیباکی کا فرغمی ناپاکی ہے، رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لا تعقن والديك وان امرك ان يخرج
من اهلك ومالك يث رواه الامام احمد
بسند صحيح على اصولنا والطبرانی فی الکبیر۔
خبردار ماں باپ کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ
اپنے بھڑو بچوں مال و متاع سب سے نکل جا اور اس کو
امام احمد نے ہمارے اصول پر صحیح سند کے ساتھ اور
طبرانی نے کبیر میں روایت کیا۔ (ت)

دوسری روایت میں ہے،

اطع والديك وان اخرجاك من مالك
ومن كل شئ هو لك يث رواه الطبرانی فی الاوسط
بسند صالح كلاهما عن معاذ بن جبل
رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اپنے ماں باپ کا حکم مان اگرچہ وہ تجھے تیرے مال اور
تیری سب چیزوں سے تجھے باہر کر دیں (اسے طبرانی
نے اوسط میں، اسے اور مذکورہ بالا حدیث (دونوں) کو
معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اونا شکر خدا نا تر کس! مال لایا کہاں سے، تیرا گوشت پوست استخوان سب تیرے مال باپ

۱۔ المستدرک للحاکم کتاب البر والصلة دار الفکر بیروت ۱۵۶/۴
۲۔ مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۸/۵
۳۔ المعجم الاوسط للطبرانی حدیث ۹۵۲، مکتبۃ المعارف ریاض ۴۶۰/۸

کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انت و مالک لابیك (تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا)

یہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! مال و عیال رکھتا ہوں اور میرے مال باپ کے مال لینا چاہتے ہیں یعنی پھر میں اور میرے مال بچے کیا کھائیں گے، فرمایا:

”تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے تجھے اس سے انکار نہیں پہنچتا۔“

رواہ ابن ماجہ بسند صحیح عن جابر و الطبرانی
فی الکبیر عن سمرہ بن جندب و عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
اس کو ابن ماجہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت جابر
اور طبرانی نے کبیر میں حضرت سمرہ بن جندب اور
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے

روایت کیا۔ (ت)

حدیث میں ہے ایک شخص حاضر خدمت ہو کر عرض رساں ہوئے،

ان ابیہ یرید ان یاخذ مالہ۔ یا رسول اللہ! میرے مال باپ میرا مال لینا چاہتے ہیں۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ادعہ لی انھیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ۔ جب حاضر ہوئے
ان سے ارشاد ہوا تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے تم اس کا مال لینا چاہتے ہو، عرض کی حضور اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں
وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں، یہی اس کی مہمانی اور اس کی قرابتی میں، یا میرا اور میرے مال بچوں کا خرچ، اتنے
میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس مرد پر
نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی خود اس کے کان نے نہیں سنے یعنی ہنوز زبان نہ نکلتا لایا،
حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کئے ہیں جو ابھی تمہارے
کان نے بھی نہ سنے وہ سناؤ۔ ان صاحب نے عرض کی، اللہ ہمیشہ حضور کے معجزات سے ہمارے دل
کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا ہے، پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے:

غذوتک مولود او منتک یا نعا	تعلم بما اجنى عليك و تنهل
اذا لیلہ ضاقتک بالسقم لم ابت	لسقمك الا ساھرا اتململ
تخاف الہادی نفسی عليك و انھا	لتعلم ان الموت حتم موکل

کافی انا المطروق دونك بالذی طرقته به دونی فعیننی تمهل
فلما بلغت السن والغایة التي الیک مدى ما کنت فیک اومل
جعلت جزائی غلظة و فظاظة کانک انت المنعم المتفضل
فلیتک اذ لم تنزع حق ابوقی فعلت کما الحجار المحاور یفعل
واولیتنی حق الجوار ولم تکل علی بملی دون مالک تبخل
میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے تو ننھا ہوا میری کمائی سے
تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا، جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اترتی میں تیری ناسازی
کے باعث جاگ کر لوٹ کر صبح کرتا میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا حالانکہ اسے خوب معلوم تھا
کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب
کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے، مجھے ہوا تھا نہ تجھے، میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پروان چڑھا اور
اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہو کر تو میرے کام آئے گا تو تو نے
میرا بدلہ سختی و درشتی کیا گویا تیرا ہی مجھ پر فضل و احسان ہے، اے کاش جب تو نے
حتی پدری کا لحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا با اس کا جیسا کہ کرتا ہے ہمسایہ میں کا حتی تو مجھے
دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا۔

ان اشعار کو استیعاب فرما کر حضور پر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان
پکڑ کر ارشاد فرمایا:

اذهب انت و مالک لا بیک - رواة الطبرانی جاؤ اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے (اس کو
فی المعجم الصغير والبيهقي في دلائل النبوة طبرانی نے معجم صغیر اور بیہقی نے دلائل النبوة میں حضرت
عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما حباب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
عنهما - کیا - (ت)

حکم سعادت تو یہ ہے مگر بایں ہمہ قضاۃ باپ بیٹے کی ملک جدا ہے۔ باپ اگر محتاج ہو تو بعت در
حاجت بیٹے کے فاضل مال سے بے اس کی رضا و اجازت کے لے سکتا ہے زیادہ نہیں اور یہ لینا بھی

المعجم الصغير للطبرانی باب من اسم محمد ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶۳/۲
دلائل النبوة للبيهقي باب ما جاز فی اخباره من قال فی نفسه شعرا الخ ۳۰۳-۵/۶

کھانے پینے، پہننے، رہنے کے لئے، اور حاجت ہو تو خادم کے واسطے بھی، بیٹے کے روپے پیسے سونے چاندی ناناچ کپڑے یا قابل سکونت پدر مکان سے ہو۔ ہاں یہ اشیاء نہ ملیں تو انھیں اغراض ضروریہ کے لئے اس کے اور اموال سے جو خلاف جنس حاجت ہوں حکم حاکم یا حاکم نہ ہو تو علی لمفتی بہ بطور خود بھی لے سکتا ہے مثلاً کھانے کی ضرورت ہے ناناچ یا روپیہ نہ پایا تو کپڑے برتن لے سکتا ہے یا کپڑوں کی ضرورت ہے اور دام یا کپڑے نہ ملے تو ناناچ وغیرہ بیچ کر بنا سکتا ہے نہ کہ اس کی جائداد ہی سرے سے اپنی ٹھہرائے۔ درمختار میں ہے:

فی المبتغی للفقیر ان یسرق من ابنہ
الموسر ما یکفیه ان ابی ولا قاضی ثمة و
الا اثم یلہ

مبتغی للفقیر میں ہے کہ باپ اپنے بیٹے کے انکار پر
اس کا اتنا مال چوری کر لے جتنا اس کو نفقہ کے لئے
ضرورت ہے جبکہ وہاں قاضی نہ ہو ورنہ گنہ گار
ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

سیاتی قریبا لو انفق الابوان ما عندہما
للعائش من مالہ علی انفسہما وھو من
جنس النفقة لا یضمنان لوجوب نفقة
الابوين والزوجة قبل القضاء حتی لو
ظفر بجنس حقہ فلہ اخذہ ولذا
فرضت فی مال العائش بخلاف بقیة
الاقارب ونحوہ فی المنح والزلیعی وفی
زکاة الجوہرۃ الدائن اذا ظفر بجنس
حقہ لہ اخذہ بلا قضاء ولا رضاء
وفی الفتح عند قولہ ویحلفہا
باللہ ما اعطاھا النفقة وفی کل
موضع جاز القضاء بالدفع
کانت لھا ان تأخذ بغير قضاء

مغریب آئے گا کہ اگر غائب بیٹے کا مال پاس ہو
تو والدین اپنی ضرورت نفقہ کے لئے اسے صرف
کر لیں ورنہ ان کا ہر کوئی مال جنس نفقہ ہو تو والدین ضامن
نہ ہوں گے کیونکہ والدین اور بیوی کا نفقہ قضاء کے
بغیر بھی واجب ہے لہذا وہ اپنے حق والی جنس پر
قابو پالیں تو قبضہ کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے غائب
کے مال میں ان کا نفقہ بقدر ضرورت نافذ ہوتا ہے
بخلاف باقی اقارب کے۔ اسی طرح کا بیان منج، زیلعی
اور جوہرہ کے باب زکوٰۃ میں ہے، قرض خواہ اپنے حق
والی جنس پر قابو پانے پر لے سکتا ہے خواہ رضا اور
قضاء نہ ہو۔ اور فتح میں اس کے قول کہ "بیوی سے
قاضی قسم لے گا کہ خاوند نے مجھے نفقہ نہیں دیا" کے
تحت ہے، جہاں قاضی کو بیوی کے لئے نفقہ نافذ

من مالہ شرعاً فیقول المبتغی ولا قاضی
ثمة محمول علی ما اذا کان یاخذہ من
خلاف جنس النفقة، فلا حاجة فیہا
الی القاضی وتہامہ فی حاشیة الرحمۃ
وقد اطلال واطاب لہ

کرنے کا اختیار ہے وہاں بیوی کو یہ جائز ہے کہ شرعاً
وہ بغیر قضا و خاوند کے مال سے حاصل کر لے اور،
تو مبتغی کا یہ قول کہ ”وہاں قاضی نہ ہو“ یہ اس صورت
پر محمول ہے جبکہ غیر جنس نفقہ سے لے، تو جنس نفقہ
کی صورت میں قاضی کی ضرورت نہیں، یہ تمام بیان

رحمتی کے حاشیہ میں ہے انھوں نے اچھی طوالت سے بیان کیا ہے۔ (ت)

یہاں کہ شوہر ہندہ نے کل متروکہ اپنے پسر کے نام جانب ہندہ سے ہبہ بتایا اور اسی پر کارروائی کی وہ
شرعاً اپنے اقرار پر مواخذ ہے اور اس کا دعویٰ کہ اس وقت اپنی چہارم بچانے کے لئے ایسا مصلحتہ محض
غلط کہہ دیا تھا ہرگز یوں مسہور نہیں جب وہ خود اتنی مدت تک چہارم کے لئے جھوٹ ظاہر کرتے رہنے کا
مقر ہے تو کیا اعتبار ہے کہ اس کے وہی بیانات ممتدہ سچے ہوں اور اب بیٹے کی حرکات کے باعث ناراض
ہو کر اس کے اضرار کے لئے یہ اظہار کرتا ہو، غرض کوئی مقر صرف اپنے اقرار سے پھر کر نفع نہیں پاسکتا
مرض الموت کا ہبہ جبکہ وارث کے نام ہو اگرچہ تمام و کمال اجازت دے کر ورثہ پر موقوف رہتا ہے اور
بعض نہ مانیں تو ان کے حق میں باطل ہو جاتا ہے مگر اسے والے کے حق پر ضرور نافذ رہتا ہے اور یہ شیوع
کہ بعد کو عارض ہوا تمامی ہبہ کو مضر نہیں ہوتا، تنویر میں ہے:

المانع شیوع مقارن لا طارعی لہ
غیر منقسم حصہ ہونا ابتداء مانع ہے بعد والا طاری
ہو تو مانع نہیں ہے۔ (ت)

ہندیہ میں ہے:

لا یمنع الشیوع صحة لا جازۃ
غیر منقسم ہونا صحت اجازت کے لئے مانع
نہیں ہے۔ (ت)

تو وہ اجازت شوہر ہندہ اس کے اپنے حق چہارم پر ضرور اثر انداز ہوئی، اور اسے محض دعویٰ چہارم پانے کا
کوئی حق نہ ہوگا۔ رہا نانی کا ششم کہ اس کے عدم تسلیم کے باعث محفوظ رہا تھا جبکہ اسے اپنے پسر کے

لہ رد المحتار کتاب الطلاق باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۷۷-۷۸۰/۲
لہ درمنار کتاب الہبۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۰/۲
لہ فتاویٰ ہندیہ

نام خریدار وہ بھی اس کا ہو گیا اگر اصل خریداری اسی کی طرف سے اسی کے نام سے ہوئی جب تو ظاہر ہے کہ ابتداء لڑکا ہی اس کا مالک ہوا اور اگر خود خرید اور بیعنا میں لڑکے کا نام لکھا دیا تو اب یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ خریداری سے اصل مالک یہ خود ہوا

لان الشراء متى وجد نفاذ اعلی المشتري
کیونکہ خریداری کا جب نفاذ مشتری (خریدار) پر ہو
نفاذ کما فی الدر وغیرہ۔
تو بیع نافذ ہو جائے گی، جیسا کہ در وغیرہ
میں ہے۔ (د ت)

اور پھر لڑکے کے نام بیعنا نہ لکھنا اس کی طرف سے پس کو بہہ ہوا لاند دلالة التملیک وقد بینا فی فتاونا
(کیونکہ یہ مالک بنانے پر دلالت ہے، اس کو ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ ت) تاکہ وہم گزرے
کہ جب ماورائے ششم کا بوجہ بہہ ہندہ حسب اقرار شوہر ہو چکا اور یہ ششم بذریعہ شراہ اس شخص کی ملک
ہوا اور ہنوز نامنقسم ہے تو بیٹے کے نام لکھا دینا شعی مشاع کا اپنے شریک کو بہہ کرنا ہوا اور وہ علی المذہب
المعتد جائز نہیں۔ در مختار میں ہے :

تم بالقبض فی مقسوم و مشاع لا یقسم
الا فی ما یقسم ولو لشریکہ کما فی عامۃ
الکتاب فکان ہذا المذہب الخ مختصرا۔
نہ ہو، جیسا کہ عام کتب میں ہے تو وہی مذہب ہے الخ مختصرا (د ت)

بلکہ جب وہ مال اس کے قبضہ میں پہنچا اور یہ اقرار کر چکا تھا کہ وہ تمام و کمال بذریعہ بہہ ملک پس ہے
تو اپنے اسی اقرار پر مواخذ ہو کر یہ ششم بھی سپرد پس کرنا ہو گا اور وہ بیعنا میں اس کا نام لکھنا اس کی تکمیل
ٹھہرے گا، بالجمہ اس اقرار کے باعث اب یہ دعویٰ ایسا نہ رہا جیسا کہ ایک وارث ثابت الوراثة کا دعویٰ
صاف و آسان ہوتا۔ اب حکم یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں اگر مہر ہندہ واقعی معاف ہو گیا اور اس کے بھائی
اسے ناحق دباتے تھے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ تحفظ سوا اس اقرار کے نہ تھا جسے اب وہ عنسلط و
بربنائے مصلحت بتاتا ہے تو اولاً اس سے گواہ مانگے جائیں گے اگر گواہان شرعی سے ثبوت دے دے
کہ یہ اقرار محض کاذب و فرضی تھا فہا ورنہ بیٹے سے حلف لیا جائے کہ واللہ میرے باپ کا اشتراک مذکور

سچا تھا اور فرضی نہ تھا اگر وہ حلف سے انکار کرے تو اس کے باپ کا دعویٰ ثابت مانا جائے گا اور حلف کر لے تو رد ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے :

اقرار رجل بمال في صدك واشهد عليه
به ثم ادعى ان بعض هذا المال المقر به
قرض وبعضه ربا عليه فان اقام على
ذلك بينة تقبل وان كان متناقضا
لانا نعلم انه مضطر الى هذا الاقرار
شرح وهبانية۔

ایک شخص نے رسید میں درج مال کا دوسرے کیلئے
اقرار کیا اور مدعی نے اس پر شہادت پیش کی پھر
مقر نے کہا کہ اس مال میں سے کچھ قرض ہے اور
کچھ سود ہے اس پر مقر نے گواہ پیش کر دئے تو
یہ گواہی قبول کی جائے گی اگرچہ یہ بات پہلے اقرار کے
متناقض ہے کیونکہ ہمیں علم ہے کہ وہ اس اقرار پر
مجبور تھا، شرح وهبانية۔ (ت)

اسی میں ہے :

اقرار ثم ادعى المقر انه كاذب في الاقرار
يحلف المقر له ان المقر لم يكن
كاذبا في اقراره عند الثاني وبه يفتى
درر۔

اقرار کر کے پھر کہتا ہے میں نے جھوٹا اقرار کیا ہے تو
مقر (جس کے حق میں اقرار کیا) سے قسم لی جائیگی
کہ اقرار کر نیوالے نے سچا اقرار ہے نہ کہ جھوٹا، یہ
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور

اسی پر فتویٰ دیا جائے گا، درر۔ (ت)

یہ فیصلہ قضا ہے اور فیصلہ سعادت وہ تھا انت ومالك لا بيلك تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔
اپنے دونوں جہان کی بھلائی چاہتا ہے تو اسی فیصلہ پر سر رکھ دے کہ یہ فیصلہ اس کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے اور مسلمان وہی ہے جو ان کا فیصلہ دل سے مان لے، اللہ عز وجل فرماتا ہے تیرے
رب کی قسم مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے باہمی جھگڑوں میں تجھے حکم نہ بنائیں پھر تیرے فیصلہ سے اپنے
دلوں میں اصلاح تنگی نہ پائیں گے اور قبول کر لیں مان کر لیں اللہ عز وجل توفیق عطا فرمائے، آمین ! واللہ
تعالیٰ اعلم۔

۱۴۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	فصل مسائل شتی	۱۔ درمختار کتاب الاقرار
۱۳۳/۲	"	"	۲۔ درمختار
۲۰۴/۲	دار الفکر بیروت	ترجمہ عمرو بن شعیب	۳۔ مسند امام احمد بن حنبل
			۴۔ القرآن الکریم ۶۵/۲

مسئلہ ۸۳ از ریاست رام پور محنت متصل دروازہ انگوری باغ مسئلہ علی رضا خاں ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ
 علمائے دین و مفتیان شرع متین کی خدمت میں بعد اداۓ آداب بزرگوار گزارش ہے کہ ہندہ شب
 کو اپنے باپ کے مکان سے نکل کر زید کے مکان پر آئی اور زید سے برضائے خود نکاح کر لیا، ہندہ کے باپ
 نے استغاثہ فراری دختر کا کیا اور ہندہ بکرم سرکار اپنے باپ کے سپرد کر دی گئی اور زید نے نالش مفتی کے یہاں
 کی، مفتی صاحب نے دعویٰ فسخ کر دیا، عرضی دعویٰ اور جواب دعویٰ اور جواب و تنقیح عدالت و ثبوت مدعی
 و صفائی مدعا علیہا و اظہار ات گواہان و فیصلہ عدالت سب کی نقلیں حاضر ملاحظہ ہیں اس ثبوت پر دعویٰ مفتی
 نے خارج کر دیا ہے، اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ بعد ملاحظہ کاغذات حکم شرعی سے معزز
 فرمائیں۔ عرضی علی رضا خاں برادر حسن رضا خاں ساکن رام پور۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب الله عز وجل تبارك وتعالى احكم الحاكمين عز وجل لانه جلالة له
 سے عہد لیا ہے کہ جب تم سے کسی مسئلہ شرعیہ کا استفسار ہو بے رو رعایت حق کا اظہار ہو ورنہ معاذ اللہ
 مستحق لجام نار ہو، فیصلہ مع جملہ کاغذات مسئلہ نظر سے گزرا بنگاہ اولین واضح ہوا کہ معزز ذی علم مجوز کی نظر کو
 یہاں بوجہ کثیر سخت لغزشوں کا سامنا ہوا محض نامکمل مقدمہ پر فیصلہ دے دیا گیا جو کسی طرح جائز نہ تھا،
 ذی علم مجوز نے بناء فیصلہ چند امور پر رکھی ہے :

(۱) ابطال بنائے ثبوت دعویٰ

(۲) قرآن سے ظہور غلطی دعویٰ

مگر افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی وجہ قوانین شرع مطہر کی معیار مبارک پر صحیح نہ اتری تفصیل
 موجب تطویل لہذا مختصر وجہ غلطی فیصلہ پر اقتصار کریں وبالله التوفیق۔

بنائے دعویٰ

(۱) ذی علم مجوز نے اس دعویٰ کا اصلی مبنی اس امر کا ثابت ہونا قرار دیا ہے کہ عصمت جہاں بیگم
 نے حسن رضا خاں کے ساتھ اپنے نکاح کا وکیل بوستان خاں کو کیا ہے کیونکہ بذریعہ ولی جائز کے نکاح
 ہونے کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ بوستان خاں شخص اجنب کے اور مدعا علیہا بوستان خاں کی توکیل سے
 منکر ہے یہاں تک کہ فرمایا صحت نکاح موقوف توکیل ہے جب توکیل غیر ثابت ہے تو اگر نکاح ہو بھی گیا
 تو بوجہ عدم صحت توکیل کے نکاح ثابت نہیں، یہاں تمام کتب مذہب کی روشن تصریحوں سے سخت ذہول

واقع ہوا، صحت نکاح ہرگز تقدم توکیل پر موقوف نہیں، نہ ثبوت نکاح ثبوت توکیل سابق علی النکاح پر۔ اگر کوئی فضولی راہ چلتا محض بلا اجازت و بلا اطلاع ہندہ کا نکاح زید سے خواہ زید کی طرف سے فضولی ہو کر اس کا نکاح ہندہ سے کر دے اور طرف ثانی یعنی پہلی صورت میں زید اور دوسری صورت میں ہندہ خود یا اس کا وکیل یا ولی یا اس کی طرف سے بھی کوئی راہ چلتا اسی مجلس میں دو گواہوں کے سامنے کہ سنتے سمجھتے ہوں قبول کر لے نکاح ضرور صحیح و منعقد ہو جائے گا جبکہ کوئی اس قابل ہو کہ اسے خبر پہنچے اور وہ اس فعل فضولی کو رو کر رکھے تو جائز ہو سکے گا ہاں اس کا نفاذ خود منکوحہ یا ناکح یا دونوں یا ان کے اولیا کی اجازت پر موقوف رہے گا یعنی منکوحہ یا ناکح صرف ایک کی طرف سے کوئی فضولی تھا تو اس کی اپنی اجازت چاہئے اگر بالغ ہو ورنہ ولی کی اور دونوں کی طرف سے فضولیوں نے ایجاب و قبول کیا تو دونوں کی اپنی اجازت پر توقف ہوگا اگر بالغ ہوں یا اولیا کی اگر نابالغ ہوں یا ایک کی اپنی اور دوسرے کے ولی کی اگر ایک بالغ دوسرا نابالغ ہو بہر حال صحت نکاح میں شبہ نہیں، ایسا نکاح اگر حاکم کے سامنے ثابت ہو تو ہرگز اس بنا پر رد نہ کرے گا کہ توکیل تو ہوئی ہی نہ تھی لہذا نکاح ثابت نہیں بلکہ اس وقت تنقیح اس کی لازم ہوگی کہ آیا اجازت پائی گئی یا نہیں، اگر بعد نکاح اجازت قولاً خواہ فعلاً کسی طرح ثابت ہو ضرور ثبوت نکاح کا حکم کرے گا ورنہ نہیں۔

در مختار فصل فضولی میں ہے :

کل تصرف صدر منہ کبیعہ و تزویج و طلاق
واعتاق ولہ مجیز حال وقوعہ العقد
موقوف الیہ
فضولی شخص کا ایسا تصرف کہ اس کے تصرف کے وقت کوئی جائز کرنے والا موجود ہو مثلاً بیع، نکاح کرنا، طلاق و اعتناق، تو یہ تصرفات موقوف طور پر منعقد ہوں گے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

الموقوف من قسم الصحیہ و هو احد
طریقین للمشاخ و هو الحق یلہ
موقوف تصرف صحیح اقسام میں سے ہے، یہ مشاخ کے دو طریقوں میں سے ایک ہے اور یہی حق ہے۔ (ت)

فتاویٰ خیریہ و بحر الرائق و ردالمحتار وغیرہ عامۃ اسفار میں ہے :

۳۱/۲	مطبع مجتبائی دہلی	فصل فی الفضولی	کتاب البیوع	۱۰	۱۰
۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت

الاجازة اللاحقة كالوكالة السابقة ۛ بعد کی اجازت سابقہ وکالت کی طرح ہے۔ (د) تو وکالت بوستان خاں کو صحت نکاح کا معروف علیہ اور ثبوت توکیل بوستان خاں کو ثبوت دعویٰ کا اصل مبنی ماننا دونوں باتیں ناقابل قبول ہیں۔

(۲) جلال خاں و امجدی بیگم و سروری بیگم گواہان توکیل ہیں، ذی علم مجوز نے صحت دعویٰ کا دوسرا مبنی گواہوں کا مقدمہ کو پہچاننا قرار دیا اور اس پر اعتراض کیا کہ جلال خاں کو عدم شناخت مقدمہ کی تسلیم ہے اپنے اظہار میں لکھایا ہے کہ عصمت جہاں بیگم پر وہ نشین ہے جس وقت گواہی دریافت کرنے کے لئے میں گیا تھا اس وقت کے علاوہ میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہیں دیکھا تھا میں نے عصمت جہاں بیگم کو ایسے پہچانا کہ اس نے اپنا نام مجھے بتایا اور عورات نے بھی مجھے کو بتایا یہ شناخت کافی نہیں اول تو وہ عورت غیر معین ان کا نام گواہ نے نہ لیا کہ ان کی حیثیت کا اندازہ ہوتا نہ صراحت کی کہ کس طرح اس کو بتایا ان سے قطع نظر تعریف اناث بلا شمول مرد نیک اصلاً قابل قبول نہیں پس بوجہ عدم شناخت مقدمہ شہادت جلال خاں کی کالعدم ہے، سروری بیگم و امجدی بیگم کی شہادتوں میں نقصان نہ بھی ہوں تو بلا شمول شہادت مرد و حجت نہیں پس شناخت و توکیل دونوں مفقود ہیں ذی علم معزز مجوز نے لحاظ نہ فرمایا کہ جلال خاں کو فی الحال عصمت جہاں بیگم کی شناخت نہ ہونی تسلیم ہے یا یہ کہ اس وقت سے پہلے نہ پہچانتا تھا گواہ کو وقت شہادت مشہود علیہ کا پہچاننا چاہئے یا پہلے سے جان پہچان ہونا ضروری ہے، جلال خاں نے یہ کہا کہ اس وقت کے علاوہ میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہ دیکھا تھا یا یہ کہ اس وقت بھی میں نے عصمت جہاں بیگم کو نہ دیکھا تھا اور جب صراحت وہ اس وقت عصمت جہاں بیگم کو دیکھنا بیان کر رہا ہے تو کسی مرد یا عورت کی تعریف کی کیا ضرورت تھی اگر کوئی عورت بھی اس سے نہ کہتی کہ یہ عصمت جہاں بیگم ہے جب وقت اقرار اس نے خود اپنی آنکھ سے اسے دیکھا اور اس کا منہ دیکھ کر پہچانی ہوئی عورت کے اقرار پر گواہ ہوا تو اس قدر صحت شہادت کے لئے یقیناً کافی و وافی تھا لاکھوں مردوں پر ایسی ہی شہادتیں تحمل کی جاتی ہیں کہ شاہدین نے اس وقت سے پہلے انہیں کبھی نہ دیکھا تھا کیا یہ شہادتیں مرد و عورتیں یا شاہدوں کو لازم ہے کہ کہیں سے اپنی جان پہچان سے دو مرد یا ایک مرد و عورتیں پکڑ کر لائیں اور پہلے انہیں دکھا کر مشہود علیہ کی تعریف کرا لیں اس کے بعد تحمل شہادت کریں کوئی عاقل اس کا قائل نہیں خود وہ عبارات کہ ذی علم مجوز نے فیصلہ کے ساتھ اپنی تجویز کی سند میں پیش کیں تجویز کی رد پر گواہ عادل ہیں کیا ذی علم مجوز نے درمختار کی یہ عبارت نقل نہ کی،

اویری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ یا یہ کہنے والی عورت کہ میں فلاں بنت فلاں بن فلاں ہوں

اشنتین بانہا فلانة بنت فلان بن فلان
اس پر اس کے ساتھ دو گواہ بھی ہوں، کے تشخص کو
دیکھا جا رہا ہو۔ (ت)

کیا اسکی شرح میں ردالمحتار کی یہ عبارت نقل نہ کی:
احترز برؤية شخصہا عن رؤية وجهہا
قال فی جامع الفصولین حسرت عن وجهہا
وقالت انا فلانة بنت فلان بن فلان وهبت
لزوجی مہری فلا یحتج بالشہود الی شہادۃ
عدلین انہا فلانة بنت فلان مادامت
حیة اذ یمکن للشاہدان یشیر الیہا
کیا شامی کی یہ عبارت نقل نہ کی:

کذا اذا وکلت بالتزویج فهو علی هذا
ای ان اودھا او کانت وحدھا فی البیت
یجوز ان یشہدوا علیہا بالتوکیل
یوں ہی جب عورت نے اپنے نکاح کے لئے وکیل
بنایا اور عورت کو گواہ دیکھ سکے ہو یا وہ مکان میں
اکیلی ہو تو گواہوں کو اس کی وکالت پر شہادت
جائز ہے۔ (ت)

کیا ان عبارتوں میں صاف تصریح نہ تھی کہ دو مرد یا ایک مرد و دو عورت کی تعریف اس وقت ضرور ہے جب
مقرہ شاہد کے سامنے نقاب یا برقع میں ہو کہ اس کے قد و قامت و بدن و جسامت کا اندازہ کپڑوں میں چھپا
نظر آتا ہے چہرہ نہیں دکھائی دیتا اور اگر منہ کھول کر کہے کہ میں فلانة بنت فلان بن فلان ہوں، تو جب تک عورت
زندہ ہے گواہ کو اصلاً تعریف کی حاجت نہیں، غرض برہنہ سے عدم تعریف شہادت جلال خاں کا کالعدم
قرار پانا اور اس کی بنا پر سرسوری بیگم و امجدی بیگم کی گواہیوں کا شہادت مرد سے خالی رہ جانا اور اس کی بنا پر
توکیل بوٹاں خاں کا ثابت نہ ہونا اور اسکی بنا پر دعوی نکاح کا بے ثبوت رہنا یہ سب نئے فاسد علی الفاسد، یاں یہاں
ضرور قصور رہا کہ شاہد جبکہ عصمت جہاں بیگم کو پہلے سے نہ پہچانتا تھا کہ وقت توکیل اسے دیکھ کر خود ہی پہچان
لیتا اور وقت شہادت اپنے علم ذاتی سے گواہی دیتا کہ وہ عورت جس نے میرے سامنے توکیل کی عصمت جہاں بیگم

۹۲/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الشہادات	لہ درمختار
۳۷۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	ردالمحتار
۲۷۲/۲	"	کتاب النکاح	"

ہی تھی بلکہ اس نے اسی وقت مفرہ کو دیکھا اور اسی کی زبانی یا اور عورات کے بیان سے بھی جانا تھا کہ عصمت جہاں بیگم ہے تو احتمال تھا کہ واقع میں وہ کوئی اور عورت تھی جس نے بفریب اپنے آپ کو عصمت جہاں بیگم ظاہر کیا اس شبہ کے رفع کو حاکم پر لازم تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو وقت شہادت جلال خاں کے سامنے کرنا اور اس کا منہ کھلو کر شاہد سے گواہی لیتا کہ یہ وہی عورت ہے جسے تو نے وقت توکیل دیکھا تھا اگر جلال خاں شناخت کرتا تو اس کی گواہی کامل تھی ورنہ باطل مگر یہ قصور شاہد کا نہیں، شاہد کا کیا زور تھا کہ عصمت جہاں بیگم کو جو اس وقت اپنی توکیل سے منکر اور برسر خلاف ہے بالجبر حاضر لانا اور اس کا منہ کھول کر دیکھ کر گواہی دیتا یہ کام تو حاکم کا تھا جو متروک رہا اور محض بے ترتیب و نامکمل مقدمہ پر فیصلہ دے دیا گیا مجوز کا فرمانا کہ شناخت کرنا مفرہ کا گواہ مذکور کو شرط تھا جو متروک ہے نہایت حق و بجا ہے واقعی شناخت کرنا گواہ کا کام تھا وہ اس نے متروک نہ کیا کہ نہ وہ اس کے اختیار میں تھا نہ اس سے چاہا گیا یا شناخت کرنا حاکم کا کام تھا وہ ضرور متروک رہا مگر ترتیب مقدمہ میں مجوز کا خود قصور رکھنا اور اپنے فعل کا الزام گواہ کو دے کر بلا وجہ شہادت و دعویٰ رد فرما دینا ایک سخت تعجب انگیز بات ہے۔

(۲) اختلافات ، ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب میں اختلاف وہ مضر ہے جو اصل معاملہ پر اثر انداز ہے **رأى الله وعلو بالین** کہ یوں ہوں تو شر نہیں محض نظر انداز ہیں ان میں اختلافات ہزار ہوں اصلاً قابل لحاظ نہیں یہاں دعویٰ صرف اس قدر ہے کہ عصمت جہاں بیگم سے میرا نکاح ہوا ہے وہ مجھے ولادی جائے مہر وغیرہ کچھ زیر بحث نہیں تو شاہدوں یا شہود و دعویٰ میں مقدار مہر یا جنس مہر کا اختلاف اصل دعویٰ میں کچھ مغل نہیں کیا اگر مہر میں دس اشرفیاں بٹھری ہوں تو نکاح ہوگا بیس بٹھری ہوں تو نہ ہوگا اور جب مہر دربارہ نکاح ایک امر زائد ہے تو محض بالائی لغو باتیں کہ بوستان خاں کے جاتے وقت جلال خاں دروازہ میں کھڑا تھا یا اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا، عصمت جہاں بیگم نے تین بار اجازت دی یا ایک بار کہا تھا، جلال خاں نے عصمت جہاں بیگم سے سوال کیا یا اس نے خود بے سوال کہا تھا، عصمت جہاں بیگم نے شمس بیگم کے کہنے پر بوستان خاں سے خطاب کیا یا وہ کہنے نہ پائی تھی کہ اس نے کہنا، نکاح میں بتائے بٹھے تھے یا چھو بارے یا مٹھائی۔ محمد حسین خاں اپنے بیٹے کے ساتھ آیا یا بعد وغیرہ وغیرہ لغویات کا کیا ذکر، میں بعونہ تعالیٰ ان تمام امور پر تفصیلاً بحث کیا چاہتا ہوں یہاں اس عام جامع مہم و نافع قاعدہ کو خوب سمجھ لیا جائے کہ فیصلوں میں بار بار ایسی بیکار بحثیں پیش آتی ہیں اور ان کے سبب مسلمانوں کے حقوق پر برا اثر پڑتا ہے، بہت ادب سے تاکید گزارش کی جاتی ہے کہ اسلامی عدالتیں تو جہاں سے ان احکام شرعیہ کو سنیں اور ان پر کاربند رہیں کہ حقوق مسلمین ضائع نہ ہوں مفرہ ۱۳۱ھ

میں اسی ریاست سے مقدمہ بگا بیگم بنام عباس علی خاں کا فیصلہ بغرض استصواب یہاں آیا تھا اس میں بھی ایسے ہی زائد و لغو اختلافات کی بنا پر ذی علم مجوز نے دعویٰ مدعیہ رد فرمایا تھا جس کا جواب مظہر صواب بہ تفصیل تام یہاں سے بھیج دیا گیا انھیں بڑا ہرزواہر سے چند کلمات کا التقاط پھر کیا جاتا ہے زائد و فضول بیکار باتوں میں تفاوت اصلاً لائق التفات نہیں۔ وجہز امام کردری میں ہے،

التناقض فيما لا يحتاج اليه لا يضر اصله
في الجامع الصغير^۱
جامع الفصولین کی فصل ۱۱ میں ہے،

القاضی لو سأل الشهود قبل الدعوى عن
لون الدابة فعلا لو اكد اثم عند الدعوى
شهدا بخلاف ذلك اللون تقبل لانه
سأل عما لا يكلف الشاهد بيانه فاستوى
ذكره وتركه ويخرج منه مسائل كثيرة^۲

قاضی نے اگر دعویٰ سے قبل گواہوں سے جانور کا رنگ پوچھا تو انھوں نے کوئی رنگ بتایا اور دعویٰ کے سلسلہ گواہوں نے کوئی دوسرا رنگ بتایا تو ان کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اس نے ایسی چیزوں کا سوال کیا جن کے بیان کا شاید پابند نہیں تھا تو ان چیزوں کا ذکر اور عدم ذکر برابر ہے اور اس قاعدہ سے بہت مسائل کی تخریج ہے (ت)

خلاصہ اور ہندیہ میں ہے،

لو سأل القاضی الشهود عن لون الدابة و
ذكروا اثم شهدوا عند الدعوى وذكروا
الصفة على خلافه تقبل والتناقض
فيما لا يحتاج اليه لا يضر كذا في
المخلاصة۔

خانیہ و بحر الرائق و ظہیریہ و عالمگیریہ میں ہے،
لو اختلفا في الثياب السحق كانت على الطالب
اگر گواہوں نے ان کپڑوں میں جو طالب، مطلوب

۱۔ فتاویٰ بزازیر علی ہاشم الفتاویٰ الہندیہ کتاب الشہادات فورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۱/۵

۲۔ جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۶۰/۱

۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث فورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۰/۳

یا سواری پر تھے کے متعلق مختلف بیان دیا، یا ایک نے کہا ہمارے ساتھ فلاں تھا اور دوسرے نے کہا نہیں تھا تو امام محمد نے اصل (مبسوط) میں فرمایا کہ یہ شہادت جائز ہوگی باطل نہ ہوگی (ت)

اوالمطلوب اوالمركب او قال احدهما كان معافلان وقال الاخر لم يكن معنا ذكر في الاصل انه يجوز ولا تبطل هذه الشهادة^{لے}

فتاویٰ قاعدیہ و فتاویٰ القرویہ میں ہے :

قال الشهادة لو خالفت الدعوى بزيادة لا يحتاج الى اثباتها او بنقصان كذلك فان ذلك لا يمنع قبولها مثاله لو شهدا على اقراره بمال فقالا اقر في يوم كذا والمدعى لم يذكر اليوم او شهدا ولم يؤرخا والمدعى اقر بخ او شهدا انه اقر في بلد كذا وقد اطلق المدعى او ذكر المدعى المكان ولم يذكره او ذكر المدعى مكانا وهما سميا غير ذلك المكان او قال المدعى اقر وهو راكب فرس او لايس عمامة وقال اقر وهو را حبل او راكب حمار او لايس قلنسوة واشباه ذلك فانه لا يمنع القبول لان هذه الاشياء لا يحتاج الى اثباتها فذكرها والسكوت عنها سواء كذا الوجه مثل هذا التفاوت في الشهادات لا يضر^{لے}

انہوں نے فرمایا اگر دعویٰ سے زائد کسی ایسے امر میں جو دعویٰ کے اثبات میں ضروری نہیں یا یوں ہی کسی کمی جس سے دعویٰ میں کوئی اثر نہیں پڑتا، میں گواہوں نے اختلاف کیا تو اس سے دعویٰ کو قبول کرنے میں کوئی ممانعت نہیں، مثلاً گواہوں نے بیان دیا کہ فلاں نے میرے پاس مال کا اقرار کیا گواہوں نے کہا فلاں روز اس نے اقرار کیا حالانکہ مدعی نے دعویٰ میں کسی دن کو ذکر نہ کیا، یوں ہی گواہوں نے اقرار کی تاریخ بیان نہ کی جبکہ دعویٰ میں تاریخ کا ذکر ہے، یا یوں کہ گواہوں نے کہا کہ فلاں شہر میں اقرار کیا جبکہ مدعی نے کسی شہر کو ذکر نہ کیا ہو یا مدعی نے جگہ ذکر کی اور گواہوں نے جگہ کو ذکر نہ کیا، یا مدعی نے دعویٰ میں ایک جگہ ذکر کی گواہوں نے دوسری جگہ کو ذکر کیا، یا مدعی نے کہا اس نے گھوڑے پر سواری یا عمامہ پہنے ہوئے اقرار کیا جبکہ گواہوں نے پیدل یا گدھے پر سواری کے مقبول ہونے میں ممانعت نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ

اشیاء دعویٰ کے اثبات کے لئے ضروری نہیں ہیں اس لئے ان کا ذکر اور عدم ذکر برابر ہے لیونہی ان چیزوں میں اگر گواہوں نے بھی اپنے بیابانوں میں اختلاف کیا تو دعویٰ کے لئے مضر نہیں ہے (ت)، اصل شہادت میں اتفاق شافی و وافی کے بعد بعض فضولیات میں ایسے نامؤثر بلکہ آسان اختلاف کو دستاویز بنا کر شہادات متفقہ کو رد کر دینے کا اگر فتح باب ہو تو عامہ حقوق ضائع ہو جائیں، ظالمین اموال فروج پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں کچھریاں صرف اعانت ظلم کے صیغے نظر آئیں، کہ انسان نسیان کے لئے ہے اور زوائد ضائع کی طرف نہ ذہن ابتداء التفات تام کرتا ہے نہ حافظہ انتہاء ان کا اہتمام ایسی کسی بات میں اختلاف ہو جانا درست نہیں بلکہ غالب ہے خصوصاً اس بدعت شنیعہ کے یا تقوں جو آج کل کے وکلاء نے اطلاق حقوق و تکذیب صدوق کے لئے تراشی اور قضاات نے اس پر تقریر کی کہ محض براہ مغالطہ شہود کا بیان مترزل کر دینے کے لئے صد با سوالات فضول و مہملات سو سو طرح کے پیچ دے کر کرتے اور شرع نے جن کے اکرام کا حکم دیا جنہیں ذریعہ وادرسی مظلوم بنایا ان کے اغوار و تضلیل و ازالال و تذلیل میں کوئی دقیقہ نامرعی نہیں رکھتے اس یہودہ بے معنی کشاکش پریشان کن میں آدمی کے آئے خواہ اس جاتے ہیں خصوصاً نساء و ضعیفہ و ارباب سلامت صدور اور وہ لوگ جنہیں کچھریوں کا اتفاق کم ہو یہ تو ان حضرات کے کفر و دہشت مال ہیں جب شہادت شہود میں ایسوں کا نام پاتے ہیں برائے تفاخر فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان ہیں دیکھنا دو سوالوں میں بول جائیں گے جس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا راست باز جھوٹا ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں ساز سچا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المؤمن عن کریم والفاجر خب لئیم، رواہ ابو داؤد والترمذی والمحاکم بسند جید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 مؤمن کریم ہونے پر دھوکہ کھاتا ہے اور فاجر شخص شاطر ہونے کی بنا پر دھوکہ ساز ہوتا ہے۔ اس کو ابو داؤد، ترمذی اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

وہاں ایسے کسی اختلاف یسیر کا بھی اصل واقع نہ ہونا ہی تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل سوا اضاغت حقوق و اعانت حقوق کے اور کیا قرار پاسکتا ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، پر ظاہر کہ اس میں حرج صریح ہے اور حرج بنص قطعی مدفع، جامع الفضولین میں ہے:

عدم القبول فی امثاله یفرضی الی الحرج و ایسی صورتوں میں دعویٰ کا غیر مقبول ہونا، حرج اور تنگی
التضمیق و تضييع کثیر من الحقوق وامرنا اور کثیر حقوق کے ضیاع کا باعث ہو سکتا ہے حالانکہ
بیسر لا بعسر والحرج مد فوج شرعاً نہیں آسانی کا حکم ہے مشکل کا نہیں حالانکہ حرج شرعاً
مدفوع ہے۔ (ت)

روایت نادرۃ ابی یوسف کو مذہب امام ابی یوسف کہنا کس قدر خلاف فقہائے ہست ہے، نہ قاضی و مفتی
کو اس پر عمل کی اجازت، جامع صغیر و مبسوط امام محمد و بحر الرائق و اشباہ والنظائر و زواہر الجواہر و درمختار و
فتاویٰ صغریٰ و فصول عمادی و خزائنہ المفتیین و جامع الفصولین و غایۃ البیان و فتاویٰ القدویہ و رد المحتار و
فتاویٰ خلاصہ و کافی و لسان المحکام و معین المحکام و عقود و دیر و وجہ کر دری و فتاویٰ خانیدہ و فتاویٰ ظہیریہ و
فتاویٰ قاعدیہ و غیرہ کتب معتدۃ مذہب کی عبارات کثیرہ اوپر گزریں کہ اس روایت نادرہ کے سراسر خلاف ہیں
اور انہیں پر انحصار نہیں عامۃ کتب مذہب میں اس کا خلاف موجود، نوادر میں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف
ہے برخلاف امام اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قوجا ہیر کے خلاف امام کے خلاف ظاہر الزاویۃ کے خلاف
دلیل کے خلاف بے تصحیح حریک و ترجیح رجحانۃ ایک روایت شاذہ نادرہ پر فیصلہ کیونکر روا۔ ائمہ و علماء کی
روشن تصریحات ہیں کہ جو کچھ ظاہر الزاویۃ سے فارغ ہے ائمہ کا مذہب نہیں وہ مرجوع عنہ ہے، قول
مرجوع پر افتاء و قضا جہل و خرق اجماع ہے نہ کہ مرجوع عنہ کہ سرے سے قول ہی نہ رہا، لاجرم ایسے فیصلے کو منسوخ کر دینا
کا حکم فرمایا، رد المحتار میں ہے،

قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثریۃ فقہائے تصریح فرماتی ہے کہ اکثریت کے قول پر عمل
ہوگا۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے،

يجب علينا الافتاء بقول الامامیہ ہم پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر فتویٰ
ضروری ہے۔ (ت)

خیر میں ہے،

السقر ايضا عندنا انه لا يفتی و ہمارے ہاں یہ بھی مسلم ہے کہ فتویٰ اور عمل صرف

۱۶۶/۱ لے جامع الفصولین الفصل الحادی عشر فی الاختلاف بین الدعوی اسلامی کتب خانہ کراچی

۱۵۱/۱ لے رد المحتار فصل فی البر دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۶۹-۷۰/۲ لے بحر الرائق کتاب القضا فصل فی التقلید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

- لا یعمل الا بقول الامام الاعظم علیہ السلام۔
 امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر ہوگا (ت)۔
- رد المحتار میں ہے :
 ما خلف ظاهر الروایۃ لیس مذهباً
 لاصحابنا علیہم السلام۔
 بحر الرائق میں ہے :
 ما خرج عن ظاهر الروایۃ فهو مرجوع عنه
 والمرجع عنه لم یبق قولاً لہ۔
 جو قول ظاہر روایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ
 ہوتا ہے اور جو مرجوع عنہ ہو وہ امام صاحب کا قول
 نہیں رہتا۔ (ت)
- تصحیح القدوری و در مختار میں ہے :
 الحكم والفتیۃ بالقول المرجوح جہل و
 خرق للاجماع علیہ۔
 حواشی ثلثہ سادات ثلثہ ابراہیم حلبی و احمد مصری و محمد شامی میں ہے :
 اولی من هذا ابال بطلان الافتاء بخلاف
 ظاهر الروایۃ اذ السم یصحح والافتاء
 بالقول المرجوع عنه علیہ۔
 فتویٰ اور حکم مرجوع قول پر جہالت اور اجماع کے
 خلاف ہے۔ (ت)
- توضیح و شرح علائی میں ہے :
 لا یخیر الا اذا کان مجتہداً بل المقلد
 (لا یخیر اذا المرکن مجتہداً کذا فی بعض النسخ)
 متى خالف معتمد مذهبہ لا ینفذ حکمہ و ینقض هو المختار
 شیخ نہیں ہوگا مگر جبکہ وہ مجتہد ہو بلکہ قاضی مقلد بھی جب اپنے
 قابل اعتماد مذہب کے خلاف کرے تو جائز نہیں
 اس کا حکم نافذ نہ ہوگا اور کالعدم مسترد پائے گا۔

۳۳/۲	دار الفکر بیروت	کتاب الشهادات	۱۔ فتاویٰ خیریہ
۲۴۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب احیاء الموات	۲۔ رد المحتار
۲۴۰/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضاہ فصل فی التقلید	۳۔ بحر الرائق
۱۵/۱	مطبع مجتہبانی دہلی	مقدمۃ الکتاب	۴۔ در مختار
۵۱/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	خطبۃ الکتاب	۵۔ رد المحتار

رد المحتار میں ہے :

القاضی مامور بالحکم بالصحیح احوال الامام قاضی، امام صاحب کے اصح اقوال پر حکم کا پابند ہے
فاذا حکم بغيره لم یصح یلہ اگر غیر اصح پر حکم دیا تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

(۴) تفصیلی اختلافات کی طرف چلے، جلال خاں کے بیان سے اس کا وقت آنے بوستان خاں کے
کھڑا ہونا بیرونی دروازہ میں پھلے سے اور مساتوں کے بیان سے جلال خاں و کالے خاں کا ان کے پیچھے پیچھے آنا
ثابت ہے یہاں اظہاروں کی عبارات پر قدرے بے غوری واقع ہوئی، جلال خاں کا بیان یہ ہے جب بوستان خاں
اندر مکان کے چبوترے پر گئے ہیں تو میں دروازہ اندرونی میں مکان کے اندر کھڑا تھا مجھ میں اور بوستان خاں
میں تھینا فاصلہ ۴ گز کا تھا اور امجدی بیگم سروری بیگم کہتی ہیں پھر محمد رضا خاں اور بوستان خاں گھر میں آئے اور
پیچھے پیچھے کالے خاں و جلال خاں بھی آئے عورتیں ان گواہوں کے گھر میں آتے وقت کا حال بیان کرتی ہیں کہ
آگے آگے بوستان خاں اور پیچھے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے اور جلال خاں گھر میں داخل ہونے کے بعد
اس وقت کا حال کہتا ہے جب بوستان خاں اندر مکان کے چبوترے پر گیا تھا ان میں کیا اختلاف ہوا
بوستان خاں اور اس کے پیچھے جلال خاں گھر میں آئے جلال خاں دروازہ اندرونی پر رک رہا بوستان خاں چبوترہ
پر گیا دونوں بیان صادق ہیں ذی علم مجوز کی نظر نے اس لفظ میں لغزش فرمائی ہے کہ جلال خاں کے بیان سے
وقت آنے بوستان خاں کے حالانکہ اس کا یہ بیان مکان کے اندر چبوترہ پر بوستان خاں کے جانے کے وقت
کا ہے، کہاں بوستان خاں کا مکان میں آنا اور کہاں اس کا اندرونی مکان چبوترہ پر جانا۔

(۵) جلال خاں نے بیان کیا میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تم کیا کہتی ہو تو اس نے کہا کہ میں
نے اپنے نفس کا اختیار حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح پڑھوانے کے لئے بوستان خاں کو دیا، مسلمان مذکور
دریافت کرنا جلال خاں کا عصمت جہاں بیگم سے بیان نہیں کرتیں سروری بیگم و امجدی بیگم نے اگر عصمت جہاں بیگم سے
جلال خاں کا دریافت کرنا بیان نہ کیا تو یہ بھی تو نہ کہا کہ جلال خاں نے دریافت نہ کیا، بے اس کے پوچھے خود ہی
عصمت جہاں بیگم نے بتایا تھا پھر یہ اختلاف کیا ہوا کیا عدم ذکر ذکر عدم ہونا ہے، بھلا یہ تو لغو و فضول بات ہے
خاص متعلق اصل معاملہ میں تصریح علماء ہے کہ شاہدین میں جب ایک ایک بات بیان کرے دوسرا نہ بیان کرے

تو جتنی بات میں دونوں متفق ہیں شہادت مقبول ہوگی اور جتنی بات صرف ایک کے بیان میں ہے وہ بوجہ عدم نصاب شہادت ثابت نہ ہوگی مثلاً زید و عمرو نے گواہی دی کہ بکر نے خالد کو وکیل کیا زید نے اپنی شہادت میں اتنا اور بڑھایا کہ پھر معزول کر دیا عمرو نے عزل کا ذکر نہ کیا تو وکالت ثابت ہو جائے گی اور معزولی ثابت نہ ہوگی؛
فصول عمادیہ و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے :

لو شهدا بالوکالة وزاد احدهما انه عزل له
جازت شهادتہما علی الوکالة و لم تجز
علی العزل
اگر گواہوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک نے
یہ بات زائد کہی کہ وہ معزول ہو چکا ہے تو نفس
وکالت پر دونوں کی شہادت مقبول ہوگی، معزولی
کی زائد بات معتبر نہ ہوگی۔ (ت)

(۶) مسلمان مذکور کہتی ہیں عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ کلمات اجازت کے جلال خاں تین مرتبہ
اجازت دینا بیان نہیں کرتا، یہ بھی وہی عدم ذکر و عدم میں فرق نہ کرنا ہے جلال خاں یہ بھی تو نہیں کہتے کہ
عصمت جہاں بیگم نے تین مرتبہ نہ کہا صرف ایک ہی بار کہا تھا اس مقدمہ بگا بیگم بنام عباس علی خاں میں بھی
اس قسم کے اختلافات تجویز فرمائے گئے تھے تجھیں فقیر نے اپنے فتویٰ میں لکھا، رب العزت جل و علانے
سورہ نمل میں فرمایا :

يُوسُفٰى لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدِىَّ الرَّسُولُ
اے موسیٰ (علیہ السلام) ! آپ خوف نہ کریں میرے
حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا (ت)

اور سورہ قصص میں فرمایا :

يُوسُفٰى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ
الْاٰمِنِيْنَ
اے موسیٰ (علیہ السلام) ! آگے بڑھو خوف نہ کرو
آپ بیشک امن والوں میں ہیں (ت)

اور سورہ طہ میں ارشاد ہوا :

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيَوِیٰهَا
الاولٰى
فرمایا اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اسے عنقریب
پہلی حالت پر پھر دیں گے (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفصول العمادیۃ کتاب الشہادۃ الباب الثامن فورانی مکتب خانہ پشاور ۵۰۴/۳

۲۔ القرآن الکریم ۳۱/۲۸

۳۔ القرآن الکریم ۱۰/۲۴

۴۔ ۲۱/۲۰

ان دونوں سورتوں میں ذکر خدا ہے یہاں نہیں بلکہ جگہ لا تخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے ، کیا معاذ اللہ یہ قرآن مجید کا اختلاف ٹھہرے گا ، ہماری رائے میں ایک بڑا اختلاف ذکر سے رہ گیا ، انظہارات کی نقلیں کہ یہاں آئی ہیں ان میں سروری بیگم و امجدی بیگم کے بیان میں جتنی جگہ عصمت جہاں بیگم کا نام آیا ہے سب جگہ مع لفظ بیگم ہے اور جلال خاں کے بیان میں ایک جگہ لفظ بیگم نہیں تو ارشاد فرمانا تھا کہ عورتیں عصمت جہاں بیگم کہتی ہیں اور جلال خاں نے ایک جگہ بے لفظ بیگم کہا لہذا گواہیاں بوجہ اختلاف مردود ہیں ۔

(۷) جلال خاں نے بیان کیا کہ جب بوستاں خاں اندر مکان کے گئے تو حسن رضا خاں کی ہمیشہ سے کہا کہ تم اس عورت سے میرے روبرو کہلوادو ، چنانچہ انھوں نے اس عورت سے کہا کہ تم خود اپنے منہ سے کہو ، تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار الخ ، مساتوں نے یہ کہا ہے کہ بوستاں خاں نے میری بڑی نند سے کہا کہ بیگم اب لڑکی سے کہو کہ کیا کہتی ہے جو میں بھی سنوں ، میری نند کہنے بھی نہ پائی کہ عصمت جہاں بیگم نے کہا کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم میں نے حسن رضا کے ساتھ الخ ۔ سارے اختلافوں میں یہ بڑا بھاری اختلاف ہے کہ ظاہر انفی و اثبات کا فرق ہے ، جلال خاں کہتا ہے شمس بیگم کے کہنے پر عصمت جہاں بیگم نے کہا عورتیں کہتی ہیں شمس بیگم کہنے بھی نہ پائی تھی کہ اس نے کہہ دیا مگر انصاف کیجئے تو یہ اعتراض بھی مہمل ہے ۔

اولاً انظہار جلال خاں کی نقل جو یہاں آئی اس کی عبارت یہ ہے بوستاں خاں اندر مکان کے گئے حسن رضا کی ہمیشہ سے جا کر کہا کہ تم میرے روبرو کہلوادو ، چنانچہ انھوں نے اس عورت سے کہا کہ کہہ دو ، تب اس عورت نے اپنی زبان سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کا اختیار کہہ دو ، ایک چار حرفی کلمہ ہے ، شمس بیگم عصمت جہاں بیگم کے پاس بیٹھی تھی اس نے آہستہ سے کہا کہ کہہ دو سروری بیگم و امجدی بیگم نے نہ سنا سروری بیگم کے بیان میں کہیں نہیں کہ وہ اس وقت شمس بیگم یا عصمت جہاں بیگم کے پاس ہی زانو سے زانو ملائے بیٹھی تھی اور خصوصاً امجدی بیگم نے تو صاف بیان کیا ہے کہ جو ان عورت ہوں میرا تینوں سے پردہ ہے میں اس وقت اوٹ میں ہو گئی تھی دو لائی اور ٹھکراوٹ کر کے ذرا آڑ سے بیٹھی تھی خصوصاً ایسے وقت لوگوں کے کان دہن کے بیان کی طرف لگے ہوتے ہیں بالائی لوگوں کے اس و آں کی طرف توجہ نہیں ہوتی ۔

ثانیاً محتمل کہ ادھر تو شمس بیگم نے اس سے کہا کہہ دو یا یہی کہہ تم خود اپنے منہ سے کہو ادھر عصمت جہاں بیگم نے بوستاں خاں سے خطاب شروع کر دیا ، دونوں بیان ایسے متصل معاً واقع ہوئے کہ سامع کو اشتباہ ہو کہ یہ عصمت جہاں بیگم نے بطور خود کہا یا شمس بیگم کے کہنے سے کہا جلال خاں غیر آدمی اس نے حسب عادت زنانہ و شیزہ نیک گمان کیا کہ شمس بیگم کے کہنے ہی سے کہا ہو گا سروری بیگم عصمت جہاں بیگم کی بھانجی ہے

وہ اپنی خالہ کے طلاق لسانی سے خوب آگاہ تھی جس کا اظہار عصمت جہاں بیگم کے اظہاروں میں ہوا ہے جن کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آتا ہے اس نے جانا کہ اس کی بچی طبیعت کا گرم تو سن کیا محتاج مہمیز ہوتا شمس بیگم کے منہ سے پوری بات بھی نہ نکلی تھی کہ اس نے توکیل کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا، ذرا غور سے سرور بیگم کے لفظ دیکھئے وہ یہ نہیں کہتی کہ میری نند کچھ بولی بلکہ کہتی ہے میری نند کہنے بھی نہیں پاتی کہ عصمت جہاں بیگم نے کہا یعنی اس کا کہنا ختم نہ ہوا تھا کہ عصمت جہاں بیگم نے خطاب آغاز کیا، اہل زبان جانتے ہیں کہ کسی فعل کا ہو پانا اس کے تمام واضعاً پر ہوتا ہے نہ کہ وسط و آغاز میں، مثلاً امام قعدہ اولیٰ بھول کر تیسری رکعت کو کھڑا ہوا سیدھا نہ ہوا تھا کہ مقتدی نے تسبیح کی امام نے بعد سلام کہا تم نے بیجا بتایا تمہاری نماز نہ ہوئی کہ قعدہ اولے سے کھڑے ہو کر عود کا محل نہیں تو مقتدی کہے گا آپ ابھی اٹھے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے بتایا یعنی قیام ہنوز تمام نہ ہوا تھا۔

(۸) مسما توں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بوستان خاں کو لڑکی پہلے سے نہ جانتی تھی آگے بڑھ کر لکھا یا کہ اجازت دیتے وقت کہا بوستان خاں بھائی تم کو وکیل کیا جب مدعا علیہا بوستان خاں کو پہلے سے نہ جانتی تھی تو بوستان خاں کا نام کیسے جانا کیونکہ مسما توں نے کسی جگہ نہ لکھا یا کہ کس نے اس کا نام بتا دیا تھا، یہ اعتراض بھی سخت حیرت انگیز ہے۔

اولاً تو کسی شخص کو جانا اس کے ساتھ شہساز لسانی و طلاق کو کہتے ہیں اجنبی آدمی جسے کبھی نہ دیکھا ہو اس وقت اس کا نام کسی کی زبان سے سُن لینے سے یہ نہ کہا جائیگا کہ ہم اسے جانتے ہیں۔

ثانیاً بالفرض کہا بھی جائے تو امجدی بیگم و سرور بیگم نے جاننے کی مطلقاً نفی کب کی وہ توصات کہہ رہی ہیں کہ پہلے سے نہ جانتی تھی کیا کسی کا نام معلوم کرنے کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ پہلے سے اُسے جانے و نہ نام معلوم نہیں ہو سکتا، عورتوں کو اس بیان کی کیا ضرورت تھی کہ عصمت جہاں بیگم نے بوستان خاں کا نام کس سے سنا، ایسے مواقع کے عام معمولی واقعات پر نظر فرمائی جاتی تو خود معلوم ہو جاتا کہ عصمت جہاں بیگم کو اس کا نام کیونکہ معلوم ہوا، ذی علم مجوز نے خود فرمایا ہے کہ بوستان خاں اجنبی شخص تھا سرور بیگم کے اظہار میں ہے کہ جو مرد اس وقت مکان میں آئے جلے کی نصف عورتوں کا ان سے پردہ تھا امجدی بیگم نے خود اپنا بیان کیا کہ میرا کوئی رشتہ بوستان خاں سے نہیں ہمارے خاندان میں پردہ کا رواج ہے ایسے جلے میں غیر مرد ہرگز بلا اطلاع نہیں جاتے ضرور اول سے کہا گیا کہ بوستان خاں اذن لینے کو آتے ہیں اور جب وہ آیا اور اس نے شمس بیگم سے کہا کہ بیگم میرے سامنے کھلو دو ضرور عصمت جہاں بیگم نے معلوم کیا کہ یہی بوستان خاں ہے پھر نام معلوم کرنے کو بعید از عقل بتا کیونکہ قرین عقل ہوا۔

ثالثاً واقعات رائج کو جانے دیجئے ذرا اظہار رات جلال خاں و بوستان خاں و امجدی بیگم و سرور بیگم پر

نظر فرمائیے یہ سب بالاتفاق کہہ رہے ہیں کہ بوستان خاں کے گھر میں جانے سے پہلے عصمت جہاں بیگم سے بوستان کے نام کی توکیل کرائی گئی تھی دوبارہ بوستان خاں اپنے سامنے توکیل کرانے کو گھر میں گیا تو عصمت جہاں بیگم کو اس کے جانے سے پہلے ضرور اس کا نام معلوم ہو چکا تھا آگے جویدبا کی ویدیائی کا اعتراض فرمایا ہے اس کا حال بعونہ تعالیٰ ذکر فرائن میں آتا ہے۔

(۹) بوستان خاں نے اول بیان کیا ہے کہ جب میں اندر گیا تو عصمت جہاں دالان میں پشت پھیرے بیٹھی تھی پھر آخر قول میں لکھا یا کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا کہ میں نصف چہرہ دیکھ سکتا تھا اور اوپر کے حصے پر گھونگٹ تھا یہ دونوں قول متناقض ہیں جب پشت پھیرے بیٹھی تھی تو نصف چہرہ دکھائی دینا محالات سے ہے،

اولاً یہ محال سہی کیا بیٹھ پھیرے بیٹھے والے کو وقت خطاب ادھر منہ کرنا بھی محال ہے بوستان خاں نے اول بیان میں یہ کہا ہے کہ میں مکان میں گیا تو پشت پھیرے عصمت جہاں بیگم بیٹھی تھی، یہ نہیں کہا کہ اخیر تک وہ پشت ہی پھیرے بیٹھی تھی، آخر بیان میں یہ کہا ہے کہ وقت نکاح میں نے عصمت جہاں کو ناک کے نیچے سے دیکھا تھا نصف اوپر کی ناک پر گھونگٹ تھا یہ نہیں کہا کہ جس وقت میں مکان میں گیا اسی وقت عصمت جہاں کو اس طرح اپنے سامنے بیٹھا پایا پھر دونوں میں سنائی گیا ہوئی، یہاں جو فصل اٹھا رآئی اس کے الفاظ یہ تھے اور اگر بالفرض بیان آخر میں وہی لفظ ہوں کہ جب میں گیا تو اس نے مجھ سے ایسا پردہ کیا تھا کہ میں نصف چہرہ الخ جب بھی بات صریح ظاہر ہے وہ مکان میں جاتے وقت کا ابتدائی حال ہے اور یہ وقت خطاب پردہ و حجاب کا یہاں بھی یہ نہ کہا کہ جب میں گیا تو وہ ایسی بیٹھی تھی کہ میں نصف چہرہ الخ۔

ثانیاً ممکن کہ عصمت جہاں بیگم اول تا آخر پشت پھیرے ہی بیٹھی رہی ہو مگر بیان میں یہ کہیں نہیں آیا کہ وہ دیوار سے ملی بیٹھی تھی وہ وسط دالان میں ہوگی بوستان خاں مزید وثوق کے لئے خود اندر گیا تھا کہ میرے سامنے عصمت جہاں بیگم اقرار توکیل کرے اس نے اقرار سن لیا مگر سمجھا کہ مقررہ کی معرفت چہرہ چاہئے کہ طبعی توثنیٰ جو اس کا مقصود خاص تھا اس میں ہے لہذا وہ آگے بڑھا اور سامنے سے عصمت جہاں بیگم کو دیکھا، کیا یہ بھی محال ہے فرض مثبت اختلاف مستدل ہے اور احتمال قاطع استدلال ہے۔

(۱۰) شفیع حیدر خاں کی خاص متعلق معاملہ گواہی کو جس طرح محض بے علاقہ خیال فرمایا گیا اس کا ذکر تو بعونہ تعالیٰ دیگر اعتراضات کے جواب میں آئے گا یہاں بھاری اختلاف یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جلسے میں شریک ہی نہ تھا اس لئے کہ بوستان خاں بعد نکاح کے تقسیم ہونا بتا شوں کا اور صاحبزادے نظام الدین خاں چھو باروں کا اور یہ گواہ خلاف ان کے تقسیم ہونا شیرینی کا بیان کرتا ہے واقعی

شفیع حیدر خاں سے یہ بھاری غلطی ہوئی کہ اس نے بتاشوں کو شیرینی کہا اسے کیا معلوم تھا کہ بتاشے کھٹے ہوتے ہیں،

اولاً ذی علم مجوز نے سنا ہوگا کہ حسب رسم قدیم نکاح میں چھو بارے ضرور ہوتے ہیں پھر کہیں ان کے ساتھ شکر بھی ہوتی ہے کہیں بتاشے چھوٹے کہیں بڑے، کہیں اور قسم کی مٹھائی، اور شیرینی کا لفظ ان سب کو عام ہے، یہاں اگر چھو بارے اور بتاشے تقسیم ہوئے اور ایک گواہ نے ایک شے دوسرے نے دوسری کا خاص نام تیسرے نے عام ذکر کیا، کیا گناہ ہوا!

ثانیاً بعض لوگ نکاح ختم ہوتے ہی معاً اٹھ جاتے ہیں اور خرموں کی تقسیم معاً ہوتی ہے ممکن کہ نظام الدین خاں بھی فوراً اٹھ گیا ہو اس کے سامنے خرما ہی تقسیم ہوئے تھے بعد کو بتاشے بٹے، وہ اس نے نہ دیکھے کہ انہیں بیان کرتا، بوستان خاں شفیع حیدر خاں نے خرموں کی تقسیم کا ذکر ضروری جانا کہ وہ تو عادت تقسیم ہوتے ہی میں دوسری چیز جو تقسیم ہوتی اس کا بیان کیا اگرچہ وہ بھی محض بے ضرورت و زائد تھا۔

(۱۱) مہر میں بوستان خاں نے قسم اشرفی نادر شاہی اور اس گواہ نے محمد شاہی بیان کی ہے حالانکہ شہادت ایک وقت اور جلسے کی ہے یہ دلیل ہے کہ گواہ مذکور شریک جلسہ نہ تھا۔

(۱۲) نیز گواہ نے تعداد اشرفی کی خلاف دعوی مدعی کے بیان کی ہے مدعی نے اپنے بیان میں دنسل لکھایا گواہ نے بیٹل، پس یہ شہادت کا عدم ہے، تمام اختلافات میں یہی دو اصل معاملہ نکاح سے کچھ متعلق ہیں کہ مہر بدل نکاح ہے مگر اگر کتب فقہ پر نظر فرمائی جاتی تو ظاہر ہوتا کہ مہر نکاح میں مقصود نہیں وہ محض تابع و زائد ہے، یہاں تک کہ عقد نکاح میں اگر نفی مہر کی شرط کر لی جائے نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مشل لازم آئے گا تو ایسی چیز جس کا سرے سے ہونا نہ ہونا ہی اصل نکاح پر کچھ اثر نہیں ڈالتا اس کی کمی بیشی یا سکتہ کے تفاوت سے کیا ضرر ہو سکتا ہے، لاجرم ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمائی کہ ایک گواہ ہزار روپے مہر بتائے اور دوسرا پندرہ سو یا گواہ سو اشرفی مہر کہتے ہوں اور مدعی ڈیڑھ سو، یا مدعی ہزار دینار بتاتا ہو اور گواہ دو ہزار سب صورتوں میں نکاح ثابت ہے، اور ان اختلافات سے گواہیوں یا دعویٰ پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے گا۔ ہدایہ و کافی و تبیین الحقائق و فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

واللفظ لها في النكاح يصح باقل
المالين عند ابی حنیفۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سواء كانت الدعوی
من الزوج او من المرأة، وليستوى
الفاظ عالمگیری کے ہیں نکاح کے باب میں،
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں دو مذکور
رقموں میں سے کم رقم پر نکاح درست قرار پائیگا
دعویٰ مرد کا ہو یا عورت کا اس میں بڑی رقم کا

فیه دعوی اقل البالین او اکثرهما
فی الصحیح ۱۰

جامع الفصولین میں ہے :

اختلاف فی قدر البدل لا تقبل الا فی
النکاح ۱۰

در مختار میں ہے :

شہد واحد بشرأء عبدا و کتابتہ علی
الف و آخر بالف و خمس مائۃ سمدت و
صحیح النکاح بالف مطلقا استحسانا
(ملتقطا)

گو اہوں میں سے ایک نے عبد خریدنے یا اس کی
کتابت میں ہزار اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کا
ذکر کیا تو شہادت مردود ہوگی ، اور اگر نکاح میں یہ
اختلاف ہو تو استحسانا ایک ہزار پر شہادت قبول
ہوگی (ملتقطا) - (ت)

تبیین الحقائق پھر قرۃ العیون میں ہے :

و یشتوی فیہ دعوی اقل البالین فی الصحیح
لاتفاقہما فی الاصل وهو العقد فالاختلاف
فی التبع لا یوجب خللا فیہ ۱۰

جب کتب مذہب میں روشن تصریحیں تھیں کہ مہر کے اختلافات خواہ باہم گواہوں میں ہوں خواہ گواہ
مدعی میں ہوں دعوی نکاح اور شہادتوں سے ثبوت نکاح کو مطلقا کچھ ضرر نہیں دیتے یہی مذہب امام ہے یہی
استحسان ہے یہی صحیح ہے تو حاکم یا مفتی کو اس سے عدول کیونکر حلال ہوا۔

(۱۳) حسن رضا خاں مدعی نے اپنے اظہار ۱۹ اکتوبر میں بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے نکاح میں اپنے

۵۰۶/۳	۱۶۸/۳	۱۶۲/۱	۹۹/۲	۱۶۲/۱
۱۰۶/۳	۱۶۸/۳	۱۶۲/۱	۹۹/۲	۱۶۲/۱
۱۰۶/۳	۱۶۸/۳	۱۶۲/۱	۹۹/۲	۱۶۲/۱
۱۰۶/۳	۱۶۸/۳	۱۶۲/۱	۹۹/۲	۱۶۲/۱
۱۰۶/۳	۱۶۸/۳	۱۶۲/۱	۹۹/۲	۱۶۲/۱

پھوپھی زاد بھائی محمد حسین خاں کو شریک کیا تھا محمد حسین خاں گواہ اپنی شرکت جلسہ نکاح میں بیان نہیں کرتا اس گواہ کو بروز خانہ تلاشی زبانی والدہ مدعی کے نکاح کا علم ہوا جس سے بے اصلیت دعویٰ کی معلوم ہوتی ہے محمد حسین خاں کی گواہی و کالت یا عقدہ نکاح سے متعلق نہیں بلکہ وہ صرف عصمت جہاں بیگم کے جواب دعویٰ کی تکذیب کرتی ہے مگر سخت قابل افسوس بات ہے کہ اظہار حسن خاں کی نقل جو یہاں آئی اس میں صاف یہ لفظ لکھے ہیں میں نے کسی کو نہیں بلایا میری شہر میں رشتہ داری ہے محمد حسین خاں میرے پھوپھی زاد بھائی ہیں میں نے ان کو نہیں بلایا تھا اور محمد حسین خاں کی زوجہ کو بھی نہیں بلایا تھا میں نے بار بار بہ تکرار سائل سے دریافت کیا کہ اس نقل میں کوئی تفاوت تو نہ ہوا اس نے بوثوق تمام کہا کہ ایک حرف کا ہرگز فرق نہیں میں نے کئی بار کہا کہ فیصلے میں تو یہ لکھا ہے، سائل نے باصرار کہا کہ اظہار میں وہی تھا کہ نہیں بلایا فیصلے میں اس کا عکس نقل کیا ہے اب اس کو کیا کہا جائے میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسی حالت میں بے اصلی دعویٰ کی معلوم ہوتی ہے یا فیصلے کی۔

(۱۴) نکاح نامہ جو ثبوت میں پیش کیا اس میں تاریخ نکاح ۲۵ اپریل ہے دعویٰ اس نکاح کی بابت ہے جس کا وقوع بقول مدعی ۲۴ اپریل کو ہوا ہے یہ وجہ بھی واسطے بے اصلیت دعویٰ کے ظاہر ہے۔ ذی علم مجوز نے نکاح نامہ کو جو ثبوت میں لیا اور بوجہ اختلاف تاریخ بے اصلی دعویٰ کے دلیل قرار دیا، یہاں اولاً جو فقہی مباحث میں خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں مگر اتنی بات تو عام فہم ہے کہ عوام رات کو روز گزشتہ کا تابع ٹھہراتے ہیں شب آئندہ کے بارہ بجے جو آنے والا ہوا ہے آج دن میں کہیں گے کہ آج رات کے بارہ بجے آئے گا اور اہل علم باتناج شرع رات کو روز آئندہ کا تابع مانتے ہیں شب جمعہ اس رات کو کہیں گے جس کی صبح کو جمعہ ہو نہ کہ وہ جو بعد جمعہ آئی سو الیالی ج کے کہ وہ صبح میں تابع روز بائے گزشتہ ہیں لہذا اگر دوسری شب میں طلوع صبح سے پہلے وقف عرفہ کر لیا جائے ہو گیا کہ وہ رات عرفہ ہی کی رات ہے یہ نکاح آدھی رات کو کیا اس کے قریب اپریل کی پچیسویں شب میں ہوا جس کی صبح کو ۲۵ تھی مدعی نے عرف عام عوام کے طور پر ۲۴ اپریل کو کہی کہ رات تابع روز گزشتہ سمجھی نکاح نامہ میں ذی علم قاضی نے ۲۵ اپریل لکھی کہ شب تابع روز آئندہ تھی۔

ثانیاً جب انگریزی تاریخ انگریزی مہینہ تحریر میں آیا اور انگریزی میں تاریخ میں رات آدھی رات سے بدلتی ہے ولہذا ریل و تار کے دفاتر میں آدھی رات سے آدھی رات تک پورے ۲۴ گھنٹے شمار ہوتے ہیں فلاں ریل گاڑی ۱۴ بجے چلے گی یعنی دن کے دو بجے، یہ تاثر میں بیجے دیا گیا یعنی شام کے ۸ بجے۔ ممکن کہ نکاح خواں نے ۱۲ بجے جانا سمجھ کر خیال کیا ہو کہ انگریزی تاریخ بدل گئی لہذا ۲۵ اپریل لکھی۔

(۱۵) نکاح نامہ میں سکونت مدعا علیہا کی محلہ مدرسہ تحریر ہے قاضی نکاح خواں جس سے ترتیب و خانہ پوری فقہ کے متعلق ہے اس نے اپنی گواہی میں تحریر کیا ہے کہ میں نے اس کی سکونت کی بابت دریافت

نہ کیا تھا پس بلا دریافت نقشہ میں سکونت کا اندراج یہ کارروائی برادر مدعی کی ہے جیسا کہ نکاح خواہ نے بیان کیا ہے کہ یادداشت نکاح نامہ برادر حسن رضا خاں سے میں نے لکھائی تھی، اولاً مقدمہ موجودہ میں نکاح خواہ کی شہادت کہ اس عہدہ سے استعفا کے بعد اپنے فعل پر ہے حاکم کو اس کا لینا سنا ہی ممنوع تھا لائنہ اشتغال بمالایصہ کما سیاتی (کیونکہ یہ غیر صحیح کام میں مشغولیت ہے جیسا کہ آئینگارت) اور جب وہ شہادت شرعاً کوئی چیز نہیں تو اس کے اختلاف سے دعویٰ پر اثر ڈالنا یعنی چہ۔

ثانیاً قاضی کے اظہار میں یہ ہے کہ حسن رضا خاں کے بھائی سے کاغذ لکھوایا تھا میں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ لڑکی کی عمر کس قدر ہے میں نے اور کچھ نہیں پوچھا کہ لڑکی کون سے مکان میں رہتی ہے اور کوئی بات میں نے نہیں دریافت کی، یہاں اس دریافت کی نفی ہے کہ لڑکی کس مکان میں رہتی ہے نہ اس دریافت کی کہ کس محلہ میں رہتی ہے، ظاہر ہے کہ مکان محلہ سے خاص ہے اس سے سوال کی نفی محلہ سے سوال کی نفی نہیں کر سکتی جبکہ سوق عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محلہ سے سوال کیا کہ وہ کہتا ہے اور کچھ نہیں پوچھا اور کوئی بات دریافت نہ کی، یہ اور کا لفظ بڑھانا ہی صاف کہہ رہا ہے کہ اسی قدر پوچھا اس سے زیادہ کچھ نہ پوچھا اگر اس نے اتنا بھی نہ پوچھا ہوتا تو یہ نہ کہتا کہ اور کچھ نہ پوچھا بلکہ یوں کہتا کہ میں نے کچھ نہ پوچھا ان دونوں محاوروں کا فرق اہل زبان پر ظاہر ہے، رہا یہ کہ آخر کیا پوچھا اس کا پتہ مظهر نے ان لفظوں سے دیا کہ اس نے برادر حسن رضا خاں سے کاغذ لکھوایا تھا یعنی خانہ پری نقشہ کے لئے جتنی ضرورت ہے بس اسی قدر پوچھا اور محمد رضا خاں سے خانہ پری کو کہا اور کچھ نہ پوچھا کہ عمر کتنی ہے کس مکان میں رہتی ہے۔

ثالثاً اندراج نقشہ کے لئے واقفیت درکار ہے خواہ بعد سوال ہو یا بلا سوال تو نفی سوال نفی علم کو مستلزم نہیں وقت نکاح کی گفتگو دن میں لوگوں کے تذکرہ سے اس نے بے دریافت کئے سن لیا ہوگا کہ عصمت جہاں بیگم محلہ مدرسہ میں رہتی ہے بلکہ انصافاً تذکرہ مردمان کی بھی حاجت نہیں پیشہ نکاح خوانی والے کو اکثر اہل شہر سے واقفیت ہو جاتی ہے اور عصمت جہاں بیگم کا باپ خود ایک مشہور آدمی تھا اس کا نام اس وقت ضرور لیا گیا تھا کہ مسعود خاں کی بیٹی کا نکاح ہے جیسا کہ خود قاضی کے اظہار میں موجود ہے وہ جانتا تھا کہ مسعود خاں ساکن محلہ مدرسہ ہے لہذا عصمت جہاں بیگم کی سکونت مدرسہ اسے بلا دریافت معلوم ہو گئی۔ محمد رضا خاں نے جب حکم قاضی خانہ پری کی جس کا قاضی کو اعتراف ہے تو وہ خود قاضی کی خانہ پری تھی اور یہ کارروائی قاضی کی کارروائی ہوتی نہ کہ محمد رضا خاں کی،

فان فعل المامور يرجع الى الامر
لا سيما فيما لا تتعلق الحقوق
کیونکہ مامور کا فعل امر کی طرف راجع ہوتا ہے خصوصاً
ان امور میں جہاں حقوق کا تعلق مامور سے نہیں ہوتا

بالمصور کما ھھنا۔

جیسا کہ یہاں ہے (ت)

22

22

(۱۶) تعداد مہر مندرج نکاح نامہ۔ اس کا جواب ۱۲ میں گزرا، نکاح نامہ اگر ہو تو ایک گواہ سے زیادہ وقت نہیں رکھتا اور گواہ و مدعی کے بیان میں اختلاف تعداد مہر و دعویٰ نکاح کو اصلاً مضر نہیں کہا علمت۔

(۱۷) محمد حسین خاں نے اپنا آئنا بکمان حسن رضا خاں بروز خانہ تلاشی بہرائی اپنے پسر محمد حسن خاں کے بیان کیا ہے محمد حسین خاں لکھتا ہے کہ میرے والد جب آئے تھے کہ اظہار ہو چکا تھا اپنے بعد آنا اپنے باپ کا بیان کیا ہے اولاً محمد حسین خاں کے بیان میں یہ ہے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا، اس میں بہرائی کا لفظ کہیں نہیں لفظ (اور) حرف (و) کا ترجمہ ہے جس سے نہ معیت مفہوم ہونے پر ترتیب نہ تراخی نہ تعقیب، صرف اشتراک پر دلیل ہے کہ ماصرح بہ جمیع کتب الاصول (جیسا کہ تمام کتب اصول میں اس کی تصریح ہے۔ ت) یہاں تو محمد حسین خاں نے اپنے اور اپنے لڑکے کے لئے دو فعل جدا جدا ذکر کئے کہ میں آیا اور میرا لڑکا آیا، اگر ایک ہی فعل میں لفظ ”اور“ کے ساتھ جمع کرتا ہرگز معیت مفہوم نہ ہوتی، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وجاء فرعون ومن قبلہ والمؤتفکون
قرعون آیا اور اس سے پہلے والے اور گناہ کا ارتکاب
بالخطیئة۔
کرنے والے (ت)

ایک کلمہ جاء میں سب کو جمع فرمایا یہاں اس بیان کی کیا ضرورت کہ فرعون و قوم لوط میں تقریباً دو ہزار برس کا فاصلہ تھا کہ خود من قبلہ فرعون پرواؤ کے ساتھ معطوف ہے قبلیت و معیت کیونکر جمع ہوتیں۔

ثانیاً بالفرض محمد حسین خاں یہی کہتا کہ میں اپنے لڑکے کے ساتھ آیا تھا اور محمد حسن خاں کہتا میرے بعد آئے تو اس اختلاف کا بھی کچھ اثر نہ پڑتا، فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا کی عبارت نمبر ۳ میں گزری کہ لوقال احدھما کان معنا فلان وقال الآخر لم یکن معنا ذکر فی الاصل انه یجوز ولا تبطل هذه الشہادۃ۔
ایک گواہ نے کہا ہمارے ساتھ فلاں تھا اور دوسرے نے کہا ہمارے ساتھ نہیں تھا تو اصل میں ذکر قرمایا کہ یہ گواہی جائز ہے باطل نہ ہوگی (ت)

(۱۸) جو واقعات محمد حسن خاں نے لکھے محمد حسین خاں نہیں لکھتا کیونکہ لکھتا حالانکہ وہ اظہار عصمت جہاں بیگم کے بعد آیا تھا جیسا کہ محمد حسن خاں نے بیان کیا محمد حسین خاں اگر وہ سب واقعات لکھتا تو اس بیان محمد حسن کی تکذیب ہوتی کہ اظہار ہو چکا تھا کچھ باقی تھا جب میرے والد آئے، یہ طرف بات ہے کہ دلیل

لہ القرآن الکریم ۹/۶۹

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵۰۹/۳

کذب نہ پائے جانے کو دلیل کذب قرار دیا جاتا ہے، ————— معہذا اوپر واضح ہو چکا کہ اگر دونوں معائناتے اور ایک کچھ واقعات بیان کرتا کہ دوسرے کے بیان میں نہ آتے ہرگز اختلاف نہ تھا کہ عدم ذکر عدم نہیں یہ تھے وہ تمام بے اصل و بے اثر اختلافات جن کی بنیاد پر ذی علم مجوز نے شہادتوں کو رد فرما دیا اب شہادات پر دیگر اعتراضات کی طرف چلتے۔

دیگر اعتراضات

(۱۹) جلال خاں نے تمام اظہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا اس کا اظہار نسبت ایک عورت غیر معین کے قلمبند ہوا ہے بعد پورا لکھا دینے اظہار کے اس نے کہا اور کچھ نہ لکھا توں کا بعد سننے اظہار اور کرنے انکار کے اس نے بیان کیا کہ جس کا یہ نکاح ہوا تھا اس عورت نے اپنا نام عصمت جہاں بیگم بنت مولوی مسعود خاں بتایا تھا، اولاً یہاں جو نقل اظہار جلال خاں آئی اس میں شروع سے یہ لفظ ہیں محمد رضا خاں نے مجھ سے کہا یہ عورت عصمت جہاں بیگم حسن رضا خاں کے ساتھ نکاح کرتی ہے تم گواہی دو۔ پھر یہ لفظ ہیں میں گھر میں اندر گیا تو والدہ حسن رضا خاں نے عصمت جہاں کو مجھ کو دکھا دیا، تو کیونکر صحیح ہو کہ تمام اظہار میں مدعا علیہا کا نام نہ لیا۔

ثانیاً کچھ یوں کا ضابطہ یہ ہے کہ گواہ بیان کرتا ہے اور اہلکار لکھتا جاتا ہے ظاہر ہے کہ کہنے اور لکھنے میں بڑا فرق ہے کچھ الفاظ کا رہ جانا مستبعد نہیں و لہذا یہ امر لازم رکھا گیا ہے کہ اظہار لکھ کر گواہ کو سنا لیا جائے کہ کہیں کچھ فرق کچھ کمی بیشی ہو تو صحیح ہو جائے اظہار اس وقت مکمل سمجھا جاتا ہے جب بعد سننے کے تطبیق ہو جائے اب اگر کچھ لفظ لکھنے سے رہ جائیں تو فرمائیے گواہ کیا کرے اگر سکوت کرتا ہے تو اظہار ناقص رہتا ہے بتاتا ہے تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تو بیان سننے کے بعد کہتا ہے اگر واقعی ابتدائی اظہار جلال خاں میں وہ فقرے کہ ہم نے اوپر نقل کئے مکتوب نہیں تو ذی علم مجوز نے بہت مناسب تحریر فرمایا کہ اظہار ایک غیر معین عورت کی نسبت قلمبند ہوا ہے قلمبند یونہی ہوا ہو گا جس کی تصحیح جلال خاں نے سناتے وقت کر دی۔

ثالثاً یہی سہی کہ گواہ نے اولاً تمام اظہار میں عصمت جہاں بیگم کا نام نہ لیا مگر ابھی کہ مجلس اظہار ختم نہ ہوئی گواہ نے وہاں سے قدم نہ ہٹایا اگر ایک امر کہ اگلے بیان کے کسی حرف سے اصلاً مخالف نہ تھا زائد کیا گیا گناہ ہوا خصوصاً وہ بھی کہ شاہد کو اس کا بیان نہایت ضرور تھا، ادائے شہادت کہ اللہ عز و جل نے اس پر فرض کیا ہے اس کے ناقص رہا جاتا تھا۔ سبجلا یہاں تو ابھی مجلس نہ بدلی تھی شاہد وہاں سے ہٹنے بھی نہ پایا تھا، علماء کرام یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر شاہد عدل مجلس شہادت بدلنے کے بعد دوسری مجلس میں آکر کئے کہ جس کے باب میں میں نے گواہی دی اس مدعی کا یہ نام ہے یا مدعا علیہا کا نام مجھ سے چھوٹ

یک تھا اس کا یہ نام ہے جب بھی قبول کر لیں گے اور شہادت میں اصلاً نقص نہ جانیں گے کہ ان ناموں کا بیان سے رہ جانا کوئی محلِ تہمت نہیں اور اگر مجلس ہنوز نہ بدلی جب تو موضعِ شبہ و تہمت کی تبدیلیں بھی قبول کر لیں گے مثلاً گواہی دی کہ اس مدعی کے اس مدعا علیہا پر ہزار روپے آتے ہیں، ختم شہادت کے بعد کہا میں بھول گیا تھا پانسو آتے ہیں یا مجھے یاد نہ رہا تھا دو ہزار آتے ہیں ان تبدیلیوں سے قبول شہادت میں کچھ فرق نہ آئے گا جبکہ مجلس ہنوز نہ بدلی ہو اور شاہد شاہد شرعی ہو یہاں کہ نہ مجلس بدلی نہ شاہد نے کوئی تبدیلی کی صرف ایسی بات بیان کرتا ہے جس میں بتصریح علماء تہمت نہیں اور اس کا تدارک ادائے فریضہ شہادت کے لئے اس پر لازم تھا بعد سماعِ اظہار اس کے بڑھانے کو وجہ نقص قرار دینا اصلاً صحیح نہیں ہو سکتا، کافی و بکر الرائق وغنیہ و عالمگیریہ وغیرہ میں ہے :

واللفظ لهذا ان كان عدلا قبلت شهادته في غير موضع الشبهة مثل ان يدع لفظه الشهادة او يترك ذكر اسم المدعى او المدعى عليه او لا يشارك الى احدهما سو اذ كان في مجلس القضاء او في غيرهما في موضع شبهة التلبیس كما اذا شهد بالثم قال غلطت بل هي خمسمائة او بالعكس تقبل اذا قال في المجلس، وبعد ما قام عن المجلس فلم تقبل الله باختصار۔

الفاظ عالمگیری کے ہیں، اگر گواہ عادل ہو تو موضعِ شبہہ کے غیر میں اس کی یہ شہادت کہ لفظ شہادۃ یا مدعی یا مدعی علیہ کا نام یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ چھوڑ گیا مقبول ہوگی خواہ مجلس قضاء ہو یا غیبہ ہو لیکن مقامِ شبہہ میں مثلاً پہلے اس نے ہزار کی شہادت دی اب کہتا ہے یہ غلطی ہوئی بلکہ پانچ سو ہے یا اس کا عکس کرتا ہے تو مجلس قضاء میں قبول کی جائیگی اور مجلس قضاء ختم ہونے کے بعد قبول نہ ہوگی اھ اختصاراً (د)

رابعاً بقرض غلط یہ بھی کہ جلال خاں کا پچھلا الحاق نہ مانا جائے گا پھر کیا ہوا اسی قدر ناکہ عصمت جہاں بیگم کا نام اس نے نہ لیا مگر اس سے بغیر معین عورت پر شہادت کہاں سے لازم آئی وہ صراحتہً گمراہ ہے کہ میں نے اس عورت کا منہ دیکھا تھا نام سے تو وہ تعین ہو بھی نہیں سکتی جو منہ دیکھنے سے ہوتی ہے تو وہ ضرور ایک معین عورت پر گواہی دے رہا ہے جو اس کی دیکھی ہوئی ہے ہاں مجوز کو معلوم نہ ہوا کہ عصمت جہاں بیگم ہی وہ عورت ہے جسے گواہ نے دیکھا اور اس پر گواہی ادا کی یا وہ کوئی اور عورت تھی ہم اوپر بیان کر آئے کہ اس کا چارہ کار مجوز کے ہاتھ میں تھا نہ کہ گواہ کے، مجوز نے عصمت جہاں بیگم کو کیوں نہ بلوایا شاہد کے سامنے

اس کا منہ کیوں نہ کھلویا کہ وہ شناخت کرتا عصمت جہاں بیگم اگر ذی عزت خاندان سے پردہ نشین مخدّرہ تھی کہ کچھری میں اس کا آنا مناسب نہ تھا حاکم نے اپنے امین کے ساتھ جلال خاں کو عصمت جہاں بیگم کے مکان پر بھیج کر تکمیل شہادت کرائی ہوتی، خود شہادت کامل نہ ہونے دینا اور شاہد پر اعتراض کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ بالحدکچھ خاص اسم و نسب ہی کے ساتھ معرفت لازم نہیں بلکہ یا یہ ہو یا معرفت چہرہ۔ جامع الفصولین میں ہے :

المعرفة بالوجه او بالنسب لا بد منها شهادات کی ادائیگی میں چہرے یا نسب کی شناخت لاء الشہادۃ ہے

ضروری ہے (ت)

اس اظہار میں اگر قسم اول متروک تھی ثانی مذکور تھی اور اس کی تکمیل بدست حاکم تھی فافہم۔

(۲۰) سروری بیگم و امجدی بیگم کی شہادتوں پر اعتراض فرمایا کہ مدت واقعہ کی بلا یا رد حرف یا کے اس طرح بیان کی ہے کہ عرصہ سات آٹھ ماہ کا ہوا جو محمول دو مدت پر ہے ایسی شہادت بوجہ جہالت شرعاً قابل قبول نہیں، بلا یا رد حرف یا کا ذکر تو بیکار ہے حرف یا کے ساتھ ہوتا جب بھی تعین نہ ہوتا بلکہ جب تعین نہ ہونا اور اظہر تھا مگر ذی علم مجوز نے اتنا خیال نہ فرمایا کہ ثبوت نکاح تعین زمان پر موقوف نہیں، نہ جہالت زمانہ اس کو مضر، تردد تردید سے آخر اسی قدر تو مفہوم ہو گا کہ گواہ کو تاریخ یاد نہیں پھر کیا حرج ہوا۔ علماء تو فرماتے ہیں اگر حاکم گواہ سے وقت پوچھے اور وہ صراحتاً اپنی بے علمی بیان کرے کچھ مضر نہیں کہ یہ لغو و زائد بات ہے جس کی تعین کی ضرورت نہیں، وجہ کروری پھر قرۃ العیون میں ہے :

لو سألہما القاضی عن الزمان او المكان فقال لا نعلم تقبل لانہما لم یكلفا بہ آھ وفيہا عن الدر المنیتی عن الفتوح وغیرہ لا یكلف الشاہد الی بیان الوقت والمكان آھ اقول وبون بیت بین اختلافہما فی المکان او الزمان و بین تردّد احدہما فی احدہما فان کلا

اگر قاضی جگہ یا زمانہ کے متعلق گواہوں سے سوال کرے اور وہ لاعلمی ظاہر کریں تو گواہی قبول ہوگی کیونکہ وہ اس کے پابند نہیں ہیں آھ۔ اسی میں الدر المنیتی سے فتح وغیرہ کے حوالہ سے مذکور ہے کہ گواہ کو مکان یا زمان کے بیان کا پابند نہیں کیا جائے گا آھ، میں کہتا ہوں گواہوں کا زمان یا مکان کے بیسمل میں اختلاف اور دونوں میں سے ایک کا بیان میں تردد کرنا، ان دو صورتوں میں واضح فرق ہے، اختلاف کی

۱۔ جامع الفصولین الفصل التاسع اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۲۲/۱

۲۔ قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات باب الاختلاف فی الشہادۃ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۱/۱

المختلفين قاطع بمقاله و باختلاف الزمان
والمكان يختلف الفعل و ما الحق به اما
المردد فلم يقطع بشئ فلم يكن الا كعدم
البيان فلا خلف فلا محذور۔
صورت میں دونوں کی بات ایک دوسرے کی بات کیلئے
قاطع ہے جبکہ تردد و کذب والا دوسرے کی بات کا قاطع
نہیں ہے تو یہ عدم بیان کی طرح ہے جس سے دوسرے
کا خلاف نہ ہوا تو غرابی نہ ہوئی۔ (ت)

(۲۱) بوستان خاں کی شہادت غیر معتبر کہ وکیل نکاح ہے بذریعہ وکالت خود عقد کرنا مدعا علیہا کا بیان
کیا ہے اور وکیل کی شہادت جس امر میں وہ وکیل ہونا جائز ہے۔ یہ اعتراض اگر کچھ اصلیت رکھتا تو نہ فقط شہادت
بوستان خاں بلکہ خود حاکم مجوز پر بھی تھا بیان مذی و تحقیقات مجوز سے ظاہر ہے کہ پیش از شہادت علم مجوز میں چکا
تھا کہ اسے وکیل بنایا گیا ہے اور یہ اپنی وکالت سے وقوع تزویج کی شہادت دے گا تو اسی وقت مجوز پر لازم
تھا کہ اسے ہرگز شہود میں نہ لیں اور نہ اتنی طویل دیر تک سماع شہادت و جرح وغیرہ میں اپنا اور اس کا اور
وکلاء فریقین کا وقت ضائع نہ فرمائیں کہ جو امر اصلاً صحیح نہیں اس سے اشتغال تضييع وقت کے علاوہ ممنوع
و ناجائز و گناہ ہے، قبیحہ و درمختار و غیر ہما میں ہے،

تکرة تحريم لانه اشتغال بها لا يصح يله محروہ تحریم ہے کیونکہ یہ غیر صحیح امر میں اشتغال

تکرة تحريم لانه اشتغال بها لا يصح يله محروہ تحریم ہے کیونکہ یہ غیر صحیح امر میں اشتغال

مگر بھلا اللہ نہ ذی علم مجوز کا وقت ضائع ہوا نہ گواہ کا نہ اس سماع شہادت میں مجوز نے کوئی شرعی گناہ کیا کہ
کہ شرعاً بوستان خاں کی شہادت اس مقدمہ میں ضرور قابل سماع و قبول تھی وکیل کی شہادت جس امر میں
وہ وکیل ہوا اس وقت ناجائز ہے کہ مشہود پر یعنی امر مقصود بال شہادت خود اس وکیل کا فعل ہو کہ انسان کی
شہادت اپنے فعل پر مقبول نہیں خود عبارات منسلکہ فیصلہ میں قرۃ العیون سے ہے،

قوله والوكيل اى بالنكاح قوله لوبا ثبات
النكاح اى لا تقبل با ثبات النكاح لانها
شهادة على فعله ۛ
اس کا قول، اور وکیل یعنی نکاح کا۔ اس کا قول
اگر نکاح کے اثبات میں ہو، یعنی اثبات نکاح
میں قبول نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ اپنے فعل پر
شہادت ہے (ت)

نیز یہی علت و درمختار سے نقل فرمائی مگر یہاں ایسا نہیں، یہاں فعل و مشہود بہ دو ہیں نکاح کی اجازت دینی

کہ عصمت جہاں بیگم کا فعل تھا اور تولی عقد یعنی ایجاب یا قبول کرنا کہ قاضی نکاح خزان کا فعل تھا ان دونوں میں ہوتا خاں کا کوئی فعل نہیں وہ بیچ میں صرف مبلغ اجازت تھا جیسا کہ ان بلاد کے عرف عام میں ہر وکیل نکاح کا حال ہے کہ نکاح پڑھنا قاضی سے مقصود ہوتا ہے اور یہ وکیل صرف مبلغ اجازت نہ یہ کہ آپ تولی عقد کرے والمعہود عسرفا کا لفظ لفظاً کما نصوا علیہ قاطبہ (عرف میں معینہ تیز لفظوں میں مشروط کی طرح ہے جیسا کہ اس پر سب نے نص کی ہے۔ ت) ولہذا ذی علم مجوز قے بھی عقد کرنا کہنا نہ کہ عقد کرنا اور مبلغ کی شہادت مقبول ہے اگرچہ وہ اپنا فعل تبلیغ بھی شہادت میں بیان کرے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :

عن ابی یوسف فی النواذر اذا شهد شاهدان ان فلانا امرنا ان نبذل فلانا انہ قد وکله ببيع عبده وقد اعلمناه او امرنا ان نبذل امراته انہ جعل امرها بیدھا فبلغناھا و قد طلقت نفسها جائزت شہادتهما و لو قالوا نشهد انہ قال لنا خیرا امراتی فخیرتاھا فاختارت نفسها لا تقبل شہادتهما کذا فی المحيط

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے نوادر میں مروی ہے کہ جب کوئی گواہ یہ شہادت دے کہ مجھے فلاں نے حکم دیا ہے کہ ہم فلاں کو یہ بات پہنچا دیں کہ اس نے اس فلاں کو بیع کا وکیل بنایا ہے اور ہم نے اس تک وہ بات پہنچا دی ، یا یہ شہادت دی کہ ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کی بیوی کو اطلاع دیں کہ اس نے طلاق کا اختیار اسے تفویض کیا ہے تو ہم نے بیوی کو اطلاع کر دی ہے اور اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے ، یہ گواہی جائز ہے ، اور اگر گواہوں نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی بیوی کی طلاق کا اختیار سونپا ہے اور ہم نے اس کی بیوی کو اختیار دے دیا اور اس نے اپنے آپ کو طلاق دے دی ہے تو یہ شہادت قبول نہ ہوگی محیط میں ایسا ہی ہے۔ (ت)

سید فضل علی شاہ قاضی نکاح خزان اگرچہ نیک آدمی اور بہت اچھا ہے لیکن شہادت بوجہ جمالت غیر مفید ہے کہ شہادت مذکور سے تعیین تاریخ ثابت ہے نہ مہینہ نہ اسمائے گواہان نہ وکالت نہ اسم منکوحہ جو شرط ہے اس مقدمہ میں ، سید صاحب موصوف کی شہادت ضرور محض نامسموع ہے اور یہی وہ شہادت ہے جس کا سننا اور اس میں اپنا اور شاہدہ وکلائے فریقین کا وقت ضائع کرنا مجوز کو ہرگز جائز نہ تھا کہ جب وہ پیش از شہادت عہدہ نکاح خوانی سے مستعفی ہو چکے اور اب خود اپنے فعل یعنی عقد کرنے پر گواہی دے رہے ہیں تو یہ شہادت ہرگز صحیح نہیں اور اس کا سننا سنا سب ناجائز و تفسیخ وقت تھا۔ اس شہادت پر اعتراض

یہ ہے نہ یہ کہ تعین تاریخ و ماہ و ذکر اسماء گواہان و وکالت سے خالی ہونے کے باعث بوجہ ہمالیت غیر مفید ہے شہادت نکاح میں ان اشیاء سے کسی کا ذکر اصلاً لازم نہیں، تاریخ و ماہ کی نسبت عبارات نمبر ۲ میں گزریں اور وکالت و اسمائے گواہان کا ذکر اس سے بھی زیادہ لغو و غیر ضروری، کیا ذی علم مجوز کسی کتاب سے ثبوت دے سکتے ہیں کہ شہادت نکاح میں جب تک اسماء گواہان و وکالت کا ذکر نہ ہو مردود ہے؛ ہرگز نہیں، رہا اسم منکوحہ اگرچہ قاضی صاحب نے عصمت جہاں بیگم کا نام زبانی نہ لیا صرف اتنا کہ نام رجسٹر میں لکھا ہے مگر یہ ضرور کہا کہ مسعود خاں کی دختر نے اپنے نفس کا اختیار دیا مسعود خاں کی دختر جو اپنے نفس کا اختیار دینے کے قابل ہو ایک یہی عصمت جہاں بیگم ہے، اس کی دو چھوٹی بہنیں بہت ضعیف سن میں کہ کسی تصرف کی اجازت دینے کے قابل نہیں اور مقصود منکوحہ کا تعین ہے اگرچہ کسی طرح ہو کچھ نام لینے ہی کی ضرورت نہیں مثلاً گواہ گواہی دیں کہ زید نے اپنی بڑی لڑکی کا نکاح کیا شہادت مقبول ہے یہاں تک کہ اگر گواہ یہ بھی کہیں کہ مگر ہم نہیں جانتے کہ یہ مدعا علیہا زید کی بڑی لڑکی ہے جب بھی گواہی مقبول ہوگی اور مدعی سے اس پر گواہ لئے جائیں گے کہ یہی مدعا علیہا اس کی دختر کلاں ہے، عالمگیر میں ہے:

فی الخزانة قالا نزوج الكبرى لكن لا ندر الكبرى
یکلفه باقامة البينة ان الكبرى ههنا
خزانہ میں سے کہ گواہوں نے بڑی لڑکی کا ذکر کیا اور
مسماة ہی کہا لیکن اس بڑی لڑکی کا تعارف نہیں ہے
تو گواہوں کو پابند کیا جائیگا کہ بیان کریں کہ بڑی لڑکی یہ ہے (ت)
جامع الفصولین میں ہے،

شہد انہ زوج بنتہ منہ ولا نعرفها بوجهها
فلولم تکن له الابنت واحدة تقبل لسزوال
الجهالة
گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے اپنی لڑکی کا
فلاں سے نکاح کیا ہے لیکن ہم لڑکی کو چہرہ سے نہیں
پہچانتے تو اگر اس شخص کی ایک ہی لڑکی ہو تو شہادت
قبول کی جائیگی کیونکہ جہالت نہ رہی (ت)

(۲۳) محمد جان کی شہادت ضرور لغو و مہمل ہے کہ وہ حراۃ کہتا ہے میں نے نہ سنا کیا نام مسماة کا
لیا تھا اور نام کے علاوہ بھی کوئی پتہ اصلاً نہیں بتاتا مگر علی حسین کی گواہی اگرچہ لغو رہی کہ ناکح و منکوحہ کسی
کا نام نشان نہیں لیکن انصافاً وہ لغو کئی گئی شاہد جب ایسی گول محل بات کہے تو حاکم کو حکم ہے کہ اس سے

استفسار کرے تاکہ بات صاف ہو جائے نا تمام بات کہے تو اس سے پوچھے کہ بات پوری ہو جائے۔
معین الحکام میں ہے:

يُنبغي ان يسهل اذن البيّنات ولا يمتطهم
فاذا حضروا انهم وقربهم وبسطهم و
سألهم عن شهادتهم فان كانت تامّة
قيدھا وان كانت ناقصة سألهم عن
بقيتها وان كانت مجملة سألهم عن
تفسيرها۔

گواہوں کی اجازت کا معاملہ آسان بنانا مناسب
ہے اس معاملہ میں گواہوں کو تاخیر میں مبتلا نہیں
کرنا ہوگا جب وہ حاضر ہو جائیں تو قاضی ان کو
اُنس، قُرب اور فراخی دے کر ان سے شہادت
لے اگر شہادت مکمل ہو تو نوٹ کر لے ورنہ ناقص ہو
بقیہ امور پوچھے اور اگر شہادت مجمل ہو ان سے تفسیر

پوچھے۔ (ت)

اور یہ تلقین نہیں بلکہ نظر ہے جس کے لئے قاضی مقرر ہوا، اکثر ابنا سے زمانہ جاہل ہیں وہ نہیں جانتے کہ
شہادت میں شرعاً کیا ضرور ہے اگر انہیں کے بیان پر چھوڑا جائے عام شہادتیں ناقص و نا تمام اتریں گی
اور حقوق مسلمین ضائع ہوں گے و لہذا اگر حاکم جانے کہ مدعی دعویٰ بروجہ صحیح ادا نہ کر سکے گا تو اسے اجازت ہے
کہ مدعی کو دعویٰ کرنے کا طریق سکھا دے ورنہ وہی حاصل ہوگا کہ صاحب حق سے محروم رہے گا،
عالمگیریہ میں ہے:

رجل لا يحسن الدعوى والمقصومة فامر
القاضي رجلين فعلماه الدعوى والمقصومة
ثم شهدا على تلك الدعوى جازت شهادتهما
ان كانا عدلين ولا بأس بذلك على
القاضي بل هو جائز فيمن لا يقدر على
المقصومة ولا يحسن الدعوى خصوصا
على قول ابى يوسف رحمه الله تعالى كذا
في الظهيرية۔

اگر کوئی شہادت یا بحث کا طریقہ نہیں جانتا تو قاضی
دو آدمیوں کو حکم دے کہ وہ اس کو شہادت اور
بحث سکھائیں پھر وہی دو شخص اگر اس دعویٰ
کے گواہ ہوں تو ان کی شہادت جائز ہوگی بشرطیکہ
وہ دونوں شخص عادل ہوں اس میں قاضی پر کوئی
اعتراض نہ ہوگا بلکہ یہ جائز ہوگا جبکہ مدعی شخص
دعویٰ اور بحث بہتر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا
خصوصاً امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر

ظہیریہ میں یوں ہے۔ (ت)

معین الحکام الفصل السادس فی سیرتہ مع الخصوم مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۳
۲۸۵/۳ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الرابع نورانی کتب خانہ پشاور

(۲۴) شفیع حیدر خاں کی شہادت پر اعتراض کہ وہ گواہ نہ توکیل کا ہے نہ شناخت کا، جو الفاظ نکاح کے بابت گواہی دی ہے اس میں نہ نام نکاح کا لیا نہ منکوحہ کا، سخت تعجب خیز ہے نقل اظہار کی یہاں آئی اس کا شروع ان لفظوں سے ہے عرصہ کم و بیش سات ماہ کا ہوا کہ حسن رضا خاں کا نکاح مسما عصمت جہاں بیگم مولوی مسعود خاں کی بیٹی سے ہوا میرے روبرو میں اس جلسہ نکاح میں شریک تھا اب اسے کیا کہا جائے یہ تو کھلا گواہ نکاح ہے اور نکاح و منکوحہ دونوں کا نام لے رہا ہے، یاں اخیر میں یہ لکھایا ہے کہ بوستاں خاں باہر آئے اور کہا کہ چند امیاں نکاح پڑھاؤ تب قاضی صاحب نے خطبہ پڑھا بعد ایجاب و قبول نکاح پڑھایا یہاں بیشک زوجین کا نام نہ لیا پھر کیا ضرور تھا جبکہ اول صراحت بتا چکا۔

(۲۵) نظام الدین خاں کی گواہی کا وہی حال ہے جو نمبر ۲۳ میں علی حسین کی نسبت گزرا۔

(۲۶) جلال خاں کا حصہ بیان بابت انعقاد نکاح اس وجہ سے قابل لحاظ نہیں کہ جبکہ اس کی شہادت نسبت ثبوت توکیل جو اصل بنا و موقوف علیہ صحت دعویٰ ہے کالعدم ہے تو اس بارے میں اس کا حصہ بیان کیا معتبر ہو سکتا ہے،

اولاً بیانات سابقہ میں واضح ہو گیا کہ نہ ثبوت توکیل موقوف علیہ صحت دعویٰ تھا نہ جلال خاں کی گواہی نسبت توکیل کالعدم، دونوں باتیں غلط ہیں۔

ثانیاً بالفرض اگر ایک حصہ بیان بوجہ عدم تعریف مقبول نہ ہو تو دوسرا حصہ بیان کہ امر جداگانہ کے متعلق ہے کیوں مردود ہونے لگا، نمبر ۵ میں فصول عمادیہ و فتاویٰ عالمگیریہ سے گزرا کہ ایک گواہ نے صرف وکالت پر گواہی دی دوسرے نے وکالت و عزل دونوں پر یعنی وکیل بھی کیا پھر معزول بھی کر دیا تو دوسرے کی گواہی دربارہ عزل مردود ہے کہ نصاب تمام نہیں اور دربارہ وکالت مقبول کہ اس پر نصاب کامل ہے، درمختار میں ہے،

شہد ابالف وقال احدهما قضی خمس و دونوں نے ایک ہزار کی گواہی دی اور ایک نے مائتہ قبلت بالف الا اذا شہد معه اخریٰ یہ بھی کہہ دیا کہ اس نے پانچ سوا داکر دے ہیں تو ایک ہزار میں گواہی درست ہوگی مگر جب پانچ سو کی ادائیگی میں کوئی دوسرا ساتھ گواہی دے (ت) دیکھو یہاں بھی ایک گواہ کا یہ حصہ شہادت کہ مدعا علیہ پر ہزار روپے آتے تھے مقبول ہوا اور دوسرا حصہ کہ ان میں سے پانچ سوا داکر چکا ہے نہ سنا گیا کتب فقہ میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی۔

اما قول الدر الشہادۃ اذا بطلت فی البعض
بطلت فی الكل فقد حققنا فيما علقنا علی
رد المختار ان معناه ان المشہود به الواحد
لا یقبل مرة ویرد اخری بل اذا رد مرة مطلقا
ابدا الا اذا كان له تعلق بامرین وقام به وجه
الرد نظر الی احدهما دون الآخر كما فی صور
الاستثناء الثمان منها شرب الخمر الثابت
بشهادة رجل وامرأتین یقبل فی حق العتق
والطلاق المعلقین به لا فی حق الحد اذا لا شہادة
للنساء فی الحد ووهكذا فی البواقی ولیس المراد
ان الشاهد بعدة امور فردت شہادته فی احدهما
لامریختص به لانقاذ فی الشاهد ردت فی الامور
الباقية ایضا فان هذا باطل قطعاً ثم ذکر
الفرعین المذكورین -

لیکن ذکر کیا یہ قول کہ جب بعض شہادت باطل ہوئی تو کل
باطل ہو جائے گی، تو اس کی تحقیق ہم نے رد المختار پر
اپنے حاشیہ میں کر دی ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ایک
مشہود بہ (جس بات کی شہادت دی جا رہی ہو) کو
ایک دفعہ رد کرنے پر دوبارہ قبول کرنا جائز نہیں جب
رد کر دیا تو رد ہی ہو گا دوبارہ قبول نہ ہو گا بشرطیکہ
اس ایک مشہود بہ کا تعلق دو مختلف صورتوں سے نہ ہو
اور اگر اس کا تعلق دو مختلف صورتوں سے ہے اور
ایک صورت رد کی ہے دوسری نہیں ہے، جیسا کہ
آٹھ استثنائوں میں سے ایک یہ کہ شراب خوری
جب ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت
ہو تو یہ شہادت شراب خوری سے معلق کر دہ امور

عتق اور طلاق میں مقبول ہے اور یہی شہادت شراب خوری پر حد کے لئے مقبول نہ ہے کیونکہ حد میں عورتوں کی
شہادت جائز نہیں، یوں ہی باقی امور میں بھی۔ رد المختار کی عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ گواہ جب متعدد امور کی شہادت
دے اور ایک میں شہادت اس کی خصوصیت کی بنا پر مردود ہو جائے تو باقی امور میں بھی شہادت مردود ہو جائے
کیونکہ یہ بات قطعاً باطل ہے پھر میں نے اس پر مذکور دو فرعیں ذکر کی ہیں۔ (ت)

(۲۷) محمد حسن خاں کی شہادت اس وجہ سے لغو ہے کہ اس تمام بیان میں کہیں تذکرہ نام مدعا علیہا کا
نہیں، نہ کوئی ثبوت اس کی شناخت کا ہے بلکہ ایک حکایت ہے کہ کوٹھڑی میں سے جو آواز آرہی تھی اس
کا اعادہ کیا ہے، یہ اعتراض بھی تمام شہادت پر نظر نہ فرمانے سے ناشی ہے،

اولاً محمد حسن خاں نے جہاں یہ کہا ہے کہ ایک کوٹھڑی جس میں کوڑا نہیں ہیں پردہ پڑا تھا اس میں سے
یہ آواز آرہی تھی کہ میں اپنی خوشی سے آئی ہوں میری سوتیلی ماں سے ہمیشہ رنج رہتا تھا میرے والد مولوی مسعود
خاں شہر میں نہیں ہیں حسن رضا کے ساتھ میرا بیڑا بھی ہو چکا تھا اس وجہ سے میں یہاں چلی گئی اور ان سے
آکر کہا میرا آج ہی نکاح کر دو نہیں تو میں جیسے پہلے چلی گئی تھی ویسے ہی چلی جاؤں گی، وہاں یہ بھی کہا ہے کہ

لے در مختار کتاب الشہادات باب قبول الشہادة وعدمہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۱/۲
لے جہ المختار علی رد المختار

پر وہ سے منہ بھی نکالا تھا میں نے منہ بھی دیکھا تھا پھر ثبوت شناخت کی کیا ضرورت، یہاں بھی وہ مباحث پیش آئیں گے جو امر ۱۹ و ۲۰ میں نسبت شہادت جلال خاں گزرے محمد حسن خاں صرف کوٹھڑی کی آواز کا حاکم نہیں بلکہ آواز والی کو اسی وقت منہ دیکھ کر پہچانے ہوئے ہے۔

ثانیاً دربارہ نام مدعا علیہا وہ بحث جو زیر امر ۲۲ گزری عامہ ہے مولوی مسعود خاں کی بیٹی جو اس اظہار کے قابل ہو صرف عصمت جہاں بیگم ہے دفع جہالت کو اس قدر بس ہے اگرچہ نام نہ لیا گیا، یہ اور اس کو باپ کی گواہی ثبوت نکاح کے لئے نہ مکتفی بلکہ اس سے بیان عصمت جہاں بیگم کی تکذیب مقصود ہے کہ وہ برضائے خود آئی ہے نہ کہ دوسری طرح۔

(۲۸) محمد حسن خاں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ تھانہ دار نے نہال الدین خاں اور محمود خاں سے کہا تم نے اس کو ٹھڑی میں یہ بھی دیکھ لیا کہ کوئی اور تو نہیں انھوں نے کہا اس میں ہماری ہی بھانجی ہے اور کوئی نہیں یہ قول بھی محمد حسن خاں کا غلط ہے اس لئے کہ مسماۃ نہال الدین خاں کی بہن اور محمود خاں کی بھتیجی ہے نہ کہ بھانجی۔

اولاً کسی امر عظیم میں اشغال کے وقت آدمی کی زبان ایک آدھ لفظ میں بہک جانا کچھ مستبعد نہیں ہوتا محمود خاں کے لئے اس واقعہ کا سخت امر عظیم ہونا باتفاق فریقین ثابت ہے فریق عصمت جہاں بیگم کے طور پر تو ظاہر حتیٰ کہ ایک فیصلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسعود خاں اسی صدمہ سے دوران مقدمہ مر گیا محمود خاں ان کا حقیقی بھائی ہے اگر بھتیجی کا بھانجی شدت صدمہ میں زبان سے نکل جائے کیا جائے تعجب ہے اور فریق حسن رضا خاں کے طور پر تو ان کے معاذ اللہ حقیقی بھتیجی فوجوان کنواری باپ کے یہاں سے بھاگ کر ایک شخص کے یہاں چلی گئی اور خود نکاح کر لیا اور باپ بالآخر بلانا چاہتا ہے تو چچا اور بھائی کے سامنے یہ قصاص اظہار میں تھانہ دار کو کہہ رہی ہے میں نہیں جانتی کون سے پیر پر رہتے ہیں کس باغ کی مولیٰ ہیں عیاذ باللہ یہ کیا تھوڑے صدمہ کا مقام ہے پھر اتنی زبان بہکنا کیا محال، اور جب یہ ممکن اور ضرور ممکن تو مجوز ذی علم نے کیونکر یقین کر لیا کہ یہ محمد حسن خاں کی غلطی ہے، کیا متحمل نہیں کہ محمود خاں ہی کی غلطی ہو اسی نے گھبراہٹ اور سخت رنج کی حالت میں بھانجی کہا محمد حسن خاں نے جو اس سے سنا وہی نقل کر دیا اسے اپنی طرف سے تصرف کا کیا اختیار تھا مع ہذا کیا محال ہے کہ عصمت جہاں بیگم کی ماں محمود خاں کی رشتہ کی بہن ہو تو بھانجی کہنے میں کوئی غلطی بھی نہیں۔

ثانیاً بالفرض اگر یہ لغزش محمد حسن خاں ہی نے کی تو کیا الزام ہے کیا یہاں عصمت جہاں بیگم کی نسبت قربت کا کوئی مقدمہ پیش تھا کہ بھتیجی کی جگہ بھانجی کہنے میں فرق پڑ گیا یا شاید مدعی کا اس کے بھانجے ہونے

میں کوئی نفع سمجھتی ہونے میں کوئی نقصان تھا پھر ایسے لغو و فضول امر سے جس کے لئے مقدمہ میں کوئی اثر نہیں اعتراض یعنی چہ۔

(۲۹) یہ بھی لغویت قول گواہ مذکور ہے کہ اس نے واقعہ کی مدت قطعی آٹھ ماہ کی بیان کی ہے اور برہم حساب کہ تاریخ عقد ۲۴ اپریل ۱۹۸۷ء ہے تا روز ادا کے شہادت کہ ۳ دسمبر ۱۹۸۷ء ہے مدت سات ماہ نو دن ہوتے ہیں تو یہ شہادت متعلق کسی واقعہ ماقبل کے ہے،

اولا سخت حیرت ہے کہ یہاں جو نقل اظہار آئی اس میں صاف یہ لفظ ہیں عرصہ تخمیناً آٹھ ماہ کا ہوا کہاں تخمیناً کہاں قطعاً۔

ثانیاً اللہ عز و جل فرماتا ہے:

الحج اشہر معلومت زمانہ حج چند ماہ معلوم ہیں۔

اشہر بصیغہ جمع فرمایا جس کا اقل تین ہے حالانکہ وہ صرف یکم شوال سے دہم ذی الحجہ تک دو مہینے دس دن اور امام شافعی کے نزدیک نہم تک دو مہینے نو دن ہیں۔ رد المحتار میں علامہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے حاشیہ درمختار سے ہے:

اطلاق اشہر فی قولہ تعالیٰ الحج اشہر
معلومت علی شہرین وبعض الثالث
اشہر جمع کا اطلاق، اللہ تعالیٰ کے قول اشہر
معلومات میں دو ماہ اور ایک ماہ کے کچھ
حصے پر کیا گیا ہے (ت)

جب دو مہینے نو دن کو تین مہینے کہنا جائز ٹھہرا تو سات مہینے نو دن کو آٹھ مہینے کہنے میں کیا گناہ ہوا،
ہاں اگر محمد حسن خاں قید لگاتا کہ پورے آٹھ مہینے ہوئے یا بے کم و بیش یا کامل تو ضرور اعتراض کا محل
تھا، معالم التنزیل میں ہے،

شوال وذو القعدة وتسع من ذی
الحجة وانما قال اشہر بلفظ الجمع
لان العرب تسمى الوقت تاما
بقيلته وكثيرة فيقول اتيتك يوم الخميس
شوال، ذو القعدة اور نو دن ذی الحجہ ہیں، اس کے
باوجود اشہر جمع کا لفظ فرمایا، کیونکہ عرب لوگ
کچھ وقت کا تمام وقت پر اطلاق کرتے ہیں، وہ
کہتا ہے میں جمعرات کو تیرے پاس آیا حالانکہ

وَأَمَّا آتَاةٌ فِي سَاعَةٍ مِّنْهُ وَيَقُولُونَ زُرْنَاكَ
الْعَامَ وَأَمَّا زُرْنَاكَ فِي بَعْضِهِ أَهْمٌ مَّخْتَصِرًا
اُنّا صرف ایک ساعت میں ہوا، یوں ہی کہتے ہیں میں
نے اس سال تیری زیارت کی حالانکہ زیارت کچھ حصہ
میں کی ہے اہ مختصراً (ت)

ولہذا جب احتمال مجاز رفع کرنا چاہا قرآن عظیم نے قید کمال بڑھا کر تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ (یہ دس کامل ہیں۔ ت)
فرمایا کشف میں زیر قول تعالیٰ حولین کاملین (دو سال کامل۔ ت) لکھا تو کید بقولہ تعالیٰ،

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ لَّانْه مِمَّا يَنْتَسِبُ فِيهِ
فَقَوْلُ أَقَمْتُ عِنْدَ فَلَانٍ حَوْلِينَ
لَمْ تَسْتَكْمِلْهُمَا
یہ دس کامل ہیں کیونکہ یہ ان امور میں سے ہے جن میں تسامع
سے کام لیا جاتا ہے، تو کہتا ہے میں نے فلاں کے
پاس دو سال قیام کیا حالانکہ تو نے پورے دو سال
نہ کیا۔ (ت)

شہادتوں پر دیگر اعتراضات کا بھی خاتمہ ہو گیا، اب قرآن سنئے،
قرآن : (۳۰) واقعہ حیرت خیز خلاف عقل ہے، عورت پر وہ نشین ناگنہا معزز نامی شخص کی بیٹی کا پاپا وہ
تنہا شب میں بلا اعانت شخص دیگر کے محلہ در محلہ سے بارگاہ انور کی گھنٹہ آنا پھر خواہش نکاح کی کرنا اور بلا علم
شرکت اعزاء و معززین محلہ بوکالت اجنب نا آشنا و شہادت اشخاص غیر شناسا نکاح ہونا اصلاحات بل
باور ہونے کے نہیں، اور اس سے پہلے تو کیل بوستان خاں کی نسبت فرمایا مدعا علیہا پردہ نشین شریعت زادی
ہے اس بیباکی و بے حیائی کے ساتھ ایک شخص اجنب سے ایسے شرم کے وقت جو ذلیل ترین عورت بھی ایسی
باتیں نہیں کر سکتی بلحاظ رسم و رواج شرفاً اصلاً عقل سلیم اس کو باور نہیں کر سکتی یہ جملہ کار سازی مصیحتی و
مصنعتی ہے۔

اولاً صریح شہادتوں کے خلاف قرآن پر حکم ناممکن۔ علما فرماتے ہیں :

ان البینۃ کاسمہا مبینۃ والاثبات بالشہادۃ
البینۃ اپنے نام کی بنا پر واضح کرنے والا ہوتا ہے
شہادت سے ثابت شدہ چیز مشاہدہ سے ثابت شدہ
کی طرح ہے (ت)

آدمی جس طرح آنکھوں دیکھی بات کو محض اس بنا پر رد نہیں کر سکتا کہ قرینہ اس کے خلاف ہے یوں ہی ثابت بالشہادۃ کو، قرائن سے غایت درجہ اگر ہوگا تو یہ کہ بیان شہود میں ریب و تہمت پیدا ہو اور محرر مذہب ستینا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الاصل میں تحریر فرماتے ہیں کہ ریب و تہمت کے سبب گواہیاں رد نہیں ہو سکتیں۔

فی الہندیۃ عن المہیط عن الاصل القاضی ہندیہ میں محیط سے اصل (مبسوط) کے حوالہ ہے
وان کان یتہمہم فالشہادۃ لاترد بمجرد التہمة
کہ اگر قاضی گواہوں کو تہمت بھی کرے تب بھی محض تہمت کی بنا پر شہادت مردود نہ ہوگی (ت)

شریف زادوں کا مکان سے جا کر باختر خود نکاح کر لینا اگرچہ رسم عام نہیں مگر شرعاً ممنوع و حرام نہیں، اگر تلاش کیجئے تو رامپور ہی میں اس کی سبیس نظیریں ملیں گی اور رات کو پیادہ گلی گلوچوں میں پھرنا تو وہاں بکثرت شائع ہے جس طرح لکھنؤ میں، بریلی میں شریف خاندان اسے ضرور عیب سمجھتے ہیں مگر رام پور میں اگر یہ عیب ہے تو برائے گفتن ہے علی طور پر اکثر خاندانوں میں عیب نہیں بلکہ وہاں بہت جگہ منگنی وغیرہ کی تقریروں میں شب کو آپ ڈھول بجاتی ہوتی نکلتے کی رسم ہے ان میں کنواریاں بیاہیاں جوان بڑھیاں سب طرح کی ہوتی ہیں اور بعض یہاں تک تو مردانہ لباس پہن کر بچے کی بوڑھی لٹاکر نکلتی مٹھنی لگی ہیں یہاں تک مسرور ہوا کہ بعض اونچے گھر والیاں اسی وقت میں سڑک پر مقتول ملیں والی یاد باللہ سب العالمین مفتی و حاکم دونوں پر لازم کہ جہاں کی نسبت حکم یا فتویٰ دیں خاص وہاں کے رسم و رواج پر لحاظ کریں دوسرا رواج اگرچہ کیسا ہی عام ہو وہاں کے اپنے رواج کا معارض نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً رسم و رواج کے قرائن تو اس وقت ڈھونڈئے کہ خود اصل شخص مجبوث عنہ کے افعال و اقوال، حرکات و اعمال پر اطلاع نہ ہو جب خود اس کی حالت معلوم، پھر دوسروں کے رواج سے اس پر حکم کیا معنی، یہاں دو باتیں حیرت خیز و تعجب انگیز اور عقل سلیم سے بعید سمجھی گئیں، ایک تو عصمت جہاں بیگم کا پیادہ گھر سے تنہا چلا جانا، دوسرے اجنبی شخص بوستان خاں سے بیباکانہ یہ گفتگو کر بھائی بوستان خاں میں نے تمہیں اپنے نکاح کا وکیل کیا۔ ان دونوں باتوں کی فزہ نظریں بدرجہا ان سے زائد خود عصمت جہاں بیگم کے افعال و اقوال میں موجود، یہی عصمت جہاں بیگم مدعا علیہا یہی عورت پر وہ نشین ناکتہ ایسی معزز زانیہ شخص کی بیٹی یہی نوجوان کنواری شریف زادی ابھی قریب زمانہ ہوا اس نکاح سے دو ہی مہینے پہلے اپنے مکان

بے اشتباہ کو چھوڑ دینا اصلاً کوئی وجہ نہ رکھتا تھا۔ لاجرم قرین قیاس یہی ہے کہ جیسا وہ کہتا ہے وہی واقع ہو اور اس نے اپنی دیانت خواہ سادگی سے بیان واقعہ میں کوئی نقص نہ کیا تو گزرا تھا بے کم و بیش وہی بیان کر دیا ورنہ وہ بناوٹ چاہتا تو اسے یہ کہنا بہت آسانیاں دیتا کہ عصمت جہاں بیگم ڈولی میں اپنی بھانجی کے پاس آئی اور نکاح کی خواست نگار ہوئی، ہم نے دیوانی و فجی دونوں مقدموں کے کاغذات فریقین و گواہان فریقین کے اظہارات بتفصیل دیکھے اصلاً کسی طرف سے نہ تو عصمت جہاں بیگم کے دامن عصمت میں کوئی لوث الباس نظر آتا ہے نہ بیان حسن رضا خاں میں کوئی امر بعید از قیاس، غیب کا علم عالم الغیب عز جلالہ کو ہے مگر رُودادوں کا ملاحظہ بے رُورعایت حالت واقعہ بتاتا ہے کہ عصمت جہاں بیگم ضرور اپنے نام کی عصمت جہاں ہے حاشا اس پر کسی بد وضعی کا ثبوت نہیں مگر اس کی طبیعت خلعتِ تنوشش باش و آزادی پسند لطیف و ظریف واقع ہوئی ہے وہ صدیوں کا تحمل و درگزر محکومی و دست نگرہی سے بھی بیزار ہے حبیب النبی بیگم اس کی سوتیلی ماں ہے حسب عادت زنان بلکہ رواج عام ہر زمان اس عداوت کے رشتے سے عصمت جہاں بیگم کو اذیت پہنچتی تھی اور کچھ نہ ہو تو کم از کم وہ محض محکوم و دست نگرہ رکھی گئی تھی اس کی آزاد طبیعت اس قید و بند سے بھاگتی تھی جیسا کہ وہ خود اپنے اظہار میں درپردہ شاک ہے کہ میرے پاس روپیہ علیحدہ نہیں رہتا ہے چچا ماں بھائی سے کہہ کر پیر منگوا سکتی ہوں ایسی چیز جس کو میرا جی چاہے اور یہ لوگ منع کریں نہیں منگوا سکتی ہوں، انھیں وجہ سے وہ ایک بارتنگ آکر اسٹیشن تک فرار کر چکی اس بار پکڑی گئی اور پھر اس کو اسی قید کا سامنا ہوا اور منظون ہے کہ اب بوجہ فرار قید و تشدد میں اور اضافہ ہوا ہو وہ وقت کی منتظر تھی اس کا باپ بمبئی گیا ادھر سوتیلی ماں کو ستانے کا زیادہ موقع ملا ہو گا ادھر اس نے اپنی آزادی قائم کرنے کا اچھا وقت پایا سوچی کہ ابکی بار بھی پہلا ہی سا فرار ہوا تو اسی طرح بیکار جائے گا وہ تدبیر کیجے کہ ہمیشہ کو آزاد ہو جائے حسن رضا خاں سے اس کا بیڑا ہو چکا تھا جیسا کہ خود اس کی ماں نے اپنے ایک اظہار میں اقرار کیا ہے اسے سب کے ظاہر ڈولی منگاکر حسن رضا خاں کے یہاں جانے کا حسب رسم زمانہ کوئی موقع نہ تھا لہذا اس کا پاؤں ایک بار کھل چکا تھا رات آنے کی منتظر تھی اس کے یہاں معمولاً آٹھ یا نو بجے رات کو سو جاتے ہیں جیسا کہ خود اس نے اپنے اظہار میں لکھا ہے باپ گھر میں نہ تھا ماں بھائی نو بجے سو گئے اس نے دس بجے راہ مقصود لی اس کے بھائی نے سوتے وقت اچکن ٹوپی اتار کر رکھ دی تھی یہ سمجھی کہ چاندنی رات ہے کہ صفر کی آٹھویں شب تھی اور ابھی راستہ چل رہا ہے جیسا کہ خود اس کی طرف کے اظہاروں میں ہے کہ راہ میں اس کے چچا وغیرہ لوگ ملے تھے اپنے لباس میں کہیں پہچانی نہ جائے لہذا بھائی کی شکرگزاری کے ساتھ اس کی اچکن ٹوپی زیب بدن کی اور وہی ہوا جو وہ سمجھتی تھی کہ

اب کسی نے نہ پہچانا یہاں تک کہ وہ اپنی بھانجی کے گھر میں آگئی، یہاں کی عورتیں اجنبی جوان کو آتے دیکھ کر ضرور گھبراتی ہوں گی مگر یہ محل اس کے کھل جانے کا تھا اس کے اتنے کہنے پر کہ میں ہوں عصمت جہاں بیگم وہ گھبراہٹ اب اس تعجب سے بدل گئی ہوگی کہ تم اس وقت اس وضع میں کہاں، اور اس کا اس نے وہی جواب دیا ہوگا جو اپنی خود مختاری کے اظہار میں کہہ چکی تھی کہ میری سوتیلی ماں مجھے زہر دے دیتی ہے میرا نکاح کر دو ورنہ پہلے کی طرح پھر چلی جاؤں گی وہ خوب سمجھ لی تھی کہ اس کی آزادی قائم کرنے کا اگر کوئی ذریعہ ہے تو یہی نکاح ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ مجبور ہو جائیں گے، شوہر کا گھراستیشن کا کمرہ نہ ہوگا جہاں سے ضامن شاہ خاں پکڑ لے جائیں اس نکاح کے لئے ضرور تھا کہ اس کے اعزہ و اقارب و اہل محلہ نہ بلائے جائیں کہ یہ تو بالکل برعکس مراد ہوتا تو اس کو یہاں قرینہ بے اصلی دعویٰ ٹھہرانا اصل مطلب سے غفلت پر مبنی ہے۔ تلاشی کے وقت ایک ٹوپی کا مدعی کے یہاں سے برآمد ہونا بھی اسی کا مؤید ہے کسی طرح قرین قیاس نہیں کہ لوگ ڈاکہ ڈالنے جائیں اور فقط مرد پے آٹھ آنے کے دو استعمالی کپڑے لے کر چلا آئیں پھر انھیں اپنے یہاں رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ کئی دن بعد تلاشی میں نکلیں حالانکہ کپڑا فوراً پہچانے جانے کی چیز ہے، لاجرم وہ اسی طرح آئے جس طرح مدعی بیان کرتا ہے اور انھیں گھر میں رکھنے سے احتراز نہ کیا کہ خود پہننے والی ہی موجود تھی اور اس نے اپنی خوشی سے نکاح کیا تھا مدعی مٹھیں تھا کہ فساد نہ اٹھے گا آخر کئی روز تک اس کے چچا بھائی خاموش رہے۔ تھانے میں بھی خبر نہ کی بلکہ چپ اور بھائی اور بہنوئی خود یہاں آکر اس سے مل گئے جیسا کہ حبیب النساء بیگم و عصمت جہاں بیگم و نہال الدین خاں کے اظہار سے ثابت ہے وہ اقرار کرتا ہے کہ محمد رضا خاں مجھ کو اندر مکان کے لئے گئے تھے اور دوسرے اظہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ محمد رضا خاں نے لڑکی سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے بھائی آتے ہیں، کیا جو کوئی بھگا کر لاتا ہے اس کے بھائی کو یوں مکان کے اندر لے جاتا ہے، آگے نہال الدین خاں کا کہنا کہ بعد لے جانے کے محمد رضا خاں نے مجھ سے کہا کہ تم کیوں آئے ہو چلے جاؤ ہم تم کو ماریں گے، محض نامقبول ہے، ان لوگوں کو نامنظور ہوتا تو پہلے ہی مکان میں کیوں جانے دیتے، ہاں شاید اس نے اندر جا کر اپنی بہن کو کچھ بہکانا یا دھمکانا شروع کیا ہو، اس پر محمد رضا خاں نے ایسا کہا ہو نیز مدعی کو اطمینان تھا کہ کسی نے فساد چاہا بھی تو عصمت جہاں بیگم جو ان عورت خود مختار ہے اس پر کسی کی ولایت جبریرہ نہیں وہ اپنی عصمت پر تہمت نہ رکھے گی، اور ہوا بھی ایسا ہی، وہاں جو اس کا اظہار ہوا ہے اس میں سارا واقعہ کہہ سنایا مگر جب بالجبر باپ کے یہاں بھیج دی گئی یہاں اسے پڑھایا ہوا سبق پڑھنا پڑا، اس سلسلہ وار قرین قیاس واقعہ کو دیکھ کر کچھ بھی اس کا تعجب نہیں رہتا کہ عصمت جہاں بیگم نے کیونکر بوستاں خاں سے خطاب قبول

کیا ہوگا مگر زیادہ تعجب تو اس کا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کے اظہارات جو اس نے اجنبی مردوں حکام وغیرہ کے سامنے دھڑلے کی صفائی سے آٹھ دس صفحہ مطول پر لکھائے ہیں جن میں وہ عندلیب ہزار و داستان بن کر چمکی ہے جن میں کہیں نہ تو اس کی تیوری پر میل آیا نہ اس کی آنکھ جھپکی نہ اس کی زبان بہکی ہے انھیں ملاحظہ فرما کر اتنی بات کو بعید از عقل سلیم کہا جاتا ہے کہ بھائی بوستان خاں میں نے تمھیں اپنے نکاح کا وکیل کیا، ان اظہاروں کا دیکھنے والا انگشت بندہاں رہ جاتا ہے کہ مکن فوجاں پر وہ نشین شریف زادی جسے غیر مردوں سے بات کرنے کا اتفاق تو بالائے طاق بقول اس کے یہ بھی نہیں جانتی کہ میرے مکان کے دروازہ کے سامنے کس کا مکان ہے وہ اور خاص اہلکاران حکومت کے سامنے جالاک و کیلوں کے بیچ دریچہ جرحوں کے مقابل یہ کچھ ظاہری دکھائیوں صفائی سے نکل جانا سچ پوچھتے تو بعید از عقل سلیم اسے کہتے اس کے ابتدائی اظہار پر پچھتے دار بیان کا تسلسل دیکھ کر وکلانے مدعی کو گمان ہوا تھا کہ شاید اس کے قانون دان باپ نے اسے اظہار لکھ کر دے دیا ہے جسے پڑھ کر سنار ہی ہے جس کا جواب اس نے وہ چمک کر دیا کہ کاغذ دیکھنے والے پر لعنت ہے کتنا پہلو دار جواب ہے، معلوم نہیں اس کاغذ کو کہتی ہے جس کی نسبت وکیل مدعی نے شبہ کیا یا اس کاغذ کو جس پر اس کا اظہار لکھا جا رہا ہے اور وکیل وغیرہ کے پیش نظر ہے، خیر یہاں تو شبہ صحیح تھا خواہ بے اصل مگر جرحوں کے جواب تو وہ لکھ کر دے لاسکتی تھی وہاں اس کی تیز زبانیاں شیوا بیانیہ قابل تماشہ ہیں اس کے باپ کی نسبت کو تو ال ریاست نے لکھا یا ہے کہ تحسہ بہ کار قانون دان مشہور ہے مگر موازنہ توصات کہہ رہا ہے کہ عصمت جہاں بیگم کا اظہار اس کے باپ کے اظہار سے کہیں زیادہ چاق و باطلطراق ہے وہ ان اجنبی مردوں نہ صرف اجنبی بلکہ حاکمانہ اظہار لینے والوں اور مخالفانہ جرحیں کرنے والوں کے مجمع میں اپنی ظریف طبیعت کے رنگ کو بھی نہ بھولی زہر یا دھتورے کے لٹو جنھیں کھلا کر اسے اور اس کے سارے کو بیہوش کر دینا بتایا گیا ہے ان کی تعداد دو وزن تخمینہ سے وکلانے سوال کیا تھا جس کا جواب لکھاتی ہے کہتے نہیں بتا سکتی نہ یہ بتا سکتی ہوں کہ پانچ تھے یا پانچ سے زیادہ تھے، آٹھ تھے یا آٹھ سے زیادہ تھے، تخمینہ سے بھی نہیں بتا سکتی کہ دس تھے یا اس سے زیادہ تھے چار یا پانچ تخمینہ تھے، ان چار پانچ کا وزن نہیں بتا سکتی، نہ ایک لٹو کا وزن تخمینہ بتا سکتی ہوں کہ ماشہ بھریا تولہ بھریا چھٹانک بھر تھا یا سیر بھر تھا یا من بھر تھا۔ سوال تھا کہ ایک لٹو کہتے فوالوں میں کھالیتی تھیں، جواب دیا یہ نہیں بتا سکتی، نہ یہ کہہ سکتی ہوں کہ ایک لٹو کے آٹھ یا دس یا بیس یا پچاس فولے ہوتے تھے۔ سوال تھا کہ لٹو کھانے کے کتنی دیر بعد یہاں سے روانہ ہوئی، کہا تخمینہ بھی نہیں بتا سکتی۔ وکیل نے پوچھا ایک گھنٹے بعد یا ڈیڑھ گھنٹے بعد۔ کہا میں کچھ

نہیں کہہ سکتی سب گھنٹے بعد، پھر ایک سوال کے جواب میں کہا آنے میں اور کھانا کھانے کے وقت تک چار پانچ گھنٹے ہوئے یہ نہیں کہہ سکتی مجھ کو متشابه تھا، وکیل نے پوچھا متشابه آپ کو کیوں تھا، اس پر بولی آپ نے لفظ ”۵“ زیادہ کر دیا مجھ کو کتاب سے بتلا دو یہ میری سمجھ میں نہیں آتا، زہر کے لڈو کھانے کے آثار سے سوال ہوا اس کا جواب دیتی ہے ہم کو یاد نہیں کہ کلچے پر جلن تھی یا نہیں ہم کو یاد نہیں کہ سپٹ میں درد ہوا تھا یا نہیں، یہ بھی یاد نہیں کہ گلے میں سوزش ہوئی تھی یا نہیں، آئینہ ہمارے ہاتھ میں نہ تھا کہ میں دیکھتی کہ آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں یا کیا، مجھے یاد نہیں کہ میرے گلے میں خشکی تھی یا نہیں، تین مہینے سے اونچا عرصہ ہوا۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتی کہ کسی کو پیاس تھی کہ نہیں، میں نہیں کہہ سکتی میرے سر میں درد ہوا یا نہیں، میں نہیں کہہ سکتی کہ چمکا چونہ ہوا یا نہیں، نہ میں نے پاگل دیکھا نہ میں جانوں نہ کو دنا اچھلنا جنون، لڑکھڑانا پاؤں کا پھدکنا ناچنا، وہی تباہی ہوا میں ہاتھ مارنا، ان سب باتوں کو میں نہیں جانتی، یہاں تک کہ لکھاتی ہے کسی مرد نے کہا پلنگ پر لیٹ جاؤ میں لیٹ گئی پلنگ پر لیٹنے کے بعد صبح تک ہوش نہ ہوا صبح کو اٹھی جب معلوم ہوا کہ مجھے خراب و بے عزت کیا پا جائے کی کلیوں پر خون لگا تھا یہ نہیں معلوم کس نے خراب کیا، جب تک منظر ملزمان کے قبضہ میں رہی مظلوم سے برا کام حسن رضا خاں ڈرا دھمکا کر کرتا رہا، کچھ لوگوں کے اظہار اور وکلاء کی چھٹاڑ میں بڑے بڑے مرد گھبرا جاتے ہیں نہ کہ عورت نہ کہ لکھن نہ کہ پردہ نشین نہ کہ ناگوار نہ کہ ایسے مجبورے کی پلی جے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کے دروازے کے سامنے کس کا مکان ہے نہ کہ ایسی گلفشائیاں یہ حرف گیریاں نہ کہ کلیوں کے خون تک کا صفائی سے بیان، یہ سب ایس کی آزاد دنیا کا طبیعت کے چمچے تھے، پھر اسے اتنا کہنا کیا محال تھا کہ بھائی بوستاں خاں! میں نے تمہیں وکیل نکاح کیا غرض یہاں مدعا ئے مدعی کے خلاف کوئی قرینہ نہیں بلکہ قرآن بھی اسی کی طرف ہیں۔

تنقیحات

فیصلہ کے تمام اعتراضات متعلق دعویٰ و شہادات سے فروغ پایا اتنے مختصر لفظ تنقیحات کی نسبت بھی گزارش ہیں کہ ذی علم مجوز نے تین تنقیحیں کیں :

(۱) عصمت جہاں بیگم بالغہ کا نکاح اس کی رضا و توکیل سے ہوا یا نکاح نہ ہوا اور وہ نابالغہ تھی اور حسن رضا خاں اس کا کفو نہ تھا۔

(۲) آیا پیش از نکاح بیڑا ہوا۔

(۳) آیا مدعا علیہا اپنے باپ کے گھر سے تنہا پیدل رات کو آئی یا بالجبر بھگالی گئی۔ پچھلی دو تنقیحوں پر تجویز

دی ہے کہ سوا محمد حسن خاں کے کوئی شہادت نسبت امر دوم نہ گزری شہادت مذکورہ صحیح ہوتی تو بوجہ عدم کفایت کا لعدم تھی پس امر دوم بھی غیر ثابت ہے اور نسبت امر سوم بھی کوئی ثبوت سوا ایک حصہ بیان شفیع حیدر خاں کے پیش نہ ہوا وہ بھی غیر ثابت ہے اگر شہادت صحیح بھی گزرتی تو بوجہ عدم کفایت کا لعدم ہوتی ہماری رائے میں اوکلا امر اخیر کی تنقیح قائم کرنی اور اس پر تجویز دینی ہی محض فضول تھی، اس محکمہ میں حسن رضا خاں کی طرف سے دعویٰ نکاح و عصمت تھا نہ کہ عصمت جہاں بیگم کی طرف سے دعویٰ جرم، تو آنا بخوشی ہوا یا بالجبر، اس کی بحث یہاں محض بیکار تھی، آنادر کنار خود نکاح اگر بالجبر ہو صحیح و نافذ ہے کہ نکاح و طلاق میں اکراہ ان کی صحت میں دخل نہیں۔ درمختار کتاب الاکراہ میں ہے :

صح نکاحہ و طلاقہ و عتقہ الخ۔ اس کا نکاح، طلاق اور عتق صحیح ہے الخ (ت)

ثانیاً تنقیح دوم اس سے زیادہ عبث و لغو تھی کہ نکاح میں بیڑا ہونے نہ ہونے کو تو اصلاً دخل ہی نہیں کیا اگر بیڑا پہلے ہو جاتا تو نکاح صحیح و جائز تھا، نہ ہوتا تو نہ تھا، پھر اسے معرض بحث میں لانا اور اس پر تجویز سنانا یعنی چہ۔

ثالثاً ان دو بیکار تنقیحوں کی جگہ پہلی تنقیح کے ہی دو جزر اخیر کو یعنی عصمت جہاں بیگم کا نابالغ ہونا، حسن رضا خاں کا اس کے لئے کفر نہ ہونا مستقل تحقیق کرنا تھا کہ نفس حکم میں شرعاً ان باتوں کو دخل عظیم تھا مگر وہ ایک بے اتفاقی کے ساتھ پہلی تنقیح میں ضمناً ذکر کر دی گئیں اور مطلقاً ان کی نسبت تحریر فرما دیا کہ ثبوت ذمہ مدعی و تردید ذمہ مدعا علیہا، حالانکہ ان میں جزر اخیر یعنی عدم کفایت کا بار ثبوت ذمہ مدعا علیہا تھا وہ اس میں مدعیہ تھی کہ اصل کفایت ہے لان الناس بنواب و ام (کیونکہ تمام لوگ باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ ت)

سابعاً فیصلہ میں ان دونوں ضروری جزر تنقیح کی نسبت کسی تجویز کا ذکر نہیں عدم کفایت کا تو کوئی ثبوت عصمت جہاں بیگم کی طرف سے نہ گزرا وہ قابل ثبوت تھی بلکہ وہ کاغذات دیکھنے میں آئے ہیں جن سے معاملہ عدم کفایت بالعکس معلوم ہوتا ہے یعنی عصمت جہاں بیگم بہ نسبت حسن رضا خاں کے بہت کم قوم ہے اور ضروری علم مجوز نے بھی اس کی یہ مہمل بات ناقابل التفات جانی اور خود اس کی طرف سے اس کی بحث سے مطلق سکوت نے ظاہر کر دیا کہ وہ صرف برائے گفتن کچھ الفاظ تھے جن کے نیچے معنی نہ تھے بلوغ کے بارے میں مسل میں نظیر و مجربن و ایوں کے اظہار ہیں جن میں وہ لکھاتی ہیں کہ عصمت جہاں بیگم جس کو ہم نے

ابھی دیکھا ہے عرصہ ڈھائی تین سال سے بالغ ہے، مجوز نے سوال فرمایا کہ بلوغ کے آثار بتاؤ، اس پر جواب دیا کہ جوان عورت کی چھاتیاں پوری ہوتی ہیں چنانچہ اس کی چھاتیاں پوری ہیں عارضہ جو عورت کو ہوتا ہے وہ عارضہ بھی اس کو موجود ہے اور اسی قسم کا ایک بیان بوستان خاں نے اپنے اظہار میں کیا ہے وہ کہتا ہے علامات بلوغ کے میں نے دیکھے ہیں کیونکہ وہ میرے سامنے آئی تھی اس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ وہ بالغ ہے وہ جسم عورت تھی اور سینہ کی چوڑائی وغیرہ اور جسم اس کا معمولی عورت سے زیادہ تھا اور چھاتیاں اس کی مثل انار بڑے کے تھیں نکاح ہونے کے بعد دیکھی تھیں یہاں اعتراض کو گنجائش تھی کہ جب ذی علم مجوز نے دایوں کے اس بیان پر کہ وہ ڈھائی تین سال سے بالغ ہے قناعت نہ کی تھی تو انھوں نے جو علامات بتائیں بدرجہ اولیٰ قابل قناعت نہ تھیں پستان کا ابھار شرعاً مثبت بلوغ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے :

لا اعتبار لنبات العانة ولا للحيمة واما نهود
الشدي فذكر الحموي انه لا يحكم به في
ظاهر الرواية وكذا ثقل الصوت كما
في شرح النظم الهاملي ابوالسعود وكذا
شعر الساق والابط والشارب
زیر ناف بالوں یا داڑھی اُگنے کا اعتبار نہیں لیکن
پستانوں کا ابھرنے، تو تھوئی نے ذکر کیا ہے کہ اس
سے بلوغ کا حکم نہ کیا جائے گا ظاہر روایت میں۔
یوں آواز کا ثقل بھی جیسا کہ شرح نظم الہامی ابوالسعود
میں ہے اور یوں ہی پنڈلی، بغل اور مونچھوں کے
بال کا حکم ہے (ت)

اور عورتوں کا عارضہ نہیں معلوم انھوں نے حیض کو کہا یا کسی اور عارضہ نسائی کو، شہادت میں ایسی گول بات نہیں لی جاتی، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس کا بالغ ہونا ذی علم مجوز کو تسلیم ہے جب تو اس کی توکیل پر صحت نکاح کو موقوف فرمایا ورنہ نابالغ کی توکیل و عدم توکیل یکساں ہے اور جب یہ دونوں بحثیں ذی علم مجوز کے نزدیک طے شدہ تھیں اور بیشک ثبوت نکاح و توکیل پر کافی شہادتیں گزر گئیں، صرف شہادت توکیل میں اتنا قصور خود مخائب مجوز باقی رہا کہ عصمت جہاں یکم کو جلال خاں کے سامنے لا کر منہ دکھا کر شناخت کرائی جاتی، اگر وہ شناخت کر دیتا مقدمہ اس روش پر جو آج کل اسلامی ریاستوں اور خود رام پور میں شائع ہو رہی ہے بہمہ وجہ مکمل ہو جاتا اور فیصلہ جی مدعی لازم تھا۔ بالجلہ فیصلہ نامتام و ناقص اور سرسری پیش از وقت ہے، اور جتنی وجہ شہادت مدعی وثبوت دعویٰ پر اعتراض فرمائے ہیں سب بے اصل ہیں، مقدمہ اس تکمیل کا محتاج ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور اس کے بعد فیصلہ جی مدعی ہونا لازم۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از لاہور محلہ بازار حکیمان مرسلہ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۲۳ شعبان ۱۳۲۳ھ
سوال اول کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس قاضی کو تقلید قضا از جانب سلطان وقت
یا از جانب عام رعایا حاصل ہو اور وہ از جانب مقلد خود ماذون بخلاف و نیابت بھی ہو وہ قاضی حاکم عدالت
شرعیہ کو کسی مقدمہ خاص میں یہ تحریر لکھیں حال یہ کہ وہ حاکم عدالت شرعیہ بھی قاضی کے ماتحتوں میں سے
ایک حاکم ہے (کہ اگر ہمیشہ گان زید کا حصہ مال زید میں ہو تو بعد تحقیق دلایا جائے) اور بعد چند روز
حاکم مذکور کو یہ تحریر بھیجے کہ فلاں مقدمہ کا فیصلہ بہت جلدی کر کے ممکنہ بجلیت میرے حضور میں پیش کریں پس
حاکم شرعیہ نے بعد تحقیقات شرعی باتفاق مفتیان عدالت کل عزرات مدعا علیہ دفع کر کے ہمیشہ گان زید
کو متروک زید میں ڈگری دلائی، اب یہ امر دریافت ہے کہ اس ڈگری دلانے کو حکم قاضی کہنا چاہئے یا کیا، اور
اس حکم مجمع علیہ کو تا وقتیکہ خلاف کتاب اللہ و سنت مشہورہ و اجماع نہ ہو خود حاکم شرعیہ مذکور یا قاضی دیگر
اس کا نقص کر سکتا ہے شرعاً بعد ایک زمانہ کے یا نہیں؟ اور اگر حاکم مذکور نے حکم مذکور نقص کر کے خلاف حکم
اول حکم دے دیا تو قابل اجراء شرعاً حکم اول رہے گا یا ثانی۔

سوال دوم: ایک شخص رئیس ریاست اسلام ہے جس کو عزل و نصب اہلکار و عمالان ریاست کا
اختیار حاصل ہے اور اس کو قاضی ماذون بالخلاف بھی کہہ سکتے ہیں اس رئیس نے کسی ایسے شخص کو جو اس
رئیس کا نائب فی التحریر ہے یہ حکم دیا کہ یہ شخص فلاں مقدمہ کا فیصلہ شرعی کرے اس حکم کے بعد امن نانے اس مقدمہ میں فیصلہ
شرعی کر دیا پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نائب، رئیس کے اس حکم دینے کے بعد نیابت فی القضا کا مصداق
ہو سکتا ہے یا نہیں اور اس نائب کا حکم شرعی دیا ہوا بجائے حکم رئیس کے ہے یا نہیں؟ نقص اس حکم کا
رئیس یا وہ خود نائب کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب

(۱) والی ملک رئیس خود مختار حاکم اسلام یا بحال ضرورت حسب روایات جامع الفضولین و توافقیہ
ورداً المختار و غیرہ اتفاق رعایا سے قاضی مطلق بنایا ہوا یا ان کا مقلد قاضی ماذون بالاستخلاف جس مقدمہ
میں کسی اہل قضا کے فیصلہ کا حکم دے وہ فیصلہ فیصلہ قاضی شرع ہے کسی کو اس کے نقص کا اختیار نہیں
مگر جبکہ اپنے مذہب معتمد مفتی بہ کے خلاف واقع ہوا ہو تو منقوض ہوگا بلکہ راساً صحیح ہی نہ ہوا اگرچہ
خلاف اجماع نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے،

القاضی مامور بالحکم باصح اقوال اکھام
فاذا حکم بغیرہ لہ یصح لہ
قاضی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیح ترین قول پر
حکم کا مامور ہے اگر اس کے بغیر حکم کیا تو وہ حکم صحیح

نہ ہوگا۔ (ت)

در مختار میں ہے،

لا یخیر الا اذا کان مجتہداً ابل المقلد متی
خالفاً معتمد مذهبہ لا ینفذ حکمہ و ینقض
هو المختار للفتویٰ کما بسطہ المصنف فی
فتاواہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اختیار نہ ہوگا مگر مجتہد کو بلکہ مقلد جب اپنے قابل اعتماد
مذہب کے خلاف حکم کرے گا تو وہ نافذ نہ ہوگا
اور اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا، یہی فتویٰ کیے
مختار ہے جیسا کہ مصنف نے اپنے فتاویٰ
میں بیسوط کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

(۲) فی الواقع وہ حکم میں استیجار شرائط صحت منقوض نہیں ہو سکتا ہاں اگر خلاف مذہب معتمد ہو رد
کر دیا جائے گا اور نفاذ نہ پائے گا فتاویٰ علامہ قاسم بن قطلوبغا میں ہے :

لیس للقاضی المقلدان یحکم بالضعیف
ولو حکم لا ینفذ اھ مختصراً و تمامہ فی
فتاوانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مقلد قاضی کو جائز نہیں کہ وہ ضعیف قول پر حکم
دے اور اگر اس نے ایسا کیا تو نافذ نہ ہوگا
اھ مختصراً، اور اس کی مکمل بحث ہمارے فتاویٰ
میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از ریاست رام پور محلہ پٹوٹہ مرسلہ محمد رفیق خاں الشوال ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بمقدمہ عبدالعلی خاں ولد محمد عمر خاں بنام محمد رفیق خاں
ولد محمد سعید خاں حاکم دیوانی نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہے کہ مع نقول اظہارات گویا ان فریقین حاضر ملاحظہ
ہے یہ فیصلہ شرعاً صحیح و قابل بحالی ہے یا باطل و قابل منسوخی؟ بتینوا تو جہروا۔

الجواب

کاغذات نظر سے گزرے یہ فیصلہ محض مہمل و مختل واقع ہوا، عبدالعلی خاں نے وقت رجسٹری عند البائع
و المشتري طلب مواثبت و اشہاد کا دعویٰ کیا رفیق خاں کا جو بیان مندرج فیصلہ ہے اس میں اس طلب کا
نہ انکار نہ اقرار بلکہ جواب دعویٰ اس امر پر مستثنیٰ ہے کہ مدعی کو قبل رجسٹری علم بالبیع ہو چکا اور اس نے
نہ فقط تسلیم کیا بلکہ صراحتاً لینے سے انکار کر دیا یہاں جو مسئلہ اسناد الی الماضی فیصلہ میں مذکور ہوا اور اس میں
شفیع کا مدعی ہونا ذکر کیا اس مسئلہ کے فہم میں سخت لغزش واقع ہوئی طلب خصوصیت سے پیشتر کی طرف

اسناد علم وہ اسناد الی الماضی نہیں کہ اس قدر سے تو شفیع کو چارہ نہیں، اگر عین وقت خصوصیت عند القاضی اپنا علم بالبیع بیان کرے اور شفیع کا مدعی ہو شفیع باطل ہو جائے گا کہ اس نے طلب مواثبت و اشہاد دونوں چھوڑ کر طلب خصوصیت سے آغاز کیا اور طلب واحد کو تینوں طلب کے قائم مقام کیا چاہتا ہے یہ باطل و مبطل شفیع ہے کہابینہ المولیٰ خیر الدین الرہلی فی الفاویٰ الخیرۃ لنفع البریۃ (جساکہ اس کو آقا خیر الدین الرہلی نے فتاویٰ خیرۃ لنفع البریۃ میں ذکر کیا ہے۔ ت) بلکہ وہ اسناد الی ما قبل الاشہاد ہے اگر شفیع کہے کہ اشہاد سے پہلے مجھے علم نہ ہوا تھا تو عین کے ساتھ مصدق ہوگا اور مشتری پر مبینہ، اور اگر کہے کہ اس سے پہلے مجھے علم ہوا اور میں نے طلب مواثبت کی تو شفیع پر عینہ کا حقیقہ فیما علقناہ علی رد المحتار (جساکہ ہم نے رد المحتار پر اسے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر یہاں یہ مسئلہ اصلاً زیر بحث نہیں کہ جب طلب مواثبت و اشہاد عند البائع والمشتري کا اقرار انکار مدعا علیہ نے کچھ نہ کیا یہ سکوت ہے اور مذہب اصح میں سکوت بے آفت بھی انکار ہے، درمختار میں ہے :

لو سکت کان انکاراً فسمع البینۃ علیہ
الا ان یکون اخرس، اختیار
اگر خاموش ہوا تو انکار ہوگا جس پر گواہی سنی جائیگی
لیکن اگر گونگا ہو تو پھر انکار نہیں، الاختیار۔ (ت)
بحر الرائق میں ہے :

وبہ افیت لمان الفتویٰ علی قول الشافی
فیما یتعلق بالقضائیکہ
میں نے اسی پر فتویٰ دیا کیونکہ قضا کے متعلق
امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہوتا ہے (ت)

توصورت دائرہ میں مدعی علی حالہ مدعی رہا اور یار ثبوت اسی پر ہوا اور اتنا خود مجوز کو بھی تسلیم ہے
اگرچہ اس کی وجہ دوسری سمجھی تو مدار مقدمہ عینہ مدعی سے ثبوت دعویٰ پر رہا اب اس کے گواہوں پر نظر
ڈالتے تو ایک گواہی بھی اصلاً اس کے مفید نہیں، سید عطاء الحق و محمد علی خاں تو بالکل خلاف دعویٰ
خلاف واقع شہادت دے رہے ہیں زمین بے عمارت بیع ہوئی اور اسی پر شفیع نے دعویٰ کیا مکان
مشتری نے بعد شرائ بنایا اور یہ دونوں گواہ شفیع کی طلب اس لفظ سے بیان کر رہے ہیں کہ مکان

۱۵۴/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشفعۃ	۱۵۴/۲
۱۱۵/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب الدعوی	۱۱۵/۲
۲۰۳/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۰	۲۰۳/۴

محمد توفیق خاں نے جو یہاں ہے میں نے اپنے شفیعہ میں لیا اس مکان کا میں شفیع ہوں۔ قیاض خاں کہتا ہے کہ اسد علی خاں یعنی بائع نے کاغذ رجسٹرار کے سامنے پیش کیا رجسٹرار صاحب نے کاغذ پڑھ کر ستایا تو عبد العلی خاں نے کہا کہ رفیق خاں نے جو زمین بیچی ہے میں نے اپنے شفیعہ میں لی اور بیان کرتا ہے کہ کاغذ رجسٹرار صاحب نے اول سے آخر تک مدعی مدعا علیہ کو ستایا تھا یہاں طلب شفیعہ کو سنانے پر مرتب کرتا ہے اور ستانا اول سے آخر تک کہتا ہے تو مواثبات کا ثبوت درکنار ظاہر مواثبات فوت ہوئی غالباً انھیں وجوہ سے ذی علم مجوز نے بھی ان تین گواہوں کو نظر انداز کیا اگرچہ نہایت قابل افسوس یہ بات ہے کہ یہ گواہان مدعی ہو کر خود ان کے مقرر اور بیان مدعا علیہ کے موافق شہادت دے رہے ہیں اسے نظر انداز کرنا قرین اقصاف نہ تھا کچھ بیان اس کا عنقریب آئیگا ان شاء اللہ تعالیٰ، رہے تین گواہ اور فیصلہ کا سارا دار و مدار انھیں پر ہے ان میں رجسٹرار صاحب کی گواہی تو محض کا لعدم ہے وہ طلب مدعی کے وقت بائع و مشتری کا موجود ہونا ضرور بیان کرتے ہیں مگر ان لفظوں کا نہ کہ ان کے مصداق کا۔ شہادت وہ ہے جو اپنے علم سے ناشستی ہو اور وہ اتنا بھی نہیں کہتے کہ بائع و مشتری اگر میرے سامنے آتیں تو ان کو شناخت کر لوں گا بلکہ اسے بھی اس شرط پر مشروط کرتے ہیں کہ اگر یاد آگئے تو شناخت کر لوں گا پھر مدعی نے نہ ان سے شناخت کرانے کی کوشش کی نہ ظاہر ہوا کہ انھیں یاد آئے یا نہیں تو ایسی گواہی محض پاؤں پر ہوا ہے وقت رجسٹری نسبت حاضری تسلیم مشتری ہرگز اس کا اقرار نہیں کرتا کہ شفیع نے میرے سامنے طلب کی رجسٹری امر آئی نہیں امر متد زمانی ہے اس ناقص گواہی کی تکمیل ذمہ مدعی تھی، وکلائے مدعا علیہ پر کیا ضرورت تھا کہ گواہی مدعی کے رفع نقصان کی درخواست کرتے تو فیصلہ کی یہ تحریر کہ رجسٹرار صاحب کی بابت نسبت شناخت عاقدین کے دلیل مدعا علیہ نے کوئی درخواست پیش نہیں کی اور سکوت کیا تو یہ سکوت دلیل تسلیم کی ہے نہایت عجیب ہے جب گواہی مخالف میں صریح نقص موجود ہے تو سکوت اس بنا پر ہو گا کہ وہ خود ہی ناقص و نامکمل ہے ہمیں اس میں گفتگو کی کیا حاجت، نہ یہ کہ سکوت کیجئے تو ناقص کو کامل مان لیجئے یہ کون سا قاعدہ عقل یا نقل کا ہے، نہیں نہیں بلکہ یوں کہئے کہ گواہی محض نامکمل تھی اور اس کی تکمیل اپنے نفع کے لئے مدعی پر لازم تھی تو مدعی کا سکوت صاف دلیل ہے کہ وہ اس کی تکمیل سے عاجز تھا یا کم از کم اس کو مکمل کرنا نہ چاہا اور ناقابل اسناد رکھا بلکہ غور کیجئے تو غالباً صاف ثابت ماننا پڑے کہ رجسٹرار صاحب کو نہ عاقدین یاد آئے نہ ان کی شناخت کر سکے، اظہارات سے ظاہر ہے کہ وہ بوجہ عاقدین لئے گئے متعدد گواہوں نے ان حاضریں کو اشارہ سے بتایا رجسٹرار صاحب اگر پہچان سکتے تو صاف کہتے کہ وہ دونوں یہ ہیں مولوی نعمت اللہ نے اتنا بھی نہ کہا کہ طلب مدعی کے وقت بائع و مشتری موجود تھے صرف اس قدر کہا کہ یہ یاد نہیں کہ سوا ملازمین رجسٹری اور بائع و مشتری اور عبد العلی خاں کے کوئی اور اس وقت تھا یا نہیں

قطع نظر اس سے کہ یہاں بائع و مشتری مستثنیٰ میں ہیں اور جمہور خفیہ کے نزدیک مستثنیٰ سکوت عنہ ہوتا ہے اور سکوت بیان نہیں تو بائع و مشتری کی نسبت گواہ کو کچھ یاد ہونا اصلاً ثابت نہ ہوا یہاں جب گواہ نے یہ کہا کہ یاد نہیں کہ کوئی اور تھا یا نہیں، تو اس "یا نہیں" نے حکم کو مردود کر دیا اور یہ استثناء حکم مردود سے ٹھہرا جس کا حاصل یہ ہوا کہ مستثنیٰ لوگوں کی نسبت احد الامرین یاد ہے، ہونا یا نہ ہونا نہ یہ کہ خاص ہونا یاد ہے اس کی توزیع یوں ہو سکتی ہے کہ ملازمین رجسٹری کی نسبت ہونا یاد ہو اور بائع و مشتری کی نسبت نہ ہونا پس دونوں مذہب پر یہ شہادت بالاتفاق مہمل و ناکافی ہے معہذا مولوی نعمت اللہ کا بیان صراحتہ مدعی و دیگر گواہان مدعی کی تکذیب کرتا ہے وہ لفظ طلب یہ بیان کرتا ہے کہ صاحب قوم گواہ رہنا کہ یہ بیعہ میں نے اپنے شفیعہ میں لیا اور صاف تصریح کرتا ہے کہ یہ لفظ کسے تھے یعنی نقل بالمعنی نہیں نقل باللفظ ہے اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ صریح حصر کر دیا کہ یہی لفظ کسے تھے حالانکہ مدعی و دیگر گواہان سب کے بیان میں لفظ طلب ان کے غیر اور ان سے زائد ہیں، نیاز علی خاں کی گواہی اگر صاف بھی ہوتی تو ایک تنہا کیا قابل سماعت تھی مگر اس نے صرف عبد العلی خاں کہا ہے مجرد اسم کے سوا کوئی تعیین تمیز کا بیان نہ کیا نہ وقت اظہار اس کو اشارہ سے بتایا یہ اعتراض نہ تنہا اس پر بلکہ باقی سب گواہوں پر بھی ہے فریقین میں کسی نہ کسی کی تعیین ہر ایک کے اظہار میں متروک ہوئی ہے اور شرعاً ایسی نامعین گواہی معتبر نہیں، ائمہ کرام تو حاضر پر اشارہ شرط بتاتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے:

يحتاج في الشهادة على الحاضر الى الاشارة الى المدعى عليه والمدعى الخ۔
کسی حاضر پر شہادت میں مدعی یا مدعی علیہ کی طرف اشارہ ضروری ہے الخ (ت)۔

اور آج کل عامیاء روش میں جو توصیف بلفظ مدعی و مدعا علیہ پر قناعت کی جاتی ہے ان شہود نے یہ لفظ بھی بعض فریقین کی نسبت نہ کہ تو صرف نام کیا کافی ہو سکتا ہے عبد العلی خاں ہزاروں ہیں بالکل گواہان مدعی میں اصلاً کوئی گواہی قابل التفات نہیں تو یہاں اس مسئلہ سے استناد کہ بیعہ مشتری سے بیعہ شفیعہ ادلی ہے محض باطل و بے معنی ہے پہلے بیعہ ہو بھی تو جب تو اولویت و عدم اولویت میں بحث کی جائے۔ علاوہ بریں روایات منقولہ فیصلہ اس صورت میں ہیں کہ جب یہ دعویٰ طلب کرے اور وہ انکار کہ اس کو علم ہوا اور طلب نہ کی فیصلہ میں درمختار سے نقل کیا،

انکر مشتری طلب المواثبة فانه يحلف
علم العلم وان انكر طلب
مشتری نے مواثبہ کے طلب سے انکار کیا تو
علم کے متعلق حلف لیا جائے اور اگر گواہی کے

الاشهاد حلف علی البینات ولو برهن قبینة
الشفیع احق
طلب سے انکار کرے تو بینہ پر حلف لیا جائے اور
اگر بینہ پیش کریں تو شفیع کا بینہ اولیٰ
ہوگا۔ (ت)

نیز نقل کیا،

مشتري میگوید کہ تو روز بخشنہ دانستہ و طلب
نکرده قول قول مشتري بود لانه ينكر الطلب
والبینة علی الشفیع
مشتري کہتا ہے تو نے جمعرات جان لیا اور مطالبہ
نہ کیا تو مشتري کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ طلب
کا منکر ہے اور بینہ شفیع پر ہے۔
(ت)

نیز عالمگیری سے لکھا،

اقام المشتري بينة ان الشفیع علم
بالبيع ولم يطلب الشفعة و اقام
الشفیع البينة انه طلب حين علم
فالبينة بينة الشفیع
مشتري نے گواہی پیش کی کہ شفیع نے بیع کا
علم ہونے کے باوجود شفیع کا مطالبہ نہ کیا
اور شفیع نے گواہی پیش کر دی کہ اس نے علم
ہو جانے پر شفیع کا مطالبہ کیا ہے تو شفیع کی
گواہی معتبر ہے۔ (ت)

اسی طرح بقیہ عبارت میں تصویر مسئلہ دعویٰ طلب و انکار طلب میں ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے
کہ نفی مجرد پر گواہی مقبول نہیں فان البينات للاشبات كما اثبتته الائمة الاشبات (تو بیشک شہاد
اثبات کیلئے ہوتی ہے جیسا کہ ائمہ نے اس کو ثابت کر لیا ہے) مگر یہاں مشتري یا اسکے گواہوں نے صرف انکار طلب پر قناعت
نہ کی بلکہ صاف یہ کہا کہ بعد بیع شفیع کو اطلاع دی گئی اور اس نے لینے سے صریح انکار کیا یہ شہادت نفی نہیں
شہادت اثبات ہے اور اس کی تاریخ مقدم ہے اور گواہی گواہان شفیع اس کے معارض نہیں ہو سکتی
ان کا علم اس قدر کو محیط ہے جتنا شفیع سے وقت رجسٹری صادر ہوا انھوں نے ہرگز نہ کہا کہ اس پہلے شفیع نے لینے سے
انکار نہ کیا تھا یا شفیع اس پہلے علم بالبیع ہوا تھا اور وہ ایسا کہہ سکتے تھے اور اگر کہتے تو مقبول شہاد کہ اب انکی شہادت شہادت

۱ در مختار	کتاب الشفعة	مطبع مجتبائی دہلی	۲۱۶/۲
۲			
۳ فتاویٰ ہندیہ	الباب الثالث	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۴۴/۵

علی النفی ہوتی و انما البینات للاثبات (حالانکہ گواہی اثبات کیسے ہوتی ہے۔) یہاں اگرچہ کلام بروحبہ دیگر ممکن مگر مقصود یہ ہے کہ روایات منقولہ فیصلہ یوں بھی صورت مقدمہ سے جدا ہیں نظر بردار و مذاظاہر یہی ہے کہ واقع میں شفیع کو پہلے سے علم ہو چکا تھا اب کہ نگاہ عوام میں وقعت دعویٰ پیدا کرنے کے لئے اس کا منظر ہا کہ جب بیعنامہ رجسٹری میں پیش ہو تو رجسٹرار کے سامنے طلب بجائے تاکہ ایک قیمتی گواہ طلب کامل جائے لہذا وہ خاص اسی دن اسی وقت محکمہ رجسٹری میں پہنچا جبکہ بیعنامہ رجسٹری ہونے کو تھا اگر اسے پہلے سے کچھ علم نہ تھا تو خالص اس دن باریخ وقت کی تعیین کسی الہام کے ذریعہ سے ہوئی یا خواب سے اور خود اس کے گواہوں سے دو گواہ صاف بتا رہے ہیں کہ پیش از طلب اسے علم ہو گیا تھا، سید عطار الحق نے کہا کہ عبد العلی خاں قبل پیش ہونے بیعنامہ کے گھنٹہ بھر اول یہ کہہ گئے تھے کہ میں طلب شفیع کروں گا۔ محمد علی خاں کہتا ہے رجسٹری کے محکمہ کے باہر مجھ سے عبد العلی خاں نے کہا تھا کہ میں طلب شفیع کروں گا، مشفوعہ کا کاغذ آج تصدیق ہو گا ایسی صریح باتوں کو جن سے خود گواہان مدعی بطلان شفیعہ کی شہادت دے رہے ہیں نظر انداز کرنا بہت نامناسب تھا اس فیصلہ کے بطلان پر اور بھی وجوہ ہیں مگر جس قدر مذکور ہوا اظہار حق کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی و وافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸ از ریاست رامپور محلہ گھیر قچ محمد خاں مرسلہ سعید الرحمن خاں ۲۰ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرع متین ایچ اس مسئلہ کے کہ مسیحی زید نے جو مسلمان ہے مسیحی بکر کے پاس جو ہندو ہے زیور نفرتی و زنی دو صد روپیہ بھر بالعوض ایک سو پندرہ روپیہ کے بشرح سود فیصدی دو روپیہ ہوا رہن کیا بکر نے جانچ و زن زیور کا کر کے نفرتی سمجھ کر رکھ لیا اور زر سود زید بکر کو ماہ بماء ادا کرتا رہا، اب جو زید نے بکر پر عدالت میں دعویٰ انفکاک رہن با د ائے ایک سو پندرہ روپیہ زر رہن کے کیا تو بکر یہ عذر کرتا ہے کہ وہ زیور مرہونہ نفرتی نہیں تھا بلکہ قسم جرمن سلور کا تھا جو نہایت کم قیمت جنس بمقابلہ فقرہ کے ہے مگر بکر نے کوئی شہادت اس بارہ میں پیش نہیں کی زید کی طرف سے جو گواہ گزرے ہیں وہ متفق اللفظ زیور کا نفرتی ہونا بیان کرتے ہیں البتہ تفصیل زیور میں کچھ اختلاف بیانی ہے جو اس وجہ سے قابل لحاظ نہیں ہے کہ حسب دعویٰ زید زیور کا و زنی دو صد روپیہ ہونا مسئلہ بکر ہے۔ بکر کو صرف عذر قسم زیور یعنی فقرہ و جرمن سلور ہونے میں ہے عدالت نے بلا کسی شہادت کے قول مرتن کو تسلیم کر کے فیصلہ دیا ہے جس کی نقل شامل استفتاء ہذا ہے اور زید نے بنا راضی اس فیصلہ عدالت کے مرافعہ بعدالت بالادست کیا ہے نقل وجوہات اپیل بھی منسلکہ استفتاء ہذا ہے بعد ملاحظہ فیصلہ عدالت و وجوہات اپیل حسبہ اللہ فتویٰ تحریر فرمائیے کہ فیصلہ عدالت جو بحوالہ ایک روایت فقہ کے ہے صحیح و درست ہے یا غیر صحیح اور قابل منسوخی ہے یہ ملحوظ فرمایا جائے کہ مرتن ہندو اور راہن

مسلمان ہے اور حسب رواج بازار جو کوئی زیور رہن رکھتا ہے اول جانچ اس کی بخوبی کر لیتا ہے کہ وہ کس قسم کا ہے اور کس مالیت کا ہے بوقت رہن مرہن نے جانچ کر کے اور اس کو قسم فقرہ تسلیم کر کے رہن کیا تھا فقط۔

الجواب

فیصلہ نظر سے گزرا، سخت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ باستثنا اتنی بات کے کذبی علم فاضل مجوز نے اس میں دو تنقیحیں قائم فرما کر تنقیح دوم خلاف مدعا علیہ تجویز فرمائی، باقی وہ سرتاپا باطل و خلاف شرع واقع ہوا، تنقیحیں یہ ہیں،

(۱) آیا مدعی نے زیور فقرہ مندرجہ عرض دعویٰ بعوض ماعے مدعا علیہ کے پاس رہن رکھا تھا کہ اب تک بقبضہ مدعا علیہ ہے، اب مدعی بہ ادائے ماعے زیور طلب کرتا ہے باوجود اقرار تک نہیں کرتا ثبوت ذمہ مدعی۔

(۲) آیا زیور جرمن سلور کا تھا فقرہ کہہ کہ مدعا علیہ کو دھوکا دے کر ماعے لے لئے ثبوت ذمہ مدعا علیہ۔

تنقیح اول کو فاضل مجوز نے تین وجہ سے خلاف مدعی فیصل کیا؟

وجہ اول جہالت شہادت کہ کسی شہادت سے تفصیل زیور مطابق عرضی دعویٰ بقید وزن و قیمت ثابت نہیں جس کا اظہار و تعین ضروری ہے۔

وجہ دوم اختلاف باہمی شہود، اور وہ دو ہیں،

(۱) پہلے گواہ نے مدعی کا دکان مدعا علیہ پر بہم راہی شفیع خاں آنا نہیں بیان کیا، گواہ ۷ نے دکان مدعا علیہ کا آنا بہم راہی شفیع خاں بیان کیا ہے، حالانکہ جلسہ واحد کے گواہ ہیں۔

(۲) گواہ ۷ نے ایک کاغذ مدعی کا لکھنا اور ۷ نے اس کے خلاف مدعا علیہ کا ایک رقعہ فارسی میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر مدعی کو دینا تحریر کرایا ہے حالانکہ مدعا علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا، نہ مدعی نے مدعا علیہ کا رقعہ لکھنا عرضی دعویٰ نہ اظہار میں لکھا یا بلکہ مدعی نے اپنے اظہار میں ایک شخص غیر سے رقعہ لکھنا مدعا علیہ کا استراہی اپنا بیان کیا ہے حالانکہ توافقی درمیان شہادت کے شرط ہے۔

وجہ سوم تناقض دعویٰ کہ مدعی نے جو تفصیل زیور عرضی دعویٰ میں تحریر کی اس کو مالیتی دو سو روپیہ تحریر کی اور جو وزن ہر عدد کا تحریر کیا از روئے میزان کل زیور ماعے بھر ہوتا ہے اور جو

بیان مدعی عدالت میں تحریر ہوا اس میں وزن زیور دو سو روپیہ بھر ہونا لکھا یا ہے لغوی بیانی مدعی بدایہٴ واضح ہے کہ فی زمانہ زیور نقرہ دو سو روپیہ بھر قیمتی دو سو روپے کا کسی عنوان نہیں ہو سکتا۔ یوں تنقیح دوم کو خلاف مدعا علیہ فیصل فرمایا اور تصریح کی کہ امر مذکور بحق مدعا علیہ غیر ثابت ہے کہ اس قول کی کہ مدعی زیور جرمن سلور نقرہ فی ظاہر کر کے رہن رکھا کوئی شہادت منجانب مدعا علیہ نہ گزری نہ مثل آمدہ فوجداری میں کوئی ثبوت قول مدعا علیہ کا ہے اس وجہ سے کہ مسل مذکور بر بنائے عدم پیروی خارج ہوئی ہے۔ تنقیحوں کی نسبت یہ تجویزیں دیکھ کر فرمایا لیکن چونکہ مدعا علیہ کو اقبال ہے کہ مدعی زیور وزنی دو سو روپیہ بعض ماحض رہن رکھ کر روپیہ لے گیا مگر زیور مرہونہ جرمن سلور کا ہے اور مدعی کو دعویٰ ہے کہ میں نے زیور چاندی کا رکھا یعنی غیر اس کے جو عدالت میں مدعا علیہ نے پیش کیا تو لائق تصفیہ یہ ہے کہ بصورت عدم ثبوت قول فریقین بحالت اقبال فریقین بصراحت مذکورہ کس کا قول لائق اعتبار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ جس ایسے دعویٰ میں کہ رہن کہے میں نے زیور اس کا غیر رہن رکھا ہے اور مرہن کہے میں رکھا ہے، قول مرہن معتبر ہے کہ وہ قابض ہے (ترجمہ درمختار جلد رابع ص ۴۸۰) چونکہ نفس رہن و نقد از رہن میں اختلاف نہیں پس جبکہ قول مرہن معتبر ہے مگر بخلع لیکن یہاں اس مدعا علیہ کی نسبت اخذ حلف مدعی کے نہیں تو قابل نفاذ حکم حسب قول مدعا علیہ زیور مرہونہ یہی جرمن سلور کا رہا جو بادائے ماحض دعویٰ مدعی لائق ڈگری ہے بنا براں حکم ہوا کہ دعویٰ مدعی واسطے دلائے جانے اسی زیور موجودہ کے بادائے ماحض کے بحق مدعی ڈگری ہو انتہی تمام تجویز و فیصلہ کا حاصل اسی قدر ہے، اس میں تنقیح دوم خلاف مدعا علیہ تجویز ہونا ضروری و بجائے باقی تمام تجویز میں براہ بشریت غلطی ہوئی۔ تنقیح اول کو خلاف مدعی تجویز فرمانے کی تینوں وجہیں محض ناکافی۔ تناقض دعویٰ جس کا ضرر خود جانب مدعی عائد ہو ہرگز مانع صحت دعویٰ نہیں، پہلے وہ زیور نقرہ وزنی ماحض کا مدعی تھا پھر صرف وزنی ماحض کیا اس میں اپنے ہی لئے ماحض بھر چاندی کی کمی کر لی اسے جرہ متروک کہتے ہیں نہ تناقض

جس کا حاصل یہ کہ اب اس کا دعویٰ صرف دوسروں پر بھریزور نقری کی نسبت رہا زیادہ کا دعویٰ متروک ہو گیا نہ کہ تمام وکال باطل بٹھرا۔ جامع الفصولین جلد اول ص ۱۳۵ میں ہے :

التناقض على نفسه لا يمنع صحة الدعوى
لانه ادعى اولا كل المال لنفسه ثم
ادعى بعضه فقد ادعى النقص من الاول
فتسمع له

اپنے معاملہ میں تناقض صحت دعویٰ کے لئے مانع نہیں ہے اس لئے کہ پہلے کل مال کا دعویٰ اپنے لئے کیا پھر بعض مال کا، تو یہ پہلے مال سے کم ہے تو قابل سماعت ہوگا۔ (ت)

ایضاً ص ۱۲۴ :

ادعاء مطلقا فقال المدعى عليه في
دفعه انه كان ادعاء بسبب فقال المدعى
انا ادعيه الآن بذلك السبب و تركت
دعوى الملك المطلق تسمع دعواه ثانيا
ويبطل الدفع له

کسی نے مطلقاً دعویٰ کیا تو مدعی علیہ نے دفاع میں کہا اس نے تو سبب سے متعلق دعویٰ کیا تھا اس پر مدعی نے کہا میں اسی سبب کے متعلق دعویٰ کر رہا ہوں اور پہلا مطلق دعویٰ ترک کرتا ہوں تو سماعت دوبارہ ہوگی اور مدعی علیہ کا دفاع باطل ہو جائیگا۔ (ت)

ایضاً ص ۱۴۵ :

ادعى عليه اربعة اشياء سماها فانكر فحلف
ثم قال المدعى كنت اخذت الاثنين من
الاربعة وبرهن على الاثنين تقبل له

ایک نے دوسرے پر چار چیزوں کا دعویٰ کیا مدعی علیہ نے انکار کر دیا اور قسم اٹھالی، پھر مدعی نے دعویٰ میں کہا کہ میں نے دو چیزیں چار میں سے لے لی تھیں اور باقی ماندہ پر دو گواہ پیش کئے تو گواہی قبول ہوگی (ت)

ایضاً ص ۱۲۵ :

التناقض انما يمنع اذا تضمن ابطال حق
على احد

تناقض اس وقت مانع ہوگا جب اس سے کسی کا کسی پر حق باطل ہوتا ہو۔ (ت)

۱۵۳/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل العاشر	جامع الفصولین	۱
۱۲۴/۱	" "	" "	" "	۲
۱۴۵/۱	" "	" "	" "	۳
۱۲۵/۱	" "	" "	" "	۴

فتاویٰ خلاصہ میں ہے :

24

ادعی علی آخر نصف دار معین ثم ادعی بعد
ذلك جميع الدار لا يسمع و علی القلب
یسمع

عالمگیری جلد چہارم ص ۲۵۰

لو ادعی انها له ورثها من ابیه ثم ادعی
هو مع اخر انها ورثها من المیت و

ایک نے دوسرے پر کسی معین دار کے نصف کا دعویٰ
کیا پھر کل دار کا دعویٰ کر دیا تو یہ دعویٰ قابل سماعت
نہیں، اگر اس کا عکس ہو تو قابل سماعت ہوگا۔ (ت)

کسی نے ایک حویلی کے متعلق دعویٰ کیا یہ میری ہے
اور مجھے والد کی دراشت میں ملی ہے پھر اس نے

عہ درست یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں قابل سماعت
ہے ہاں اگر نصف کے دعویٰ کے وقت یہ کہہ دیا ہو
کہ باقی میں میرا حق نہیں تو اس صورت میں دونوں
دعویے قابل سماعت نہ ہوں گے، جیسا کہ محیط میں
ہے اھ ہندیہ میں کہتا ہوں یہ اس لئے کہ اس
صورت میں اسکے دونوں قول میں تناقض ظاہر ہے کہ
پہلے دعویٰ کے مقابلہ میں دوسرے میں زیادہ کا
مدعی ہے لہذا دونوں قول باطل ہوں گے اس کے
بخلاف جب پہلے کل دار کا مدعی ہو اور بعد میں
نصف کا، اور ساتھ ہی کہہ دیا ہو کہ باقی میں میرا حق
نہیں ہے تو دوسرا دعویٰ قبول کیا جائے گا کیونکہ
پہلے دعویٰ کے بعض کو اس نے ترک کر دیا جبکہ
اپنے حق میں تناقض صحت دعویٰ کو مضر نہیں ہے

عہ والصواب انه یسمع فی الوجهین
جميعا الا اذا كان قال وقت دعوی النصف
لاحق لی فیہا سوی النصف فحينئذ
لا تسمع دعویا کذا فی المحيط اھ
ہندیہ، اقول و ذلك للتناقض الصریح
بین قولیه وقد عاد یدعی اکثر ما ادعی
اولا فبطل القولان بخلاف ما اذا ادعی
اولا جميع الدار ثم ادعی نصفها و قال
لاحق لی فیہا سوی النصف حیث تقبل
الدعوی الثانية لانه من باب ترك بعض
الدعوی والتناقض علی نفسه لا یضر
صحۃ الدعوی کما اسمعناک من جامع
الفصولین ۱۲ منہ -

جیسا کہ قبل ازیں ہم نے آپ کو جامع الفصولین سے سنایا ہے ۱۲ منہ (ت)

۸۹/۴

مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

لہ خلاصہ الفتاویٰ کتاب الدعوی الفصل الاول

۷۰/۴

نورانی کتب خانہ پشاور

لہ فتاویٰ ہندیہ الباب الثامن

کا اختلاف قرار دیا جائے گا حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے ،

افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا۔^۱ عند کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں کثیر اختلاف پاتے۔ (ت)

اور اس کی تولا کھوں مثالیں ملیں گی کہ بہت باتیں جو قرآن عظیم نے ذکر قصص میں ترک فرمائیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام نے بیان فرمائیں ، کیا یہ اللہ و رسول کا اختلاف بیان ٹھہرے گا و الیہذا اللہ تعالیٰ اختلاف دوم کی بھی حالت اسی کے قریب ہے گواہ اول نے مدعی کا ایک کاغذ لکھنا بیان کر کے صاف کہہ دیا کہ یا د نہیں کس نے لکھا تھا تو وہ اس کے کلام میں ذکر تحریر کا لعدم ہو گیا ایک شخص کے زید نے فلاں کام کیا دوسرا کہے یا د نہیں کس نے کیا تو اس میں کیا اختلاف بیان ہوا ، معہذا اگر اس کا وہی قول لیجئے کہ مدعی نے ایک کاغذ لکھا تو اس کے کلام میں یہ کہاں ہے کہ مدعا علیہ نے کچھ نہ لکھا اس کا ترک ذکر ہے نہ ذکر نفی اور گواہ دوم مدعا علیہ کا ایک رقعہ لکھنا بیان کر کے کہتا ہے اور کوئی رقعہ نہیں لکھا گیا تھا یہ بظاہر اس نکتہ پر کہ گواہ اول کے بیان میں مدعی کا کاغذ لکھنا بالجزم فرض کر لیں اختلاف مذکورہ فیصلہ سے زیادہ اختلاف مہم ہو سکتا ہے کہ وہاں اثبات تھا اس میں نفی ہے مگر ذی علم فاضل مجوز نے اسے قلم انداز فرمایا اور وہ جو اختلاف میں زیبا اور ایسا ہی چاہئے تھا کہ یہاں اثبات و نفی ایک شے پر وارد نہیں جس سے اختلاف پیدا ہو عرف الناس سے آگاہ جانتا ہے کہ ایسی جگہ رقعہ صرف اس کاغذ کو کہتے ہیں جو سند کے لئے بطور حاک و دستاویز تحریر ہوتا ہے ، گواہ اول نے لفظ رقعہ نہ کہا کاغذ کہا وہ رقعہ سے عام ہے اور خاص کی نفی عام کی نفی کو مستلزم نہیں ، ممکن کہ عام دوسرے فرد کے ضمن میں متحقق ہو یعنی مدعی نے کوئی رقعہ لکھا ہو بلکہ اور کوئی کاغذ مثل یادداشت فہرست زیور وغیرہ تحریر کیا ہو ، اس میں کیا تناقض ہوا ، ذی علم مجوز کا یہ فرمانا کہ حالانکہ مدعا علیہ فارسی لکھنا نہیں جانتا معلوم نہیں کس بنا پر ہے کیا مدعا علیہ کا زبانی انکار ہوا وہ مان لیا یا اس کی نفی پر کوئی شہادت گزری حالانکہ ایسی نفی پر شہادت اصلاً مسموع نہیں شخص غیر اور خود مدعا علیہ کے لکھنے میں کیا منافات ہے اگر اظہار گواہ دوم میں یہ لفظ کہ اپنے ہاتھ سے لکھا نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ لکھوانے کو لکھنا کہنا برابر عرف شائع ہے خود اسی فیصلہ میں مجوز نے فرمایا کہ مدعی نے تفصیل زیور عرضی دعویٰ میں تحریر کی وزن ہر عدد کا تحریر کیا حالانکہ عرضی دعویٰ غالباً و کلام نہ کہتے ہیں نہ کہ خود مدعی ۔ اور اگر اظہار میں اپنے ہاتھ سے لکھنے کا ذکر ہے جب بھی کیا دونوں کا لکھنا جمع نہیں ہو سکتا ۔ کیا اکثر ایسا نہیں ہوتا کہ آدمی خود مسودہ کر کے جس کے متعلق ہے

اقام البينة فشهد الشهود بان له
طريقا في هذه الدار جازت شهادتهم
وان لم يجدوا الطريق لان الجهالة
انما تمنع قبول الشهادة اذا تعذر القضاء
بها وههنا لا يتعذر فان عرض الباب
العظمى يجعل حكما لمعرفة الطريق
اه مختصرا.

دعوی کیا اور اس پر گواہ پیش کئے تو گواہوں نے
گواہی دے دی کہ اس حویلی میں اس کا راستہ ہے
تو یہ شہادت جائز ہے اگرچہ حویلی میں راستہ موجود
نہیں پاتے، کیونکہ جہالت و بے شہادت کی قبولیت
میں مانع ہوتی ہے جب وہ قضا کو متعذر بنا دے
جبکہ یہاں متعذر نہیں ہے کیونکہ بڑے دروازے
کی چوڑائی سے راستے کا فاصلہ معلوم ہو سکتا ہے
اه مختصراً۔ (ت)

اسی میں ہے،
قدمت ما هو الاظهر الاشهر
طحاوی ورد المختار میں ہے،
قدمه قاضی خاں فکان هو المعتمد
قاضی نے اس مسئلے کو پہلے ذکر کیا ہے لہذا
یہی قابل اعتماد ہے (ت)

عالمگیری میں ہے،
الاصح ان هذه الشهادة مقبولة على
كل حال كذا في المحيط
اور یہاں طریق حکم واضح ہے جسے عنقریب بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ شہادت
اس امر کے لئے درکار ہوتی ہے جس میں فریقین مختلف ہوں نہ کہ اس کے لئے جس میں اتفاق ہو
ایک سو پندرہ روپے کے عوض زیور رہن رکھا جانا اور اس کا دو سو روپے بھروسہ میں ہونا مرتن کو
خود قبول ہے تو وزن پر شہادت کی اصلاً حاجت نہ تھی اختلاف اس میں تھا کہ زیور چاندی کا تھا یا

۵۱۱/۳	۱۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الدعوی باب الیمین رجل ادعی نول کشور کھنڈو
۲/۱	۲۔ مقدمۃ الکتاب
۵۵/۲	۳۔ ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب العشر دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۰۴/۴	۴۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعوی الباب الحادی عشر نورانی کتب خانہ پشاور

جرمن سلور کا، اس کی نسبت دونوں گواہوں نے بالاتفاق موافق دعویٰ شہادت ادا کی تو یہ بنیہ اس اقرار مرتہ سے مل کر ثبوت دیتی ہے کہ چاندی کا زیور وزن میں دوسرو پے بھر ماحضہ کے عوض مرہون تھا اب طریق حکم میں کیا خفا ہے شہادتیں جب کہ موافق قبول نہ رکھیں مجوز پر لازم ہوا کہ دوسرو پے بھر نفرتی زیور ماحضہ لے کر راہن کو واپس دینا مرتہ پر لازم کرے اعداد زیور کا شہادت سے تحقیق نہ ہونا مانع حکم نہ ہوگا کہ جنس شعی مدعی مع وزن و قدر زر رہن معلوم ہو لی اسی قدر اس پر الزام حق کے لئے کافی و وافی ہے، معین الحکام ص ۱۴۴ ایس ہے،

لوقالوا لشہدان لہ علیہ دراہم لا نعرف
عددها فہی ثلثۃ ، و کذا الوشہد و انت
علیہ درہمات جعلت ثلثۃ ثم حلف علی
شہادتہم لان الشہود قد بئیتوا بالشہادۃ ہم
شیئاً معلوماً وہی الدراہم و یحلف مع
شہادتہم لجواز ان یکون اکثر من
ذلک

اگر گواہوں نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس کے دوسرے پر دراہم ہیں جن کی مقدار معلوم نہیں تو تین درہم کا حکم ہوگا اور یونہی اگر انہوں نے دراہم کی جگہ درہمات کہا یعنی جمع کی تصغیر بتائی تو بھی تین ہی ہوئے پھر قاضی اس شہادت کے ساتھ ساتھ مدعا علیہ سے قسم لے گا (کہ اس سے زائد نہیں) کیونکہ گواہوں نے ایک معلوم چیز کی شہادت دی یعنی دراہم جس کی تعداد معلوم نہیں، قسم اس لئے لی جائے گی کہ ہو سکتا ہے تعداد تین سے زیادہ ہو، زائد کا انکار پر قسم ہوگی (ت) دیکھو فقط اتنی شہادت پر کہ مدعا علیہ پر مدعی کے کچھ روپے ہیں یا تھوڑے سے درہم ہیں حالانکہ گواہ صاف کہہ رہے ہیں کہ میں گنتی نہیں معلوم کہ کتنے روپے آتے ہیں شرع نے گواہی مقبول رکھی اور اقل درجہ یعنی تین روپے لازم کئے اور اسے ایک شے معلوم پر شہادت دینا فرمایا یعنی روپے جس سے فقط جنس مدعی بہ کا علم ہوا نہ کہ عدد و وزن مجموع کا جس کے علم سے گواہوں نے صاف انکار کر دیا تو یہاں کہ شاہدوں نے جنس بھی بتائی کہ چاندی کا تھا اور مجموعی وزن بھی بتایا کہ دوسرو پے بھر تھا اور خود یہ مجموعی وزن فریقین کو تسلیم بھی ہے یہ کیونکر شہادت مجبولہ قرار پا کر رد ہو سکتی ہے۔ غرض تنقیح اول کی تجویز سراسر غلط واقع ہوئی، اس کے بعد فیصلہ میں اور سخت بھاری غلطیاں ہوتیں جن کا اندازہ بھی دشوار ہے ذی علم فاضل مجوز نے یہاں ہی اور مدعا علیہ کی شناخت میں غور نہ کیا عوام کا خیال یا عرف یہ ہے کہ جو کچھری میں پہلے آکر نالشی ہو مطلقاً وہی مدعی ہے اور جواب دینے والا مدعا علیہ۔ مگر شرع مطہر میں ہزار بار

اس کا عکس ہو جاتا ہے جو نالش لے کر آیا مدعا علیہ ٹھہرتا اور جواب دہندہ مدعی قرار پاتا ہے۔ ولہذا علماء فرماتے ہیں کہ مدعی مدعا علیہ میں تمیز کرنی ایک سخت مہم و دشوار کام ہے جس میں غور کامل حاکم پر فرض تام ہے مثلاً زید عمرو پر مدعی ہوا کہ اس پر میرے ہزار روپے قرض آتے ہیں، عمر نے جواب دیا میں ادا کر چکا ہوں، اب عمرو مدعی ہے کہ ادائے دین کا دعویٰ کرتا ہے اور زید مدعا علیہ کہ انکار رکھتا ہے، ذی علم پر اس کے نظائر کا فوراً محقق نہیں، یہاں جب کہ مرتہن نے دوسروں پر بھروسہ کیا اور زید رہن لے کر ماضیہ قرض دینے کا اقرار کیا اور ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی دنیا دار علی الخصوص داد ستند والا ہندو ہرگز دو روپے کا مال رہن لے کر ماضیہ قرض نہ دے گا، ہندوؤں کا تو عام قاعدہ ہے کہ برابریت کا زیور بھی ہرگز قبول نہیں کرتے جب تک مقدار دین سے ڈیڑھا دو نانہ ہو، تو ظاہر یہی ہے کہ وہ زیور ضرور چاندی کا تھا اور ضرور ماضیہ سے زیادہ قیمت کا تھا جب تو ہندو نے اس پر ماضیہ ردے دئے۔ اب اس کا یہ ادعا کہ راہن نے مجھے دھوکا دے کر جرمن سلور کا زیور چاندی کا بنا کر ماضیہ مجھ سے لے لئے محض خلاف ظاہر ہے جو بے شہادت صحیحہ ہرگز قابل قبول نہیں ورنہ ہر شخص ہمیشہ ایسے ہی دھوکے کا ادعا کر کے لوگوں کا مال ہضم کر لیا کرے کہ آج کل شہادتوں کا معیار شرع پر ٹھیک اتنا بہت دشوار ہے خصوصاً جہاں فضول و زوائد محض باتوں کے ذکر و عدم ذکر پر گواہیاں رد ہوتی ہوں تو معاملہ خود ان کی قسم پر آ کر پڑے گا جو ایسے بیچ کریں انہیں قسم کھاتے کیا لگتا ہے اور اس فیصلہ موجودہ کا سا فیصلہ ہوا تو قسم کی بھی حاجت نہیں یوں ہی مال ہضم ہے، کیا شرع مطلق اسے گوارا کر سکتی ہے حاشا و کلا، سخت عجب یہ ہے کہ فاضل مجوز کو خود معلوم تھا کہ جرمن سلور کا زیور بتانے میں مرتہن ہی شرعاً مدعی ہو گیا اور راہن اس بارہ میں مدعا علیہ ہے جب تو اس نتیجہ دوم کا بار ثبوت مرتہن پر رکھا تھا ثبوت مدعی پر ہوتا ہے یا منکر پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر
گو اہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر پر ہے۔

(د)

تو قطعاً مانا کہ مرتہن مدعی ہے اور قطعاً جانا کہ اس کا ثبوت دینا اس پر ہے اور صاف تصریح فرمائی کہ وہ اصلاً ثبوت نہ دے سکا اور ظاہر ہے کہ راہن نے جرمن سلور ہونے کا اقرار نہ کیا نہ وہ اس پر قسم کھانے

لے صحیح البخاری کتاب الرهن ۲۴۲/۱ و جامع الترمذی ابواب الاحکام ۱۶۰/۱
سنن الدارقطنی باب فی المرأة تقتل اذا ارتدت نشر السنة ملتان ۲۱۸/۴
السنن الکبریٰ کتاب الدعوی والبیات دار صادر بیروت ۲۵۲/۱۰

سے منکر ہوا تو قبلہ اقرار نکول تینوں طریقے معدوم اور محض اس مدعی یعنی مرتہن کے زبانی بیان پر جرم منسلک ہونا مقبول۔ یوں ہوتو لوگوں کے جان و مال ہلاک و تلف ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو يعطى الناس بدعواهم لادعى الناس دماء
دجال و اموالهم ولكن اليمين على المدعى
علیہ

لوگ اگر اپنے دعویٰ پر دے دے جائیں تو لوگوں کے خون اور مال کا دعویٰ کر بیٹھیں، ہاں یوں ہے کہ مدعا علیہ پر قسم ہے۔

اور ہمیں سے ظاہر ہوا کہ روایت در مختار کو اس سے علاقہ نہیں وہ وہاں ہے کہ مرتہن خلاف ظاہر کا مدعی نہ ہو تو آپ ہی اس کا قول معتبر ہو گا کہ وہ قابض ہے یہاں خود فاضل مجوز کو اعتراف ہے کہ مرتہن امر خلاف ظاہر کا مدعی ہے جب تو تنقیح دوم میں لکھا تھا کہ ثبوت ذمہ مدعا علیہ، کیا جس کی بات ظاہر کے مطابق ہو اس پر بار ثبوت ہوا کرتا ہے تو روایت در مختار سے استناد صراحتہ خود اپنی تجویز بار ثبوت کے خلاف ہے، اگر ادعاے خلاف ظاہر کی حالت کو بھی یہ روایت شامل ہو تو بنیوں کی ایک ایک دیا سلائی لاکھ لاکھ روپے کی ہو جائے، زید نے کسی بنے سے کچھ رہن رکھ کر لاکھ روپے قرض لئے جب وہ قرض ادا کرنے آئے بنیا دیا سلائی کی ایک ڈبیا دکھائے کہ یہ رہن رکھ کر لاکھ روپے مجھ سے لئے گئے تھے مدیون گواہ پیش کرے ان میں کسی لفظ زائد و بیکار کے ذکر و ترک کا اختلاف پڑ جائے جس سے عام شہادتوں کا حلی ہونا سخت ہی دشوار ہے گواہیاں تو یوں زد ہو گئیں اور اب قول مرتہن کا معتبر ہے حکم ہو جائے کہ راہن کو ڈگری دی گئی مگر کسی، یوں کہ یہی دیا سلائی قابل نفاذ حکم ہے لاکھ روپے ادا کر کے دیا سلائی گھر کو لے جائے اس صورت کو باطل مانتے تو کیوں، حالانکہ روایت در مختار کا اطلاق اسے بھی شامل ہے اس میں اسی قدر توسعہ کہ:

قال الراهن الرهن غير هذا او قال للمتهن
بل هذا هو الذى رهنته عندى فالقول
للمرتهن لا نه القابض

یعنی راہن نے کہا مرہون اور چیز تھی، مرتہن نے کہا بلکہ یہی تھی، تو قول راہن کا معتبر ہے کہ وہ قابض ہے۔

اس لاکھ روپے اور دیا سلائی کی ڈبیہ کا مسئلہ کیونکہ خارج کیجئے گا۔ رہن بھی تھی یا اور چیز تھی یہاں بھی صادق۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ یہ اس صورت کو شامل نہیں جس میں مرتہن خلاف ظاہر ادعا کرے تو بعینہ یہی علت یہاں بھی ہے، مرتہن خلاف ظاہر ہی کا مدعی ہوا ہے جب تو اس تنقیح کا بار ثبوت اس پر تھا، لاجرم عالمگیریہ میں فرمایا :

الظاہر یکنذ بہ (ای المرتہن) فیما قال
فلا یقبل قوله اذا حجد الراهن ذلك
کذا فی المحيط^۱
ظاہر حال اس کو یعنی مرتہن کو مجبوراً قرار دیتا ہے لہذا
اس کا قول معتبر نہ ہوگا جبکہ راہن اس کا انکار کر رہا
محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

پھر اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ اس روایت غیر متعلقہ کے بھی خلاف کیا گیا روایت میں قول مرتہن کیلئے مانا ہے اور قول کسی کا معتبر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس سے حلف لیا جائے گا اگر حلف کرے اس کا قول مقبول ہو خود فاضل مجوز کو اقرار ہے کہ قول مرتہن معتبر ہے مگر بحلف صورت دائرہ میں بے حلف ہی اسی کا قول معتبر ہو گیا اور اس کا عذر یہ تحریر فرمایا کہ مدعی نے اس کے حلف کی استدعانہ کی، سبحان اللہ اگر مدعی نے استدعانہ کی تھی اور مجوز کے دُعم میں مرتہن پر حلف غائد تھا تو بلا حلف فیصلہ کیونکر دے دیا۔ کیا اگر مدعی گواہ نہ دے سکے اور حلف مدعا علیہ کی خود استدعا بھی نہ کرے کہ ان کچھ لوں میں یہ معمول کا منسوخ ہو رہا ہے تو اب قاضی کو حکم ہے کہ بلا گواہ و بلا حلف خود بخود قول مدعا علیہ خلاف مدعی قبول کر کے فیصلہ دے دے فتاویٰ امام قاضی خاں و اشباہ و النظائر و فتاویٰ خیر یہ میں ہے :

القاضی لا یقضی الا بالحجة وھی البینة
او الاقراس والنکول^۲
قاضی صرف حجت کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا اور وہ
حجت گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے (ت)
پھر لطف یہ کہ ساری بلا تو مدعی بیچارے کے سر پڑی کہ ماحضہ چہرہ داروے کرد و روپے کا کھلونا لے لے
اور نام یہ فرمایا گیا کہ مدعی کی ڈگری ہوئی۔ بالجلہ اس فیصلہ کا منسوخ کرنا لازم ہے بلکہ اسے تو منسوخ کرنا

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الرهن الباب الثانی عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۲۹۲

۲۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف نو لکسٹور بکسٹو ۴/۴۲۲

فتاویٰ خیر یہ کتاب الدعوی دار المعرفہ بیروت ۲/۵۱

الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء والشهادات ادارة القرآن کراچی ۱/۳۳۶

بھی کیا کئے منسوخ تو وہ ہو جو کچھ وجود بھی رکھتا ہو نہ یہ کہ تجویز کہ اصل کسی اصل شرعی عقلی عرفی سے لگاؤ نہیں رکھتی جس میں مرتن کو کہ مدعی ہو لیا مقبول القول مانا گیا اور وہ بھی ایسا کہ اس کی نری زبان بلا حلف مقبول، نسأل الله العفو والعافية انصافاً (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و معافی کا سوال کرتے ہیں انصاف کے طور پر) یہاں طریق حکم یہ ہے کہ اگر گواہان راہن کی وہ دونوں شہادتیں بروہ شرعی گز رہی ہیں تو ان سے زیور نقرئی و زنی دوسو روپے بھر ہونا ضرور ثابت ہے۔ مرتن پر لازم کیا جائے کہ چاندی کا زیور اتنے وزن کا پیش کرے اگر وہ لے آئے اور اسی تفصیل کے مطابق ہو جو راہن نے بیان کی فہما اور اگر راہن کہے کہ یہ وہ زیور نہیں تو اب روایت در مختار اس مسئلہ سے متعلق ہوگی راہن تفصیل پر گواہ نہ لایا تو مرتن سے حلف لے، اگر وہ حلف کرے تو وہی نقرئی دوسو روپے بھر کا زیور کہ مرتن پیش کرے مرہون قرار پائے راہن ماضی دے کہ وہ چاندی کا زیور لے لے، اور اگر مرتن زیور نقرہ سے منکر ہی رہے تو یہ ٹھہرے گا کہ زیور اس نے تلف کر دیا ایک سو پندرہ روپے بھر کے عوض تو مرتن کا دین ساقط ہو گیا باقی پچاس روپے بھر چاندی راہن کو واپس دے۔ عالمگیری باب رہن الغضۃ بالغضۃ میں ہے،

يجوز س هن الدراهم والدنانير فان
س هنت بجنسها فهدكت هلك
بمثلها من الدين وان اختلفا في
الجود وهذا عند ابى حنيفة رضي الله
تعالى عنه الخ۔ والله تعالى اعلم۔
در اہم و دیناروں کا رہن رکھنا جائز ہے تو اگر یہ
بجسہا رہن رکھے گئے ہوں تو ہلاک ہو جانے
پر ان کی مثل لازم ہوگی اگرچہ دونوں فسیق
جید اور ردی ہونے میں اختلاف بھی کریں اور یہ
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں ہے الخ
واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از ریاست رام پور محلہ گھیر مردان خان مسئلہ ضیاء الدین صاحب
۸ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اول: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مقیمان شرع متین اس صورت میں کہ ہندہ
دعویٰ دہر کی پدراپنے سے بقدر حصہ خالص کے ہے اور پدرا اس کا ابراہ دین مہر کا مجیب ہے
ثبوت ابراہ دین مہر میں دو مرد اور دو عورتیں پدرا ہندہ نے گزرا نے ہیں جن کا حرف بحرف بیان نقل کر کے
گزارش ہے کہ بروایات فقہیہ بیان شہود مشہورہ فتویٰ ثبوت ابراہ دین مہر میں کافی ہے یا نہیں؟

۱۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب الزہن الباب العاشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۴۷۳/۵

سوال دوم : ہندہ دعویٰ دار اس امر کی ہے کہ میری ماں کا نکاح بتعداد مہر چار سو ہزار روپیہ بکر کے ساتھ ہوا ہے بکر سے بقدر حقہ فرائض دلا دیا جائے بکر مجیب ہے کہ تعداد مہر مجھے یاد نہیں مگر والدہ ہندہ نے مہر مجھے معاف کر دیا برابر مہر کی شہادت بھی پیش کی لیکن شہادت مذکور عند العدالت کافی و مثبت نہ ہوئی ہندہ ثبوت تعداد مہر میں یہ کہتی ہے کہ مجھے ثبوت تعداد مہر کا اس وقت دینا تھا جب کہ مدعا علیہ یعنی بکر کی بیشی تعداد مہر میں کلام کرتا بکر کو تعداد مستدعیہ سے اقرار و انکار نہیں بلکہ سکوت ہے صرف اقرار کا دعویٰ تھا جس کو ثابت نہ کر سکا، اب عند الشرع عدالت کو در صورت عدم ثبوت اقرار دین مہر ڈگری بکری مدعیہ باوجود نہ ثابت کرنے تعداد دین مہر کے دینی چاہئے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

بیانات متعلق سوال اول

بیان مرد اول کا : گواہی اللہ کے واسطے دیتا ہوں کہ میں بکر کے یہاں بیٹھا تھا کہ عمرو بغرض فاتحہ پڑھنے کے آئے بعد فاتحہ کے عمرو نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ بکر کی بی بی نے اپنا مہر بخش دیا یا نہیں میرے سامنے زید برادر بکر نے کہا کہ میرے اور کریم کے سامنے بخش دیا اور عمرو سے کہا کہ تم سب لوگ گواہ رہنا وقت ۱۲ بجے دن کے بعد کا تھا بکر کی بی بی کے مرنے کے دو مہرے یا تھیں گے روز کا یہ ذکر ہے خوب یا د نہیں، سوال : عمرو نے دریافت کیا تھا کہ بکر کی بی بی نے مہر بخش دیا یا لڈن کی ماں نے؟ مجھے یاد نہیں کہ کیا کہا تھا جس کے جواب میں زید نے کہا کہ مہر بخش دیا، زید نے اور بھی چند مرتبہ ہمارے روبرو بیان کیا کہ لڈن کی ماں نے مہر بخش دیا۔ سوال : بکر کی بی بی کے انتقال کو کس قدر مدت گزری؟ تھینا اٹھارہ بیس سال ہوئے۔ سوال منجانب بکر : کریم مسماۃ کے حقیقی بھائی تھے؟ جواب : میں جہاں تک خیال کرتا ہوں حقیقی تھے۔

بیان دوسرے مرد کا : اللہ کو حاضر ناظر جان کر گواہی دیتا ہوں اللہ کے واسطے یہ گواہی دیتا ہوں کہ بی بی نے مہر بخش دیا یعنی بکر کی بی بی کے میاں فیض اللہ شاہ کی بیٹی کی فاتحہ کو گیا تھا میں نے زید برادر بکر سے دریافت کیا کہ کریم کی بہن لڈن کی ماں نے مہر بکر کو بخش دیا زید اور کریم دونوں نے کہا لڈن کی ماں نے مہر معاف کر دیا اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا اٹھارہ بیس سال کا عرصہ گزرا وقت دوپہر کا تھا یہ واقعہ مرنے سے دوسرے دن کا ہے۔

بیان عورت کا : عرصہ تھینا بیس سال کا گزرا کہ بکر کی بی بی نے اپنے خاوند بکر کو مہر بخش دیا تھا تین مرتبہ سوال کیا کہ کس کو بخشا، جواب دیا بکر کو سوال مہر کی تعداد معلوم نہیں تعداد مہر کی بابت اس وقت ذکر میرے سامنے نہیں ہوا زید بکر کی بی بی تھیں مہر بخشے سے دو روز بعد انتقال ہو گیا دق میں مبتلا تھیں

دو گھڑی رات گئی تھی عورتیں تھیں مرد کوئی نہیں، فقط ان کے بھائی موجود تھے، خالد نے منجانب بکر دریافت کیا کہ زید اس وقت کہاں تھے؟ کیا گھر میں موجود تھے؟ دوسری عورت کا بیان: گواہی دیتی ہوں اللہ کے واسطے میں بکر کے گھرانہ کی بی بی کی دریافت حال کے واسطے گئی تھی بکر کی بیٹی نے ان سے کہا مہر کی بابت کیا کہتی ہو، انھوں نے آنکھ کھولی اور کہا میں نے مہر بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے بخشوا دیجیو، دو گھڑی رات گئی تھی، کس قدر مرد تھے؟ کوئی نہیں صوف عورتیں تھیں، جس نے پہلے گواہی دی ہے یہ تھیں؟ کہا موجود تھی مہر کے معاف کرنے سے دو روز بعد مر گئیں جس وقت مہر معاف کیا ہے اس وقت ہوش و حواس باقی تھے۔

الجواب

(۱) بیانات شہود اربعہ نظر سے گزرے ان میں ایک بیان بھی اس قابل نہیں کہ اس کی جانب کچھ بھی التفات کیا جائے محض مہمل و مخمل ہیں۔ شہادت شہود و مشاہدہ و حضور و معاینہ سے ہے و لون مردوں میں کوئی خود اپنے سامنے زوجہ مدعا علیہ کا مہر معاف کرنا نہیں بیان کرتا بلکہ برادران زن و شوہا صرف برادر شوہر سے اپنا سنا بیان کرتے ہیں اور معافی مہران مسائل استثنائے نہیں جن میں سماعی بات پر شہادت دینی جائز ہے، ہدایہ میں ہے،

لا يجوز للشاهد ان يشهد بشئ لم يعاينه الا النسب والموت والنكاح والدخول ولاية القاضي وهذا استحسان والقياس ان لا تجوز لان الشهادة مشتقة من المشاهدة وذلك بالمعاينة ولم يحصل فصار كالبيع، وجه الاستحسان ان هذه الامور تختص بمعاينة اسبابها خواص من الناس ويتعلق بها احكام تبنى على انقضاء القرون فلولا يقبل فيها الشهادة بالتسامح

گواہوں کو جائز نہیں کہ بغیر دیکھے کوئی گواہی دیں ماسوائے نسب، موت، نکاح، دخول یعنی جماع اور قاضی کی ولایت، کے یہ استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ ان امور میں بھی جائز نہ ہو کیونکہ لفظ شہادت مشاہدہ سے مشتق ہے اور یہ معاینہ سے ہی ہو سکتا ہے جبکہ یہاں معاینہ نہیں ہے لہذا یہ امور بھی دیگر معاملات بیع وغیرہ کی طرح ہوتے ہیں لیکن استحسان اس لئے کہ یہ امور اپنے اسباب کے معاینہ سے مختص ہوتے ہیں جن کا معاینہ خاص لوگ کرتے ہیں انہی اسباب کی بنا پر ان امور کے احکام زمانہ بھر باقی رہتے ہیں تو اگر ان میں سننے سننے پر شہادت

ادی الی الحرج و تعطیل الاحکام بخلاف
البیع لانه یسمعه کل واحد۔
قبول نہ کی جائے تو حرج اور احکام کی تعطیل تک معاملہ
پہنچ جائے بخلاف بیع وغیرہ امور کہ ان کو ہر ایک
سناتا ہے۔ (ت)

بزازیہ میں کہ دربارہ مہر شہادت سماعی کی اجازت دی اس کے معنی یہ ہیں کہ مقدار مہر پر حاضران جلسہ
نکاح سے جماعت عظیم یا ثقہ عادل دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کے بیان سن کر گواہی دینی جائز ہے کہ
جب نکاح پر شہادت بالتسامع روا ہوئی تو مہر بھی اس کا تابع ہے نہ یہ کہ کسی سنی سنی معافی مہر پر شہادت
جائز ہو علماء نے مہر کو گناہ ہے نہ کہ معافی مہر کو، اور ان دونوں میں فرق بدیہی ہے، درمختار میں ہے،
لایشهد احد بمالم یعاینہ بالاجماع الا
فی عشرة منها العتق والولاء عند الشافی
والمهر علی الاصح بزازیہ الخ۔
کوئی بھی بغیر معاینہ شہادت نہ دے گا بالا جماع، مگر
صرف دس چیزوں میں جن میں عتق، ولایہ اور اہم البوکھف
رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مہر بھی اصح قول کے مطابق
شامل ہے بزازیہ الخ۔ (ت)

طحاوی میں ہے،
لان المہرتبع للنکاح ذکرہ عبد البر
کیونکہ مہر نکاح کے تابع ہے، اس کو امام عبد البر
نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے،
لانه من توابع النکاح فکان کاصلہ لک
کیونکہ یہ نکاح کے توابع میں سے ہے لہذا اس کا
وہی حکم ہے جو اصل کا ہے۔ (ت)

جامع الفصولین میں ہے،
الشہادۃ بالسماع من الخارجین من بین
جماعۃ حاضرین فی البیت عند النکاح
نکاح والے کمرے سے نکلنے والے لوگوں سے سن کر یہی
یہ شہادت جائز و مقبول ہے کہ مہر اتنا ہے دوسرے

۱۵۸/۳	مطبع یوسفی مکتبہ	کتاب الشہادات	۱۵۸/۳
۹۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	"	۹۲/۲
۲۳۶/۳	دار المعرفۃ بیروت	"	۲۳۶/۳
۶۹/۱	مصطفیٰ البابائی مصر	"	۶۹/۱

بان المهر كذا تقبل لا ممن سمع من
غیرھم (بالمعنی)۔
دگوں سے شن کر یہ شہادت جائز نہیں،
(بالمعنی)۔ (ت)

اور بفرض باطل اگر یہاں شہادت بالسمع جائز بھی ہوتی تو جبکہ شاہدوں نے اپنی شہادت میں
سمع ہونے کی تصریح کر دی قابل قبول نہ رہی، ہدایہ میں ہے :

وينبغي ان يطلو اداء الشهادة ولا يفسر، اما
اذا فسر للقاضي انه يشهد بالتسامع
لم تقبل شهادته كما ان معاينة الیید
في الاملاك مطلق للشهادة، ثم اذا فسر
لا تقبل كذا هذا
مناسب ہے کہ گواہ شہادت کو مطلق رکھیں اور
تفسیر نہ کریں اور اگر قاضی کے ہاں تفسیر کر دی
کہ میں شن کر شہادت دے رہا ہوں تو یہ شہادت
مقبول نہ ہوگی جیسا کہ قبضہ کا بیان اطلاق میں
مطلق ہے پھر اگر کوئی اس کو بیان کر دے کہ صرف

قبضہ معلوم ہے ملکیت معلوم نہیں تو ملکیت میں یہ شہادت قبول نہ ہوگی، اسی طرح یہاں ہے۔ (ت)
در مختار میں ہے :

وان فسر الشاهد للقاضي ان شهادته
بالتسامع او بمعاينة الیید ردت علی
الصحيح الا في الوقف والموت
قول پر، ماسوائے موت اور وقف کے۔ (ت)

ان دونوں شہادتوں کی حقیقت تو اس قدر ہے مگر شاہدین نے یہ چاہا کہ اپنی سماعتی گواہی کو شہادۃ
علی الشہادۃ کے دائرہ میں لے آئیں اور غالباً اسی لئے بیان اصول میں یہ لفظ ذکر کئے کہ تم لوگ گواہ رہنا
تاکہ شرط تکمیل کی تکمیل کریں لیکن ان سے بہت باتیں رہ گئیں جن کے سبب یہ مقصد بھی پورا نہ ہوا اور شہادت
بدستور ناکارہ رہی،

اولاً اصول یعنی برادران زن و شو کا بیان شہادت نہیں حکایت ہے کہ ان کے بیانات میں گواہی
دیتا ہوں“ کا لفظ نہیں تو یہ شہادت علی الحکایۃ ہوئی جس کا حاصل وہی شہادت بالتسامع ہے
نہ کہ شہادۃ علی الشہادۃ۔ در مختار میں ہے :

۱۴۲/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل الثانی عشر	لہ جامع الفضولین
۱۵۸/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الشہادات	طہ الہدیۃ
۹۳ و ۹۲/۲	مطبع مجتہدانی دہلی	”	لہ در مختار

کیفیتہا ان یقول الاصل مخاطباً للفرع
اشہد علی شہادتی انی اشہد بکذا ۱؎
اس کی کیفیت یہ ہے کہ اصل گواہ فرع کو خطاب
کرتے ہوئے کہے کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں تو میری
اس گواہی پر گواہ بن جا۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله انی اشہد بکذا ائید بقوله اشہد
لانه بدو نہ لایسعه ان یشہد علی
شہادتہ ۲؎
اس کا قول "انی اشہد بکذا" یہ اس کے قول
"اشہد" کے لئے قید ہے کیونکہ اس قید کے
بغیر وہ اپنی گواہی پر گواہ نہیں بنا سکتا۔ (ت)

ہدایہ و طحاوی میں ہے :

لا بد ان یشہد عندہ کہا یشہد عند
القاضی لینقل الی مجلس القاضی و
ہو بالشین الثالثة ۳؎
اصل کے لئے ضروری ہے کہ فرع کے سامنے اس
طرح شہادت دے جس طرح قاضی کے ہاں شہادت
دیتا تاکہ فرع اسی کو مجلس قضا میں نقل کر کے اس
طرح کہ تیسرے شین یعنی اصل کی شہادت کو ڈھرائے۔ (ت)

ثانیاً اصل کا فرع سے یہ کہنا ضروری ہے کہ میری شہادت کا شاہد رہنا برادرانِ زن و شود و نوں کے کلام
میں شہادت پر اشہاد نہیں بلکہ صرف اتنا ہے کہ تم سب لوگ گواہ رہنا یا یہ کہ اس بات پر گواہ رہنا یہ اس
قدر کافی نہیں اور اس کی بناء پر جو شہادت علی الشہادت دی جائے مرد و ہے۔ رد المحتار میں ہے :
قید بقوله اشہد علی شہادتی لانه لو قال
اشہد علی بذلک لم یجز لاحتمال ان
یکون الاشہاد علی نفس الحق المشہود بہ
فیكون امراً بالکذب و یعلی لانه لو قال
بشہادتی لم یجز لاحتمال
ان یکون امراً بان یشہد
اشہد بَشہادتی (میری شہادت پر شہادت دے)
کے ساتھ اس لئے مقید کیا کیونکہ اگر اس کی بجائے
بذلک (اس امر کی) کہے تو جائز نہ ہو گا کیونکہ اس
میں احتمال رہے گا کہ اصل واقعہ پر گواہ بنا رہا ہے
جو جھوٹ کہنے کا حکم قرار پائے گا، اور علی
شہادتی (میری شہادت پر) سے مقید اس لئے

۱۰۰/۲	مطبع مجتہائی دہلی	۱؎ در مختار کتاب الشہادۃ باب الشہادۃ علی الشہادۃ
۳۹۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲؎ رد المحتار " " " "
۲۵۹/۳	دار المعرفۃ بیروت	۳؎ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار " " " "

مثل شہادتہ بالکذب ایہ
کیا کہ اگر ”علی“ کی بجائے ”لشہادتی“ لام کے
ساتھ دے تو جائز نہیں کیونکہ احتمال رہے گا کہ اس کی شہادت جیسی شہادت دے جو کہ جھوٹ کا حکم
قرار پائے گا۔ (ت)

اسی طرح حموی و موطاوی وغیرہ میں ہے۔

ثالثاً شاہد دوم کا بیان یہ ہے کہ زید اور کریم دونوں نے یہ کہا کہ لڑک کی ماں نے مہر معاف کر دیا
اور یہ کہا کہ اس بات پر گواہ رہنا۔ اس عبارت سے کچھ نہ کھلا اور یہ کہا کہ عطف ”معاف کر دیا“ پر ہے یا
”دونوں نے کہا“ پر، بلکہ اول ہی قریب ہے، اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ عورت نے مہر معاف کیا اور
لوگوں سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ رہنا، تو شاہد دوم کا بیان اس ٹوٹے پھوٹے بیان تکمیل سے
بھی خالی ہے۔

بالجملہ وہ شہادتیں محض نامسموع ہیں۔ رہیں عورتیں، اول تو وہ تنہا رہ گئیں اور تنہا دو
عورتوں کی گواہی بالاجماع مقبول نہیں پھر ان کے بیانوں میں خود جو تخالف اور مردوں کے بیان کی
مخالفت ہے، اس سب سے قطع نظر سمجھتے تو ان کی شہادت صاف کہہ رہی ہے کہ یہ معافی مرض الموت
میں ہوئی عورت دق میں مبتلا تھی یہ اس کی عیادت کو گئی تھیں اخیر وقت کی حالت تھی بیٹی نے پوچھا
مہر کی بابت کیا کہتی ہو، انھوں نے آنکھ کھولی اور کہا میں نے مہر بخش دیا اور میرے حقوق بھی ان سے
بخشوا دیجو، دو روز کے بعد انتقال ہو گیا اور مرض الموت میں معافی وصیت ہے کہ وارث کیلئے بے اجازت
دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ درمختار میں ہے،

يعتبر حال العقد في تصرف منجز فان كان
في الصحة فمن كل ماله والا فمن ثلثه ،
والمراد التصرف الذي هو انشاء ويكوف
فيه معنى التبرع وهبته ووصيته اه
مختصراً۔
فوری نافذ ہونے والے معاملہ میں اس کے اجراء کا
حال معتبر ہے اگر یہ صحت میں ہو تو تمام مال میں
نافذ ہوگا ورنہ تو ثلث میں نافذ ہوگا، اور مراد وہ
تصرف ہے جو بطور انشاء ہو اور اس میں تبرع، ہبہ
یا وصیت کا معنی ہو، اھ، مختصراً۔ (ت)

وطاوی میں ہے،

والابواء والصدقة مثل ما ذکر قہستانی^۱ اپنے حق سے کسی کو بری کرنا اور صدقہ بھی مذکور کی مثل ہوگا، قہستانی۔ (ت)

تو عورتوں کی شہادت بجائے نافع ہونے کے مدعی ابراہ کو اور مضرب ہے کہ وہ ابراہ ہو بھی تو ایسے وقت ہوا کہ بے اجازت مدعیہ مدعا علیہ کو مفید نہیں، کلام یہاں ہنوز اور باقی ہے مگر اس قدر بھی وضوح میں کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ بحرا ثبات ابراہ نہ کر سکا حاکم ہندہ سے حلف لے اگر وہ حلف سے انکار کرے ابراہ ثابت ہو جائیگا اور دعویٰ مدعیہ رد کر دیا جائیگا اور اگر حلف کر لے تو دعویٰ ابراہ باطل ہو گیا، اب ہندہ کا دعویٰ مہر باقی ہے حاکم نظر کرے کہ پچاس ہزار کا مہر جس کا ہندہ دعویٰ کرتی ہے آیا مادر ہندہ کے مہر سے زائد تو نہیں، اگر زائد نہ ہو تو ہندہ ہرگز محتاج گواہان نہیں کہ مقدار مہر مثل تک زن و وارثان زن کا بیان بے حاجت شہادت مقبول ہے کہ بوجہ موافقت مہر مثل ان کا قول موافقی ظاہر ہے اور جس کا قول موافقی ظاہر ہو وہ مدعا علیہ ہے اور جو مدعا علیہ ہے بار ثبوت اس پر نہیں اس کے مخالف پر ہے یہاں تک کہ اگر مہر مثل عورت یا اس کے ورثہ کا شاہد ہو یعنی ان کے دعویٰ سے مساوی یا زائد ہو اور مرد کی کا دعویٰ کھے اور فریقین گواہ دے دیں تو عورت کے گواہ سموع بھی نہ ہوں گے کہ شہادت اثبات شخص کے لئے ہے نہ کہ انظار ظاہر کے واسطے، یہاں اگر بجز پچاس ہزار سے کم کسی مقدار کا تعین بتاتا تو وہ مدعی تھا اس سے گواہ مانگے جاتے اگر گواہان عادل سے مقدار اقل کا ثبوت دے دیتا تو ہندہ کو اسی قدر کا حصہ دلایا جاتا اور گواہ نہ دے سکتا تو ہندہ سے قسم لے کر اس کا دعویٰ ڈگری کر دیا جاتا اس صورت میں پچاس ہزار کے گواہ دے دیتی تو سُن لے جاتے کہ مدعی کی جانب گواہ نہ تھے اور اگر کوئی گواہ نہ دیتی اور قسم کھانے سے بھی انکار کرتی تو اسی مقدار اقل کا حصہ پائی جس کا بکر مدعی ہوتا اب کہ بکر کی کا دعویٰ بھی نہیں کرتا نہ اسے پچاس ہزار کی مقدار سے انکار ہے تو بیان ہندہ کہ شہادت مہر مثل سے روشن ہے صاف بے مزاحم ہے اور اسے پوری ڈگری پانے کا استحقاق ہے اور اگر مہر مثل پچاس ہزار سے کم تھا تو اب ہندہ دربارہ زیارت ضرور مدعیہ ہوگی، اور بکر کا کہنا کہ مجھے تعدد مہر یاد نہیں ہرگز جواب کافی و صحیح نہیں اسے یوں نہ چھوڑا جائے گا بلکہ حاکم اس سے سوال کرے آیا مہر پچاس ہزار کا بندھا تھا، اگر وہ کہے اتنا تھا تو کچھ کم کر کے پوچھے جو مقدار مہر مثل سے ہنوز زائد ہو اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو اور گٹھا کر دریافت کرے یہاں تک کہ مقدار مہر مثل تک پہنچے اگر وہ اس کی بھی نفی کرے تو حاکم اس سے قسم لے اگر وہ قسم

کھالے اور ہندہ اپنے دعویٰ کے گواہ نہ دے سکے تو حاکم صرف بقدر حصہ مہر مثل کے ہندہ کو ڈگری دے مثلاً مہر مثل تیس ہزار ہے اور بکر نے اس کی بھی نفی کی اور قسم کھالی اور ہندہ نے پچاس ہزار کے گواہ نہ دئے تو ہندہ کو تیس ہزار کا حصہ دلایا جائے اور بکر قسم کھانے سے انکار کرے تو پورے پچاس ہزار کا۔ اور اگر بکر سوال حاکم پر انکار اقرار کچھ نہ کرے یہی کہتا ہے کہ مجھے یاد نہیں تو حاکم اسے جبر کرے کہ مقدار مہر بتائے اگر نہ مانے قید کرے یہاں تک کہ کسی مقدار کی تعیین کا مقرر ہو اب اگر یہی پچاس ہزار قبول کئے تو ہندہ پوری ڈگری پائے اور اب بھی اسے اثبات مقدار کی حاجت نہ رہی اور اگر کم مانے تو حاکم نظر کرے کہ جو مقدار اس نے مافی عورت کے مہر مثل سے تو کم نہیں اگر کم نہ ہو تو اب مہر مثل بکر کا شاہد ہو گا اور وہ خالص مدعا علیہ رہے گا اور بار ثبوت ہندہ پر آئے گا اگر گواہان عادل دے دے گی پورے دعویٰ کی ڈگری پائے گی اور اس صورت میں اگر بکر اقل کے گواہ بھی دے گا تو اسی وجہ سے جو اوپر جانب ہندہ میں مذکور ہوئی شاہد ان ہندہ کے مقابل مسموع نہ ہونگے ہاں اگر ہندہ گواہ نہ لاسکی تو بکر کے گواہ سن لئے جائیں گے اور ہندہ مقدار اقل کا حصہ پائے گی اور دونوں گواہ نہ دے سکے تو بکر سے قسم لی جائے اگر قسم کھالے تو مقدار اقل کا حصہ ہندہ کو دلایا جائے اور قسم سے انکار کرے تو پھر بے حاجت گواہان پورا دعویٰ ڈگری ہو اور اگر یہ مقدار کہ بکر نے مافی مہر مثل سے بھی کم ہے تو اب مہر مثل کسی کا شاہد نہیں اس لئے کہ دعویٰ بکر سے زیادہ اور دعویٰ ہندہ سے کم ہے اب ان میں جو گواہ دے دے گا اسی کا قول ثابت ہو گا اور دونوں گواہ دے دیں تو مہر مثل کے حصہ کی ڈگری دی جائے گی اور کوئی نہ دے سکے تو بکر سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو ہندہ کا پورا دعویٰ ڈگری ہو اور قسم کھالے تو ہندہ سے قسم لی جائے اگر انکار کرے تو حصہ اقل دلائی جائے اور وہ بھی قسم کھالے تو مہر مثل کے حصہ کی ڈگری ہو۔ یہ سب تفصیل اس صورت میں ہے کہ مادر ہندہ کا مہر مثل معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہو تو حاکم کو اختیار ہے چاہے ہندہ سے پچاس ہزار کے گواہ طلب کرے چاہے اپنے معتمدوں کے ذریعہ سے عورت کا مہر مثل تحقیق کر کے کارروائی بالاعمل میں لائے۔

جامع الفصولین میں مختلفات امام ابی اللیث سے ہے :

ادعت القامن مہرہا علی ورتة زوجہا تصدق
الی تمام مہر مثلہا عند ح لان مہر المثل
یحکم عندہ فمن شہد له فله القول لہ
اگر عورت نے خاوند کے ورثہ پر ایک ہزار مہر کا دعویٰ کیا تو مہر مثل کی مقدار تک عورت کی تصدیق کی جائیگی
امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں، کیونکہ ان کے ہاں مہر مثل فیصل ہوتا ہے، تو مہر مثل جس کی تائید کرے گا اس کا قول معتبر ہو گا۔ (ت)

اسی میں عدہ سے ہے :

ادعت مہر اعلی وارث الزوج وانکر وارثہ
یوقف قدر مہر مثلہا ویقول القاضی
لورثہ کان مہرہا کذا امر اعلی من
ذلک لو قال لا قال کان کذا دون
ما قالہ فی السرة الاولى ان ینتہی
الی مقدار مہر مثلہا ۱۷
ورمختار میں ہے :

اختلفا فی قدرہ حال قیام النکاح فالقول
لمن شہد لہ مہر المثل بیینہ واعی
اقام بیئۃ قبلت سواء شہد مہر المثل
لہ اولہا اولاولا، وان اقاما البیئۃ فبیئتیہا
مقدمة ان شہد مہر المثل لہ و بیئتہ
مقدمة ان شہد مہر المثل لہا لان
البیئات لاثبات خلاف الظاہر وان کان
مہر المثل بینہما تحالفا فان حلفاؤہ برہنا
قضی بہ وان برہن احدہما قبل برہانہ
لانہ نورددعواہ وموت احدہما کحیاتیہما
فی الحکمۃ ۱۸

عورت نے خاوند کے وارث پر مہر کا دعویٰ کیا اور
وارث انکار کرتا ہے تو مہر مثل معلوم کر کے قاضی
وارث سے مہر مثل سے زائد مقدار وارث سے پوچھے گا
کہ اس کا اتنا مہر ہے یا اس سے زائد ہے اگر
وارث انکار کرے تو پھر قاضی پہلے سے کم مقدار پوچھے
حتیٰ کہ مہر مثل تک پہنچ کر وارث سے سوال ختم کر دے ۱۷

نکاح کی موجودگی میں خاوند بیوی کا مہر کی مقدار میں
اختلاف ہوا تو اس کی بات معتبر ہوگی جس کی تائید
مہر مثل کریگا ساتھ قسم لی جائیگی جس نے گواہ پیش کئے
اسکی بات تو مقبول ہوگی خواہ مہر مثل اس کا یا بیوی یا
دونوں کے ہے یا کسی نے خاوند اور بیوی دونوں گواہ
پیش کریں تو بیوی کی گواہی کو ترجیح ہوگی اگر مہر مثل
مرد کی تائید کرے اور مرد کی گواہی کو ترجیح ہوگی اگر
مہر مثل بیوی کی تائید کرے کیونکہ گواہی سے ظاہر کا
خلاف ثابت کیا جاتا ہے اور اگر مہر مثل دونوں کے
دعووں کے درمیان ہو تو دونوں سے اپنے اپنے
دعویٰ پر قسم لی جائے گی، اگر دونوں نے قسم کھائی یا
دونوں نے گواہی پیش کی تو قاضی مہر مثل پر فیصلہ کرے اور اگر صرف ایک نے اپنے دعویٰ پر گواہی پیش کی تو اسکی
گواہی قبول کی جائے گی کیونکہ اس نے اپنے دعویٰ کو واضح کر دیا اور دونوں میں سے ایک کی موت ہو تو دونوں کی
حیات والا ہی حکم ہوگا۔ (ت)

قوله لمن شهد له مهر المثل ای فیکون
القول لها ان کان مهر مثلها کما قالت او
اکثر وله ان کان کما قال او اقل وان
کان بينهما ای اکثر مما قال و اقل مما قالت
ولا یبینه تحالفوا ولم یهر المثل کذا فی
الملتقى و شرحه ، قوله وان کان هذا بیان
لثالث الاقسام ، فانه اذا لم یقیم البینه او
اقاماها قد یشهد مهر المثل له اولها او
یکون بينهما فقد مر بیان القسمین الاولین
فی المسألتین ، وهذا بیان الثالث وقوله
فان حلفا راجع الی المسألة الاولى وقوله
او برهنا راجع الی الثانية لکن کان علیه
حذف قوله تحالفوا لانه اذا برهنا لا تحالفوا
قوله تحالفوا فان نکلت المرأة وجب الف
واذا نکل یقضى باللفین ماعرف ان ایهما
نکلت لزمه دعوی الآخر وسورة المسألة
فیما اذا ادعت الالفة و ادعی هو الالف و
کان مهر المثل الف و خمسمائة وقوله
قضى به ای بمهر المثل اه مختصرا۔

ما تن کا قول ”مهر مثل جس کی شہادت“ یعنی بیوی کی مات
مانی جائے گی جب مهر مثل اتنا ہو یا زائد ہو اور خاوند
کی بات مانی جائے گی جب مهر مثل اس کے قول کے
برابر ہو یا کم ہو ، اگر دونوں کے درمیان ہو یعنی مرد کے
دعویٰ سے زائد اور بیوی کے دعویٰ سے کم ہو ، تو
گواہی نہ ہونے کی صورت میں دونوں سے قسم ہوگی
اور مهر مثل لازم ہوگا۔ ملتے اور اس کی شرح میں یوں ہے
ما تن کا قول ”ان کان“ یہ تیسری قسم کا بیان ہے ،
تین قسمیں یہ ہیں : (۱) دونوں نے گواہی پیش نہ کی
(۲) یا دونوں نے پیش کی اور مهر مثل کسی ایک
کی تائید کرے (۳) یا مهر مثل دونوں کے دعووں
کے مین بین ہو ، تو ما تن نے پہلے دونوں مسئلوں میں
پہلی دو ٹول قسموں کا بیان بتایا اور اب یہ تیسرے کا
بیان ہے ، اس کا قول ”دونوں نے اگر قسم کھائی“
یہ پہلے مسئلہ کا بیان اور اس کا قول ”دونوں نے
گواہی پیش کی“ یہ دوسرے کا بیان ہے لیکن
”دونوں قسم دیں“ والے قول کو حذف کرنا مناسب
تھا کیونکہ جب گواہی پیش کر دیں تو قسم نہیں ہوگی ،
اس کا قول ”دونوں قسم دیں“ تو عورت قسم سے
انکار کرے تو خاوند کا دعویٰ ہزار کا واجب ہوگا اور اگر خاوند قسم سے انکار کرے تو عورت کا دو ہزار
فیصلہ کن ہوگا جیسا کہ معلوم ہو چکا کہ جب ایک قسم سے انکار کرے تو دوسرے کا دعویٰ ثابت ہو جاتا ہے
یہاں مسئلہ کی صورت یہ ہے ، عورت کا دعویٰ دو ہزار ، مرد کا ایک ہزار جبکہ مهر مثل ڈیڑھ ہزار ہو ، اس کا
قول ”اس پر فیصلہ دے“ یعنی مهر مثل پر ، اھ مختصرا۔ (ت)

فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

إذا ادعت مهرها على وارث زوجها أكثر من مهر مثلها انت كات الوارث مقر بالانكاح يقول له القاضي أكان مهرها كذا أكثر من مهر مثلها فان قال الوارث لا، يقول القاضي أكان كذا يذکر مهرها دون الاول لكنه أكثر من مهر مثلها ان قال لا يقول له القاضي أكان كذا الى ان ياتي القاضي على مقدار مهر المثل، فبعد ذلك اذا قال الوارث لا الزمة القاضي مقدار مهر المثل و يحلفه على الزيادة هذا اذا كان القاضي يعرف مقدار مهر مثلها فان كان لا يعرف يا امرأء بالاسوال من يعلم او يكلفها اقامة البينة على ما تدعى له جامع الفصولين میں ہے :

ما ت قادت امرأته المسمى فقالت ورثته نعلم ان لك مهر او لا نعلم قدرة يجبرون على البيان ومعنى الجبر ان يحبسوا حتى يقرؤا بمقدار المهر بقيام الورثة مقام الزوج - والله تعالى اعلم -

جب عورت خاوند کے وارث پر مهر مثل سے زائد مهر کا دعویٰ کرے تو اگر وارث نکاح کا اقرار کرتا ہے تو قاضی کو چاہئے کہ وہ مهر مثل سے زائد کا وارث سے اقرار کرائے اگر وہ انکار کرے تو پھر پہلے سے کم کا اقرار کرائے اگر وہ انکار کرے تو اور نیچے آئے اور جب قاضی مهر مثل پر آجائے اور اس پر بھی وارث انکار کرے تو قاضی مهر مثل کو اس پر واجب کر دے اور زیادہ سے انکار پر اس سے قسم لے، یہ جب ہے کہ قاضی مهر مثل معلوم کر چکا ہو اور اگر اسے مهر مثل کی مقدار معلوم نہیں تو قاضی کو چاہئے کہ وہ اہل کاروں کو حکم دے کہ وہ اس شخص سے پوچھیں جو اس عورت کے مهر مثل کی مقدار کو جانتا ہو، یا پھر عورت کو پابند بنائے کہ وہ اپنا مهر مثل ثابت کرنے کیلئے گواہ پیش کرے جو مقدار ثابت کریں (ت)

خاوند فوت ہوا تو بیوی نے مقررہ مهر کا دعویٰ کیا تو ورثاء نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تیرا مهر ہے لیکن ہمیں مقدار کا علم نہیں تو ان کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ مقدار بتائیں، اور جبر کا مطلب یہ ہے کہ ان کو مهر کی مقدار کے اقرار تک مجبور کیا جائے، کیونکہ ورثاء خاوند کے قائم مقام ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۹۰ مسئلہ از ریاست جاوہر ملک مالوہ محلہ شاہ گنج ڈاکخانہ کمنہ مسئلہ حضرت سید مقبول علیہ السلام صاحب
۲۵ شعبان ۱۳۲۶ء

سوال اول : کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں اس مسئلہ میں کہ زید ایک شخص متمول و صاحب ازواج و اولاد و املاک تھا اس کے انتقال کے بعد باہم بعد چند برس کے بابت تقسیم ایک مکان کے جس میں مرتے دم تک زید متوفی مع سب اولاد و ازواج کے رہتا تھا اور اسی مکان میں انتقال کیا مگر پیدا ہوئی تا اینکه ایک پسر نے بقدر اپنے حصہ کے تقسیم کر پانے ناش کی ایک سوتیلی بہن عذر دار جوابدہ ہوئی کہ یہ مکان میرے باپ زید نے اپنی زندگی میں میری ماں فرید بیگم کو ہبہ کیا ہے ہبہ نامہ ضائع ہو گیا اور قبضہ میری ماں کا وقت ہبہ ہو گیا اور بعد ماں کے میں قابض ہوں اور زمین گواہ قبضہ کے پیش کے جن کے بیان میں اختلاف کثیر ہے ایک کہتا ہے سات برس اور دوسرے کہتے ہیں بارہ تیرہ برس ہوئے اور پسر خواہندہ تقسیم کو ہبہ سے لاعلمی و انکار ہے اور گواہان پسر خواہندہ تقسیم کے بیان بمضمون واحد نسبت عدم ہبہ اور ہونے قبضہ جمیع ورثہ انتقال مورث سے آج تک مؤید دعویٰ خواہندہ تقسیم ہے حالانکہ مکان مذکور میں دیگر ورثہ بھی اب تک سکونت رکھتے ہیں اور مستعدی تقسیم کا بھی کسی قدر اسباب اس مکان کی ایک کوٹھری میں اب تک رکھا تھا پس ایسی صورت میں قبضہ مشکوک میں از روئے شرعاً شریف ہبہ یعنی مادر دختر بقول دختر بطور جائز تصور ہو سکتی ہے یا حالات صورت قبضہ سے ہبہ ناجائز ہوئی۔ بقینوا توجروا فقط۔

ملخص گواہی سید امیر شاہ : مکان متنازعہ کو رسول خاں نے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کو ہبہ کیا ہے جس کو عرصہ بہت ہوا یعنی چھ سات سال کا ہوا ہبہ کی تکمیل میرے روبرو ہوئی اور اس وقت دوسری زوجہ جو شامل رہتی تھی علیحدہ کر کے مسماۃ صنوبر بیگم مدعا علیہا کا تنہا قبضہ کرا دیا تھا اور دوسری زوجہ کو پٹھان ٹولی کے مکان میں بود و باش کرا دی گئی تھی بعد نوشت ہبہ نامہ۔

ملخص گواہی سلطان ولد نذر محمد خاں : رسول خاں جمعدار نے اپنی حیات میں مکان متنازعہ کو صنوبر بیگم کو ہبہ کیا تھا ہبہ تحریری ہوا تھا اور جمعدار صاحب کے دستخط بھی ہوئے تھے ہبہ نامہ تحریر ہونے کے بعد قبضہ دلا دیا گیا تھا جمعدار نے قبضہ دلانے سے اول جو کچھ ان کا مال و اسباب تھا چوکی میں بھیج دیا تھا۔ مدعا علیہا ۱ کو مدعا علیہا ۲ نے اس مکان میں رکھا ہے خوشحال خاں مدعا علیہا ۲ ان کی والدہ کی اجازت سے رہتے ہیں مکان کو ہبہ ہوئے تیرہ سال ہوئے ہوں گے جمعدار نے اپنے مرنے سے چھ سات اول ہبہ نامہ لکھا تھا تاریخ یاد نہیں مکان متنازعہ کا کوئی حصہ مدعی کے قبضہ میں نہیں ہے مدعی کی والدہ کا سامان بعد قبضہ کے علیحدہ کر دیا میرے سامنے علیحدہ کر دیا تھا بعد کو ہم نے دستخط ہبہ نامہ پر کئے تھے۔

ملخص گواہی عبد المجید خاں : مدعا علیہا ۱ کو جمعدار نے مکان متنازعہ ہیہہ کر دیا تھا اندازاً بارہ سال کا عرصہ ہوا جب ہیہہ نامہ لکھا گیا تھا اس پر میری شہادت ہوئی تھی اس وقت مدعا علیہ ۲ کا قبضہ بھی مکان متنازعہ پر کر دیا تھا جمعدار نے اس مکان کو خالی کر کے اپنا کل اسباب دوسرے مکان میں رکھوا دیا اور مستورات کو بھی اس مکان سے علیحدہ کر دیا اور ہمارے سامنے جمعدار مذکور نے کہا کہ میں نے مدعا علیہا کا قبضہ دلا دیا ہے اور یہ مکان آپ کو دیا مدعا علیہا ۲ اس وقت موجود تھیں اور ان سے یہ سب جمعدار نے کہہ دیا تھا مدعا علیہا کو ہیہہ نامہ سپرد کر دیا تھا مکان متنازعہ میں اس وقت سوائے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھے کو معلوم نہیں یہ مجھے معلوم نہیں کہ سوائے زوجہ خوشحال خاں و خوشحال خاں مدعا علیہا ۲ اور کون کون مکان مذکور میں رہتا ہے مدعا علیہا ۲ کو جب دستاویز سنائی گئی تو اس وقت مضمون سنا تھا مضمون ہیہہ نامہ کا یہ یاد ہے کہ یہ لکھا ہوا تھا کہ اور سب کو تو حصہ دے دیا ہے تم کو اب یہ مکان ہیہہ کیا جاتا ہے تم قبضہ کر لو جمعدار نے اردو میں اپنا نام لکھا تھا مجھے نہیں معلوم کہ زوجہ خوشحال خاں و خوشحال خاں مکان متنازعہ میں کس کی اجازت سے رہتے ہیں آیا مدعا علیہا ۲ نے اجازت دی ہے یا نہیں۔

اعترافات مفصلی

سید امیر شاہ کی شہادت : معاینہ قبضہ مدعا علیہا ۲ : اوپر مکان متنازعہ فیہ وقت ہیہہ کرنے رسول خاں جمعدار کے مکان مذکورہ کیوں بیان کیا ہے کہ دوسری زوجہ کو جو شامل رہتی تھی علیحدہ کر کے مسماۃ صنوبر بیگم کو تنہا قبضہ دلا دیا ہے اور رسول خاں کے اسباب سے مکان کو خالی کرنا نہیں بیان کیا ہے اور نہ رسول خاں کا خود علیحدہ ہونا اس مکان سے بیان کیا ہے حالانکہ تمامیت قبضہ کے لئے واہب کے اسباب مقبوضہ جو اس مکان موبوبہ میں رکھا ہوا اور خود ذات واہب سے اس مکان موبوبہ کا خالی ہونا ضروری ہے ہیہہ میں وقت قبضہ کے ۔ اور رسول خاں کا اسباب مقبوضہ اس مکان میں ہونا وقت ہیہہ گواہوں کی گواہی سے ثابت ہے اور خود رہتا ان کا اس مکان میں سب کو ظاہر ہے اور بہرام خاں کی گواہی سے ثابت ہے کہ جمعدار مرنے تک اس مکان میں رہے ، سید امیر شاہ کی گواہی ہوئی اوپر معاینہ قبضہ ناقصہ کے لہذا انکی شہادت معتبر نہیں ہے۔

سلطان خاں کی گواہی میں اوپر معاینہ قبضہ کے خود نکلنا رسول خاں کا مکان مذکورہ سے واسطے قبضہ دلانے کے بیان نہیں کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مدعی کی والدہ کا سامان بعد قبضہ کے علیحدہ کر دیا تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی کی والدہ کا سامان قبضہ دلانے کے وقت اس مکان میں رکھا تھا بعد کو علیحدہ کیا گیا اور قبضہ کے وقت مکان موبوبہ مدعی کی والدہ کے سامان مقبوضہ کے ساتھ مشغول تھا ، تو یہ بیان بھی

قبضہ ناقصہ کا ہوا لہذا یہ گواہی بھی معتبر نہیں۔

عبد الحمید خاں کی گواہی جو اوپر معاینہ قبضہ کی ہے اس میں یہ نقصان ہے کہ ذات رسول خاں سے خلواً اس مکان کا نہیں بیان کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ مکان متنازعہ میں اس وقت سوائے مدعا علیہا کے اور کوئی نہیں تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں، اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد الحمید خاں کو پورا علم مکان کے خالی ہونے کا نہ تھا تو یہ گواہی بھی قبضہ ناقصہ کی ہوئی۔ جائز ہے کہ اس مکان میں اور کوئی ہو موائے مویوب لہا کے اس کے ہونے کے سبب سے قبضہ مویوب لہا کا تام نہ ہوا اور عبد الحمید خاں کی گواہی جو اقرار و اسباب پر ہے اور ہمارے سامنے جمعہ اربعہ مذکور نے کہا کہ میں نے مدعا علیہا ۲ کو قبضہ دلا دیا تو یہ گواہی اوپر اقرار قبضہ کے اور دونوں گواہوں سابق کی گواہی ہے اور پر معاینہ قبضہ کے اس اختلاف کے سبب سے یہ گواہی عبد الحمید خاں کی مقبول نہیں ہے۔ مثل اور خارجہ جی تحقیقات سے ثابت ہے کہ مدعا علیہا اول اور ان کے شوہر بہرام خاں قدیم سے اس مکان میں رہتے ہیں اور اپنے اموال اور اسباب کے قابض اور متصرف ہیں اس مکان میں اب بھی قبل بھی قابض اور متصرف تھے اور مکان مویوب کا مشغول ہونا قبضہ مویوب لہا کے وقت ایسے اسباب کے ساتھ کہ مویوب لہا کے قبضہ میں نہ ہو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہو مانع تمامیت قبضہ ہے اور کسی گواہ نے خلواً مکان کا مدعا علیہ ۱ اور اس کے شوہر اور دونوں کے اسباب سے بیان نہیں کیا اس صورت میں بھی مشاہدہ قبضہ ناقصہ کا ہوا کہ مانع ہے تمامیت قبضہ کا، مکان مویوب اگر قبل از بہرہ مویوب لہا کے قبضہ تامہ میں فرض کیا جائے تو انعقاد عقد بہرہ کے لئے صراحۃً قبول کرنا مویوب لہا کا ایجاب بہرہ کو چاہئے فقط قبضہ قائم مقام قبول نہ ہوگا اور عقد بہرہ منعقد نہ ہوگی اس صورت میں سب گواہوں نے یہ بیان کیا رسول خاں نے ہمارے سامنے مکان متنازعہ کو مدعا علیہا ۲ کو بہرہ کیا یہ تو ایجاب ہی ہے اور یہ کسی نے نہیں بیان کیا کہ مدعا علیہا ۱ نے اس بہرہ کو قبول کیا یا نہیں، کیا تو ایجاب ہوئی بغیر قبول صریح کے، تو اس صورت میں عقد بہرہ منعقد نہ ہوا تو وہ مکان بہرہ کے سبب سے ملوک مویوب لہا کا نہ ہوا، گواہان مذکورہ کی گواہی کے نقصانات سے اور مدعی کے متعہ دگواہوں کے بیان سے کہ جمعہ اربعہ کے اکثر اہل و عیال اور زوجات اس مکان متنازعہ فیہ حین حیات رسول خاں اور بعد ممات رسول خاں سب مشترک رہتے تھے اور اس مکان میں سب قابض تھے اور قبضہ تامہ جو شرط بہرہ ہے وہ متحقق نہیں ہوا تھا مسماۃً صنوبر بیگم کے واسطے، لہذا میری رائے میں یہ آتا ہے کہ بابت مکان متنازعہ فیہ کا بہرہ مدعا علیہا ۲ کو ثابت نہیں ہے، مکان مذکور میراث کے طور پر وارثان رسول خاں پر تقسیم کیا جائے فقط دستخط مولوی محمد جمل۔

سوال دوم: زید نے مکان کا بہرہ بنام مسماۃ آفریدہ بیگم اپنی ایک زوجہ کے منجملہ ازواج لکھا بہرہ نامہ

کی تحریر کے بعد مکان موہوبہ پر بدستور قبضہ و اسباب کا تاحیات و اسباب ربانی یعنی و اسباب مع اپنے اطفال و ازواج کے مع اس زوجہ کے جس کے نام ہبہ لکھا مرتے وقت تک اس مکان میں رہا بعد وفات زید و ثناء زید بالاجمال و بالاشترک اس مکان پر قابض رہے اب وقت درخواست ہونے تقسیم مکان کے باہم شرکا کے وہ ہبہ ظاہر ہو کر از روئے شرع شریف جانتہ ہوگی یا ناجانتہ قرار پائے گی۔ بینوا تو جبروا۔

الحجاب

(۱) اس مقدمہ میں تحقیق حکم شرعی تنقیح چند مسائل پر موقوف فقہول و باللہ التوفیق (توہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ ت)

مسئلہ اولی ہمارے مشایخ مذاہب رحمہم اللہ تعالیٰ کو اختلاف ہے کہ قبول بھی مثل ایجاب رکن ہبہ ہے یا نہیں،

کافی، کفایہ، تنویر، در اور ہدایہ کے ہبہ میں	مشی علی الاول فی الکافی و الکفایہ و التنویر
اول کو اختیار کیا، اور اتقانی نے کہا کہ تحفۃ الفقہاء	والدر و ہبۃ الہدایۃ و قال الاتقانی انہ
میں امام علاؤ الدین نے یہی فرمایا ہے اور حصر،	قول الامام علاؤ الدین فی تحفۃ الفقہاء
مختلف، نہایہ، درایہ، عنایہ، علینی اور عام	و مشی علی الثانی فی الحصر و المختلف
شروع میں ثانی کو اختیار کیا۔ اتقانی نے کہا	والنہایۃ و الدرایۃ و العنایۃ و العلینی و
کہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے مبسوط میں یہ	عامۃ الشروح قال الاتقانی انہ قول
فرمایا اور اسی پر ہدایہ کے کتاب الایمان	الامام شیخ الاسلام خواہر زادہ فی
میں اور کرمانی اور تادیلات اور محیط سرخسی	مبسوطہ و بہ جزم فی کتاب الایمان
نے اعتماد کیا ہے۔	من الہدایۃ و الکرمانی و التادیلات و
(ت)	محیط السرخسی۔

اور راجع و معتمد مفتی یہ ہے کہ قبول رکن نہیں غایت یہ کہ شرط ثبوت ملک ہو پھر قبضہ کہ مجلس میں ہو اگرچہ بے اذن صریح و اسباب یا باذن و اسباب ہو اگرچہ بعد مدت وہ اس قبول کا قائم مقام ہو جائیگا قول حق اور تحقیق یہ ہے کہ قبضہ بنفسہ شرط ثبوت ملک ہے اور وہی دلالت قبول بھی ہو جائے گا، رہا پیش از قبضہ حاجت اس قدر ہے کہ قبول کا منافی یعنی رد و امتناع نہ پایا جائے، امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کا شانی نے بدائع میں تصریح فرمائی کہ رکنیت قبول قول امام زفر و قیاس ہے اور استحسان عدم رکنیت ہے اور معلوم ہے کہ عمل ہمیشہ احسان پر ہے الا فی مسائل عدیدۃ لیست ہذہ

۱۱۵/۶	ایم سعید محمدی کراچی	کتاب الہبہ	لے بدائع الصنائع
۴۸۰/۶	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر		فتح القدر بحوالہ البدائع

منہا (مگر متعدد مسائل میں جن میں سے یہ نہیں ہے۔ ت) اور فتاویٰ قاضی خاں و نیز حاوی الفتاویٰ میں قبضہ مہوبہ لہ بعد مجلس کو جب کہ باذن و اہب ہو مثبت ملک ٹھہرایا اگرچہ مہوبہ لہ نے قبول کر دم نہ کہا ہو اور صراحت فرمایا، بلہ ناخذ (ہم یہی اختیار کرتے ہیں۔ ت) یہ لفظ اعظم الفاظ افتا سے ہے کما فی الذکر وغیرہا (جیسا کہ دروغیرہ میں ہے۔ ت) قبضہ اگرچہ قائم مقام قبول ہے مگر قبول رکن ہوتا تو وائے مجلس پر موقوف نہ رہ سکتا،

لان الايجاب لفظ واللفظ عرض والعرض لا یبقی زمانین فلا یکن ارتباط القبول به الا اذا تحقق فی مجلسه لان الشریع جعل المجلس جامعاً للکلمات۔

کیونکہ ایجاب لفظ ہے اور لفظ عرض ہے اور عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا لہذا قبول کا اس سے ربط نہ ہوگا مگر جبکہ وہ اسی مجلس میں متحقق ہو کیونکہ شریعت نے مجلس کو متفرقات کا جامع قرار دیا ہے۔ (ت)

خود ہدایہ و درمختار وغیرہ عام کتب میں تصریح فرمائی کہ اگر زید نے قسم کھائی ہبہ نہ کر دوں گا پھر عمر سے کہا یہ شئی میں نے تجھے ہبہ کی اور عمر نے ہبہ قبول نہ کیا قسم ٹوٹ گئی کہ ہبہ فقط اس کے ایجاب سے متحقق ہو گیا اگرچہ عمر نے قبول نہ کیا اور اگر قسم کھائی کہ نہ بیچے گا پھر عمر سے کہا میں نے یہ شئی تیرے ہاتھ بیچی اور عمر نے قبول نہ کیا قسم نہ ٹوٹی کہ بیع بے ایجاب و قبول دونوں کے متحقق نہ ہوگی تو بے قبول مشتری بیچنا صادق نہ آیا۔ یہ تفسیری وجہ اس قول کی ترجیح کی ہے کہ عام کتب معتبرہ حتیٰ کہ ان میں بھی جو رکنیت کی تصریح کرتی تھیں یہ مسئلہ یونہی مسطور ہے جس سے عدم رکنیت روشن و منصور ہے،

اما تعلیل الکفایۃ والکافی الحنث فی الہبۃ بانہ اتی بما هو مقدورہا والیمین انما تنسحب علی ما هو فعلہ ولیس الا ایجاب فمتقوض بعد م الحنث فی البیع کما لا یخفی فانہ ثمہ ایضا لا یقدّر

ہبہ کی حنث کی بحث میں کفایہ اور کافی کا یہ علت بیان کرنا کہ وہ اپنا مقدور ہی بجالا سکتا ہے جبکہ قسم اس کے فعل پر ہی مرتب ہوتی ہے اور صرف ایجاب ہی اس کا فعل ہے، یہ علت بیع میں عدم حنث کی وجہ سے سالم نہیں رہے گی جیسا کہ مخفی

لہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ حاوی الفتاویٰ کتاب الہبہ الباب الثانی فورانی کتب خانہ کراچی ۳۷۷/۴
فتاویٰ قاضی خاں کتاب الہبۃ نوکشتور کھنؤ ۶۹۶/۴
لہ درمختار مقدمہ کتاب مطبع مجتہبی دہلی ۱۵/۱

الا على الايجاب ولا يحسن
به فيه وفاقا له

نہیں، کیونکہ یہاں بھی وہ صرف ایجاب پر قادر ہے
حالانکہ اس میں بالاتفاق ایجاب سے حسن
نہیں ہے (ت)

نتائج الافکار میں ہے :

في البدائع اما ركن الهبة فهو الايجاب
من الواهب فاما القبول من الموهوب
له فليس بركن استحسانا والقياس
ان يكون ركنا وهو قول من وفى قول
قال القبض ايضا ركن الخ

بدائع میں ہے لیکن ہبہ میں رکن وہ واہب کا
ایجاب ہے جبکہ موہوب لہ کا قبول کرنا استحساناً
رکن نہیں ہے حالانکہ قیاس اس کے رکن ہونے
کا مقتضی ہے امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک
قول میں ہے کہ قبضہ بھی رکن ہے الخ (ت)

عالمگیری میں ہے :

لو قال وهبت منك هذا العبد والعبد حاضر
فقبضه جازت الهبة وان لم يقل
قلت كذا في الملتقط ، ولو كان العبد غائبا
فقال له وهبت منك عبدي فلانا فاذهب
واقبضه فقبضه جاز وان لم يقل
قلت و به ناخذ كذا في الحاوى
للفاوى

اگر کسی نے کہا میں نے تجھے یہ عبد حاضر ہبہ کیا تو
اس نے قبضہ کر لیا تو ہبہ جائز ہو جائیگا اگرچہ موہوب
نے قبول کرنے کا قول نہ کیا ہو، ملتقط میں یوں ہے
اور اگر عبد غائب ہو تو یوں کہا کہ میں نے اپنا فلاں
عبد تجھے ہبہ کیا تو جا کر قبضہ کر لے اس نے قبضہ کر لیا تو
ہبہ جائز ہوگا اگرچہ موہوب لہ نے "میں نے قبول کیا"
نہ کہا ہو، ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے حاوی للفتاویٰ
میں یونہی ہے (ت)

اسی طرح فتاویٰ امام اجل قاضی خاں میں ہے -
اقول و بما قررنا ظہر ما فی

اقول (میں کہتا ہوں) ہم نے جو تقریر کی اس

۴۸۰/۴	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	کتاب الہبہ	۱۰ نتائج الافکار فی کشف الرمز والاسرار
"	"	"	"
"	"	"	"
۳۶۶/۴	نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الہبہ و مال الیجنہ	۱۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی فیما یجوز من الہبۃ
۶۹۶/۴	نولکشور کھنؤ	کتاب الہبہ	۱۲ فتاویٰ قاضیان

المحيط من انه لا يشترط في الهبة القبول وان استشكله في البحر وذلك لانه ان اسيد خصوص القبول بالقول فغير لانها مقطعا وان اكتفى بالقبول دلالة فاشترط القبض معن عنه فانه يدل عليه فلا يكون شرطا بحاله نعم يشترط ان لا يوجد منافية كما اشرفنا اليه -
 محيط میں بیان کردہ یہ بات واضح ہو گئی کہ ہبہ میں قبول کرنا شرط نہیں ہے اگرچہ بحر میں اس پر اشکال کیا ہے، یہ اس لئے کہ اگر قبول سے مراد خاص زبانی قبول کا لفظ کہنا مراد ہو تو یہ قطعاً ضروری نہیں ہے اور اگر دلالت قبول کرنا مراد ہے تو قبضہ کی شرط اس کو کافی ہے کیونکہ قبضہ قبول کرنے پر دال ہے لہذا ہبہ میں قبول کرنا کسی طرح شرط نہ ہوگا، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ وہاں قبولیت کے منافی کوئی چیز نہ پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے۔ (ت)

شرعاً وعقلاً وعرفاً جب تک مالک مکان خود مکان میں ہو اسی کا قبضہ ہے اس کا مال اسباب رکھا ہو تو اسی کا قبضہ ہے اس کے اہل و عیال رہتے ہوں تو اسی کا قبضہ ہے ولہذا اگر مکان ہبہ کیا اور ہنوز خود واہب یا اس کا اسباب یا اہل و عیال مکان میں ہیں ان سے تخلیہ نہ کیا اور موہوب لہ سے کتنا ہے میں نے تجھے قبضہ دیا تو اس کا یہ کننا صحیح نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

لا يصح قوله اقبضها وسلمت اذا كانت الواهب فيه او اهله او متاعه كذا في التاتارخانية -
 جب واہب خود یا اس کے اہل و عیال یا اس کا سامان مکان میں موجود ہو تو واہب کا یہ کننا کہ قبضہ کر لیا میں نے سپرد کر دیا، مکان کے قبضہ کیلئے صحیح نہ ہوگا، تاتارخانیہ میں یوں ہے (ت)

اسی طرح اگر کوئی شخص مالک کی اجازت سے عاریت یعنی بے اجرت رہتا ہے تو جب بھی مکان قبضہ مالک ہی میں ٹھہرے گا کہ مرتین یا مستاجر کی طرح اس کا قبضہ مستقل نہیں بلکہ قبضہ مالک ہی کی فرع اور اسی سے مستفاد ہے تو اس کا نافی نہ ہوگا بلکہ اس کی تقریر و تاکید کرے گا ولہذا اگر مکان جس میں بلا اجرت اور لوگوں کو سکونت دے رکھی ہے مالک نے اپنے نابالغ بچہ کو ہبہ کیا ہبہ کرنے ہی ملک پسر ہو گیا ان لوگوں سے تخلیہ درکار نہیں کہ ان کا قبضہ خود قبضہ واہب ہے اور اپنے ولد صغیر کو ہبہ کرنے میں خود اپنا ہی قبضہ مطلوب ہے، امام زلیحی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں :

لو وهب من ابنه الصغير اربا ولا يملكها
ومتاعه فيها جازت الهبة ، وملكها الابن
بمجرد قوله وهبتها له لانها في يده و
سكانه ومتاعه فيها لا ينال في يده بل يقرر
فتكون هي في قبضه وهو الشرط ، ولو كان
يسكنها غيره باجرا لا يجوز لما ذكرنا (ا) في
الغاصب والمترتب والمستاجر ان كل
واحد منهم قابض لنفسه وعامل لنفسه
بخلاف المودع لان يده يد المالك وان
كان بغير اجرة جازت الهبة وملكها الابن
بمجرد العقد ذكره محمد رضي الله تعالى
عنه في المنقذ

اگر باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کو مکان ہبہ کیا حالانکہ
باپ اس میں سکونت پذیر ہے یا باپ کا سامان
اس میں موجود ہے تو ہبہ جائز ہوگا اور یہ کہ بیٹے سے
کہ میں نے بیٹے کو یہ مکان ہبہ کیا بیٹا مالک ہو جائیگا
کیونکہ نابالغ کے لئے باپ کا قبضہ ہی کافی ہونے
کی وجہ سے مکان میں باپ کی رہائش اور سامان
قبضہ کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ قبضہ کا ثبوت ہے
لہذا یہ بیٹے کے قبضہ میں ہے یہی قبضہ شرط ہے اور
اگر اس مکان میں باپ کا غیر کوئی کرایہ دار ہو تو
تو یہ قبضہ ہبہ کے لئے صحیح نہ ہوگا ، اس کی وجہ ہم نے
ذکر کر دی ہے یعنی غاصب ، رہن لینے والے ،
اجرت پر لینے والے ، کے بارے میں ذکر کیا کہ یہ
لوگ اپنی ذات کے لئے قابض اور عامل ہوتے ہیں ، اس کے بخلاف امانت پاس رکھنے والا ، کہ اس کا
قبضہ امانت کے طور پر مالک کا قبضہ قرار پاتا ہے ، اور اگر باپ کے ہبہ کردہ مکان میں کوئی دوسرا بغیر کرایہ رہائش پذیر
ہے تو مذکورہ صورت میں ہبہ جائز اور ہبہ کر دینے سے نابالغ بیٹا مالک قرار پائے گا ۔ امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مفتی میں ذکر فرمایا ہے ۔ (ت)

اور قبضہ دلانے کے معنی شرعا و عقلا عرفا یہی ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کر دیا جائے
ورنہ جب تک اپنا قبضہ موجود ہے اس کا قبضہ کیونکہ ہوگا کہ شئی اپنے منافی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی
آخر نہ دیکھا کہ جب تک تخلیہ تام نہ ہو واپس کے اس قول کو کہ میں نے تجھے قابض کر دیا صحیح نہ مانا اور
کلام مدعی کا ہوخواہ شاہد خواہ کسی عاقل کا ، وہ معنی صحیح ہی پر محمول ہوگا ۔ جامع الفصولین فصل اربعین
میں ہے :

مطلق کلام العاقل او تصرفه يحمل
على الصحة بقضية الاصل وكذا
عاقل کے کلام اور تصرف کو اصل قاعدہ کے مطابق
صحت پر محمول کیا جائے گا اور یوں ہی اس کی

الشهادة على هذا

شہادت کو بھی - (ت)

تو گواہ جب شہادت دیں کہ واہب نے ہبہ کیا اور قبضہ کرا دیا اس کے یہی معنی ہیں کہ اپنا قبضہ اٹھا کر مہربوب لہ کو قابض کر دیا اور اوپر معلوم ہو چکا کہ جب تک وہ خود یا اس کا اسباب یا اہل و عیال یا کوئی ساکن جو بلا اجر اس کی اجازت سے رہتا ہو مکان میں موجود ہے واہب کا قبضہ نہ اٹھا تو قبضہ دانا صادق نہ ہوا حالانکہ شہود قبضہ دلانے کی گواہی دے رہے ہیں تو بالضرورت اس شہادت کے یہی معنی ہیں کہ تحلیہ تام ہو لیا اور واہب متاع واہب و اہل و عیال واہب وغیر جم جملہ مذکورین جن کی بقا قبضہ واہب کی بقا ہو اس وقت مکان میں نہ تھے بالجملہ قبضہ دلانے کی شہادت بعینہ تحلیہ و فراغ کی شہادت ہے جس کے بعد اس کے ذکر صریح کی اصل حاجت نہیں جس طرح حاکم کے حضور نکاح کی گواہی میں شہود کا اتنا کہنا کافی ہے کہ فلاں مدعی نے فلاں مدعا علیہا سے نکاح کیا تمام شرائط کی تفصیل کہ اس وقت دو مرد یا ایک مرد و عورتیں عاقل بالغ سامع فاہم موجود تھے اور مجلس واحد میں انہوں نے ایجاب و قبول سنے وغیر ذلک بیان کرنے کی حاجت نہیں لان الشئ اذا ثبت ثبت بلوانہ (کیونکہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے لوازمات سمیت ثابت ہوتی ہے - ت) ولہذا شہادت ہبہ خواہ دعویٰ ہبہ کی تصویروں میں جہاں دیکھے علمائے کرام قدست اسرارہم نے اسی قدر پر قناعت فرمایا ہے کہ ہبہ کیا اور قبضہ دے دیا اس کے ساتھ یہ نہیں بڑھاتے کہ اور واہب خود بھی مکان سے الگ ہو گیا اور اپنا مال و اسباب بھی نکال لیا اور اپنے اہل و عیال کو بھی جدا کر دیا اور جو لوگ بلا اجارہ اجازت رہتے تھے ان کو بھی ہٹا دیا اس کے بعد قبضہ کرایا، تو وجہ وہی ہے کہ یہ سارا بیان اُتے کہنے میں آگیا کہ قبضہ کرا دیا جیسے جملہ شرائط نکاح اس لفظ میں آگئے کہ نکاح کیا جامع الفضولین آخر فصل ۱۱ میں ہے :

شہد احدہما کہ ایں بخواست ایں زن را ایک نے شہادت دی کہ اس نے عورت کو نکاح
و شہد الاخر کہ ایں زن خود را بایں داد تقبل کی پیشکش کی ہے اور دوسرے نے یوں شہادت
دی کہ عورت نے خود اپنے آپ کو اس کے نکاح میں دیا تو یہ شہادت مقبول ہوگی - (ت)
خزانۃ المفتین میں ہے :

قال هذه امرأتی او قال هذه منکوحتی مرد نے کہا یہ میری بیوی ہے ، یا کہا میری منکوحہ ہے
و شہد وانہ کانت تزوجہا تقبل اور گواہوں نے شہادت میں کہا کہ اس نے اس

هذه الشهادة -

سے نکاح کیا تو یہ شہادت قبول ہوگی۔ (ت)

بلکہ عالمگیری میں اسی سے ہے :

شہدوا انہا امرأتہ وحلالہ ولم یذکروا
العقد المختار انہ یجوز لہ
گواہوں نے کہا یہ اس کی بیوی ہے اور اس کے لئے
حلال ہے اور نکاح کا ذکر نہ کیا تو مختار مذہب سے
کہ یہ شہادت جائز ہے۔ (ت)

خانہ پھر بتدیہ ج ۳ ص ۵۰۱ میں ہے :

ادعی دارا فی ید رجل انہما لہ فجاء بشاہدین
وشہد ان فلانا وہیہالہ وقبضہما منہ
وہو یملکھا الخ۔
شخص نے ہبہ کیا اور اس نے اس سے قبضہ لیا تو مدعی مالک ہوگا الخ۔ (ت)
ایضاً صفحہ ۵۱۱ :

شہد احدہما ان المدعی اقرانہ وہبہ
للذی فی یدیدہ وقبضہ منہ وشہد الآخر
انہ اقرانہ نحله للذی فی یدیدہ و
قبضہ (ای تقبل)۔
ایک گواہ نے کہا کہ مدعی نے اقرار کیا کہ قابض نے
یہ مکان اسے ہبہ کیا ہے اور اس نے قبضہ لیا ہے
جبکہ دوسرے گواہ نے کہ اس نے یہ اقرار کیا ہے
کہ اس نے یہ مکان قابض کو عطیہ دے کر قبضہ
دیہ ہے تو شہادت قبول کی جائیگی۔ (ت)

ایضاً ج ۴ ص ۸۷ :

ادعی الہبۃ مع القبض الخ ایضاً
ادعی ان فلانا وہبہالہ وقبضہما منہ
لہ فزانہ المفتین کتاب الشہادات باب الاختلاف بین الدعوی والشہادۃ قلمی نسخہ ۱۱۳/۲
لہ فتاویٰ ہندیہ " " ابواب السباع الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵۰۳/۴
" " کتاب الشہادات الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۵۰۱/۳
" " " " الباب الثامن " " ۵۱۱/۳
" " " " کتاب الدعوی ابواب التامع " " ۸۷/۴
" " " " " " ۸۷/۴

ایضاً دعویٰ الہبۃ والصدقة مع القبض
 فیہما مستویان ^{لیہ}
 فتاویٰ قاضی خاں :

دار فی ید رجل فاقام رجل البینۃ انہ
 اشتراھا من فلان غیر ذی الید بالعت
 درھم وھو یملکھا و نقدہ الثمن و اقام
 آخر البینۃ ان فلانا اخر و ھبھا
 منہ و قبضھا۔

ایک شخص کے مقبوضہ مکان کے متعلق دوسرے نے
 گواہ پیش کئے کہ یہ مکان میں نے قابض شخص کے
 غیر سے ہزار روپے کے عوض خرید لیا ہے، اور اس
 کی قیمت نقد ادا کی ہے اور دوسرے ایک شخص
 نے اسی مکان کے متعلق گواہ پیش کئے کہ فلاں
 دوسرے شخص نے یہ مکان مجھے ہبہ کیا اور قبضہ دیا ہے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں سید امیر شاہ و عبد المجید خاں کی شہادتیں کہ ہبہ و معاینہ قبضہ کی ہیں قبضہ
 تامہ بتا رہی ہیں اور ان پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتے کہ رسول خاں کی ذات و متاع سے تخلیہ نہ بیان کیا
 بیشک بیان کیا کہ قبضہ دلانے کے خود یہی معنی ہیں، یونہی بہرام خاں اور اس کی زوجہ اور ان کے اسباب
 سے بھی تخلیہ اسی میں آگیا کہ جو باجارت مالک بلا اجرت رہتا ہو اس کا قبضہ بھی قبضہ مالک ہے تو قبضہ دلانا
 اس سے تخلیہ کو مستلزم کنا حققنا انفا (جیسا کہ ابھی ہم نے تحقیق کی ہے۔ ت) بلکہ زیادات صاحب
 محیط و فصول عمادی و بحر الرائق و منہ الغفار و در مختار و علیگری و غیرہ بمعتمدات میں تو یہاں تک تصریح ہے
 کہ غیر واہب کے ملک و اسباب سے محبوب کا مشغول ہونا تمامی ہبہ کا سرے سے مانع ہی نہیں
 فصول و ہندیہ میں ہے :

اشتغال الموهوب بملك غیر الواہب هل
 یمنع تمام الہبۃ ذکر صاحب محیط فی
 الباب الاول من ہبۃ الزیادات انہ
 لا یمنع ^۳

کسی محبوب چیز کا واہب کے غیر کی ملکیت میں
 مصروف ہونا کیا ہبہ کے تمام ہونے سے مانع ہے
 صاحب محیط نے زیادات کے ہبہ کے باب اول میں
 ذکر کیا کہ مانع نہیں ہے۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۸۴/۴
 ۲۔ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی دعوی الملک السبب نوکشتور بکھنو ۴۸۴/۴
 ۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الفصول العادیۃ کتاب الہبۃ الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۶/۴

شغلہ بغیر ملك و اہبہ لا یمنعہ تمام مہا یلے و اہب کی ملکیت کے غیر میں مصروف ہونا مانع نہیں ہے۔ (ت)

اور جب کہ کلام شاہد اس حکم سے کہ ہم بیان کر چکے جملہ موانع صحت ارتفاع پر محمول اور وقت قبضہ مجرد کسی شخص غیر موبوب لہ کامکان میں موجود ہونا مانع تمامی قبضہ نہیں جب کہ نہ وہ قبضہ مستقلہ رکھتا ہو جیسے مہتمن و مستاجر، نہ اس کا قبضہ قبضہ مالک ہو جیسے اہل و عیال و مودع و مستعیر، کہ مانع قبضہ غیر ہے نہ کہ مجرد وجود غیر، اور ہر شخص کہ مکان میں ایک ساعت کے لئے موجود ہو مکان کا قابض نہیں کہلاتا کیا سائل کہ سوال کے لئے آنے یا نوکریا ملاقات کے لئے آنے والا دوست و غیر ہم قابضان مکان گئے جاتے ہیں، ہرگز نہیں، عبد المجید خاں کا کہنا کہ اس وقت سوا مدعا علیہا کے اور کوئی نہ تھا اور کوئی ہو تو مجھے معلوم نہیں ہرگز شہادت قبضہ تامہ میں خلل انداز نہیں، ہاں اگر وہ یہ کہتا کہ اس وقت اور کسی کا بھی قبضہ ہو تو مجھے معلوم نہیں تو بیشک بیان اول کے منافی ہوتا۔ قبضہ صنوبر بیکم کی شہادت تو وہ صاف ادا کر چکا جس کے یہی معنی ہیں کہ اور کوئی قابض نہ تھا پھر کسی غیر قابض کا ہونا نہ ہونا اگر اسے معلوم نہ ہو بلکہ بچا پس اشخاص غیر قابضین کا ہونا معلوم ہو تو کیا ضرر ہے، کیا موبوب لہ کے قبضہ لئے وقت اگر اس کے نوکریا کر یا عزیز اقربا یا تحمل شہادت کے لئے بعض اہل محلہ وغیر ہم ساتھ ہوں تو قبضہ تامہ نہ ہوگا کس نے لازم کیا ہے کہ موبوب لہ اس وقت تنہا مکان میں چھوڑ دیا جائے کوئی فرد بشر اس کے پاس نہ جانے پائے، اور جب یہ دونوں شہادتیں معاینہ قبضہ کی ہیں اور معاملہ ہبہ کا ہے تو مدت میں اختلاف کہ ایک چھ سات سال دوسرا بارہ سال بتاتا ہے کچھ مضر نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے :

ان اختلفوا فی عقد لایثبت حکمہ الا بفعل القبض کالہبۃ والصدقۃ والرهن فان شہدوا علی معاینۃ القبض و اختلفوا فی الایام والبلدان جائز ان شہدوا ترہم فی قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولو شہدوا علی ایسا عقد جس میں قبضہ کے عمل کے بغیر حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہبہ، صدقہ اور رهن تو اس میں اگر گواہوں نے قبضہ دیکھنے کی شہادت دی اور وقت اور مقام میں گواہوں کا اختلاف ہوا ہو تو امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شہادت قبول کی جائے گی اور گواہوں کے

اقرار الراءن والمتصدق والواهب
بالقبض جائز الشہادۃ فی قولہم
واہب، صدقہ کرنے والے اور راہن کے اس
اقرار پر کہ قبضہ دے دیا تو بالاتفاق سب کے
قول میں یہ شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

فتاویٰ صغریٰ میں ہے :

لو شہدا برہن واختلفا فی زمانہ او مکانہ
وہما یشہدان علی معاینۃ القبض
تقبل وکذا اشراء وھبۃ وصدقۃ
اگر دونوں گواہوں نے رہن رکھنے کی شہادت
دی اور مکان و زمان میں اختلاف کیا تو قبضہ
دیکھنے کی گواہی دی تو شہادت مقبول ہوگی اور
یونہی خریداری، صدقہ اور ہبہ کا حکم ہے۔ (ت)

بالجملہ یہ دونوں شہادتیں ہبہ ہونا اور صنوبریگم کا قبضہ تامہ ہو جانا ہر وجہ کافی بیان کر رہی ہیں
ان کے مقابل جانب مدعی کی شہادت کہ واہب کا اسباب مقبوضہ وقت ہبہ اس مکان میں تھا
یہ تو اصل وار د نہیں کہ موہوب کا وقت ہبہ ملک واہب سے خلوص نہ ہو وقت قبضہ موہوب لہ
ضرور ہے اور وقت ہبہ وقت قبضہ سے مقدم ہے تو اس شہادت کو ان شہادات سے کچھ مس نہیں
اور یہ شہادتیں کہ واہب تا دم مرگ اس مکان میں رہا یا بہرام خاں اور اس کی زوجہ ہمیشہ سے اس
میں رہتی ہیں، ان کا حاصل اگر ہے تو اتنا کہ تخلیہ ہوا صنوبریگم کا قبضہ تامہ نہ ہوا تو یہ سب
شہادتیں نفی پر ہیں اور نفی پر شہادت مقبول نہیں جب تک متواتر نہ ہو جسے شہر کا ہر چھوٹا بڑا عالم جاہل
جانتا ہو اور عام لوگوں کی گواہیاں اس پر گزر جائیں۔ فتاویٰ صغریٰ و جامع الفصولین و معین الحکام
میں ہے :

لا تقبل لانہا قامت علی النفی لان
قولہما کان فی مکان کذا نفی معنی
ولو کان اثباتا بصورة اذ الغرض نفی
ما قامت علیہ البینۃ الاولیٰ
شہادت قبول نہ کی جائیگی کیونکہ یہ نفی پر شہادت
ہے کیونکہ گواہوں کا کہنا کہ فلاں مکان میں تھا،
اگرچہ یہ صورت اثبات ہے مگر معنی غرض یہ ہے کہ
پہلی گواہی سے جو چیز ثابت ہوتی ہے اس کی
نفی کی جائے۔ (ت)

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۵۰۹/۳
لے فتاویٰ صغریٰ

لے جامع الفصولین بحوالہ فتاویٰ صغریٰ الفصل الثانی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۴۲/۱

شہادتوں میں اس کا عدم بیان درکنار اگر بیان عدم ہوتا جب بھی مضر نہ تھا کہ قبضہ جو مجلس ہبہ میں ہوا اگرچہ بے اذن و اہب یا باذن و اہب ہوا اگرچہ مجلس ہبہ کے بعد وہ مطلقاً مثبت ملک موہوب لے ہو اور یہی دلیل قبول ہے اگرچہ موہوب لے نے صراحت قبول ہبہ نہ کیا ہو۔ شلبی علی التبیین میں امام قاضی خاں سے اور عادی الفتاویٰ و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے :

وهذا نص الهندي لوقال وهبت منك هذا العبد والعبد حاضر فقبضه جازت الهبة وان لم يقل قبلت كذا في الملتقط ، ولو كان العبد غائبا فقال له وهبت منك عبدى فلانا فاذهب واقبضه فقبضه جاز وان يقل قبلت وبه ناخذ كذا في الحاوي للفتاوى

یہ ہندیہ کی عبارت ہے ، اگر کسی نے کہا یہ عبد میں نے تجھے ہبہ کیا ، عبد حاضر تھا موہوب لے نے اسی وقت عبد کو قبضہ میں لے لیا تو ہبہ صحیح ہو جائیگا اگرچہ بانی "میں نے قبول کیا" نہ کہا ہو جیسا کہ ملقط میں ہے اور اگر عبد غائب اور کہا فلاں عبد میں نے تجھے ہبہ کیا جا کر قبضہ کر لو پس اس نے قبضہ کر لیا تو اگرچہ بانی قبول کرنے کی بات نہ کی ہو تو بھی ہبہ جائز ہے ،

ہمارا یہی مختار ہے ، الحاوی للفتاویٰ میں یوں ہے (ت) اسی طرح امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اسے بہ ناخذ (ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں - ت) فرمایا ، سوال میں بیان گواہان کا خلاصہ لکھا ممکن کہ پورا بیان دیکھنے سے کوئی اور بات پیدا ہو مگر جس قدر خلاصہ ہمارے سامنے پیش ہوا اس میں سید امیر شاہ و عبد المجید خاں کی شہادتیں اعتراضات سے پاک ہیں اگر بیان کامل میں کوئی بات مضر شہادات نہیں اور یہ دو گواہیاں قابل قبول شرع اور بروہ شرعی گزر گئی ہوں تو ضرور ہبہ مکان بحق صنوبر بیگم ثابت ہے اور مکان تقسیم سے بری - واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سائل کو تحریر ہبہ نامہ سے اعتراف ہے قبضہ موہوب لے میں کلام ہے اور قاضی ریاست نے مدعیہ ہبہ و قبضہ کا دعویٰ سماعت کیا اور اس پر گواہ لے جیسا کہ سوال اول سے ظاہر ہے اور ہم اس کے جواب میں واضح کر آئے کہ ان میں دو شہادتیں اگر بروہ مقبول شرعی گزری ہوں تو ہبہ تام و ثابت ہے اور سماعت قبضہ موہوب لے سے پہلے اور بعد آج تک اور دن کا اس میں رہنا بسنا قابض

ہونا مخل صحت بہیہ نہیں تو اس قصہ پر اس سوال دوم کے لئے کوئی منشا باقی نہیں، یاں اگر یہ گواہیاں شرعاً
مخدوش و نامقبول ہوں تو ان گواہیوں پر کہ اب تک واہب کا قبضہ رہا اب بھی التفات نہ ہو گا کہ شہادت
علی النقی معتبر نہیں بلکہ مدعیہ بہیہ کی درخواست پر خواہندہ تقسیم سے حلف لیا جائے گا کہ اس کے علم میں
واہب نے کبھی موہوب لہا کو قبضہ نہ دلایا اگر وہ حلف سے انکار کرے گا بہیہ ثابت ہو جائے گا اور حلف
کرے گا تو بہیہ غیر ثابت قرار پا کر مکان میں سے اس خواستگار تقسیم کا حصہ جہاں دیا جائے گا، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

۹۲۔ از ریاست رامپور بنگلہ آزاد خاں مرید مفتی لطف اللہ صاحب خلیفہ مفتی محمد سعد اللہ صاحب
۱۴ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

بخدمت مبارک جناب مولانا مخدوم و مکرم ذی المجد والکرم جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب
دام مجدکم! بعد سلام مسنون التماس ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ عاریت زیور کا کیا ہے اس میں صفت وزن
اور قیمت کا اظہار کیا ہے شہود نے مطابق گواہی دی ہے لیکن وزن نہیں بیان کیا ہے اسی نقصان کے
نظر سے شہادت مقبول نہیں ہوئی ہے مدعی عذر دار نے روایت ذیل فتاویٰ عالمگیری میں پیش کی ہے،
ان وقعت الدعوی فی عین غائب لا یدری اگر کسی ایسی چیز کے متعلق دعویٰ ہو جو غائب ہو
مکانہ بان ادعی رجل علی رجل انه اور معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے یوں کہ کسی نے دوسرے
غصب منه ثوبا او جاریة و لا یدری کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے میرا کپڑا یا لونڈی
انه قائم او هالك ان بین الجنس والصفة غصب کر رکھی ہے معلوم نہیں کہ موجود ہے یا ضائع
والقیمۃ فدعواہ مسموعۃ و بینتہ ہو گئی ہے اور مدعی نے اس پر شہادت میں جنس،
مقبولۃ۔ صفت اور قیمت بیان ہو تو اس کا دعویٰ مسموع
اور گواہی مقبول ہوگی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ روایت ہذا متعلق بغصب ہے کیا یہی حکم عاریت میں بھی جاری ہو سکتا ہے یعنی
مثل غصب کے عاریت میں بھی اگر شہود وزن کا ذکر نہ کریں گے جب بھی شہادت مقبول ہوگی چونکہ نظر عالی نہایت
وسیع ہے اور محققانہ مسلک ہے لہذا آپ کی خدمت با عظمت میں تصدیعہ دیا جاتا ہے کہ جواب با صواب
سے آگاہ فرمایا جائے مقدمہ کی تاریخ ۱۱ دسمبر ۱۹۰۷ء مقرر ہے، امید کہ ورود جواب سے

قلیل میعاد شرف حاصل ہوگا۔

خاکسار نیازمند ویرین رحمۃ اللہ علیہ از ریاست رام پور ۸ دسمبر ۱۹۰۸ء

الجواب

اللهم لك الحمد (یا اللہ! تمام حمدیں تیرے لئے ہیں۔ ت) اصل مقصود دعویٰ و شہادت دونوں میں تعین مدعی بہ ہے کہ قضا ممکن ہو فان القضاء بمجهول غیر معقول (مجهول چیز کا فیصلہ عقل کے خلاف ہے۔ ت) درمختار میں ہے،

شرطها ای شرط جواز الدعوی معلومیة المال المدعی اذ لا یقضى بمجهول
اس کی شرط یعنی دعویٰ کی شرط یہ ہے کہ وہ مال معلوم ہو جس کا دعویٰ کیا گیا ہے کیونکہ مجهول چیز کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ (ت)

پھر جو شئی حاضر ہو اس کی طرف اشارہ تعین کے لئے کافی ہے۔ جامع الفصولین میں ہے،
تسمع الدعوی بحضوره عند الاشارة اليه مدعی کے حاضر ہونے پر اس کی طرف اشارہ سے
وحینئذ یستغنی عن ذکر الاوصاف و دعویٰ مسکوع ہوگا اور اس صورت میں دعویٰ میں
الوزن والنوع۔ چیز کے اوصاف، وزن اور اس کی نوعیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (ت)

اسی میں ہے،

لو كان عینا حاضرا لا یشترط ذکر اوصافہ۔ اگر کسی موجود حاضر چیز سے متعلق دعویٰ ہو تو اس کے اوصاف کو ذکر کرنا شرط نہیں (ت)

یہاں تک کہ وزن بیان نہ کرنا درکنار اگر غلط و خلاف واقع بیان کیا ضرر نہ کرے گا لان التسمیة تلغو عن الاشارة (کیونکہ اشارہ کی وجہ سے اوصاف کا ذکر لغو ہو جاتا ہے۔ ت) بزاز میں ہے،
ادعی حدید او ذکر انه عشرة امناء حاضر لو ہے کو اشارہ کر کے دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ
فاذا هو عشرون او ثمانية تقبل الدعوی یردس من ہے جبکہ وہ بیس من یا آٹھ من نکلا تو

۱۱۵/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الدعوی	۱ درمختار
۷۷/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل السادس	۲ جامع الفصولین
۷۹/۱	" " "	"	۳ " "

والشهادة لان الوزن في المشاس الميه لغوي
دعوی اور شہادت دونوں مقبول ہیں کیونکہ مشار الیہ چیز میں وزن کا بیان لغو ہوتا ہے۔ (ت)

اور جو شئی حاضر نہ ہو اس میں جنس و قدر بالجملہ اس قدر اشیار کا بیان ضروری ہے جن سے اس کی پوری تعیین بقدر امکان و احتیاج حاصل ہو، کنز الدقائق و تبیین الحقائق میں ہے،

(لا یصح الدعوی حتی یدکر شیئاً معلوم جنسه و قدره) لان فائدتها الالتزام بواسطة الاشهاد ولا یتحقق الاشهاد ولا التزام فی المجهول فلا یصح
کوئی دعوی صحیح نہیں ہوتا جب تک شئی کو ذکر کر کے اس کی جنس اور قدر کو بیان نہ کیا جائے کیونکہ دعوی کا مفاد گواہی کے ذریعے الزام ثابت کرنا ہے جبکہ الزام اور گواہی مجہول چیز میں متحقق نہیں ہو سکتے اس لئے دعوی صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے :

معلومیۃ المال المدعی ای ببيان جنسه و قدره بالاجماع لان الغرض التزام المدعی علیه عند اقامة البینه ولا الزام فیما لا یعلم جنسه و قدره بینه
جس مال کا دعوی ہو اس کا جنس اور مقدار بیان سے معلوم ہونا بالاجماع ضروری ہے کیونکہ غرض یہ ہے کہ مدعی علیہ کو گواہی کے وقت الزام دیا جائے جبکہ جنس اور قدر معلوم ہوئے بغیر الزام متحقق نہیں ہوگا۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ سونے چاندی میں قدر وہی وزن ہے، جامع الفصولین میں ہے،
فی الذهب والفضة المقد ر هو الوزن
سونے اور چاندی کے دعوی میں ضروری بیان وزن کا ہے (ت)

تو بیان وزن ضروری ہے اور بغیر اس کے دعوی ہو یا شہادت صحیح نہیں، بحر الرائق میں ہے،
اشار باشتراط معلومیۃ الجنس و جنس اور قدر کے معلوم ہونے کی شرط میں انھوں

۱۔ فتاویٰ بزازیہ علی ہاشم الفتاویٰ البینۃ	۲۔ کتاب الدعوی	۳۔ الفصل الخ مس عشر	۴۔ نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/۴۲
۵۔ تبیین الحقائق	۶۔ کتاب الدعوی	۷۔ المطبعة الکبریٰ بولاق مصر	۸۔ ۲۹۱/۴
۹۔ قرۃ عیون الاخیار	۱۰۔ "	۱۱۔ مصطفیٰ البابانی مصر	۱۲۔ ۳۱۶/۱
۱۳۔ جامع الفصولین	۱۴۔ الفصل السادس	۱۵۔ اسلامی کتب خانہ کراچی	۱۶۔ ۵/۱

القدر الى انه لا بد من بيان الوجود في
الموزونات یہ

عبارت عالمگیری سے اس مقدمہ میں استناد صحیح نہیں اور غلبہ و عاریت میں فرق ظاہر ہے
کہ غلبہ ان مشتے اشیاء سے ہے جن کے دعویٰ میں قدرے جہالت تحمل کی جاتی ہے، رد المحتار
میں ہے،

يستثنى من فساد الدعوى بالمجهول دعوى
الرهن والغصب لما في الخائنة معزيا
الى رهن الاصل اذا شهدوا انه رهن
عنده ثوبا ولم ليسوا الثوب ولم يعرفوا
عينه جائزات شهادتهم والقول للمرتهن
في اى ثوب كان وكذا في الغصب اه
فالدعوى بالاولى اه بحر

اور غلبہ میں بھی حکم یہی ہے (شہادت میں جہالت جب قابل اعتبار ہے) تو یہاں دعویٰ میں بطریق اولیٰ
جائز ہوگی (بحر)

ولہذا اس میں ذکر قیمت کی بھی حاجت نہیں، خود اسی عبارت عالمگیری میں کلام منقول سوال کے متصل
ہی تھا:

وان لم يبين القيمة اشار في عامة الكتب
انها مسموعة كذا في الظهيرية

دعویٰ میں اگر قیمت کا بیان نہ ہو تو عام کتب میں
دعویٰ کے مسموع ہونے کا اشارہ ہے، جیسا کہ

ظہیریہ میں ہے (ت)

ثانیاً روایت مذکورہ کہ بعض ائمہ اس صورت پر محمول کرتے ہیں کہ مدعا علیہ غلبہ کا مقرر ہو اور
عامہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اگرچہ یہ تخصیص نہیں کرتے مگر ان کے نزدیک وہ قبول دعویٰ و شہادت صرف

۱۹۵/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الدعوی	لہ بحر الرائق
۲۲۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لہ رد المحتار
۵/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی	لہ فتاویٰ ہندیہ

حق جس مدعا علیہ میں ہے یعنی تاکہ حاکم اسے جس کرے کہ شہسی مدعی حاضر لائے نہ کہ ابتداء اسی قدر شہادت پر ڈگری دی جائے۔ جامع الفصولین میں ہے،

لو ادعی عینا غائباً لا یعرف مکانہ
بان ادعی انہ غضب منہ ثوبا او قنا
ولا یدری قیامہ او ہلاکہ فلو
بین الجنس والصفة والقيمة تقبل
دعواه، ولولم یبین قیمته
اشارفی عامة الكتب الى
انها تقبل فانه ذکر فی کتاب
الرهن لو ادعی انہ رہن عنده
ثوبا وهو ینکر تسمع دعواه، و ذکر
فی کتاب الغصب ادعی انہ
غصب منہ امۃ وبرهن لیسمع
وبعض مشایخنا قالوا انما تسمع
دعواه لو ذکر القيمة وهذا هو
تاویل ما ذکر فی کتاب و
قال الفقیہ الاعمش رحمہ اللہ
تاویل ما ذکر فی کتاب ان
الشهود شہدوا علی اقرار
المدعی علیہ بالغصب فثبت
غصب القن باقراره فی حق
الحبس والحکم جمیعاً، وعامة
المشایخ علی ان هذه الدعوی والبينة
تقبل ولكن فی حق الحبس واطلاق
رحمة اللہ تعالیٰ فی الکتاب یدل علیہ ومعنی الحبس

کسی ایسی موجود غائب چیز کا دعویٰ کیا جس کے
مقام کا علم نہیں جیسا کہ کسی دوسرے پر کپڑے یا
غلام کو غصب کرنے کا دعویٰ کیا اور کہا معلوم نہیں
کہ وہ غصب قائم ہے یا ہلاک ہو گیا ہے، تو ایسی
صورت میں اگر مدعی نے اس چیز کی جنس، صفت
اور قیمت کو بیان کیا تو دعویٰ مقبول ہوگا اور اگر قیمت
کا ذکر نہ کیا تو عام کتب میں مقبول ہونے کا اشارہ
ہے، کیونکہ انھوں نے کتاب الرهن میں ذکر کیا کہ
ایک نے اگر کپڑے کے رہن کا دعویٰ کیا تو مدعی علیہ
نے انکار کیا تو مدعی کا دعویٰ مسموع ہوگا، اور انھوں
نے کتاب الغصب میں یوں ذکر کیا ہے ایک شخص نے
دعویٰ کیا کہ فلاں نے میری لونڈی غصب کی ہے اور
گواہ پیش کرے تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا اور بعض
مشائخ نے ذکر کیا کہ اگر قیمت ذکر کی تو دعویٰ مسموع ہوگا
یہ کتاب میں مذکور کی تاویل ہے اور فقیہ ابو عمش
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کتاب الغصب میں مذکور کی
تاویل یہ ہے کہ گواہوں نے مدعی علیہ کے غصب کے
اقرار پر شہادت دی ہو تو اقرار کی بنا پر غلام کا
غصب قید اور حکم دونوں میں ثابت ہوگا جبکہ
عام مشائخ نے یوں ذکر کیا کہ یہ دعویٰ اور گواہی قبول
ہوگی لیکن صرف جس میں، جبکہ کتاب میں مصنف
رحمہ اللہ تعالیٰ کا مطلق بیان اس کی تائید پر
دلائل کرتا ہے اور جس کا معنی یہ ہے کہ مدعی علیہ

ان یحبسہ حتی یحضرہ لیعید البینۃ علی
عینہ فلو قال لا اقدر علیہ حبس قدر
مالو قدر احضرہ ثم یقضی علیہ بقیۃ استدلالہ
دوران قیدی کے کہیں اس کو حاضر کرنے پر قادر نہیں ہوں تو اس وقت تک قید رکھا جائے کہ اگر قدرت
ہوتی تو وہ ضرور حاضر کر دیتا اس اندازے کے بعد تیسرے مرحلہ پر قاضی اس پر قیمت کا حکم دے گا (ت)
ثالثاً اگر ان سب سے قطع نظر ہو تو اس عبارت میں صورت ثوب و کتیز فرض کی ہے اور وہ موزون
سے نہیں ان میں جنس و صفت و قیمت ہی تعیین کرنے والے تھے اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ زیور میں بھی
ذکر وزن ضروری نہ ہو حالانکہ وہ موزون ہے اور کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بیان قدر وکیل و وزن ضروری
ہے کما تقدم (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ت) آخر نہ دیکھا کہ اگر دعویٰ ایسے ریشمیں کپڑے کا ہو جو
وزن سے بکاتا ہے بیان وزن لازم ہے، اسی علمگیر یہ میں ہے،

اذا ادعی دیبا جافان کان عینا یشتروط
الاشارة الیه وعند ذلک لا حاجة الی
بیان الوزن وسائر اوصافه وان کان دلیلاً
ففیہ اختلاف المشایخ هل یشتروط
ذکر الوزن فعامتهم یشتروط وهو الصحیح
ذخیرہ اھ مختصراً۔
اگر دیبا ج کپڑے کا دعویٰ ہو تو اگر سامنے حاضر ہو
تو اس کی طرف اشارہ کرنا دعویٰ میں شرط ہے
اس صورت میں وزن اور دیگر اوصاف کو بیان
کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ دیبا ج
حاضر نہیں تو اس صورت میں مشائخ کا اختلاف
ہے کہ کیا وزن کا بیان ضروری ہے جبکہ تمام فقہائے
اس کو شرط قرار دیتے ہیں اور یہی صحیح ہے، ذخیرہ، مختصراً۔ (ت)

اسی میں ہے :

اذا ادعی جوهل لابد من ذکر الوزن اذا کانت
غائباً وکان المدعی علیہ منکراً کون ذلک
فی یدہ کذا فی السراجیۃ۔
جب جواہر کا دعویٰ ہو تو وزن کا ذکر ضروری ہے جب وہ
جواہر غائب ہو اور مدعی علیہ منکر اکتون ذلک
کرتا ہو، سراجیہ میں یوں ہے۔ (ت)

۴۳/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل السادس	لے جامع الفصولین
۶/۴	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الدعوی الباب الثانی	لے فتاویٰ ہندیہ
۴/۴	" " "	"	لے " "

جامع الفصولین میں ہے :

فی دعویٰ الیٰ بیاج هل یشتط ذکر الوزن ،
الصحیح انه یشتط و ذکر فی "جف" انه فی
دعویٰ الیٰ بیاج والجوہل یشتط ذکر الوزن .
دیباچ کے دعویٰ میں کیا وزن کا ذکر شرط ہے جبکہ صحیح
یہ ہے کہ شرط ہے جامع الغناؤ میں ذکر کیا کہ دعویٰ دیباچ
اور جوہر میں وزن کا ذکر شرط ہے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ دعویٰ استرداد عاریت کا ہو اگر دعویٰ استملاک کا تھا یعنی
استاذیور اسے عاریتہ دیا تھا اس نے تلف کر دیا تو اب یہ بعینہ دعویٰ غصب ہے اور اس کا حکم وہ ہے
کہ اوپر مذکور ہوا ،

وذلك لان الامانات تنقلب مضمونات
بالتعدی والامین یعود بہ غاصبا۔ واللہ
سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔
یہ اس لئے کہ امانتیں دخل اندازی کی بنا پر
مضمون ہو جاتی ہیں اور امانت رکھنے والا غاصب
قرار دیا جاتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

۹۳؎ از ریاست رامپور مرسلہ سید مسعود شاہ صاحب تحوید اربا ورچی خانہ انگریزی ریاست رامپور
۶ ربیع الآخر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسکن زید نے ایک منزل مکان
منہدم (یعنی ہر چار جانب دیوار پائے شکستہ بقدر ساڑھے تین در عبد بندہ موجود تھیں) چار سو پچیس در
اراضی مسمی بکر سے خرید کر کے مکان پختہ تعمیر کیا اور پس پشت مکان نو تعمیر کے ۲ اگرہ عرض اور سراسر طویل اراضی
برائے آبچک چھوڑی۔ مسمی عمرو نے جس کا مکان پس پشت پر سے جزو اراضی آبچک میں مداخلت
نا جائز کیا اس کے تخلیہ کا زید نے عمرو پر دعویٰ کیا عمرو نے یہ جواب دہی کی اراضی مدعا بر ملکیت مدعی نہیں بلکہ
میری ملک ہے اور دستاویز پر میری گواہی نہیں ہے مگر عمرو نے کوئی ثبوت اپنی ملکیت کا اور باطل
ہونے دستاویز بیعنامہ کا پیش کیا عدالت نے جو پیمائش اراضی کی کرائی تو بموجب تعداد مندرجہ
بیعنامہ کے اراضی مدعیہ آبچک مکان مدعی پائی گئی مگر عدالت نے دعویٰ مدعی کو اس بنا پر نا منظور
فرمایا کہ اس مقدمہ میں شہادت بالبدینہ یا اقبال یا نکول نہیں ہے جس پر مدار فیصلہ ہونا چاہئے زید نے
شہادت دستاویز بیعنامہ کو کافی تصور کر کے شہادت بالبدینہ پیش نہیں کیا ورنہ وہ بہت سی شہادتیں
بالبدینہ پیش کر سکتا تھا اور اب بھی پیش کر سکتا ہے اس صورت میں عدالت کو دعویٰ نامسموع فرمانا چاہیے

یا زید کو ہدایت واسطے پیش کرنے شہادت بالبینہ کے فرمانی لازم تھی اور اب عدالت مراۃ میں شہادت بالبینہ مدعی کہ جس کو اس نے عدالت ابتدائی میں پیش نہیں کیا ہے پیش کر سکتا ہے یا نہیں؟ جو واسطے حق رسی و انصاف کے ضروری ہے نقل فیصلہ ہمراہ اس استفتاء کے پیش کی جاتی ہے۔

الجواب

تجویز ملاحظہ ہوئی، ذی علم مجوز کا یہ فرمانا کہ "ثبوت دعویٰ کا بینہ سے ہوتا ہے یا اقرار مدعا علیہ سے یا نکول عن الحلف سے، یہاں ان تین وجوہ شرعیہ سے کوئی نہیں" بہت صحیح ہے مگر ساتھ ہی یہ لحاظ بھی ضرور تھا کہ جس طرح ثبوت دعویٰ بغیر ان تین کے نہیں ہو سکتا یوں ہی قضائے قاضی بھی بغیر ان تین اور چوتھی یمن کے ناممکن ہے ان تین سے کوئی ہو تو مدعی کو ڈگری دے اور ان کے بدلے مدعا علیہ کی یمن ہو تو ڈسمس (DISMISS) کرے اور چاروں نہ ہوں تو حاکم ڈگری ڈسمس کچھ نہیں کر سکتا اصلاً فیصلہ نہیں دے سکتا اور دے گا تو وہ فیصلہ بھی باطل و ناسموع ہو گا کہ حکم کے چھ ارکان ہیں ان میں سے جو رکن مفقود ہو حکم باطل و مردود ہے ان چھ میں ایک طریق حکم ہے اور وہ حقوق العباد میں انھیں چار اشیاء میں مختصر، تو جہاں ان میں سے کچھ نہ ہو طریق مسدود اور فیصلہ غلط و مردود۔ درمختار میں ہے،

اركانه ستة على نظمه ابن الغرس
بقوله
قاضي في فصله كچه ركن بين جن كو ابن الغرس نے
اپنی نظم میں یوں بیان کیا ہے

اطراف كل قضية حكمية	ہر فیصلہ کے معاملہ میں چھ پہلو ہیں
ست يلوح بعدها التحقيق	جن کے بعد تحقیق واضح ہوگی
حكم ومحكوم به وله	حکم، محکوم بہ، محکوم لہ
ومحكوم عليه وحاكم وطريق	محکوم علیہ، حاکم اور وجہ حکم
رد المختار میں ہے،	

ای لا تكون محلاً لثبوت حق المدعى فيها وعده
الابلاستجماع هذه الشروط الستة والطريق
فيما يرجع الى حقوق العباد المحضة عبارة عن
الدعوى والحجة وهي اما البينة او الاقرار
او اليمين او النكول عنه ملقطاً

یعنی کسی محل میں مدعی کے حق یا عدم حق کا ثبوت ان
چھ شرطوں کے پائے جانے کے بغیر نہیں ہو سکتا
اور خالص حقوق العباد میں فیصلے کا طریقہ، دعویٰ
اور حجت یعنی گواہی یا اقرار یا قسم یا انکار قسم ہے (ت)

ہدایہ و بحر الرائق میں ہے :

لَقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَةُ
عَلَى الْمَدْعَى وَالْيَمِينِ عَلَى مَنْ انْكَرَ قِسْمَهُ
الْقِسْمَةُ تَنَافَى الشَّرْكَهٗ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق
گو اہی مدعی کے ذمہ اور قسم انکار کرنے والے کے
ذمہ، یہ تقسیم ہے اور تقسیم اشتراک کے منافی
ہے۔ (ت)

پھر تجویز میں فرمانا کہ ان کے اظہارات کے ملاحظہ سے ثابت ہے کہ دروازہ مدعا علیہ بدستور جائے قدیم
پر ہے اور مدعی نے جو دیوار مکان خود تعمیر کی ہے بجائے بنیاد قدیم تعمیر کی ہے، صراحت شہادت علی النفی
کا قبول کرنا ہے دروازہ مدعا علیہ جائے قدیم پر ہونے کا اسی قدر حاصل کہ مدعا علیہ نے ملک مدعی میں
کوئی تصرف نہ کیا، یونہی دیوار مدعی بجائے بنیاد قدیم تعمیر ہونے کا اسی قدر محصل کہ مدعی نے کوئی آبجیکٹ
نہ چھوڑی جس میں مدعا علیہ تصرف کرتا تو یہ صاف صاف نفی پر شہادتیں تھیں کہ اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔
ہدایہ و کافی و بحر وغیرہ میں ہے :

الاعتبار للمعاني دون الصور فان الموضع
اذا قال رددت الوديعة فالقول قوله
مع اليمين وان كان مدعيًا للرد صورة
لانه ينكر الضمان
معانی کا اعتبار ہے صورتوں کا نہیں، کیونکہ جب
امانت رکھنے والا کہے کہ میں نے امانت واپس
کردی ہے تو اس کی بات قسم کے ساتھ مان
لی جائے گی اگرچہ صورتاً وہ واپس کرنے کا دعویٰ

کر رہا ہے، وجہ یہ ہے کہ واپسی کا دعویٰ کر کے اپنے ذمہ سے ضمان کا انکار کر رہا ہے۔ (ت)
بلکہ یہاں معنی و صورت ہر طرح نفی ہے کہ قدم خود مفہوم سلبی ہے یعنی حادث و جدید نہ ہونا۔ بالکل جس
قدر کارروائی اس مقدمہ میں واقع ہوئی سب محض بیکار و بے اثر و بیگانہ و بے اثر ہوئی۔ میں نہیں کہتا
کہ غلط فیصلہ ہوا، یہ تو جب کہا جائے کہ فیصلہ ہوا ہو اور اس میں خطا ہو۔ یہاں تو سرے سے فیصلہ
ہوا ہی نہیں، یہ تجویز جس کا نام عوام میں فیصلہ رکھا جائے ہرگز فیصلہ ہی نہیں، ایک کاغذ سادہ
ہے کہ فیصلہ کے چھ رکن شرع مظہر نے مقرر فرمائے اور یہاں رکن ششم معدوم ہے اور بغیر رکن کے
وجود شئی محال جس کی تصریحیں ابھی کتب معتدہ سے گزریں تو مقدمہ ہنوز روز اول پر ہے مدعی بلاشبہ

گواہ دے سکتا ہے اور ان کا سنا حاکم پر فرض ہے اگر وہ نہ سنے تو دوسرے محکمہ میں اس کے گواہ سنے جائیں۔ معین الحکام میں ہے:

المواضع التي تصرفات الحکام فيها ليست
بحکم ولا غیرهم من الحکام تغیرها
والنظر فيها علی انواع کثیرة وانا اذکر
عشرين نوعاً (الی ان قال) النوع التاسع
التصرف فی انواع الحجاج بان یقول
لا اسمع البینة لانک حلفت قبلها مع
علمک بها وقد رتک علی احضارها
فلغیرة من الحکام ان یفعل ما ترکہ
وہ مقامات جہاں حکام کے تصرفات، حکم و فیصلہ
نہیں بنتے اور دوسرے حکام کو ان میں تبدیلی اور
غور کا اختیار ہے، یہ کثیر اقسام ہیں اور میں سب سے
اقسام ذکر کر رہا ہوں، اور آگے فرمایا، نویں قسم،
بحث کی انواع میں تصرف ہے، یوں کہ قاضی
کہے کہ میں تیرے گواہوں کی شہادت نہ سُنوں گا
کیونکہ قبل ازیں تو گواہوں کو بیان کرنے اور ان کو
پیش کرنے پر قدرت کے باوجود قسم دے چکا ہے
تو اس حکم کو تبدیل کرنے کا دوسرے حکام کو

اختیار ہے (ت)

حاکم اپیل کو اختیار ہے کہ خود گواہ سنے اور مقدمہ حسب شرع ترتیب دے یا محکمہ ابتدائی کو واپس
بھیجے کہ بعد تکمیل شرعی و اسماع گواہان مدعی و دیان فیصلہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۹۴ از ریاست بہاولپور ملک پنجاب تحصیل منجن آباد ڈاکٹر صادق پور موضع وارہ سراج الدین
مرسلہ پیر نور محمد صاحب ولد پیر قمر الدین صاحب ذات چشتی ۳ رجب المرجب ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر صدر الدین نے ۱۲۸۶ھ میں ایک طوائف
مسماۃ رنگ بھری سے نکاح کیا اس وقت رنگ بھری کے دو نابالغ بیٹے اللہ بخش والہی بخش موجود تھے
اور تیسرا جوان بیٹا اللہ دتا تھا صدر الدین نے وقت نکاح مذکور سے رنگ بھری کو مثل ازدواج کے پردے
میں رکھا جب تک وہ بے پردہ اپنے پیشہ حرام میں تھی، یہ دونوں بچے کہ خورد سال تھے ماں کے
ساتھ پیر مرحوم کے یہاں رہے جن میں ایک کی شادی بھی پیر موصوف نے کر دی رنگ بھری کا بڑا بیٹا
اب تک الگ اور اپنے پیشہ حرام میں ہے صدر الدین مرحوم کے دو بیٹے زوجہ خاندانی مسماۃ نور سائن

سے تھے بدرالدین و سراج الدین پیرمجوم کی کچھ جائداد علاقہ ریاست بہاولپور اور کچھ پاکستان شریف علاقہ انگریزی میں حسب تفصیل ذیل تھی :

علاقہ ریاست : وارڈ پیران کل ، چک قمر الدین ۳۴۳ حصہ سوم ، بلاڑہ پیرنی بخش حصہ سوم ، بلاڑہ صدر الدین کل ، علاقہ انگریزی : وارڈ پیران کلاں ، بلاڑہ پیران حصہ سوم ، شیخوپورہ ملکیت ایک چاہ :

صدر الدین نے ۱۳ ارشوال ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۸۹۲ء میں انتقال کیا اللہ بخش والہی بخش نے اپنے آپ کو پسران متوفی قرار دے کر ضلع منٹگمری میں بعض جائداد واقع علاقہ انگریزی کا داخلہ راج چاہا ، جون ۱۸۹۲ء میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدرالدین و فریق دوم کے بیانات ہوئے جن میں بدرالدین نے ان کے پسران صدر الدین ہونے سے انکار اور انھوں نے اس کا اظہار کیا شیخ لطافت علی نائب تحصیلدار نے ۲۷ ستمبر ۱۸۹۲ء کو ایک نقل رواج عام اقامت حشری کے بنا پر جو بغرض ملاحظہ حاضر ہے چاروں کو فرزند صدر الدین قرار دے کر اندراج نام کا حکم دیا بدرالدین نے منشی عزیز الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے یہاں اپیل کی بلاخر تنہا بدرالدین نے کسی دباؤ یا مصلحت سے راضی نامہ کر لیا جس میں کل جائداد ہر دو علاقہ کا ذکر ہے مگر جب مجوز نے بدرالدین کا بیان لیا تو اس نے صرف جائداد علاقہ انگریزی کی نسبت تصفیہ ہونا بیان کیا اور فریق دوم نے بھی اس کا یہ بیان سن کر تسلیم کیا اس بنا پر ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء کو وہ مقدمہ وہاں فیصل ہو گیا جائداد واقع علاقہ انگریزی کے ۱/۲ میں نام اللہ بخش والہی بخش اور ۱/۲ میں نام سراج الدین و بدرالدین مندرج ہوا سراج الدین اس راضی نامہ میں شریک نہ تھا ، نہ وہ وہاں موجود تھا مگر بدرالدین نے اس اظہار سے کہ وہ میرا حقیقی بھائی ہے میرا اس کا نفع نقصان مشترک ہے اس کی طرف سے راضی نامہ کر لیا ، اس صلح نامہ کی بنا پر فریق ثانی نے یکم جون ۱۸۹۳ء کو جائداد واقع ریاست کے داخلہ راج کی بھی درخواست تحصیل منچن آباد میں دی جس کی کارروائی ملاحظہ کاغذات سے ظاہر ہوگی جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ بدرالدین و سراج الدین نے ۲۲ اگست ۱۸۹۳ء کو دعوی اللہ بخش و الہی بخش تسلیم کیا اور ۳ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو کاردار نے حکم دیا کہ محکمہ بندوبست میں درخواست دے کر اندراج نام کرالیں لیکن انھوں نے کوئی درخواست نہ دی نہ اندراج نام ہوا اس وقت کار بندوبست جاری تھا بلکہ دسمبر ۱۸۹۲ء میں ختم ہو چکا تھا بجائے اس کے ۲۹ دسمبر ۱۸۹۲ء کو فریق ثانی نے پھر اسی تحصیل منچن آباد میں درخواست اندراج نام دی جو ۲۳ مارچ ۱۸۹۴ء کو بوجہ عدم پیروی خارج ہوئی جب ۱۹۰۶ء میں بندوبست جدید ہوا مدعیوں نے یہاں چارہ جوتی کی ۲۵ جون ۱۹۰۶ء کو داخلہ راج منظور ہو کر ۶ جنوری ۱۹۰۷ء کو محکمہ مشیرت مالی سے منسوخ ہو گیا ناچار ۲۷ مئی ۱۹۰۷ء کو مدعیان نے نظامت بہاولپور میں نالش دہلیا

دار کی جو شیخ حسین بخش صاحب ناظم کے یہاں سے ۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء کو ڈسمس ہوئی مدعیان نے افسر مال کے یہاں اپیل کی ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو یہاں سے بر بنائے فتوائے ثالثان کا میا بی پائی جس کی حالت یہ ہے کہ بحکم مولوی عبدالملک صاحب افسر مال فریقین نے ثالثی کی طرف رجوع کی چار ڈی علم ثالث قرار پائے ، مولوی عطا محمد صاحب مدرس پھوگا نوالہ ، مولوی عبدالرحیم صاحب اول مدرس عربی خانقاہ ہمارا ان شریف ، مولوی اللہ بخش چک نادرسا ہی ، مولوی جمال الدین ساکن ماڑی میاں صاحب ۔ اور شرط تحریر ہوئی کہ اگر روداد مسل سے مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین ہونا شرعاً ثابت ہو تو ان کی وراثت کے باب میں فتوائے ثالثان ناطق ہوگا ثالث اول الذکر نے نسب ثابت نہ مانا باقیوں نے اثبات کیا ، افسر مال نے کثرت رائے پر فیصلہ دیا مدعا علیہم نے اجنبی میں نگہ رانی کی جس پر مولوی رحیم بخش صاحب رزیدنٹ جوڈیشل ممبر نے تحریر فرمایا کہ (جو عذرات واقعات پر ہیں ہم ان کو زیر بحث لانا نہیں چاہتے کیونکہ ڈگری بر بنائے فیصلہ ثالثی ہوئی ہے) لہذا ہر دو فتوائے ثالثان و فیصلہ نظامت و فیصلہ افسر مال و اظہارات گواہان فریقین و جملہ کاغذات متعلقہ کے نقول با ضابطہ خدمت علمائے دین میں حاضر کر کے امیدوار کہ خالصاً لوجہ اللہ حکم شریعت مظہرہ سے آگاہ فرمائیں کہ تین ثالث صاحبوں کا پہلا فتویٰ اور ثالث چہارم کا فتوائے دوم ان میں کون سا مطابق شرع شریف ہے اور فتوائے اول میں جن جن وجوہ سے مدعیان کو ثابث الفسب مانا ہے وہ شرعاً صحیح ہیں یا غلط ، نسیئہ از روئے اقرار نامہ ثالثی مدعا علیہم اس فتوائے ثالثان کے پابند ہوئے یا نہیں ، اور بالکل روداد مسل موجود سے بحکم شرع شریف دعوائے مدعیان ڈگری ہونا چاہئے یا ڈسمس ، کاغذات متعلقہ کی مکمل نقول تو حاضر خدمت ہیں مگر آسانی ملاحظہ کے لئے واقع استثنائے کا خلاصہ یہاں گزارش :

(۱) علاقہ آروئے آب میں عنایت اللہ پٹواری کے سامنے بدر الدین وغیرہ کا بیان رپورٹ حکم ، آج زبانی بدر الدین پسر متوفی کے معلوم ہوا کہ مسی صدر الدین والد مظہر فوت ہو گیا ، مظہر و سراج الدین ہر دو پسر و ارث و قابض ہیں نیز ظاہر کیا حسب تفصیل ذیل والد مظہر رنگ بھری کچی کو لے کر اس جگہ واڑہ پیران سے



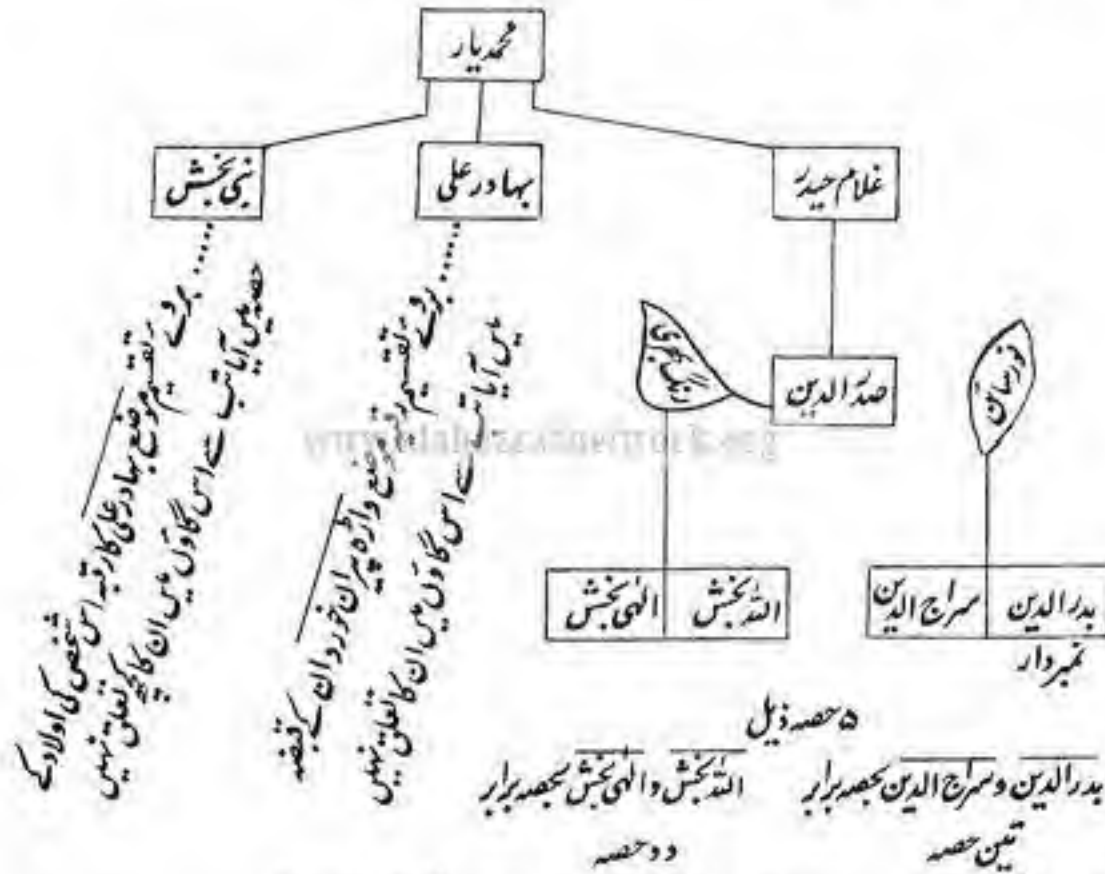
چلا گیا اور دیہات پار علاقہ ریاست بہاولپور میں بہت عرصہ تک رہا کیونکہ اس وقت چچا ہمارا محمد بخش برادر خور والد مظہر زندہ تھا اس کے خوف سے اپنے دیہہ میں نہ آیا ان دنوں میں یہ دو تولد ہیں ، جب چچا ہمارا مر گیا تب نکاح اس کے ساتھ کیا اور اس جگہ آکر آباد ہوا یہ ہر دو کچھلگ والد مظہر کے ہیں اللہ بخش و الہی بخش نے ظاہر کیا کہ

والد ہمارے نے ہم کو بطور دوسرے فرزند ان کے پرورش کی ہے کچھ فرق نہیں کیا، چاہتے ہیں کہ ہم چاروں کا نام
بجسہ برابر ورثہ کیا جائے لہذا حکماء نے ہمارا حکم مناسب پیش کرتا ہوں، ۹ جون ۱۸۹۲ء عنایت اللہ پٹواری۔
(۲) رواج عام اقامہ چشتی پرگنہ پاک پٹن ضلع منٹگمری کتاب جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ موجودہ دفتر فارسی محافظانہ
مندرجہ صحت لغایت ۹۰، ہمراہ عورت کین مثل کجری و موچانی و ترکھانی و مچھانی کے نکاح بموجب شرع شریف
کے جائز ہے اگر کوئی صاحب جائداد ہمراہ ایسی عورت کے نکاح کر لے تو اولاد اس کی مثل عورت ہم کف
کے مالک ہوتی ہے۔ اگر ایسی عورت بدون نکاح رہے اور اس سے اولاد پیدا ہو تو ایسی اولاد حرام کی
ہوتی ہے ان کو وراثت سے کچھ حصہ نہیں ملتا (نظائر) موضع واڑہ پیران میں مستی صدر الدین نے ہمراہ عورت
بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کر لیا ہے اولاد اس کی بعد وفات صاحب جائداد کے مالک ہوگی۔

(۳) راضی نامہ مدخلہ کجری اکسٹرا سسٹنٹ کمشنر ضلع منٹگمری مایا نیکہ بدر الدین و سراج الدین و
اللہ بخش والہی بخش پیران پیر صدر الدین ہیں حسب ذیل مواضعات واقع علاقہ انگریزی و واقع ریاست
بہاولپور خاص ملکیت پیر صدر الدین صاحب والد مظہران کی ہے ہم فریقین کل جائداد زرعی پر وقت وفات
والد صاحب سے قابض ہیں اس لئے ہم فریقین نے برضامندی خود آپس میں اس طرح تصفیہ کیا ہے کہ
کل جائداد مندرجہ بالا علاقہ انگریزی ریاست کے پانچ حصے کئے، تین حصے بدر الدین و سراج الدین
کو دیں گے اور دو حصے کل جائداد زرعی سے اللہ بخش والہی بخش کو دیں گے، جس قدر زیادہ نصف سے
بدر الدین و سراج الدین کو دیا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ وہ بسبب سرداری کے بڑے ہیں، سراج الدین
اس وقت موجود نہیں اس کی طرف سے مجھ بدر الدین ذمہ دار ہے کہ وہ اور میں بدر الدین حقیقی بھائی ہیں
۲۵ فروری ۱۸۹۲ء۔

(۴) بیان بدر الدین و تصدق مدعیان نسبت راضی نامہ مذکورہ، استفسار بدر الدین و صدر الدین
باقرا صالح ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء صدر الدین متوفی ہمارے والد کی جائداد زرعی علاقہ تحصیل پاکپٹن میں
حسب ذیل ہے، واڑہ پیران کلاں سالم بلاڑہ پیران سوم حصہ شیخوپور میں ایک چاہ کی راضی،
والدم مرگیا جب سے میرا اور سراج الدین میرے برادر حقیقی اللہ بخش والہی بخش برادران سوتلی والدہ
ہماری کا قبضہ جائداد پر علی الحساب بسبب تنازع رہا ہے، اب برضامندی یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل پانچ
حصے کے تین پانچویں مجھے اور سراج الدین کو ملے اور دو پانچویں اللہ بخش والہی بخش کو، جو زیادہ حصہ
نصف سے مجھے اور سراج الدین کو دیا ہے وہ بوجہ اس کے ہے کہ میں اور سراج الدین بڑے بھائی ہیں
سراج الدین پادریاست میں ہے اور میرا اور اس کا نفع نقصان مشترک ہے لہذا میں اس کی جانب سے

ذمہ دار ہوں۔ بدرالدین بقلم خود۔ دستخط عزیز الدین اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول۔ استفتاء اللہ بخش و
الہی بخش پسران صدر الدین باقرار صلح ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء۔ بدرالدین برادر کلاں اپنے کا بیان
ہم نے سنایا صحیح اور منظور ہے۔ اللہ بخش و الہی بخش بقلم خود۔
(۵) شجرہ نسب حقوق مالکان موضع وارثہ پیران کلاں تحصیل پاکپتن ضلع منٹگمری مرتبہ ۱۸۹۳ء
شیخ قریشی المعروف چشتی



بموجب حکم ۲۵ فروری ۱۸۹۳ء حصص ملکیت بر خلاف حصہ جدی کے رسمی قرار پائے۔
(۶) درخواست ابتدائی مشمولہ مسل نمبری ۲۳ موضع بلاڑہ صدر الدین تحصیل منچن آباد بابت داخلہ خارج
مظہران برادر حقیقی و سراج الدین و بدر الدین برادران سوتیلے ہمارے کاراضی نامہ ہوا۔ نقل فیصلہ پیش
کر کے ملتزم کہ موضع مذکورہ کا ۲ حصہ ہمارے نام داخلہ خارج فرمایا جائے، یکم جون ۱۸۹۳ء العبد اللہ بخش و
الہی بخش پسران صدر الدین اللہ بخش بقلم خود۔ بیان سائل لیا جائے بمراد تکمیل مسل حوالہ قانون گو ہو۔
یکم جون ۱۸۹۳ء ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

(۷) بیان اللہ بخش مشمولہ مسل نمبری ۲۳۔ نام اپنا اللہ بخش باپ کا نام صدر الدین عمر تحینا سال حاضر آکر لکھوایا کہ مظہر اور الہی بخش برادر مظہر و بدر الدین و سراج الدین پسران شیخ صدر الدین ہر چہ وارث حصہ برابر ہیں بدر الدین و سراج الدین نے ملکیت موضع بلاڑہ صدر الدین میں ہمارا نام درج نہیں کرایا اس باعث تکرار تھا برادری میں تصفیہ ہمارا ہو چکا ہے بموجب راضی نامہ ۲ حصہ بنام مظہر و الہی بخش داخل خارج فرمایا جائے، اللہ بخش بقلم خود۔ بعد تصدیق حکم ہوا کہ باجرائے پروانہ بدر الدین و سراج الدین والہی بخش بنا بر قلمبندی بیان طلب کیا جائے، یکم جون ۱۸۹۳ء، آج مسل پیش ہوئی حکم ہوا کہ فریقین مقدمہ طلب ہو کر بیان ان کا قلمبندی کیا جائے، ۱۳ جون ۱۸۹۳ء مسل پیش ہوئی آج تک نہ فریقین مقدمہ حاضر ہوتے ہیں نہ رپورٹ پیشکار شامل مسل ہوئی لہذا حکم ہوا کہ مقرر پیشکار کو لکھا جائے کہ جلد مطلوب گان کو بھجوا دیں، ۲۹ اگست ۱۸۹۳ء۔

(۸) پروانہ بنام پیشکار صادق پور مشمولہ مسل نمبری ۲۳۔ اندریں مقدمہ ۱۳ جون کو طلبی فریقین برادر قلمبندی بیانات کی گئی تھی، آج تک ان کی جانب سے نہ رپورٹ شامل مسل ہوئی نہ فریقین حاضر آئے ہیں لہذا کمر قلمی ہے کہ آپ فی الفور فریقین کو بھجوا دیں، ۲۹ اگست ۱۸۹۳ء فریقین کو باخذ محکمہ روانہ کار داری میں کیا جائے، ۱ ستمبر ۱۸۹۳ء، حکم سے اطلاع پائی سراج الدین بیمار ہے بروقت صحیحیابی اس کے حاضر ہو جائیں گے، ستمبر ۱۸۹۳ء العبد بدر الدین العبد اللہ بخش، جناب عالی مطلوب گان کو ہدایت احضار کی گئی اور العبد کرائے گئے ہیں سراج الدین سخت بیمار ہے بعد شفا حاضر ہو گا، ۸ ستمبر ۱۸۹۳ء۔

(۹) بیان بدر الدین وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۲۳ واقع ۲۲ اگست ۱۸۹۳ء، سوال اللہ بخش و الہی بخش پسران صدر الدین نے لکھوایا ہے کہ تم نے کل ملکیت صدر الدین کی محکمہ بند و بست میں اپنے نام درج کاغذات موضع بلاڑہ صدر الدین کرائی ہے حالانکہ مظہر ان بھی وارث ہیں منگمری سے فیصلہ ہو چکا ہے کہ ۲ حصہ ما مظہر ان اور ۳ حصہ تمہارا قرار پایا ہے نام مظہر ان درج کاغذات فرمایا جائے تم کو اس ایزادی میں کیا عذر ہے؟

(جواب) مظہر ان کو کسی طرح کا عذر اس ایزادی میں نہیں ۲ حصہ میں نام اللہ بخش و الہی بخش کا ایزاد فرمایا جائے، العبد بدر الدین بقلم خود، العبد سراج الدین۔ چونکہ اس ایزادی میں فریقین کو کچھ عذر نہیں لیکن یہ مسل بصیغہ وراثت دائر ہے وراثت کا فیصلہ محکمہ بند و بست میں ہو چکا ہے فریقین کو ہدایت ہو کہ درخواست ایزادی نام گذرانکر حسب ضابطہ ایزادی کرا دیں مسل پیشی سے خارج ہو کر داخل دفتر ہو۔ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۳ء۔ چونکہ یہ مسل ماہ اکتوبر میں داخل دفتر نہ ہوئی

اب داخل دفتر ہو ۲۳ نومبر ۱۸۹۳ء۔

(۱۰) سند مولوی نور الدین توگیروی نکاح خواں شیخ صدر الدین و رنگ بھری پیش کردہ مدعا علیہم برحکام واضح باد کہ بتاریخ ۲۸۶ھ سحری مقدس اس خادم الشرع عقد نکاح پر صدر الدین چشتی ولد پیر غلام حیدر چشتی در موضع کلاچی رو بروئے گواہان قمر الدین نمبردار کلاچی و اکبر علی ساکن کلاچی و مولوی غلام قادر ساکن جمن شاہ با رنگ بھری کجری ولد نامعلوم بستہ اللہ بخش والہی بخش قبل ازیں نکاح پیدا بودند، تحریر ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ العبد نور الدین توگیروی گواہ شد غلام قادر ساکن جمن شاہ

(۱۱) سند مولوی مذکور پیش کردہ مدعیان، مدعی حضرات کی پیش کردہ سند از مولوی مذکور بر علماء و حکام واضح باد کہ صدر الدین ولد پیر غلام حیدر چشتی را بطور نصیحت چند سال قبل از نکاح مشہورہ گفت کہ با رنگ بھری نکاح کردہ یا نہ، صدر الدین گفت من خفیہ از برادری رو بروئے دو کس گواہان مسماة مذکورہ نکاح کردہ بودم گفتم آنہیں شمار کہ اس کار بہتر کردہ۔ تحریر ۲۶ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ خادم الشرع نور الدین توگیروی۔ حشمت علی اقرار المقر۔

(۱۲) بیان مولوی غلام قادر مسل نمبری فیصلہ ۶ جولائی ۱۹۰۶ء تحصیل منجن آباد غلطی بند و بست باقر اصالح نام اپنا غلام قادر ولد مولوی جان محمد عرصہ سال سکنہ جمن شاہ تحصیل پاکپتن، عرصہ تخمیناً اربعین سال کا گزرا ہوگا کہ پیر صدر الدین کا نکاح اللہ بخش والہی بخش کی والدہ رنگ بھری سے مولوی نور الدین صاحب نے رو بروئے مظہر، قمر دین، اکبر علی شاہ پڑھا تھا اس وقت اللہ بخش سات آٹھ سال کا تھا قرآن شریف مولوی صاحب مذکور سے پڑھا کرتا تھا الہی بخش تخمیناً چار سال کا تھا۔ یہ ہر دو شخص اللہ بخش الہی بخش اس نکاح سے پہلے موجود تھے جب بدر الدین و قاسم علی کو اس شہادت کی ضرورت پیش آئی کہ یہ دونوں لڑکے قبل از نکاح موجود تھے اور مولوی صاحب مذکور سے انھوں نے تحریر حاصل کی تو شہادت کے دستخط میں نے کر دیئے میرے دستخط اس کاغذ پر موجود ہیں مظہر کو بھی حال معلوم ہے العبد مولوی غلام قادر۔

(۱۳) دربارہ درخواست ابتدائی مدعیان در تحصیل منجمن ابا و مشمول مسل نمبری ۴ گزارش ہے کہ
 ۱۵ شوال ۱۳۹۲ء میں پیر صدر الدین پدر فریقین کا انتقال ہو گیا ہم چار برادران کا بابت تقسیم ترکہ پدری
 تنازع ہو کر نالش کی نوبت پہنچی جو بتاریخ ۳ فروری ۱۳۹۳ء فیصلہ الحکمہ ۱۱ سسٹنٹ ضلع منٹگری داخل خارج
 حسب ذیل اٹاک آڑوے آب و ریاست بہاولپور بدر الدین و سراج الدین اللہ بخش و الہی بخش ہو کر
 عملدرآمد ہوا ان اٹاک ریاست ہذا میں قبضہ ادا کے مالگزاری (۲/۵) و کاشت پر داشت ۲/۵ حصہ
 موقع پر موجود ہے اندا عارض کو ۲/۵ بلارہ بدر الدین بنام مظہران داخل خارج فرمایا جائے ۲۹ دسمبر ۱۳۹۸ء
 اللہ بخش و الہی بخش بقلم خود، بمراد تکمیل حوالہ قانونگو ہو اور بذریعہ پروانہ اسامیاں طلب کی جائیں،
 ۲۹ دسمبر ۱۳۹۸ء۔

(۱۴) حکم ظہری پرچہ کھتونی مشمولہ مسل نمبری ۱۴۔ آج مسل پیش ہوئی، پایا گیا کہ فریقین نے بعد
 دینے درخواست باوصف اجرائے احکامات کے پیروی نہیں کی لہذا حکم ہوا کہ مسل مقدمہ بعد پیروی خارج ہو
 ۲۳ مارچ ۱۳۹۹ء۔

(۱۵) درخواست در بند و بست جدید۔ درخواست غلطی بند و بست بموجب فیصلہ شیخ عزیز الدین
 کلکٹر ضلع منٹگری، اگرچہ حقیقت پر از وقت وفات پدر قبضہ مالگزاری بموجب فیصلہ مذکور الصدر ہمارا چلا آتا
 ہے بموجب غلطی بند و بست داخل خارج کاغذات سرکاری نہ ہوا چونکہ اب دوران بند و بست ہے لہذا
 مستدعی کہ داخل خارج ہمارے نام بموجب فیصلہ انگریزی و پرچہ مالگزاری ۲/۵ حصہ فرمایا جائے۔ نقل
 فیصلہ و پرچہ ملکیت شامل درخواست ہے، یکم جنوری ۱۹۰۶ء مستدعی اللہ بخش ولد پیر صدر الدین۔

(۱۶) بیان اللہ بخش بعد درخواست مذکور، نام اپنا اللہ بخش ولد پیر صدر الدین ذات چشتی عمر ۷۷
 سال بتا کر بیان کیا والد مظہر فوت ہو چکا ہے اس کے چار پسر تھے بدر الدین سراج الدین فوت ہو چکے ہیں
 غلطی بند و بست سے بعد فوت صدر الدین کے بدر الدین سراج الدین کا داخل خارج وراثت ہو کر عملدرآمد
 ہو گیا اور مظہر و الہی بخش کے نام اندراج نہ ہوا ضلع انگریزی میں مقدمہ دائر ہوا جس سے یہ قرار پایا کہ
 ۲/۵ حصہ مظہر و الہی بخش کے لئے جائیں جس کی نقل شامل درخواست ہے چاہتا ہوں ۲/۵ حصہ پر داخل خارج
 فرمایا جائے۔ اللہ بخش ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ۲ جنوری ۱۹۰۶ء۔

(۱۷) درخواست تقرر نشان مشمولہ مسل ۱۶ موجودہ ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء۔ کل مقدمہ سپرد نشان کر کے
 اعتراضات قانونی و رواجی چھوڑ دئے گئے ہیں لکھ دیتے ہیں کہ اگر موجودہ روئداد مسل سے مدعیان کا
 اولاد صحیح النسب ہو تو پیر صدر الدین موصوف سے ثابت ہو جائے تو مجھ مدعا علیہ کو واپسی جائداد سے

کچھ انکار نہ ہوگا اگر ان کا شرعاً نسب ثابت نہ ہو تو پھر ان کا میراث سے کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح النسب ہونے کے فتوے ثنائی ناطق ہوگا اور ہمیں کچھ عذر نہ ہوگا، ۱۸ جون ۱۹۰۸ء، بمقام صادق پور روبرو افسر صاحب مال مولوی عبدالمالک۔ العبد اللہ بخش مدعی بقلم خود، العبد الہی بخش مدعی بقلم خود، العبد احمد شاہ مدعا علیہ بقلم خود۔ تحریر ہوا کہ مولوی صاحبان تمام موضع چک بھوگا نوالہ میں جمع ہو کر بموجب روئداد مسل کے فتویٰ دیں۔ امور تنقیح بحث طلب یہ ہیں کہ آیا مدعیان پر صدر الدین کی اولاد صحیح النسب ہے یا نہیں۔ دوسرا رضی نامہ مصدقہ ضلع منٹگمری کا شرعاً کیا اثر ہے، فیصلہ کثرت رائے ثنائی پر کیا جائے گا فتویٰ چار یوم کے اندر داخل ہو، ۱۸ جون ۱۹۰۸ء دستخط افسر مال۔

(۱۸) فتویٰ مولوی عبدالحکیم وغیرہ مشمولہ مسل نمبری ۱۶۔ مدعیان نے ایک صلحنامہ از جانب والد و چچ مدعا علیہما پیش کیا جس میں صریح لکھا ہے کہ مدعیان پر صدر الدین کے بیٹے ہیں۔ علاوہ بریں معتبر شہادت سے ثابت ہے کہ پر صدر الدین مورث مدعیان کو اپنا بیٹا تسلیم کرتا تھا بدرالدین و سراج الدین نے تحصیل میں بھی مدعیان کو اپنے بھائی پر صدر الدین کے بیٹے قرار دے کر لکھوایا ہے کہ بیشک حسب مضمون صلحنامہ ریاست میں بھی ملکیت کا عملدرآمد ہونا چاہئے۔ علاقہ آزدوے آب میں بھی پٹواری کے سامنے سراج الدین و بدر الدین نے مدعیان کو اپنے بھائی لکھوائے ہیں اور اجماع اقوام چشتی اور شجرہ نسب جو ضلع منٹگمری میں لکھا ہے مدعیان پر صدر الدین کی اولاد اور وارث لکھے ہیں اور اس پر پر صدر الدین اور بعض شہادان نفی نسب کے ثبوت نسب پر مواہیر موجود ہیں شہادت مدعا علیہما نفی پر مشتمل ہیں اور شہادت نفی مقبول نہیں ہوتے۔ پس بوجہ اقرار پر صدر الدین بولدیت مدعیان اور تسلیم بدر الدین و سراج الدین اخوت مدعیان کو فتویٰ شرعی یہ ہے کہ مدعیان کا نسب پر صدر الدین سے ثابت ہے۔

اذا اقروا وارث واحد بواسرث
کمن ترک ابنا فاقربا خ لا یثبت
نسبه عندہما و قال
ابویوسف یثبت و بہ
اخذ الکرخ لانہ
لما قبل فی المیراث قبل
فی النسب وان کانت اکثر
من واحد بان کان سراجین

جب ایک وارث دوسرے کے وارث ہونے کا
اقرار کرے جیسا کہ میت کا بیٹا اپنے بھائی کا
اقرار کرے تو شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک
بھائی کا نسب ثابت نہ ہوگا اور امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نسب ثابت ہو جائے گا
اور امام کرخی نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ
ایک کے اقرار سے جب وارث ہونا ثابت ہو جاتا
ہے تو نسب میں اس کا قول تسلیم کیا جائے گا اور

اور جلاوا امرأتین فصاعدا یتبث النسب
باقی ادھم بالاجماع لکمال النصاب و
یستحق حظه من نصیب المقر اھ حموی
قرۃ العیون -

ایک سے زائد وراثت مثلاً دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں
کسی کے وارث ہونے کا اقرار کریں تو اس اقرار
سے نسب بالاجماع ثابت ہو جائے گا کیونکہ شہادت
کا نصاب کامل ہے اور اقرار کرنے والوں کے حصہ

میں یہ بھی شریک ہوگا ۱۲ھ حموی قرۃ العیون (د)
مولوی نور الدین صاحب نکاح خواں کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت نکاح ثانی مدعیان موجود تھے
اور دوسری تحریر میں ہے کہ نکاح مشہور سے پہلے پیر صدر الدین کا نکاح محضی والدہ مدعیان کے ساتھ تھا
ہر نکاح محضی جو روبرو گواہان کے ہوا معلن ہو جاتا ہے اور شرعاً جائز نافذ ہے باپ نے جب اقرار
کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اس کی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزند کی اقرار ہوگا اس عورت کے منکوحہ ہونے پر۔
در مختار، طحطاوی، قنیہ ۱۲ نور الہدیہ العبد عبد الرحیم اول مدرس عربی خانقاہ مبارک شریف، اللہ بخش
چک نادر شاہی، احقر العباد جمال الدین بعلم خود۔

(۱۹) فتویٰ مولوی عطاء محمد شمولہ مسل نمبری ۱۶ - ملاحظہ مسل سے ظاہر کہ مدعیان نے بابت اثبات
نسب و وراثت تین امر پیش کئے، ایک شہادت، دوسرا اقرار پیر صدر الدین بذریعہ نقل رواج عام
جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاد موجودہ صدر الدین از رنگ بھری وارث ہوں گے اس رواج عام پر مہر
صدر الدین بھی ہے گو اس میں نام اللہ بخش والہی بخش نہیں لیکن اولاد بحسب الظاہر رنگ بھری و
صدر الدین بغیر ان دونوں کے اور کوئی نہیں لہذا ضرورتاً یہی تصور کئے جائیں گے، تیسرا صلحنامہ جس
میں بدر الدین کی طرف سے اقرار صریح ہے لیکن اقرار سراج الدین نہیں ثابت ہوتا کہ سراج الدین
موقع پر نہ تھا۔ ایسا ہی کسی اور جگہ مسل مقدمہ سے اقرار سراج الدین ثابت نہیں جس وقت تحصیلدار
مینگن آباد نے مخاطب ہو کر فرمایا تم کو اس ایزادی میں کوئی عذر ہے تو سراج الدین نے بیان کیا
کہ کوئی عذر نہیں، اس سے تسلیم صلحنامہ بھی جائد اثبات ہوتا ہے نہ بکی ثبوت نسب جیسا کہ استفہام
تحصیلدار و جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن احقر کو بہ نسبت ہر ایک امر ان تینوں میں سے بکی ثبوت
نسب اعتراض ہے۔ امر اول شہادت۔ رکن شہادت شرع شریف میں لفظ اشہد یا اس کا
ہم معنی چنانچہ گواہی میدہم ہے۔ در مختار؛

رکنہا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہ معنی
 مشاہدۃ وقسم واخبار للحال فکانہ یقول
 اقسام باللہ لقد اطلعت علی ذلک و
 انا خبر بہ وھذا المعانی مفقودۃ فی
 غیرہ فتعین لہ
 کسی دوسرے لفظ میں نہیں پائے جاتے لہذا یہی لفظ شہادت متعین ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ولا یخلو عن معنی التعبد اذ لم ینقل
 غیرہ لہ
 اور شہادت عبادت سے خالی نہیں جبکہ شارع
 کی طرف سے دوسرا کوئی لفظ اس عبارت میں
 منقول نہیں ہوا (ت)

تنویر الابصار :

لزم فی الكل لفظ اشہد بلفظ المضارع
 بالاجماع لقبولہا والعدالة لوجوبہ لہ
 تمام گواہیوں میں اشہد کا لفظ مضارع بالاجماع
 لازم ہے قبولیت کے لئے اور گواہوں کی عدالت
 وجوب کی بنا پر ضروری ہے (ت)

قرۃ العیون میں ہے :

حتى لو قال اعلم او اتیقن لا تقبل
 شہادتہ لان النصوص ناطقة بلفظ
 الشہادۃ فلا یقوم غیرہا مقامہا لہ
 حتی کہ اگر گواہ نے "میں جانتا ہوں" یا "یقین
 رکھتا ہوں" کہہ دیا تو قبول نہ ہوگا کیونکہ تمام نصوص
 لفظ الشہادۃ کو بیان کر رہی ہیں اس کی جگہ
 دوسرا لفظ قائم مقام نہ بنے گا (ت)

مولوی اسلمی دہلوی کا غیر ضروری کہنا لفظ اشہد کو مخالف نصوص فقہاء و ماثور ہے اور بس

۹۰/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشہادات	۱۔ درمختار
۳۷۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۔ ردالمختار
۹۱/۲	مطبع مجتبائی دہلی	"	۳۔ درمختار شرح تنویر الابصار
۵۶/۱	مصطفیٰ البابا مصر	"	۴۔ قرۃ عیون الاخبار

ظاہر ہے کہ شہادت مندرجہ مسئل میں لفظ اشہد یا اس کے ہم معنی کا کہیں نام و نشان نہیں لہذا یہ شہادت قبول کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ امر ثانی اقرار صدر الدین مع نقل رواج عام میں یہ اعتراض ہے کہ دفاتر سلطانیہ اور سجلات محاضر کے امور مندرجہ تب حجت ہوتے ہیں کہ ان کے یا محافظ دفتروں کے ہاتھ محفوظ رہیں۔ اگر فریقین مقتدمہ یا اجنبی کے ہاتھ میں آجائیں تو حجت نہیں ہوتے۔ شامی جلد ۴ ص ۳۲۱:

سجل القاضی لایزور عادة حیث کان قاضی کے دفتری امور کے کاغذات جعل سازی محفوظ عند الامناء بخلاف ما کان سے عادة اس وقت محفوظ ہوتے ہیں جب وہ بید الخصم یہ امین لوگوں کے پاس محفوظ ہوں بخلاف جب

وہ مخالف فریق کے ہاتھ میں ہوں۔ (د ت)
چونکہ نقل رواج عام بذریعہ مدعیان پہنچی اور اصل سجل کا ملاحظہ نہ ہوا حجت شرعی نہ ہوگی۔ امر ثالث صلیحہ میں یہ اعتراض ہے کہ فقط اقرار بدر الدین بہ ثبوت نسب ثابت ہوتا ہے سراج الدین کا اقرار بہ نسب کسی جگہ سے ثابت نہیں پس اقرار ایک بدر الدین بموجودگی سراج الدین ثبوت نسب نہیں ہو سکتا۔ تنویر الابصار:

لو اقر رجل بنسب فیہ تحیل علی غیرہ اگر ایک شخص کسی کے نسب کا اقرار کرے جس سے لایصح الاقرار، ومن مات ابوک فاکفر دوسرے کے حصہ پر زد پڑے تو یہ اقرار صحیح باخ شارکہ فی الامراث ولم یثبت نہ مانا جائے گا، اگر کسی کا والد فوت ہو اور اپنے نسبہ سے (ملخصاً) بھائی کا اقرار کرے تو یہ بھائی اس کے ساتھ

وراثت میں شریک ہوگا لیکن اس ایک کے اقرار سے والد سے نسب ثابت نہ ہوگا (ملخصاً) (ت)
عبارت قرۃ العیون سے مطلب مولوی صاحبان ثابت نہیں، عبارت مذکورہ سے مقصود بیان اس صورت کا ہے کہ مقرر وارث واحد ہو کہ اس کے ساتھ کوئی وارث نہ ہوا، اگر وارث دیگر ہو تو ثبوت نسب اقرار واحد شخص سے بموجب روایت امام ابو یوسف بھی نہیں ہو سکتا۔ خود قرۃ العیون کی اس سطر سے پہلے ملاحظہ فرمائیے:

قال فی البدائع ان الوارث لو کان کثیرا بدائع میں فرمایا اگر وارث کثیر ہوں تو ایک کے کسی

فائق واحد منهم باخ آخر ونحوه لایثبت
نسبه ولا یوث معهم ولو اقر منهم
رجلان اورجل وامرأتان یثبت نسبه
بالاتفاق، ولو كانت الوارث واحدا
فائق به یثبت عند ابی یوسف خلافا
لابی حنیفہ ومحمد وبقول ابی یوسف
اخذ الکرخنی اھ وظاھر المتون علی ترجیح
قولہما کما لا یخفی قرۃ العیون ج ۲ ص ۱۳۱۔
کے قول کو امام کرخی نے لیا ہے جبکہ ظاہر متون نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے جیسا کہ مخفی
نہیں ہے۔ قرۃ العیون جلد ۲ ص ۱۳۱ (ت)

چونکہ صورت مقدمہ میں بدرالدین کے ساتھ دوسرا وارث سراج الدین ہے تو اقرار بدرالدین اکیلے
کا بموجب روایت امام ابو یوسف بھی مثبت نسب نہ ہوگا، یہ دو تحریرات مولوی نور الدین قابل اعتبار
نہیں کیونکہ ان تحریرات سے نہیں جو شرعاً حجت ہو باقی رہا اقرار بنی جامداد تو اقرار بدرالدین سے ضرور
شرکت فی الوراثة اس کے حق میں ثابت ہے سراج الدین کا قول روبروئے تحصیلدار بظاہر تسلیم صلحنامہ
بجی جامداد ہے و بلحاظ استقلال کلام وعدم ضمیر راجع کلام مستأنف ہوگی مبنی بر اقرار نہ ہوگی، بہر حال
شرکت فی الوراثة در کل جامداد یا در حصہ بدرالدین بموجب ضمانت و ثابت ہوگی اور بموجب صلحنامہ
اقرار بدرالدین مستحی وراثت علی حسب صلحنامہ ہوں گے۔ خادم الشرع عطا محمد مدرس چھوگا نوالا بقلم خود فقط
(۲۰) رپورٹ ثالشان مشمولہ مسل نمبری ۱۶۔ گزارش ہے کہ سوائے تحقیقات جدید کے مظہر ان
فیصلہ نہیں کر سکے اور اب تحقیقات جدید کا موقع نہیں رہا کہ احمد شاہ مدعا علیہ نے محکمہ پرنسپلٹی میں
واسطے منسوخی ثالشان کے عرضی دی ہے اور بیان کیا ہے کہ مسل واسطے ملاحظہ کے محکمہ مذکور الصدر
میں طلب کی گئی ہے اس واسطے تحقیقات جدید ملتوی کی گئی پھر جب حکم ہو تحقیقات کی جائیگی ۲۱ جون
۱۹۰۵ء العبد اللہ بخش چک نادر شاہی العبد عطا محمد مدرس عربیہ چھوگا نوالا، العبد عبد الرحیم
اول مدرس عربیہ مہاراجن شریف۔

(۲۱) نقل عرضی منسوخ ثنائی ۱۶۔ جناب عالی افسر صاحب مال نے من مد علیہ کو ثالث مقرر کرنے کو ارشاد فرمایا تھا لیکن سائل نے انکار کیا تھا اور اس میں رضامند نہیں تھا عدالت موصوف نے مجھ سے جبراً اقرار نامہ ثالثی داخل کرایا ہے جس میں سائل بالکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے سے رضامند نہیں تھا لہذا التماس ہے کہ تقرر ثالثی منسوخ فرمایا جائے اور جیسی کارروائی قبل از تقرر ثالثی تھی ویسی ہی جاری کی جائے ۲۱ جون ۱۹۰۸ ہجری احمد شاہ ولد سراج الدین بقلم خود۔

نقل حکم پریذیڈنٹ: مسل کا ملاحظہ کیا گیا درخواست تقرر ثنائی و دستخطی شاکہ ہے، ایک اعلیٰ افسر کی نسبت بدظنی کی کوئی وجہ ہے اس لئے ناقابل التفات قرار دے کر مسل برادر کارروائی مضابطہ واپس جائے۔ دستخط پریذیڈنٹ صاحب۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب (یا اللہ! سچی اور درستی عطا فرما۔ ت) قبل اس کے کہ ہم بتوفیق الہی یہاں حکم شرعی بیان کریں اتنی گزارش فریقین مقدمہ و حکام سب سے ضرور کہ معاملہ اہل اسلام کا ہے ریاست مسلمانوں کی ہے ابتدا ہی ہر فریق پر فرض تھا کہ حکم شرع پر گردن رکھتا، حکام پر فرض تھا کہ شرع مطہر کے موافق فیصلہ کرتے۔

قال الله تعالى فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما

وقال تعالى الم ترالى الذين يزعمون انهم امنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الى الطاغوت وقد امروا ان يكفروا به ويريد الشيطان ان يضلهم ضللا بعيدا

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنی باہمی نزاع میں تجھے حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تو حکم فرمائے اس کے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا،) کیا تو نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے قرآن مجید اور اگلی کتابوں پر، پھر یہ چاہتے ہیں کہ مخالفان خدا و رسول کی بات پر فیصلہ رکھیں حالانکہ انھیں تو ان سے منکر ہونے کا حکم تھا اور شیطان چاہتا ہے انھیں دور کی گمراہی میں ڈال دے (ت)

وقال تعالى يا ايها الذين امنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه لكم عدو مبين

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے آجاؤ یعنی ہر بات میں احکام اسلام ہی کی پیروی کرو اور شیطانی راہ کے پیچھے نہ جاؤ بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔)

وقال تعالى ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون وقال تعالى فاولئك هم الظالمون

(اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شریعت مطہرہ کے مطابق حکم نہ کریں تو وہی لوگ فاسق ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہی لوگ ظالم ہیں۔

اب کہ معاملہ ثالثی تک پہنچا اور اہل علم ثالث کئے گئے اور ان سے فتویٰ طلب ہوا تو خود ہی تمام باہمی چھٹ گئی اور صرف شرع مطہر پر بنائے کار رہی، لہذا اقرار نامہ میں فریقین نے لکھ دیا تھا کہ ”کل مقدمہ سپرد نشان کر کے اعتراضات قانونی اور رواجی چھوڑ دئے گئے ہیں“ اب صرف اتنا دیکھنا رہا کہ فتوے نشان صحیح و مطابق قواعد شرعیہ ہے یا نہیں اور اس جانچ میں صرف قواعد شریعت مطہرہ پر نظر لازم، قانونی یا رواجی جھگڑوں کی طرف اصلاً التفات نہیں، نہ یہ کہ معاذ اللہ شرعی احکام کو تاویلات دور از کار کر کے قانون و رواج کی طرف ڈھالنا کہ یہ ان تمام آیات کریمہ کے صریح مخالف ہوگا، واللہ المہادی۔

اب ہم بیان حکم شرعی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وباللہ التوفیق، کاغذات ملاحظہ ہوئے یہ فیصلہ کہ ثالثوں نے کیا اور اسی پر افسر مال نے مدار حکم رکھا شرعاً محض باطل ہے اس کا بطلان بہت وجہ سے ہے، ایک یہ کہ فیصلہ کرنے والے شرعاً ثالث ہی نہ تھے، نہ ان کو اصلاً فیصلہ کا اختیار تھا نہ ان کا فیصلہ کسی راہ چلتے اجنبی کی بات سے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔

دوم اگر وہ ثالث فرض بھی کئے جائیں جب بھی انہیں خاص اس فیصلہ کا اختیار تھا جو انہوں نے دیا۔

سوم اس سے بھی قطع نظر ہو تو ان کا فیصلہ بوجہ باہمی اختلاف رائے کے نامعتبر ہے۔

چہاں ہم ان سب سے درگزریے اور نفس فیصلہ کو دیکھتے جو تین ثالثوں نے کیا تو وہ خود ہی یکسر مخالف شرع واقع ہوا۔ اب ان سب وجوہ کو توفیق اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں،

وجہ اول: بچوں کو فیصلہ کا اختیار اس وقت ہوتا ہے کہ ان کے حکم دینے تک فریقین ان کے بچے ہونے پر راضی رہیں، اگر ایک فریق بھی بچے کے حکم دینے سے ایک آن پہلے اس کی ثالثی پر ناراضی ظاہر کرے فوراً وہ ثالثی سے نکل جائے گا اور اسے حکم دینے کا کچھ اختیار نہ رہے گا اور حکم دے تو اصلاً نہ سنا جائیگا یہاں تک کہ ہمارے علماء فرماتے ہیں اگر تمام ترتیب و تکمیل مقدمہ کے بعد جب صرف حکم دینے کی دیر رہی تھی ثالث نے ایک فریق سے کہا میرے نزدیک حجت تجھ پر قائم ہوگئی میں تجھ پر حکم دیا چاہتا ہوں اس نے کہا میں تیرے ثالثی سے راضی نہیں، بس یہ کہتے ہی ثالث کو اختیار جاتا رہا اب وہ کچھ حکم نہیں کر سکتا۔ درمختار جلد ۴ صفحہ ۵۲۰ میں ہے۔

(ینفرد احدہما بنقضہ) ای التحکیم بعد
ثالث بننے والے کے فیصلہ کو ایک فریق بھی رد
وقوعہ

ردالمحتار جلد ۴ صفحہ ۵۴۲ میں ہے،
لکل منہما عزلہ قبل الحکم
ثالث کے فیصلہ سے قبل کوئی ایک فریق بھی ثالث
کو معزول کر سکتا ہے (ت)

فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص ۱۲۱ میں محیط سے ہے،
لو وجَّهَ الحَکَمَ القضا، علی احدہما
یرید بہ انَّ الحَکَمَ قال لاحد الخصمین
قامت عندی الحجۃ بما ادعی علیک من
الحق ثم ان الذی توجه علیہ الحکم عزلہ
ثم حکم علیہ بعد ذلک لاینفذ حکمہ
علیہ
اگر حکم کسی ایک فریق پر فیصلہ متوجہ کرے، سے
مراد یہ ہے کہ حکم ایک فریق کو کہے کہ دعویٰ کرینوالے
کی حجت میں تجھ پر قائم سمجھتا ہوں کہ حق ہے پھر یہ
فریق اس کو معزول کر دے اور اس کے باوجود
حکم اس فریق کے خلاف فیصلہ دے دے تو وہ
فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں کہ احمد شاہ نے قبل حکم ثالثان ثالثی سے اپنی ناراضی بذریعہ عرضی ظاہر کی ثالثی فوراً منسوخ ہوگئی
اور ثالثی کا فیصلہ ایسا ہی ہو گیا جیسے راہ چلتا کوئی اجنبی کچھ کہہ جائے اور اس کی نسبت یہ عذر کہ

۸۲/۲	مطبع مجتہدی دہلی	باب التحکیم	۱۔ درمختار کتاب القضاء
۳۵۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۔ ردالمحتار
۳۹۸/۴	نورانی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور	الباب الرابع والعشرون	۳۔ فتاویٰ ہندیہ

درخواست تقرر ثالثان احمد شاہ کی دستخطی ہے کچھ بکار آمد نہیں، احمد شاہ نے عرضی میں فقط یہی بیان نہ کیا کہ مجھ سے جبراً تقرر ثالثان کرایا ہے میں رضامند نہ تھا بلکہ صاف لکھ دیا ہے کہ ”سائل بالکل رضامند نہیں جیسا کہ پہلے رضامند نہ تھا“ اس کا اس قدر لکھنا منسوخی ثالثی کے لئے کافی ہے پس ثالثی باطل محض ہوگئی اور یہ فیصلہ اصلاً قابل التفات نہیں۔

وجہ دوم: بالفرض اگر ثالثی باقی بھی رہتی تو ملاحظہ مسل سے ظاہر کہ مدعا علیہم میں ایک لاکھ خراجش نابالغ بھی ہے اور جب کہ فیصلہ بحق مدعیان دیا گیا تو اس کا ضرر اسے بھی پہنچے گا اور ثالثوں کو کوئی اختیار نہیں کہ ایسا فیصلہ دیں جس کا اثر نابالغ پر پڑے۔ ردالمحتار جلد ۴ ص ۵۴۲ میں ہے،
لا یصح حکمہ بما فیہ ضرر علی الصغیر۔ نابالغ کے خلاف ضرر رساں فیصلہ حکم نہیں دے سکتا بخلاف القاضی لے

اور وجہ اس کی ظاہر کہ ثالثی کا حاصل فریقین کا باہمی ایک صلح کر لینا ہے احمد شاہ کو کیا اختیار کہ ایسا صلح کرے جس سے اس کے نابالغ بھائی کو نقصان پہنچے۔ ردالمختار صفحہ ۳۵۳ میں ہے،

(التحکیم) صلح معنی فلا یصح تعلیقہ تخکیم یعنی کسی کو ثالث بنانا معنی صلح ہے لہذا ولا اضافتہ عند الثانی وعلیہ الفتوی اس کی تعلیق و اضافت جائز نہیں یہ امام ثانی یعنی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک، اور اسی پر فتویٰ ہے، جیسا کہ خانہ کی قضا میں ہے۔

ردالمختار میں ہے،

قال فی الدرر فانه تولیة صورة و صلح در میں فرمایا، یہ صورتاً تولیت ہے اور معاً صلح معنی اذ لا یصار الیہ الا بتراضیہما لقطع سے ان کے جھگڑے کو ختم کرنا مطلوب ہوتا ہے (ت) الخصومة بینہما۔

وجہ سوم: ہم پہلے کہ چکے ہیں اور خود فریقین نے تسلیم کیا کہ قانونی و رواجی باتیں سب بالائے طاق رکھی گئیں معاملہ صرف شرعی طور کے سپرد ہے اور یہی فرض تھا، اب شرع مطہر کا حکم سنئے

۳۴۹/۴	ردالمختار	کتاب القضاء	باب التحکیم	دار احیاء التراث العربی بیروت
۵۳/۲	ردالمختار	کتاب البیوع	باب المتفرقات	مطبع مجتبائی دہلی
۲۲۸/۴	ردالمختار	باب ما یبطل بالشروط الفاسد الخ	دار احیاء التراث العربی بیروت	

ثالثی جب متعدد اشخاص کے سپرد کی جائے تو ان کا وہی حکم مسلم و قابل اعتبار ہوگا جو وہ سب باتفاق رائے فیصلہ کریں اور اختلاف پڑے تو ان میں کسی کا حکم قابل لحاظ نہیں ایسے مقامات میں کثرت رائے پر نظر نہیں ہو سکتی جہاں کوئی اختیار متعدد اشخاص کو سپرد کیا گیا ہو مثلاً چند شخصوں کو وکیل کیا تو ان سب کی رائے متفق ہونا ضرور ہے یا متعدد اشخاص کو اپنے مال کا وصی کیا تو جو تصرف ہوگا سب کی مجموعی رائے سے ہو سکے گا یا چند اشخاص کو وقف کا متولی کیا تو اس میں بھی بعض یا اکثر کی رائے سے کچھ نہ ہو سکے گا جب تک سب کی رائے متفق نہ ہو بعینہ یہی حالت ثالثوں کی ہے اور ان سب کی وجہ یہی ہے کہ اختیار دینے والا مجموعہ کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ کہ بعض کی۔ اشباہ والنظائر صفحہ ۲۵۱ میں ہے:

الشئ المفوض الی اثنين لا یملکہ احدهما
کالوکیلین والوصیین والناظرین و
القاضیین والحکیمین ۱
جو چیز دو کو تفویض کی جائے ایک واحد مالک نہ ہوگا
جیسا کہ دو وکیل، دو وصی، دو منظم، دو قاضی
اور دو ثالث۔ (د ت)

ہدایہ جلد دوم ص ۱۳۲ میں ہے ۱

اذا وکل وکیلین فلیس لاحدهما ان
یتصرف فیما وکلا به دون الآخر وهذا فی
تصرف یتحتاج فیہ الی الرأی کالبیع والمخلع
وغیر ذلک لان الموکل رضی برأیهما
لا برأی احدهما ۲
جب کسی نے دو وکیل بنائے تو جس معاملہ میں
دونوں وکیل ہیں ایک وکیل دوسرے کے بغیر
اس میں تصرف نہیں کر سکتا، یہ ان امور میں ہے
جن میں مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے جیسے بیع اور
خلع وغیرہ، کیونکہ موکل دونوں کی رائے پر راضی
ہے ایک کی رائے پر نہیں (د ت)

اسی کے صفحہ ۵۶۷ میں ہے ۱

الولاية تثبت بالتفویض فی راعی وصف
التفویض وهو وصف الاجتماع اذ هو
شرط مفید ۳
ولایت تفویض سے ثابت ہوتی ہے لہذا
تفویض کے وصف کی رعایت ضروری ہے اور
یہ دونوں کی اجتماعی رائے کا وصف ہے (د ت)

۱ اشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب الوکالة
۲ الہدایہ کتاب الوکالة فصل فی تصرف الوکیلین
۳ الہدایہ کتاب الوصایا باب الوصی وما یملکہ
ادارة القرآن کراچی ۱۶/۲ تا ۱۸
مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۹۱/۳
" " " " ۶۹۰/۴

شہادتہما بشا لث معہما اعتراف بعجزہما
عن التصرف لعد م استقلالہما یہ لہ

اپنے ساتھ تیسرے کے بارے میں ان کی شہادت اس
یات کا اعتراف ہے کہ وہ تصرف میں عاجز ہیں کیونکہ
وہ اس میں استقلال نہیں رکھتے۔ (ت)

وصیاء المیت لما شهدا بالثالث فقد اعترفا
بجز شرعی منهما عن التصرف الا ان یکون
هو معهما۔^{۱۷}

میت کے دو وصی ہیں انھوں نے جب اعتراف کیا
کہ ہمارے ساتھ قیصر ہے تو انھوں نے اپنے
شرعی عجز کا اظہار کر دیا کہ قیصر کے بغیر ہم تصرف
نہیں کر سکتے (ت)

ما ثبت لجماعة فهو بينهم على سبيل
الاشتراك الا في مسائل الى آخره وعد ثلثا
ليس هذه منها۔

جو امر جماعت کے لئے ثابت ہو تو وہ پوری جماعت
اس میں شریک ہوگی ماسوائے چند مسائل کے جن
کا حکم و قیود میں مسئلہ ان میں سے نہیں۔ (د)

وجہ چہارم : اگر یہ وجہ کچھ بھی نہ ہوتے تو فیصلہ خود ہی اصول شرع کے بالکل خلاف ہوا ہے روئے داد مسل اثبات نسب اللہ بخش والہی بخش میں شرعاً محض ناکافی ہے ثالثوں نے اس کے لئے سات چیزوں سے استناد کیا چھ ثبوت تحریری یعنی کاغذات نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۹، ۱۱ جن کا خلاصہ سوال میں گزرا اور ساتواں ثبوت زبانی یعنی شہادات مگر بہت افسوس کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ ان میں ایک بھی میزان شرع پر کامل و کافی نہیں۔

(۱) فتوے ثلثان کا بیان کہ ”پٹواری کے سامنے سراج الدین و بدرالدین نے مدعیان کو اپنے بھائی

[illegible]

لکھوائے ہیں "سخت عجب ہے اولادہ اگر ہے تو صرف بدرالدین کا بیان جس میں اظہار سراج الدین کا نام نہ نشان۔

(۲) اس کے کس لفظ کس حرف میں بدرالدین نے اللہ بخش والہی بخش کو اپنا بھائی کہا اس نے تو صاف اس کے خلاف یہ بیان کیا کہ وہ دونوں قبل از نکاح پیدا ہوئے ہیں اس سے اتنا بھی نہ کھلا کہ لفظہ پر صدرالدین سے پیدا ہوئے۔ کچھ بیان جو بلا نکاح رکھی جاتی ہیں مقید نہیں ہوتیں کیا خبر ان کی اولاد کس سے ہے، نہ ہرگز اس بیان میں پر بدرالدین نے معاذ اللہ صراحتاً اپنے باپ کو زنا کی طرف نسبت کیا کچھنی کو لے کر چلا جانا گانا ناچ دیکھنے سننے کے لئے بھی ہو سکتا ہے کچھ زنا ہی ضرور نہیں، اور بفرض غلط اگر بدرالدین کی یہی مراد مافی جلتے تو بھی ان کے بھائی ہونے کا اقرار کہاں ہوا، ایسی اولاد بے نکاح کو شرع اس صاحب لفظہ کی اولاد کب مانتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ بچہ اس کا جس کا نکاح ہے اور زانی کیلئے پتھر۔

(۳) بالفرض اس میں اگر سراج الدین کا بھی نام ہونا اور بھائی ماننے کی صریح تصریح بھی، جب بھی کیا حجت ہو سکتا کہ یہ نہ سراج الدین کا بیان ہے نہ بدرالدین کا بلکہ ایک بیواری کا قول ہے کہ انھوں نے ایسا بیان کیا جس کی عدالت بھی معلوم نہیں، کیا شرع میں کسی کا اقرار ایک شخص واحد بموجب العداۃ کے بیان سے ثابت ہو سکتا ہے ہرگز نہیں،

قال اللہ تعالیٰ واشھدوا ذوی عدل منکم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے میں سے دو عادل گواہ بناؤ۔ (ت)

بیواریوں کی سیکڑوں رپوڑیں اپنے تھوڑے سے فائدے کے لئے خلاف واقع گزرا کرتی ہیں ہر شخص جسے زمینداری سے تعلق رہا ہے اسے اپنے تجربے سے جانتا ہے میں نہیں کہتا کہ عنایت اللہ نے ایسا کیا مگر تحسین ظن اور چہیز ہے اور حجت شرعیہ دوسری چیز۔

کاغذ دوم رواج عام

(۴) رواج عام کی نسبت ثالثوں کا فرمانا کہ اس میں مدعیوں کو پر صدرالدین نے وارث لکھا ہے

صحیح البخاری کتاب البیوع و کتاب الوصایا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۷۶/۱ و ۳۸۳
مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ والفکر بیروت ۵۹/۱

القرآن الکریم ۲/۶۵

بہت سخت عجب ہے رواج عام کی عبارت سامنے موجود ہے اس میں نہ مدعیوں کا نام ہے نہ مدعیوں کی ماں کا نام، صرف اس قدر ہے کہ ”صدر الدین نے ہمراہ عورت بیوہ قوم پیرنی کے نکاح کر لیا ہے اولاد اس کی بعد وفات صاحب جائداد کے مالک ہوگی“ اس سے کیا ثابت ہوا کہ کون عورت اور کس کی اولاد یہ اقرار اگر ہے تو محض مجہول کے لئے ہے جس کی جہالت سخت فاحشہ ہے بیوہ عورت قوم پیرنی لاکھوں ہیں اور ایسے مجہول کے لئے اقرار بالاتفاق باطل ہے۔ ہدایہ جلد دوم صفحہ ۱۶۵ میں ہے:

جہالة المقر به لا يمنع صحة الاقرار لان الحق قد يلزمه مجهولا بان تلف ما لا يدري قيمته بخلاف الجهالة في المقر له لان المجهول لا يصلح مستحقا له

جس چیز کا اقرار کیا جائے وہ مجہول ہو تو مانع اقرار نہیں کیونکہ حق مجہول ہوتے ہوئے بھی لازم ہو جاتا ہے یوں کہ اقرار کیا کہ چسپہ تلف کی ہے جس کی قیمت معلوم نہیں بخلاف مقر له یعنی جس کے حق میں اقرار کیا ہو کیونکہ مجہول شخص مستحق نہیں بن سکتا۔ (د)

بحر الرائق جلد ہفتم ص ۲۷۲ میں ہے:

جہالة المقر له مانعة من صحته ان تفاحشت كل واحد من الناس على كذا

مقر له کی جہالت فاحشہ اقرار کی صحت کے لئے مانع ہے اس میں تمام لوگ شامل ہیں۔ (د)

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جلد پنجم ص ۴ میں ہے:

لو كان المقر به مجهولا لا يمنع صحة الاقرار بخلاف الجهالة في المقر له سواء تفاحشت او لا لان المجهول لا يصلح مستحقا هكنا ذكر شمس الائمة وذكر شيخ الاسلام في مبسوطه والناظمي في واقعاته انهما اذا تفاحشت لا يجوز ان له تفاحش جازي

اگر مقر به یعنی جس چیز کا اقرار ہو، مجہول ہو تو وہ اقرار کی صحت کے لئے مانع نہیں بخلاف مقر له خواہ یہ جہالت وسیع ہو یا نہ ہو کیونکہ مجہول شخص مستحق نہیں ہو سکتا، شمس الائمہ نے یوں ذکر کیا، جبکہ شیخ الاسلام نے اپنی مبسوط میں اور ناظمی نے اپنی واقعات میں فرمایا کہ اگر جہالت فحش ہو تو مانع ہے اور یہ جہالت کھلی نہ ہو تو امتداد جائز ہے۔ (د)

۲۳۰/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الاقرار	۱۰ ہدایہ
۲۵۰/۴	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	"	۱۱ بحر الرائق
۴/۵	المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر	"	۱۲ تبیین الحقائق

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری جلد چہارم ص ۵۹ میں ہے۔

اشباہ والنظائر صفحہ ۲۵ میں ہے الاقرار للمجهول باطل الخ (مجهول شخص کے لئے اقرار باطل ہے الخ۔ ت) اس پر ثالث چہارم یعنی مولوی عطاء محمد صاحب نے جو یہ خیال کیا کہ ”گو اس میں نام اللہ بخش والہی بخش نہیں ہے لیکن چونکہ اولاد بحسب الظاہ رنگ بھری و صدر الدین کی بغیر ان دونوں کے اور کوئی نہیں، لہذا ضرورۃً یہی تصور کئے جائیں گے، میں اس کے لئے بھی شرع میں کوئی اصل نہیں پاتا، اولاً کیا اگر کوئی اقرار کرے کہ ایک شخص ساکن ہندوستان کے ہزار روپے مجھ پر قرض آتے ہیں تو جو کوئی ہندوستانی اس پر دعویٰ دے کہ ہوا کرکڑا ہوگا ہم باور کر لیں گے کہ وہ یہی ہے جس کی نسبت اقرار کیا تھا نہیں بلکہ ضرور اسے ثبوت دینا ہوگا اس قدر شدید جہالت و رکنا زید اگر کسے خالد کے مجھ پر سو روپے آتے ہیں پھر خالد نامی ایک شخص مدعی ہو کہ میں خالد ہوں میرے روپے آتے ہیں ہرگز اس قدر سے ثبوت دعویٰ نہ ہوگا اور مقرر کا اس کے حق میں انکار کرنا حلف کے ساتھ مان لیا جائے گا۔ وجہز امام کردی پھر رد المحتار جلد دوم صفحہ ۵۵، میں ہے:

اذا اقر بمال لمسمی فادعی رجل انه جب ایک نے کسی مسمی شخص کے حق میں مال کا
هو وانکر یصدق بالحلف ماله علی هذا اقرار کیا اور دوسرے نے دعویٰ کیا وہ مسمیٰ میں
المال یلہ ہوں لیکن اقرار کرنے والا اس کا انکار کرتا ہے

تو انکار کی قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے گی کہ مدعی کا اس پر یہ مال نہیں ہے۔ (ت)
توجہ صراحت نام لے دینے سے بھی ثبوت نہ ہو گیا کہ ایک نام کے ہزاروں ہوتے ہیں تو اتنی سخت
مجهول بات کہ یہ وہ پر فی کیا مفید ثبوت ہو سکتی ہے اگر کئے یہاں ثبوت کا پتہ یوں چلتا ہے کہ احسن
رنگ بھری سے پیر صدر الدین نے نکاح کیا ہے اور وہ قوم کی پر فی ہے یوں ہم نے سمجھ لیا کہ وہ عورت
یہی ہے، ہم کہیں گے کیا ثبوت ہے کہ تحریر رواج عام کے وقت رنگ بھری نکاح صدر الدین میں تھی
اور ہو بھی تو غایت درجہ ایک قرینہ ہے جسے مفتی نے خود ظاہر کیا اور ہدایہ وغیرہ تمام کتابوں میں تصریح
ہے کہ:

الظاہر یصلح حجة للدفع ظاہر حال دفاع کی دلیل ہو سکتا ہے

یعنی ظاہر سے سند لانا مدعا علیہ کو مفید ہو سکتا ہے مدعی کو اصلاً مفید نہیں اور یہاں اللہ بخش والہی بخش مدعی میں تو ظاہر انہیں کیا بکار آمد ہو سکتا ہے اگر کئے رواج عام کی تاریخ ۱۸۷۲ء اور نکاح کی تاریخ ۱۸۷۶ء کہ مولوی نور الدین نکاح خواں نے اپنی تحریر میں لکھائی دونوں کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت تحریر رواج رنگ بھری نکاح پیر صدر الدین میں تھی تو اس کا جواب عنقریب آتا ہے کہ تحریر مولوی نور الدین اصلاً شہادت میں لئے جانے کے قابل نہیں نہ اس پر کوئی التفات ہو سکتا ہے اور یہ امر خود مفتی موصوف کو بھی مسلم ہے۔

(۵) ثانیاً بلکہ رواج عام کی عبارت قویہ کہہ رہی ہے کہ وہ عورت جس کی نسبت اقرار تھا رنگ بھری نہ تھی کوئی اور تھی اس میں عورت کو بیوہ لکھا ہے اور بیوہ وہ جس کا شوہر مر گیا ہو رنگ بھری کھنچی تھی پیر صدر الدین سے نکاح کے ہونے تک اسی اپنے پیشہ ناجائز میں تھی ایسی عورت کو بیوہ نہیں کہتے۔ حسن اتفاق سے ۵ شعبان معظم ۱۲۸۷ روز چہار شنبہ کو فریق دوم شیخ اللہ بخش بھی منجن آباد سے ہمارے پاس آئے ہم نے اس خیال پر کہ شاید اہل پنجاب میں بیوہ کا کوئی اور محاورہ ہو فریق اول ان کے ہمراہی سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا مزید الطیفان کے لئے ان فریق دوم سے بھی استفسار کیا انہوں نے بھی جواب دیا کہ بیوہ اسی کو کہتے ہیں جس کا پہلا خاوند مر گیا ہو، ہم نے پوچھا تمھاری والدہ کا پیر صدر الدین سے پہلے کسی اور شخص سے بھی نکاح ہوا تھا، کہا کوئی نہیں، تو صاف ظاہر ہوا کہ رواج عام کی تحریر رنگ بھری سے متعلق نہیں، اس کا جواب فریق دوم کو کچھ بن نہ آیا مگر احمد شاہ فریق اول کی طرف اشارہ کر کے کہا یہی بتا دے کہ پیر صدر الدین نے اور کسی عورت سے نکاح کیا تھا، اس کا جواب ان کو دے دیا گیا کہ تم مدعی ہو تمھاری دلیل کی تصحیح تمھارے ذمہ ہے مدعا علیہ پر اس کا کوئی بار ثبوت نہیں، ہو گئی کوئی عورت بیوہ جس سے پیر صدر الدین نے نکاح کیا اور لا ولد مر گئی ہو۔

(۶) فرض کیجئے کہ رواج عام میں رنگ بھری کا صاف نام اور پورا پتہ لکھا ہوتا پھر بھی کیا کام آتا، یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا تھا کہ رنگ بھری کی جو اولاد ہو مطلقاً پیر صدر الدین کی وارث ہوگی اگرچہ نطفہ پیر صدر الدین سے نہ ہو آخر رنگ بھری کا بیٹا اللہ دتا بھی تو ہے اسے کیوں نہیں وارث

ٹھہراتے، تو بالضرورة مطلب یہ ہے کہ رنگ بھری کی جو اولاد نطفہ پیر صدر الدین سے ہو وہ پیر موصوف کی وارث ہوگی، اب یہ بیان ایک شرطیہ کی حیثیت میں آگیا جس سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ پیر صدر الدین کے رنگ بھری سے کوئی اولاد ہے بھی یا نہیں، اگر فرض کیجئے کہ رنگ بھری کے بچے سرے سے ہوتا ہی نہیں جب بھی واجب العرض میں یہ لکھا سکتے تھے کہ نطفہ پیر صدر الدین سے اس کی اولاد پیر موصوف کی وارث ہوگی جس کا مطلب وہی ہوتا ہے کہ اگر ہو، اور اس میں سر یہ ہے کہ رواج عام و واجب العرض ایک قاعدہ و قانون وضع کرنا ہوتا ہے جس پر آئندہ جزئیات کی بنا ہو جیسا کہ خود صاحب افسر مال نے فقرہ ۱۲ میں فرمایا کہ یہ ایک رواج عام مثال قرار دی گئی جس پر آئندہ فیصلجات خاندان کی وراثت کا مدار ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی عام باتیں حکم شرطیہ میں ہوتی ہیں یعنی ایسا ہو تو یہ ہوگا نہ کسی واقعہ کی خبر دینا کہ ایسا ہو گیا مثلاً درمختار جلد سوم صفحہ ۶۲ میں ہے :

ما یكون كفرا اتفاقا یبطل العمل و النکاح یعنی جو بات بالاتفاق کفر ہے وہ اعمال و نکاح و اولادہ اولاد نہ نالے سب کو باطل کر دیتی ہے اور اس کی اولاد ولد الزنا ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ جس سے کفار کفر صادر ہو خواہی تو وہی اس کے لئے کوئی منکوحہ و اولاد ہے بلکہ وہی مطلب ہے کہ اگر اس کے کوئی منکوحہ ہو تو نکاح جاتا رہے گا اگر اس کے بعد اس سے اولاد ہوگی تو ولد الزنا ہوگی بعینہ یہاں بھی یہی معنی ہیں۔ نظیر کے لئے بیان واقعہ تو وہ ہے کہ پیر صدر الدین نے ایسی عورت سے نکاح کر لیا ہے پھر وہی قانونی حکم پر تفریع ہے کہ پیر صدر الدین سے اگر اس کے اولاد ہوئی تو وارث ہوگی ظاہر ہے کہ اس قدر محصل رواج تسلیم کرنے پر بھی کچھ ثابت نہ ہوا کہ اللہ بخش والہی بخش کس کے نطفہ سے ہیں، عبارت رواج عام بہ تقدیر تصریح نام بھی آتا باقی کہ اولاد رنگ بھری جو نطفہ پیر صدر الدین سے وارث ہوگی یہ کس نے بتایا کہ یہ دونوں نطفہ پیر صدر الدین سے ہیں تو تحسیر رواج عام سے استناد محض بے معنی ہے۔

(۷) یہاں سخت استعجاب اس کا ہے کہ فیصلہ صاحب افسر مال فقرہ ۱۲ میں عبارت رواج عام سے ایک فقرہ یہ نقل ہوا ہے کہ ”اس کی اولاد زینہ موجود ہے“ اور یہی فقرہ لطافت علی صاحب تحصیلہ انگریزی کے فیصلہ میں ہے ہمارے سامنے رواج عام کی دو نقلیں باضابطہ موجود ہیں ایک ضلع منٹو گری سے

آئی ہوئی اور دوسری ریاست سے لیکن دونوں میں اس فقرے کا اصل پتہ نہیں اب اصل عبارت رواج عام اگر فی الواقع اس فقرے سے خالی ہے جب تو امر ظاہر ہے ورنہ اس کا ہونا ان وجوہ کا سبب جو اوپر گزریں اور آئندہ آتی ہیں ثبوت نسب عیان میں تو بکار آمد نہیں مگر ایسی تحریرات کے نامعتبر و ساقط ہونے کے لئے جس کی بحث ہم ابھی کیا چاہتے ہیں ایک کافی نظیر قابل یادداشت ہے۔

(۸) یہ سب اس وقت ہے کہ وہ نقل جو مدعیوں نے پیش کی شرعاً سند میں لے لینے کے قابل فرض کر لی جائے ورنہ درحقیقت وہ محض لاشیء ہے، مولوی عطاء محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت ٹھیک ہے فی الواقع محاضر و سجلات جہاں قابل اعتبار ہوتے بھی ہیں تو اسی قدر کہ حاکم مجوز اپنے دفتر پر جو اس کے حفظ میں اس کے مہر و نشان کے ساتھ زیر نگہبانی ہے اعتماد کر سکتا ہے مدعی مدعا علیہ جو کاغذ پیش کریں بے شہادت مقبولہ شرعیہ اصلاً قابل التفات نہیں، رد المحتار جلد ۴ ص ۸، ۴ میں ہے:

الديون وضع ليكون حجة عند الحاجة فيجعل
في يد من له ولاية القضاء وما في يد الخصم
لا يؤمن عليه التغير بزيادة أو
نقصان^۱
کاغذی ریکارڈ حاجت کے وقت دلیل بنانے کیلئے
تیار کیا جاتا ہے اس لئے ایسے شخص کے قبضہ میں
ہونا چاہئے جو قضا کی ولایت والا ہو اور جو مخالف
فریق کے قبضہ میں ہو وہ کی جیسی سے محفوظ نہیں (ت)

نیز صفحہ مذکورہ میں ہے،

قال ابو العباس يجوز الرجوع في الحكم
الى دواوين من كان قبله من الامناء
اي لان سجل القاضي لا يزور عادة حيث
كان محفوظا عند الامناء بخلاف ما كان
بيد الخصم^۲
ابو العباس نے فرمایا: سابق امین لوگوں کے
ریکارڈ کی طرف کسی حکم میں رجوع کیا جاسکتا ہے اھ
یعنی اس لئے کہ قاضی کا دفتری ریکارڈ جعل سازی
سے عادتاً محفوظ ہوتا ہے جب وہ امین لوگوں کے
پاس محفوظ ہو بخلاف جب وہ مخالف فریق کے قبضہ
میں ہو۔ (ت)

اسی کی جلد مذکور صفحہ ۵۴۹ میں ہے،

ويجب تقييده ايضا بما اذا كانت
يرقيد بھی ضروری ہے کہ جب وہ ریکارڈ قاضی کے

پاس محفوظ ہو، تو اگر ایک کے خلاف تحریری ریکارڈ اس کے مخالف کے پاس ہو تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر عمل نہ ہوگا۔ طحاوی کی بحث اس کے خلاف ہے کیونکہ خط میں جعل سازی ہو سکتی ہے اور یوں ہی اگر قاضی کا کاتب ہو اور ریکارڈ کاتب کے پاس ہو تو احتمال ہے کہ کاتب نے قاضی کے علم کے بغیر دوسرے کے خلاف لکھ دیا ہو۔ (ت)

دفتره محفوظا عندہ فلو كانت کتابتہ فیما علیہ فی دفتر خصمہ فالظاهر انہ لا یعمل بہ خلاف لما یحشہ ط لان الخط فمأی زور و کذا الوکات لہ کاتب والد دفتر عند الکاتب لاحتمال کون الکاتب کتب ذلک علیہ بلا علمہ ۱۰

فتاویٰ خیرہ ج ۲ ص ۱۰ میں ہے :

والخط لا یعتمد علیہ ولا یعمل بہ ولا یعمل بمکتوب الوقف الذی علیہ خطوط القضاۃ الماضیین لان القاضی لا یقضی الا بحجة وهی البینۃ والاقرار والنکول کما فی الاقرار الخانیۃ۔ ۱۰

خط پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس پر عمل کیا جاسکتا ہے اور گزشتہ قاضیوں کے خط سے لکھا ہوا وقف نامہ قابل عمل نہیں کیونکہ فیصلہ حجت کی بناء پر ہی قاضی کر سکتا ہے اور شرعی حجت صرف گواہی، اقرار اور قسم سے انکار ہے جیسا کہ خانیہ کی بحث اقرار میں ہے (ت)

بعینہ اسی طرح اشباہ والنظائر صفحہ ۲۰۵ میں ہے ، ہدایہ جلد دوم ص ۱۰۴ میں ہے ،

انما الخلاف فیما اذا وجد القاضی شہادۃ فی دیوانہ او قضیتہ لان ما یکون فی قنطرة فهو تحت ختمہ ویومن علیہ من الزیادۃ والنقصان فحصل لہ العلم بذلک ، ولا کذلک الشہادۃ فی الصلک لانہ فی ید غیرہ۔ ۱۰

اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ جب قاضی ریکارڈ یا فیصلہ میں کسی شہادت کو پائے اور اگر ریکارڈ قاضی کے خاص مہر والے کس میں ہو تو کی بیشی سے محفوظ سمجھا جائے گا تو اس سے قاضی کو علم ہو جائیگا کسی کا غلط لکھی ہوئی شہادت کا معاملہ ایسا نہیں کیونکہ وہ غیر کے تصرف میں ہے (ت)

- ۱۰ رد المحتار کتاب القضاء باب کتاب القاضی الی القاضی وارجاء التراث العربی بیروت ۳۵۴/۴
 ۱۱ فتاویٰ خیرہ باب التحکم دار المعرفۃ بیروت ۱۹/۲
 ۱۲ الہدایۃ کتاب الشہادۃ فصل ما یتملک الشاہد علی ضربین مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۵۴/۳

اسی طرح رد المحتار جلد ۴ ص ۵۸۰ میں ہے۔ فتح القدر جلد ۵ ص ۱۹ میں ہے،

انی اری انه اذا کان محفوظا ما مونا علیہ
من التعلیر کان یكون تحت ختمه فی خریطته
المحفوظة عنده ان یترجح العمل بها
بخلاف ما اذا کان عند غیره لان الخط
یشبه الخط ۱

میری رائے ہے کہ یہ جب محفوظ اور تغیر سے اطمینان
ہو کہ اس کے پاس محفوظ بیگ مہر زدہ میں ہو تو
اس پر عمل کو ترجیح ہے بخلاف جبکہ وہ غیر کے پاس ہو
کیونکہ خط دوسرے خط کے مشابہ ہو سکتا ہے
(ت)

(۹) یہیں سے ظاہر ہوا کہ فیصلہ صاحب افسر مال فقہ ۲۵ میں جو اس کاغذ کے اعتبار پر قول شیخ
ابو العباس سے استناد کیا بجائے خود نہیں شیخ ابو العباس کے کلام میں کلموں کو یعنی کاتبوں محسروں کا
ذکر نہیں بلکہ اصناء فرمایا ہے اور اس سے مراد خود قضاۃ ہیں جس پر قبیلہ کا لفظ دال ہے یعنی قاضی
اپنے سے پہلے اصناء کے دفتروں پر عمل کر سکتا ہے جب کہ وہ ان کے پاس محفوظ رہا ہو، ولہذا در مختار
میں اس کے بعد خیر یہ سے نقل کیا،

ان کان للوقف کتاب فی سجل القضاۃ وهو
فی ایدیہم اتبع ما فیہ استحسننا۔

جب وقف کی کتاب قاضی کے ریکارڈ میں ہو اور اس
کی کراچی اور قبضہ میں ہو تو استحسانا اس کے

مندرجات کی اتباع کی جائیگی (ت)

اور اگر امین سے عام بھی مراد ہو تو دفاتر زمانہ کچھ اصناء شرعیہ ہی کے ہاتھ میں محفوظ نہیں رہتے بلکہ محافظ
دفتر وغیرہم اکثر نامسلم بھی ہوتے ہیں جو شرعاً کسی طرح امین نہیں ہو سکتے، نہ ان کی حفاظت پر اعتماد،
نہ ان کے قول یا فعل پر اعتبار، یہی حالت نقل نویسوں اور قاریوں اور سامعون کی ہے اور جو کوئی
پکھریوں کی کارروائی سے آگاہ ہے وہ ایسے کاغذات پر دستخط حکام کی بھی حقیقت جانتا ہے،
کارکن لوگ عام ازیں کہ مسلم ہوں یا کافر، ثقہ ہوں یا فاسق، انھوں نے کام کیا اور کاغذات کا ایک
انبار حاکموں کے سامنے دستخطوں کے لئے رکھ دیا، حاکم کو ایک اجمالی حالت کے سوا تفصیل پر بھی
پوری اطلاع نہیں ہوتی، نہ کہ نقول کے ایک ایک حرف کا خود مقابلہ کرنا یہ تو قطعاً نہیں ہوتا، نہ وہ ایسے
متفرقات کی طرف توجہ کی فرصت پا سکتے ہیں پھر دستخط حاکم ہونے نے کیا فائدہ دیا، اب یہیں دیکھئے

صاحب افسر مال عبارت رواج عام سے یہ فقرہ نقل کرتے ہیں کہ ”اس کی اولاد نرینہ موجود ہے“ اور ہمارے سامنے دو نقلیں باضابطہ حاضر ہیں ایک میں بھی ان لفظوں کا پتہ نہیں تو معلوم ہوا کہ نقل میں کمی بیشی ہو جاتی ہے اور وہ صالح اعتماد نہیں۔

(۱۰) علامہ شامی نے جہاں شیخ ابوالعباس کا یہ کلام نقل کیا اس کے متصل ہی یہ افادہ فرمایا کہ دفتر جب بروجر کامل زیر نگہداشت حاکم محفوظ ہو اس کا اعتبار بھی صرف بضرورت ان مقدمات میں ہے جن کو زمانہ مدید گزر چکا، شاہدوں کا انتقال ہو گیا، تازہ معاملہ ان میں داخل نہیں، وہ شرع کی اسی اصل کلی کے نیچے ہے کہ لا یعتد علی الخط ولا یعمل بہ (خط پر اعتماد اور عمل نہ کیا جائیگا۔) نرے کاغذ پر نہ اعتماد ہو نہ اس پر اعتبار ہو سکے، عبارت شیخ ابوالعباس کے متصل کلام فتاویٰ خیرہ جو ابھی ہم نے ذکر کیا نقل کر کے فرماتے ہیں،

والظاہر ان وجہ الاستحسان ضرورة
احیاء الاوقاف ونحوها عند تقادم
الزمان بخلاف السجل المجدید لامکان
الوقوف علی حقیقۃ ما فیہ باقرار الخصم
او البینۃ فلذا لا یعتد علیہ
استحسان کی وجہ ظاہری طور پر یہ ہے کہ قدیم
اوقاف اور اس جیسے امور کو زندہ رکھنے کے لئے
ضرورت ہے برخلاف جدید ریکارڈ کے کہ اس میں
حقیقت پر اطلاع فریق کے اقرار یا گواہی سے
ممکن ہے اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جائیگا۔

(۱۱) صاحب افسر مال نے فقرہ ۲۵ میں ایسے کاغذات کو کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے مان کر معتبر ٹھہرانا چاہا ہے، یہ فقرہ بہت قابل قدر ہے، ہم بخوبی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے کاغذات جو کچھ یوں سے آئیں کتاب القاضی الی القاضی کے قبیل سے ٹھہرائے جائیں مگر اب یہ دیکھنا رہا کہ کتاب القاضی الی القاضی کن شرائط سے مقبول ہو سکتی ہے، تمام کتب میں تصریح ہے کہ اس کا قبول صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لئے مقرر کیا ہو اس کے سامنے مثلاً کوئی شرعی گواہی گزری اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہو اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں

گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لئے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ قاضی کا تب خط لکھ کر ان گواہوں کو سنا دے یا اس کا مضمون بتا دے اور خط بند کر کے ان کے سامنے سر مہر کر دے، اور اول یہ کہ اس کا مضمون ایک کھلے ہوئے پرچہ پر الگ لکھ کر بھی ان شہود کو دے دے کہ اسے یاد کرتے رہیں یہ اگر مضمون پر بھی گواہی دیں کہ خط میں یہ لکھا ہے اور سر مہر خط اس قاضی کے حوالے کریں یہ زیادہ احتیاط کے لئے ہے ورنہ خیر اسی قدر کافی ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں عادل کو خط سپرد کر کے گواہ کر لے اور وہ با احتیاط یہاں لا کر شہادت دیں بغیر اس کے اگر خط ڈاک میں ڈال دیا یا اپنے آدمی کے ہاتھ بھیج دیا تو ہرگز مقبول نہیں اگرچہ وہ خط اسی قاضی کا معلوم ہوتا ہو اور اس پر اس کی اور محکمہ قضا کی مہر بھی لگی ہو اور اس کے سوا اور شرائط بھی ہیں کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کتاب الصوم میں ذکر کیں۔ در مختار میں ہے :

القاضی یکتب الی القاضی بحکمہ وان لم
یحکم کتب الشہادۃ لیحکم المکتوب الیہ
بہا علی ساریہ وقرأ الکتاب علیہم او
اعلمہم بما فیہ و ختم عندہم وسلم
الیہم بعد کتابۃ عنوانہ وھو ان یتب
فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ شہرتہما
واکتفی الثانی بان یشہد ھم انہ کتابہ و
علیہ الفتوی ولا یقبل کتاب من محکم
بل من قاضی مولی من قبل الامام
(ملخصاً)۔

ایک قاضی اپنے فیصلہ کو نفاذ کے لئے دوسرے قاضی کی طرف بھیجے گا، اور فیصلہ نہ کیا ہو تو شہادت لکھ بھیجے گا تاکہ مکتوب الیہ قاضی شہادت پر اپنی رائے سے فیصلہ دے، بھیجے وقت قاضی گواہوں کو خط سنائے گا یا اس کا مضمون بتا کر مہر لگائے گا، عنوان اور پتہ لکھ کر گواہوں کے سپرد کر دے گا، چٹھی میں اپنا اور مکتوب الیہ قاضی کا نام اور گواہوں کی شہادت قلمبند کرے گا جبکہ دوسرا (مکتوب الیہ) قاضی گواہوں سے شہادت لینے پر اکتفا کرے گا کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہے

فتویٰ اسی پر ہے صرف باقاعدہ سرکاری قاضی کی چٹھی قبول ہوگی ثالث کی چٹھی قبول نہ ہوگی (ملخصاً)۔
درر و غر میں ہے :

لا یقبلہ ایضاً الا بشہادۃ رجلین اور رجل
وامرأتین لان الکتاب

مکتوب الیہ قاضی چٹھی کو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے بغیر قبول نہ کرے گا

قد یزدر اذا الخط لیشبه الخط والخاتم
یشبه الخاتم فلا یثبت الا بحجة
تامّة۔^{۱۱} کیونکہ چٹھی میں جعل سازی ہو سکتی ہے بوجہ اس
کے کہ خط خط کے اور مہر مہر کے مشابہ ہوتا ہے لہذا
چٹھی کا مل شہادت کے بغیر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے گی۔

ظاہر ہے کہ یہ کاغذات اصلاً ان شرائط پر نہیں آتے تو ان کا رد واجب ہوا اور ان کا قبول کرنا محض خلاف
شریعت کاغذات کے متعلق یہ بیان ہم نے ان چار نمبروں میں کئے ان تمام کاغذات کے رد کو کافی و
دافی ہیں جن سے ثالوثوں نے استناد کیا ہے لہذا ہمیں آئندہ کاغذات کے متعلق زیادہ بحث کی ضرورت
نہ ہوگی ان چار نمبروں کے بیانات سمجھ لینے والا بے تکلف جان سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی کاغذ اس
پیمانے پر نہیں جو شریعت مطہرہ میں درکار ہے تو وہ کاغذ باوی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ میں نہیں کہتا
کہ مدعیوں کی طرف کے جو کاغذ ہیں انھیں کی یہ حالت ہے بلکہ فریقین کے کاغذی ثبوت کی یہی کیفیت ہے
کہ شریعت مطہرہ کے دربار میں وہ ایک کاغذی ناؤ سے زیادہ نہیں، ہم اگر اپنے بیان میں کسی کاغذ سے
استناد کریں گے تو وہ الزاماً ہوگا نہ کہ تحقیقاً۔

(۱۲) مجھے رواج عام کی نسبت زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں البتہ صرف افسر مال کے اس فقرہ^{۱۲}
کے متعلق کہ ”اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ کل مالکان کی موجودگی میں یہ واقعہ قابض ہوا اور اللہ بخش و
الہی بخش کا صحیح النسب ہونا امر محقق تھا اور کسی کو شک و شبہ نہیں تھا یہاں تک کہ یہ ایک رواج عام
مثال قرار دئے گئے جس پر آئندہ فیصلجات خاندان کی وراثت کا مدار ہے، لطافت علی صاحب تحصیلدار
کی ایک تحقیقات کا بیان کر دینا مناسب ہے وہ اپنے فیصلہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۱ء فقرہ پنجم میں لکھتے ہیں کہ
”عام تحقیقات اور موقع سے ظاہر ہے کہ بدرالدین کو خصوصاً اور اقوام حشری گرد و نواح کو عموماً بلحاظ اپنی
شرافت کے یہ امر نہایت ناگوار ہے کہ پرنی زادگان یعنی عذر داران کو جائیداد میں حصہ دیا جائے۔“ اس
تحقیقات کو بیان موصوف صاحب افسر مال سے ملا کر دیکھنا اس خیال کی ایک واضح راہ دیتا ہے کہ
مدعیان وہ نہیں جن کی نسبت معززان قوم حصہ دار ہونے پر راضی ہو چکے اور خاندان کے لئے اسے ایک
نظیر بنا چکے یہ وہی معززان قوم تو ہیں جن میں ان کو حصہ دئے جانے پر عام ناراضی ہے تو ضرور ہے
کہ وہ مدعیان کو صرف پرنی زادہ سمجھتے تھے نہ کہ پرنی زادہ اور رواج عام میں اس اولاد پرنی کی نسبت
رضامندی دی گئی ہے جو پرنی زادہ یعنی لطف پرنی زادہ سے ہو۔

(۱۳) احمد شاہ کا اس کتاب پر اعتراض نہ کرنا جس سے صاحب افسر مال نے فقرہ ۲۵ میں استناد کیا ہے بالبدلتہ اس بنا پر نہیں کہ وہ اپنے علم و یقین سے جانتا ہے کہ پیر صدر الدین نے یہ تحریر لکھی یا اس پر مہر کی وہ تحریر احمد شاہ کی ولادت سے بھی پہلے کی ہے اس کا سکوت اس عام غلطی کی بنا پر ہے جو آج کل لوگوں میں پھیلی ہوئی ہے کہ ایسے کاغذات کو جو کچھ لوں سے بے شرائط کتاب القاضی الی القاضی آتے ہیں رواجاً و قانوناً مستند سمجھے جاتے ہیں اس کے ذہن میں بھی وہی رواج و قانون تھا یہ شرعی مسئلہ کہ فتویٰ دینے والے عالموں اور فیصلہ کرنے والے حاکموں پر بھی مخفی رہا، احمد شاہ اسے کیونکر جان سکتا تھا بلکہ اگر اسے معلوم بھی ہوتا جب بھی وہ کچھری میں ایسے اعتراض کا موقع نہ پاتا کہ قانونی بات کی مخالفت پر کیونکر کھڑا ہو سکتا تھا اب کہ بالالتفات فریقین تمام رواجی و قانونی باتیں ترک کر دی گئیں اور معاملہ شریعت مطہرہ کے سپرد ہوا وہ مبنی جس کی بنا پر احمد شاہ معترض نہ ہوا تھا زائل و باطل ہو گیا یہ تو اعتراض سے اس کا سکوت ہے اگر وہ اسی عام غلط فہمی پر بنا کہ اس کاغذ کے مستند ہونے کی تصریح بھی کر دیتا جب بھی وہ اقرار کہ بنائے باطل پر مبنی تھا شرعاً باطل ہوتا، جامع الفصولین و الاشباہ و النظائر صفحہ ۱۱۹ میں ہے:

اقربا للطلاق بناء على ما افق به المفتي ^{کسی شخص مفتی کے فتویٰ کی بنا پر} طلاق کا اقرار کیا پھر
ثم تبين عدم الوقوع فانه لا يقع ^{واضح ہوا کہ طلاق کا وقوع نہیں ہوا تو طلاق واقع}
نہ ہوگی۔ (د)

یہ بحث یاد رکھنے کی ہے کہ اور کاغذات کی نسبت بھی اگر احمد شاہ کے عدم اعتراض سے استناد ہو تو سب کا یہی جواب شافی و کافی ہے۔

کاغذ سوم صلحنامہ پیر بدر الدین

(۱۴) یہ کاغذ مدعیوں کا سب سے زیادہ مایہ الاستناد ہے ہر محکمہ میں اپنے دعویٰ کی بنا پر اسی پر رکھی ہے اور عموماً فیصلہ کرنے والوں نے بھی اسے کوئی جڑی چیز سمجھا یہاں تک کہ اگر خلاف بھی کیا تو برہنہ اعتباری بلکہ اور وجہ سے، اس سب کا منشا وہی ہے کہ آج کل ہندیوں کے ذہن میں رواج قانون کے باعث قانونی باتیں اصول مسئلہ کے طور پر جہی ہوئی ہیں اگرچہ شرع مطہر میں ان کی کچھ اصل نہ ہو مدعیان و قانونی حکام سے تعجب نہیں، عجب تو ان اہل علم سے ہے جن سے شرعی سوال ہوا اور شریعت کا حکم

دریافت کیا گیا اور ان سے جن کو شرعی فیصلہ کے لئے مقدمہ سپرد ہوا اور جن سے فریقین نے صاف کہہ دیا کہ قانونی رواجی باتیں چھوڑ دی گئیں محض احکام شرعیہ سے فیصلہ کرو تاہم ان صاحبوں نے توجہ نہ فرمائی اور اپنے فتویٰ اور اپنے فیصلہ میں ایسی چیز معتبر مانی جو شرعاً محض بے بنیاد ہے ہم ۷ میں فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خیرہ و اشباہ و النظائر سے لکھ آئے کہ قاضی صرف تین طور پر حکم دے سکتا ہے یا تو گواہان شرعی قائم ہوں یا مدعا علیہ دعویٰ تسلیم کر لے یا اس پر حلف رکھا جائے اور وہ قسم سے انکار کر دے ان کے سوا نرا کاغذ کوئی چیز نہیں، نہ اس پر عمل ہو سکے، نیز فتاویٰ خیرہ جلد ۲ ص ۱۱ میں ہے :

المقرر عند علماء الحنفية انه لا اعتبار بمجرد الخط ولا التفات اليه اذ حجب الشرع ثلاثة وهي البينة او الاقرار والكنول كما صرح به في اقرار الخانية فلا اعتبار بمجرد المحضر المذكور ولا التفات اليه الا اذا ثبت مضمونه بالوجه الشرعي اعني باحدى الحجج الشرعية العشرة اليها

علماء احناف کے ہاں طے شدہ ہے کہ محض خط قابل التفات ہے اور نہ ہی قابل اعتبار ہے کیونکہ شرعی دلائل صرف تین ہیں، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار، جیسا کہ خانہ نے اقرار کی بحث میں تصریح کی ہے لہذا محض نامہ مذکور قابل اعتبار اور قابل التفات نہ ہوگا سوائے اس کے کہ اس کا مضمون شرعی طریقہ یعنی مذکور شرعی دلائل سے ثابت ہو جائے (ت)

نیز اسی کے صفحہ ۲۲ جلد ۲ میں ہے :

ابن کتاب من السجل فوجد فيه كذا و كذا وليس الموجود فيه سوى خط في ورق ليس من حجج الشرعي في شيء (ملتقطاً)۔

قاضی نے پہلے ریکارڈ میں سے چھٹی نکالی اس میں کوئی مضمون لکھا ورق پایا تو وہ شرعی دلیل کے بغیر حجت نہ بنے گا (ملتقطاً) - (ت)

جوہرہ نیزہ ج ۳ ص ۲۴۵ میں ہے :

ولا يقبل الكتاب الا بشهادة رجلين او رجل وامرأتين لان الكتاب يشبه الكتاب فلا يثبت الا بحجة

کوئی مکتوب دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے بغیر مقبول نہ ہوگا کیونکہ مکتوب دوسرے مکتوب کے مشابہ ہوتا ہے لہذا شرعی حجت

تامة الله

کے بغیر پایہ ثبوت کو نہ پہنچے گا (ت)
دیکھو کیسی صاف تصریحیں ہیں کہ ایسی جملہ تحریرات نرے کاغذ ہیں جن میں سیاہی سے نقش بنے ہوئے
ہیں اور وہ شرع میں حجت ہونا درکنار اصلاً الثقات کے قابل نہیں۔

(۱۵) دو اوبن قضاة یعنی دفتر حکام لیجے تو ہم ۹۷۹ء میں ردالمحتار و ہدایہ و فتح القدیر و خیرہ سے
بیان کر آئے کہ دفتر حکام وہی معتبر ہے جو خاص ان کی حفاظت میں ان کے مہر و نشان کے نیچے ہو اور یہ
کہ آج کل کے محافظ دفتر مسلمانیوں کے ساتھ بھی خاص نہیں نہ کہ ثقہ عادل کے ساتھ اور نہ کہ جو نقل فریق
کے ہاتھ میں ہو ہرگز قابل اعتماد نہیں۔

(۱۶) ۷۷۹ء میں یہ بھی گزرا کہ دفتر حکام کا اعتبار بھی بضرورت ان مقدمات میں ہے جن کو زمانہ دراز گزرا
اور ان پر ثبوت شرعی نہیں مل سکتا جہاں کہ معاملہ تازہ ہے حاکم خود اپنے دفتر پر کارروائی نہ کرے گا بلکہ انھیں
طرق شرعیہ میں واقعہ و نکول کی طرف رجوع ضروری ہوگی اس پر ردالمحتار کی عبارت گزری، نیز اسی میں ہے
لا بد من تقيده بتقدم العهد كما قلنا
قویقاً بین کلامہم یہ
کیا ہے فقہاء کرام کے کلام میں تطبیق دیتے ہوئے رہنا

(۱۷) خود صاحب افسر مال نے ان کاغذات کا بہت اچھا فیصلہ کر دیا کہ انھیں کتاب القاضی الی القاضی
کے باب سے سمجھا جائے واقعی کچھری سے آئی ہوئی نقلیں اگر محمول ہو سکتی ہیں تو اسی پر اور تمام کتب مہم
کا اتفاق ہے کہ کتاب القاضی الی القاضی بے شہادت عادلہ کا ملہ ہرگز معتبر نہیں اگرچہ اس پر قاضی کے
دستخط اور دارالقضاء کی مہر بھی ہو، اس پر عبارات کتب ۷۷۹ء میں گزریں۔

(۱۸) بلکہ انصافاً صلحنامہ کی عبارت کتاب القاضی الی القاضی کی حد تک پہنچ ہی نہیں سکتی، شہادت
ہونا نہ ہونا بالائے طاق، صلحنامہ شہادہ نے خود لکھا، نہ اس کے سامنے لکھا گیا، نہ مسل میں یہی بیان ہے
کہ پیر بدرالدین نے حاکم کے سامنے اس کے لکھنے یا اس پر دستخط کرنے سے اقرار کیا بلکہ حاکم کے سامنے
استفسار پر جو اس کا بیان ہونا ذکر کیا جاتا ہے اور جس پر فریق کی تصدیق بھی موجود ہے وہ بیان تحریر صلحنامہ
سے قاصر ہے صلحنامہ میں کل چھ ہذا دریا ست و انگریزی کی نسبت تصفیہ ہونا مذکور ہے اور بیان استفسار
میں صرف جامد علاقہ انگریزی ذکر ہے جس سے شبہ کیا جاسکتا ہے کہ پیر بدرالدین نے قطع نزاع و رفع فساد

کے لئے جائداد علاقہ انگریزی میں مدعیوں کو دو خمس دینا گوارا کر لیا کہ وہ قلیل و کم حیثیت ہے بڑا حصہ اس کا اور ریاست کی وافر جائداد اپنے اور اپنے بھائی کے لئے کافی سمجھی، راضی نامہ میں کاتب نے خود فریق کی تحریک سے تمام جائداد کا ذکر کر دیا ہو تو وہ کچھ موثر نہیں ہو سکتا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اعتبار اس کا ہے جو تمسک لکھانے والے نے اپنی زبان سے کہا اس کا کچھ اعتبار نہیں جو کاتب نے لکھا، فتاویٰ خیرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۲۸ میں ہے :

العبرة بما تلفظ به الواقف لالهما كتب الكاتب
فمن عبارات علمائنا العبرة لما هو الواقع
في نفس الامر -
واقف کے تلفظ کا اعتبار ہے نہ کہ کاتب کی لکھائی کا
جیسا کہ ہمارے علماء کرام کی عبارات میں ہے کہ
صرف نفس الامر واقف کا اعتبار ہے۔ (ت)

پدر الدین کا لکھا ہوا نام کوئی دلیل شرعی نہیں کہ اسی کے قلم سے ہے نہ نشان خط ملنے کا کوئی اعتبار، ہدایہ و عالمگیری وغیرہ با صمد یا کتب مذہب میں تصریح ہے کہ الخط يشبه الخط (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ ت)
اس کی کچھ عبارتیں اوپر بھی گزریں، نیز اشباہ والنظائر صفحہ ۳۶۱ وغیرہ میں ہے :

فاستكتب وكان بين الخطين مشابهة
ظاهرة دالة على انهما خط كاتب واحد
لا يحكم عليه بالمال في الصحيح
اس نے کچھ لکھوایا اور دو خطوں میں واضح مشابہت
ہے کہ ایک ہی کاتب کے معلوم ہوتے ہیں تو مالی
معاملات میں اس لکھائی پر فیصلہ نہ دیا جائے گا صحیح
قول میں۔ (ت)

اور بالفرض دستخط اسی نے کئے جب بھی کچھ بعید نہیں کہ اس نے صرف جائداد انگریزی کی نسبت کہا اور کاتب نے عمدایا غلطاً کل کی نسبت لکھ دیا اور اس نے اس اعتماد پر کہ جو میں نے کہا وہی لکھا ہو گا خاص نظر نہ کی اور دستخط کر دئے ایسا ہونا کچھ دور نہیں۔ ہدایہ جلد دوم ص ۵۷۱ میں ہے :

اذا كتب كتاب الشراء على وصي كتب كتاب
الوصية على حدة وكتاب الشراء على
حدة لا ت ذلك احوط ، و لو
کوئی شخص جب وصی کا تقرر کر کے اس کو خریداری کا
اختیار لکھوانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ وصیت نامہ
اور اس کا اختیار نامہ علیحدہ علیحدہ لکھوائے کیونکہ اس میں

۱۳۹-۴۰/۱ دار الفکر بیروت کتاب الوقف
۱۵۷/۳ مطبع یوسفی لکھنؤ کتاب الشهادة فصل ما يتجمله الشاهد على ضربين
۱۹۸/۲ ادارة القرآن کراچی اشباہ والنظائر الفن الثالث احکام اکتباتہ

کتب جملۃ عسی ان یکتب الشاہد شہادتہ
فی آخرۃ من غیر تفصیل فیصیر ذلک
حملہ لہ علی الکذب بلہ
احتیاط ہے، اگر دونوں کو اکٹھا لکھوایا تو ہو سکتا ہے
کہ گواہ اپنی شہادت آخر میں بغیر تفصیل درج کرے
جس کی بنا پر وہ تحریر جھوٹ پر محمول ہو جائے (ت)

اسی کے ہامش پر کافی امام نسفی سے ہے :

کتب اشتری من فلان وصی فلان و اشہد
علیہ قوما وفیہم من لم یشہد علی الایضاء
فر بما یشہد بالکل فیکون حملہ لہ علی
الکذب بلہ
کاتب نے یوں لکھا کہ فلاں نے فلاں سے چہیز
خریدی اور کچھ لوگوں کی گواہی بھی لکھی اور ان گواہوں
میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو وصیت کے وقت
موجود نہ تھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ خریداری کی شہادت

میں وصیت کی شہادت بھی کہہ دے تو اس سے گواہ کو جھوٹ پر آمادہ کرنا لازم آتا ہے (ت)
کیا ہم علانیہ نہیں دیکھتے ہیں کہ اس نے مجوز کے سامنے صرف جائداد انگریزی کا اقرار کیا ہے تحریر
صلحنامہ کے بعد حاکم کے سامنے بیان اس کی تصدیق و تحقیق کے لئے ہوتا ہے نہ یہ کہ فیصلہ توقف قرار
پایا ہو ایک ہزار پر اور بیان میں اقرار کرے یا نہ سو کا پھر فرقی بھی سن کر تصدیق کرے کہ یہ بیان صحیح ہے۔
(۱۹) ان سب امور سے اگر قطع نظر بھی کی جائے تو اس کا حاصل کتنا، صرف اس قدر کہ پیر بدر الدین
نے مدعیوں کو اپنا بھائی تسلیم کیا مولوی عطا محمد صاحب کا اس پر اعتراض بہت صحیح ہے کہ جب وارث
متعدد ہوں تو ایک کے اقرار سے مورث پر نسب نہیں ثابت ہو سکتا یہ اگرچہ خود اپنے اقرار پر مامخوذ ہو
جبکہ اس پر قائم رہے مگر دوسروں پر اس کا اثر کچھ نہیں پڑ سکتا امام ابو یوسف کی روایت اول تو خلاف
مذہب امام اعظم مختار ہوئی مسلم نہیں، نہ بہ اخذ الکونین کہنے سے اس کا مفیٰ بہ ہونا ثابت، اور
یہ ایک لفظ دیکھنا اور ظاہر المتون علی ترجیح قولہما چھوڑ دینا بس عجیب ہے۔

ثانیاً وہ روایت صراحۃً اس صورت میں ہے کہ ایک ہی وارث ہو اور وہ دوسرے کی نسبت
وراثت کا اقرار کرے اور دو یا زیادہ وارثوں میں سے ایک نے اقرار کیا تو بالاتفاق نسب ثابت
نہ ہوگا، ثالثوں کی نظر نے یہاں کوتاہی کی، اسی قرۃ العیون کو اگر ایک ورق پہلے دیکھتے تو یہ دھوکا
نہ ہوتا۔ وہ عبارت مولوی عطا محمد کے فیصلہ میں گزری، اور جامع الفصولین جلد ۲ صفحہ ۴۵

میں ہے :

الوارث لو واحد افاقر با بن اخرا لیت لایثبت
نسبه من الیت خلا فلا بی یوسف والشافعی
واجمعوا انه یشارکہ فی الاثر لانا من مجرد
تحمیل النسب علی الغیر لایقبل کما لو اقر بہ
فی حیاته او علی انسان اخر او کانت فی
الورثۃ غیرک اھ۔
بغیر دلیل معتبر اور مقبول نہیں جیسا کہ زندہ شخص کی طرف یا دوسرے شخص کا نسب یا وارثوں میں کوئی دوسرا
بھی ہوا ھ (ت)

ملاحظہ مسل سے واضح ہے کہ اس اقرار میں پیر سراج الدین شریک نہ تھا بلکہ وہ اس تحریر کے وقت
موجود بھی نہ تھا اس کی طرف سے اگر اس اقرار کا رد ثابت نہیں تو اس کی تسلیم کا بھی پتہ نہیں غایت درجہ
سکوت ہے ، اور شرع کا قاعدہ مقرر ہے کہ لاینسب الی ساکت قول (کسی ساکت کی طرف کوئی قول منسوب
نہ ہوگا۔ ت) جامع الفصولین و استبہاہ والنظار و رد المحتار وغیرہ میں اس کی تصریح ہے یعنی سکوت
کرنے والے کو کسی بات کا قائل نہیں ٹھہرایا جاتا متشعے صورتیں جو ان کتابوں اور ان کے شروح و حواشی میں
ذکر کی ہیں یہ مسئلہ ان میں داخل نہیں۔ اظہار تحصیل منہج آباد سے جو صاحب افسر مال نے پیر سراج الدین کا
بھی اس اقرار کو تسلیم کرنا نکالا ہے اس کا حال ان شاء اللہ عنقریب آتا ہے۔

(۲۰) شرع مطہر میں ایسے رشتے کا اقرار جس میں اپنے غیر پر نسب لازم کرنا ہو جیسے کسی کو اپنا بھائی
بتانا کہ اس میں باپ پر نسب لازم کیا گیا خود اس مقرر کے مال میں بھی اتنا ضعیف و کمزور مانا گیا ہے کہ جب
تک کوئی دور کے رشتہ کا ضعیف سا ضعیف وارث موجود ہو بلکہ کوئی رشتہ دار بھی نہیں صرف مولی الموالاة
ہو اس وقت تک یہ شخص جس کے نسب کا اقرار کیا ہے خود مقرر کے ترکہ میں سے کچھ نہیں پاسکتا تمام کتب
میں اس کی تصریح ہے ایسے واضح اور مشہور مسئلہ کو چھوڑ کر روایت امام ابو یوسف کے وہ معنی قرار دینا
اور اسے مفتیؒ پر ٹھہرانا سخت عجیب ہے ، طحاوی ج ۴ ص ۳۷۳ میں ہے :

ان کان للمقرر وارث معلوم غیر الن وجین اگر اقرار کرنے والے کے اپنے قریب بعید کوئی بھی

قریب او بعید فہو اولیٰ بالمیراث من
المقرلہ لانہ لما لم یثبت نسبہ منہ
لا یزاحم الوارث المعروف ولا مزاحمة
اذا کان الوارث احد الزوجین وان لم یرکن
لہ وارث مزاحم استحق المقرلہ میراثہ
لان للمقر ولایۃ التصرف فی مال نفسہ
عدم الوارث ۱
مقرلہ مقر کی وراثت کا حقدار ہے کیونکہ مقر کو اپنے مال میں تصرف کی ولایت ہے۔ (ت)

جامع الرموز صفحہ ۶۱۳ میں ہے ۱

ولو اقر رجل بنسب من غیر ولاد قریب
بینہما کالآخر والعم والجد وابن الابن
لا یصح اقراسہ بالنسب ۲
اگر مقر (اقرار کرنوالے) نے ولادت کے علاوہ کسی
قریبی رشتہ کا اقرار کیا جیسے بھائی، چچا، دادا،
پوتا ہونے کا۔ تو یہ اقرار نسب صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

ایضاح شرح اصلاح للعلامة ابن کمال پاشا قلی ص ۴۲۶ میں ہے ۱

لا یصح لما فیہ من تحیل النسب علی
غیر فلا یرث الا عند عدم وارث معروف
قریباً کان او بعیداً ۳
صحیح اس لئے نہیں کہ اس میں غیر پر نسب ٹھونسا
ہے تو کسی قریب یا بعید معروف وارث کی
عدم موجودگی میں ہی مقرلہ وارث ہو سکے گا

اگر ایک اس کے اقرار سے نسب ثابت ہو جاتا تو وارث قوی کا ضعیف تر وارث سے محروم کر دینا
کیا معنی رکھتا بلکہ واجب ہوتا کہ اس سے نیچے درجے کے جتنے ورثاء ہوں سب اس کے آگے محروم ہوں
لیکن ایسا قطعاً نہیں تو ثابت ہوا کہ نسب ثابت نہ ہوا۔

(۲۱) ایسے نسب کا اقرار اگرچہ مقر کے مال پر نافذ ہو مگر یہ ایک فقہی فتویٰ ہے اور حکم یا قاضی کو
مطلقاً اختیار نہیں ہوتا کہ وہ صورت مقدمہ میں جو حکم مسئلہ پائیں اس پر فیصلہ کر دیں ان کا حکم اس حد

۱۔ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المنخار کتاب القرائض دار المعرفۃ بیروت ۳/۳۷۳

۲۔ جامع الرموز کتاب الاقرار مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/۴۵۸

۳۔ ایضاح شرح اصلاح

ایک محدود رہتا ہے جس قدر انھیں قاضی یا حکم کرنے والے نے اختیار دیا ہے مثلاً تفتیح قضا میں سلطان نے یہ قید لگا دی کہ تجھے فلاں روز قضا کا اختیار دیا تو اسی دن اس کا حکم حکم قاضی ٹھہرے گا دوسرے دن کچھ نہیں یا یہ تخصیص کر دی کہ تجھے فلاں مکان میں اختیار قضا ہے تو وہ اس مکان کے اندر ہی قاضی رہے گا اس سے باہر کچھ اختیار نہیں رکھتا یا یہ شرط لگا دی کہ تجھے فلاں فلاں قبیلے یا فلاں فلاں اشخاص پر قاضی کیا تو وہ انھیں کا فیصلہ کر سکتا ہے ان کے ماوراء میں مثل اور رعایا کے ہے علیٰ ہذا القیاس جو قید لگا دی جائے اس کے ساتھ مقید رہے گا کہ وہ بذاتِ خود والی نہیں بلکہ دوسرے کے ولایت دینے سے ولایت پاتا ہے تو وہ جس شرط کے ساتھ اختیار دے گا اسی کے ساتھ مختص رہے گا بعینہ یہی حال حکم کا ہے قاضی کی تولیت جانب فریقین سے تو فریقین ثالثوں کو جن شرائط کا پابند کرینگے اسی قدر انھیں اختیار فیصلہ ہوگا باقی میں وہ ایک راہ چلتے اجنبی کے مثل ہیں، اشباہ ص ۲۲۳ میں ہے،

القضاء يجوز تخصيصه وتقييده بالنمان
والمكان واستثناء بعض الخصومات كما
في الخلاصة ۱

قضاء کو کسی زمانہ، مکان اور خصوصیات سے مختص
مقید اور مخصوص کرنا جائز ہے، جیسا کہ خلاصہ
میں ہے۔ (ت)

در مختار جلد چہارم ص ۵۳ میں ہے،

القضاء يتخصص بزمان ومكان و
خصوصية حتى لو امر السطات لعدم
سماع الدعوى بعد خمسة عشر سنة
فسمعها لم ينفذ ۱

قضاء کو کسی زمانہ، مکان اور خصوصیات سے مختص
کرنا جائز ہے حتیٰ کہ اگر سلطان نے پندرہ سال بعد
دعویٰ کی سماعت روک دیا ہو اور قاضی نے اس مقررہ
مدت کے بعد سماعت کی تو نافذ نہ ہوگی (ت)

رد المحتار صفحہ مذکورہ میں ہے،

قال في الفتح الولاية تقبل التقييد و
التعليق بالشرط كقوله اذا وصلت الى
بلدة كذا فانت قاضيهما والاضافة
كجعلتك قاضيا في راس الشهر و

فتح میں فرمایا کہ ولایت شرط سے تعلیق و تقييد کو
قبول کر سکتی ہے مثلاً سلطان کا یہ کہنا کہ جب تم
فلاں شہر پہنچ جاؤ تو تم وہاں کے قاضی ہو جاؤ گے
اور اضافت و نسبت کو بھی قبول کر سکتی ہے کہ میں نے

والاستناد كجعلتك قاضيا الا في قضية
فلان ولا تنظر في قضية كذا (مختصا)
تجھے فلاں ماہ کے شروع سے قاضی بنایا، اور ولایت
استناد کو بھی قبول کر سکتی ہے مثلاً یوں کہہ جائے کہ
میں نے تجھے فلاں کیس کے ماسوا میں قاضی بنایا یا یوں کہ فلاں کیس کو زیر غور نہ لانا۔ (ت)
نیز صفحہ ۵۳۱ میں ہے :

يكون القاضي معزولا عنها لما علمت ان
القضاء يتخصص به
قاضی کی قضاء خاص ہو سکتی ہے اس لئے وہ
اس تخصیص کی بنا پر معزول ہوتا ہے (ت)
در مختار صفحہ ۵۳۹ جلد ۴ میں ہے :
التحكيم تولية الخصمين حاكما يحكم
بينهما.
شاملی دو فریقوں کا کسی کو حاکم بنانا کہ وہ ان دونوں
میں فیصلہ کرے۔ (ت)

یہاں فریقین نے اقرار نامہ شاملی میں یہ قید لگا دی تھی کہ اگر ان کا شرعاً نسب ثابت نہ ہو تو ان کا میراث سے
کچھ تعلق نہ ہوگا اور بشرط اولاد صحیح النسب ہونے کے قومی نشان نامطی ہوگا جس کا صاف حاصل یہ تھا کہ نسب
ثابت نہ ہو تو دوبارہ وراثت انھیں حکم کا اختیار نہیں ثالث چہارم نے کہ ثبوت نسب نہ مانا اور وراثت مال کی
نسبت فیصلہ دیا معلوم نہیں یہ کس اختیار سے تھا جس سے ظاہر ہوا کہ صاحب افسر مال کا فقرہ ۲۵ میں فیصلہ
ثالث چہارم سے یہ استناد کہ اصل مطلب کی بات یعنی وراثت مال انھوں نے بھی مان لی ہے اسی قدر کافی
ہے ایک محض بے اثر چیز سے استناد ہے۔

کاغذ چہارم شجرۂ نسب

(۲۲) شجرۂ نسب جو عنکمری سے آیا اس کی نسبت علاوہ ان اعتراضوں کے جو ایسے کاغذات کی
نسبت مکرر کر چکے اور ثابت کر دیا گیا کہ وہ شرعاً استناد درکنار انتقات کے بھی قابل نہیں یہ شجرہ حاکم کی کسی
اپنی تحقیقات پر مبنی نہیں بلکہ اسی صلح نامہ بدرالدین پر اس کی بنا ہے اور ہم دلائل قاہرہ سے ثابت
کر آئے کہ وہ اپنی ذاتی نامعتبری کے علاوہ ثبوت نسب کے بارہ میں محض مہمل ہے تو یہ شجرہ کہ اس پر مبنی تھا

۱۔ رد المحتار کتاب القضاء فصل فی الجبیس وارا حیار التراث العربی بیروت ۳۴۲/۴
۲۔ " " " " " " " " ۳۴۳/۴
۳۔ در مختار " باب التحکیم مطبع مجتبائی دہلی ۸۲/۲

اسی کی طرح باطل دے عمل ہے یاں جائداد انگیزی میں بدرالدین کی طرف سے قطع نزاع کے لئے اس کے یہ الفاظ قابل لحاظ ہیں کہ ”حصہ ملکیت برخلاف حصہ جدی کے“ رسمی قرار پایا۔

کاغذ پنجم ۹ اظہار منحن آباد

(۲۳) کاغذات کے متعلق جو نفیس حلیل ابجاٹ شرعیہ ہم بار بار لکھ آئے اور ثابت کر آئے کہ شرع مطہر ایسے نرے کاغذی جمع خرچ پر اصلاً لحاظ نہیں فرماتی وہی بخش اس کاغذ کے بھی مہمل و بیکار ہونے کے لئے کافی تھیں مگر اس کاغذ کی حالت نے ان عظیم بخشوں کی اور بھی تائید و تصدیق کر دی اور خود ہی ایک واضح نظیر ہو کر زبان حال سے صاف بنا دیا کہ دیکھو شرع مطہر حکیم ہے وہ ایسی وجہ سے نری کاغذی بات کو نامعتبر فرماتی ہے۔ یکم جون ۱۹۹۳ء کو ائمہ بخش نے تحصیل منحن آباد میں درخواست دی کاردار صاحب نے طلبی فریقین کا حکم دیا ۱۳ جون کو پھر پیشی ہوئی اب مکرر حکم طلبی تحریر ہوا ۲۹ اگست کو پیشی ہوئی اور کاردار صاحب نے لکھا کہ اب تک نہ فریقین آئے نہ کوئی رپورٹ پیش کار کی شامل ہوئی اب حکم تاکید طلبی کا بھیجا گیا ۶ ستمبر کو باخذ محکمہ طلبی ہوئی ۷ ستمبر کو فریقین کی اطلاع یابی اور سراج الدین کی بیماری کا عذر تحریر ہوا ۸ ستمبر کو پیشکار نے اسی مضمون کی رپورٹ تحصیل میں بھیجی اور دھر تو یہ کارروائی ہو رہی ہے ادھر ۲۲ اگست کو بدرالدین اور سراج الدین حاضر ہو گئے اظہار بھی دے گئے حکم بھی ہو چکا مقدمہ ختم بھی ہو گیا مسل داخل دفتر بھی ہو گئی اور ۲۹ اگست کو پھر کاردار صاحب شاکی ہیں کہ ۱۳ جون سے اب تک کوئی نہیں آیا اس خواب پریشان کی کیا تعبیر کہی جائے ۲۲ سے ۲۹ تک ایسی مدت بھی تو طویل نہ گزری تھی کہ کاردار صاحب اور تمام اہل محکمہ کسی کو یاد نہ رہا کہ ابھی فریقین حاضر ہو کر اظہار دے چکے ہیں مقدمہ ختم ہو چکا ہے اب یہ دوبارہ پیشی کیسی اور مکرر طلبی کس لئے، اور محکموں کی شدت کس بنا پر، ناچار صاحب افسر مال کو بھی فقرہ عٹا میں تسلیم کرنا پڑا کہ اہلہ ایسی بد عنوانیاں بطور خود کر لیتے ہیں حاکم کو اطلاع بھی نہیں ہوتی اور احکام جاری کر دیتے ہیں اور خود ہی حکم اخیر بھی لکھ دیتے ہیں کبھی یہ کہ داخل دفتر ہو کبھی یہ کہ بند و بست میں پیروی کر داریہ بھی تصریح فرماتی کہ دفتر والوں سے سازش ہو کر کبھی ایسی کارروائیاں ہو جاتی ہیں اور یہ بھی کہ تمیدان اہلمدوں کی سبز چراگاہ ہے جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو کون سی دلیل قائم ہے کہ یہ دوبارہ طلبی اور بار بار کی پیشیوں کے احکام بھی اہلمدوں کے بطور خود لکھے ہوئے ہیں اور ۲۲ اگست کا اظہار و حکم ان کی سبز چراگاہ سے دور و محفوظ ہے حاکم دستخوفوں کو دیکھا جائے تو وہ ان احکام پر بھی میں نہ نرے دستخط شرع میں کوئی حجت کہ سیکڑوں بن سکتے ہیں

اوپر متعدد کتابوں سے اس کی تصریح گزری غرض دفتر والوں کو خود مختاریاں مانے بغیر چارہ نہیں اور انھیں پیش خویش کچھ تحریروں سے خاص کر لینے اور فلاں تحریر کو ان سے محفوظ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، یہی شناختیں تو ہیں جن کے سبب شرع مطہر نے ان کا دربا ہی جلادیا اور سبز چراگا ہوں کا راستہ یک قلم بند فرمایا۔

(۲۴) پھر اس پر کاردار صاحب کا جو حکم بتایا جاتا ہے کہ مزہ کا ہے ایک فریق داخلہ راج کی درخواست کرتا ہے دوسرے کو کہتے ہو کہ وہ بلا عذر قبول کر رہا ہے پھر بند و بست میں درخواست دینے پر اسے ملتی کرنا کیا معنی رکھتا ہے یہ اظہار اگر واقعی ہوتا تو کاردار صاحب فوراً حکم انتقال دیتے اور اسی کا موقع تھا جیسا کہ خود صاحب افسر مال کو فقرہ عنا میں تسلیم ہے کہ "کاردار کو انتقال کا حکم دینا تھا" غرض یہ حکم اگرچہ فریقین راضی ہوں مگر انتقال ابھی نہ ہونا چاہئے بلکہ بند و بست جاری ہے اس میں درخواست دو ایک ایسا عجیب حکم ہے جس کی نظیر انھیں سبز چراگا ہوں میں مل سکتی ہے جاہلوں تک میں تو مثل مشہور ہے کہ دو دل راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ لہذا قرین قیاس یہی ہے کہ ۸ ستمبر تک فریقین کی حاضری نہ ہوئی جیسا کہ مسل سے واضح ہے اور یہ ۲۲ اگست کا اظہار اور بے معنی حکم اسی دفتری سازشوں اور سبز چراگا ہوں کی سیاہ کاری ہے۔

(۲۵) لطف یہ کہ بند و بست اس تاریخ سے پہلے کبھی کا ختم ہو چکا تھا اور کاردار صاحب یہ ہدایت کریں کہ بند و بست جاری ہے اس میں درخواست دو، دیکھو فیصلہ صاحب افسر مال فقرہ عنا، پھر اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ بند و بست اس وقت جاری تو مدعیوں کا اس میں درخواست نہ دینا کیا معنی بدرالدین مہراج الدین کی رضامندی کو وہ ایک بار آزما چکے تھے کہ بقول ان کے راضی نامہ کر کے کاربند نہ ہوئے اور ان کا اندراج نام نہ کرایا جس پر انھیں تحصیل میں عرضی دینی پڑی کیا انھوں نے نہ سنا تھا کہ آزمودہ را آزمودن جمل ست (آزمائے ہوئے کو آزمانا جہالت ہے۔ ت) اب دونوں بھائی اقرار لکھا چکے اور بند و بست جاری تھا تو مدعی ہرگز اپنا کام بچتہ کر لینے سے نہ بیٹھے، پھر خوبی یہ کہ جب چھ سال بعد بند و بست جدید میں غلطی کی اصلاح چاہی تو اس درخواست میں بھی مدعیوں نے اس اقرار و تسلیم ہر دو برادران کا کوئی ذکر نہ کیا بلکہ صلح نامہ منظر گری ہی کو دستاویز بنایا اگر تحصیل منچن آباد میں دونوں بھائیوں نے یوں بلا عذر ان کے نام انتقال تسلیم کر لیا ہو تو سب سے زیادہ بنائے کار اسی پر رکھنی تھی نہ یہ کہ درخواست میں اس کا نام تک نہیں۔

(۲۶) صاحب افسر مال فقرہ عنا میں اپنے یہاں کے محکموں کے سخت شاکی ہیں اور وہاں کے انتقالات کو بہت سنگلاخ دشوار گزار راہ بتاتے ہیں مگر سختیاں وہیں پیش آتی ہیں جہاں منازعت ہو مزاحمت ہو، کیا اس کی کوئی نظیر بتائی جاسکتی ہے کہ فریقین راضی نامہ کر لیں ایک فریق

اس کا اجرا چاہیے دوسرا بلا غدر قبول کر لے بائینہم بار بار کی تحریکوں کے بعد سولہ سال تک معاملہ ہنوز رزاول ہے یہ اسی امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر واقع ہو تو اس قدر ہوگا کہ پیر بدر الدین نے بھگڑا کاٹنے کے لئے علاقہ انگریزی کی تھوڑی جائداد سے چھوٹا حصہ رسمی طور کا جیسا مصالحتوں میں ہوتا ہے، نہ جدی حصہ جیسا برابر کے بھائیوں کو دیا جاتا ہے مدعیوں کو دینا گوارا کیا، پیر سراج الدین نے بھی اس پر سکوت کیا مگر ریاست کی جائداد نہ کبھی دینی چاہی نہ اس میں مزاحمت ترک کی نہ مدعیوں کے پاس کوئی کافی ثبوت تھا وہ ارادہ کرتے تھے اور بیٹھ رہتے تھے تحصیل منچ آباد میں درخواست دی اور حاضر نہ ہوئے، بقول مدعیان محکمہ بندوبست کی ہدایت ہوئی اور وہاں نہ گئے اس کے بعد تحصیل میں پھر درخواست دی اور پیروی کو نہ آئے یہ سب قرائن ان کے بے اصلی دعویٰ کے ہیں اور کچھ بھی قرینہ نہ ہوتا تو بار ثبوت ان کے ذمہ تھا جس سے وہ آج تک سبکدوش نہ ہوئے بالجلہ اس کاغذ پنجم کی حالت سب سے زیادہ ردی ہے ثبوت میں اس کا نام لینا شرع تو شرع عقل عرفی سے بھی میل نہیں رکھتا۔

کاغذ ششم ۱۱ تحریر مولوی نور الدین

(۲۶) ۱۷۷۱ء کاغذ کی بے اعتباری تو دلائل قاطعہ سے بار بار ہم ثابت کر آئے مگر یہ کاغذ ایک شہادت ہے کوئی فیصلہ نہیں کسی کاغذ محکمہ کی نقل نہیں کوئی تمسک نہیں جن میں کاغذی ثبوت برخلاف اصول شرع اس جملہ قابل توجہ سمجھے گئے ہیں جو کسی واقعہ کی شہادت ادا کرنا چاہیے وہ ایک پرچہ پر لکھ کر کسی فریق کو دے دے اور فریق اسے محکمہ میں پیش کرے کہ یہ فلاں کا بیان ہے جس کے ساتھ اتنی شہادت بھی نہ ہو کہ فلاں نے ہمارے سامنے یہ کاغذ لکھا یہ دستخط اسی کے ہیں اس نے ہمارے سامنے کئے محض فریق کے زبانی بیان پر وہ کاغذ شہادت میں لے لیا جائے ایسا تو شاید قانون و رواج میں بھی نہ ہوگا شرع کا حکم تو پہلے ہی سن چکے کہ بجوئے نچرند۔

(۲۸) صاحب افسر مال نے فقرہ ۱۷۷۱ء میں مولوی نور الدین پیش کردہ مدعا علیہ کیوں مشکوک ٹھہرایا کہ اس میں اہتمام کیا گیا ایک روپیہ کے کاغذ پر لکھائی گئی حالانکہ فریق مقدمہ جسے رواج اپنی سند سمجھے اس میں رواجی استحکام کی کوشش کوئی منشا شک نہیں ہو سکتی شاید اگر سادہ پرچہ لکھا ہوتا تو اس پر یہ شک ہوتا کہ کچے کاغذ کا کیا اعتبار، مگر انصافاً اگر شک جاتا ہے تو تحریر پیش کردہ مدعیان زیادہ محل ریب ہے نور الدین کی اپنے دل کی لکھی ہوئی اتنی ہی بات ہے جو اس نے تحریر اول میں لکھی کہ نکاح میں نے پڑھایا اور یہ دونوں وقت نکاح موجود تھے اگر اس وقت اس کے ذہن میں یہ ہوتا کہ میرے پڑھائے ہوئے نکاح

سے پہلے خفیہ نکاح ہو لیا تھا تو وہ ضرور اسے ذکر کرتا یا کم از کم ایسا لفظ نہ لکھتا جو اس کے علم کے خلاف مدعیوں پر ناجی برا اثر ڈالتا مگر جب وہ تحریر دے چکا اور مدعیوں کو اس سے اپنا ضرر ظاہر ہوا تو تیسرے دن یہ دوسری تحریر پسیدہ کی گئی یا جس طرح ممکن ہوا ایک عاجز مولوی سے لی گئی۔

(۲۹) نرے کاغذی ثبوت ماننے والوں کو یہ کہنا پڑے گا کہ دونوں تحریریں مولوی نور الدین کی ہیں اور اس نے یا تو پہلی تحریر میں انھارے حق کیا اور مدعا علیہ کی خاطر یا کسی طبع سے مدعیوں کو ضرر پہنچانا چاہا یا دوسری تحریر میں خلاف حق بات بنائی اور مدعیوں کے لحاظ خواہ کسی لالچ سے مدعا علیہ کو نقصان رسائی چاہی بہر حال اس کی شہادت ساقط ہو گئی اور اس کی بات قابل التفات نہ رہی۔

(۳۰) بالجلہ مدعیوں کا یہ کاغذ پیش کرنا ان کو نافع تو کچھ نہ ہوا مگر ان کے ضرر کا دروازہ کھول گیا اسی کاغذ سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنی ماں کے نکاح مشہور کے وقت اپنا موجود ہونا تسلیم کرتے ہیں اور اس لا علاج مرض کا یوں مداوا چاہتے ہیں کہ نور الدین کہتا تھا کہ پیر صدر الدین نے کہا تھا کہ ایک نکاح خفیہ دو گواہوں کے سامنے پہلے ہو لیا تھا نکاح مشہور کے وقت ان کا موجود نہ ہونا تو یہ خود مان چکے، رہا یہ کہ پہلے کوئی خفیہ نکاح ہوا تھا اس کا ثبوت دینا ان پر عائد ہوا جس سے وہ آج تک عہدہ برآ نہ ہوئے، عہدہ برآ نہ ہونا درکنار اس کی طرف رخ بھی نہ کیا اور نہ کچھ کر رہے تھے وہ جانتے تھے کہ اس کا چارہ ان کی قدرت میں نہیں، کیا فقط نور الدین کا بیان نکاح کو ثابت کر دے گا کیا شرع میں اس کی کوئی نظیر ہے کہ صرف ایک شاہد کے بیان اقرار سے نکاح ثابت ہو جائے تمام کتب اور خود قرآن عظیم میں تصریح ہے کہ کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے تو مدعیان نہ نکاح مشہور سے پیدا ہوئے نہ نکاح خفیہ ثابت کر سکے پھر کس بنا پر وارث بن بیٹھے۔

(۳۱) فرض کیجئے کہ نکاح خفیہ مان بھی لیا جائے تو اس کی کوئی مدت بیان میں نہ آئی کہ کب اور نکاح مشہور سے کتنا پہلے ہوا نور الدین نے صرف چند سال کہا جس کا صدق تین بلکہ اردو کا چند دو سال بھی ممکن، اور گواہ نکاح مولوی غلام قادر کا بیان ہے کہ نکاح مشہور کے وقت اللہ بخش آٹھ سال اور الہی بخش چار برس کا تھا عرض اس قدر میں شک نہیں کہ حالت مبہم ہے اور تحریر مولوی نور الدین سے کچھ نہیں ثابت ہو سکتا کہ ان کی ولادت بعد نکاح خفیہ ہوئی، نہ اقرار پیر صدر الدین میں اس کا کچھ تذکرہ۔ صدر الدین نے اتنا ہی تو کہا کہ پہلے نکاح خفیہ کر چکا ہوں، یہ کب کہا کہ مدعی اسی نکاح خفیہ سے پیدا ہیں، مدعی درکنار اس نے نکاح خفیہ و مشہور کے بیچ میں اپنی کوئی اولاد ہونے کا اصلاً ذکر نہ کیا پھر خفیہ نکاح سے مدعیوں کا پیر صدر الدین کی اولاد ہونا کیونکر ثابت ہوا عجب ہے کہ صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ میں ایسے مہمل کاغذ کو جواب دندان شکن فرمایا جو انصافاً خود اپنے پیش کرنے والے ہی کو ضرر رساں ہے۔

(۳۲) ثالث صاحب اور صاحب افسر مال نے فقرہ ۹ و ۱۰ میں یہ تو لکھا کہ صحت نکاح کے لئے دو گواہ کافی ہیں اسی قدر سے اعلان ہو جاتا ہے، بیشک ہو جاتا ہے، اور ضرور کافی ہیں مگر اس طرف کسی صاحب نے توجہ نہ فرمائی کہ دو گواہوں کے سامنے ہونے کا ثبوت بھی تو درکار ہے یا بلا ثبوت رجاء بالغیب مان لیا جائے گا کیا ان گواہوں نے خود آکر ثبوتوں یا صاحب افسر مال کے سامنے شہادت دی کیا انہوں نے اپنی شہادت پر دوشادہ عدل اپنے نائب کر کے بھیجے اور انہوں نے برائے شراط شرعیہ شہادۃ علی الشہادۃ ادا کی یا کیا ہوا کچھ بھی نہ ہوا دو گواہ ہونے کا ثبوت کیا ہے پیر صدر الدین کا اقرار، ان کے اقرار کا ثبوت کیا ہے، مولوی نور الدین کا بیان، ان کے بیان کا ثبوت کیا ہے، ایک کاغذ میں کچھ حرف لکھے ہوئے ہیں، اس کاغذ کا ثبوت کیا ہے، صرف مدعیوں کا بیان، تو حاصل یہ ہٹھرا کہ نری مدعیوں کی زبان نکاح خفیہ کی گواہ ہے اور اسی کی بنا پر اسے مانا گیا ہے حالانکہ صر

باطل ست آنچہ مدعی گوید
(جو کچھ مدعی نے کہا ہے وہ باطل ہے۔ ت)

ایسا ثبوت اگر مان لیا جائے تو زے عرضی دعویٰ ہی پر کیوں نہ مدعیوں کو ڈگری دیا جائے کرے آخر وہ اس میں بھی تو کہا کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں ہمارا بیان سچا ہے غرض اس کاغذ کا سند میں نام لینا بھی شرعاً عقلاً عرفاً کسی طرح کوئی معنی نہیں رکھتا۔ الحمد للہ تمام کاغذی سندوں کے جواب سے فراغ پایا اور واضح ہو گیا کہ ان میں ایک چرچہ بھی قابل استناد نہیں۔ اب امر ہفتہ کی طرف چلتے۔

سند، ہفتم شہادات

(۳۳) شہادتوں پر مولوی عطاء محمد صاحب کا اعتراض بہت حق و بجا ہے فی الواقع شرع مطہر نے حقوق العباد میں لفظ اشہد یا اس کا ترجمہ کہ گواہی می دہم یا گواہی دیتا ہوں رکن شہادت قرار دیا ہے بغیر اس کے ہرگز شہادت متحقق نہیں ہو سکتی خالی خبر ہوگی جو یہاں اصلاً قابل التفات نہیں، تمام کتب مذہب میں اس کی تصریح ہے، ہدایہ جلد دوم ص ۱۰۱ میں ہے،

ولا بد فی ذلک کلمۃ من العدالۃ ولفظۃ الشہادۃ
فان لعین کوا الشاہد لفظۃ الشہادۃ وقال
اعلموا یتقن لہ تقبل شہادۃ لہ

ان سب میں عدالت اور لفظ شہادت ضروری ہے
اگر گواہ نے لفظ شہادت نہ کہا اور میں جانتا ہوں یا
مجھے یقین ہے کہا تو شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے،

اما اللفظة الشهادة فلان النصوص نطقت
بأشراطها إذا لم يفهمها بهذه اللفظة
ولان فيها زيادة تأكيد فان قوله اشهد
من الفاظ اليمين (كقوله اشهد بالله) فكان
الامتناع عن الكذب بهذه اللفظة اشداً
لفظ شہادت تو اس لئے کہ تمام نصوص نے اس کو شرط
کہا ہے کیونکہ شہادت کا حکم اسی لفظ سے بیان
ہوا ہے اور اس لئے کہ اس لفظ میں تاکید زیادہ
ہے کیونکہ شاہد کا اشہد کہنا، یہ قسم کے الفاظ
میں سے ہے (جیسے اشہد باللہ قسم ہے) لہذا
اس لفظ میں جھوٹ سے امتناع زیادہ قوی ہے (ت)

فتح القدير جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ میں ہے :

وقد وقع الامر بلفظ الشهادة في قوله تعالى
واقيموا الشهادة لله وقوله عليه الصلوة
والسلاۃ اذا رايت مثل الشمس فاشهد
فلزم لذلك لفظ الشهادة
اللہ تعالیٰ کے ارشاد اقيموا الشهادة (شہادت قائم
کرو) اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد
اذا سمعنا مثل الشمس فاشهد (یعنی جب سورج
کی مثل دیکھ لے تو شہادت دے) تو اس سے لفظ

شہادت لازم ہوا کیونکہ یہاں لفظ شہادت سے حکم دیا گیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۳ صفحہ ۴۵۰ میں ہے :

واما ركنها فلفظ اشهد بمعنى المخبر دون
القسم هكذا في التبیین
اسی طرح بحر الرائق جلد ہفتم ص ۶۱ میں ہے ، درمختار و رد المحتار و قرۃ العیون کی عبارتیں فتوے مولوی عطاء
صاحب میں گزریں اور خود مکثیر عبارات کی کیا حاجت جبکہ علماء نے قرآن عظیم ہی کا نص اس پر ذکر فرمایا ۔

(۳۴) صاحب افسر مال کا فقرہ ۲۵ میں اسس ناممكن الجواب اعتراض پر یہ اعتذار پیش کرنا کہ
فقہائے لفظ اشہد کی شرط تو ضرور لگائی مگر اس کی علت یہی ہے کہ اشہد میں معنی قسم ہیں تو معنی قسم جس
لفظ سے پورے کر لئے جائیں شرط حاصل ہو جائے گی سخت عجیب ہے جس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ نماز

۱۵۵/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الشہادۃ	لہ اہدایۃ
۲۵۶/۶	مکتبہ ذریعہ رضویہ سکھر	کتاب الشہادات	لے فتح القدير
۲۵۰/۳	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	۳۵ فتاویٰ ہندیہ

کے لئے شرع میں ہیئت تو ضرور مقرر ہے جس میں قیام و رکوع و سجود و قعود وغیرہ ارکان ہیں مگر ان سب سے مقصود تعظیم الہی ہے تو وہ جس طرح حاصل ہو نماز ادا ہو جائے گی کچھ ان ارکان کی ضرورت نہیں، شہادت میں لفظ اشہد شرط نہیں بلکہ فقہانے اسے رکن شہادت لکھا ہے جیسا کہ تبیین الحقائق و بحر الرائق و عالمگیریہ سے گزرا اور کوئی شے بغیر اپنے رکن کے متحقق نہیں ہو سکتی۔

(۳۵) سخت عجب یہ ہے کہ کتابیں صاف تصریحیں کر رہی ہیں اور کوئی لفظ اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا، درمختار سے گزرا،

هذه المعاني مفقودة في غيره فتعين ^{لہ} یہ معنی اس کے غیر میں مفقود ہے تو یہ متعین ہے۔ (ت)
اسی طرح بحر الرائق جلد ۷ ص ۶۱ میں قرۃ العیون سے گزرا، لا یقوم غیرہا مقامہا (دوسرا اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ ت)

بحر الرائق جلد ۷ ص ۶۸ میں ہے،

شرط لجميع انواعها لفظ اشهد بالمضارع تمام اقسام شہادت میں لفظ اشہد مضارع
فلا یقوم غیرہ مقامہ وقد منان لفظہا ہے لہذا دوسرا لفظ اس کے قائم مقام نہیں
ہو سکتا جبکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہی لفظ
رکن ہے۔ (ت)

پھر اس کا مطلب یہ بظہر انہ کہ کچھ اس لفظ کی خصوصیت نہیں بالکل دن کو رات سے تفسیر کرنا ہوگا۔
(۳۶) یہ بھی محض غلط ہے کہ اس کی علت معنی قسم ہے بلکہ معانی کثیرہ کا اجتماع جن میں سے ایک
معنی قسم بھی ہے، درمختار کی عبارت گزری،
تضمنہ معنی مشاہدۃ و قسم و اخبار
للحال ^{لہ} کہ مشاہدہ قسم اور حال کے معنی کو متضمن
ہے۔ (ت)

فتح القدر جلد ۶ صفحہ ۱۱ میں ہے،

۹۰/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشہادات	۱۔ درمختار
۵۶/۱	مصطفیٰ البانی مصر	" "	۲۔ قرۃ عیون الاخیار
۶۲/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	" "	۳۔ بحر الرائق
۹۰/۲	مطبع مجتبائی دہلی	" "	۴۔ درمختار

لفظة الشهادة اقوى في افادة تأكيد متعلقها
من غيرهما من الالفاظ كالعلم واثبت لها فيها
من اقتضاء معنى المشاهدة والمعاينة التي
مرجعها الحس اليه
شهادات كاللفظ اپنے متعلق کی تاکید میں دوسرے ہم معنی
الفاظ کی نسبت اقویٰ ہے جیسے کہ لفظ 'میں جانتا ہوں'
مجھے یقین ہے، کے مقابل میں، کیونکہ شهادات کا لفظ
مشاہدہ اور معاینہ جس کا مرجع حس ہے، کو چاہتا
ہے۔ (د ت)

بلکہ عالمگیری سے گزرا کہ اشهد بمعنی خبر کن ہے نہ بمعنی قسم۔
(۳۷) یہ بھی ہرگز مسلم نہیں کہ کچھ یوں میں حلف کے معنی پورے کر لئے جاتے ہیں کہیں یہ کہلایا جاتا ہے سچ
کہوں گا خدا میری مدد کرے کہیں یوں کہ خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہوں گا ان الفاظ کو عین سے کچھ تعلق نہیں
اور اگر وہی لفظ کہلوائے جائیں جو صاحب افسر مال نے لکھے کہ خدا کی قسم میں سچ کہوں گا تو یہ عین منعقدہ ہوتی
یعنی آئندہ کی نسبت جس کے خلاف کرنے پر پندرہ سیر گیہوں یا تین روزوں میں کام نکل سکتا ہے بخلاف
اشہد کہ اس میں عین غموس ہے کہ سلطنت ہفت اقلیم یا لاکھ روزے بھی اس کا کفارہ نہیں ہو سکتے
تو اس میں اس کے معنی کا ادا ہو جانا کیونکر ممکن۔

(۳۸) دوسرا لفظ صاحب افسر مال نے یہ لکھا کہ خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر شہادت دوں گا یہ بھی ایک
وعدہ ہے جو کسی اشهد کے معنی پورے نہیں کر سکتا، علما رقصہ فرماتے ہیں کہ شہادت بلفظ مضارع
بمعنی حال لازم ہے درمختار سے ابھی گزرا و اخبار للمحال (حال کی خبر دینا ہے۔ ت) ردالمحتار
ج ۲ ص ۵۷۳ میں ہے،

فلو قال شهدت لایجوز لان الماضی موضوع
للاخبار عما وقع فیکون غیر مخبر فی
المحال
اگر اس نے "شهدت" بلفظ ماضی کہا تو ناجائز
ہے کیونکہ ماضی گزشتہ واقعہ کی خبر کے لئے وضع
کیا گیا ہے تو یہ ماضی، حال کی خبر نہ دے گا (ت)

جب صیغہ ماضی معتبر نہ ہوا جو عین میں مثل صیغہ حال ہے حلفت یا للہ اور احلف باللہ کا ایک
ہی حکم ہے تو شہادت دوں گا صیغہ استقبال کیا حیثیت رکھتا ہے جس کا حاصل یہ ہو گا کہ یہ قسم کھاؤں گا

۱۷ فتح القدیر	کتاب الشهادات	المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھر	۲۵۶/۶
۱۸ درمختار	"	مطبع مجتہدانی دہلی	۹۰/۲
۱۹ ردالمحتار	"	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۷۰/۴

کیا اس کہنے سے قسم ہو جاتی ہے یا جھوٹ سے باز رہ سکتا ہے۔

(۳۹) اور اصل حقیقت امر یہ ہے کہ تعین لفظ اشہد میں جو علتیں توجہ میں بیان میں آئیں از قبل نکات و لطائف ہیں وہ ایک حکم تعبدی ہے یعنی شرع مطہر نے خاص اسی لفظ کو معین فرمادیا تو اب اس سے تجاوز جائز نہیں۔ رد المحتار جلد ۴ ص ۵۷۳ و بجز الراقی جلد ۷ ص ۶۰-۶۱ میں ہے:

اقتصرو علیہ اتباعاً للماثور ولا یخلو عن
معنی التعبد اذ لم ینقل غیرہ یہ

اس نے اس پر اقتصار کیا، منقول و ماثور کی پیروی کرتے ہوئے جبکہ یہ تعبد کے معنی سے خالی نہیں، اور اس کا غیر منقول نہیں۔ (د)

تو اس کی علت نکاش کرنا اور اس کا دوسری جگہ اجرا چاہنا سرے سے باطل ہو گیا، ان تقریرات سے آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہندی کچہریوں میں جہاں لفظ اشہد نہیں کہلاتے اور ان کے معنی الفاظ مذکورہ یا ان کے امثال سے حلف لیتے ہیں وہ زنہار اصول شرع سے مطابقت نہیں کھا سکتا، سنی اگر اپنی ضد سے مکمل ہو سکتی ہو کہ ان کی اگر رات سے تکمیل ہو سکتی ہو تو ان الفاظ میں اصول شرع کو مکمل سمجھ سکیں، انگریزی و ہندی کچہریوں میں مثبت سمجھے ہوئے دعوے اگر شرعاً غیر مثبت ٹھہریں تو کیا استحالة ہے بلکہ اصول شرع کے اتباع نہ کرنے سے شرعاً ان کا غیر مثبت ہونا خود ہی لازم، مذہب کہ ان کو مثبت بنانے کے لئے اصول شرع تبدیل کر دیئے جائیں یہاں کی کچہریوں میں کفار کی گواہیاں مسلمانوں پر عموماً سنی جاتی ہیں اور ان پر فیصلہ ہوتے ہیں اور وہ دعوے مثبت ٹھہرائے جاتے ہیں اسے کون سے اصول شرع سے تطبیق دی جائے گی حالانکہ رب العزت جل و علا فرماتا ہے:

لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین
سبیلاً۔ (ت)

خود صاحب افسر مال اپنے اسی فیصلہ فقرہ ۱۳ میں فرماتے ہیں: "قبضہ کی بابت ریلارام پیشکار اور غلام حیدر خاں پیشکار کی شہادت شامل مسل ہے اور ان کی شہادت سے ثابت ہے کہ قبضہ رہا پس دو معزز اہلکاروں کی شہادت معتبر شہادت ہے ہمارا فرض ہے کہ اس کو قبول کریں اور یقین کے ساتھ قبول کریں" حالانکہ شرع مطہر اسے حرام بتاتی ہے فاسق کی نسبت تو ارشاد ہوا:

یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق
بنبأ فتبیینوا ان تصیبوا قوماً
اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی
خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جا نہ لائے

بجھالۃ فتصبحو اعلیٰ ما فعلتم ند میں لے کر دوسے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پکھتاتے رہ جاؤ۔ (ت)
 ذکر کفار، والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔

(۴۰) صاحب افسر مال فقرہ ۷ میں اس شہادت مدعیان کو متواتر حقیقی بناتے ہیں کہ ”یہ شہادت تواتر تک پہنچ چکی ہے جس کے خلاف ہونے کا احتمال نہیں“ اور عجب یہ کہ مدعیوں کے تیس گواہ کے مقابل مدعا علیہ کے پینتالیس گواہوں کو لفظ ”چند کس“ سے تعبیر فرماتے ہیں جس کی انتہا تو ٹھیک ہے یہ محل جرح کہ وہ یا اجیر ہیں یا اس فریق کے جتھے والے ہر طرف کے گواہوں پر ہو سکتی ہے جو ان میں معزز ہوئے ان پر طرداری اور باقیوں کو اجورہ داری کا الزام لگا دینا کیا دشوار ہے، ان الزامات کی راہ تو شرع مطہر نے گواہوں میں عادل ہونے کی شرط لگا کر بند فرمائی تھی جب یہ شرط اٹھ گئی بلکہ گواہ کے مسلمان ہونے کی بھی قید نہ رہی تو ہر گونہ الزام آسان ہے جس میں دونوں فریق کی حالت یکساں ہے بلکہ اس نوٹ کی بناء پر جو صاحب افسر مال نے اپنے آخر فیصلہ میں دیا جس میں مدعیوں کو اخلاقاً و عادۃً مدعا علیہ سے بہت بہتر بتایا اور مدعا علیہ کو چالباز کمینہ عادت کا آدمی شریر وغیرہ بالفاظ سخیف سے یاد فرمایا احتمال طرداری گواہان مدعیان کی طرف زیادہ قائم ہوتا ہے ظاہر ہے کہ خوش اخلاق و نیکو سیر آدمی کا جتنا بھاری ہوتا ہے مکار شریر چالباز سے لوگ نفرت کرتے ہیں اگرچہ لطافت علی صاحب تحصیلدار نے جو تحقیقات موقع لکھی وہ اس کا عکس ظاہر کرتے ہیں اور معزز خاندان چشتیاں کو مدعیوں سے نفرت بتاتے ہیں بہر حال یہ زائد و خارج از بحث باتیں ہیں، کلام اس میں ہے کہ وہ تواتر جس میں خلاف کا احتمال بھی نہ رہے اس کے یہ معنی نہیں جس میں فریقین کے انتخاب کو کوئی دخل ہو ہر فریق اپنی مرضی کے گواہ چھانٹ چھانٹ کر اسم نویسی کرے یہ تیس بتائے وہ پینتالیس لے آئے بلکہ تواتر کے یہ معنی ہیں کہ وہاں کے تمام لوگ چھوٹے بڑے عالم جاہل سب اس امر سے واقف ہوں عالم لوگ یک زبان و متفق اللسان ایک ہی بات کہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ ص ۱۵۲ میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ :

ان تاقی العامة و تشہد بذلك فیؤخذ
 بشہادۃہم کذا فی الذخیرۃ
 اگر عام لوگ یہی بات کہیں اور یہی شہادت دیں
 تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی، جیسا کہ ذخیرہ
 میں ہے۔ (ت)

نیز اسی کے صفحہ ۵۳ پر اس کی تشریح یوں فرمائی :

کونہ ظاہر استفیضاً یعرفہ کل صغیر و کبیر و کل عالم و جاہل کذا فی الذخیرۃ .
اس کے ظاہر استفیض ہونے کی وجہ سے کہ اس کو ہر بڑا اچھوٹا ، عالم اور جاہل جانتا ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے ۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہاں ایسا نہیں ، فہرست گواہان کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ ایک ہی خاندان کے لوگ مدعی کے گواہ ہیں کچھ لوگ مدعا علیہ کے ایک ہی بستی کے کچھ لوگ ادھر کے شاہد ہیں کچھ لوگ ادھر کے ، ایک بھائی ادھر کا گواہ ہے تو دوسرا حقیقی بھائی دوسری طرف کا ۔ بھانجا بیویوں کا گواہ ہے تو ماموں مدعا علیہ کا ۔ تواتر حقیقی کی صورت ہوتی تو معاملہ بدیہیات سے ہو جاتا کہ متواترات اقسام بدیہی سے ہیں اور بدیہی پر دلیل قائم کرنا بے معنی ، تو صاحب افسر مال کو اپنے فیصلہ میں ، نمبر ابتدائی کے علاوہ کہ متعلق واقعات ہیں انکیس نمبر بحث کے کیوں لکھنے پڑے یا ادھر تواتر ہو جاتا تو ہم کو ۲۱ کے مقابل ۲۲ نمبر لکھنے کی کیا ضرورت ہوتی ۔ برازیہ اور قرۃ العیون ج ۲ ص ۶۰۰ میں ہے :

فی المحيط ان تواتر عند الناس و علم الكل یقضى بفرأغ ذمته لانه یلزمه تکذیب الثابت بالضرورة والضروریات معالہم یدخلها شکاکہ .
محیط میں ہے اگر لوگوں میں تواتر ہے اور سب جانتے ہیں تو اس کے ذمہ کی فراغت کا حکم کر دیا جائے گا کیونکہ یہ بدیہی طور پر ثابت ہے اور اسے نہ ماننے پر ضروری معلوم شدہ کی تکذیب لازم آئے گی جبکہ ضروری بدیہی امور میں شک کا دخل نہیں ہو سکتا ۔ (ت)

(۴۱) اگر ۳۰ گواہ ہونے کے سبب شہادت مدعیان متواتر ہو گئی تو شہادت مدعا علیہ بدرجہ اولیٰ متواتر ہوگی کہ اس کے ۵ گواہ ہیں اور اب وہ اعتراف جو ثمالوں اور مجوز نے فقرہ ۲۲ میں اس پر کیا کہ وہ شہادت نفی ہے اور نفی پر شہادت مقبول نہیں باطل ہو جائے گا کہ شہادت جب متواتر ہو قیقیناً مقبول ہے اگر نفی پر ہو ۔ فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ برازیہ و الاستبہاء والنظارہ صفحہ ۲۱۴ میں ہے ، تقبل بینۃ النفی المتواتر (نفی پر متواتر بات کو بطور دلیل قبول کیا جائیگا ۔ ت) درمختار جلد ۲ ص ۶۰۰ میں ہے :

شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ ۔ متواتر نفی کو شہادت کے طور قبول کیا جائیگا ۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب التاسع نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۱۵/۳
۲۔ قرۃ العیون الاخیر کتاب الشہادۃ باب القبول وعدہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۱/۱
۳۔ الاشباہ والنظارہ بحوالہ ظہیریہ و برازیہ الفہم الثانی کتاب القضاء والشہادۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲۵۲/۱
۴۔ درمختار کتاب الشہادات باب الفضول وعدہ مطبع مجتہدانی دہلی ۹۸/۲

(۴۲) بحمد اللہ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہوا کہ ثالثوں نے جتنی سندوں پر بنائے فیصلہ رکھی سب محض ناکارہ و بے اعتبار ہیں، روئداد مسل مدعیوں کا نسب اصلاً ثابت نہیں کرتی سخت محل افسوس یہ ہے کہ ثالث صاحبوں نے خود یہ سمجھ لیا تھا کہ مسل کے موجودہ کاغذات و شہادات ناکافی ہیں اور بے تحقیقات مزید کے حقیقت معاملہ سمجھ میں نہیں آسکتی ملاحظہ ہو رپورٹ ثالثان کاغذ عن ۲ گزارش ہے کہ سوائے تحقیقات جدید کے منظر ان فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں یہاں ثالثوں نے روئداد مسل پر فیصلہ کرنے سے صاف صاف استعفا دے دیا یا باوصف اس کے بلا تحقیق جدید فیصلہ کیا اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ صاحب افسر مال خود موقع پر تحقیقات کے لئے تشریف لے گئے اور علاقہ کے تمام سربراہ اور وہ اشخاص اور چشتیوں کو طلب کیا مگر بے تحقیقات جدید کہ اسی کی شرعاً ضرورت تھی معاملہ پر بنائے روئداد ناکافی مسل سپر وٹاٹان کر دیا۔ دیکھو فیصلہ افسر مال فقرہ ۲۴، میں نہیں کہتا کہ مدعیوں کا اولاد پیر صدر الدین نہ ہونا ثابت ہے غیب کا علم اللہ عز و جل کو ہے ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ ان کا اولاد پیر صدر الدین ہونا ثابت نہیں تمام کاغذات و شہادات موجودہ مسل ان کا نسب ثابت کرنے میں عاجز و قاصر ہیں ان کا دعویٰ نامسموع ہونے کے لئے ثبوت عدم درکار نہیں عدم ثبوت کافی ہے اور وہ بلا شبہ حاصل، لہذا دعویٰ مدعیان باطل۔ یہاں اور اباحت فقہیہ بھی باقی ہیں مگر جس قدر گزارش ہوا ذی انصاف متبع شرع کے لئے اس قدر بہت ہے وباللہ التوفیق، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۹۵۱ھ از دولت پور ضلع بلند شہر مسئلہ رئیس بشیر محمد خان صاحب ۵ شعبان ۱۳۲۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخصوں میں زرمہر کا جھگڑا ہے ان دونوں شخصوں نے اہل اسلام کے دو شخصوں کو پنج اور ایک کو سرخ اس جھگڑے کے فیصلے کے واسطے باقاعدہ بنادیا، پنجان و سر پنج صاحب نے بالاتفاق اپنی اور نیز اپنی جماعت کثیر اہل اسلام پابند صوم و صلوة سے ایک فیصلہ تجویز کر دیا، فیصلہ سنانے کے قبل پنجان و سر پنج و دیگر شریک رائے اہل اسلام نے ہر دو فریق کو کہ جن کی جانب سے پنج و سر پنج بنائے گئے تھے یہ تجویز سنادی کہ جو فیصلہ ہم دو فریق کو سنادیں گے وہ تم دونوں کو بخوشی خاطر قبول و منظور ہو گا یا نہیں، اور اس فیصلہ میں خواہ کسی فریق کا کیسا ہی نقصان کثیر ہو وہ برداشت کرنا ہو گا ہر دو فریق نے نہایت رضامندی سے اس تجویز کو قبول اور منظور کیا اس کے بعد پنجان و سر پنج صاحب نے باواز بلند مجمع کثیر میں اس فیصلہ کو جو باہم نزاعی تھا ستایا ایک فرقہ نے اس کو منظور کر لیا اور ایک فرقہ نے اس کو نا منظور کیا، اب جس فرقہ نے اس کو نا منظور کیا تو از روئے شرع شریف کے اس معاہدہ کی تکمیل جو بروقت فیصلہ سنانے کے ہر دو فریق سے منظور کرائی تھی اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۲) دو شخصوں میں تبادلہ جائیداد پر جھگڑا تھا ان دونوں شخصوں نے اس کے فیصلہ کے واسطے دو پنج اور

ایک سرپنچ بنائے، پنچ و سرپنچ صاحبان نے دونوں شخصوں سے چار چار ہزار روپیہ جمع کرایا اور ایک جماعت کثیر اہل اسلام کے روبرو حلف شرعی و خدا و رسول کو درمیان و کلام مجید درمیان کر کے یہ وعدہ ہر دو شخصوں سے کرایا کہ جو تم دونوں شخصوں میں سے ہمارا فیصلہ کیا ہو انہ مانے گا ہم اس کا روپیہ ضرور دوسرے کو دے دیں گے ان دونوں شخصوں نے جن کی جائداد کا جھگڑا تھا اس بات کو قبول و منظور کر لیا اور پختہ عہد و پیمان شرعی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اگر ہم میں سے جو کوئی فیصلہ کئے ہوئے کو نہ مانے اس کا روپیہ آپ دوسرے کو دینا، ہم کو یہ بات قبول و منظور ہے، اب پنچان و سرپنچ صاحبان نے اپنا فیصلہ کیا ہوا دونوں شخصوں کو سنایا، ایک نے منظور کر لیا اور ایک نے نہیں منظور کیا، جس نے کہ نہیں منظور کیا اس کا روپیہ حسب وعدہ نیز پنچ یا سرپنچ صاحبان کے دوسرے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی شخص کو پنچ یا سرپنچ کسی فیصلہ کے لئے بنایا جائے تو وہ صرف یکطرفہ شہادت و ثبوت خفیہ پر اپنی تجویز لکھ سکتا ہے یا نہیں اور ایسی تجویز جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر پنچ سرپنچ نے ایک فریق سے بوجہ طعنے نا جائز کے ساز و اتفاق کر کے فریق دوم کے خلاف فیصلہ دیا ہو تو ایسے شخصوں کا فیصلہ کیا ہوا از روئے شرع جائز ہو گا یا ناجائز؟

(۵) اگر کوئی شخص قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائے اور پھر اس قسم کے خلاف کرے تو ایسا شخص قابل قاضی و حاکم بنانے کے ہے یا نہیں اور اس کا فیصلہ مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۶) حاکم و قاضی کو شہادت لینا باقاعدہ ضرور ہے یا نہیں یا صرف اس کا ذاتی علم فیصلہ کرنے کے واسطے جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) از روئے شرع شریف کے رشوت لینا کیسا گناہ ہے اور رشوت لینے والا حاکم و قاضی و شاہد معتبر ہے یا غیر معتبر، اس کا فیصلہ کیا ہوا قابل تسلیم ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر فیصلہ مطابق شرع ہو ہر فریق کو ماننا لازم ہے اور باطل و خلاف شرع ہو تو کسی پر اس کی پابندی نہیں،

قال الله تعالى انت الحكم الا الله - لے الله تعالى کا ارشاد ہے: حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے (ت)

اور ماننے نہ ماننے پر کوئی خاص معاہدہ کر لیا ہو تو اس کی پابندی ضروری نہیں کہ ایک مہمل شرط ہے کوئی عقد شرعی نہیں۔

شرط اللہ احق و اوثق قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ کی شرط کردہ زیادہ پختہ اور قویٰ حق ہے،
یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) وہ شرط حرام باطل تھی اور وہ روپیہ ہر ایک کو اس کا واپس دینا فرض اور دوسرے کو دینا حرام،

قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طور پر مت کھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) شہادت شرع میں صرف مدعی سے لی جاتی ہے مدعا علیہ سے گواہ لینا کچھ ضرور نہیں اور گواہان قبول شرعی کے ساتھ اگر کسی خفیہ تحقیقات سے اطمینان کر لیا تو اس میں بھی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر یئ
سواہ الدارقطنی والبیہقی وابن عساکر
عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال النووی سند البیہقی حسن وصحیح۔
گواہی مدعی کے ذمہ اور قسم منکر پر ہے۔ اس کو دارقطنی،
بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ امام
نووٰی نے فرمایا: بیہقی کی سند حسن اور صحیح ہے (ت)

ہاں اگر حاکم نے خلاف شرع ناجائز بے ضابطہ کارروائی کی تو وہ جس حد کی ناجائز ہوگی اس کے قابل اس پر حکم ہوگا سائل نے کوئی تفصیل نہ بیان کی کہ صورت خاصہ کا حکم دیا جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) اظہار سائل سے معلوم ہوا کہ طبع ناجائز سے مراد کچھ لے کر فیصلہ دینا ہے ایسا فیصلہ مطلقاً مردود

صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قیدی کتب خانہ کراچی ۳۷۷/۱
سۃ القرآن الکریم ۱۸۸/۲

صحیح البخاری کتاب الزہد ۲۴۲/۱ و جامع الترمذی ابواب الاحکام ۱۶۰/۱ و سنن الدارقطنی ۲۱۸/۴
سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الدعوی والبیئات دار الفکر بیروت ۲۵۲/۱۰

و بے اعتبار ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :

اجمعوا انہ اذا ارتشی لا ینفذ قضاؤہ فیما ارتشی لہ واللہ تعالیٰ اعلم۔
فقہاء نے اجماع کیا ہے کہ قاضی نے جس فیصلہ میں رشوت لی ہے وہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۵) حلف کا حکم جواب سوال چہارم میں گزرا، اگر شرعاً اس قسم کا خلاف اسے کرنا چاہے تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں اور وہ حاکم و قاضی بنائے جانے میں مغل نہیں اور اگر ناجائز تھا تو ایسے کو قاضی حاکم نہ بنایا جائے اور اگر بنایا گیا تو اس کا فیصلہ اب بھی مانا جائے گا اگر مطابق شرع ہو، فتح القدر میں ہے :

ان الفسق لا یوجب العزل فلولایۃ قائمۃ وقضاؤہ بحق فلم لا ینفذ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
قاضی کا فسق موجب عزل نہیں تو اس کی ولایت قائم اور فیصلہ حق ہے تو کیونکر نافذ نہ ہو؟ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۶) فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی و حاکم کا ذاتی علم فیصلہ کے واسطے کافی نہیں، نہ اسے اس پر فیصلہ دینا جائز، اشتباہ میں ہے :

الفتویٰ علی عدم العمل بعلم القاضی
فی زماننا کما فی جامع الفصولین رحمہ اللہ
یعنی فیصلہ پر عمل جائز نہیں ہے جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۷) رشوت لینا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے لینے والا حرام و اگر بے مستی سخت عذاب نارسا ہے، دینا اگر مجبوری اپنے اوپر سے دفع ظلم کو ہو تو حرج نہیں اور اپنا آقا و صلہ کرنے کو ہو تو حرام ہے اور لینے دینے والا دونوں جہنمی ہیں اور دوسرے کا حق دبانے یا اور کسی طرح ظلم کرنے کے لئے دے تو سخت تر حرام اور مستحق شد غضب و انتقام ہے :

فی وصایا الہندیۃ عن فتاویٰ الامام
قاضی خاں است بذل المال لاستخراج
ہندیہ کے وصایا میں امام قاضی خاں کے فتاویٰ سے منقول ہے کہ دوسرے پر اپنے حق کو حاصل کرنے کے لئے

۱۔ فتاویٰ قاضی خان کتاب الدعویٰ والبیانات نوکشتور لکھنؤ ۳/۴۶۰
۲۔ فتح القدر کتاب ادب القاضی المکتبۃ النوریۃ الرضویہ سکھ ۶/۳۵۸
۳۔ الاشتباہ والنظار الفہم الثانی کتاب القضاء والشہادت ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۵۳

حق له على آخر رشوة وان بذل لدفع
الظلم عن نفسه وماله لا يكون رشوة اه
والمسألة تحتاج الى زيادة تفصيل وتحرير
وتنقيح وتنقيح لا تفزع له الآن و بالله
التوفيق -

مال خرچ کرے تو رشوت ہے اور اگر اپنے پر
ہونے والے ظلم یا اپنے مال پر ناجائز دخل کو
ختم کرنے کے لئے مال خرچ کرے تو یہ رشوت
نہ ہوگی اھ ، اور یہ مسئلہ تقریر ، چھان بین ،
تنقیح اور تحقیق کو چاہتا ہے جس کی فی الحال فرصت
نہیں ، وباللہ التوفیق (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،
لعن اللہ الراشی والمرتشی والرائش الذی
یمشی بینہما ۱؎ رواہ الامام احمد عن
ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

اللہ کی لعنت رشوت دینے والے اور لینے والے
اور ان کے دلال پر - اسے امام احمد رحمہ اللہ
نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا (ت)

قاضی و شاہ کا مسئلہ جواب ششم و ہفتم میں گزرا - واللہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ ۱۰۲ از رامپور چوک حیدر علی خاں مسئلہ محمد ایاز صاحب ٹھیکیدار ۱۳۲۹
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعویٰ زر قرضہ اپنے کا بنام تجر دار کیا حاکم
نے ڈگری زر قرضہ بنام تجر صادر فرمایا مگر اپنی تجویز میں قسط بندی کر دی ، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً
حاکم کو بدون رضامندی مدعی اختیار قسط بندی کا حاصل ہے یا نہیں ؟

الجواب

حاکم کو نہ ہرگز اپنی طرف سے قسط بندی بے رضائے مدعی کر دینے کا اختیار نہ اس کی اس
قسط بندی کا کوئی اعتبار ، بلکہ وہ ایک لغو بات محض ناقابل التفات ہے ، حاکم کا فرض ہے کہ جب
دعویٰ اس کے نزدیک ثابت ہو جائے فوراً مطابق دعویٰ حکم دے اگر تاخیر کرے گا فاسق و معزول
و مستحق تعزیر ہوگا ،

الاولیٰ لرجاء الصلح بین الاقارب مہلت دینا اقارب میں صلح ہے یا مدعی جب
الثانیۃ اذا استهل المدعی کما اس کا اظہار کرے ، جیسا کہ الاشباہ
لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوصایا الباب التاسع فی الوصی الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۵۶/۶
۱؎ مستدام احمد ترجمہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲۴۹/۵

فی الاشباہ ولا حاجة الى استثناء ثالثه^{۱۴۴} میں ہے، اور تیسرے کے استثناء کی حاجت نہیں ہے اور وہ یہ کہ جب قاضی کو اس میں شک ہو، کیونکہ یہ کلام اس صورت میں ہے جب قاضی کے ہاں معاملہ ثابت ہو جائے۔ (ت)

۱۔ غرض العیون میں ہے :
 قاضی پر لازم ہے کہ دعویٰ پر گواہی مل جانے پر اس
 کے مطابق فیصلہ فوراً کر دے اگر تاخیر کرے گا تو گنہگار
 ہوگا اور معزولی اور تعزیر کا مستحق ہوگا جیسا کہ
 جامع الفضولین میں ہے۔ (ت)

قسط بندی ایک قسم اجل ہے اور اجل حق دیون ہے۔ ہدایہ و خانیہ و اشباہ و غیرہ میں ہے :
الاجل حق المدیون فله ان یسقطہ ۔
مہلت مقرض و دیون کا حق ہے تو اسی کو ساقط
کرنے کا حق ہے۔ (ت)

قویہ دلیوں کے لئے ایک ایسے حق کا ثبوت کرنا ہے جس کا کوئی ثبوت نہ تھا، نہ بینہ نہ اقرار نہ نکول، تو بلا ثبوت اثبات محض باطل و نامقبول۔ حانیہ و اشباہ و تیرہ وغیرہ میں ہے :

القاضی لا یقضی الا بالحقۃ وہی البینۃ قاضی صرف دلیل پر فیصلہ کر سکتا ہے اور وہ صرف اقرار و النکول یہ گواہی، اقرار اور قسم سے انکار ہے (ت)

طرفیہ کہ ثبوت درکنار خود مدیون جس کے لئے حاکم نے یہ حق ثابت کرنا چاہا اس حق کا اپنے لئے مدعی نہ تھا مدعا علیہ نے کب کہا تھا کہ یہ مطالبہ مجھ پر قسط بندی سے واجب ہے اور ظاہر ہے کہ دعوی شرط قضا ہے بلا دعوی خود قضا کر بیٹھنے کا حاکم کو کیا اختیار ہے اور اگر مراد انشاء تنجیم ہو یعنی دین تو موصول باقساط نہ تھا مگر میں اس کی قسط بندی کرتا ہوں تو یہ منصب قضا سے محض بیگانہ ایک مشورہ ہے جس کا قبول کرنا کسی پر واجب نہیں، نہ اسے پرانے مال پر کچھ اختیار ہے، نہ یہ کہ جبر پہنچتا ہے کہ مال تو تیرا واجب ہے مگر ابھی نہ لے، غایت

۳۶۰/۱	ادارة القرآن کراچی	۱۔ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاة والشهادات
۳۶۰/۱	" " "	۲۔ غزیرین البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی " " "
۴۸/۲	" " "	۳۔ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب المداینات
۳۳۹/۱	" " "	۴۔ " " " کتاب القضاة والشهادات

یہ کہ مدیون کو بزعیم خود کم استطاعت سمجھا ہو مگر یہ سمجھ بھی محض بے اصل ہے، بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ دین ایک عقد بیع کا ٹکٹ تھا اور ایسی حالت میں اسے بلا بینہ ناقابل ادا مان لینا صحیح نہیں۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہ ہمیں ہے، ان کا نال الدین واجباً بدلا عما ہو مال کا القرض و ثمن المبیع القول قول مدعی الیسار و صودی ذلك عن ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و علیہ الفتوی لان قدرته کانت ثابتة بالمبدل فلا یقبل قوله فی زوال تلك القدرة۔

اگر وصول کسی مالی بدل کی وجہ سے ضروری ہو مثلاً قرض یا بیع کا ٹکٹ ہے تو قابل ادائیگی ہونے کی بات مانی جائے گی، یہی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ مبدل حاصل کر لینے سے مدیون کی قدرت ادائیگی ثابت ہے لہذا اس قدرت کے زوال کی بات نہ مسمیٰ جائیگی،

اس انشاءے تا جیل کا حاصل اگر دائن کو منع کرنا ہے تو یکشت اپنا دین نہ لے تو یہ حر ملکیت پر حجر بلا وجہ شرعی ہے اور وہ باطل ہے اور اگر اس کا حاصل مدیون سے یہ کہنا ہے کہ تو مثلاً مہینہ پیچھے اتنا ادا کیا کر، تو ایسا دائن خود کے تو تا جیل نہ ہوگی اور جس وقت چاہے یکشت لے سکے گا نہ کہ غیر دائن جسے دین سے کوئی تعلق نہیں پر اسے دین کو موجد کر دے۔ اشتباہ میں ہے،

قال الدائن للمديون اذهب واعطني كل شهر كذا فليس بتاجيل لانه امر بالاعطاء۔ اگر وصول کرنے والا مدیون سے کہے کہ جا ما مانہ اتنی شہر کذا فليس بتاجيل لانه امر بالاعطاء۔ قسط دے دیا کر، تو یہ مہلت کا بیان نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ کیونکہ یہ ادائیگی کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳ از شہر بریلی محلہ روہیلے ٹولہ مسئلہ جناب ملک اعجاز ولی خاں صاحب زید مجدہم
ار رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بنام بکر بابت غلہ قیمتی بیسے بایں دعویٰ دے رہا ہے کہ میرا غلہ ناجائز طور پر لے لیا ہے دلا یا جائے، بکو کو لینے غلہ سے اقبال ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میرا قرضہ بذمہ زید چاہئے تھا میں نے یہ غلہ قیمتی بیسے مذکورہ بالا اپنے قرضہ میں لیا ہے اس قسم کا بیان بکر انکار دعویٰ مدعی ہے یا نہیں اور زید ثبوت نہ پیش کر کے خواستگار حلف بکر ہے تو بکر پر شرعاً حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں؟ بیتنوا بالکتاب و توجروا یوم الحساب (کتاب یعنی قرآن کریم)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ قاضی خاں کتاب اب القاضی الباب السادس العشرون فورانی مکتب خانہ کراچی ۴/۲۱۳
۲۔ الاشتباہ والنظائر الفن الثالث القول فی الدین ادارة القرآن کراچی ۲/۲۱۳

سے بیان کیجئے روزِ حساب اجر دے جاؤ گے۔ (ت)

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بکر دعویٰ زید یعنی غلے لینے کا مقر اور اپنے قرضہ کا مدعی ہے یہاں نہ زید کے ذمہ کوئی ثبوت دینا رہا نہ بکر پر حلف آسکتا ہے،

لأنه مقر ومدع وكلاهما لا حلف عليهما
والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدداً اتم
واحكم۔
کیونکہ یہ اقرار کرنے یا دعویٰ کرنے والا ہے جبکہ ان دونوں پر قسم نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجدداً اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۴ از قصبہ شاہ آباد ضلع ریاست رامپور مرسلہ قمر علی خاں عرف چند خاں ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید و عمرو و بکر نے چند دیہات سرکاری اجارہ پر لئے بعد کو باہم شرکار میں تقسیم دیہات آپس میں ہو گئی جس کے حصہ میں جو دیہہ آیا وہ اس کی ادائے جمع سرکاری کا ذمہ دار رہا اقرار نامہ تقسیم لکھ کر تصدیق ہو گئی، اس اقرار نامہ میں زید نے یہ لکھا کہ میں ایک ہزار روپے کی قرضہ یعنی توفیر کے بکر کو با قسط ادا کروں گا، اب بکر اس ایک ہزار روپے کا دعویٰ کر رہا ہے، زید عذر کرتا ہے کہ ایک رقم مبہم کا مجھ سے اقرار کر لیا ہے ہر شخص اپنے حصہ کے دیہات پر قابض ہے، یہ ہزار مجھ پر کیسے چاہیں جو دیہات مدعی کے لئے نامزد ہوئے وہ بقبضہ مدعی ہیں بعد تقسیم میرے قبضہ میں نہ آئے نہ ان کی توفیر مجھے ملی ان کی توفیر بکر مدعی پاتا ہے لہذا زید توفیر بذمہ مدعا علیہ کیسے چاہتے، دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعاً ایسا اقرار مقر پر لازم الوفا ہے یا نہیں؟ نقل اقرار نامہ ہر شے سوال ہے۔

الجواب

ملاحظہ اقرار نامہ و بیان سائل سے واضح ہوا کہ یہ دیہات ریاست سے ان تین شخصوں نے مستاجرانہ لئے تھے ریاست نے زر منافع ۵۰ ہزار پیشگی ان سے لیا اس میں سے قریب نصف زید نے دیا اور بکر نے کہ ہندو ہے کچھ نہ دیا مگر ریاست زر مستاجری پر ضمانت لیتی ہے یہ کفالت تنہا جائیداد بکر سے ہوئی لہذا اسے شریک کیا گیا وقت تقسیم ۸ کا حصہ زید کا قرار پایا اور ۳۰ کا باقی شریکوں کا۔ جو دیہات بکر کو دئے گئے ان کی چوٹی میں کہ بکر کو ملتی بقدر ایک ہزار روپے کی تھی لہذا زید نے یہ اقرار نامہ لکھ دیا، یہ نہ کوئی عقد شرعی ہے نہ اقرار شرعی، نہ بکر کا زید پر کچھ آتا ہے نہ زید کہتا ہے کہ اس کا مجھ پر اتنا آتا ہے، نہ کسی ثالث کا دین کہ بکر پر آتا ہو زید اس کی کفالت کرتا ہے محض ایک حمل تحریر ہے جس کا حاصل ایک وعدہ بے معنی سے زائد نہیں ایسے وعدہ کی دفا پر جبر نہیں ہو سکتا نہ بکر کو اصلاً مطالبہ کا استحقاق ہے۔ ہندیہ و استباہ

و بزازہ وغیرہا میں ہے :

لا جبر علی السواء بالوعدۃ - واللہ وعدہ وفاقی پر جبر نہیں - واللہ تعالیٰ اعلم۔
(اعلمت)

مسئلہ ۱۰۵ از رامپور محلہ بارہ درمی محمد خاں مسئلہ جناب عبد اللہ خان صاحب ۲۹ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ ہندو تین نابالغ لڑکے لڑکیوں
کی نانی ہے اور زید ان نابالغ بچوں کا باپ ہے ، سعیدہ ان نابالغ بچوں کی ماں ، زوجہ فوت ہو گئی ، ان نابالغ
بچوں کی جائداد غیر منقولہ علاقہ انگریزی میں واقع ہے ۔ ہندو نے اس جائداد کی نگرانی وغیرہ کے لئے برصا مندی زید
سرسٹیکٹ ولایت حاصل کر لیا ہے ۔ اب ہندو نے برلایت انھیں نابالغان اور باستدلال حصول سرٹیفکیٹ
از علاقہ انگریزی زید پر نابالغان کی طرف سے مہر کی نالیش کی ہے ۔ زید نے عدالت حجتی ریاست رامپور میں
ان نابالغ بچوں کے ولی دوران مقدمہ ہونے کی درخواست کی ہے ، اور بچہ باپ زید کا یعنی دادا نابالغان
درخواست کرتا ہے کہ شرعاً مجھے حق ولایت نابالغان حاصل ہے لہذا دوران مقدمہ کے لئے ولی نابالغان
مقرر کر دیا جاوے ، یہ تینوں درخواستیں متضاد ہیں ، مفتیان شرع متین سے یہ دریافت طلب ہے کہ
مستماہ ہندو جو سرٹیفکیٹ ولایت با جازت باپ نابالغان علاقہ انگریزی میں حاصل کر چکی اس کی ولایت
ریاست ہذا کے مقدمات میں مقابلہ زید مدعا علیہ قائم و برقرار رہے گی یا زید مدعا علیہ ولی دوران مقدمہ
ان نابالغ بچوں کا مقرر ہو سکتا ہے یا بکر دادا ولی دوران مقدمہ مقرر ہو سکتا ہے اور اس کی نسبت
دو صورتیں ہیں اگر زید ولی مقرر نہ ہو تب یہ ولی قائم ہو سکے گا یا زید کے ولی قائم ہونے کی حالت میں اس کو
حق ولایت نابالغان حاصل ہے بصراحت روایات کتب فقہ جواب عنایت ہو ۔ فقط المرقوم ۱۱ جون ۱۹۱۲ء

الجواب

صورت مستفسرہ میں نہ نانی کوئی شے ہے نہ وہ سرٹیفکیٹ کوئی چیز ، نہ زید اپنی ولایت منتقل
کر سکتا تھا نہ باپ کے ہوتے دادا کو استحقاق ولایت ہے ۔ یہ کارروائیاں سب مہمل و بے معنی ہیں
ہاں اگر زید پر سعیدہ کا مہر آتا ہو اور انکار کرے تو قاضی شرع اپنی طرف سے جسے چاہے نابالغوں پر وصی

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الاجارہ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۲۴۴/۴
الاشیاء والنظار الفعن الثانی کتاب المحظور والاباحۃ دار القرآن کراچی ۱۱۰/۲
العقود الدریۃ مسائل وفوائد شتی من المحظور والاباحۃ ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵۳

کرے یہ وصی دعویٰ کر سکے گا اور اگر زید مہر کا مقرر ہے جب تو اس پر نابالغوں کی طرف سے دعویٰ مہر نافی کرے
خواہ دادا خواہ کوئی اصلاً قابل سماعت نہیں۔ جامع الصغائر فصل النکاح میں ہے:

ماتت عن زوج واولاد صغار وعلی الزوج
المهر فان اقر الزوج بالمهر لم یؤخذ منه
لان الالب یملك حفظ مال صغیره وان
انکرینصب القاضی وصیا فیثبت علیہ
المهر ویؤخذ منه ویدفع الی الوسی فانہ
بانکارہ تظہر خیانتہ وعند ظہور الخیانة
یکون للقاضی ولایة دفع مال الصغیر الی
وصی غیرہ۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔
ہو گئی جبکہ خیانت کے ظاہر ہو جانے پر قاضی کو اختیار مل جاتا ہے کہ بچوں کا مال وصی کے سپرد کرے
واللہ سبحانہ وتعالی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶ از ریاست رامپور متصل اسیٹبل سرکاری عید گاہ دروازہ مرسلہ حسن جہاں بیگم

۱۵ رجب ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نافی نابالغین نے نابالغین کی طرف سے
برفاقت ابن زید نابالغان کے باپ پر نابالغین کی والدہ متوفیہ کے دین مہر کی نالشی کی ہے اور زید
دین مہر سے منکر ہے اور چاہتا ہے کہ میں ولی دوران مقدمہ مقرر کیا جاؤں اور نیز والد زید بھی خواستگار
ہے حالانکہ دادا کی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے اور خوف تلف جائداد نابالغین کا پورا اندیشہ ہے اور نافی
مشفقہ اعینہ ہے اور مصلحہ ہے پس استفسار اس امر کا ہے کہ ان تینوں میں سے ولی دوران مقدمہ
کون ہو سکتا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ زید مہر کا منکر ہے تو وہ اس مقدمہ میں ہرگز ولی نہیں ہو سکتا بلکہ حاکم
پر لازم ہے کہ کسی دوسرے امین متدین کا وگزار کو نابالغوں پر وصی کرے اگر دادا ٹھیک نہیں اور اس سے

ضرر نابالغان کا اندیشہ ہے اور نانی امینہ مصلحہ مشفقہ ہے تو وہی باپ دادا سے احق ہے ورنہ قاضی شرع جس کو مناسب جانے۔ جامع احکام الصغار میں ہے :

ما ت عن زوج و اولاد صغار و علی الزوج
المہر فانکرینصب القاضی وصیا فیثبت
علیہ المہر ویؤخذ منه و یدفع الی الوہی
فانہ بانکاسہ تظہر خیانتہ و عند
ظہور الخیانۃ یکون للقاضی ولایۃ دفع
مال الصغیر الی وصی غیرک۔
بیوی نے خاوند اور نابالغ بچے وارث چھوڑے
اور خاوند کے ذمہ مہر باقی ہے اور خاوند انکار کرتا
ہے تو قاضی کسی کو وصی مقرر کرے جو مہر کو ثابت
کر کے وصول کرے کیونکہ مہر کا انکار کر کے خاوند
نے خیانت کر دی جبکہ خیانت کے ظہور پر قاضی
کو مال وصول کر کے کسی وصی کو دینے کا اختیار
مل جاتا ہے (ت)

اسی عبارت سے واضح ہوا کہ اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہو جائے کہ مہر آتا تھا اور زید منکر ہوا تو نہ فقط اس
مقدمہ یا مہر کے بارہ میں بلکہ تمام اموال نابالغان سے زید کی ولایت اٹھا دی جائے گی لہذا خیانتہ
و انعدام صیانتہ فخرج عن امانتہ (خیانت ظاہر ہونے اور حفاظت معدوم ہو جانے پر امانت
سے محروم ہو گیا۔ ت) اور جملہ اموال نابالغان نانی مصلحہ امینہ کو سپرد کیے جائیں گے یا جو رائے قاضی
میں اصلح و انسب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رام پور محلہ گھر شرف الدین خان متصل فیلخانہ کہنہ مسئلہ غلام جعفر خان صاحب
۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ بدقولیہا
کو طلاق مغلفہ دی بعد ازاں منکوحہ زید بدیں بیان دعویٰ دیا کہ بوقت عقد نکاح مبلغ سو لاکھ روپیہ
اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی تعداد دین مہر مقرر ہوئے تھے اور یہ کل دین مہر بزمہ زید اس وقت تک
واجب الادا ہے، بنا بریں میرا کل دین مہر زید سے دلایا جائے زید مدعا علیہ مجیب ہوا کہ تعداد دین
مہر یا نہیں کہ بوقت عقد نکاح کس قدر مسمیٰ ہوا تھا مگر نکاح ہوا اور مدعیہ نے کل دین مہر یا فتنی اپنا
بزمانہ صلاحت مدعا علیہ اللہ کے واسطے معاف و ابرا کر دیا مدعیہ نے چند کس گواہ پیش کئے اور سب نے
بیان کیا کہ بوقت عقد نکاح سو لاکھ روپیہ اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی دین مہر کے مقرر ہوئے تھے اور

کسی گواہ نے یہ بیان نہیں کیا کہ دین مہربان تک بذمہ زید مدعا علیہ واجب الادا ہے صرف گواہان مدعیہ نے اسی قدر بیان کیا کہ سو لاکھ روپے اور پچیس اشرفیاں محمد شاہی وقت عقد نکاح کے دین مہر مقرر ہوا تھا تو ایسی حالت میں گواہی گواہان مدعیہ کے معتبر ہوں گی یا نہیں اور مدعیہ دلاپا نے مہر مذکورہ کے مستحق ہوگی یا نہیں، اور اگر عورت ثبوت مہر پر گواہ پیش کرے اور مرد ابراہ مہر پر گواہ پیش کرے تو شرعاً کس کے گواہ اولیٰ بالقبول ہوتے ہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب بصورت مسئلہ میں موافق روایت مفتی بہا کے شرعاً شہادت گواہان مدعیہ معتبر اور مقبول نہیں اور مدعیہ دلاپا نے مہر کے مستحق نہیں،

قال فی درر الاحکام ناقلاً عن العناية اذ عت المرأة الف المهر بانها واجبة على الزوج الى يومنا هذا وقال الزوج انك قد ابرأتني منها فاقامت المرأة شهودا وشهدوا باللف المهر ولم يبينوا انها واجبة عليه الى يومنا هذا لم تقبل شهادتهم على الاصح والله تعالى اعلم۔ العبد المحجوب محمد شجاعت علی مدرس مدرسه ارشاد العلوم۔

درر الاحکام میں عنایہ سے منقول ہے عورت نے خاوند پر مہر کے ہزار کا دعویٰ کیا کہ آج اس کے ذمہ ہے اور خاوند کہتا ہے کہ تو نے اس میں کچھ سے مجھے بری کر دیا ہے تو عورت نے گواہ پیش کئے جنہوں نے ہزار مہر کی گواہی دی اور بیان میں انہوں نے آج تک باقی ہونے کی بات نہ کی تو صحیح قول کے مطابق یہ گواہی قبول نہ ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد المحجوب محمد شجاعت علی مدرس مدرسه ارشاد العلوم (ت)

الجواب صحیح محمد عبدالغفار خاں۔

الجواب صواب ابوالافضال محمد فضل حق۔

فی الواقع صورت مسئلہ عنہ شہادت شہود مدعیہ ناکافی اور بروقت تعارض شہود اثبات مہر و ابراہ کے شہود ابراہ اولیٰ بالقبول ہیں۔ واللہ سبحنہ اعلم محمد منور العلی۔

الجواب

صورت مذکورہ میں گواہان زن کی شہادت دربارہ مقدار مہر مسمیٰ مقبول و معتبر ہے جس مقدار کا وہ دعویٰ کرتی ہے اگر اس کے مہر مثل سے زائد ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ دربارہ زیادات مدعیہ ہے اور یہ شہادت

اس کے دعویٰ کے مطابق گزری تو بحال استجماع شرائط معروفہ ضرور واجب القبول ہے،
 لانها نورت دعوتها بالبينة والبينة كاسمها کیونکہ بیوی نے اپنا دعویٰ گواہوں سے واضح کر دیا،
 مبينة والشاب بشهادة عدلين كالشابت اور بقینہ اپنے نام کی طرح روشن کرنے والا ہوتا ہے
 بمشاهدة العين۔ اور دو گواہوں عادلوں کی شہادت سے ثابت شدہ
 چیز ایسے ہے جیسے آنکھ کے مشاہدہ سے ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

اور اگر مہر مثل کے برابر یا اس سے کم ہے جب بھی شہادت مفید و مقبول ہے اگرچہ عورت اس صورت میں
 صرف مدعا علیہا ہے کہ اگر گواہ نہ دیتی اسے حلف کرنا پڑتا اور ایسی جگہ حلف سے بچنے کے لئے مدعا علیہ کے
 گواہ مسموع ہیں، درر الاحکام باب المہر میں ہے :

ان اقامت بينة قبلت وان اقامها الزوج اگر بیوی نے گواہی پیش کر دی تو مقبول ہوگی اگر
 قبلت ايضا لان البينة تقبل لدى اليمين خاوند نے پیش کی تو وہ بھی قبول ہوگی کیونکہ قسم کو
 كما اذا اقام المودع بينة على مرد رد کرنے کے لئے گواہی مقبول ہوتی ہے جیسے
 الوديعة الى المالك تقبل له امین امانت مالک کو واپس کرنے پر شہادت
 پیش کرے تو قبول کی جائیگی (ت)

بلکہ اگر مہر مثل معلوم نہ ہو اور شوہر اس مقدار کو مہر مثل نہ مانے تو عورت کو آپ ہی گواہ دینے کی حاجت
 ہوتی کہ اتنا مہر تھا یہ وہی شہادت ہے جو اس سے شرع طلب فرماتی تو عدم قبول کی وجہ کیا ہے یا یہ گواہ
 دیتی کہ اس کا مہر مثل اس قدر یا اس سے زائد ہے، پھر اسے حلف کرنا پڑتا کہ اس قدر مہر مقرر ہوا تھا
 اس شہادت نے اس شہادت اور حلف دونوں سے غنی کر دیا، بہر حال مفید و واجب القبول ہوتی۔
 فتاویٰ امام قاضیخان و فتاویٰ علمگیریہ میں ہے :

هذا اذا كان القاضي يعرف مقدار مهر مثلها یہ اس صورت میں جب قاضی مہر مثل کی مقدار جانتا ہو
 فان كان لا يعرف يأمر امناؤه بالسؤال ممن تو اگر اسے معلوم نہ ہو چاہے کہ وہ اپنے قابل اعتماد عملہ
 يعلم او يكلفها اقامة البينة على ما تدعى به کو کہے کہ وہ معلومات والوں کو پوچھیں یا قاضی عورت
 کو پابند کرے کہ وہ اپنے مہر مثل کے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے گواہ پیش کرے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

يشترط في ثبوت مهر المثل اخبار ساجدين
او رجل وامرأتين ولفظ الشهادة فانت
لم يوجد شهود عدول فالقول للزوج
بيمينه

پدایہ میں ہے :

من تزوج امرأة ثم اختلفا في المهر
فالقول قول المرأة الى تمام مهر مثلها
عبارت فمسوبہ بہ درر الحکام و عنایہ کہ :

ادعت المرأة الف المهر بانها واجبة على
النزوح الى يومنا هذا وقال الزوج انك
قد ابرأتني منها فاقامت المرأة شهودا
وشهدوا بالثبوت المهر ولم يمينوا انها
واجبة عليه الى يومنا هذا لم تقبل
شهادتهم على الاصح

مهر مثل ثابت کرنے کے لئے دو مردوں یا ایک مرد
اور دو عورتوں کی گواہی اور اس میں لفظ شہادت
شرط ہے اور اگر عادل گواہ نہ ملیں تو خاوند کا قول
قسم لے کر تسلیم کیا جائے۔ (ت)

اگر زوجین مهر میں اختلاف کریں تو مهر مثل کی حد تک
بیوی کی بات معتبر ہے (ت)

عورت نے ہزار مهر کا دعویٰ کیا کہ یہ آج تک خاوند
کے ذمہ واجب ہے اور خاوند کہتا ہے کہ تو نے
کچھ سے مجھے بری کر دیا ہے تو عورت نے گواہی پیش
کی تو گواہوں نے ہزار کی گواہی دی اور آج تک
ذمہ میں واجب ہونے کو بیان نہ کیا تو صحیح قول پر وہ
گواہی قبول نہ ہوگی۔ (ت)

اگر ان میں اسی طرح ہو جب بھی مسئلہ دائرہ سے متعلق نہیں وہاں کلام اس صورت میں ہے کہ عورت جس مقدار
مهر کا دعویٰ کرتی ہے شوہر کو وہ مقدار تسلیم ہے اور معافی کا مدعی شوہر نے اب تک مهر ذمہ شوہر پر واجب
ہونے کا ذکر نہ کیا تو ان کی شہادت کو دعویٰ زوج سے تو کچھ مٹ نہ ہوا، رہی مقدار مهر زوج کو خود اس کا
اقرار تھا اور مقرر پر شہادت مسموع نہیں،

مگر چار میں کہ یہ ان میں سے نہیں ہے جیسا کہ بحر
میں ہے بلکہ ہر ایسے مقام میں جہاں اگر گواہی نہ ہو

الا في اربع ليس هذا منها كما
في البحر بل في كل موضع

تو وہاں غیر مقرر کی طرف سے ضرر کا خطرہ ہو، تو یہ قاعدہ ہوگا جیسا کہ یہ بھی اسی میں ہے اقول (میں کہتا ہوں) اس میں وجہ یہ ہے کہ اقرار ایسی حجت ہے جو معاملہ کو خود لازم کرتی ہے بغیر قاضی کی قضاء کے، اسی لئے یہ اقرار مجلس قضاء کے بغیر بھی صحیح ہوتا ہے اور فقہاء نے نص کی ہے اقرار پر قاضی کا کارروائی کو مجازاً قضاء کہا جاتا ہے جبکہ شہادت کو قاضی سن کر حکم کو لازم کرتا ہے تو مقرر پر گواہی کو پیش کرنا تحصیل حاصل ہے جو کہ باطل ہے بخلاف اس صورت کے جس میں شہادت سے الیاف اندہ حاصل ہو جو اقرار سے نہ ہوتا ہو اور وہ فائدہ حکم کو متعین بنانا ہے کیونکہ اقرار ناقص حجت ہے (ت) یہاں تک کہ بعد شہادت اگر مدعا علیہ اقرار کر دے تو حاکم پر بنائے اقرار حکم کرے گا نہ کہ بر بنائے شہادت۔

جب مدعی گواہی پیش کر چکا ہو اور اس کے بعد مدعی علیہ مدعی کی ملکیت کا اقرار کرے تو قاضی اقرار کی بنا پر فیصلہ دے گا کیونکہ گواہی صرف منکر کے خلاف قبول کی جاتی ہے اقرار پر نہیں اقول (میں کہتا ہوں) اس کی وجہ ظاہر ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے کہ جب قضاء سے قبل اقرار کر دے گا تو متعین ہو جائے گا تو اقرار کے بعد قاضی کی طرف سے لازم کرنے کا جواز نہیں رہتا

یتوقع ضرر من غیر المقر لولاها فيكون هذا اصلا كما فيه ايضا اقول والوجه فيه ان الاقرار حجة ملزمة بنفسه من دون حاجة الى قضاء القاضي ولذا يصح في غير مجلس القضاء ونصوا ان القضاء على المقر قضاء مجازا والشهادة انما هي ليسمعيها القاضي فيلزم فاقامتها على المقر سعي في تحصيل الحاصل وهو باطل بخلاف ما اذا افادت فائدة لم يفدها الاقرار وهي التعدية لان الاقرار حجة قاصرة۔

لو برهن المدعى ثم اقر المدعى عليه بالملك له يقضى له باقراره لا ببينة اذ البينة انما تقبل على المنكر لا على المقر انتهى اقول ووجه ظاهر لما قد منا لانه لما اقر قبل القضاء لزم الحق من دون الزام فلم يسبق مساع لالزامه والقضاء بالشهادة الزامه۔
تو متعین ہو جائے گا تو اقرار کے بعد قاضی کی طرف سے لازم کرنے کا جواز نہیں رہتا جبکہ شہادت کی بنا پر فیصلہ الزام ہوتا ہے۔ (ت)

اس وجہ سے وہاں شہادت زن نامقبول تھی بخلاف مسئلہ دائرہ کے یہاں شوہر اس مقدار مہر کا مقر نہیں تو گواہان زن ضرور قابل قبول ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اسی قدر پر عورت کو ڈگری دی جاتی ہے بلکہ شوہر سے برابر پر گواہ طلب کئے جائیں گے اگر اس نے گواہان شہرعی سے برابر ثابت کر دیا اور عورت کی طرف سے اس کا کوئی دفع صحیح نہ پایا گیا یا وہ گواہ نہ فے سکا اور عورت کا حلف چاہا اور عورت نے حلف سے انکار کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں عورت کا مطالبہ رد کر دیا جائے گا اور اگر عورت نے عدم برابر پر حلف کر لیا تو اپنے پورے مطالبہ کی ڈگری پائے گی جس قدر اس نے شہادت سے ثابت کر دیا اب وہ گواہی اس کے کام آئے گی۔ عقود الدریہ میں ہے :

بینة البراءة اولی من البينة علی المال
ان لبرئوسر خا و اسر خ احدھا فقط و ارضا
سواء، بینة المطلوب علی انک اقررت
بالبراءة اولی من بینة الطالب علی
انک اقررت بالمال بعد اقراری بالبراءة
و بینة الطالب اولی ان قال انک اقررت
بالمال بعد دعوائک اقراری بالبراءة بلہ

برائے پر گواہی مال پر گواہی سے اولیٰ ہے جب
دونوں فریق یا ایک فریق نے تاریخ نہ بیان کی ہو
یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بیان کی ہو مطلوب
شخص کی گواہی کہ تو نے برارت کا اقرار کیا، اولیٰ ہے
طالب کی اس گواہی سے کہ تو نے مال کا اقرار
میرے برارت کے اقرار کے بعد کیا ہے اور طالب کی یہ گواہی
اولیٰ ہے کہ تو نے مال کا اقرار اپنے اس دعویٰ کے
بعد کیا کہ میں نے تیرے لئے برارت کا اقرار کیا ہے (ت)

جامع الفصولین فصل عاشر میں ہے :

بینة الابراء اولی من بینة انت له علیہ
کذا فی الحال یہ

برارت کی گواہی اولیٰ ہے اس گواہی سے کہ
کہ اس کے ذمہ فی الحال اتنا مال ہے (ت)

اسی میں وہیں ہے :

الاصل ان الموجب والمسقط اذا تعارضا
یؤخر المسقط اذا السقوط یكون بعد الوجوب بلہ

قاعدہ یہ ہے کہ جب موجب اور مسقط کا مقابلہ ہو جائے
تو مسقط کو مؤخر قرار دیا جائے گا کیونکہ سقوط بعد
از وجوب ہوتا ہے (ت)

۳۵۸/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	۱۔ العقود الدریہ کتاب الشہادۃ
۱۲۳/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	۲۔ جامع الفصولین الفصل العاشر
۱۲۴/۱	” ” ”	۳۔ ” ” ”

یہاں سے سوال دوم کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ بلیۃ ابراہیمہ وجوب پر مرجح ہے اگرچہ گواہان زن یہ تصریح بھی کر دیتے کہ آج تک مہر واجب الادا ہے،

فانهم انما يقولون بالاستصحاب فمعناها نفى الابراء والايفاء ولاشهادة على النفى بل انما يرجع نفیہم الی علمہم وعدم العلم لیس علما بالعدم، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

کہ وہ استصحاب کا قول کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہوا کہ برائت اور ادائیگی نہ ہوئی ہے جبکہ کسی نفی پر شہادت جائز نہیں بلکہ ان کی یہ بات ان کے علم کی نفی کی طرف راجع ہوتی ہے جبکہ علم نہ ہونا نہ ہونے کا علم نہیں ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸ ازراہ پور محلہ گنج از جانب سبزہ فروشاں معرفت سدن کچہرا ۱۴ شعبان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی اللہ دین کے ذمہ مسمی بھورے چودھری کی دو اشرفیاں مبلغ تیس روپیہ کی واجب الادا ہیں جب اس نے طلب کیں تب جواب دیا کہ میں بھورے چودھری کو عبد الکریم اور نور محمد اور نسوہ کے سامنے دے چکا جب اس نے دریافت کیا تو انھوں نے بالاتفاق کہا کہ ہمارے سامنے ہرگز تم نے نہیں دیں تم غلط کہتے ہو جب دیکھا کہ سب نے انکار کیا اور میرا جھوٹ کھلا تو اللہ دین نے کہا اچھا میں ان اشرفیوں کے مبلغ تیس روپیہ بروقت حساب کتاب کے مجرا دوں گا اور یہ اقرار چند آدمیوں کے سامنے کیا کہ جس میں چھدا اور کلن اور اشخاص مذکورین موجود تھے پھر جب وقت حساب کا ہوا تو پھر انکار کر دیا اور اس اقرار سے رجوع کیا اور قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں تو تینوں شخصوں مذکورین کے سامنے ادا کر چکا میں نہیں دوں گا، تو اب ایسی صورت میں کہ جب اقرار گواہوں کے سامنے اشرفیوں کے تیس روپیہ ادا کرنے کی بابت کر چکا اور پھر انکار کیا تو یہ انکار بعد الاقرار معتبر ہوگا یا وہی اقرار مقدم کہ جس کا ثبوت گواہوں سے ہے قائم رہے گا اور اللہ دین کے ذمہ تیس روپیہ اشرفیوں کے بھورے چودھری کے واجب الادا ہوں گے یا نہ؟ بتینا تو جروا۔

الجواب

یہ امر دین ہے اور معاملہ حقوق العباد کا ہے احتیاط لازم ہے یہاں جو بھورے چودھری نے اگر بیان کیا اس میں یہ سوال تھا کہ اللہ دین قسم کھاتا ہے اس کی قسم معتبر ہے یا نہیں اور اس کا جواب دیا گیا تھا کہ جب وہ ادا کر دینا بتاتا ہے کہ دین کا اقرار کر چکا اور ادا کا دعویٰ کیا تو اب وہ مدعی ہے اور چودھری مدعا علیہ۔ اور مدعی کی قسم معتبر نہیں بلکہ وہ گواہوں سے ثبوت دے کہ ادا کر چکا اگر ثبوت نہ دے سکے اور

چودھری کا حلف مانگے تو چودھری پر حلف آئے گا کہ مجھے ادا نہ کئے میرا مطالبہ اس پر اب تک ہے اگر چودھری قسم سے انکار کرے تو کچھ نہ پائے اور قسم کھالے تو ڈگری دیا جائے۔ رہے چودھری کے گواہ کہ تو نے نہیں دئے اصلاً معتبر نہیں کہ شہادت نفی ہے اور نفی پر گواہی مقبول نہیں اور یہاں یہ ٹھہرانا کہ گواہ کے ہوتے حلف کی ضرورت نہیں محض بے معنی ہے، نہ چودھری پر گواہ ہیں نہ اللہ دین پر حلف،

وہذا کلمہ ظاہر لمن له ادنیٰ المام بخدمة
الفقہ الشریف فلم یکن لیقعه فیہ الاستیاب
ولکن لاحول ولا قوۃ الا بتوفیق العزیز
الوہاب۔

یہ تمام ظاہر ہے اس شخص پر جس کو فقہ شریف کی خدمت میں ادنیٰ حصہ بھی ہے تو اس میں شک نہیں ہونا چاہئے، لیکن اقدام اور قوت اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہیں۔ (د)

اس قدر صورت کا تو حکم یہ تھا اور سوال میں اکثر عبارات سائلین اپنے فہم کے لائق بالمعنی نقل کرتے ہیں اور جہاں اختلاف لفظ سے حکم بدلتا ہے وہاں ان کے سبب دقت واقع ہوتی ہے اور حق ری دشوار ہو جاتی ہے خصوصاً بہت خدانا ترس و کلائے مفقعلہ ساختہ الفاظ تعلیم کرتے ہیں جن سے کمی پوری ہو جائے اور یہ سخت منزلہ اقدام ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، پس اگر شہادات عادلہ شرعیہ متفقہ سے ثابت ہو کہ اللہ دین نے وہ لفظ کہہ کر اچھا میں ان اشرفیوں کے تیس روپے وقت حساب مجرا دوں گا، یہ تو ضرور اقرار ہے کہ اسی زرمذی کا دینا مانتا ہے اور اقرار کے بعد انکار مسموع نہیں، روپے دینا ہوں گے، اور اگر اتنا کہنا ثابت ہو کہ اچھا میں تیس روپے وقت حساب مجرا دوں گا تو اسے اقرار ٹھہرانا محل تامل ہے، ظاہر عبارت سوال یہ ہے کہ یہ کلام مبتداء ہے اور مجرا دوں گا وعدہ ہے اور وعدہ کہ کلام مبتداء میں ہوا قرار نہیں اور اچھا کہ بعد منازعت کہا معنی قبول عطا قطعاً ملزاع کا احتمال رکھتا ہے اور قبول عطا قبول وجوب نہیں اور اقرار قبول وجوب ہے اور اب زرمذی کی طرف اشارہ نہیں اور مجرا دینا دادنی ہونا چاہتا ہے اور کلام مبتداء میں کوئی مال دادنی مانتا بھی اقرار نہیں فیثبت فیہ۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے :

الاصل فیہ ان الکلام اذا خرج علی
وجہ الکناۃ عن المال الذی
ادعاه المدعی یکون اقتداراً، رجل
قال لغیرہ ائض الالف التی لی علیک فقال
ساعطیکھا او غدا اعطیکھا او فامتنعھا وانقذھا

قاعدہ یہ ہے کہ مدعی علیہ کی ایسی کلام جس سے مدعی کے دعویٰ مال کا کنا یہ بنتا ہو تو وہ اقرار ہوگا ایک شخص دوسرے کو کہے کہ وہ ہزار جو میرا تیرے ذمہ ہے اس کو ادا کر، تو وہ جواب میں کہتے دوں گا یا یکل دوں گا یا ان کو وزن کرنا یا انکو گنتی کر تو یہ مدعی کی

كان اقرار بالملك، ولو قال اتزنت او
انستقد لا يكون اقراراً
فتاویٰ ہندیہ میں ہے،

اذا قال مرابطان ده درم دادنی ست قال
لا يلزمه شيء ما لم يقل هو على اوفى
سرقبتى او ذمتى او هو دين واجب
او حق لانهم كذا فى الظهيرية - والله
تعالى اعلمه -

مسئلہ ۱۹۔ مستولہ محمد عبدالقیوم صاحب زمیندار قادر پور پرمگنہ سروج ریاست دارالاسلام ٹونک
۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کی
تیرہ چودہ برس بعد ایک دستاویز جو کہ بحیثیت ہبہ کے پیش کرتی ہے اور بیان کرتی ہے کہ میرے شوہر
نے اپنی حیات میں یہ دستاویز مجھے لکھ دی تھی اس پر ایک مفتی کے دستخط بھی ہیں لیکن باضابطہ اس کی
تصدیق سرکاری دفتر میں نہیں ہوئی ہے نہ وہ اصل دستاویز یا اس کی نقل سرکاری دفتر میں رکھی گئی
ہے البتہ مفتی صاحب کے دستخط بحیثیت تصدیق کے ہیں و نیز اس جائد ادا کا جھگڑا بعد انتقال زید کے
ہوا تھا لیکن اس وقت اس نے اس تحریر کو پیش نہیں کیا ایسی صورت میں کیا وہ دستاویز مانی جانے کے
قابل ہو سکتی ہے اور شریعت پاک اس تصدیق شدہ دستاویز و نیز مذکورہ کو جس کی نقل یا اصل سرکاری
دفتر میں نہیں رکھی گئی ہے صحیح تسلیم فرما کر ہندہ کو فائدہ بخش سکے ہیں۔ بیان کرو تم اور اجر پاؤ تم فقط۔

الجواب

کوئی دستاویز ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکتی جب تک اس کے ساتھ شہادت نہ ہو۔ علماء
فرماتے ہیں،

لا يعمل بالكتاب لان الخط يشبه
لکھائی پر عمل واجب نہیں کیونکہ خط ایک دوسرے

الخط والخاتم يشبه الخاتم كما في الاشباہ والهدایة والہندیۃ وغیرہا۔
کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر دوسری مہر کے مشابہ ہوتی
ہے جیسا کہ اشباہ ، ہدایہ اور ہندیہ وغیرہ
میں ہے۔ (ت)

خصوصاً اس حالت میں کہ بعد موت جھگڑا بھی ہوا اور اس نے دستاویز پیش نہ کی اب اتنے برسوں کے
بعد ظاہر کرتی ہے دستاویز درکنار ایسا دعویٰ ہی قابل سماعت نہیں،
بہ یفتی قطعاً للتزویرو التلبیس کما فی اسی پر فتویٰ ہے تاکہ مجلسازی اور تلبیس کا خاتمہ
الخیرۃ والعقود الدریۃ وغیرہما۔ واللہ ہو سکے جیسا کہ خیریر، عقود الدریۃ وغیرہما میں ہے۔
تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ مرسلہ قاضی حسام الدین صاحب از تعلقہ رادیر ضلع مشرقی خاندیس ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲
ایک شخص فوت ہوا اور اس کے تین لڑکے عاقل و بالغ ہیں اور لیاقت میں تینوں مساوی ہیں تو ایسی
حالت میں قضاۃ کا کون مستحق ہے، خلف اکبر کا رتبہ و حق برادران خورد سے کم ہے یا زیادہ؟

الجواب

کوئی منصب نہ میراث ہے نہ برے چھوٹے پر موقوف، جو لائق نہ ہو وہ کیا جائے، اور سب مساوی
ہوں تو منصب دینے والا جسے چاہے دے دے، اور اگر ان سب سے کوئی اجنبی زیادہ لائق ہے
تو وہی مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ میاں جان شاہ خلیفہ و جانشین حضرت حاجی غلام احمد صاحب مرید میاں احمد علی شاہ
صاحب سکیئر ریاست رامپور محلہ بذریعہ ہمت خاں ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید لاوارث نے اپنے مکان
مملوکہ و مقبوضہ کی نسبت اپنے مریدوں سے ایک مرید بکر نامی کو جو دس سال کی عمر سے اس کی اطاعت و
خدمت گزار میں شبانہ روز بسر کرتا تھا خرقة خلافت و تبرکات وغیرہ عطا فرما کے اس کو اپنی سجادہ نشینی

۱۔ الاشباہ والنظار مبعہ غفر عنہ البصائر کتاب القضاء والشاہادۃ ادارۃ القرآن کراچی ۳۳۸/۱
الہدایہ کتاب القاضی الی القاضی مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۹/۳ و ۱۵۷
فتاویٰ ہندیہ کتاب القضاء الباب الثالث والعشرون فورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳
۲۔ فتاویٰ خیریر کتاب الدعوی دار المعرفۃ بیروت ۲۸/۲

کی خدمت تفویض کی اور ساتھ ہی اس کو یہ وصیت کی کہ یہ مکان تجھ کو ہبہ کرتا ہوں میرے انتقال کے بعد تم اس مکان میں اپنی سکونت رکھ کر مکان مذکورہ میں میرا اور میرے پیرو مرشد نیز دیگر اولیاء و پیرانِ عظام کی علی الدوام فاتحہ عرس بطریق فقہ اہل اپنے اہتمام سے سال بسال کرتے رہنا، اور میرے مرید بغرض شرکت عرس پر و نجات وغیرہ سے آئیں ان کو مکان مسطور میں مقیم کر کے ان کے خور و نوش کا بھی انتظام کرنا اور جس طرح کہ میں اوراد و اشغال و چیلہ کشی وغیرہ خود کرتا اور اپنے مریدوں وغیرہ کو تلقین اور سلسلہ و طریقت پیری و مریدی وغیرہ کی تعلیم دیتا رہتا ہوں یہی معمول رکھنا، اور زید نے بخیال کم استطاعتی و بے بضاعتی اپنے سجادہ نشین بکر کے مکان مذکورہ کی نسبت بیع کی ممانعت کر کے رہن کی اجازت دی، بعد اس وصیت کے زید نے مکان مذکورہ پر بکر کا قبضہ کامل طور سے کرادیا، بکر ایک تارک الدنیا فقیر ہے، وصیت پر و مرشد کو بھان و دل قبول و منظور کر لیا اور زید نے اس وصیت کے کئی سال بعد سفر آخرت اختیار کیا بکر زید کی وصیت کے موافق زمانہ اٹھارہ سال سے مکان مذکور پر بلا شرکت غیرے قابض و متصرف ہے اور جملہ خدمات کی بجا آوری میں مامور و مشغول ہے بلکہ بسبب انہدام مکان مذکور و نیز برائے سرانجام فاتحہ عرس بیاعتش تنگ دستی مکان مسطور کو رہن کر کے حسب وصیت زید جمع امورات مقبوضہ کو بجالانا مقدم سمجھا ہے ان امور متذکرہ بالا کے اکثر و بیشتر لوگ و اہل محلہ بخوبی واقف و شاہد ہیں، اب ایک عمر و نامی شخص دنیا دار جو اپنے کو متولی زید کے پیرو مرشد کے مزار کا قرار دیتا ہے بوجہ طع نفسانی و بجر ص مفاد دنیاوی اس وصیت زید کو اٹھارہ سال کے بعد کا لعدم ظاہر کر کے یہ کہتا ہے کہ زید مجھ کو یہ وصیت کر گیا ہے کہ مکان مسطور فروخت کر کے میرے پیرو مرشد کے مزار کی مرمت و روشنی وغیرہ کرنا، پس صورت مذکورہ بالا میں مکان مقبوضہ اٹھارہ سالہ مواہبہ شرعاً قبضہ بکر سے علیحدہ ہو کر فروخت ہو سکتا ہے یا نہیں اور خواہش نفسانی عمر و دنیا دار کی موافق شرع شریف کے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

سائل منظر ہے کہ عمر و وہیں کا ساکن ہے اور مدت دراز سے زید کو اس مکان پر قبضہ کے تصرفات مالکانہ مثل ہدم و تعمیر وغیرہ کرتے دیکھ رہا ہے اور اب تک ساکت رہا اب ۱۸ سال کے بعد اس وصیت کا مدعی ہوا، پس صورت مستفسرہ میں عمر و کا دعویٰ اصلاً قابلِ سماعت نہیں۔ فتاویٰ امام شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزالی ترمذی میں ہے،

سئل عن سراج لہ بیت فی دار
لیکنہ مدۃ مزید علی ثلاث سنوات
سوال ہوا ایسے شخص کے متعلق کہ ایک حویلی کے
کمرہ میں تین سال سے زائد مدت سے مقیم ہے

اور شخص مذکور اس کمرہ میں ہر طرف کا تصرف کرنا بنانا کرتا چلا آ رہا ہے اس کے پڑوس میں دوسرا شخص ہے جو مذکورہ مدت سے اس کے تصرفات مذکورہ کو دیکھ رہا ہے، تو کیا اس پڑوسی کو اس کمرہ کے کل یا بعض پر دعویٰ کا حق ہے باوجودیکہ وہ سب کچھ تصرفات دیکھتا رہا ہو۔ جواب دیا کہ اس کے دعویٰ کی سماعت نہ ہوگی مفتی بہ قول کے مطابق (ت) و تیز کردہ می میں ہے، علیہ الفتویٰ قطعاً لا طماع الفاسدۃ (اُس فتویٰ فاسد طبع کو ختم کرنے کے لئے ہے۔ ت)، رد المحتار میں ہے،

تصرفات مذکورہ پر اطلاع کے باوجود خاموشی دعویٰ کے لئے مانع ہے، ماتن کا قول "زراعت و تعمیر" سے مراد تمام ایسے تصرفات جو صرف مالک کے لئے جائز ہیں یہ دونوں بطور تمثیل ذکر کئے، اس کا قول اس کا دعویٰ نہ سنا جائے گا یعنی ہر اجنبی کا خواہ پڑوسی ہو۔ (ت)

تصرفات پر اطلاع ہی دعویٰ سے مانع ہے کسی مدت یا موت کی قید کے بغیر یہ بات فقہائے ذکر کی ہے یہ حکم سرکاری پابندی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ یہ اجتہاد حکم ہے جس کو فقہائے نے بالاتفاق بیان کیا ہے مطلقاً واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

وله جار بجانبه والرجل المذكور في البيت متصرف في البيت المزبور هدماً وعمارة مع اطلاع جاره على تصرفه في المدة فهل اذا ادعى البيت او بعضه بعد ما ذكر من تصرف الرجل المذكور في البيت هدماً وبناء في المدة المذكورة تسمع دعواه ام لا جواب لا تسمع دعواه على ما عليه الفتوى

مجرد السكوت عند الاطلاع على التصرف مانع من الدعوى قوله من رعا وبناء المراد به كل تصرف لا يطلق الا للمالك فیهما من قبيل التمثیل قوله لا تسمع دعواه ای دعوى الاجنبی ولو جاراً

عقود الدیہ میں ہے،

مجرد الاطلاع على التصرف مانع من الدعوى ولم یقید وہ بحدۃ ولا بموت و لیس مبنیاً علی المنع السلطانی بل هو حکم اجتہادی نص علیہ الفقہاء ملقطاً، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ العقود الدیہ بحوالہ فتاویٰ غزنی کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲

۲۔ فتاویٰ بزاز علی ہاشم الفتاویٰ الندیۃ کتاب النکاح الفصل التاسع نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۲۶/۴

۳۔ رد المحتار مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۴۴/۵

۴۔ العقود الدیہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۴/۲

مسئلہ ۱۱۲ از انجمن نعا نیہ لاہور ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ

امیر یا امام یا صدر قوم کو شرعاً مسلمانوں کا مشورہ لینے کے بعد کثرت رائے کا اتباع لازمی ہے یا اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی رائے پر عمل کرے خواہ وہ رائے کثرت رائے کے خلاف ہی ہو مثلاً انجمن یا مجلس کی صورت میں اس کے متعلقہ کاموں کے لئے ماتحت مجلسیں ہر فن کے ماہرین کی بنادی گئی ہوں اور کل اس عام مجلس کا ایک صدر یا امام یا امیر بھی منظور کر لیا گیا ہو تو خاص فن کی مجلس کے فیصلہ کے خلاف صدر مجلس مذکور کو ان کی رائے حاصل کر لینے کے بعد یہ اختیار ہوگا کہ ان کے فیصلہ کے خلاف حکم دے دے اور وہ قابل اتباع ہو یا نہیں یعنی ذیہ جو اس دعوے کا حامی ہے کہ صدر کو کثرت رائے کا اتباع لازمی نہیں وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں فخر کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال پیش کرتا ہے کہ بعض اوقات صحابہ علیہم الرضوان سے مشورہ لینے کے بعد بھی اپنی ذاتی رائے پر عمل کیا اور کلام قدیم میں بھی انھیں الفاظ میں حکم آیا کہ،

و شاورہم فی الامر فاذا عزمتم فتوکل اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا علی اللہ علیہ

یعنی اپنی عزیمت پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا زید یہ بھی کہتا ہے کہ آج کل کی مجلسوں میں کثرت رائے کا اتباع ایک زمانہ حال کے غیر مذاہب کے رویہ کا اتباع ہے جو درحقیقت مضر ہوتا ہے مثلاً کثرت رائے آج کل کے ایسے مسلمان کی جو مذہبی اتباع میں نہایت کمزور ہوتے ہیں کسی شرعی معاملہ میں وجہ آرام طلبی و مصلحت زمانہ کے خلاف ہو جائے تو کیا اس شرعی مسئلہ کے خلاف کرنا جائز ہو جائے گا، عمر و بکر وغیرہ زید کے مقابل میں یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ خاصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے تھا بعد میں امت مرحومہ کو اتباع سوا و اعظم کا حکم دیا گیا اور من شدن شدن فی الناس (جو جماعت سے علیحدہ رہا وہ جہنم میں علیحدہ کیا گیا۔ ت) کا وعید سنایا گیا اور لا تجتمع امتی علی الضلالۃ (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ ت) کی کسوٹی دی گئی اجماع ادلہ شرعی میں قرار پایا جس پر اہل سنت و جماعت کے مذاہب

لہ القرآن الکریم ۱۵۹/۳

لہ المستدرک للحاکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱۱۵/۱

لہ الدر المنشر فی الاحادیث المشترکہ حدیث ۴۵۹ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱۱۲-۱۵/۱

ص ۱۹۰

مگر حقائق عطا کئے محمدیہ میں یہ فضل کہ بعد مشورہ بھی اپنی رائے پر اکتفا نہ ہو علمائے کرام نے خصائص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہ گنا البتہ وجوب مشورہ کو خصائص والا سے شمار کیا کما فی النموذج اللیبب للامام السیوطی والمواہب للامام القسطلانی (جس طرح کہ امام سیوطی کی انموذج اللیبب اور امام قسطلانی کی مواہب میں ہے۔ ت) بلکہ ہمارے علمائے کرام نے ہر حاکم ذی رائے کے لئے اس کے عموم کی تصریح فرمائی کہ مشورہ کرے پھر عمل اپنی ہی رائے پر کرے اگرچہ سب رائے دہندوں کے خلاف ہو یعنی جبکہ مشورہ سے اپنی رائے کی غلطی ظاہر نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو محتاج مشورہ نہیں بلکہ ہر امر میں اپنے رب کے سوا تمام جہان سے غنی و بے نیاز ہیں حضور کا مشورہ فرمانا غلاموں کے اعزاز بڑھانے اور انہیں طریقہ اجتہاد سکھانے امت کے لئے سنت قائم فرمانے کے لئے تھا وہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

امان اللہ ورسولہ لغنیان عنہما ولكن جعلهما الله رحمة لامتي فمن استشار متهم لم يعد مرشدا ومن تركها لم يعد مرغيا مرواه ابن عدي والبيهقي في الشعب بسند حسن عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما۔
واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشورہ سے مستغنی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مشورہ کو میری امت کیلئے رحمت بنایا ہے جو مشورہ کرے گا وہ رہنمائی کو معدوم نہ پائے گا اور جو نہ کرے گا وہ خطا کو معدوم نہ پائے گا۔ اس کو ابن عدی اور بیہقی نے شعب میں سند حسن کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت) امام حسن بصری فرماتے ہیں:

قد علم الله انه ما به اليهم من حاجة، ولكنه اراد ان يستن به من بعده۔
مرواه سعيد بن منصور في سننه وابنا المنذر و ابی حاتم والبيهقي۔
اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے مشورہ کی حاجت نہیں لیکن ارادہ فرمایا کہ آپ کے بعد آپ کی سنت جاری کی جائے، اس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن منذر، بیہقی اور ابو حاتم نے روایت کیا ہے (ت)

لے شعب الايمان للبيهقي حديث ۵۴۲ دار الكتب العلمية بيروت ۴/۷۷
ورنثور بحواله البيهقي وابن عدي وشاورهم في الامر تحت مکتبة آية الله العظمی قم ایران ۲/۹۰
لے المواہب اللدنیہ المقصد الرابع الفصل الثاني المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۰۱

امت کے لئے فائدہ مشورہ یہ ہے کہ تلاقی انظار و افکار سے بار بار وہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ صاحب رائے کی نظر میں نہ تھی اس کا انتظار ہے اور بعد مشورہ بھی کوئی جدید امر کہ اپنی رائے میں ترمیم کرنا واضح نہ ہوا تو رائے روشن مشورہ بے ضیاع سے اتنی بالاتباع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
استفت قلبك وان افلاك المفسون۔ رواہ البخاری و احمد فی الساریخ عن وابصة بن معبد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ مفتی حضرات سمجھے فتویٰ دیں۔ اس کو بخاری نے تاریخ اور احمد نے حضرت والصد بن معبد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کے حق میں کثرت رائے کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ ذی رائے ہے تو اپنی ہی رائے کا اتباع کرے اگرچہ تمام رائے دہندہ خلاف پر ہوں اور غیر کے لئے بھی یہ ہے کہ جہان میں اعلیٰ و افہم و اورع ہے اس کی رائے پر چلے اگرچہ وہ اکیلا اور اس کے خلاف پر کثیر ہوں۔ معین الحکام میں ہے،

ان كان في المصنوع من اهل الفقه شاذ و رجم لان الله تعالى امر رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم بذلك ، فان اتفقوا على شئ وكان سرائيه كرايهم فصل المحكم وان اختلفوا نظروا الى اقرب الاقوال من الحق و امضى ذلك وان كان من اهل الاجتهاد ولا يعتبر السن ولا كثرة العدد لان الاصغر والواحد قد يوفق للصواب في حادثة حال يوفق الاكبر والجماعة۔
اگر شہر میں اہل فقہ ہوں تو ان سے مشورہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم فرمایا پس اگر ان کا کسی معاملہ پر اتفاق ہو اور اس کی رائے ان کی رائے کے مطابق ہو تو حکم حاصل ہو گیا اور اگر ان کا اختلاف ہو تو اقرب الی الحق قول کو پا کر اس پر عمل کرے اگرچہ وہ اہل اجتہاد میں سے ہو، عمر اور عدد کی کثرت کا اعتبار نہیں کیونکہ کبھی کم عمر اور واحد شخص کسی حادثہ میں درستگی کو پالیتا جس کو بڑا اور جماعت نہیں پاتے۔ (ت)

لے کنز العمال بحوالہ تنخ حدیث ۲۹۳۴۰ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۲۵۰/۱
مسند احمد بن حنبل مروی از والصد بن معبد المكتبة الاسلامی بیروت ۲۲۸/۴
لے معین الحکام الرکن الثانی من ارکان القضاء المقفہ بہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۷

اسی طرح محیط پھر ہندیہ میں ہے ،

(و زام و یبغی ان یکون هذا علی قول ابی حنیفۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما علی قول محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ فقتبہ کثرة العدد
ثم قال وان لم یکن القاضی من اهل
الاجتہاد وقد وقع الاختلاف بین اهل
الفقہ اخذ بقول من هو افقہ و
اوسع عندہ۔)

نیز معین الحکام میں ہے :

وان اختلفوا علی الامر فرأی بعضهم
سرایا ، ورأی بعضهم رایا غیرہ لم یمل
مع اکثرهم ولكن ينظر فیما اختلفوا فیہ ،
فما سارہ صوابا قضی بہ و انفذہ ، وكذلك
یبنی للقاضی ان یفعل ذلك اختلف
علیہ المشاورون من الفقہاء۔

اور انھوں نے یہ زائد بات کی کہ یہ امام ابو حنیفہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہونا مناسب ہے لیکن
امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر کثرت عدد
کا اعتبار ہے ، اور پھر فرمایا اگر قاضی اہل اجتہاد
میں سے نہ ہو تو فقہار کرام کے اختلاف کی صورت
میں زیادہ فقیہ اور پرہیزگار کے قول کو
اپنائے۔ (ت)

اگر مشورہ دینے والوں میں اختلاف ہو کسی کی رائے
کچھ اور کسی کی رائے کچھ ہو تو اکثریت کی رائے پر عمل
نہ کرے بلکہ خود کو درست رائے قائم کرے
اور اس پر عمل کرتے ہوئے فیصلہ دے کر نافذ
کرفے ، اور قاضی کو بھی یہی کرنا چاہئے جب مشورہ
دینے میں فقیہ لوگوں میں اختلاف پایا جائے (ت)

عمر و بحر وغیرہما کے استدلال محض باطل ہیں اتباع سواد اعظم کا حکم اور من شذ مشذ فی النار
(جو جدا ہوا وہ جہنم میں گیا۔ ت) کی وعید صرف دربارہ عقائد ہے مسائل فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ
نہیں صحابہ کرام سے ائمہ اربعہ تک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کوئی مجتہد ایسا نہ ہوگا جس کے بعض اقوال
خلافت جمہور نہ ہوں سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلقاً جمع زر کو حرام ٹھہرانا ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا نوم کو اصل حدیث نہ جاننا ، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسئلہ ربا ، امام اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ مدت رضاع ، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسئلہ متروک التسمیہ وغیرہ ،

۱۵ فتاویٰ ہندیہ	کتاب ادب القاضی الباب الثالث	نورانی کتب خانہ پشاور	۳/۳۱۴
۱۶ معین الحکام	فصل فی جمع الفقہاء للنظر فی حکم القاضی	مصطفیٰ البابی مصر	ص ۳۳
۱۷ المستدرک للحاکم	کتاب العلم	دار الفکر بیروت	۱/۱۱۵

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ طہارت سور کلب و تعبہ غسلا ت سبع، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلہ نقص وضو بجم جزور وغیر ذلک مسائل کثیرہ کو جو اس وعید کا مورد جانے خود شذذ فی الناس (جو جدا ہوا جہنم میں ڈالا گیا۔ ت) کا مستحق بلکہ اجماع امت کا مخالف اور نولہ ماتولیٰ و نصلہ جہنم و ساءت مصیبتاً (ہم اس کو پھیر دیں گے جب وہ پھرا، ہم اس کو جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ ت) کا مستوجب ہو گا اور حدیث اجماع اور بھی بعید تر۔ اجماع میں ایک وقت کے تمام مجتہدین کا اتفاق درکار ہے ایک کے خلاف سے بھی اجماع نہیں رہتا اور کسی مجلس کے فیصلہ کو اجماع ٹھہرانا سخت سے سخت نادانی ہے شہر بھر کے فقہاء کا اتفاق تو اجماع درکنار فقیہ کے مقابل اصلاً حجت نہیں ہوتا، نہ کہ اراکین مجلس کا فیصلہ جن میں اکثر بے علم ہوتے ہیں بلکہ بہت جگہ کل۔ بدائع میں ہے:

ان اشکل علیہ حکم الحادۃ استعمل رأیہ
فی ذلک وعمل بہ والافضل ان یشاور
اہل الفقہ فان اختلفوا اخذ بما یؤدی
الی الحق ظاہراً وان اتفقوا علی سرائی
یخالف سرائیہ عمل برأی نفسه ایضا
لکن لا ینبغی ان یعجل الخ (ملخصاً)

اگر کسی حادثہ میں مشکل پیش آئے اپنی رائے
کو عمل میں لائے اور افضل یہ ہے کہ مسئلہ میں اہل فقہ سے
مشورہ کرے، اگر ان میں اختلاف ہو تو جو ظاہر
طور پر حق کے قریب ہو اسے اختیار کرے اور اگر
وہ اس کی رائے کے خلاف کسی رائے پر اتفاق
کریں تو اس کو اپنی رائے کا ترک جائز نہیں لیکن
عجلت مناسب نہیں (الخ ذلت)

محیط میں ہے،

اتفقوا علی شیء ورأی القاضی بخلاف
سأیہم لا ینبغی ان یتروک رأی نفسه
معین الحکام میں ہے،

اگر ان کا اتفاق قاضی کی رائے کے خلاف ہو تو
قاضی کو اپنی رائے ترک کرنا جائز نہیں ہے (ت)

جب شہر کے فقہاء کا کسی رائے پر اتفاق ہو اور
فاذا اجتمع فقہاء البلد علی شیء

المستدرک للحاکم کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱۱۵/۱

القرآن الکریم ۱۱۵/۴

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کتاب ادب القاضی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۵
محیط

وكان رأيه خلاف ذلك فلا ينبغي ان يجعل بالحكم حتى يكتب فيه الى غيرهم ويشاورهم ثم ينظر الى احسن ذلك فيعمل به ، لان المشورة بالكتاب من الغائب بمنزلة المشورة بالخطاب من الحاضر ، فان خالف رأيه رأيه ائبهم قضى برأى نفسه ، لان رأيه اصوب عنده ورأى غيره ليس بصواب

قاضی کی رائے کے خلاف ہو تو قاضی کو جلدی مناسب نہیں حتیٰ کہ دوسروں سے خط و کتابت اور مشورہ کرے پھر ان آراء میں غور کر کے بہتر رائے کو عمل میں لائے کیونکہ خط و کتابت کے ذریعہ غائب شخص سے مشورہ ایسے ہی ہے جیسے خطاب کے ذریعہ حاضر شخص سے مشورہ ہے اس کے باوجود اگر اس کی رائے ان کی رائے سے مختلف ہو تو اپنی رائے پر عمل کرے اور فیصلہ دے کیونکہ اس کے لئے اپنی رائے پر عمل درست ہے اور دوسرے کی رائے اس کے ہاں درست نہیں ہے۔ (ت)

یہ دلائل پر کلام تھا ، رہا حکم فاقول ، واللہ التوفیق اس میں تفصیل کثیر ہے ، معاملہ دائرہ دو قسم ہے : شرعی یا اس کا غیر۔ یہاں شرعی سے مراد وہ امر ہے جس سے حکم و تجدید شرعی متعلق ہو اختیار مکلف پر نہ چھوڑا گیا ہو اور غیر سے وہ جسے شرع نے ہمارے اختیار پر رکھا ہے مثلاً چاندی کے عوض بیچنے میں مساوات لازم فرمادی ہے کسی بیسی کا اختیار نہیں اور موت چاندی کے عوض بیچنے میں کوئی حد مقرر نہ فرمائی ، عاقدین کو اختیار ہے کہ پندرہ کی اشرفی ہزار روپیہ کو لیں دیں خواہ ایک پیسے کو ، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی وجہ سے کہ جب دو مختلف جنس ہوں تو پھر جیسے چاہو فروخت کرو۔ (ت)

توپوند کی قیمت پندرہ روپے ہونا حکم شرعی نہیں لیکن روپے کو بدلے سو اگیارہ ہی ماشے چاندی ہونا حکم شرعی ہے قسم اول میں پھر دو صورتیں ہیں ، کتب میں اس کا حکم مصرع ہے یا حادثہ جدیدہ ہے کہ اس کا حکم نصوص فقہی سے نکالنا محتاج نظر تفقہ ہے پھر جس کا حکم مصرع ہے وہ ایک ہی حکم ہے جس سے تجبوز ناجائز یا دونوں طرح کے حکم ہیں اور مکلف کو روا ہے ان میں جس پر چاہے عمل کرے ، پہلی صورت یہ کہ حکم واحد متفق علیہ ہو یا اگرچہ اختلاف ہے مگر قول راجح و معتمد ایک ہی ہے خواہ یوں کہ فتویٰ ایک ہی

لے معین الحکام الرکن الثانی من ارکان القضاء المقضی بہ مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۸، ۲۷
لے نصب الراية لاحادیث الهدایہ کتاب البیوع المکتبہ اسلامیہ ریاض ۴/۴

جانب دیا گیا یا دوسری جانب کی ترجیح ان وجوہ پر کہ خادم فقہ جانتا ہے ضعیف و مضحل ہے بہر حال دوسرا قول ناقابل اخذ ہے،

فان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع درمختار عن تصحيح القدوري للعلامة قاسم۔
تو بالتحقیق فتویٰ اور فیصلہ مرجوح قول پر کرنا جہالت ہے اور اجماع کے خلاف ہے، یہ درمختار میں علامہ قاسم کی تصحیح القدوری کے حوالہ سے ہے۔ (ت)

اس صورت میں اسی حکم کا اتباع واجب ہے خواہ وہ رائے صدر ہو یا رائے اراکین کل یا بعض ہو یا سب کے خلاف ہو اذلا حکم لاحد مع الشریع المظہر (شریعت مظہرہ کے مقابلہ میں کوئی حکم معتبر نہیں۔ ت) اور دوسری صورت یہ کہ دونوں قول بلا ترجیح آرا ہوں یا ترجیح دونوں طرف متکافی ہو یہ صورت قسم دوم سے ملتی ہے کہ ایسی حالت میں مکلف مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے۔ درمختار میں ہے،

فی وقف البحر وغیرہ متى كان في المسألة قولان مصححان جاز القضاء والافاء باحدھما۔
بحر وغیرہ وقف میں ہے، جب کسی مسئلہ میں دو مختلف قول ہوں اور وہ صحیح قرار دئے گئے ہوں تو ان میں ایک پر فتویٰ اور قضا جائز ہے (ت)

ردالمحتار کتاب القضاء میں ہے،

ومثله يقال في المقلدين فيما لم يصرحوا في الكتب بتوجيه واعتمادك عليه
اور جس کا حکم کتب میں نہیں تو اب چار صورتیں ہیں یا تو صدر و اراکین سب فقیہ متفقہ صاحب نظر و تصرفات صحیحہ ہیں یا صرف صدر یا صرف اراکین کل یا بعض یا کوئی نہیں بہر حال اس میں جو ایسا نہ ہو اس کا رائے کا کچھ اعتبار نہیں صدر ہو یا رکن تو شکل چہارم میں صدر و اراکین سب کی رائے امر شرعی میں مہمل و معطل ہے اگرچہ ایک ہی رائے پر متفق ہوں بلکہ ان پر فرض ہے کہ اہل علم فقیہ متفقہ کی طرف رجوع

۱۵/۱	مطبوعہ مجتہدائی دہلی	مقدمۃ الکتاب رسم المفقی	۱۵ درمختار
۱۴/۱	"	"	۱۴ " "
۳۰۳/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	۳۰۳ ردالمحتار

اور اس کے ارشاد پر عمل کریں۔

قال الله تعالى فاسئلوا اهل الذكرات
كنتم لاتعلمون^۱ به
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر تم نہیں جانتے تو
اہل ذکر سے پوچھو۔ (ت)

در مختار میں ہے،

ولا يخلوا الوجود عن يمين هذا
حقيقة لاظنا وعلی من لم يميزان يرجع
لمن يميز لبراءة ذمته^۲
ظنی نہیں حقیقی علم والوں سے وجود خالی نہیں علاوہ
ازیں اگر خود تمیز نہ کر سکے تو برائت ذمہ کے لئے تمیز
والوں کی طرف رجوع کرے۔ (ت)

اور شکل دوم میں جبکہ صدر متفقہ اور اراکین خالی ہیں تو اس پر واجب ہے کہ جو حکم وہ کتب معتدہ سے
بعد غور کامل اور فحص بالغ سمجھا اس پر حکم دے، رائے اراکین کی کثرت بلکہ اجماع کا بھی اصلاً لحاظ نہ کرے
اور خود اراکین کو روا نہیں کہ اس کا خلاف کریں کہ یہ علم کا مقابلہ جہل سے ہوگا اور وہ جہل مرکب ہے،
قال تعالى فلم تحاجوني فيما ليس لكم به
علم^۳
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مجھ سے اس معاملہ میں کیوں
بحث کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے (ت)

اور شکل سوم میں صدر کی رائے کوئی چیز نہیں پھر اراکین میں جو متفقہ ہیں ایک رائے پر
متفق ہیں اسی پر حکم کرے، اور مختلف ہیں تو جسے ان میں افقہ و اورع سمجھے اس کا اتباع کرے کما
قد مناہ عن المحيط والهندیۃ (جیسا کہ ہم نے پہلے محیط اور ہندیہ سے
بیان کیا ہے۔ ت)، سراجیہ پھر تنویر و دُر میں ہے،

اذا اختلف مفتیان في جواب حادثة اخذ
بقول افقهما بعد ان يكون اورعهما۔
جب کسی حادثہ میں دو مفتیوں کا اختلاف ہو
تو ان میں افقہ اور پرہیزگار کے قول کو اختیار
کرے (ت)

اور اگر تفقہ میں متقارب اور ورع میں یکساں ہیں تو اب کثرت رائے کی طرف میل کرے فان مظنة

۱۔ القرآن الکریم ۴/۲۱

۲۔ در مختار مقدمۃ الکتاب رسم المفتی مطبع مجتہائی دہلی ۱۵/۱

۳۔ القرآن الکریم ۶۶/۳

۴۔ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء مطبع مجتہائی دہلی ۴۲/۲

الاصابة فيها اكثر عند من لا يعلم وهو اعذر له عند ربه عز وجل (کیونکہ اکثریت کی رائے میں درستگی کا احتمال زیادہ ہے یہ چیز نہ جاننے والے کے لئے عند اللہ بڑا عذر ہے۔ ت) اور اگر کثرت بھی کسی طرف نہ ہو مثلاً چار متفقہ ہیں دو ایک طرف دو ایک طرف، تو جس طرف دل گواہی دے کہ یہ احسن یا احوط فی الدین ہے اس طرف میل اولیٰ ہے ورنہ مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اور اب یہ صورت قسم دوم کی طرف راجع ہو جائے گی۔ معین الحکام میں ہے،

ذكر الحسن بن زياد في ادب القاضي له
الجاهل بالعلم اذا استفتى فقيهها فافتاه
بقول احد اخذ بقوله ولا يسعه ان يتعدى
الى غيره، وان كان في المصنف فقيهها
كلاهما رضيا اخذ عنهما، فان اختلفا
عليه فلينظر ايهما يقع في قلبه انه اصبها
وسعه ان ياخذ به، فان كانوا ثلثة ففقهوا
واتفق اثنان اخذ بقولهما ولا يسعه ان
يتعدى الى قول الثالث۔

حسن بن زياد نے اپنی ادب القاضي میں ذکر کیا ہے
کہ کوئی جاہل جب کسی فقیہ سے سوال کرے اور
وہ اسے کسی ایک قول پر فتویٰ دے تو وہ اس
فتویٰ کو اپنائے اور غیر کی طرف جانے کی اس کو
اجازت نہیں۔ اگر شہر میں دو مساوی فقیہ ہوں
تو دراز سے چاہے رجوع کرے، اگر دونوں میں
اختلاف ہو تو اسے چاہئے کہ غور کرے جس کی بات
دل میں درست سمجھے اس کو اپنائے تو یہ جائز ہے
اور اگر شہر میں تین فقیہ ہوں اور دو کی رائے متفق ہو
تو ان کی بات کو اپنائے اور تیسرے کی طرف رجوع
کی گنجائش اسے نہ ہوگی (ت)

رد المحتار میں ہے،

قال في الفتح وعندي انه لو اخذ بقول
الذي لا يميل اليه قلبه جائز لان ذلك
الميل وعدمه سواء الخ۔

فتح میں کہا ہے کہ اگر اس قول کو اپنایا جس کی طرف
قلبی میلان نہیں تو میرے نزدیک جائز ہے کیونکہ
اس کا میلان اور عدم میلان برابر ہیں الخ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں امام حسن بن زیاد کا ذکر کر کے
قول اس کے معارض ہے جبکہ وہ ہمارے امام اعظم

اقول عارضہ ما ذكر الامام الحسن
بن زياد وهو من ائمتنا المجتهدين

الركن الثاني من اركان القضا المقتضى به مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۷
كتاب القضا واراجیاء التراث العربی بیروت ۳۰۳/۴

معین الحکام
رد المحتار

تلامذۃ امامنا الاعظم فالأخذ به أولى من
بحث المحقق۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مجتہد تلامذہ میں سے ایک امام
ہیں تو محقق صاحب کے قول کے مقابلہ میں اس
امام کے قول کو اپنانا بہتر ہے (ت)

شکل اول میں صدر متفقہ کو اپنی رائے پر عمل چاہئے کثرت رائے خلاف پر نظر نہیں کیا قد منہ
عن معین الحکام والمحيط والعلمگیریۃ (جیسا کہ ہم پہلے معین الحکام، محیط اور عالمگیریہ سے اس کا
ذکر کر آئے ہیں۔ ت) ہاں اگر اراکین میں کوئی اس سے افقہ واعلم ہے اور اس کے خلاف کے سبب
اس کی رائے میں تزلزل آگیا تو روا ہے کہ اس افقہ کا اتباع کرے خواہ اب بھی اپنی ہی رائے پر قائم
رہے، یہ صورت بھی قسم دوم سے ملتی ہو جائے گی۔ محیط و ہندیہ میں ہے :

ان اشار ذلك الرجل الى شئ ورأى القاضي
بخلاف رأيه فالقاضي لا يترك رأى
نفسه فان اهتم القاضي برأيه لمان
ذلك الرجل افضل وافقه عنده لو قضى
برأى ذلك الرجل اس جوا ان يكون في سعة
من ذلك وان لم يهتم القاضي برأيه
لا ينبغي له ان يترك رأى نفسه
اگر یہ شخص قاضی کو کسی چیز کا مشورہ دے اور قاضی
کی رائے اس کے خلاف ہو تو قاضی اپنی رائے
کو ترک نہ کرے اور اگر قاضی اپنی رائے کو اس
بنی پر ایم نہ سمجھے کہ وہ شخص اس سے افقہ اور افضل
ہے تو اس بنی پر اگر اس شخص کی رائے پر عمل کرے
تو مجھے امید ہے قاضی کو یہ گنجائش ہے اور اگر قاضی
اس شخص کی رائے کو ایم نہیں سمجھتا تو اسے اپنی رائے
کا ترک مناسب نہیں ہے۔ (ت)

در مختار میں ملقط سے ہے :

قضى بما رآه صوابا لا بغيرة الا ان يكون
غيرة اقوى في الفقه ووجه الاجتهاد فيجوز
ترك رأيه برأيه
اپنی رائے پر قاضی فیصلہ دے مگر جب غیر کی رائے
کو فقہ اور وجہ اجتہاد میں اقویٰ قرار
دے تو اس کے مقابلہ میں اپنی رائے کا ترک قاضی
کو جائز ہے۔ (ت)

روالمختار میں ہے :

لكن هذا اذا اتهم رأى نفسه ففى الهندية
عن المحيط، ونقل ما ذكرناه بمعناه -
ليكن يرب جارتى ہے کہ اپنی رائے کو اس کے مقابلہ
میں اہم نہ جانے، تو ہندو میں محیط سے معنًا وہ نقل
کیا جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

یہ احکام قسم اول کے تھے۔

قسم دوم میں یعنی جہاں جہاں شرعاً سے اختیار دیا گیا ہے تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ
انجن کسی وقت سے متعلق ہو اور یہ امر دائر شرط واقف میں داخل۔ اس صورت میں جو شرط واقف کا
مقتضی ہو اس پر عمل کیا جائے خواہ رائے صدر یا راکین یا بعض کے موافق ہو یا سب کے خلاف کہ
شرط واقف مثل نص شارح واجب الاتباع ہے کما نصوا علیہ الا فیما استثنیٰ وهو مفصل فی
الاشباہ والغمز وحواشی الدر وغیرہا (جیسا کہ انہوں نے اس پر نص فرمائی ہے ماسوائے ان
استثنائی صورتوں کے جن کی تفصیل اشباہ، غمز اور حواشی الدر وغیرہ میں ہے۔ ت) دوم چنہ سے
اس کی کارروائی ہو اور امر دائر متعلق بمال، اس صورت میں چنہ دہندوں کی رائے کا اتباع ہے
صدر و راکین ان کے خلاف اجازت صرف مال کے مختار نہیں لانک العال فی هذه الصورة لا یخرج
عن ملک المعطین کما حققناه فی کتاب الوقف من فتاؤنا (کیونکہ عطیہ دینے والوں کی ملکیت سے
اس صورت میں مال خارج نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)
جیسے قسم اول سے دو صورتیں ملتی ہیں قسم دوم ہوئی تھیں یوہی قسم دوم سے یہ صورتیں راجع بہ قسم اول ہیں کہ
بعارض وقف و ملک غیر ان میں جانب شرع سے تحدید ہوگی تخییر نہ رہی۔ سوم ان دونوں کے علاوہ یعنی
وقف ہو تو امر دائر کو کسی شرط واقف سے تعلق نہ ہو یا چنہ کا کام ہو تو امر دائر متعلق بمال نہ ہو یا چنہ دہندوں
کی طرف سے انجن کو اذن عام ہو حقیقتاً یہی صورتیں قسم دوم میں یہاں اگر اس امر میں صدر ذی رائے
نہیں اور راکین جیسا کہ سوال میں ہے ماہر فن، جب تو ظاہر کہ وہاں سے اپنی رائے پر وثوق ہے معنی
ہے غایت یہ کہ کسی خاص معاملہ میں کسی وجہ سے رائے راکین میں اسے کوئی شبہ ہے تو اور متدین ماہر
سے تفتیش کر کے اطمینان کر لے، بالکل یہ صورت شکل سوم کے مقارب اور اصالۃ یہاں ویسی ہی طرز عمل
مناسب، یوہی اگر صدر خود بھی اس امر کا ماہر ذی رائے ہے تو یہ صورت شکل اول کے مشابہ ہوگی مگر
انجا کسی طرف کوئی مطالبہ شرعی نہیں، بہر صورت یہاں مصلحت صدر کو یہی مناسب ہے کہ کثرت رائے

پر عمل کرے کہ باعث وحشت و بددلی اراکین و بد انتظامی مجلس نہ ہو، علمائے مشورہ و نزول کرید و شاورہم فی الامر کی ایک مصلحت یہ بھی لکھی ہے۔

قال قتادة ومقاتل فان ساداة العرب
كانوا اذا لم تشاور في الامر شق ذلك
عليهم فامر الله تعالى نبيه صلى الله
تعالى عليه وسلم ان يشاورهم فان ذلك
اعطف لهم واذهب لاضغانهم واطيب
لنفوسهم

حضرت قتادہ اور مقاتل نے فرمایا: عرب سرداروں
سے جب مشورہ نہ ہوا تو ان کی یہ بات گراں گزری
اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو ان سے مشورہ کا حکم فرمایا کیونکہ
اس سے ان پر شفقت کا اظہار اور ان کے
دل کی خلش دور، اور ان کے نفوس مطمئن ہونے

کا سامان ہوگا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ابتداءً ترک مشورہ میں وہ ایجاب نہیں جو بعد مشورہ رائے اکثر پر عمل نہ کرنے میں اور
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا (خوشخبری دو اور نفرت پیدا
نہ کرو۔ ت) ہاں اگر خلاف میں کوئی مصلحت اس مصلحت سے عظم اور اس کے ترک میں کوئی مفسدہ
اس مفسدہ سے اشد ہو تو من ابتلی ببلیتین اختاراھونھما (جو دو مصیبتوں میں مبتلا ہو تو آسان
کو اپنائے۔ ت) پر عمل کرے۔

هذا كله ما ظهر لي اخذاً من كلامهم
وارجو ان يكون منتهى المقال في هذا
المقام وبالله التوفيق۔

یہ تمام بحث وہ ہے جو میں نے ان کے کلام سے
ظاہر یا کر حاصل کی، تو مجھے امید ہے کہ اس
مقام میں یہ بحث کی انتہا ہے، اور توفیق صرف
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (ت)

۱۵۹/۳	سۃ القرآن الکریم	
۲۳۹/۱	سۃ معالم التنزیل علی ہاشم تفسیر الخازن تحت آیت وشاورہم فی الامر مصطفیٰ البانی مصر	
۸۲/۲	سۃ صحیح مسلم کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی	
۱۶/۱	صحیح البخاری کتاب العلم	
۲۱۵	سۃ الاسرار المرفوۃ حدیث ۸۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت	
ع اصل کی عبارت، پڑھی نہ جاسکی پھر بھی مطلب میں خلل نہیں۔		

الجواب

جب صورت واقعہ یہ ہے کہ سوال میں مذکور ہوئی تو اس صورت میں بکر کا دعویٰ باطل و نامسموع اور ہمارے ائمہ متقدمین و متاخرین کے اجماع سے مردود و مدفوع ہے، ہمارے جمیع ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک خاص میں جس سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو ہر قسم تصرف کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ اس سے بالفتح دوسرے کا ضرر لازم آتا ہو، بہت اکابر نے اسی پر فتویٰ دیا۔ درمختار میں ہے :

ظاهر الرواية عدم المنع مطلقاً وبه
افتي طائفة كالأمام ظهير الدين و
ابن الشحنة والدة ورجحه في الفتح
وفي قسمة المجتبى وبه يفتي واعتمد المصنف
ثمه فقال وقد اختلف الافتاء وينبغي
ان يعول على ظاهر الرواية۔

ظاہر روایت مطلقاً عدم منع پر ہے اسی پر ایک
جماعت مثلاً امام ظہیر الدین، ابن شحنہ اور ان کے
والدہ کا فتویٰ ہے اور فتح میں اسی کو ترجیح دی ہے
اور مجتبے کی قسمت کی بحث میں یہ یفتی یعنی اسی
پر فتویٰ ہے "فرمایا، اور مصنف نے اسی پر اعتماد
کرتے ہوئے وہاں فرمایا کہ فتویٰ مختلف ہے اور
مناصب بھی ہے کہ ظاہر روایت پر اعتماد کیا جائے۔"

بکر الرائق میں ہے :

وذكر العلامة ابن الشحنة ان في حفظه
ان المنقول عن ائمتنا الخمسة ابي حنيفة
وابي يوسف ومحمد وزفر والحسن
بن زياد انه لا يمنع عن التصرف في ملكه
وان اضرب بجارته قال وهو الذي اميل
اليه واعتمده واقتي به تبعاً لوالدي شيخ
الاسلام رحمه الله تعالى۔

علامہ ابن شحنہ نے فرمایا کہ میری یاد میں ہے کہ
ہمارے پانچوں ائمہ ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد
زفر اور حسن بن زیاد رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت
ہے کہ کسی کو ذاتی ملکیت میں تصرف منع نہیں
کیا جائے گا اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہو۔ اور فرمایا
اسی کی طرف میرا میلان ہے اور اعتماد ہے
اور اپنے والد شیخ الاسلام کی اتباع میں میرا
یہی فتویٰ ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: والوجه لظاهر الرواية (معتبر وجہ ظاہر روایت کے لئے ہے۔ ت) اور معلوم ہے کہ فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے۔
کما فی البحر والخیبرۃ ورد المحتار وغیرہا جیسا کہ بحر، خیرہ اور رد المحتار وغیرہ عام کتب عامۃ الاسفار میں ہے۔ (ت)

اس تقدیر پر تو دعویٰ سرے سے بے بنیاد ہے مگر تاخرین نے بنظر مصلحت و حدیث: لا ضرر ولا ضرار۔ رواہ احمد عن عباس۔ ضرر رسانی جائز نہیں۔ اس کو احمد نے عباس سے وابن ماجہ عندہ وعن عبادۃ رضی اللہ اور ابن ماجہ نے ان سے اور عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بسند حسن روایت کیا (ت)

بطور استحسان دفع ضرر بین پر نظر کی ہے اقول غیر فقیہ اس سے یہ گمان کرتا ہے کہ بین کے معنی ہیں ظاہر واضح، تو کیسا ہی ضرر کسی حالت میں جبکہ مخفی نہ ہو مالک کو اپنی ملک میں تصرف سے باز رکھنے کا پروانہ ہے حالانکہ یہ محض وہم و سوئے فہم ہے۔ شرع مظہر نے ملک کی وضع اطلاق تصرف کے لئے فرمائی ہے مالک کو اس کی ملک میں تصرف سے روکنا ضرر نہیں، اور حدیث فرماتی ہے: لا ضرر ولا ضرار (ضرر رسانی جائز نہیں۔ ت) تو کیا وجہ ہے کہ مطلقاً و سہولت کے ضرر کو خود مالک کے ضرر پر ترجیح دی جائے حالانکہ یہ ترجیح بلامرغ بلکہ بار بار ترجیح مروج ہے کہ مالک صاحب حق ہے اور صورت یہ مفروض ہے کہ دوسرے کا اس ملک سے حق متعلق نہیں کما فی السفل لرجل العلو الآخر (جیسے نچلا حصہ ایک کا ہو اور بالائی حصہ دوسرے کا۔ ت) ایک شخص کے مکان میں نہایت وسیع سایہ دار گنجان درخت ہے اس کے برابر ایک محتاج کا گھر ہے جس پر سایہ اس درخت ہی کا ہے بلاشبہ اس کے قطع میں جار کا اضرار ہے مگر ہرگز مالک اس سے ممنوع نہیں ہو سکتا۔ فتح القدیر و جامع الفصولین میں فرمایا:

واللفظ للجامع من جل له شجرة يستظل بهما جاسرہ امراد قلعهہا لا یمنع منه ولو تضرر بہ جاسرہ اذرب الشجرة بالقلع یمنعہ عن الانتفاع کسی شخص کا درخت ہو اور اس کا پڑوسی اس سے سایہ حاصل کرتا ہے اور مالک درخت اکھاڑنا چاہتا ہے تو پڑوسی کے ضرر کی وجہ سے مالک کو اکھاڑنے سے نہ روکا جائے گا، ہو سکتا ہے کہ درخت

کاماتک اپنی ملکیت سے پڑوسی کو انتفاع سے روکنا
چاہتا ہو۔ (ت)

خادم فقہ سمجھتا ہے کہ یہاں چار شرطیں ہیں جن کے اجتماع سے وہ ضرر تین متحقق ہوگا:
شرط اول: وہ ضرر کثیر فاحش ہو یعنی دارِ جبار کو گرا دے یا بالکل قابل انتفاع نہ رکھے دیوار کمزور کرنا
اول میں داخل ہے اور حاجتِ اصل سے باز رکھنا دوم۔ محقق نے فتح میں فرمایا:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد لا ضرر ولا ضرار (یعنی ضرر نہ سانی جائز نہیں) عام مخصوص البعض ہے کیونکہ بہت سے ضرر ایسے ہیں جن سے یقیناً ممانعت نہیں ہے مثلاً تعزیرات اور حدود اور مسلسل آگ سے کچھ پکانا جس سے دھوئیں کا پھیلاؤ بعض جگہ گھٹن پیدا کرتا ہے تو اس سے ایسے پڑوسیوں کو ضرر ہوتا ہے جو اپنے فقر کی وجہ سے کھانا نہیں پکاتے خصوصاً جبکہ پڑوسیوں میں ریاض جسے اسکی وجہ سے ضرر پہنچتا ہو، جیسا کہ ہم آپ کو مالک کا اپنے درخت کو کاٹنے پر ضرر بتا رہے ہیں، تو ضروری ہے کہ مذکور حدیث میں ضرر سے خاص ضرر مراد لیا جائے اور وہ جس سے پڑوسی کے مکان گرنے کا خدشہ ہو یا اس طرح کا جو کوئی واضح ضرر ہو۔ حاصل یہ ہے کہ قانون نے مطابق ملکیت والا اپنی ملکیت میں جو چاہے تصرف کر سکتا ہے کیونکہ وہ خالص اپنی ملکیت میں تصرف کر رہا ہے اگرچہ اس سے دوسرے کو ضرر بھی ہو، تاہم یہ قیاس و قانون ایسی جگہ نافذ نہ ہوگا جہاں پڑوسی کو واضح طور پر ضرر پہنچتا ہو، یہی ضرر جس سے دوسرے کے مکان

قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ضرر ولا ضرار لا شک انہ عام مخصوص للقطع بعدم امتناع کثیر من الضرر کالتعاضیر والحدود و مواظبة طبخ ینتشر بہ دخان قد ینجس فی خصوص اماکن ینتشر بہ جیران لا یطبخون لفقرهم خصوصاً اذا کان فیہم مریض یتضرر بہ و کما اریناک من الضرر یقطع الشجرۃ المملوكة للقاطع فلا بد ان یحمل علی خصوص من الضرر وهو ما یؤدی الی ہدم بیت الجار ونحوہ من الضرر البتین الفاحش والحاصل ان القیاس ان یفعل صاحب المملک ما بدالہ مطلقاً لانہ یتصرف فی خالص ملکہ وان کان یدحق الضرر بغیرہ لکن یتروک القیاس فی موضع یتعدی ضررہ الی غیرہ ضرراً فاحشاً، وهو المراد

بالین وهو ما یکون سبباً للهدم و ما
یوهن البناء سبباً له او یخرج عن الانتفاع
بالکلیة وهو ما یمنع من الحوائج الاصلیة
کسد الضوء بالکلیة ، واختاروا الفتوی
علیه و اما التوسع الی منع کل ضرر مافسد
باب الانتفاع بملك الانسان کما ذکرنا
قریباً (ملتقطاً)۔

گرنے یا کمزور ہونے کا خطرہ ہو، مراد ہے یا ایسا
ضرر کہ دوسرے کو اپنی ملکیت کے انتفاع سے بالکل
محروم کر دے وہ یہ کہ اس کو اپنی حوائج اصلیه
سے روک دے، مثلاً بالکل روشنی کا ختم ہو جانا،
فقہاء کرام نے اسی پر فتویٰ کو مختار قرار دیا ہے
لیکن یہ کہ ہر ضرر کو ممنوع قرار دینے تک توسیع تو
انسان کو اپنی ملکیت سے انتفاع سے محروم کر دیگی
جیسا کہ قریب ہی ہم نے ذکر کیا ہے (ملتقطاً)۔ (ت)

اسی طرح عقود و دیریہ میں حواشی اشباہ علامہ بری زاوہ سے ہے۔

شرط دوم: اس ضرر میں اس کا فعل مستقل ہو فعل جار کو اس میں دخل نہ ہو ورنہ اصلاً لحاظ نہ ہوگا
مثلاً اس کی چھت سے جار کے زمانہ کا سامنا نہیں مگر زمانہ کے پاس کوئی باغیچہ اور مکان ہے اس کا
سامنا ہے یا اس کی چھت سے جار کی چھت ملی ہوئی ہے اور آڑ نہیں کہ عورتیں اس باغیچہ یا اپنی چھت پر
آئیں اور یہ اپنی سقف پر جائے تو ایسے پردگی ہوئے ضرر میں محسوب نہیں کہ زمانہ کا سامنا نہیں عورتیں
ایسی جگہ کیوں آئیں یہ جار کا فعل ہوا۔ تنقیح الحامدیہ میں ہے،

لزید طبقه فیها طاقه قدیمه مقابله لقصور
سواق حادثین فی دار جاسه عمره و فقام
عمره و یکلفه سدا الطاقه ثم اعما انها
تشرف علی القصور والسواق المذکورین
و الحال انهما لیسما محل قرار نسائہ
و جلوسهن بل محله سفلی الدار، فہل
لیس له تکلیفہ بذلک
جگہ میں ہے تو ایسی صورت میں عمرو کو یہ حق نہیں کہ وہ کھڑکی والے کو بند کرنے پر مجبور کرے۔ (ت)

فتاویٰ امام فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ پھر فتح القدیر و جامع الفصولین میں ہے :

واللفظ له لولا يقع بصره في دار جارية ولكن يقع بصره عليهم لو كانوا على السطح لا يمنعها اذا استويا في الضرر لانه اين كان يقع بصره عليهم يقع بصرهم عليهم ايضا في السطح كذا

لفظ جامع الفصولین کے ہیں، اگر مکان والے کی نظر پڑوسی کے گھر میں نہیں پڑتی لیکن اگر پڑوسی والے چھت پر اور کھلی جگہ ہوں تو نظر پڑتی ہے تو ایسی صورت میں پڑوسی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے جبکہ دونوں اس ضرر میں برابر ہیں کیونکہ جب ایک کی نظر پڑے گی تو دوسرے کی بھی ان پر نظر پڑے گی جب چھت پر ہوں گے۔ (ت)

اسی طرح وجہ گردری میں ہے۔

شرط سوم : وہ ضرر ثابت و متحقق ہو محتمل و متوقع معتبر نہیں مثلاً چھت کے قریب بلند دیوار میں تابان ہیں کہ اگر سیرٹھی لگا کر اوپر چڑھ کر جھانکے تو ہمسایہ کے زینے کا سامنا ہو اس کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ روشن دان بند نہ کئے جائیں گے۔ عقود الدریہ میں ہے :

سئل في رجل له قاعة رقيقة البناء ملاصقة لدار جارية ففتح في اعلاها بالقرب من سقفها قمرين للضوء فقط ليس فيهما اشراق على حريم الجار الا بالصعود اليهما بسلم عال قائم جارية الآن يكلفه سدّهما بدون وجه شرعي فهل يمنع الجار من ذلك الجواب نعم

ان سے ایک شخص کے متعلق سوال ہوا کہ اس کا بڑا بلند مکان ہو اس کے ساتھ ملا ہوا پڑوسی کا مکان ہے تو بلند محل والے اس شخص نے روشنی کے لئے چھت کے قریب اپنے مکان میں دو روشن دان پڑوسی کی طرف نکالے جبکہ ان روشن دانوں سے پڑوس کے اہل خانہ کو جھانکنے کا کوئی ذریعہ نہیں ماسوائے اس کے کہ بلند سیرٹھی لگا کر ان سے جھانکا جائے تو اب پڑوسی ضد کر کے ان روشن دانوں کو کسی شرعی وجہ کے بغیر بند کر اسے تو کیا پڑوسی کو اس روکا جائیگا، جواب دیا کہ ہاں پڑوسی کو اس مطالبہ سے منع کیا جائے گا۔ (ت)

شرط چہارم : وہ ضرر ناممکن الاحتمال ہو یعنی جس تصرف سے پیدا ہوا ہے اس کے ازالہ کے اور کوئی چارہ کار نہ ہو ورنہ منع تصرف لازم نہ ہوگا۔ بحر الرائق میں کتاب الاستحسان امام ابوبکر رازی

سے ہے :

الدار اذا كانت مجاورة للدور فاراد صاحبها ان يبني فيها تنورا للخبز الدائم كما يكون في الدكاكين وورجى للطحين او مداخلات للقصاصين لم يجوز ان ذلك يضرب مجيرانه ضرا فاحشا لا يمكن التحريم عنه فانه ياتي منه الدخات الكثير الشديد ، وورجى الطحين ودق القصاصين يوهن البناء بخلاف الحمام فانه لا يضرك الا بالندوة ويمكن التحريم عنه بان يبني حائطابينه وبين جاسرة وبخلاف التنور الصغير المعتاد في البيوت

ایک مکان دوسرے مکان سے ملا ہوا ہو تو ایک مکان والا اپنے مکان میں دائمی کاروباری تنور روٹیوں کے لئے یا آٹا پیسنے کے لئے چکی یا دھوبی گھاٹ بنائے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس سے پڑوس کو گھلا ضرر ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے کیونکہ کثیر و شدید دھواں وہاں سے آئے گا اور چکی اور دھوبی گھاٹ سے پڑوس والے مکان کی عمارت کمزور ہوتی ہے اس کے برخلاف حمام ہو تو جائز ہے کیونکہ اس سے رطوبت کا نقصان ہے لیکن اس سے بچنا ممکن ہے کہ اپنے اور پڑوس کے درمیان دیوار بنادے ، اسی طرح گھر ملیو تنور جو

کہ عداوت گھروں میں ہوتا ہے وہ بھی جائز ہے (ت) جب یہ اصل منع ہوئی مسئلہ دائرہ کی طرف چلے ، یہ تو پہلے معلوم ہو گیا کہ ہمارے جملہ ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب مہذب مصحح مرجح پر تو دعویٰ بکسر سے بے بنیاد ہے اور بہت اکابر اس صورت کو فتوئے متاخرین سے بھی جہا مانتے ہیں اور اس پر وہی اصل حکم ائمہ جانتے ہیں کہ بالا خانے میں دروازہ و درجہ نکالنے سے اصلاً منع نہ کیا جائے گا جس کی بے پردگی ہو وہ اپنا پردہ بنائے اپنی دیوار اونچی کر لے۔ امام عماد الدین نے فصول میں یا آنکہ قول متاخرین اختیار کیا ، اس مسئلہ میں عدم منع ہی کو مؤید فرمایا اور محقق علی الاطلاق نے اسے مقرر رکھا ، فتح میں بعد نقل مسئلہ مذکورہ فتاویٰ امام سمرقندی میں فرمایا :

قال في فصول العبادى وعلى قياس المسألة المتقدمة وهى ان لا يمنع صاحب الساحة من ان يفتح صاحب العلوكة

فصول عمادی میں فرمایا ، پہلے مسئلہ پر قیاس کے طور اور وہ یہ کہ صحن والا بالا خانے والے کو روشندان اور کھڑکی نکالنے سے منع نہیں کر سکتا

ينبغي ان يقال في هذه ليس للجاسر حق المنع
من الصعود وان كان بصره يقع في
دار جاسره الا ترى ان محمد ارحمه
الله تعالى لم يجعل لصاحب الساحة
حق منع صاحب البناء عن فتح الكوة في
علوه مع ان بصره يقع في الساحة

اس بنا پر یہ حکم مناسب ہے کہ پڑوسی کو یہ حق
نہیں کہ دوسرے کو اپنے مکان پر چڑھنے سے منع
کرے اگرچہ پھت پر جانے سے پڑوسی کے گھر نظر
پڑتی ہو، آپ دیکھتے نہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
نے صحن والے کو حق نہیں دیا کہ وہ بالا خانہ والے
کو کھر کی نکالنے سے منع کرے حالانکہ ظاہر ہے
کہ اوپر کھر کی سے صحن میں نظر پڑتی ہے۔ (ت)

کتاب الحیطان امام حسام شہید و بحر الرائق و خلاصہ و وجہ کروری و التقویہ و غیرہ میں ہے،
لو فتح صاحب البناء في علو بناه بابا او
كوة لا يلي صاحب الساحة منعه بل له
ان يبني ما يستوجبه

ارباب الفتویٰ میں ہے،

سرجل وكل وكيلا عن زوجته باع لها
قطعة ارض لجاسرة له ان يفتح طياقا
مطلية على حوش الموكلة المذكورة وليس
لها ان تمنعه فان استصرت منه تبغ
جدارا في ارضها اه ملخصا.

محسوس کرتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی زمین میں پردہ کے لئے دیوار بنالے (ت)

ان کے حکم سے بھی بکر کو کچھ اختیار دعویٰ نہیں۔ رہا قول مضمرات و غیرہ جس میں اس صورت کو داخل
فتوئے متاخرین مانا اور بیشک ہمارے بلاد میں یہی اوفی و وارفتی ہے اس قول پر بھی بکر کو اصلاراہ دعویٰ
نہیں کہ جب ان پر جست کے سائبان جڑو ادے جن کے بعد صرف بڑک کا سائبان رہا تو ضرر کثیر فاحش درکنار

۱۔ فتح القدير مسائل مشورة من كتاب القضاء مطبع نوریه رضویہ سکھر ۶/۲۱۵

۲۔ فتاویٰ التقویہ کتاب القضاء مسائل الحیطان ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳۶۶

فتاویٰ بزارية علی ہاشم الفتاویٰ النذیر کتاب الحیطان الفصل الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۶/۴۱۴

۳۔ ارباب الفتویٰ

سرے سے بکر کا ضرر ہی نہ رہا اس قول میں یہ ہے کہ :
 اذا كانت الكوة لنظر وكانت الساحة محل
 المجلس للنساء يمتنع وعليه الفتوى -
 اگر کھڑکی دیکھنے کی غرض سے بنائی اور پڑوسی عورتوں
 کی نشست گاہ صرف وہی صحن والا برآمدہ ہے
 تو اس صورت میں کھڑکی بنانے سے منع کیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے (د) -
 یہاں وہ کہ نظر آتا ہے محل جلوس زنان نہیں بٹک ہے اور وہ کہ محل جلوس زنان ہے نظر نہیں آتا تو نہ دیکھ
 دیکھ نہ نظر ہو نہ محل محل نسار یعقود الدریہ میں ہے :

سوال ہوا کہ ایک شخص کی حویلی میں اس کا بالا خانہ
 ہے جس میں تین کھڑکیاں ہیں جن سے صرف بٹک
 پر نظر پڑتی ہے تو اہل محلہ میں سے ایک شخص اٹھ کر
 مذکورہ کھڑکیوں پر اعتراض کرے تو کیا اس
 معترض کو حق اعتراض تو نہیں؟ الجواب ہاں
 اسے حق نہیں ہے - (د)

بالجملہ صورت مسئلہ میں دعویٰ بکر ہمارے ائمہ متقدمین و علمائے متاخرین کسی کے قول پر
 اصلاً قابل سماعت نہیں نیز بیان مذکور سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اس کا انسداد چاہنا شرط
 چہارم سے مردود ہے کہ ضرر ممکن التحرز تھا اور اس کا چارہ کار عمر و نے کر دیا جسے حسب بیان مسائل
 بکھرنے بھی قبول کیا اور تین سال تک اس پر راضی رہا اور یہ گمان کہ اگرچہ سائبان قبضوں سے
 جڑ دے گئے مگر قبضے اکھڑا سکتے ہیں اور ایسا کیا تو پھر بے پردگی ہوگی شرط سوم سے مردود ہے کھلے
 ہوئے طاقے تک سیڑھی لگا کر چڑھ جانا آسان ہے یا جڑے ہوئے قبضے اکھڑ کر سائبان اٹھا دینا
 جب اس صورت کا احتمال قریب مسموع نہ ہو ایہ احتمال بعید کیونکہ مسموع ہو سکے گا اور اگر ایسے
 مہمل احتمالات مان لئے جائیں تو دریچے مٹی یا چوکوس سے بند کر دینا کیا نافع ہوگا جو مضبوط جڑے ہوئے
 قبضے اکھڑ کر سائبان اٹھا دینا کیا وہ مٹی کی چھاپ میں روزن نہیں کر سکتا یا ایک آدھ چوکا نہیں نکال سکتا
 بلکہ غالباً یہ اس سے آسان تر ہوگا تو دعویٰ انسداد محض تعنت ہوا اور متعنت کا دعویٰ مسموع نہیں ہو سکتا
 یہ تو حکم ہے، رہا بکر کا دہم اس کا علاج اور نیز اس سے زیادہ استحکام کے سوال کا جواب وہی ہے جو

محرر مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الاصل میں باب قسمۃ الدار سے کچھ پہلے فرمایا:

لو فتح صاحب البناء في علو بنائه بيا لم يكن
لصاحب الساحة منعه ولصاحب الساحة
ان يبني في ملكه ما يستتر له
یعنی عمر کو اجازت دی جائے کہ اپنے دریکوں پر سے سائبان بالکل اتار کر دریکے پورے کھول دے اور بکر سے
کہا جائے کہ تو اپنے مکان کا پردہ بنالے کہ عمر کو اس پر اینٹیں نکال کر جھانکنے کا قابو نہ ہوگا اور بے پردگی کا
وہم جاتا رہے گا اور اگر اب بھی اندیشہ ہو کہ بکر نے اپنی دیوار اونچی کی تو عمر اپنے مکان کو سہ منزلہ کر کے اس میں
دریکے نکالے گا اور پھر بے پردگی ہوگی تو قاطع ہر گونہ وہم پر ہے کہ بکر اپنے صحن پر جست کی چادریں ڈال کر
پاٹ لے کہ پھر عمر تو عمر و آسمان کی نظر سے بھی تحفظ ہو جائے گا ولا حولہ ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولینا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین، واللہ تعالیٰ اعلم۔

www.KitaboSunnat.com

رسالہ

الہبۃ الاحمدیۃ فی الولاية الشرعیۃ والعرفیۃ (شرعی اور عسری ولایت کے بارے میں احمدی ہبہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۱۴ از گورنر ضلع راولپنڈی مرسلہ قاری عبدالرحمن صاحب ۷ جمادی الاخرہ ۱۳۳۳ھ
جناب عالی مدظلہ العالی ان دونوں فتوؤں کی نسبت جناب کی کیا رائے ہے یعنی واقعی غیر مسلم مسلمانوں کا
قاضی ہو سکتا ہے جیسا کہ مفتی عبداللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے، والتسلیم (نقل فتویٰ مطبوعہ مستشار العلماء)
عن مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی سید عبدالسلام، ۲۹ جون جمع کردہ لطف الرحمن ساکن کرنال متعلق ابطال وقف
نواب عظمت علی خاں جاگیردار کرنال جن کو ڈپٹی کمشنر کرنال نے بحیثیت جج دیوانی حکماً مجبور کر دیا تھا اس کے بعد
انھوں نے وقف نامہ مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۰۸ء رجسٹری شدہ ۲۵ ستمبر ۱۹۰۸ء لکھا اس فتوے میں یہ ثبوت
دینا چاہا ہے کہ جج انگریز قاضی شرع ہے اور اس کے احکام مثل قاضی شرع مثبت احکام شرعیہ ہیں اس
کے ساتھ دوسرا فتویٰ اسی مستشار العلماء کا چھپا ہے کہ جب جج قاضی شرع ہے اور قاضی کا حجر جائز تو
عظمت علی خاں مجبور ہو گئے اور وقف باطل ہے ۱۲۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے حنفیہ اس بات میں کہ ہندوستان میں جج عدالت دیوانی کا جو انگریز ہو شرع محمدی کے بموجب قاضی ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جردوا۔

الجواب : حنفی مذہب کی رو سے ملک ہندوستان کی موجودہ حالت میں دیوانی عدالت کا جج مسلم بمنزلہ شرعی قاضی کے ہے اور اس کے فیصلے اسی طرح شرعاً قابل نفاذ ہوں گے جس طرح ایک مسلمان قاضی کے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ فیصلے مذہب اسلام کے مطابق اور شریعت محمدی کے موافق ہوں۔

ثبوت : حنفی مذہب کی کتابوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا منصبی فرض اور بحیثیت قاضی ہونے کے اس کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ بذریعہ اس طاقت اور قوت کے جو بادشاہ کی طرف سے اسے حاصل ہو عام اس سے کہ وہ بادشاہ مسلم ہو یا غیر مسلم، حقدار کی حق رسی کو دے جبکہ اس کا حقدار ہونا اسلامی احکام اور شرعی قوانین کے مطابق ثابت ہو پھر یہ ثبوت قاضی کو خود اپنے علم سے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ خود اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے پورا واقف ہو یا یہ بات بذریعہ کسی لائق مفتی کے فتویٰ دینے کے اسے حاصل ہو یعنی جبکہ وہ خود اسلامی مسائل اور شرعی احکام سے واقف نہ ہو۔ شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی فرماتے ہیں،

فالصحيح ان اهلية الاجتهاد شرط الاولوية
فاما تقليد الجاهل فصحيح عندنا خلافا
للساقي رحمه الله وهو يقول ان الامر
بالقضاء يستدعي القدرة عليه ولا قدرة
دون العلم ولنا انه يمكنه ان يقضى
بفتوى غيره ومقصود القضاء يحصل به
وهو اصال الحق الى مستحقه - هداية
ج ۶ ص ۳۶۰۔

تو صحیح یہ ہے کہ اجتہاد کی شرط اولیٰ ہونے کی ہے
لیکن جاہل کا تقرر تو ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے امام
شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے وہ
فرماتے ہیں قضاء کا معاملہ اس قدر قدرت کا متقاضی ہے
جبکہ علم کے بغیر قدرت اس پر نہیں ہو سکتی اور ہماری
دلیل یہ ہے کہ جاہل کو دوسرے کے فتویٰ پر عمل ممکن
ہے اور قضاء کا مقصد اس سے حاصل ہو جاتا ہے
اور وہ حقدار کو حق دینا ہے۔ ہدایہ ج ۶ ص ۳۶۰ (ت)

محقق شیخ ابن الہمام فرماتے ہیں :

وقد اختلف في قضاء الفاسق فاكثر
الاشمة على انه لا تصح ولايته كالشافعي
فاسق کی قضا میں اختلاف ہے اکثر ائمہ کرام کی
رائے ہے کہ یہ صحیح نہیں مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ

وغیرہ کمالاً تقبل شہادتہ ، وعن علمائنا
الثلاثة فی النواذر مثله لکن الغزالی قال
اجتماع هذه الشروط من العدالة والاجتهاد
وغیرهما متعذر فی عصرنا لخلو العصر
عن المجتهد والعدل فالوجه تنفیذ
قضاء کل من ولاه سلطان ذو شوكة
وان کان جاهلاً فاسقاً وهو ظاہر
المذهب عندنا ، فلو قلنا الجاهل الفاسق
صح ویحکم بفتوی غیرہ - فتح القدیر
جلد ۶ ص ۳۵۷ -

وغیرہ فرماتے ہیں کہ جس طرح فاسق کی شہادت
قابل قبول نہیں اسی طرح اس کی ولایت بھی صحیح نہیں
ہے اور ہمارے تینوں ائمہ کا توادر میں ہی قول ہے
لیکن غزالی نے فرمایا کہ عدالت ، اجتهاد اور دیگر
شرائط کا جمع ہونا ہمارے زمانہ میں دشوار ہے
کیونکہ یہ زمانہ عدل و اجتهاد سے خالی ہے تو صحیح
طوریہ ہے کہ صاحب شوکت سلطان جس کو بھی
ولایت سونپ دے اس کی قضاء نافذ ہوگی
اگرچہ وہ جاہل فاسق ہو اور ہمارا ظاہر مذہب یہی
ہے تو اگر وہ سلطان ، جاہل فاسق کا تقرر کرے
تو صحیح ہوگا اور وہ قاضی دوسرے کے فتوے پر قیصر دے گا - فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۷ - (ت)

نیز محقق موصوف فرماتے ہیں :

فالصحيح انما ليست شرطاً للولاية بل
للاولوية فاما تقليد الجاهل فصحيح
عندنا ويحكم بفتوى غيره خلافاً
للساقي ومالك واحمد وقولهم
رواية عن علمائنا نص محمد في
الاصول ان المقلد لا يجوز ان
يكون قاضياً ولكن المخار خلافة
قالوا القضاء يستدعي القدرة
عليه ولا قدسرة بدو العلم
قلنا يمكنه القضاء بفتوى
غيره ومقصود القضاء و

تو صحیح یہ ہے کہ اجتهاد ولایت کی شرط نہیں ہے
بلکہ اولیٰ ہونے کی شرط ہے لیکن جاہل کا اقتدار تو
ہمارے نزدیک یہ صحیح ہے اور غیر کے فتوے پر
فیصلے دے گا - امام شافعی ، امام مالک اور امام
احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف اس کے خلاف ہے
اور ہمارے ائمہ سے بھی یہ قول مروی ہے ، امام محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصل (مبسوط) میں اس پر نص
فرمائی ہے کہ کوئی مقلد قاضی نہیں بن سکتا لیکن مختار
اس کے خلاف ہے ، ائمہ فرماتے ہیں کہ قضا کا منصب
اس پر قدرت کا مقتضی ہے جبکہ علم کے بغیر
قدرت نہیں ہوتی ، ہمارا جواب یہ ہے کہ بے علم کو

هو ایصال الحق الی مستحقه ورافع
الظلم یحصل به فاشترطه ضائع۔
فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۹۔
ہو سکتا ہے لہذا اجتہاد کی شرط بے مقصد ہے۔ فتح القدیر جلد ۶ ص ۳۵۹۔ (ت)
کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

ویکون من اهل الاجتهاد و الصالح
ان اہلیۃ الاجتہاد شرط الادلویۃ کذا
فی الہدایۃ حتی لو قلد جاہل وقضی
ہذا الجاہل بفتویٰ غیرہ یجوز
کذا فی الملتقط جلد ۳ ص ۳۰۷۔

عبدالرحمن آفندی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں فرماتے ہیں،
وفی الشمنی اجتماع هذه الشرائط من
الاجتہاد والعدالة وغیرہا متعذر
فی عصرنا لخلو العصر عن المجتہد و
العدل فالوجه تنفیذ قضاء کل من
ولاء سلطان ذو شوکة وان کان جاہلا
فاسقاً۔ جلد ۲ ص ۱۵۱۔

علامہ ابن عابدین کتاب رد المحتار میں فرماتے ہیں،
قوله والفسق اہلہا سیاقی بیان الفسق
والعدالة فی الشہادات و افصح
بہذہ الجعلة دفعا للتوہم من

۱۔ فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۶۰ - ۳۵۹
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول نورانی مکتب خانہ کراچی ۳۰۷/۳
۳۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵۱/۲

تو ہم ختم ہو جو یہ کہتے ہیں کہ فاسق قاضی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا لہذا اس کی قضایا صحیح نہیں ہیں کیونکہ فسق کی وجہ سے اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا یہ قول تینوں اماموں کا ہے جسے طحاوی نے اختیار کیا ہے، امام عینی نے فرمایا اس قول پر فتویٰ مناسب ہے خصوصاً موجودہ زمانہ میں، اھ، میں کہتا ہوں کہ اگر اس قول کا اعتبار کیا گیا تو پھر قضا کا دروازہ بند ہو جائے گا خصوصاً ہمارے اس زمانہ میں، لہذا مصنف جس قول پر قائم ہے وہی صحیح ہے، خلاصہ میں ایسے ہے اور یہ سب سے اصح قول ہے جیسا کہ عمادیہ میں ہے نہر۔ جلد ۴ ص ۳۳۰ (ت)

قال ان الفاسق ليس باهل للقضاء فلا يصح
قضاؤه لانه لا يؤمن عليه لفسقه وهو
قول الثلاثة واختاره الطحاوي، قال
العيني وينبغي ان يفتى به خصوصاً في
هذا الزمان اه اقول لو اعتبر هذا
لانسد باب القضاء خصوصاً في زماننا
فلذا كان ما جرى عليه المصنف هو
الاصح كذا في الخلاصة وهو اصح الاقوال
كما في العمادية نهج جلد ۴ ص ۳۳۰ -
ہے، خلاصہ میں ایسے ہے اور یہ سب سے اصح قول ہے
نیز علامہ موصوف فرماتے ہیں:

بحر میں فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کا تقرر صحیح
ہے اگرچہ اس کے کفر کی بنا پر مسلمان پر اس کی
قضایا صحیح نہ ہوگی اھ، اور یہ اس روایت کی ترجیح
قرار پائے گی جس میں کافر کی تولیت کو صحیح کہا گیا ہے
یہ اس فتویٰ سے مانور ہے جس میں یہ ہے کہ قاضی
کے مرتد ہو جانے پر وہ معزول متصور نہ ہوگا، یہ مصنف
کے عدم جواز والے موقف کے خلاف ہے جس کو اصول
نے تحکیم کے باب میں بیان کیا ہے اور فتح میں ہے
کہ جب غلام کا تقرر ہوا ہو اور وہ آزاد ہو گیا تو
اس پہلی تقرری پر ہی اس کی قضا جائز ہوگی نہی
تقرری کی ضرورت نہیں اس کے برخلاف جب بچے
کی تقرری ہوئی اس کے بعد وہ بالغ ہو جائے،

قال في البحر وبه علم ان تقلد
الكافر صحيح وان لم يصح قضاؤه
على المسلم حال كفره اه وهذا
ترجيح لرواية صحة التولية اخذ
من كون الفتوى على انه لا ينعزل
بالردة خلافا لما مشى عليه
المصنف في باب التحكيم من
رواية عدم الصحة وفي الفتح
قلد عبد فعتق جانا قضاؤه بتلك
الولاية بلا حاجة الى تجديد
بخلاف تولية صبي فادرك، ولو
قلد كافر فاسلم قال

محمد ہو علی قضاۃ فصار الکافر کا لعید
والفرق ان کلا منہما لہ ولایۃ وبہ مانع
وبالعق و الاسلام یرتفع ، اما الصبی
فلا ولایۃ لہ اصلاً۔ رد المحتار جلد ۴
صف ۳۲۹۔

اگر کافر کی تقرری ہوئی پھر وہ مسلمان ہو جائے تو
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ پہلی تقرری ہی
قضا کرے گا تو یوں کافر عبد کی طرح حکم پائے گا
اور ان دونوں اور نیچے میں فرق یہ ہوگا کہ یہ دونوں
ولایت کے اہل تھے لیکن ان کا کفر اور غلام ہونا عمل قضا
سے مانع تھا اور اب وہ ختم ہو گیا ہے لیکن نابالغ ولایت کا اہل ہی نہیں تھا اس لئے بلوغ کے بعد دوبارہ تقرری
ضروری ہے۔ (ت)

نیز فرماتے ہیں :

فی الخانیۃ اجمعوا انہ اذا ارتشی لا ینفذ قضاؤہ
فیما ارتشی فیہ ام قلت حکایۃ الاجماع
منقوضۃ بما اختارہ البزدوی واستحسنہ
فی الفتح و ینبغی اعتمادہ للضرورة فی
هذا الزمان والا بطلت جمیع القضا یا
الواقعة الآن لانه لا تخلو قضیۃ عن
اخذ القاضی الرشوة السماۃ بالمحصول
قبل الحکم او بعده فیلزم تعطیل الاحکام
وقد مر عن صاحب النہر فی ترجیح انت
الفاستق اهل للقضاء انہ لو اعتبر العدلۃ
لافسد باب القضاء فکذا یقال ھہنا یرد المحتار
جلد ۴ ص ۳۳۵۔

خانیہ میں ہے کہ فقہائے بالاجماع فرمایا کہ قاضی نے
جس کیس میں رشوت لی ہے اس میں اس کی قضا
نافذ نہ ہوگی ، میں کہتا ہوں یہ اجماع امام بزدوی کے
مختار اس قول سے جس کو فتح میں مستحسن قرار دیا اور
(فی زمانہ ضرورت کی بنا پر اس پر اعتماد مناسب ہے)
سے ٹوٹ جائیگا ورنہ اجماع کے پیش نظر آج تمام
فیصلے باطل ہو جائیں گے کیونکہ کوئی کیس بھی قاضی کے
اس عنوان کی رشوت جس کو وہ محصول کہتے ہیں ، سے
خالی نہیں ہے جس کو وہ فیصلہ سے قبل یا بعد وصول
کر لیتے ہیں اس تمام فیصلے کا معطل ہونا لازم آئے گا
جبکہ صاحب تہر کی یہ روایت گزر چکی ہے جس میں انہوں
نے فاستق کی اہلیت قضا کو ترجیح دی اور کہا ہے کہ

اگر عدالت کا اعتبار کیا جائے تو پھر قضا کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا ، یہاں یہی کہا جاسکتا ہے (ت)
علامہ جمال الدین زلیعی بحوالہ امام شافعی رحمۃ اللہ جن کے نزدیک جاہل کی قضا درست نہیں ہے

فرماتے ہیں :

ولنا ان المقصود ايصال الحق الى المستحق
وهو يحصل بالعمل بفتوى غيره - تبیین
الحقائق ج ۴ ص ۱۷۶۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ قنار سے مقصود یہ ہے کہ مستحق
کو اس کا حق دلایا جائے تو غیر کے فتویٰ پر عمل سے یہ
حاصل ہو جاتا ہے۔ تبیین الحقائق ج ۴ ص ۱۷۶۔

شیخ الاسلام علامہ الدین خفصکی درمختار میں فرماتے ہیں :

ويجوز تقاعد القضاء من السلطان العادل
والجائر ولو كان اذكرة مسكين وغيره الا
اذا كان يمنعه عن القضاء بالحق في حرمه۔
جلد ۴ ص ۳۳۹۔
مسکین وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ سلطان عادل ہو یا
ظالم ہو بلکہ کافر بھی ہو تو اس کی طرف سے قاضی
کی تقرری جائز ہے مگر وہ جب قاضی کو حق پر فیصلہ
سے منع کرتا ہو تو پھر تقرری حرام ہوگی۔ جلد ۴
ص ۳۳۹۔ (ت)

علامہ شامی کتاب ردالمحتار میں فرماتے ہیں :

قوله ولو كان اذرة التشارخانية الاسلام
ليس بشروط فيه اي في السلطات الذي
يقلد۔ ج ۴ ص ۳۳۹۔
ما تن کا قول "اگرچہ کافر ہو" تا آرائیہ میں ہے کہ
قاضی کی تقرری کرنے والے سلطان کیلئے مسلمان
ہونا شرط نہیں ہے۔ ج ۴ ص ۳۳۹۔ (ت)

روایت مندرجہ بالا میں سے روایت نمبر ۳ و ۸ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا فرض منصبی
یہی ہے کہ حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے رفع ظلم کر دے جس کے لئے نہ اس کے عالم ہونے کی ضرورت
ہے اور نہ مفتی پر ہیزگار ہونے کی، اگر خود عالم ہو تو غیر، ورنہ دوسرے کے فتویٰ دینے سے اپنے اس
غرض کو پورا کرے گا اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا طاقت کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے جو بادشاہ وقت کا عطیہ ہوا
روایت نمبر ۵، ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی میں علم اور اتقا کی شرط اس لئے چھوڑ دی گئی ہے کہ ایسے
قاضی کا ملنا جو عالم ہو اور علم کے ساتھ اتقا بھی رکھتا ہو مشکل اور سخت مشکل ہے، روایت نمبر ۸،

صحیح حنفی ہے حسن کیفا کی طرف نسبت ۱۲۔

۱۷۶/۴	المطبعة الكبرى الاميرية بولاق مصر	کتاب القضاء	۱۔ تبیین الحقائق
۷۳/۲	مطبع مجتہبی دہلی	"	۲۔ درمختار
۳۰۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳۔ ردالمحتار

سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ علم اور اتفاق کی شرط مان لی جائے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا، روایت نمبر ۱۱ سے بالخصوص یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رشوت لے کر فیصلہ کیا ہوا باوجود بالا جماع باطل ہونے کے متاخرین نے اس لئے جائز اور نافذ مان لیا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جاتا ہے کیونکہ قاضی غیر قسشی کا وجود ہی مختلف ہے، روایت نمبر ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ قضا کا عہدہ اور اس کے اختیارات دینے کے لئے دینے والے بادشاہ کا مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔ روایت نمبر ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی لیاقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے، جب روایات مندرجہ بالا سے معلوم ہو گیا کہ قاضی کے لئے علم اور پرہیزگاری کی شرط کو فقہائے متاخرین نے اس لئے چھوڑ دیا ہے کہ اس کے ماننے سے فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائے گا تو ظاہر ہے کہ ملک ہندوستان میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی فیصلوں کا دروازہ بند ہو جائیگا اور مسلمانوں کے لئے یا کم از کم اسی جگہ کے مسلمانوں کے لئے جہاں کا قاضی (جج) مسلمان نہ ہو حق رسی کی کوئی صورت نہیں رہے گی کیونکہ گورنمنٹ کو تمام اہل مذاہب سے یکساں تعلق ہے اور اس لئے مسلمان قاضی مقرر کرنے کی پابندی نہیں ہو سکتی تو جس جگہ کا قاضی مسلمان نہ ہو گا وہاں یہ مشکل ضرور پیدا ہوگی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حقدار کی حق رسی کی طاقت اور اس کا عمل میں لانا جو منصب قضا کا اصل مقصود ہے جس طرح ایک مسلمان سے باوجود عالم پرہیزگار نہ ہونے کے ممکن ہے اسی طرح ایک غیر مسلم قاضی سے بھی ممکن ہے، لہذا اس ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہر جگہ مسلمان قاضی کا ملنا معتذر اور سخت مشکل ہے نیز اس بات کو کہ قضا کی اصل غرض ایصالِ حق کے حاصل ہونے مسلم اور غیر مسلم دونوں یکساں ہیں، شرعیہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملک ہندوستان میں دیوانی عدالت کا جج بموجب شرع محمدی کے قاضی ہو سکتا ہے عام اس سے کہ وہ مسلم یا غیر مسلم اور مسلم ہونے کی شرط کا اسی ملک تک محدود ہونا ضروری ہے جہاں اسلامی گورنمنٹ ہو، لہذا ما استقر علیہ سرائی (یہ وہ ہے جس پر میری رائے ٹھہری - ت) واللہ بالصواب -

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح محمد اکرام الحق	الجواب صحیح محمد حسن عفی عنہ	الجواب صحیح محمد علی عفی عنہ
الجواب صحیح غلام رسول مدرس مدرسہ حمید	الجواب نعم الجواب محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلانی لاہور بقلعہ	الجواب صحیح محمد عمر خاں عفی عنہ
	قد اصاب من اجاب محمد عالم مدرس مدرسہ حمید	

اس زمانے میں حج کو بشرطیکہ وہ موافق شرع کے حکم دے بغیر قاضی کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

محمد لطف اللہ مہر سابق مفتی حیدر آباد دکن ساکن علیگر ۱۹۹۲ء ۱۲ مئی

الجواب صحیح محمد امانت اللہ عفر اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ علی گڑھ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء

اظنہ صحیحاً ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً (میرے گمان میں صحیح ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی صورت پیدا فرمائے۔ ت) الفقیر محمد ابراہیم عفی عنہ نمبر دار کرنا ل و قاضی تحصیل کرنا ل بعثتم خود ۲ جون ۱۹۱۲

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ لا ولی سواہ والصلوة والسلام عدد العلم والکلم علی الاولی بالمومنین من انفسهم وعلی آلہ وصحبہ واولیائہ وحزبہ اجمعین آمین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم، سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس کے سوا کوئی مددگار نہیں، اور علم اور کلمات کی تعداد برابر صلوة و سلام ہو اس ذاتِ گرامی پر جو مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے قریب ہے اور آپ کی آل و اصحاب و اولیاء اور جماعت

سب پر، آمین! (ت)

مولنا! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ان فتوؤں کی نسبت اس سے بہتر کیا کہہ سکتا ہے جو حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث ذیل میں ارشاد فرمایا:

اذا وُتد الامر الی غیر اہلہ فانظر الساعة۔ جس وقت امور نااہلوں کے حوالے کئے جائے لگیں گے رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ توقیامت کا انتظار کرو۔ اس کو بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

یہ فتوے محض اجتہاد پر مبنی ہیں اور اجتہاد بھی وہ جو آج تک ابو حنیفہ و شافعی و مکرانہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق کو بھی میسر نہ ہوا نہ ہو سکتا تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین یعنی نص قطعی قرآن عظیم کے مقابل بے اصل و محض جامع قیاس بے اساس، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ ت) تحقیق حق کے لئے تمہید چند مقامات سودمند، فاقول و باللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) مقدمہ اولیٰ حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت مجبرہ جس کی تعریف ہے تنفیذ القول علی غیرہ شاء اد ابی (دوسرے پر اپنا قول نافذ کرنا

وہ مانے یا نہ مانے۔ ت) دو قسم ہے عرفیہ و نبویہ کہ بادشاہ کو رعایا حکام کو محکومین پر ہوتی ہے اسی کے سبب سلاطین کو دالیان ملک کہا جاتا ہے اور شرعیہ و نبویہ کو حقیقۃً اللہ عز و جل پھر اس کی عطا سے اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے و بس، جس کی حقیقت ذاتیہ کا بیان اس آیت کریمہ میں ہے: **مَالِهِمْ مِنْ دُونِهِ** (اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی ولی نہیں۔ ت) اور حقیقت عطائیہ کا بیان اس آیت کریمہ میں **النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ** (نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی ان کے قریب ہیں۔ ت) اور دونوں کا جمع اس آیت کریمہ میں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۖ

مومن مرد یا عورت کسی کو اپنا اختیار نہیں ہے جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی معاملہ کا فیصلہ فرمادیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی کا مرتکب ہوگا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و تفریض و انابت سے اُسے ہے جسے اُنھوں نے جتنی بات میں اپنی ولایت اصلیت سے اختیار ظنی عطا فرمایا، اُن دونوں مطلق کو مطلق اور ماذون امراض کو اس امراض میں جس کا بیان کریمہ الذی بیدہ عقدۃ النکاح (وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ت) اور کریمہ واسمعوا اطیعوا (سنو اور اطاعت کرو۔ ت) میں ہے اور ان انواع ثلاثہ یعنی ذاتیہ و عطائیہ و ظلیہ کا اجتماع اس کریمہ میں **اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم** (اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولی الامر کی۔ ت) اقول یہی سر ہے کہ نوع دوم پر اطیعوا مکرر آیا کہ ذاتیہ و عطائیہ دو حقیقتیں ہیں اور نوع سوم کو اسی اطیعوا دوم کے نیچے مندرج فرمایا کہ ظن؛ اصل ت جدا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

مقدمہ دوم: دونوں ولایتوں میں بحسب مناشی و نتائج و لوازم و مقاصد جو فرق ہیں ان کی بہت تعبیرات ہیں:

۱۸/۲۹	۵۲ القرآن الکریم	۳۳/۶
۲۲/۳۶	۵۳ " "	۲/۲۳۴
۶۲/۱۶	۵۴ " "	۴/۵۹

- (۱) ولایت عرفیہ غلبہ واستیلا سے حاصل ہوتی ہے اور شرعیہ بطلان شرع۔
- (۲) عرفیہ ملکی مسئلہ ہے اور شرعیہ مذہبی و دینی۔
- (۳) عرفیہ مقصد سلاطین ہے اور شرعیہ مقصد و خاص دین۔
- (۴) عرفیہ عالم اسباب میں احکام تکوینیہ الہیہ کا آلہ ہے یعنی کن لا تکن یہ امر واقع ہو یہ نہ ہو اور شرعیہ احکام تشریعیہ الہیہ کا مثلاً کن مکن (یہ کرو یہ نہ کرو)۔
- (۵) عرفیہ تصرفات کے ثمرات حسیہ کی مقرر ہوتی ہے اور شرعیہ معافی دینیہ کی۔
- (۶) عرفیہ سے شے غیر موجود موجود ہو جاتی ہے اور شرعیہ سے حکم شرعی غیر حاصل حاصل۔
- (۷) عرفیہ دنیا میں موثر ہے اور شرعیہ عقبی میں معتبر۔
- (۸) عرفیہ کی نافرمانی قوانین سلاطین کی خلاف ورزی ہے اور شرعیہ کی نافرمانی اللہ عزوجل کی معصیت۔
- (۹) عرفیہ کا لحاظ عام ہے کہ بادشاہ کی ہر رعیت پر ہے مسلم ہو یا کافر اور شرعیہ کا لحاظ خاص کہ اس سے صرف مسلمانوں کو کام ہے۔

(۱۰) عرفیہ کا عمل خاص ہے کہ ہر بادشاہ کی قلمرو تک محدود اور شرعیہ کا عمل دنیا کے اسلام پر عام ہے شرق میں ہو یا غرب میں۔

(۱۱) عرفیہ فوج و سپاہ و تیغ و سلاح کے سایہ میں ہے اور شرعیہ فقیر و محتاج کو بھی بہت رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظلی علیہ یہ تمام مضامین اور ان دونوں ولایتوں میں عموم و خصوص من و بہ ہونا اس مثال سے روشن سلطان نے زید کی قاصرہ کا اپنے پسر سے نکاح کر لیا اور زید راضی نہیں اس نے انکار کر دیا اس تصرف کے تمام ثمرات حسیہ دنیا میں مرتب ہو جائیں گے ہستی غیر موجود موجود ہو جائے گی یعنی عورت کہ پہلے قبضہ میں نہ تھی اب آجائے گی دوسرا شخص مزاحمت پر قدرت نہ پائیگا مزاحمت کرے گا مستوجب غضب سلطانی و منزلتے نافرمانی ہوگا، عورت مزاحمت کی تو یہ بزعم زوجیت اس کا ترکہ لے گا پھر اگر بادشاہ نو مسلم ہے تو اسے واقع میں بھی نکاح و مباح جانے گا اور اپنے تصرف کو صحیح و صاف مانے گا، یہ تمام امور احکام تکوینیہ الہیہ سے صادر ہو جائیں گے مگر احکام تشریعیہ کہ نکاح شرعی بولایت شرعیہ سے پیدا ہوتے اصلاً محقق نہ ہونگے نہ وہ عورت اس کے لئے شرعاً حلال ہوگی نہ بعد مرگ ایک کو دوسرے کا مال وراثت جائز ہوگا کہ باپ کے سامنے سلطان کو دربارہ نکاح ولایت شرعیہ نہ تھی تو نکاح نکاح فضولی ہوا اور ولی شرعی کے قود سے باطل ہو گیا،

لان الولاية الخاصة اقوى من کیونکہ خاص ولایت عام ولایت سے اقویٰ ہے

الولاية العامة كما في الاشباه وغيرها
اقول يعني الظلية اما الاصلية فما كان
 لظل ان يقاوم الاصل بل يضمحل دونه
 ولذا الزوج النبي صلى الله تعالى عليه
 وسلم قاصرة من اجل من قاصر من اجل تم
 النكاح ولم يكن لابي يهما خيرة اصلا
 بل كذلك لو زوج صلى الله تعالى عليه وسلم
 رجلا عاقلا بالغاً من امرأة كذا بدون
 رضاها لم يكن النكاح ولم يكن لهما الخيرة
 من انفسهما كما نصوا عليه وقد نطق
 به القرآن العزيز۔

جیسا کہ الاشباہ وغیرہ میں ہے اقول (میں
 کہتا ہوں) ولایت ظلیہ ایسے ہے لیکن ولایت
 اصلیت، تو ظلیہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی بلکہ وہ
 اصلیت کے مقابلہ میں کمزور ہوتی ہے اور اسی لئے
 اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی قاصرہ (نابالغہ
 و مجنونہ و لونڈی) کا نکاح کسی قاصر مرد سے کر دیں
 تو ان کے والدین کو قطعاً کوئی اختیار نہ رہے گا،
 اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ نکاح لازم و نافذ
 ہوگا بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی عاقل بالغ
 مرد کا کسی عورت سے نکاح کر دیں تو ایسے ہی لازم
 نافذ ہوگا اور اس مرد و عورت کو اپنے بارے میں
 کوئی اختیار نہ ہوگا جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے اور قرآن پاک نے اس کو بیان کیا ہے (ت)
 اور اگر زید نے اپنی قاصرہ کا نکاح عمر سے کر دیا اور سلطان ک نامراضی ہے اسی نے حکماً اس
 نکاح کو ناجائز رکھا اور رخصت سے روک دیا عند اللہ اس تصرف کے تمام معانی شرعیہ ترتیب پائیں گے
 عورت کہ اس کے لئے حلال نہ تھی حلال ہو گئی حکم غیر موجود شرعی ہو گیا دوسرا اگر بے افتراق بوقت و طلاق
 اس سے نکاح کرے گا مستحق غضب جبار و سزا سے نارس ہوگا عورت مر جائے گی تو عمر و حکم زوجیت اس کے ترک
 کا شرعاً بقدر حصہ مالک ہوگا، یہ تمام باتیں احکام تشریعیہ الہیہ سے ثابت ہو جائیں گی مگر احکام تکوینیہ کو ولایت
 عرفیہ سے آتے اصلاً حاصل نہ ہوں گے نہ وہ عورت اس کے قبضہ میں آئے گی نہ یہ دعویٰ ارث کر سکے گا کہ سلطان
 کے سامنے باپ کو کیا اختیار اور یہ نکاح کہ رائے سلطانی میں خلاف قانون تھا قانوناً باطل ہو چکا،
 لان الولاية العامة املك من الولاية
 الخاصة في الدنيا۔

کیونکہ ولایت عامہ دنیا میں ولایت خاصہ سے
 زیادہ قوی ہے (ت)
 اسی قیاس پر صد با صورتیں ہیں، اور ہمیں سے ظاہر ہوا کہ ولایت عرفیہ میں تنفیذ سے مراد تحصیل ثمرات حبیب
 دنیویہ ہے اگرچہ احکام شرعیہ حاصل نہ ہوں اور ولایت شرعیہ میں مراد اثبات معانی شرعیہ دینیہ ہے اگرچہ

موافق صورتہ زائل نہ ہوں۔

مقدمہ موسوم : دونوں ولایتوں کے جو فرق بیان ہوئے ان کا ملاحظہ ہر عاقل پر دو امور واضح کرے گا ایک یہ کہ ہر سلطنت کو اسلامی ہو یا غیر اسلامی اپنے ملک پر ولایت قسم اول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ یہی ولایت مطاع نظر سلاطین ہے اسی میں منازعت ان کے نزدیک بادشاہ کی مخالفت قرار پاتی ہے ، وہ یہی ولایت چاہتے ہیں کہ فوج و لشکر و تیغ و تبر کی لازم و ملزوم ہے نہ وہ کہ ہر فقیر مفلس بے زر بے پر کے لئے موسوم ہے ولایت قسم دوم کسی نامسلم سلطنت کو مقصود ہونا تو کوئی معنی ہی نہیں رکھتا کہ قصد اتباع شرع سے ناشی ہے نامسلم کو مذہب اسلام کی کب پیروی ہے صد ہا سال سے خود مسلمان بادشاہوں کا مقصد اصلی وہی ولایت عرفی ہے وہ اپنے حکم کا نفاذ چاہتے ہیں اگرچہ حکم شرعی نہ ہو جیسا کہ ہزاروں کارناموں سے واضح ہے تو کوئی نامسلم سلطنت کیونکر پابند ولایت شرعیہ ہو سکتی ہے ولایت قسم اول کہ مقصد سلاطین ہے بلاشبہ ہندوستان میں گورنمنٹ انگلشیہ کو بلا نزاع حاصل ہے جس میں کسی فریق کو خلاف نہیں اور خود گورنمنٹ کو اس قدر منظور ہے اس نے کبھی نہ کہا کہ مجھے ہر فریق کے دین و مذہب میں مداخلت ہے بلکہ اس کے خلاف ہمیشہ یہی اعلان کیا اور کرتی ہے کہ ہمیں کسی قوم کے دین و مذہب میں دست اندازی نہیں اور یقیناً ہر ایسی گورنمنٹ جسے اللہ تعالیٰ عقل و دانش بر وجہ کمال اور ملک داری کا سلیقہ عنایت فرمائے اسے یہی شایان ہے حکام و رعایا سب جانتے ہیں کہ گورنمنٹ والی ملک ہے اس کا حکم یہاں نافذ ہے جو چیز وہ جسے دلئے مل جاتی ہے منع کر دے رک جاتی ہے رعیت اس کا حکم مانتی اور اس کا خلاف مضر جانتی ہے ، یہ وہی وجود و عدم شئی کے ثمرات ہوئے کہ نتائج ولایت عرفیہ ہیں مگر ہرگز نہ حکام کا دعویٰ نہ رعایا کا خیال کہ گورنمنٹ کسی کے دین و مذہب میں دست اندازی و مداخلت رکھتی شریعت کے احکام غیر موجودہ موجود کر دیتی یا کرنا چاہتی ہے۔ اب یہی دیکھئے کہ گورنمنٹ روزانہ سود کی ڈگریاں دیتی ہے اس کا حرف یہ مطلب ہے کہ مدعا علیہ اتنی رقم مدعی کو دے یہ ہرگز نہیں کہتی کہ مسلمان سود لینے دینے کو شرعاً حلال جانیں یا ڈگری کے سبب اس لینے والے کے لئے سود کو از روئے شریعت اسلامیہ مباح جانیں ، اسی طرح تمام احکام میں اسے اپنے ملک میں تعمیل حکم سے کام ہے اور اسی میں اس کی اطاعت ہے نہ یہ کہ ان احکام کو آخرت میں بھی بکار آئے سمجھو جو کام ولایت شرعیہ کا ہے اور قانون کو عین شریعت اسلامیہ مانو اس پر نہ وہ کسی کو مجبور کرتی ہے نہ اس سے اسے اصلاح بحث ، تو بلاشبہ گورنمنٹ والی ملک ہی بننا چاہتی ہے اور وہ ضرور والی ملک با اختیار ہے مگر کسی مذہب و ملت کی والی دین بننا نہیں چاہتی نہ اس سے اسے سروکار ہے تو اس کے خلاف ٹھہرانا خود گورنمنٹ کے بارے میں غلط بیانی اور اس

کے خلاف منشا و اظہار ہے۔

مقدمہ چہارم: شریعتِ مطہرہ اسلامیہ علیٰ صاحبہا وآلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے ولایتِ عرفیہ کو جس سے آدمی والی ملک اور حاکم و بادشاہ وقت ہو جاتا ہے اور رعایا کو اس کی پابندی لازم ہوتی ہے اس کے حال پر چھوڑا ہے، اسے مسلم نامسلم کسی سے خاص نہ فرمایا جس طرح وہ عرف میں کسی سے خاص نہیں اس لئے کہ وہ زیر اثر احکامِ تکوینیہ ہے جسے خدا دے اسے ملے اور شریعت کی بحث صرف احکامِ تشریعیہ سے ہے،

قال اللہ تعالیٰ قل اللهم ملک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ فرمادیجئے اے ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک عطا فرمائے اور جس سے چاہے واپس لے لے۔ (ت)

اس من تشاء میں کوئی خصوصیت اسلام کی نہیں، ولہذا قرآن مجید نے زمانہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بادشاہ مصر کو جا بجا بلفظ ملک تعبیر فرمایا، وقال الملک انی امرئ وقال الملک استونی بئہ لما کان لیاخذ اخاہ فی دین الملک
بادشاہ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں، بادشاہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ، بادشاہ کے دین میں بھائی کو پکڑنا جائز نہیں۔ (ت)

اور وہ غلط تعبیر سے پاک و منزہ ہے، یوں ہی حضرت بلقیس کو ان کے اسلام سے پہلے قول ہد ہد میں بلفظ انی وجدت امرأة تملکھن (میں نے ایک عورت کو ان کا بادشاہ پایا۔ ت) ذکر فرمایا اور وہ تقریر علی الغلط سے ظاہر و مبہر ہے، تو ثابت ہوا کہ بادشاہ اگرچہ نامسلم ہو ضرور والی ملک اور ولایت قسم اول رکھتا ہے مگر مسلمان برولایت قسم دوم دینیہ شریعیہ جس سے مسلمان کے حق میں حکم غیر موجود شرعی مذہباً موجود ہو جائے اور دینی حیثیت سے آخرت میں اس کے کام آئے صرف مسلمان کے ساتھ خاص فرمائی ہے اور کلمہ حصہ و تصریح نفی دونوں طریقوں پر اسے صاف فرمادیا ہے کہ کسی کو مجال تاویل و اہمال نہ رہے اول اس آیتِ کریمہ میں انما ولیکم اللہ ورسوله والذین آمنوا (تمہارا ولی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو ایمان لائے۔ ت) اور اس آیتِ کریمہ میں ولن یجعل

۲۳/۱۲ ۵۲ القرآن الکریم

۵۶/۱۲ ۵۳ " "

۵۵/۵ ۵۴ " "

۲۶/۳ ۲۵ القرآن الکریم

۵۴/۱۲ ۵۳ " "

۲۳/۲۵ ۵۴ " "

اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً (اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔ ت)
یہاں قطعاً وہی سبیل دینی شرعی مراد ہے کہ سبیل دنیوی کا انتفاع خلاف مشاہدہ و اشہاد ہے، قرآن عظیم
اس معنی کی آیات سے مشحون ہے۔ علی علی الدر پھر شامی میں ہے :

الکافر لایلی علی ولده المسلم لقوله تعالیٰ کافر اپنے مسلم بیٹے کا ولی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ
ولن يجعل الله للکفرین علی المؤمنین نے فرمایا : اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر
سبیلاً

نہایہ پھر عالمگیریہ پھر طحاوی پھر ابن عابدین میں ہے :
تقلید الذمی لی حکم بن اهل الذمة صحیح ذمی کا تقرر ذمیوں میں فیصلہ کرنے کے لئے صحیح ہے
لابین المسلمین وكذلك التحکیم۔ مسلمانوں میں فیصلہ کرنے کے لئے نہیں، اور
ثالثی کا بھی یہی حکم ہے (ت)

تنویر الابصار میں ہے :
لو حکما عبد افاتق او صبیاً فبلغ او ذمیاً اگر فریقین نے کسی غلام کو ثالث بنایا اب وہ آزاد
فاسلم ثم حکم لاینفذ ہو گیا یا نابالغ کو بنایا تو وہ بالغ ہو گیا، یا ذمی کو
بنایا تو وہ مسلمان ہو گیا پھر اس کے بعد وہ فیصلہ کریں
تو نافذ نہ ہو گا۔ (ت)

در مختار کتاب الشهادات میں ہے :
شرطها الولاية في شرط الاسلام لو المدعی شہادت کی شرط ولایت ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو
علیه مسلم۔ تو گواہ کا مسلمان ہونا شرط ہو گا۔ (ت)

۱۴۱/۴	لہ القرآن الحکیم	
۳۱۲/۲	لہ رد المحتار کتاب النکاح باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت	
۳۴۸/۴	لہ رد المحتار بحوالہ الحنفیۃ عن النہایۃ کتاب القضا باب التحکیم	
۲۰۶/۳	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب القضا باب التحکیم دار المعرفۃ بیروت	
۸۲/۲	لہ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب القضا مطبع مجتبائی دہلی	
۹۰/۲	لہ در مختار کتاب الشهادات	

اور کتاب القضاء میں ہے :

اهل اهل الشهادة و شرط اہلیتھا شرط
اہلیتہ فان کلا منہما من باب
الولاية۔

قاضی کی اہلیت وہی ہے جو شہادت کی اہلیت ہے
اور شہادت کی اہلیت وہی ہوگی جو مدعا علیہ کی
اہلیت ہوگی کیونکہ یہ دونوں امر ولایت سے
متعلق ہیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لا ولاية لکافر علی مسلم لقوله تعالیٰ ولن
يجعل الله للکفرین علی المؤمنین سبیلاً۔

کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے : اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں
پر ہرگز اختیار نہیں دیا۔ (ت)

اسی کی شہادت میں ہے :

لا تقبل شهادة الذمی علی المسلم لانه
لا ولاية له بالاضافة الیه۔

مسلم کے خلاف ذمی کی شہادت قبول نہ ہوگی کیونکہ
اس کو مسلمان پر ولایت نہیں ہے (ت)

مختصر امام قدوری میں ہے :

ان تصح ولاية القاعی حتی یجتمع فی المولی
شرايط الشهادة۔

قاضی کی ولایت اس وقت تک صحیح نہ ہوگی
جب تک میں شہادت کی شرائط پائی جائیں۔ (ت)

ہدایہ میں ہے :

لان حکم القضاء یستقی من حکم
الشهادة لان کل واحد منہما من
باب الولاية فکل من کانت اهلا
للشهادة یكون اهلا للقضاء وما یشرط

کیونکہ قاضی کا فیصلہ شہادت کے حکم سے مستفاد
ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں امر از قبیل ولایت ہیں
تو جو شہادت کا اہل ہوگا وہی قضا کا اہل ہوگا
تو جو چیز شہادت کی اہلیت میں شرط ہے وہ قضا

۴۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب القضاء	۱۰ در مختار
۲۹۸/۲	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب النکاح باب الاولیاء والاکفار	۱۱ الہدایہ
۱۶۲/۳	" " "	کتاب الشہادت باب من یقبل شہادۃ الخ	۱۲ الہدایہ
۲۸۳ ص	مطبع مجیدی کانپور	کتاب آداب القاضی	۱۳ المختصر للقدوری

لاہلیۃ الشہادۃ یشترط لاہلیۃ القضاء	کی اہلیت میں شرط ہوگی۔ (ت)
فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے :	
لاولایۃ للصبی والمجنون ولا المملوک	نابالغ، مجنون، غلام اور کافر کو مسلمان پر ولایت
ولا الکافر علی المسلم	نہیں (ت)
بدائع ملک العلماء مسعود کاشانی میں ہے :	
لاشہادۃ للکافر علی المسلم اصلاً	مسلم کے خلاف کافر کی شہادت معتبر نہیں (ت)
اسی میں ہے :	
لاولایۃ للکافر علی المسلم لانه لامراث	کافر کو مسلمان پر ولایت نہیں کیونکہ دونوں میں میراث
بینہما، ولان الکافر لیس من اہل الولایۃ	نہیں، اور اس لئے کہ کافر کو مسلمان پر ولایت
علی المسلم لان الشرع قطع ولایۃ الکافر	کی اہلیت نہیں ہے کیونکہ شریعت نے مسلمانوں
علی المسلمین قال اللہ تعالیٰ ولن یجعل	پر کافر کی ولایت کو ختم کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلاً، وقالی	اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنوں پر ہرگز اختیار نہیں کیا۔
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاسلام یعلو	اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسلام غالب
ولا یعلو الخ۔	ہوگا مغلوب نہیں الخ۔ (ت)
اسی میں ہے :	
الصلاحۃ للقضاء لہا شرائط منها العقل	قضاء کی صلاحیت کے لئے چند شرائط ہیں ان میں
والبلوغ والاسلام فلا یجوز تقلید المجنون	سے عقل، بلوغ، اسلام ہے تو مجنون، نابالغ اور
والصبی والکافر، لان القضاء من باب	کافر کی تقرری جائز نہ ہوگی کیونکہ قضاء از قبیل ولایت
الولایۃ بل هو اعظم الولایات وهو کلاء	ہے بلکہ اعظم ولایات میں سے ہے جبکہ ان لوگوں کو
لیست لہم اہلیۃ ادنی الولایات وہی	ولایت میں سے ادنیٰ ولایت جو شہادت میں ہے

لہ الہدایہ	کتاب ادب القاضی	مطبع یوسفی لکھنؤ	۱۳۲/۳
لہ فتاویٰ قاضی خان	کتاب النکاح	فصل فی الاولیاء نوکشتور لکھنؤ	۱۶۳/۱
لہ بدائع الصنائع	کتاب الشہادت	فصل ما الشرط فی الادل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۶۶/۶
لہ ..	کتاب النکاح	فصل ما بیان شرائط الجواز ..	۲۳۹/۲

الشهادة فلان لا يكون لهم اهلية اعلاها
اولیٰ ومن لا يصلح قاضيا لا يجوز قضاؤه
وہ بھی نہیں تو لازماً اعلیٰ ولایت کے وہ اہل بطریق
اولیٰ نہ ہوں گے اور جو قاضی کی صلاحیت نہیں رکھتا
اس کی قضاء لازماً جائز نہ ہوگی (ملفوظات)

یہ گیارہ کتابوں کی عبارات ہیں مختصر امام قدوری، فتاویٰ امام قاضی خاں، بدائع امام ملک العلماء،
ہدایہ امام برہان الدین، نہایہ امام سفیانی، تنویر الابصار، درمختار، حلی، طحاوی، شامی، فتاویٰ علیگیریہ۔
اور خود کثرت عبارات کی کیا حاجت کہ بلا مبالغہ صد ہا ہیں بلکہ شریعت نے ان مسلمانوں پر سلطان اسلام
کو بھی ولایت نہ دی جو دار الحرب میں اسلام لائے اور ہنوز ہجرت کر کے ہمارے دار میں نہ آئے
قال الله تعالى عز وجل والذین امنوا
ولہیہا جردا مالکم من ولایتہم من شیء
حتی یہاجر وائے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ایمان لائے اور
انہوں نے ہجرت نہ کی تھیں ان سے کوئی ولایت
نہیں حتیٰ کہ وہ ہجرت کر لیں۔ (د)

کتاب فقہ میں مسائل کثیرہ اس اصل پر مبنی ہیں کہ بحالت اختلاف دار سلطان اسلام کو ولایت
نہیں سراجہ ابواب نکاح الکافر والمستامن وغیر ذلک (نکاح کافر و مستامن وغیرہما کے ابواب
کی طرف رجوع کرو۔ ت) ہدایہ میں ہے:

اختلاف الدارسین یقطع الولاية ولهذا
یمنع التوارث
دار الاسلام و دار الحرب کا اختلاف ولایت کو
ختم کر دیتا ہے اس لئے آپس کا وارث ہونا
ممنوع ہے۔ (د)

تو بحالت اختلاف دین غیر مسلم کو مسلم کے دینی احکام میں مداخلت کیونکر حکم شرعی ہو سکتی ہے بلکہ ولایت
شرعیہ کا دائرہ اس سے بھی تنگ تر ہے، خود سلطان اسلام کو، خود اس کی ملک میں خود اس کی مسلمان
رعایا پر صد ہا باتوں میں شریعت مطہرہ نے ولایت شرعیہ نہ دی اس کی نظیر وہی تزویج قاصرہ گزری کہ
سلطان یا قاضی اسلام کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں اور باپ بھائی یا چچا یا کسی عصبہ بلکہ عصبہ ہو

لے بدائع الصنائع کتاب آداب القاضی فصل واما بیان من یصلح للتقاضی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۳/۷

۷۲ " " " " فصل واما بیان من ینفذ علیہ قبول ال " " " " ۴/۷

۷۲ القرآن الکریم ۷۲/۸

۷۲ الہدایہ کتاب الشہادۃ باب من یتقبل شہادۃ من لا تقبل مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۶۲/۳

تذو الارحام، اور وہ بھی نہ ہوں تو مولی الموالاة کا کیا ہوا نافذ تنزیر الابصار میں ہے،

34

الولی فی النکاح العصبیۃ بنفسہ بشرط اسلام فی حق مسلمۃ فان لم تکن عصبۃ فالولیۃ للام ثم للاخت ثم لولد الام ثم لذوی الاسام (ثم مولی الموالاة اھدر) ثم للسلطان ثم القاضی نص علیہ فی منشورۃ یلہ (ملخصاً) قاضی جس کی سند قضا میں تصریح کر دی گئی ہو نکاح صغار کی ولایت پر، اس کو ولایت حاصل ہوگی (ملخصاً)۔ (ت) اشباہ میں ہے:

ولهذا قالوا ان القاضی لا یزدج الیتیم والیتیمۃ الا عند عدم ولی لهما فی النکاح ولو ذارحم محرم ادا ما اذ معتقاً۔ اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ قاضی یتیم لڑکے اور لڑکی کا نکاح نہیں کر سکتا مگر جب ان کا کوئی ولی نکاح موجود نہ ہو اگرچہ یہ ولی ذو محرم یا ماں یا آزاد کرنے والا ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے:

فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ یلہ اگر بعید شخص نے اقرب کی شہر میں موجودگی کے باوجود نکاح کر دیا تو اقرب کی اجازت پر نکاح موقوف رہے گا۔

عہ اقول قید المحرم لا مفہوم لہ وکانت ینبغی عکس الترتیب فان المعتق مقدم علی الام والام علی ذی رحم ۱۲ منہ غفر لہ۔ عہ اقول (میں کہتا ہوں) یہاں محرم کی قید فہم سے بالاتر ہے اور مناسب تھا کہ ترتیب میں یوں عکس ہو تاکہ آزاد کرنیوالا ماں سے اور ماں ذی محرم سے مقدم کرتے، کیونکہ ترتیب یوں ہے ۱۲ منہ غفر لہ۔

۱۔ در مختار بشرح تنزیر الابصار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۳-۹۴/۱
۲۔ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة السادسة عشر ادارة القرآن کراچی ۱۹۱/۱
۳۔ در مختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۲/۱

دوسری نظیر اوقاف ہیں وقف میں متولی شرعی کا تصرف معتبر اور اس کے ہوتے سلطان اسلام و قاضی کا تصرف بے اثر۔ فتاویٰ امام رشید الدین پھر اشباہ میں ہے :
لا یملک القاضی التصرف فی الوقف مع وجود قاضی وقف میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا جبکہ
ناظرہ ولو من قبلہ یہ اس کا متولی موجد ہو اگرچہ یہ متولی اسی قاضی کا
مقرر کردہ ہو۔ (ت)

فتاویٰ وبری پھر فتویٰ علامہ قاسم بن قطلوبغا پھر لسان الحکام میں ہے :
لا تدخل ولاية السطان على ولاية المتولى وقف میں متولی کی ولایت کے خلاف سلطان کی
فی الوقف یہ ولایت موثر نہ ہوگی۔ (ت)
تیسری نظیر اموال قاصرین ہیں کہ اولیائے اموال پھر اس کے ولی شرعی مقدم ہیں اور سلطان
قاضی ساتویں درجہ میں۔ قنیہ پھر اشباہ میں ہے :
لا یملک القاضی التصرف فی مال الیتیم وصی کی موجودگی میں یتیم کے مال میں قاضی تصرف
مع وجود وصیه ولو کان منصوبہ یہ کا مالک نہیں ہے اگرچہ یہ وصی اس نے ہی مقرر
کیا ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے :

ولید ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم	اس کا ولی باپ پھر وصی پھر وصی کا وصی پھر حقیقی
جدہ الصحیہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ	دادا پھر اس کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی ،
ثم السوالی ثم القاضی	پھر والی پھر قاضی (ت)
عہ کان عنہ ان یقول والقاضی بالسواؤ	عہ یوں کہنا لازم تھا ، والقاضی ، یعنی واؤ کے
لانه والسوالی فی مرتبة واحدة ایہما تصرف	ساتھ ، کیونکہ قاضی اور والی کا مرتبہ یہاں مساوی
جانر ۱۲ منہ غفرلہ ۔	ہے دونوں میں سے جو بھی تصرف کرے جائز ہے ۱۲ منہ غفرلہ

۱۔ الاشباہ والنظار بحر الفتاویٰ رشید الدین الفتن الاول قاعدہ ۱۶ ، ادارة القرآن کراچی ۱۹۲/۱
۲۔ لسان الحکام مع معین الحکام الفصل العاشر فی الوقف مصطفیٰ البابی مصر ص ۲۹۶
۳۔ الاشباہ والنظار الفتن الثانی کتاب الوصایا ادارة القرآن کراچی ۱۲۵/۲
۴۔ درمختار کتاب الماذون مطبع مجتہدی دہلی ۲۰۳/۲

لہذا حدیث میں ارشاد ہوا:

السلطان ولی من لا ولی لہ۔ سلطان اس شخص کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ (ت)

شرعیاتِ مطہرہ نے جس حکم کو اس قدر محدود فرمایا ہو اسے اتنا وسیع کر دینا شریعتِ جدیدہ قائم کرنا ہوگا۔ ان دونوں مقدمات سے واضح ہوا کہ جو ولایت گورنمنٹ کی مقصود و مدعا ہے شرعِ مطہر اس کا انکار نہیں فرماتی اور جو ولایت شرعِ مطہر مسلمان پر مسلمان کے لئے خاص فرماتی ہے گورنمنٹ کو نہ اس سے بحث نہ اس کا دعویٰ، تو کیا نہ کہا جائے گا کہ اس کی مخالفت شرع اور گورنمنٹ دونوں پر تہمت، فسأل اللہ السلامة (ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ ت)

مقدمہ پنجم: اوپر معلوم ہوا کہ مقصود کبھی وجودِ شکی ہوتا ہے کبھی حدودِ حکم شرعی قاضی کے یہاں جو مقدمات دائر ہوتے ہیں دونوں قسم کے ہیں اکثر قسم اول کے ان کی تنفیذ بمعنی اول و منع موانع ثمرات حسیہ مقصود ہے، مثلاً:

(۱) زید نے عمرو کی جائیداد دہالی۔

(۲) قرض لیا اور ادا نہیں کرتا۔

(۳) چیز بھیجی اور قبضہ نہیں دیتا۔

(۴) مولیٰ اور قیمت نہیں دیتا۔

(۵) ترکہ میں حق ہے اور قابض نہیں ہونے دیتا۔

(۶) مورث نے وصیت کی تھی وارث نہیں مانتا۔

(۷) شوہر رخصت کرالیا اور نان نفقہ نہیں دیتا۔

(۸) طلاق بائن دے دی ہے اور نہیں چھوڑتا۔

(۹) چسپند عاریت لی تھی اور واپس نہیں کرتا۔

(۱۰) وقف میں ناجائز تصرف کر رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ان عام صورتوں میں کہ روزانہ جن کی حالت پڑتی اور جن کے مقدمات دائر ہوتے رہتے ہیں حقدار کی حق رسی اور مظلوم سے دفع ظلم صرف تنفیذ بمعنی اول مانگتی ہے کہ معافی شریعہ تو خود موجود ہیں

۲۸۴/۱ لے سنن ابوداؤد کتاب النکاح باب الولی آفتاب عالم پریس لاہور

۱۳۰/۱ جامع الترمذی ابواب النکاح باب ما جاء لانکاح الابولی ایدین کمپنی دہلی

اوپر معلوم ہوا کہ اس تنفیذ کے لئے ولایت قسم دوم کی حاجت نہیں، نہ صرف وہ اس کے لئے کافی، بلکہ ولایت قسم اول کی حاجت، اور تنہا وہی یہاں دوسری کے لئے بس ہے۔ دوسرے وہ جن میں مسلمانوں کے کسی کام میں معنی شرعی غیر موجود کا اپنی ولایت و نیابت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے پیدا کرنا ہو مثلاً:

(۱) جمعہ وعیدین میں کسی کو امام بنانا۔

(۲) کسی کو خطیب جمعہ مقرر کرنا کہ ہر مسلمان صالح امامت نماز پنجگانہ، جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کر سکتا نہ جمعہ کا خطبہ پڑھ سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے پڑھانے سے نماز صحیح ہو جب تک ماذون من جہۃ السلطان نہ ہو جہاں اذن سلطان ناممکن ہو بضرورت نصب عامہ مسلمین معتبر ہے کما نص علیہ فی تنویر الابصار والدرا المختار وعامة الاسفار (جیسا کہ اس پر تنویر الابصار، در مختار اور عام کتب میں تصریح ہے۔ ت) تو لیاقت خطبہ و امامت مذکورہ ایک معنی شرعی دینی ہے اور پیش از اذن سلطان مثلاً زید کو حاصل نہیں، اذن دیتے ہی ثابت و محقق ہو جائے گی اس کے لئے قطعاً ولایت قسم دوم درکار۔

(۳) زن و شولعان کریں۔

(۴) عین بعد مرافعہ و تا جمل یکسال و انعقائے اجل و طلب زن طلاق نہ دے تو دونوں صورتوں میں بر نیابت ولی مطلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں تفریق کرنا یعنی خود منکوحہ غیر کو طلاق بائن دے دینا اور شوہر ہانے یا نہ مانے نکاح ثابت کا اس کے قول سے قطع ہو کر شرعاً زوج کا زوجہ زوجہ کا زوج پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جانا ایسا کہ اگر اس کے بعد قربت کریں تو نہ فقط دنیا میں بلکہ اللہ عز و جل کے نزدیک بھی حرام کار بٹھریں جب تک از سر نو نکاح نہ کریں اور صورت لعان میں تو نکاح بھی نہیں کر سکے جب تک مرد و زن دونوں اہلیت لعان پر باقی رہیں اور شوہر خود اپنی تکذیب نہ کرے۔ در مختار میں ہے:

فان التعنابانت بتفریق المحاکم فیتوارشان
قبل تفریقہ
اگر دونوں نے لعان کر لیا تو حاکم کی تفریق سے باز نہ
ہو جائیگی اور قاضی کی تفریق سے قبل مرد و عورت
ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ (ت)

روالمحارم میں ہے:

تکون الفرقة تطليقة بائنة عندهما
وقال ابو يوسف هو تحريم
طرفین کے نزدیک قاضی کی تفریق طلاق بائنہ ہوگی
جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ

ابدی تحریم ہے۔ (ت)

مؤبدی

ہر ایسے ہے،

سیاتی فی بابہ انہا حرمة مؤبد ما دام
 اہلا لللعان فاذا اخرجنا عن اہلیۃ اللعان
 او احد ہمالہ ان ینکحہا وکذا لو اکذب
 نفسہ حدولہ ان ینکحہا۔
 اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیا حد نکائی جائیگی اور اس کو جائز ہوگا کہ وہ عورت سے دوبارہ نکاح کر لے۔ (ت)
 در مختار باب العنین میں ہے،

بانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا
 بطلبہا۔
 قاضی کی تفریق سے عورت بائنہ ہو جائے گی اگر
 مرد طلاق دینے سے انکار کرے یہ تفریق بیوی کے
 مطالبہ پر ہوگی۔ (ت)

(۵) قاصرہ نے بغور بلوغ اپنے نفس کو اختیار کیا نکاح سے نہ نکلی، شوہر کو اب بھی اس سے وطی
 حلال ہے، ایک مرتبہ گناہ دوسرا ترک کر پائیے مگر بعد مرفوعہ و تفریق قاضی عند اللہ حرام ہو جائے گی اور
 بے تجدید نکاح علت نہ رہے گی اب ایک مرتبہ گناہ دوسرے کو ترک نہ ملے گا۔ مبسوط پھر عالمگیری میں ہے،
 یحل للزوج ان یطأھا ما لم یفترق
 القاضی بینہما۔
 قاضی جب کئیوں میں تفریق نہ کرے خاوند کو وطی کرنا
 حلال ہوگا۔ (ت)
 رد المحتار میں ہے،

یتوارثان فی ہذا النکاح قبل ثبوت
 فسخہ۔
 اس نکاح کے فسخ ہونے سے قبل دونوں ایک دوسرے
 کے وارث بنیں گے۔ (ت)

۵۸۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الطلاق باب اللعان	رد المحتار
۲۵۳/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الطلاق باب العنین	۲۵۳/۱
۲۸۵-۸۶/۱	نورانی مکتبہ پشاور	بجوالہ المبسوط کتاب النکاح ابواب الرابع	۲۸۵-۸۶/۱
۲۰۴/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب النکاح باب الولی	۲۰۴/۲

(۶) اپنے حکم سے اختلافی مسئلہ کو اتفاق کر دینا ائمہ مجتہدین کا اختلاف اٹھا کر متفق کر لینا مثلاً مرد و عورت دونوں شافعی المذہب ہیں مرد نے پیش از نکاح حلت کیا کہ نتیجہ سے نکاح کروں تو نتیجہ پر طلاق، پھر نکاح کر لیا، زوجین کے مذہب میں طلاق نہ ہوئی کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عین مصافہ باطل ہے انھیں باہم قربت حلال ہے، بعدہ عورت نے دعویٰ کر دیا حکم حنفی المذہب نے صحت عین و وقوع طلاق و بینونت زن کا حکم کیا اب عند اللہ ان میں حرمت ثابت ہو گئی ایسی کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرمائیں گے کہ دونوں اجنبی و اجنبیہ ہیں بے نکاح جدید اسے ہاتھ لگانا ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے اور اگر زوجین حنفی ہوں نکاح ہوتے ہی عورت پر طلاق بائن ہو گئی لو وقوعہ قبل الخلوة (کیونکہ یہ طلاق قبل از دخول ہے۔) ان دونوں کے مذہب میں حرمت ثابت ہو گئی کہ اضافت عین ہمارے نزدیک صحیح ہے اب مثلاً عورت نے قاضی شافعی کے یہاں دعویٰ کر دیا قاضی نے بطلان عین و عدم طلاق کا حکم دیا اب عند اللہ ان میں حلت ثابت ہو گئی ایسی کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہی فرمائیں گے کہ یہ دونوں زوج و زوجہ ہیں یہاں تک کہ اس کے حکم سے پہلے جو وطی کر چکا تھا اب اس پر بھی حکم حلت ہو گیا۔ بحسب ارائی پھر رد المحتار میں ہے،

قال ان تزوجت فلا تہ فہی طالق ثلاث فتزوجها فخاصمتہ الی قاض شافعی و ادعت الطلاق فحکم بانہا امراتہ وان الطلاق لیس بشئ حل لہ ذلک ، و لو وطئها الزوج بعد النکاح قبل الفسخ ثم فسخ یكون الوطی حلالا اذا فسخ و اذا فسخ لا یحتاج الی تجدید العقد

اگر کسی نے کہا میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس کو تین طلاق ہیں، تو اب اس سے نکاح کیا تو عورت نے کسی شافعی قاضی کے ہاں طلاق کا دعویٰ کیا تو اس قاضی نے (اپنے مذہب پر) فیصلہ دیا کہ یہ اس کی بیوی ہے اور یہ طلاق کچھ نہیں تو ایسی صورت میں وہ عورت خاوند کے لئے حلال ہوگی اور اگر خاوند نے اس عورت سے فسخ سے قبل

وطی کر لی تو حلال ہوگی اور جب عین و تعلیق فسخ ہو گئی تو اب تجدید نکاح کی حاجت نہیں۔ (د ت)
وجہ یہ کہ قضائے شرعی نے کہ حقیقہ حکم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے سلطان و قاضی حضور کے نائب و حکم رسا ہیں اختلاف مجتہدین کو اٹھا دیا اور ہر امام و مجتہد پر اس واقعہ میں اسی کو حکم الہی جاننا لازم ہو گیا۔

(۷) قاصر وقاصرہ جن کے لئے کوئی ولی نہیں اپنی ولایت یعنی ولی مطلق النسبی اولی بالمومنین من انفسہم (نبی مومنوں کی جانوں سے زیادہ ترولی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ت) کی نیابت سے ان میں نکاح کر کے تمام دینی احکام مثلاً قربت کی علت کہ پہلے حرام تھی نفقہ کا وجوب کہ پہلے لازم نہ تھا وراثت کا اثبات کہ پہلے ثابت نہ تھی عند اللہ موجود و متحقق کر دینا وقد تقدم نقلہ (اس کی نقل گزر چکی ہے۔ ت)

(۸) زید نے اپنی ملک خاص بحالت صحت نفس و ثبات عقل وقف صحیح شرعی کی اور متولی شرعی مقرر کر کے اس کے قبضہ میں دے دی تمام مفتی بہ مذاہب پر وقف صحیح و لازم ہو گیا اور زید کا اس میں کوئی حق ملک نہ رہا اس کے بعد وارثوں نے دعویٰ کیا یا خود زید ہی نے درخواست فسخ دی اور حاکم نے اس کے فسخ کا حکم دیا بشرطیکہ وقف پر رجسٹری نہ ہو چکی تھی اور قاضی مذہب مفتی بہ پر قضا سے مقید نہ تھا جس طرح قضاۃ زمانہ مقید ہیں بلکہ خود امام مجتہد تھا جواب صد ہا سال سے کوئی نہیں یا سلطان نے اسے مذہب خاص امام اعظم پر قضا کے لئے مقرر کیا تھا اگرچہ فتویٰ اس کے خلاف پر ہوا یا اسے مذہب امام پر مطلقاً قضا یا خلاف میں جسے چاہے اختیار کی اجازت دی تھی جو اس زمانہ میں نہیں تو ان شرائط کے ساتھ ایسے قاضی کے حکم سے اس وقف بے رجسٹری کا زائل اور ملک زائل کا عند اللہ حاصل ہو جانا۔ درمختار میں ہے :

<p>اگر قاضی نے بے رجسٹری وقف کو اس کے وارث کے لئے فروخت کی اجازت دے دی اور فروخت کر دیا تو یہ بیع صحیح ہوگی اور قاضی کا یہ حکم اس وقف بے رجسٹری کو باطل کرنا قرار پائے گا حتیٰ کہ واقف نے خود اس کو یا اس کے بعض کو فروخت کر دیا یا پہلے وقف سے رجوع کر کے کسی دوسرے عنوان سے دوبارہ وقف کر دیا اور قاضی نے دوسرے عنوان کے وقف کو پہلے وقف سے قبل لازم کر دیا تو دوسرے وقف کا حکم صحیح ہوگا کیونکہ قاضی کا یہ حکم محل اجتہاد میں واقع ہوا ہے جیسا کہ مصنف نے</p>	<p>اطلق القاضی بیع الوقف غیر المسجل لوارث الوقف فباع صحیحاً وکانت حکماً ببطلان الوقف لعدم تسجیلہ حتی لو باعہ الواقف او بعضہ اور جع عنہ ووقفہ لجهة اخرى وحکم بالشانی قبل الحکم بلزوم الاول صم الشانی لوقوعہ فی محل الاجتہاد کما حققہ المصنف وافق بہ تبع الشیخہ و قاصر المہدایۃ والملا</p>
--	--

ابی السعد و لكن حملہ فی النہر علی القاضی
المجتہد اھ و کتبت علیہ ما نصہ اقول
و کذا لک القاضی المقلد المقلد لیقضی
بمذہب ابی حنیفہ مطلقاً و کذا الماذون
لہ ان یقضی بہ مطلقاً او بما شاء فی
الخلافیات و هذا ظاہر جہد الانعدام
المانع و هو کونہ معزولاً بالنسبۃ الی
القول الضعیف ۱

فیصلہ دے، ان کا فیصلہ بھی ایسا ہی نافذ ہوگا، یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ قاضی کے معزول ہونے والا
ضعیف قول بھی یہاں نہیں ہے جو مانع بنے۔ (ت)
ردالمحتار میں ہے،

یوقضی الحنفی بصحۃ بیعہ فحکمہ
باطل لانہ لا یصح الا بالصحیح المقتی بہ
فہو معزول بالنسبۃ الی القول الضعیف
و ما افتی بہ قارئ الہدایۃ من صحۃ الحکم
ببیعہ قبل الحکم بوقفہ فمحمول علی
ان القاضی مجتہد ۲

حلی علی الدر پھر ابن عابدین میں ہے،
ومثل القاضی المجتہد من
قلد مجتہد ایراکا اھ اقول

اس کی تحقیق فرمائی اور اس پر اپنے شیخ کی اتباع
اور قاری الہدایہ اور ملا مسکین کی اتباع میں فتویٰ دیا
لیکن شہر میں اس کو انھوں نے مجتہد قاضی کی رائے
پر محمول کیا اھ۔ میں نے اس پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت
یہ ہے، میں کہتا ہوں کہ کسی با اختیار قاضی کا مقرر کردہ
مقلد قاضی کہ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے
مذہب پر مطلقاً فیصلہ دے اور وہ قاضی جس کو
مطلقاً اجازت ہے کہ خلافیات میں اپنی صوابدید پر
فیصلہ دے، یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ قاضی کے معزول ہونے والا

اگر حنفی قاضی نے اس وقت کی بیع کی صحت کا حکم
دیا تو اس کا حکم باطل ہوگا کیونکہ اس کے حکم کی
صحت صرف صحیح مفتی بہ قول پر ہوگی، تو یہ قاضی ایک
ضعیف قول کی بنا پر معزول قرار پائے گا اور جو
قاری الہدایہ نے وقف کے حکم نامہ سے قبل بیع
کے حکم کی صحت پر فتویٰ دیا ہے تو وہ اس بات پر
محمول ہے کہ وہ قاضی مجتہد ہو۔ (ت)

مجتہد قاضی کی طرح ہے وہ قاضی جس کو اپنی رائے
میں کوشاں کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اھ اقول

۳۸۵/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الوقف	۱۔ در مختار
			۲۔ جہد المختار علی رد المختار
۳۹۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الوقف	۳۔ وکھ رد المختار

ای اذالمیکن مقہد بالقضاء بالمفتی بہ فی المذہب
الحنفی کقضاء غیر ماننا و هو ظاہر والا کان رجوعاً الی
ما وقع الضرر عنہ فانہ اذالم یصح القضاء بالمرجوح
کیف یصح بتقلید مذہب آخر فرجہ حاصلہ الخ ما
کتبت و یا اللہ التوفیق۔

(۹) بعض حجرتوں خود حکم شرع ثابت ہیں جیسے مجنون اور ناشیہ پتے کا ہر تصرف قولی اور معتمدہ وصبی عاقل
کا دائرہ بین النفع والضرر سے مجور ہونا کہ وہ اس کی اہلیت ہی نہیں رکھتے اور بعض وہ ہیں کہ حکم حاکم ثابت
ہوتے ہیں جیسے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ید یون کو بوجہ دین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
کے قول صحیح مفتی برہ پر سفیہ کو بوجہ سفہ ممنوع التصرف کر دینا یہ حجر بحکم حاکم بھی تنفیذ کی طرح دو قسم ہے :
اول حسی کہ ایک آدمی ایک فعل سے حکماً باز رکھا جائے بغیر اس کے کہ کوئی معنی جدید شرعی
حادث ہو۔

دوم شرعی کہ اس کے سبب تصرف کا حکم شرعی مسدود ہو جائے، انسان کی اہلیت کہ عطاء
رب العزت ہے باطل و بے اثر ہو کر بہائم سے ملتی ہو جائے۔
اول نتیجہ ولایت قسم اول کا ہے اور دوم علی الاختلاف ولایت قسم دوم کا۔ اس دوم کی ولایت
شرعیہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تو اصلاً سلطان اسلام کو بھی نہیں۔ ہدایہ میں
اسی کو ترجیح دی کہ فرماتے ہیں :

قال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لا یحجر علی المحر العاقل البالغ السفیہ
وتصرفہ فی مالہ جائز وان کان
مبذراً مفسدا یتلف مالہ ،
وقال ابو یوسف و محمد رحمہما
اللہ تعالیٰ یحجر علی السفیہ
و یمنع من التصرف فی
مالہ لابی حنیفہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان فی سلب ولایتہ اھدار

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ
محر عاقل بالغ بیوقوف کو مجبور (یعنی تصرفات سے
روکنا) جائز نہیں ہے اور اس کا اپنے مال میں
تصرف کرنا جائز ہے اگرچہ وہ فضول خرچی اور فاسد
کرتے ہوئے مال کو تلف کر دے اور امام ابو یوسف
اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا السفیہ بیوقوف
کو مجبور قرار دینا اور مال میں تصرف کرنے سے روکنا
جائز ہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل یہ ہے
کہ اس کی ولایت کو ختم کرنا، اس کی آدمیت کو

آدمیتہ والحقہ بالہائہم وهو اشد
ضراً من التبذیر فلا يتحمل الاعلى
لبدفع الادنى اھ مختصراً وقد قدم قول
الامام واخر دليله واجاب عن دليلهما
وكذلك فعل في الحجر بسبب الدين -
کی دلیل کو آخر میں لاکر صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب دیا اور مصنف نے دین کے سبب مجبوری کے عمل میں بھی یہی طریقہ اختیار فرمایا۔ (ت)

اور صاحبین رحمہما اللہ کے طور پر بھی بہت مواقع میں سلطان اسلام کا حجر بھی صرف حسی ہوتا ہے
نہ کہ شرعی، مثلاً مفتی ماجن وطیب جاہل و مکاری مفلس پر حجر کہ حکم سلطان بھی صرف صورت ہوگا شرعاً
ان کے تصرفات صحیحہ باطل ہو جائیں گے۔ درمختار میں ہے:

لا يحجر علي حر مكلف بسفد و فسق و دين
وغفلة بل يمنع مفت ماجن يعلم الحيل
الباطلة كتعليم الرادة للبين
من وجها واد تسقط عنها الزكاة وطبيب
جاهل و مكار مفلس
حر مکلف کو بیوقوفی، فسق، دین اور غفلت کی
وجہ سے مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ ماجن مفتی جو لوگوں کو
باطل چاہے سکے، یا ہوشیار بیوی کو خاوند سے علیحدگی
اختیار کرنے کے لئے مرتد ہونے اور اس سے
زکوٰۃ ساقط کی تعلیم دینا، نیز جاہل طبیب اور مکار
مفلس کو روک دیا جائیگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله بل يمنع اشار به الى انه ليس المراد
به حقيقة الحجر وهو المنع الشرعي
الذي يمنع نفوذ التصرف
لان المفتي لو افق بعد
الحجر و اصاب حبان
ما تن کا قول "بلکہ منع کیا جائے گا" اس بات کی
طرف اشارہ ہے کہ یہ مانعت حقیقی پابندی نہیں
بلکہ اس سے مراد شرعی مانعت ہے جو تصرف
کے نفاذ کو روکتی ہے کیونکہ اگر وہ مفتی مجبور والی
کارروائی کے بعد فتویٰ درست دے تو جائز ہے

و کذا الطیب لباع الادویة نفذ قدل
ان المراد المنع الحسی کما فی الدرر عن
البدائع
اور یونہی وہ طیب اگر وہ فروخت کرے تو یہ کاروائی
نافذ ہوگی تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ منع محض حسی کاروائی
ہے جیسا کہ درمیں بدائع سے نقل کیا گیا ہے (ت)
اسی قبیل سے ہے سلطان کا ایام گرائی میں یا فوج کے لئے اشیاء کا بھاؤ کاٹ دینا کہ اگر بائع
برضا سے مشتری زیادہ کو پہنچے شرعاً جائز و نافذ رہے گا آخرت میں مستحق عذاب نہ ہوگا اگرچہ دنیا میں سلطان
اسے سزا دے اور اگر اس سلطان مقرر کردہ بھاؤ پر محض بخوف سلطان بیچے تو وہ شے مشتری کیلئے عند اللہ
حلال نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے،

لا یسعر حاکم لقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم لا تسعروا فان اللہ هو المسعر
القابض الباسط الرازق الا اذا تعدی
الامر باب عن القيمة تعدیا فاحشا فیعسر بشرة
اهل الراى وفى الاختیار شتم اذا سعر و
خاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل
للمشتري ان یدعی اذا باع للخوف کما عبر
الفهستانی فسطط نظر الشامی و تحقیقه
فی جد الممتار۔
حاکم بھاؤ مقرر نہ کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا فرمان ہے بھاؤ مقرر نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ
ہی بھاؤ بنانے والا ہے وہی تنگی دہی وسعت
وہی رزق دینے والا ہے، مگر جب تجارت قیمت میں
فحش گرائی کریں تو پھر حاکم اہل الرائے سے مشورہ
کے بعد بھاؤ مقرر کرے تو جائز ہے، اور اختیار میں ہے
پھر جب حاکم بھاؤ مقرر کر دے اور بائع کو حاکم
کی سزا کا خوف ہو اگر اس نے مال کم بھاؤ پر دیا تو مشتری
کو اس بھاؤ خریدنا جائز نہیں اور یعنی جب بائع

محض خوف کی وجہ سے (بغیر رضا) فروخت کرے تو مشتری کو جائز نہیں جیسا کہ قہستانی نے یہ تعبیر
کی ہے، تو اب علامہ شامی کا اعتبار ساقط ہو گیا اور اس کی تحقیق حد الممتار میں ہے (ت)

(۱۰) بے اذن و رضا سے دیون اس کی جائداد زبردستی میں نیلام کر دینا ضرور حاکم سلطنت
موجود ہو جائے گا، کلام اس میں ہے کہ شرعاً بھی وہ بیع صحیح و نافذ اور شعی بیع مشتری کے لئے عند اللہ
حلال ہو جائے گی اس پر خواہ اس کے ورثہ پر کہ اس کے بعد اسے اپنی ملک صحیح شرعی جانیں آخرت میں
کچھ مواخذہ نہ ہو گا یہ مختلف فیدہ ہے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اسے سلطان اسلام کیلئے بھی

جائز نہیں مانتے، ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی اور اس پر دلیل قاطعہ ارشاد کی، فرماتے ہیں،

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا احجر فی الدین لان فی الحجر اهدار اہلینہ فلا یجوز لدفع ضرر خاص فان کان لہ مال لم یتصرف فیہ المحاکم لانہ تجارۃ لاعن تواض فیکون باطلا بالنص، وقالا اذا طلب غر ماء المفلس، حجر القاضی علیہ وباع مالہ ان امتنع من بیعہ، قلنا المستحق قضاء الدین والبیع لیس بطریق متعین لذلك کیف وان صح البیع کان الحبس اضرا بہما بتأخیر حق الدائن وتعذیب المدیون فلا یكون مشروعاً اھ مختصراً۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں دین میں کسی کو مجبور نہ کروں گا کیونکہ حجر میں آدمی کی اہلیت معطل ہوتی ہے لہذا کسی ضرر خاص کو ختم کرنے کے لئے اہلیت کو ختم کرنا جائز نہیں ہے اگر ایسے شخص کا مال ہو تو حاکم اس میں تصرف نہ کرے کیونکہ یہ اس کی رضا کے بغیر تجارت قرار پائیگی جو ناجائز اور بذریعہ نص باطل ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر مطالبہ والے حضرات قاضی سے مطالبہ کریں کہ اس پر حجر (مالی تصرف میں پابندی) لگا دے اور اس کے مال کو جبراً فروخت کرے تو قاضی ایسا کرے، ہم امام صاحب رحمہما اللہ کی طرف سے کہتے ہیں مطالبہ والوں کا حق صرف دین کی ادائیگی ہے اور مطلوب کے مال کو فروخت کرنا یہ واحد طریقہ نہیں ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اگر اس کے مال کی فروخت جائز ہو تو اس کو قید کرنا دواہر ضرر ہوگا، ایک حق والوں کے حق میں تاخیر اور دوسرا مدیون کو سزا دینا، تو یہ ناجائز ہے اھ مختصراً (ت) غنایہ میں ہے :

لکنہ (ای الحبس) مشروع بالاجماع فلم یصح البیع۔

لیکن یعنی قید کرنا بالاجماع مشروع ہے تو مال کا فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔ (ت)

صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے مفتی بر قول پر کہ بشرائط اجازت ہے صریح احداث حکم جدید شرعی و تبدیلی توقف بنفاذ و حرمت بجلت کی حاجت ہے۔ یہ دس مثالیں مقدمات قسم دوم کی ہیں ان میں تنفیذ بمعنی دوم درکار ہے اور نیا حکم شرعی کہ اب تک حاصل نہ تھا حاصل کرنے کی ضرورت ہے تو اس کے

عند اللہ صحیح و مقبول اور آخرت میں بکار آمد ہونے کے لئے ولایت قسم اول کافی نہیں بلکہ قطعاً ولایت قسم دوم کی حاجت ہے اور وہ بھی باختلاف صورت مختلف کہ ہر امر محتاج ولایت شرعیہ میں ہر ولی شرعی حتیٰ کہ سلطان اسلام کے احکام سے بھی حکم موجود شرعی نہیں بدلتا نہ حکم جدید شرعی حادث ہو جس کے نظام بیان ہوئے، تو قسم دوم میں مطلقاً والیان ملک مراد لینا درکنار مطلقاً والیان شرع بھی مراد نہیں بلکہ خصوصی مواضع میں شرع مطہر سے ثابت ہونا درکنار کہ شرع نے اس امر میں فلال کو حکم جدید شرعی پسیدہ کرنے کا اختیار بخشا ہے بغیر اس کے شریعت پر اجتراً اور وہ پہلی توسیع قطعاً شرع مطہر پر افتراس ہے۔ والیہا ذب اللہ تعالیٰ۔

تسلیم یہ : ان تمام تقریرات و مسائل سے روشن ہو گیا کہ کسی امر میں کسی کے لئے ولایت شرعیہ ہونا ہم مسلمانوں کا ایک دینی مذہبی مسئلہ ہے جو خاص لحاظ سے شرع پر مبنی ہے کہیں ہر فقیر مغضس کے لئے ہے اور کہیں سلطان اسلام کو بھی نہیں تو اس کے انکار کو انکار سلطنت سے کوئی علاقہ نہیں، آخر نہ دیکھا کہ صد ہا جگہ حکم شریعت نے خود سلطان اسلام بلکہ خلیفۃ المسلمین کے لئے بھی ولایت شرعیہ نہ مانی اس سے ان کے سلطان بادشاہ و حاکم وقت و والی ملک ہونے کا انکار نہ ہوا کمالاً یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) و باللہ التوفیق۔

مقدمہ ششم : جس طرح بعض حجر محتاج حکم حاکم ہیں پھر حکم سے کبھی حجر حسی حاصل ہوتا ہے کبھی شرعی جس کا بیان گذرا، یوں ہی تقلید قضا کہ فک حجر ہے دست نگر حکم والی ہے اور اس میں بھی تقسیم حسی و شرعی یا دنیوی و دینی ہے قضاے دنیوی کے لئے تو صرف منجانب والی تقریر بس ہے اگرچہ نہ وہ والی مسلم ہو نہ یہ موتی، کہ جس ملک میں جس مذہب و ملت کے احکام جسے حاکم مقرر کریں گے ضرور وہ حکم پر قادر اور اس کا حکم وہاں نافذ، اور وہاں کی رعایا پر بحکم والیان ملک لازم القبول ہو گا، یہ وہی ولایت قسم اول ہے اور تمام مقدمات قسم اول کے لئے کافی و وافی ہے لیکن قضاے دینی شرعی کہ ولایت قسم دوم ہے اور مقدمات قسم دوم یعنی مسلمان کے حق میں احداث حکم جدید شرعی نافع آخرت کیلئے درکار ہے اس کے لئے جس طرح موتی یا مقلد بالفتح یعنی اس قاضی کا مسلم ہونا شرع مطہر نے لازم مانا جس کا روشن ثبوت گذرا، یونہی موتی یا مقلد بالکسر یعنی وہ والی شہر حاکم ذی اختیار صاحب فوج و خزانہ جس کے حکم کی طرف اس کا نصب و عزل منتهی ہو اس کا اسلام بھی لازم ہے کہ قضا و ولایت مستقلہ نہیں بلکہ ولایت مقلد سے مستفاد، اور عدم مفید وجود نہیں ہو سکتا۔ فتح القدر میں ہے : اذ السم یکن سلطات ولا من یجوز التقلد منه کما فی بعض بلاد جب کوئی سلطان ہو اور نہ ہی کوئی ایسا حاکم جس کی طرف سے قاضی کی تقرری ہو سکے جیسا کہ

مسلمانوں کے وہ علاقے جہاں کفار نے غلبہ پایا ہے تو وہاں کے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے کسی ایک پر اتفاق کر کے اس کو والی قرار دیں تو وہ کسی کو قاضی مقرر کر دے اور وہ لوگوں میں فیصلے کرے اور یونہی وہ مسلمان کسی کو جمعہ کا امام مقرر کریں جو جمعہ کی نماز پڑھائے۔ (ت)

المسلمین غلب علیہم الکفار ینجب علیہم ان یتفقوا علی واحد منهم ینجعلونه والیا فیولی قاضیا ویكون هو الذی یقضی بینہم وکذا ینصبوا الہم اماما یصلی بہم الجمعة۔

جامع الفصولین میں ہے :

ہر ایسا شہر جس میں کفار کی طرف سے کوئی مسلمان والی مقرر ہوا اس شہر میں جمعہ وعیدین کا قیام، خراج وصول کرنا، قاضی کی تقرری اور تنظیم کیوں کا نکاح جائز ہوگا کیونکہ اس طرح مسلمانوں کا ان پر غلبہ ثابت ہے اور لیکن وہ علاقے جہاں کفار ہی والی ہوں وہاں مسلمانوں کی رضامندی سے مقرر شدہ قاضی ہی با اختیار قاضی ہوگا تو وہاں مسلمانوں کو جمعہ وعیدین کا قیام جائز ہوگا اور مسلم والی کے لئے جدوجہد پر واجب ہوگی۔ (ت)

کل مصرفیہ وال مسلم من جمعة الکفار تجوز فیہ اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیہم، وامافی بلاد علیہا ولایة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم طلب وال مسلم۔

در مختار میں ہے :

اگر غلبہ کفار کی بنا پر مسلمان والی مفقود ہو تو مسلمانوں پر اپنے طور کسی قاضی اور جمعہ وعیدین کے امام کا تقرر واجب ہوگا، فتح (ت) بعینہ اسی طرح معراج الدرایہ و تاج خانہ و رد المحتار وغیرہ میں ہے کہ ان کی عبارات

لوفقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعة، فتح۔

۱ فتح القدر	کتاب ادب القاضی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکمر	۳۶۵/۶
۲ جامع الفصولین	الفصل الاول	اسلامی کتب خانہ کراچی	۱۴/۱
۳ در مختار	کتاب القضاء	مطبع مجتبیٰ دہلی	۴۳/۲

بعونہ تعالیٰ عنقریب آتی ہیں، نہر الفائق میں عبارت فتح القدر نقل کر کے فرمایا :
 هذا هو الذي تطمئن النفس اليه فاليستمد
 یہی وجہ ہے جس پر نفس مطمئن ہوتا ہے تو اس پر اعتماد
 چاہئے۔ (ت)

ابن عابدین نے اسے نقل کر کے فرمایا :
 الاشارة بقوله هذا الى ما افاده كلام الفتح
 اس کے قول "هذا" سے فتح کے کلام سے جو
 من عدم صحة تعلد القضاء من كافر
 فائدہ حاصل ہوا کہ کافر کی طرف سے قاضی کی
 تقرری صحیح نہیں ہے کی طرف اشارہ ہے (ت)
 اور یہ خود نص محرر المذنب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الاصل میں ہے کما سیاقی ان شاء اللہ
 تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا۔ ت) یہ تمام نصوص صریحہ و اضحیٰ قطع ہیں کہ قضائے
 شرعی بمعنی مذکور کے لئے مولیٰ و مولیٰ دونوں کا اسلام ضرور ہے اقول وبالله التوفیق (میں کہتا ہوں اور
 توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) ہاں اس کے لئے بادشاہ ملک کا مسلمان ہونا ضرور نہیں جیسے شاہ نامسلم
 کے زیر حکم کوئی اسلامی ریاست کا والی جس کی مسند نشینی بحکم و منظوری بادشاہ نامسلم ہوتی ہو کسی مسلمان کو اپنی
 رعایا پر عہدہ قضا دے قاضی شرعی ہو جائے گا اگرچہ بالواسطہ اس کی تصاب بادشاہ نامسلم کی طرف مستند
 ہوئی کہ اسے والی شہر نواب مسلمان نے مقرر کیا اور وہ نواب بادشاہ نامسلم کا مقرر کیا ہوا ہے اور مقلد
 مقلد مقلد ہے بلکہ وہ نواب مسلمان والی شہر صاحب فرج و خزانہ خود ایک اعلیٰ درجہ کا قاضی ہے۔
 درمختار میں ہے :

ثم الوالی بالطریق الاولیٰ
 پھر والی بطریق اولیٰ۔ (ت)

شامی میں ہے :

ای ثبوت الولاية للوالی ادلی لان القاضی
 یعنی والی کے لئے ثبوت ولایت بطریق اولیٰ ہوگی
 لیستدھا منه
 کیونکہ قاضی اس سے تقرر پاتا ہے (ت)

۳۰۸/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	رد المحتار بحوالہ النہر
۳۰۸/۴	" " "	"	"
۲۰۳/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الماذون	رد المحتار
۱۱۱/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	رد المحتار

اور پر ظاہر کہ اس کا تقرر بلا واسطہ منظور بادشاہ نامسلم ہوا تو نظر بہ استفادہ و سبب و قضا
تعلقہ قضا من سلطان غیر مسلم کہہ سکتے ہیں اگرچہ یہاں حقیقت امر یہ ہے کہ ولایت نواب والی ملک اپنی ولایت
عرفیہ یعنی غلبہ و استیلا سے مستفاد ہے کہ شرع مظہر نے والی مسلم کے لئے صرف اسے بھی سبب حصول
ولایت معتبرہ عند الشرع مانا ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے :

السلطان يصير سلطانا بامرین بالمبايعة
معه من الاشراف والاعيان وبان ينفذ
حكمه على سعيته خوفا من قهره
فان بويع ولم ينفذ فيهم حكمه لعجزه
عن قهرهم لا يصير سلطانا فاذا صار
سلطانا بالمبايعة فجاءت ان كان له
قهر وغلبة لا ينعزل له

سلطان کی تقرری دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے
ایک اشراف اور اعیان حکومت کی بیعت، اور
دوسرا رعیت پر اس کے دبدبے کی بنا پر اس کے
حکم کا نافذ ہونا، تو اس کی بیعت ہوئی لیکن
رعیت پر دبدبہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا
حکم نافذ نہ ہو سکا تو سلطان نہ بن سکے گا تو جب
سلطان بن گیا اور اپنے دبدبے اور غلبہ کی بنا
پر ظلم کیا تو معزول نہ قرار پائے گا۔ (ت)

فصول عمادیہ پھر ہندیہ میں ہے :

ذكر في الفتاوى ايضا تجوز صلوة الجمعة
خلف التغلب الذي لا منشور له من الخليفة
اذا كانت سيرته في سعيته سيرة الامراء بحكم
فيما بين رعيتته بحكم الولاية لان
بهذا تثبت السلطنة فيتحقق الشرط.

فتاویٰ میں بھی مذکور کہ ایسے سلطان کی اقتدائیں مجوز ہوں گی جو خود
غلبہ پا کر خلیفہ کی منظوری کے بغیر اقتدار پر فائز
ہو گیا بشرطیکہ رعیت میں امراء کی سی سیرت قائم
کر چکا ہو وہ اپنی ولایت کی بنا پر رعیت میں حکم
نافذ کر چکا ہو کیونکہ اس سے سلطنت قائم ہو گئی
تو شرط محقق ہو گئی۔ (ت)

خلاصہ پھر بحر الرائق پھر طحاوی پھر ابن عابدین میں ہے :

التغلب الذي لا عهد له اي لا منشور
له ان كان سيرته فيما بين الرعية

خلیفہ کی منظوری کے بغیر غلبہ پانے والے نے
رعیت میں امراء کی سی سیرت قائم کر لی اور اپنی

سيرة الامراء ويحكم بينهم بحكم الولاة تجوز
ولایت کی بنا پر حکم تسلیم کروا چکا ہو اس کی موجودگی
الجمعة بحضورته ۱۰
میں جمعہ قائم ہو سکے گا۔ (ت)

غایت یہ کہ اس کی ولایت عرفیہ طریقہ شرعیہ سے مستفاد یعنی حکم امیر المؤمنین نہیں تو یہ ایک
نواب کیا آج صد ہا سال سے تمام رُوئے زمین کے سلاطین اسلام ایسے ہی ہیں اپنے استیلا ہی
کے باعث سلطان اسلام ہیں وہ اسے بھی حاصل اور منظوری بادشاہ اس کی معین ہے نہ کہ محل رہا بوجہ
منظوری سبب اس کی قضاء کو تقلید بادشاہ غیر مسلم کی طرف منسوب کر سکتے ہیں یہی دونوں صورتیں عبارت
مسکین ۱

يجوز تقلد القضاء من السلطان العادل
والجائز سواء كان كافرا او مسلما
كذا في الاصل ۱۰
اور عبارت ہندیہ ۱
قضاء کی تقرری سلطان عادل خواہ ظالم سے
ہوگی اس کا مسلمان ہونا اور کافر ہونا برابر ہے
اصل (مبسوط) میں یونہی ہے (ت)

ذكر في الملتقط والا سلام ليس بشرط
فيه اي في السلطان الذي يقلد كذا
في التاتارخانية ۱۰
ملقط میں ذکر کیا کہ سلطان میں اسلام شرط
نہیں ہے یعنی جو سلطان قاضی کی تقرری کرے۔
تاتارخانیہ میں یونہی ہے (ت)

میں مراد ہیں اور اس پر دلیل قاطعہ یہ کہ مسکین نے اسے اصل سے نقل کیا، اصل مبسوط امام محمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا نام ہے، مبسوط کی عبارت یہ ہے جو رد المحتار کتاب الصلوة میں بحوالہ معراج الدرایہ منقول
البلاد التي في ايدي الكفار بلاد الاسلام
لا بلاد الحرب لانهم لم يظهروا
فيها حكم الكفر بل القضاة و
الولاة مسلمون يطيعونهم عن
ضرورة او بدونها وكل مصرفيه وال
وہ بلاد جو کفار کے قبضے میں آئے ہیں وہ بلاد
اسلام ہیں بلاد کفر نہیں ہیں کیونکہ کافر وہاں
کفر کے احکام کو مسلط نہیں کر پائے بلکہ وہاں قاضی اور
والی حضرات مسلمان ہیں وہ ایک ضرورت کے تحت یا
ضرورت کے بغیر کفار کے ماتحت ہیں، وہ شہر جس میں

رد المحتار کتاب الصلوة باب الجمعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۸-۵۳۷
شرح الکفر للمسکین علی ہامش فتح المعین کتاب القضاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۶
فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القاضی الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/ ۳۰۷

من جہتہم یجوزلہ اقامۃ الجمع و
الاعیاد والحد وتقلید القضاء لاستیلاء
المسلم علیہم فلو الولاۃ کفاراً یجوز
للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی
قاضیاً بتراضی المسلمین و یرجب علیہم ان
یلتمسوا الایا مسلمائے

کفار کی طرف سے مقرر کردہ والی ہو تو جمعہ، عیدین اور
حد کا قیام اور قاضیوں کا تقرر اسے جائز ہے کیونکہ
مسلمانوں کا کفار پر غلبہ ہے، تو اگر والی کفار ہوں
تو مسلمانوں کو جمعہ کا قیام جائز ہوگا اور مسلمانوں
کی رضا مندی سے قاضی ہو تو وہ با اختیار قاضی
ہوگا اور مسلمانوں پر مسلمان والی کے لئے کوشش
لازم ہے۔ (ت)

اور ہندیہ نے اسے تاتارخانیہ سے نقل کیا، تاتارخانیہ کی پوری عبارت یہ ہے جو رد المحتار کتاب القضاء
میں منقول ہے :

الاسلام لیس بشرط فیہ ای فی السلطان
الذی یقلد و بلاد الاسلام الی
فی ایدی الکفرۃ لا شک انہا
بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانہم
لم یظہروا فیہا حکم الکفر، والقضاۃ
مسلمون والملوک الذین یطیعونہم
عن ضرورۃ مسلمون ولو کانت عن
غیر ضرورۃ منہم ففساق وکل مصر فیہ
وال من جہتہم تجوز فیہ اقامۃ
الجمع والاعیاد واخذ الخراج و
تقلید القضاء وترویج الایام
لاستیلاء المسلم علیہ، واما بلاد
علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین
اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی

اسلام اس میں شرط نہیں یعنی اس سلطان میں
جو قاضی کی تقرری کرتا ہے اور جو مسلمانوں کے
علاقے کفار کے قبضے میں ہیں بیشک وہ بلاد اسلام
ہیں نہ کہ بلاد حرب، کیونکہ کفار وہاں احکام کفر
غالب نہیں کر پائے جبکہ وہاں قاضی مسلمان ہیں
اور وہاں کے ملوک اگر کفار کے ماتحت ضرورت کی
وجہ سے ہیں تو وہ مسلمان ہیں اور اگر بغیر ضرورت
ماتحت بنے ہوئے ہیں تو وہ فاسق ہیں اور وہ تمام
شہر جن میں کفار کی طرف سے مسلمان والی مقرر ہیں
وہاں جمعہ وعیدین کا قیام اور خراج کی وصولی اور
قاضیوں کا تقرر اور عقیقہ بچوں کا نکاح جائز ہے
کیونکہ یہاں مسلمان کو ولایت حاصل ہے لیکن وہ
بلاد جہاں کفار والی ہوں تو وہاں مسلمانوں کو جمعہ و
عیدین کا قیام جائز ہے اور وہاں مسلمانوں کی

قاضیا بتراضی المسلمین فیجب علیہم
ان یلتمسوا والیا مسلما منہم لہ

باہمی رضامندی سے مقرر شدہ قاضی کا اختیار

قاضی ہو جائے گا تو مسلمانوں کو لازم ہوگا کہ وہ
کوئی ایسا مسلمان والی بنانے کیلئے کوشاں رہیں۔ (ت)
ان نفیس و جلیل عبارات نے صاف صاف ایسے شہروں کی تین قسمیں فرمائیں: ایک وہ ملک جس میں
بادشاہ مسلمان ہے مگر نا مسلمان حکومت کے زیر اثر ہو گیا ہے جیسے آج کل بخارا شریف۔ اس کا بیان
کتاب الاصل میں اوبد و نہا اور تانا خانہ میں "فساد تک" ہے۔ دوسرے وہ کہ ریاست
با اختیار صاحب فوج و خزانہ اسلامی ہے اور بادشاہ غیر مسلم، اس کا بیان دونوں عبارتوں میں "وکل مصو"
سے لاستیلاء المسلم علیہم تک ہے۔ تیسرے وہ کہ ان پر والی بھی مسلمان نہیں عام ازیں کہ بادشاہ نا مسلم
نے نہا اپنا قبضہ رکھا ہو یا کوئی غیر اسلامی ریاست قبول کی ہو، جیسے رجاڑے۔ اس کا بیان دونوں عبارات
کے بقیہ میں ہے جواز تقلید قضا کے شرعی دو صورت پیش سے خاص فرمایا، اور رسوم میں بعینہ وہی جو فتح القدر
و جامع الفضولین سے گزرا، اثر دیکھا کہ اب قضا کے شرعی تراضی مسلمین پر رہے گی اب بھی اگر تقلید قضا
شرعی صحیح ہو تو اس تخصیص اور اس تقریر حکم کے کیا معنی تھے اور عبارت امام محقق علی الاطلاق نے تو اس
مقاصد صریح کو اور بھی اوضح و اصرح فرما دیا کہ:

اذا لم یکن من یجوز التقلید منہ الخ۔ جب کوئی ایسا نہ ہو جس کی طرف سے قاضی کی تقریر
ہو سکے الخ (ت)

توروشن ہوا کہ نا مسلم سے تقلید قضا شرعی انہیں دو صورت و وساطت مولیٰ مسلم میں ہے کہ پہلی صورت میں
بادشاہ مسلم اور دوسری میں نواب مسلم ہے، صورت سوم میں یہ حکم ہرگز نہ رکھا اور صراحتہً اس کا عدم جواز
ظاہر فرما دیا تو مسکین و ہندیکہ انہیں اصل و تانا خانہ کا حوالہ دے رہے ہیں قطعاً ان کی یہی مراد لازم و نہ
حوالہ باطل اور نقل خلاف اصل ہو جائے گی، ہاں ان دونوں کے اختصار شدید نے اثرات وہم کی جس کے
سبب بحر الرائق نے قول مسکین نقل کر کے عبارت مذکورہ فتح القدر و جامع الفضولین سے اس کا رد
فرمایا کہ:

فی فتح القدر ما یخالفہ (واثر ما اسلفنا فتح القدر میں وہ ہے جو اسکے مخالف ہے (اور جو ہم نے

ثم قال، ویؤیدہ ما فی جمیع الفصولین (ونقل ما قد منا)۔
 پہلے بیان کیا اسکو نقل کیا پھر کہا جامع الفصولین کا
 بیان اس کی تائید کرتا ہے اور ہمارے پہلے بیان

کو نقل کیا، (ت)

یوں ہی درمختار نے قول مسکین ذکر کر کے کلام فتح سے اس کا تعقب کیا اور نہر الفائق نے کلام فتح نقل فرما کر
 اسی پر اعتماد لازم بتایا، یہ سب کچھ کلام مسکین میں حوالہ کتاب الاصل دیکھنے پر ہوا جو محرر المذہب رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کی کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اس درجہ قوت عظیمہ کے تخیل پر بھی ان اکابر محققین نے اس پر اعتماد فرمایا
 مگر بحمد اللہ تعالیٰ عبارات اصل یونہی ہندیہ کی منقول عنہا تمار خانہ کی اصل عبارت دیکھنے سے تمام سحاب
 شبہات وادہام کا پردہ چاک کر کے حق کا چاند چمکا دیا،

والحمد لله رب العالمین هكذا ينبغي التحقيق
 واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔
 تمام تفریض اللہ تعالیٰ کے لئے جو سب جہانوں کا
 پالنے والا ہے۔ تحقیق یوں چاہئے، اور اللہ تعالیٰ

زیادہ علم والا توفیق کا مالک ہے (ت)

مقدمہ، مقسم، ایک صورت ضرور پیش آتی ہے کہ والی بھی مسلمان نہ ہو اور واضح ہوا کہ عام احکام جن کی
 روزانہ حاجت پڑتی ہے ان میں تو صرف ولایت قسم اول درکار ہے ولایت شرعیہ پر توقف نہیں مگر
 مسلمانوں کی دینی ضرورتیں وہ بھی آتی ہیں جن کے لئے بغیر ولایت شرعیہ سلطان اسلام بھی کافی نہیں
 ان میں خاص خاص حاجتوں کے لئے فریقین راضی ہوں تو حکم مقرر کر سکتے ہیں مگر بعض جگہ حکم کافی نہیں
 یا ایک فریق حکم پر راضی نہیں، وہاں کیا تجھے کہ دینی حکم کے لئے دنیوی طریقہ کافی نہیں اس طریقہ پر ہو
 جو باجائز شرع احکام شرعیہ کا احداث کر سکے اور آخرت میں کام دے اس کے لئے تمام کتب مذکورہ
 اور خود محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم دیا کہ مسلمان اپنی ایسی دینی حاجتوں کے لئے
 اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی شرع مقرر کر لیں اور ایک لفظ یہ فرمایا کہ کوئی مسلمان والی تلاش کریں
 کہ وہ قضائے شرعی کا افادہ کرے اس صورت دوم کا وجوب تو یہاں حسب نص قرآن عظیم ساقط ہے
 قال اللہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم
 وقال اللہ تعالیٰ لا یكلف اللہ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو اپنی استطاعت کے
 مطابق اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور فرمایا: اللہ تعالیٰ

نفسا الا وسعها۔ صرف وسعت کے مطابق کسی کو تکلیف دینا ہے۔ (ت)

بلکہ وجوب درکنار یہاں اس کا جواز بھی نہ ہونا چاہیے کہ اس میں اثارِ فتنہ ہے اور فتنہ جائز نہیں، اس میں اسلام و مسلمین کا ذلت پر پیش کرنا ہے اور یہ روا نہیں مگر صورت اولے یعنی اپنی ان دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی مقرر کر لینا اور نصب امام و خطیب جمعہ و امام عیدین و تفریقِ لعان و عنین و تزویجِ قاصرین و قاصراتِ بلا و لی و فسخ نکاح بنیابر بلوغ و امثال ذلک امور جن میں کوئی مزاحمت قانونی نہیں اس کے ذمہ رکھنا بلاشبہہ طیسر ہے گورنمنٹ نے کبھی اس سے ممانعت نہ کی جن قوموں نے اپنی جماعتیں مقرر کر لیں اور اپنے معاملات مالی و دیوانی قسم اول بھی باہم طے کر لیتے ہیں گورنمنٹ کو ان سے بھی کچھ تعرض نہیں اور ایسے مقدمات جو عاقل لوگ مصارف و داد و شس سے بچنے کے لئے باہمی پنچایت فیصلہ کر لیتے ہیں گورنمنٹ ان کو کب مانع آتی ہے مگر یہ کہئے کہ خود مسلمان کو اپنے دینی امور دینی طور پر ہونے منظور نہ ہوں تو گورنمنٹ کو اس سے کیا بحث تم مسلمان ہو، دین تمہارا ہے، تم جانو تمہارا کام۔ پھر اگر ان خاص امور کے لئے شرعی قاضی بہ تراضی مقرر کئے ہوئے کا حکم نفاذ بمعنی اول ہوتا نہ دیکھے تکمیل حکم شرعیوں کر لیجئے، اس کے بعد مقدمات قسم دوم بھی قسم اول کی طرف عائد ہو جائیں گے تکمیل نفاذ حسی کے لئے گورنمنٹ نے لاکھوں روپے ماہوار کے صرف اسے کچھ بایں کھول رکھی ہیں تنفیذ وہاں سے ہو جائے گی، یوں دونوں مقصد دین و دنیا حاصل ہیں اور بفضلِ تعالیٰ تمام حاجتیں روا اور ضرورتیں زائل ہیں واللہ الحمد، بلکہ مسلمان اگر اپنے دین کو دین سمجھیں اور امور شرعیہ بطریقہ شرعیہ انجام دینا چاہیں تو تلاش کی بھی حاجت نہیں، ہر قطر و ضلع میں جو عالم سنی صحیح العقیدہ متدین ہو حکم شرعی کی تکمیل اس کے یہاں کر لیں اور تنفیذ کے لئے گورنمنٹ محکمے کھلے ہوئے ہیں، فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیث نذیر امام عبد الغنی نابلسی رحمہما اللہ تعالیٰ میں اسی ولایت شرعیہ کی نسبت ہے :

اذ اخلا الزمان من سلطان ذي	جب زمانہ باکفایت سلطان سے خالی ہو تو
كفاية فالامور مؤكدة الى العلماء ويلزم	معاملات علماء کے سپرد ہوتے ہیں اور امت پر
الامّة الرجوع اليهم ويصيرون	ان کی طرف رجوع لازم ہوتا ہے اور علماء والی
ولاة فاذا عسر جمعهم على	بن جلتے ہیں، تو جب لوگوں کو ایک عالم کی طرف
واحد استقل كل قطر	رجوع دشوار ہو تو ہر علاقہ اپنے اپنے عالم کی طرف

باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع رجوع میں مستقل ہوگا، تو اگر علماء علاقہ میں کثیر
اعلہم^۱ ہوں تو بڑا عالم قابل اتباع ہوگا۔ (ت)

بجہ اللہ تعالیٰ ان مقدمات جلیلہ نے ان فتوؤں کے حرف حرف کا بطلان آفتاب سے زیادہ روشن
کر دیا جس کے بعد کسی ذی فہم کو کوئی حالت منظرہ باقی نہ رہی پھر بھی زیادت ایضاح للفاہرین کے لئے ہر جگہ
رد کا مردود سے تعلق بتا دینا اور بعض افاضات تازہ کا اضافہ کرنا النسب واولیٰ۔ فاقول و بباللہ
التوفیق (تو میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے توفیق ہے۔ ت) :

اول، کلام حاکم نامسلم کی ولایت شرعیہ میں تھا جسے بادشاہ نامسلم نے مقرر کیا سائل نے
اسی سے سوال کیا تھا مجیب نے اسی سے جواب دیا اور ثبوت کی سرخی دے کر جو گیارہ عبارتیں گنائیں ان
میں پہلی تو مقلدہ بالفتح اور اخیر کی دو مقلدہ بانکسر سے متعلق ہیں۔ ان دو کا بیان شافی مقدمہ ششم
میں گزرا کہ انھیں یہاں سے متعلق سمجھنا محض نادانی و بے فہمی ہے وہ صرف اس صورت سے متعلق ہیں
کہ ریاست اسلامی کا دالی مولیٰ ہو اور بادشاہ نامسلم۔

دوم، بفرض باطل اگر یہ دو عام ہوتیں ہرگز تام نہ ہوتیں کہ کلام توقاضی نامسلم میں ہے ان
دو نے اگر بفرض غلط بادشاہ نامسلم سے تقلد قضائے شرعی مسلم کے لئے مطلقاً جائز رکھا تو نامسلم کے لئے
جواز کیونکر ہو گیا، کیا قاضی مسلم و نامسلم کا شرعاً ایک حکم ہے،

قال اللہ تعالیٰ افنجعل المسلمین کالجورمین^۲ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں
ما لکم کیف تحکمون^۳ کی طرح کر دیں، تمہیں کیا ہوا کیسا فیصلہ کرتے ہو۔ (ت)

سوم، رہیں وہ تو، ان میں سے آٹھ میں نامسلم کا نام تک نہیں، پہلی تیسری چوتھی نویں میں جاہل
کا ذکر ہے اور چھٹی آٹھویں میں فاسق اور دوسری پانچویں میں جاہل و فاسق دونوں کا۔ کیا جاہل و
فاسق مسلمان نہیں یا مسلم و نامسلم شرعاً یکساں ہیں، جو حکم ان کے لئے شرع نے مانا ہو ان پر قیاس
کر کے نامسلم کے لئے بھی ثابت ہو جائے گا، کیا ایسا تعدیہ شرع پر تعدی نہیں و من یتعد
حدود اللہ (جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے۔ ت) کا کیا حکم ہے۔

۱۔ المحلیۃ النذیہ الخلق الخامس من الاخلاق الستین الخ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ فیصل آباد ۱/۳۵

۲۔ القرآن الکریم ۳۵/۶۸

۳۔ ۲۲۹/۲

چہارم : طریقہ کہ یہاں جاہل سے مراد ہر غیر مجتہد ہے کہ اسے مجتہد کے مقابل اطلاق کیا ہے خود عبارت ہدایہ منقولہ فتویٰ میں ہے :

الصحيح ان اهلية الاجتهاد شرط الاولوية
فاما تقليد الجاهل فصحيح عندنا۔
صحیح یہ ہے کہ اجتہاد ادا کرنے کی شرط ہے تو
لیکن جاہل کی تقرری (قضاء کے لئے) تو ہمارے
نزدیک صحیح ہے۔ (ت)

بائیں معنی آج تمام دنیا کے عالم اور خودیہ مفتی اور ان کے اساتذہ و اساتذہ صدہا سال سے سب جاہل ہیں کہ کوئی مجتہد نہیں اور ان کے طور پر ان کا اور مجوس دہنود و نصاریٰ و یہود سب کا ایک حکم ہے کیا یہ قابل تسلیم عقل سلیم ہے۔

پنجم : گیارہ میں یہ دسٹل تو محض بے علاقہ و بیگانہ تھیں مگر سب میں لطیف تر وہ ایک یا قیامندہ عبارت ردالمحتار یعنی ساتویں ہے جو اول تا آخر سراسر مزعوم فتویٰ کا رد و ابطال ہے اور مفتی کو اس سے استناد کا خیال ہے مفید و نامفید میں فرق نہ کرنا ایسا دشوار نہ تھا جیسا خود مفسر کو مفید سمجھنے میں اشکال ہے، بحر الرائق میں تو یہ فرمایا کہ اگر سلطان اسلام کسی نامسلم کو اپنے حکم سے قاضی کر دے جب بھی تا وقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائے، مسلمان پر اس کی قضاء صحیح نہیں کہ فرمایا :

لم يصح قضاءه على المسلم۔
کافر کی قضاء حالت کفر میں مسلم پر صحیح
حال کفرہ ہے۔
نہیں ہے (ت)

اور اس سے استناد اس پر ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ نامسلم بھی نامسلم کو قاضی کر دے اور وہ نامسلم ہی رہے جب بھی مسلمانوں پر اس کی قضاء قضاء شرعی ہے، صحت تقلید کے معنی یہ تھے کہ اگر بعد تقلید مسلمان ہو جائے گا تقلید جدید کی حاجت نہ ہوگی نیز قبل اسلام غیر مسلمین پر اس کی قضاء صحیح ہو جائے گی نہ یہ کہ مسلمین پر قضاء شرعی ہو، اسی ردالمحتار کے اسی صفحہ میں ہے :

تنبيه، ظهر من كلامهم حكم القاضي
المنسوب في بلاد الدرود في
تنبيه، فقهاء کے کلام سے شام کے علافت
بلاد دروز میں مقرر قاضی کا حکم واضح ہوا کہ دروز

۱۳۲/۴	مطبع یوسفی	کتاب ادب القاضی	لے الهدایہ
۲۵۹/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضاء	بحر الرائق
۲۹۸-۹۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	ردالمحتار بحوالہ البحر

القطر الشامي ويكون درزيا ويكون نصرانيا
فكل منهما لا يصح حكمه على المسلمين فان
الدرزي لاملته له كالمنافة والننديق و
ان سمى نفسه مسلما وهذا كالد بعد كونه
منصوبا من طرف السلطان او ما موره بذلك
والا فالواقع انه ينصبه امير تلك الناحية
ولا ادري انه ما ذون له بذلك امر لا ولا حول
ولا قوة الا بالله العلي العظيم

يا نصراني هو تو اس کی قضاء مسلمانوں پر جائز نہیں
کیونکہ دروزی کی کوئی ملت نہیں ہے جیسا کہ منافق
اور زندیق کی ملت نہیں ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو
مسلمان کہلاتے، یہ تمام اس صورت میں جب اس
کو سلطان کی طرف سے مقرر کیا گیا ہو یا ایسے کو
مقرر کرنے کا مامور ہو اور اگر واقع یہ ہو کہ اس علاقہ
کے کسی امیر کی طرف سے دروزی قاضی مقرر شدہ ہو
اور معلوم نہیں کہ وہ امیر اس بات کا ماذون ہے
یا نہیں، لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم (ت)

مشہور، یہ اول عبارت تھا آخر یہ ہے کہ قحط نے فرمایا کافر و غلام اگرچہ ایک نوع ولایت رکھتے
ہیں مگر ان میں صحت و نفاذ سے مانع موجود ہے جب تک یہ آزاد اور وہ مسلمان نہ ہو گا ان کی قضاء صحیح و
نافذ نہ ہوگی یعنی اس کی مطلقاً اور اس کی مسلمان پر کہ فرمایا،

له ولاية وبه مانع وبالعق والاسلام اس کو ولایت ہوئی اور غلامی اور کفر اس کو مانع تھا
اب عقی اور اسلام حاصل ہو جانے پر مانع ختم
ہو گیا۔ (ت)

اور اس سے استناد اس پر کیا جاتا ہے کہ اس کی قضا مطلقاً قضا کے شرعی ہے صحت تقلید کے وہ معنی
بھی اس میں واضح فرما دئے تھے کہ،

لو قلد كافر القضاء فاسلم قال محمد هو
على قضائه فصار الكافر كالعبد
اگر کفر کی حالت میں قاضی مقرر ہوا تو مسلمان ہو گیا،
امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ پہلی تقرری پر
قاضی ہے تو یہ کافر غلام کی طرح ہوا۔ (ت)

اور عبد (غلام) میں فرمایا،

۱۹۹/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	۱۔ رد المحتار
۳۵۴/۶	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	کتاب ادب القاضی	۲۔ فتح القدر
۳۵۴/۶	”	”	۳۔ ”

قلد عبد فعتی جانرا ان یقضى بتلك الولاية
من غیر حاجۃ الی تجدید الیہ
عبد تھا جو قاضی مقرر ہوا اب وہ آزاد ہو گیا تو اس
پہلی تقرری ولایت پر اس کی قضاء جائز ہو جائیگی
نئی تقرری کی ضرورت نہ ہوگی۔ (ت)

ہفتم : طرفہ تریہ کہ اس روایت ہفتم کا خود حاصل یہ بتایا کہ غیر مسلم میں قاضی ہونے کی کافی
لیاقت ہے اگرچہ مسلمانوں پر اس کے احکام نافذ نہیں ہوتے مگر اگر یہ ٹھہرے کہ صر
خود گفتہ و خود نداند کہ حیثیت
(اپنے کئے ہوئے کو خود نہیں جانتا کہ کیا ہے۔ ت)

تو اس کی بات جدا ہے۔

ہشتم : کافی لیاقت سے اگر مراد مطلق قضاء کی لیاقت تو صحیح ہے کہ نامسلم کو نامسلم پر
ولایت شرعیہ مل سکتی ہے جیسے اپنے نابالغ بچوں پر۔ درمختار میں ہے :
للكافر ولاية على كافر مثله اتفاقاً
کافر کو اپنے جیسے کافر پر ولایت بالاتفاق حاصل
ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے :

الكافر يجوز تقليده القضاء ليحكم بين
اهل الذمة۔
اہل ذمہ میں فیصلے کے لئے کافر کو قاضی معتمد رکرنا
جائز ہے۔ (ت)

مگر اس سے مسلمانوں کے دینی امور میں ان پر ولایت شرعیہ کیونکر لازم، اور اگر عام مراد تو محض باطل اور
نصوص قطعیہ قرآن عظیم و تصریحات جملہ ائمہ و کتب کے خلاف ہے جس کا بیان مقدمہ چارم میں گزرا۔ غرض ثبوت
کی یہ حالت تھی کہ گیارہ میں دس بیگانہ و بیکار اور ایک ہر اپا مخالف و ضار، استنباط کا حال اسی سے
آشکار کہ الشجرة تنبت عن الشجرة (درخت اپنے پھل کی اطلاع دیتا ہے۔ ت)۔

نہم : روایت ۸، ۳، ۱ سے یہ نتیجہ نکالا کہ قاضی کا فرض منصبی یہی ہے کہ حقدار کی حق رسی اور
مظلوم سے رفع ظلم کرنے جس کے لئے نہ عالم کی ضرورت نہ پرہیزگار کی۔ اس سے مراد اگر صرف تنفیذ بمعنی

۱۰ فتح القدیر	کتاب ادب القاضی	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	۳۵۴/۶
۱۱ درمختار	کتاب النکاح باب الولی	مطبع مجتہبی دہلی	۱۹۳/۱
۱۲ درمختار	کتاب القضاء	" " "	۴۱/۲

اول ہے تو حصر باطل، بلکہ اس کا فرض منصبی یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے لئے احکام شرعیہ نا حاصل کروے قیامت ان کے لئے مواخذۃ اللہ سے نجات کی صورت کرے ائمہ مجتہدین کے اختلاف اٹھا کر مختلف فیہ کو مجمع علیہ کرے۔ اور اگر مراد عام ہے تو یہ قسم دوم ہرگز صرف دنیوی طاقت کا کام نہیں اس کے لئے موتی و موتی دونوں کا اسلام لازم اگرچہ عالم و متقی ہونا ضرور نہ ہو جیسا کہ مقدمہ ششم میں گزرا۔

۵ ہم : روایت ۸۰۶۰۵۰۲ سے یہ لیا کہ قاضی میں علم و اتقا کی شرط اس لئے چھوڑ دی کہ ایسے قاضی کا ملنا سخت مشکل ہے، علم و اتقا کی شرط مان لی جائے تو فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہوا، اور اس پر یہ قیاس کیا کہ ہندوستان میں اسلام کی شرط ماننے سے بھی فیصلوں کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا لہذا اسلام کی قید بھی اڑادی۔ خود اس فتویٰ کی روایت ۳، ۴، ۵ میں تصریح ہے کہ علم شرط ادویت ہے نہ شرط صحت۔ یہی حال اتقا کا ہے، فصول امام استروشنی پھر غایۃ البیان امام اتقائی میں ہے :

کون القاضی عدلا لیس بشرط ایضا حتی قال اصحابنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان الفاسق یصلح ان یکون قاضیا والعدالة مشروط الاولیة فی ظاہر الروایة۔
قاضی کا عادل ہونا بھی شرط نہیں ہے حتیٰ کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا بے شک فاسق قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جبکہ عدالت اولیٰ ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں۔
ہدایہ میں ہے :

الفاسق اهل للقضاء حتی لو قلد یصح الا انه لا ینبغی ان یقلد هذا هو ظاہر المذهب وعلیہ مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ وقال الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الفاسق لا یجوز قضاء۔
فاسق قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ ہو جائے تو صحیح ہے مگر یہ مناسب نہیں کہ اس کی تقرری کی جائے، یہی ظاہر مذہب اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر اعتماد کرتے ہیں البتہ امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فاسق کی قضاء درست نہیں ہے۔ (ت)

بدائع ملک العلماء میں ہے :

کذا العدالة عندنا لیست بشرط لجواز یونہی تقرری کے لئے عدالت شرط نہیں لیکن کمال

لہ غایۃ البیان
لہ ہدایۃ

کتاب ادب القاضی

مطبع یوسفی لکھنؤ

۱۳۲/۳

التقليد لكنها مشروط الكمال فيجوز تقليد
الفاسق وتنفيذ قضايه اذ السميج ومن
فيها حد الشرع وعند الشافعي رحمه الله
تعالى شرط الجواز له
کے لئے یہ شرط ہے لہذا فاسق کی تقرری اور اس
کی قضاء کا نفاذ جائز ہے جب اپنے فیصلوں میں
اس نے شرع سے تجاوز نہ کیا ہو، اور امام شافعی
رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عدالت جواز قضاء کے لئے
شرط ہے۔ (ت)

اور اسلام قطعاً شرط صحت ہے جس کا ثبوت قرآن عظیم و نصوص ائمہ سے گزرا اولویت کی شرطوں سے اگر درگزر
کی گئی تو اس سے شرط صحت کو بھی اڑا دینے کا جواز کیونکہ لازم آیا یعنی علماء نے غیر اولیٰ کو صحیح مانا ہے لہذا ہم
باطل کو حق مانے لیتے ہیں کیونکہ جیسا خلافت اولیٰ ویسا ہی باطل ایک ہی بات ہے۔
یا شراذیم، نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے پھر بھی جمعہ میں جہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو علماء نے
بضرورت اس کراہت سے درگزر کی ہے، فتح القدیر میں ہے،

فی الدراية قال اصحابنا لا ينبغي ان
يقضى بالفاسق الا في الجمعة لان في
غيرها يجد اماما غيره اه یعنی انہ فی
غير الجمعة بسبيل من ان يتحول الى مسجد
اخر ولا يأتهم في ذلك ذكر في الخلاصة
وعلى هذا فيكرة في الجمعة اذا تعددت
اقامتها في المصر على قول محمد وهو
المفتى به لانه بسبيل من التحول حينئذ
ہے اور وہی مفتی یہ قول ہے کیونکہ اس صورت میں بھی اسے دوسرے امام جمعہ کے لئے گنجائش ہے (ت)
لہذا اگر کہیں صرف جاہل مسلمان ہوں جن کو سورۃ فاتحہ بھی صحیح یاد نہیں، جیسے دیہات بلکہ قصبات
بلکہ ہندوستان کے شہروں میں لاکھوں آدمی اسی طرح کے ہیں اور کوئی پادری صاحب شوقیہ طور پر فاتحہ
اور چند سورتیں ٹھیک یاد کر چکے ہوں تو اس فتوے کی رائے میں بضرورت ان پادری صاحب کو

امام کر کے جمع پڑھ لیں گے کہ علمائے بضرورت بشرط اولویت سے درگزر کی تھی یہ بضرورت بشرط اسلام ازادیں گے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دوازدہم : فاقۃ الطہورین میں اختلاف ہے کہ تاخیر کرے یا تشبہ، درمختار میں ہے :
یوخرها عندہ وقالا یتشبہ بالمصلین امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤخر کرے
وجوباً ثم یعید بہ یفتی و الیہ صح اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نمازیوں
سما جوعہ ہے تشبہ کرنا واجب ہے پھر بعد میں اعادہ کرے

اسی پر فتویٰ ہے، اور امام صاحب کا اس طرف رجوع صحیح ثابت ہے۔ (ت)
بالجملہ اس پر اجماع ہے کہ نماز نہیں پڑھ سکتا مگر اس فتوے کے طور پر بے وضو ہی نمازیں پڑھا کرے
کہ اس سے زائد ضرورت کس کی ہوگی اور ضرورت سے اس فتوے نے شرائط صحت بھی ساقط مان لی ہیں۔
سیزدہم : روایت ۸ سے یہ واضح بتاتا کہ رشوت لے کر فیصلہ بالاجماع باطل سخت عجیب
ہے حالانکہ خود اس روایت کی عبارت منقولہ فتویٰ میں اس کا رد موجود ہے کہ اجماع کیسے ہو سکتا ہے
حالانکہ امام فخر الاسلام بزدوی کا مختاریہ ہے کہ وہ فیصلہ نافذ ہے، اور اسی کو امام محقق علی الاطلاق
نے فتح میں ترجیح دی۔

چار دہم : مختلف فیہ مسئلہ میں بالفرض ایک طرف ترجیح نہ بھی ہوتی محل ضرورت میں
اسے اختیار کرنے سے کیونکہ لازم آتا کہ اسے سند بنا کر دوسری جگہ بزعم ضرورت اپنی رائے سے نصوص
قطعیہ قرآن عظیم و اجماع جمیع ائمہ کے خلاف چلے نہ کہ وہ مسئلہ جس میں فتوائے ائمہ مختلف ہو اس میں
ایک جانب کو ضرورت کے باعث بالخصوص معتمد کر لینے کو رد قرآن و اجماع کی حجت بنالینے و لاجول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پانزدہم : بفرض باطل بطلان فیصلہ رشوت پر اجماع ہی ہوتا تو فیصلہ قطعاً اہل سے
محل میں صادر ہوا تھا امر خارج وجہ بطلان ہوتا جو انتہائی کوشش کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ قضا عمل
لوجہ اللہ ہے اور جب رشوت لے کر قضا کی، عمل اپنے لئے ہوا نہ کہ اللہ عز وجل کے لئے۔ فتح القدر
میں ہے،

حاصل اموال رشوة فیما اذا قضی رشوت کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ حق فیصلہ میں

بحق ایجابہا فسقہ وقد فرض ان الفسق لا یوجب العزل فولایتہ قائمۃ وقضاؤہ بحق فلم لا ینفذ وخصوص هذا الفسق غیر مؤثر وغایۃ ما جد به انه اذا ارتشی عامل لنفسه یعنی والقضاء عمل لله تعالیٰ ۱۰

رشوت لی تو اس کا حکم فسق ہے اور مفروض یہ ہے کہ وہ معزولی کا موجب نہیں تو اس کی ولایت قائم ہے تو اس کا حق فیصلہ کیوں نہ نافذ ہوگا اور یہ خاص فسق فیصلہ کے لئے مؤثر نہیں ہوگا، اور انتہائی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جب قاضی رشوت لے گا تو گریا وہ اپنی ذات کے لئے عامل ہو جبکہ قصار کا عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال فی النہر تبعاً للبحر انت خبیر بان کون خصوص هذا الفسق غیر مؤثر ممنوع بل یؤثر بملاحظۃ کونہ عملاً لنفسہ وبهذا یترجح ما اختاره السرخسی ۱۱

بحر کی اتباع میں نہر میں کہا تجھے علم ہے کہ اس خاص فسق کا غیر مؤثر ہونا ممنوع ہے بلکہ اپنے لئے عامل ہو جانے کے پیش نظر یہ مؤثر ہوگا، اس اعتبار سے امام سرخسی کے مختار کو ترجیح حاصل ہو جائیگی (ت)

اقول یہ کہ محقق علی الاطلاق نے نکالا اور اس پر اعتماد نہ فرمایا واقعی اصلاً لائق اعتماد نہیں کہ عمل لوجہ اللہ تعالیٰ نہ ہونے سے اخلاص گیا، اور عدم اخلاص نفی ثواب کرتا ہے نہ کہ نفی صحت۔ ردالمحتار میں ہے :

الاخلاص شرط للثواب لا للصحة ۱۲

یہاں تک کہ اگر کسی سے کہا جائے اس وقت کی نماز پڑھ تجھے ایک اشرفی دیں گے وہ اسی نیت سے نماز پڑھے فرض ساقط ہو جائے گا اگرچہ ثواب نہ پائے گا نہ اشرفی کا مستحق ہوگا۔ درمختار میں ہے :

قیل لشخص صل الظهر ولك دينار فصلی بهذه النية ینبغی ان تجزئہ ولا یتحقق

ایک شخص کو کسی نے کہا تو ظہر کی نماز پڑھے تو تجھے دینار ملے گا، تو اس نے اس نیت سے نماز پڑھی تو مناسب حکم یہ ہے اس کی نماز جائز قرار پائیگی

- ۱۰ فتح القدیر کتاب ادب القاضی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۵۸/۶
- ۱۱ ردالمحتار کتاب القضاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۰۴/۴
- ۱۲ ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ ۲۴۸/۱

اور دینار کا مستحق نہ ہوگا۔ (ت)

الدینار

اشباہ میں ہے :

اما الاجزاء فلما قد منان الرباء لا يدخل
القرائن في حق سقوط الواجب واما عدم
استحقاق الدينار فلان اداء الفرض لا يدخل
تحت عقد الاجارة
نماز کو جائز کہنا اس لئے جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں
کہ ریاکاری واجب کے سقوط میں فرض پر اثر انداز
نہیں ہوتی، باقی رہا استحقاق دینار کا معاملہ تو وہ اس
لئے کہ فرض کی ادائیگی عقد اجارہ کے تحت داخل
نہیں ہوتی۔ (ت)

بلکہ اب فتویٰ جواز اجرت امامت پر ہے اور شک نہیں کہ اجیر عامل بنفسہ ہے نہ کہ عامل للہ تعالیٰ حالانکہ اس
کی نماز قطعاً صحیح ہے نہر حال قضا بر رشوت میں جو کچھ غلط ہے امر خارج میں ہے اہلیت برقرار ہے تو جہاں
اہلیت شرعاً منتفی ہے اس کا اس پر قیاس کیونکہ ممکن۔

شانودہم : یہ بھی غلط ہے کہ فیصلہ مذکورہ رشوت میں قول متقدمین بطلان ہے اور تاخیرین
نے نفاذ مانا بلکہ قول بطلان اختیار امام حسن الامام سمرقانی نے اور قول نفاذ اختیار امام فخر الاسلام بزدوی
کہ ان کے معاصر بلکہ ان سے وفات میں مقدم ہیں، امام بزدوی کی وفات شریف ۷۸۲ھ میں ہے اور
امام سمرقانی کی حدود ۷۵۰ھ یا حدود ۷۹۰ھ میں۔

ہفدہم : یہ بھی غلط ہے کہ قائلان نفاذ نے نفاذ اس ضرورت سے مانا ہو کہ اب سب
حکام رشوت خوار ہیں نہ مانیں تو فیصلہ کا دروازہ بند ہوگا یہ امر صرف علامہ شامی نے اپنے زمانے کی نسبت
لکھا جو اسی تیرھویں صدی میں تھے جن کے انتقال کو ابھی انسی سال ہوئے ہیں ۱۲۵۲ھ میں وصال فرمایا۔
قائلان نفاذ کے دلائل واضح وہ ہیں کہ گزرے۔

بجدہم : یہ ضرورت زمانہ امام فخر الاسلام میں کیونکہ ہوتی حالانکہ درمختار میں معروضات
مفتی ابوسعود سے ہے :

لما وقع التساوی فی قضاة من مانت
فی وجود العدالة ظاہراً و سرّاً الامر
جب ہمارے زمانے کے قاضی حضرات ظاہراً
عدالت میں مساوی ہوں تو حکم ہے کہ علم، دیانت

بتقديم الافضل في العلم والديانة
والعدالة له

(ت)

اس پر اسی ردالمحتار میں فرمایا :

هذا كان في زمانه وقد وجد التساوي في
عدمها الآن فليتنظر من يقدم له

مفتي ابر السعد و سوس صدی ہجری کے آخر میں تھے ۹۸۲ھ میں انتقال فرمایا، جب ان کے زمانہ تک
تمام قاضی ظاہر العدالة تھے تو زمانہ امام اجل بزدوی میں کہ ان سے پورے پانسو برس پہلے تھا سب
رشوت خوار کیسے ہوئے۔

نور دہم : اپنے زمانے تیرھویں صدی کی نسبت جو علامہ شامی نے لکھا وہ بھی محل نظر ہے قضاۃ
اگر محمول سلطنت کے لئے لیتے تھے جیسے یہاں کورٹ فیس لی جاتی ہے تو وہ رشوت قاضی کیونکر ہو سکتی ہے
اور اگر اپنے ہی لئے لیتے تھے جب بھی رشوت میں اس کا آنا مشکل کہ یہ محمول عام طور پر لیا جاتا ہے
نہ کہ خاص اس فریق سے جس کے موافق فیصلہ دینا ہے اور رشوت کسی کا کام بنانے کے لئے لی جاتی ہے
نہ کہ مطلق، یوں ہی اجرت، تو وہ لینا محض ایک غصب ہو گا جو فسق ہے اور فسق مانع نفاذ نہیں۔

بسم : فتوے میں یہ عبارت علامہ شامی فکذا ایقال ہذا (یہاں بھی یوں کہا جائے گا۔ ت)
تک نقل کی اس کے متصل انھوں نے فرمایا، وانظر ما سذکرتہ فی اول باب التحکیم سے دیکھو جو ہم
شروع باب حکیم میں ذکر کریں گے، اسے چھوڑ دیا۔ شروع باب حکیم میں یہ فرمایا ہے،

تنبيه، في البحر عن البزازية قال
بعض علمائنا اکثر قضاة عهدنا في
بلادنا مصالحوں لانهم تقلدوا
القضاء بالرشوة ويجوز ان يجعل
حاكما بترافع القضية واعتراض بان
تنبيه، بزازیہ سے بحر میں ہے فرمایا، بعض علماء
نے فرمایا ہے کہ ہمارے علاقہ کے اکثر قاضی حضرات
اس زمانہ میں ثالث ہیں کیونکہ انھوں نے رشوت
کے ذریعہ تقرری حاصل کی ہے ان کے ہاں مقدمہ
پیش کرنے پر ان کا ثالثی فیصلہ قرار پائے گا اور یہ

۱/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب القضا	۱۰ در مختار
۳۰۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۰ ردالمحتار
۳۰۴/۴	"	"	۱۰ و ۱۰

اعتراض کہ ان کے ہاں دعویٰ ثالثی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس اعتقاد پر کیا جاتا ہے کہ یہ فیصلہ لازم ہوگا اور ان کے ہاں مدعا علیہ کی حاضری عملہ کے ذریعہ اور جبراً ہوتی ہے تو ثالث نہ ہوئے،

آپ دیکھتے نہیں کہ دستی تبادلاً سے ابتداء بیع ہو جاتی لیکن جب پہلے یہ بیع باطل یا فاسد ہو چکی ہو تو اس کے بعد یہ دستی تبادلاً بیع نہیں بن سکتی کیونکہ اب یہ ایک اور سبب پر مرتب ہے تو یہاں بھی معاملہ ایسا ہے اور اسی وجہ سے سلف نے فرمایا کہ ایسا قاضی جس کا حکم نافذ ہوتا ہو بہت کم ہے غلط آدمی نے کہا اور بعض شافعی حضرات اس کو یوں تعبیر کیا ہے کہ یہ ضرورت کی بنا پر قاضی ہیں اس لئے کہ ہمارے معلومات میں تمام بلاد کے قاضی رشوت لینے اور دینے والے

ہیں اور جو ہم نے قضا کے باب کی ابتداء میں بیان کیا ہے اسے دیکھو۔ (ت)

بست ویکو: بلکہ یہیں اس کے متصل یہ عبارت تھی:

اور حامد یہ میں جواہر الفتاویٰ سے منقول ہے کہ ہمارے شیخ اور امام جمال الدین بزدوی نے فرمایا میں اس مسئلہ میں حیران ہوں، نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کے حکم نافذ ہیں کیونکہ فیصلوں میں انکی جہالت، جرات اور خلط دیکھ رہا ہوں اور نہ ہی یہ کہہ سکتا ہوں کہ نافذ نہیں ہیں کیونکہ ہمارے اہل زمانہ اسی طرح ہیں اگر میں باطل ہونے کا فتویٰ دوں تو اس سے تمام فیصلوں کا کا باطل ہونا لازم آتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور زمانہ کے قاضیوں کے درمیان فیصلہ فرمائیگا

الرفع ليس على وجه التحكيم بل على اعتقاد انه ماضى الحكم وحضور المدعى عليه قد يكون بالاشخاص والجبر فلا يكون حكماً لا تری ان البیع قد ینعقد ابتداء بالتعاطی لكن اذا تقدمه بیع باطل او فاسد و ترتب علیه التعاطی لا ینعقد البیع لكونه ترتب على سبب آخر فكذا ههنا ولهذا قال السلف القاضی النافذ حكمه اعز من الكبریت الاحمر اه قال ط وبعض الشافعية يعبر عنه بانه قاضی ضرورة اذ لا يوجد قاض فیما علمناه من البلاد الا وهو سراسر مرتشاه والنظر ما قد مناه اول القضاء

وفي الحامدية عن جواهر الفتاوى قال شيخنا واما مناجمال الدين البزدوى انا متحير في هذه المسألة لا اقدر ان اقول تنفذ احكامهم لما ارى من التخليط والجهل والجرادة فيهم، ولا اقدر ان اقول لا تنفذ لان اهل زماننا كذلك فلوا فتيت بالبطلات ادى الى ابطال الاحكام جميعا يحكم

اللہ بینا و بین قضاۃ نہ ماننا افسدوا
 علینا دیننا و شریعتہ نبینا صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم لم یبق منہم الا
 الاسم والرسم اھ۔
 انہوں نے ہمارا دین اور ہمارے نبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کو فاسد کیا اب
 ان میں دین و شریعت کا صرف نام و رسم باقی
 ہے اھ۔ (ت)

سبحان اللہ! ائمہ کرام و علمائے اعلام تو اسلامی سلطنتوں میں مسلمان سلاطین کے قضاۃ میں تھے
 فرمائیں بعض حیران ہوں کہ ان کو کیونکر قاضی شرعی مانا جائے بعض تصریح فرمائیں کہ وہ قاضی نہیں پختہ ہیں
 پھر اسے بھی رد فرمادیں کہ پختہ کتنا بھی ٹھیک نہیں انھیں قاضی ضرورت ماننا جیسا کہ علامہ شامی کا اس
 عبارت میں خیال تھا بعض شافعیہ کا قول کہیں سلف صالح سے نقل کریں کہ قاضی شرعی کبریت احر سے بھی
 زیادہ نادر ہے اور یہاں یہ حکم بالجزم ہے کہ اگرچہ نامسلم سلطنت ہو اگرچہ نامسلم حکام ہوں سب قاضی
 شرعی ہیں فسیبھن مقلب القلوب والابصار۔

بست و دوم: اس ضرورت سے ائمہ غافل نہ تھے، مقدمہ ہفتم دیکھو کہ خود محرر مذہب
 امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس صورت ضرورت کو ذکر فرمایا اور اس کا علاج بتایا جسے ہم نے موافق
 قانون وقت کر دکھایا، پھر زعم ضرورت کی کیا گنجائش رہی اور محض باتباع ہوا مخالفت قرآن و تبدیل شریعت
 واقع ہوئی والعیاذ باللہ رب العالمین۔

بست و سوم: جب خاص جزئیہ کتب مذہب اور خود ارشادات محرر مذہب رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ میں صاف صاف بالتصریح موجود تھا تو اس کے خلاف اور تمام نصوص کے خلاف اور خود قرآن عظیم
 کے خلاف مفتی کو اجتہاد لایعنی و قیاس بے معنی کے کیا معنی، اور ایسی جگہ ہذا ما استقر علیہ رائی (میری
 رائے اسی پر قائم ہوئی ہے۔ ت) کی حد الگائی کس نے مانی۔

بست و چہارم: بالفرض تصریح جزئیہ نہ بھی ہوتی تو اجتہاد کی لیاقت کس گھر
 سے آتی۔

بست و پنجم: انہم بر علم تو نص قرآنی کے مقابل اجتہاد کیسا۔
بست و ششم: بفرض باطل کوئی جزئیہ نادرہ شاذہ ہوتا بھی تو ظاہر الروایۃ و نصوص
 متواترہ و تصریحات متطاثرہ اور خود آیات متکاثرہ کے مقابل مردود ہوتا اور اس پر فتویٰ دینا حسب

تقریر علماء کرام جبل و غرق اجماع ہوتا، تصحیح القدوری پھر در مختار میں ہے؛
الحکمہ والفتیاء بالقول المرجوع جہل مرجوح قول پر فیصلہ اور فتویٰ جہالت اور اجماع
و خرق للاجماع علیہ کے خلاف ہے۔ (ت)

جہاں کہ وہ بھی ہاتھ میں نہیں اس کی سخت شناخت کس درجہ مہین۔

بست و ہفتقم: بفرض محال اگر مرجوح نہیں کوئی قول مساوی بھی گھڑ لیا جاتا جب بھی اس
کے سبب ابطال وقف روا نہ ہوتا کہ مسائل مختلف فیہا میں فتویٰ اس پر واجب ہے جو وقف کے لئے
انفع ہو، نہ اس پر کہ وقف کا لفظ ہو کما نصوا علیہ فی غیر ما کتاب (جیسے کہ کثیر کتب میں
فقہاء کرام نے تصریح فرمائی۔ ت)

بست و ہشتقم: مفتی و مصدقین و مستفتی و اہل معاملہ سب صاحبوں سے خیر خواہانہ معروض۔
اللہ عز و جل فرماتا ہے؛

فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون
احسنہ اولئک الذین ھدینہم اللہ واولئک
ھم اولوا الالباب علیہم اور فرماتا ہے؛

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم
ذکروا اللہ فاستغفر والذینوبھم ومن
یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی
ما فعلوا وھم یعلمون اولئک جزاؤھم
مغفرة من ربھم وجنت تجرؤ من
تحتھا الانھر یخلدین فیھا ونعم اجر
العلمین

اور جنت ان کے لئے تیار کی گئی ہے کہ جب کوئی
بدی یا گناہ کر بیٹھیں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں
کی بخشش مانگیں اور اللہ کے سوا کون گناہ بخشنے اور
اپنے گناہ پر دانستہ ہٹ نہ کریں ان کا بدلہ ان کے
رب کی طرف سے معافی ہے اور باغ جن کے نیچے
نہریں ہیں ہمیشہ ان میں رہیں اور کام والوں کا کیا
اچھا نیک۔

ابوداؤد، ترمذی نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

ما اصرمت استغفرلہ جس نے معافی مانگ لی اس نے ہٹ نہ کی۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

ان الحق قدیم ولا یبطل الحق شیء و
مراجعة الحق خیر من التصادی فی
الباطل یرواہ الدارقطنی والبیہقی و
ابن عساکر عن ابی العوام البصری۔
بیشک حق قدیم ہے حق کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی
حق کی طرف رجوع باطل پر قائم رہنے سے بہتر
ہے (اس کو دارقطنی، بیہقی اور ابن عساکر نے
ابو العوام البصری سے روایت کیا ہے۔ ت)

یہ فرمان امیر المؤمنین نے اپنے قاضی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارسال فرمایا۔

خوشی و شادمانی ہے انھیں جو سنیں اور گردن رکھیں انسان سے خطا مستبعد نہیں مگر خیر الخطائین
التوابون خطا کار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والحاکم
وصحیحہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کو احمد،
ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح کہہ کر اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے۔ ت) حق کی طرف رجوع سے عار و سوسہ ابلیس ہے اس کا ساتھ بہتر یا اس کے
ارشاد کی اطاعت جو قرآن مجید میں فرما چکا کہ خطا پر اصرار نہ کیا تو میں نے تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے
شیطان سمجھاتا ہے کہ رجوع کی تو علم و عقل کو بتا لگے گا۔ دشمن جھوٹا ہے اور اللہ سچا کہ اچھی بات سن کر ماننے
والے ہی ہدایت پر ہیں اور وہی عقل والے ہیں اللہ توفیق دے۔

بست و نسہم : یہ فتوے چھپ کر شائع ہوئے ان کا ضرر متعدی ہوا، کہاں دہلی کرناں کہاں
راولپنڈی گولڑہ جہاں سے یہاں آیا، اس کا ازالہ مفتی و مصدقین سب پر فرض ہے، جیسے یہ فتوے شائع
ہوئے یوں ہی ان کا بطلان، ان سے رجوع ملک میں شائع کریں، اس میں اللہ کی رضا ہے اللہ کے
رسول کی رضا ہے، خلق کے نزدیک عزت و وقعت ہے، حق پسند کا لقب ملنا بڑی دولت ہے رسول اللہ

- ۱ جامع الترمذی ابواب الدعوات احادیث شعی من ابواب الدعوات امین کمپنی دہلی ۱۹۵/۲
۲ سنن الدارقطنی کتاب الاقضية والاحکام نشر السنۃ ملتان ۲۰۶/۴
۳ جامع الترمذی ابواب صفۃ القیامۃ امین کمپنی دہلی ۴۳/۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا عملت سيئة فاحدث عندھا توبة
السري بالسر والعلانية بالعلانية۔ رواه
الامام احمد في الزهد والطبرانی في الكبير
عن معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه
سے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

بسند حسن۔

افسوس کہ چھاپنے والے صاحب نے تمہید میں لکھا تھا "بغرض اطلاع عام مسلمان اور علمائے حنفیہ ہندوستان عرض کیا جاتا ہے" اور آخر میں لکھا تھا "یہ مضمون اہل اسلام ہند اور علمائے حنفیہ کے روبرو پیش کرنا ہے" ممکن کہ قریب مواضع دیوبند و تھانہ بھون بھون بھیجا اور جواب موافق ملایا سکوت رہا ہو یہاں اب تین برس کے بعد ایک ہندو خدا نے بھیجا اور اس کی صحت و بطلان سے استفتاء کیا اول ہی آجاتا تو مفتی و مصدقین پر حق جلد کھل جاتا، ماننا نہ ماننا جب بھی توفیق پر تھا اب بھی توفیق پر ہے، وحسبنا الله ونعم الوکیل واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

سیم: اشاعت فتوے میں لکھا ہے کہ جائیداد کرنال کے واقف حکم مجبور و ممنوع التصرف کر دئے گئے تھے اور حکام رجسٹری کو ممانعت کی گئی تھی کہ ان کی کسی دستاویز انتقال پر رجسٹری نہ کریں اس کے احکام امتناعی کرنال، مظفر نگر، الہ آباد تین محکموں سے ۲۴ اگست لغایت ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء صادر ہو چکے تھے، پھر بھی یہ لکھا ہے کہ انھوں نے ۲۵ اگست ۱۹۰۵ء کو اپنی جائیداد کا وقف نامہ لکھا اور ۲۵ ستمبر ۱۹۰۵ء کو اس پر رجسٹری ہوئی۔ احکام امتناعی کے بعد رجسٹری کیونکر ہوئی تو وہ بھی حکم ہے جس سے نیک حشر متصور ہو یا بطور خود کسی اہلکار کی حکم عدولی بہر حال یہ قانونی بحث ہے شریعت مطہرہ کے حکم میں بلاشبہ وہ وقف صحیح ہو کر نام و نافذ و لازم ہے جائیداد ملک واقف سے خارج ہو کر خالص ملک الہی عنہ و جل ہوگی، اور اب ان فتوؤں کی رو سے ورثہ واقف کو باطل کر کے اس پر مالکانہ قابض ہو گئے اس کا وبال عند اللہ مفتی و مصدقین کے سر ہے بقائے جائیداد تک اس مال خدا میں جتنے تصرفات مالکانہ نسلاً بعد نسل ہو کر یگے ہمیشہ ان کا وبال مفتی و مصدقین کی زندگی میں اور بعد موت قبر میں پہنچتا ہے گا

خود فتوے نے تسلیم کیا ہے کہ احکام قانونی شرعاً وہی مفید ہیں جو مطابق شرع ہوں نامسلم تو نامسلم خود قاضیان اسلام بلکہ سلاطین اسلام اگر کوئی چیز زید کو برخلاف حکم شرع دلا دیں وہ ہرگز اس کے لئے حلال نہ ہو جائے گی احکام سلاطین دنیا تک ہیں آخرت میں کام نہیں آسکتے، سلاطین درکنار خود صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انکم تختصمون الی فعل بعضکم ان یکون
الحن بحجته من بعض فاقضی لہ
علی نحو مما اسمع فمن قضیت لہ
بحق مسلم فانما ہی قطعة عن النار
فلیأخذھا اولیٰ ترکھا۔ مروا لا الائمة
مالک و احمد والستہ عن ام سلمة
رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

صاف ارشاد فرمایا کہ ایک اگر اپنی چرب زبانی
کے باعث حجت میں بازی لے جائے اور ہم
اسے ڈگری دے دیں اور واقع میں اس کا
حق نہ ہو تو ہمارا ڈگری فرمانا اسے مفید نہ ہوگا
وہ مال نہیں اس کے حق میں جہنم کی آگ کا گڑھا ہے
چاہے آگ لے یا چھوڑے (اسکالام مالک، احمد اور امام صحاح ستہ
نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
کیا ہے۔ ت)

مفتی و مصدقین پر فرض ہے کہ جس طرح اپنے غلط فتوے سے یہ آتش دوزخ کا ٹکڑا اور شکر
دلایا یونہی اپنی صحیح و لوجہ اللہ کو ششوں سے انھیں اس سے بچانے کی فکر کریں ورنہ انما علیک اثم
الاسیسیین (کاشتکاروں کا گناہ تجھی پر ہے۔ ت) اللہ واحد قہار سے ڈریں اور دلیحمن
اتعالہم و اتعالامع اتعالہم و لیستلن یوم القیمة عما کانوا یفترون (اور وہ اپنا بوجھ اور
اپنے بوجھ کے ساتھ مزید بوجھ اٹھائیں گے، اور ضرور ان سے قیامت کے روز ان کی افتراء بازی
پر سوال ہوگا۔ ت) کی جانگزا آفت سے پرہیز کریں۔ یہ ضرور ہے کہ بہت ابنائے دنیا کو ملا ہوا
مال چھوڑنا سخت دشوار بلکہ ناممکن ہوتا ہے مگر زمانہ اللہ کے ڈروالے بندوں سے خالی نہیں اور نصیحت
نفع دیتی ہے و ذکر فان الذکر تنفع المؤمنین (آپ یاد دہانی کرائیں تو بیشک یاد دہانی
مومنوں کو نفع دے گی۔ ت) ابلیس کہ دشمن راہ خدا ہے دوسروں کے بتانے میں آپ کے باطل

لے صحیح مسلم کتاب الاقصیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۲/۲
صحیح البخاری کتاب المیل و کتاب الاحکام " " " ۱۰۶۲ و ۱۰۳۲/۲
موطا امام مالک کتاب الاقصیہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۶۳۲
مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲۰۲/۲ و ۲۹۰ و ۳۰۸

فتوؤں کا حیلہ سکھائے گا کہ اتنے مولوی حلال کر رہے ہیں عذاب ہے تو ان کی گردن پر، مگر جب آپ حضرات خود ہی خوف خدا کر کے حق حکم ان پر ظاہر کریں گے تو کیا عجب کہ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو حرام مال سے بچنے اور وقف خدا پر تصرف نہ کرنے کی توفیق بخشے اور جب وہ رئیس جاگیر دار ہیں تو شاید اسی پر ان کا ذریعہ رزق منحصر نہ ہو اور ہو تو رزق اللہ عزوجل کے ذمہ حرم پر ہے حرام کھانے سے فاقہ لاکھ جگہ بہتر ہے اور اس میں حکام کی کچھ مخالفت نہیں جس پر ڈگری ہو وہ مجبور کیا جاتا ہے جس کی ڈگری ہو اگر خدا سے ڈرے اور اس مال کو چھوڑ دے حکام کو ہرگز اس سے تعرض نہ ہوگا۔ کیا اچھا ہو کہ روز قیامت اللہ واحد و قہار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈریں اور قلیل و ذلیل و فانی مال چھوڑ کر جلیل و عزیز و باقی ثواب لیں۔ بہر حال مفتی و مصدقین پر اپنے فرض سے ادا ہونا فرض ہے یہ محض خالص اسلامی عرض ہے۔ دیکھیں کون بندہ خدا سبقت کرتا اور رضائے الہی و ثواب عقبی و ثنائے دنیا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اللہ عزوجل توفیق دے،

فستندکون ما اقولکم وافوض امری
الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد و حسبنا
اللہ و نعم الوکیل۔
تو عنقریب یاد کرو گے جو تمہیں کہہ رہا ہوں، میں
اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، تحقیق
اللہ تعالیٰ بندوں کو دیکھتا ہے، ہم کو اللہ تعالیٰ
کافی ہے۔ (ت)

وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ وصحبہ و ابنہ و حزبہ
اجمعین آمین و الحمد للہ رب العالمین، واللہ سببحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ
جل مجدہ اتم و حکمہ عز شانہ احکم۔

مسئلہ ۱۱۵ از ریاست رامپور محلہ لال قبر مرسلہ سید احمد حسن صاحب ۲۷ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ۱۵ نومبر ۱۹۱۳ء کو ایک مکان خرید
۷ جنوری ۱۹۱۵ء کو زید نے اس پر دعویٰ شفعہ کیا اور ۸ جنوری کو علم بیع ہونا اور اسی وقت طلب
مواثبت و اشہاد بجالا بیان کیا اور اس پر پانچ گواہ دیئے ہندہ نے سنات گواہ تسلیم شفعہ کے
پیش کئے حاکم نے ان گواہوں پر اعتماد فرما کر دعویٰ رد کر دیا مدعی نے اپیل کی اور گواہان ہندہ پر
بہت سی جرحیں نکالیں اور ان کے متعلق دو فتوے داخل کئے سائل نے بریلی دارالافتاء سے

فتویٰ چاہا اس پر فیصلہ و اظہارات جملہ گواہان فریقین کی نقول باضابطہ لانے کا حکم ہوا، سائل نے نقول حاصل کیں اور حسب الحکم مع نقل ہر دو فتوے مدخلہ مدعی حاضر دارالافتاء میں امید کہ بعد ملاحظہ حکم شرعی سے خالصاً لوجہ اللہ اطلاع عطا ہو۔ میتنوا توجسوا۔

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب نقول مذکورہ مطلوبہ دارالافتاء مدخلہ سائل ملاحظہ ہوئیں باضابطہ نقلیں اس لئے طلب کی تھیں کہ تجربہ سے سائلوں کا خلاف رُوداد اظہار کر کے فتویٰ لینا ثابت ہو لیا تھا جس میں سراسر اضاعتِ وقت دارالافتاء تھی، فیصلہ و اظہارات کا ملاحظہ ہنگامہ اولین بتاتا ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ شفعہ کو بروجر شرعی ثابت کرنے میں محض ناکام رہا، عند الشرع دعویٰ واجب الرد ہے جیسا کہ ذی علم فاضل مفتی نے کیا۔ تمام ابکاش کہ دونوں فتووں میں ظاہر کی گئیں ان پر فرداً فرداً نظر اور ہر باطل کا ابطال مستقل ایک وقت چاہتا تھا مگر ہر دو فتوے مدخلہ مدعی خود ہی رتہ دعویٰ کو کافی وافی ہیں ان سے زیادہ ثبوت کی حاجت نہیں کہ وہ خود مسلمہ مدعی ہیں لہذا انھیں وجہ مقبولہ مدعی و مفتیان مدعی سے بطلان دعویٰ ثابت کر کے صرف ایک وجہ شرعی اور اضافہ کریں جس کی طرف فیصلہ میں بھی توجہ مبذول نہ ہوئی۔

وجہ اول: پہلے فتوے میں گواہ ہندہ سیدہ ابوالقاسم پر یہ اعتراض ہے کہ اس کے بیان میں مدعی بہا کا تعین نہیں، مدعی بہا یہاں مکان ہے اس کی تعین کے دو طریقے ہیں، ایک نشان دہی، دوسرے بیان حدود۔ دونوں اس کے بیان میں نہیں، ایسی حالت میں گواہی کیونکر مقبول ہو سکتی ہے اور اس پر قاضی خاں کی تین عبارتیں پیش کیں، سیدہ ابوالقاسم کے بیان میں وعدہ نشان دہی ہے کہ مکان کو موقع پر بتا دوں گا۔ پانچوں گواہان مدعی نے بھی صرف وعدہ نشان دہی کیا ہے جب وہ کافی نہیں تو مدعی کی پانچوں گواہیاں مدعا بہا سے خالی اور واجب الرد و نامقبول ہوئیں کہ ان میں نہ بیان حدود ہے نہ نشان دہی، بلکہ رحمت علی خاں نے صراحتہً کہا ہے مظہر حدیس مکان متنازعہ کی نہیں بتا سکتا، مظہر حدیس دیکھنے نہیں کیا تھا، گواہیوں میں وقت طلب شفعہ جانب مکان اشارہ مدعی کا بے بیان نہ گواہ کا اشارہ ہوا نہ بیان حدود۔ مدعی نے اس وقت اشارہ کیا ہو گواہ تو نہیں بتاتے کہ وہ کون سا مکان ہے جس کی طرف اشارہ کر کے طلب مواثبت کی تھی فتویٰ مدعی کو تسلیم ہے کہ اسکی

تعیین کے دو ہی طریقے تھے، نشاندہی یا بیانِ حدود، اور وہ دونوں ایمنہ و نفاق، لہذا اپانچوں گواہیاں مردود۔

وجہ دوم: عجیب یہ کہ گواہی ہندہ میں مکان خود مدعی بہ نہیں بلکہ اس کا دعویٰ تسلیم شفعہ کا ہے مکان صرف متعلقاتِ دعویٰ سے ہے تو جہاں وعدہ نشاندہی کافی ہو کہ صرف ایک شے متعلق دعویٰ کی تعیین نہ ہونے سے فتوائے مدعی نے شہادتوں کو ناممکن القبول بنایا تو یہاں کہ خود مکان ہی مدعی بہ ہے وعدہ نشان وہی ناکافی ہو کہ بیان گواہان میں اس کا عدم تعیین کیوں نہ ان تمام شہادات کو واجب الرد کرے گا۔

وجہ سوم: فتوے نے گواہان ہندہ محمد صدیق خاں، محمد سعید خاں، محمد علی خاں پر بھی یہی عدم تعیین مدعی بہ کا اعتراض کر کے فرمایا اس لئے شہادت ان کی بالجمول شرعاً لغو و باطل ہے اور اس پر قاضی خاں اور عالمگیری کی عبارتیں پیش کیں۔ یہ سب سے عجیب تر ہے ان تینوں کے اظہار خود موقع پر ہوئے اور نقول میں ہر ایک کے ساتھ صاف تصریح ہے کہ نشاندہی کر دی تو ادلاً ان کی شہادت کو بالجمول کہنا کیسا صریح لغو و باطل ہے۔

ثانیاً جب بالفعل نشاندہی بھی تعیین کو کافی نہ ہوتی تو پانچوں گواہان مدعی کے بیان میں کہ نشاندہی کا صرف وعدہ ہے سو درجہ زائد ان کو شہادت بالجمول و لغو و باطل کرے گا۔

وجہ چہارم: وہی کہ گواہی مدعا علیہا میں مکان مدعی بہ نہیں جب یہاں نشاندہی کافی نہ ہوتی شہادات مدعی میں کہ خود مکان مدعی بہ ہے وعدہ کس درجہ باطل و ناکام ہوگا۔

تنبیہ: ان افادوں کے بعد دارالافتاء کو اس بحث کی طرف توجہ کی اصلاً حاجت نہیں کہ اس عدم تعیین کا جواب فیصلہ میں یہ فرمایا کہ تسلیم اسقاط ہے اس میں تعیین کی ضرورت نہیں اور فتوے نے اس پر رد کیا کہ اس حالت میں ہے کہ اسقاط بالفاظ صریحہ ہوا ہو ورنہ تسلیم لغو اور بعد تسلیم اختیار دعویٰ حاصل، اور اس پر عالمگیری کی عبارت پیش کی، اگرچہ یہ جواب ہرگز صحیح نہیں۔ ادلاً وہ عبارت عالمگیری تسلیم دلالت میں ہے مثلاً خبر بیع سن کر خاموش رہنا اٹھ جانا یا مشتری سے بیعہ کی خریداری یا ہیہ یا اجارہ کی خواہش، اور یہاں تسلیم ان لفظوں میں بیان ہوتی ہے کہ اچھی بیگم نے مکان خرید لیا میں بہت خوش ہوا، اس کے لینے سے میں خوش ہوں، مناسب ہے اچھا کیا، یہ دلالت تسلیم کی شق میں کیونکر جاسکتے ہیں۔

ثانیاً دلالت تسلیم میں بھی صرف علم شفیع بالبیع درکار ہے نہ کہ تسلیم میں تعیین حدود جس پر

یہاں بحث ہے، خود اسی عبارت عالمگیری میں تسلیم صریح ادا بجری معجواہ میں فرمایا،
سواء علم بالبیع اولہ یعلم ان کان بیع کے بعد ہو تو بیع کا علم ہو یا نہ ہو برابر
بعد البیع ہے۔ (ت)

اور دلالت میں فرمایا،

لا یسقط حقه ثمنہ الا بعد العلم به وہاں حتی ساقط نہ ہو گا مگر علم کے بعد۔
وجہ پنجم: فتوے نے گواہ ہندہ سید اچھے میاں کی شہادت پر یہ اعتراض کیا کہ تعین و
تعریف مدعی و مدعا علیہ کی کرنا گواہ پر ضروری ہے بلا اس کے گواہی نامعقول ہے اور تعریف و تعین بصورت
موجودگی مدعی و مدعا علیہ وقت ادائے شہادت اشارہ سے چاہتے یہ یہاں مقصود ہے اور اس پر عالمگیری کی
عبارت پیش کی۔ گواہ کے لفظ یہ ہیں: "اس میں پیارے میاں صاحب مدعی حاضر عدالت نے فرمایا یہ مکان تم
نے اچھی بیگم کے نام خریدیا ہے مناسب ہے۔" اگر مدعی کا نام اور یہ صفت کہ مدعی اور یہ وصف کہ حاضر عدالت
ان تینوں کا اجتماع تعین و تعریف کے لئے کافی نہیں بلکہ بوجہ حضور مدعی خاص اشارہ ہی لازم تھا تو مدعی
کے پانچوں گواہوں میں بعینہ یہی حالت ہے ایک نے بھی مدعی کی طرف اشارہ نہ کیا سب نے پیارے میاں
مدعی حاضر عدالت ہی کہا ہے یا براور مدعی سید وزیر علی نے اتنا اور بڑھایا جن کو شجاعت علی کہتے ہیں تو
ثابت ہوا کہ حکم فتوے مدخلہ مدعی پانچوں گواہان مدعی کی گواہیاں مردود ہیں۔

وجہ ششم: دوسرا اعتراض اسی گواہ پر عدم تعین مدعا علیہا سے کیا کہ بصورت
عدم موجودگی عام آدمی کی تعین ولایت وغیرہ سے چاہتے تھے وہ بھی محققان کے بیان میں نہیں ہے لہذا
شہادت ان کی شرعاً ہرگز قابل قبول نہیں اس پر بھی وہی عبارت عالمگیری سند ہے، یہاں اتنا فرق
ضرور ہے کہ سید اچھے میاں نے صرف اچھی بیگم کہا اور گواہان مدعی سوائے سید وزیر علی کے بیان
میں بھی اگرچہ اچھی بیگم کی ولایت مذکور نہیں مگر خبر و طلب یعنی شاہ علی حیدر کے اخبار اور مدعی کے طلب
شفیع میں بیان زوجیت ہے، مخبر نے کہا مکان مدن میاں کی بی بی اچھی بیگم نے مول لیا الخ مدعی نے کہا
جس قیمت کو یہ مکان مدن میاں کی بیوی اچھی بیگم نے مول لیا، فتویٰ میں یہ عبارت عالمگیری اس لفظ
تک نقل فرمائی:

مگر افسوس کہ شوہر کا نام ودن میاں لیا اور شاہ حیدر علی کے بیان میں بھی یونہی کہا کہ مکان اچھی بیگم ودن میاں کی بی بی نے خرید لیا، یہ نام لینا نہ لینے سے بدرجہا بدتر ہوا نہ لیا جاتا تو مدعا علیہا میں ایک فتوہ جمالت رہی اور نام بدل دیا تو مدعا علیہا خود بدل گئی کہ وہ اچھی بیگم بنت ایوب شاہ جو ودن میاں کی بی بی ہے یقیناً اس اچھی بیگم بنت ایوب شاہ کی غیر ہے جو اسی وقت میں ودن میاں کی بی بی ہو، اس کے بیان کو بھی یہی فتوئے مدخلہ مدعی کافی ہے، مدعا علیہا کے گواہ محمد شاہ خاں کے بیان میں یہ جملہ واقع ہوا منظرہ اچھی بیگم مدعا علیہا کو جانتا ہے اس کے باپ کا نام ایوب علی ہے، اس پر فتوے نے اعتراض فرمایا کہ ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انھوں نے ولدیت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا یہ شاہد ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے اور اس پر عالمگیری کی سند دی، یونہی یہاں بھی سید وزیر علی کی نسبت کہا جائے گا کہ ان کے بیان میں ایک نقصان یہ بھی ہے کہ انھوں نے زوجیت مدعا علیہا کی غلط بیان کی ہے کہ جس کا یہ شاہد ہے اس کو خود تسلیم ہے لہذا اس کی گواہی کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے بلکہ انصافاً ایوب شاہ و ایوب علی میں وہ تباین نہیں جو ودن میاں و ودن میاں میں ہے ممکن کہ نام ایوب علی شاہ ہو اور اختصاراً کسی نے ایوب شاہ کہا کسی نے اخیر کا کلمہ تعظیمی کم کر کے ایوب علی بخلاف ودن و ودن کہ قطعاً دو متغیر نام ہیں بہر حال اسی وجہ ششم پر بھی پانچوں شہادات مدعی رد ہیں۔

وجہ ہفتم: مدعی کے فتوئے اولیٰ نے جملہ شہادات مدعی کو ان چھ وجوہ سے باطل کیا نہ یوں کہ مجموع پر چھ ہوں بلکہ ہر گواہی چھ وجہ سے مردود ہے، اب اس فتوے میں بعض شہادتوں پر دو اعتراض اور ہیں کہ وہ بھی مدعی کی بعض شہادات پر وارد ہیں یونہی بعض دیگر کا ابطال مدعی کے فتوئے دوم سے ہے یوں مل کر ان فتوؤں نے ساتویں وجہ سے جملہ شہادات مدعی باطل کی ہیں ان کا بیان سنئے:

اول شہادت محمد شاہ خاں پر تبدیلی نام کا اعتراض کہ اس سے سخت تر شہادت سید وزیر علی پر وارد ہے۔

دوم: شہادت منور حسین پر اس کا جرح و بیان غلط ہونے سے اعتراض کہ اس نے کہا مجھے صول ہو گیا تھا حالانکہ واقع میں اس وقت تک وصول نہ ہوا تھا فتوے نے اس کی نسبت

کہا تھا کہ عدالت کو بھی تسلیم ہے ہم نے فیصلہ میں کہیں اس کی صریح تسلیم نہ پائی بلکہ جواب وہ دیا ہے کہ بر تقدیر وقوع بھی شہادت سے دفع مضرت کرے جس کا بیان عنقریب آتا ہے بہر حال یہ اعتراض گواہ مدعی احسان خاں بلکہ نئے مرزا پر بھی ہے ان کے کلام میں بھی تناقض ہے نئے مرزا نے کہا منظر گل نور خاں کے چہرہ پر قریب مکان متنازعہ بیٹھا ہوا تھا اس کو عرصہ کوئی ڈھائی مہینہ کا ہوا پھر کہا منظر چہرہ کے نیچے بیٹھا تھا اور آدمی چہرہ پر تھے اسے اگر استدراک ہی کہتے تو احسان خاں نے اولاً کہا جب سے منظر اس جلسہ میں آیا اور جب تک گیا منظر سے کسی کی بات نہ ہوئی، بعد کو لکھا یا منظر گل نور خاں سے باتیں کر رہا تھا یہ ضرور تناقض ہے اور تناقض میں کذب سے مفر نہیں کہ دونوں باتیں سچی نہیں ہو سکتیں عالمگیری میں مبسوط سے ہے:

لم تقبل شہادۃ قہما لانا نتیقن بکذب — دونوں کی گواہی قبول ہوگی دونوں میں سے ایک کے جھوٹا احد ہما ہے

ہونے کا ہمیں یقین ہے۔ (ت)

فیصلہ نے منور حسین خاں کی طرف سے وہ جواب دیا کہ وہی احسان خاں اور نئے مرزا پر سے اس اعتراض کا جواب ہوتا یعنی یہ امر صلب شہادت سے خارج ہے اور شرعاً نقص غیر مشہود بہ مضر شہادت نہیں اور اس پر یہ عبارت شرح وقایہ تحریر فرمائی:

الا کذاب فی غیر المشہود بہ لا یمنعہ — مشہود بہ کے غیر میں جھٹلانا قبولیت کے لئے القبول ہے۔ (ت)

یہ عبارت اگرچہ چنداں متعلق نہ ہو کہ کلام کذب میں ہے نہ اکذاب میں بلکہ اس کے لئے یہ عبارت خلاصہ و ہندیہ ہے کہ:

التناقض فیما لا یحتاج الیہ لا یضری — غیر ضروری معاملہ میں تناقض مضر نہیں ہے (ت)

مگر فتوائے مدعی نے خود بھی کذب و اکذاب میں فرق نہ کر کے اس کا یہ رد کیا کہ بصورت منسوب ہونے گواہ کے صریح جھوٹ کے ساتھ گواہی اس کی نامقبول ہے خواہ یہ لغو بیانی اس کی مشہود بہا سے خارج ہو یا نہ ہو اور اس پر یہ عبارت عالمگیری پیش کی:

فی العیون، شہد الرجلان علی آخر — عیون میں ہے کہ دو گواہوں نے ایک شخص کے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثامن نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۰۸/۲

۲۔ شرح الوقایہ " باب قبول الشہادۃ وعدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۹/۲

۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الخلاصۃ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۶۰/۳

یالغ وانہ قد قضاہ خمساً مائۃ و قال الطالب لی علیہ الف وما قضا فی شیدئا والشہود اذہموا فی الشہادۃ علی القضاہ تقبل شہادۃ تہما انت عدلا ولو قال شہادۃ تہم بالالف حق و بالقضاء باطل لا تقبل شہادۃ تہما لانہ نسبتہما الح الفسق کذا فی المحیط (ملتقطاً)۔

ذمہ ہزار کی گواہی دی اور کہا کہ پانصد اس نے ادا کر دئے ہیں جبکہ مدعی کہتا ہے کہ میرا اس کے ذمہ پورا ہزار ہے ابھی اس نے کچھ بھی ادا نہیں کیا اور گواہوں کو ادائیگی کے متعلق شہادت میں وہم ہوا ہے تو ان کی شہادت قبول ہوگی بشرطیکہ دونوں گواہوں کو عادل قرار دیا گیا ہو اور اگر ظالم یعنی مدعی نے کہا ان گواہوں کی ہزار کے متعلق گواہی حق ہے اور ادائیگی کے متعلق شہادت باطل ہے تو گواہوں کی شہادت مقبول نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں اس نے گواہوں کی نسبت فسق ظاہر کیا ہے، محیط میں ایسے ہی ہے (ملتقطاً)۔ (ت)

مگر نہ جانا کہ صورت عالمگیری کو یہاں سے کچھ علاقہ نہیں جب مدعی ہزار روپے کا مطالبہ بتاتا ہے اور گواہ کہتے ہیں ہزار تھے پانسوا دہو چکے ہیں تو وہ صراحتہ ہزار کے مطالبہ کو غلط اور صرف پانسو کا مطالبہ بتا رہے ہیں اسے مشہود بہ سے خارج ماننا عجیب ہے۔

سوم: یہاں تک فتوائے اولی کے حرف حرف پر کلام ہو لیا اب دوسرا مسئلہ،
فتوائے ثانیہ مدعی کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اولاً مدعا علیہا کا بیان تھا کہ ۵ نومبر یعنی تاریخ بیع ہی میں مدعی کو علم بیع ہوا، مدعی شریک مشورہ تھا، اس نے بعد البیع تسلیم کی ان میں پہلے دو فقرے کسی گواہ مدعا علیہا نے بیان نہ کئے تو شہادت مطابق دعویٰ نہیں لہذا نا مقبول، عینی میں ہے:

موافقۃ الشہادۃ للمدعی ان تتحد انواعا وکما و زمانا۔
مدعی کے لئے شہادت کی موافقت یوں ہے کہ وہ نوع، مقدار اور زمانہ کے اعتبار سے متفق ہوں۔ (ت)

ثانیاً گواہان مدعا علیہا میں محمد سعید خاں، محمد صدیق خاں، محمد علی خاں جن کی شہادت ۲۳ اپریل کو ہوئی اس وقت سے چار مہینے پہلے مدعی کا وہ قول بتاتے ہیں کہ مکان اچھی بیگم نے مول لیا، میں خوش ہوا تو حساب سے اس قول کا وقت ادا خر دسمبر آتا ہے اور منور حسین خاں، محمد شاہ خاں

سید اچھے میاں شروع جنوری روز جمعہ کو مدعی کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں اور خود مدعا علیہا ۱۵ نومبر ہی کو وقوع تسلیم بتاتی ہے اب بیان گواہان کو موجب تسلیم ماننے یا تسلیم گزشتہ کی خبر۔ بر تقدیر اول جبکہ حسب بیان مدعا علیہا شفعہ ۱۵ نومبر کو تسلیم و ساقط ہو چکا تھا، پھر دسمبر و جنوری میں مکرر سقوط کیسا، الساقط لا یعود (ساقط شدہ بحال نہیں ہوتا) بر تقدیر ثانی خبر کے لئے خبر بہ کاشیوت لازم، مخبر بہ قول مدعا علیہا ہے بیان گواہان سے جس کاشیوت نہیں لہذا یہ خبر تسلیم مثبت تسلیم نہیں۔

ثالثاً مدعا علیہا ۱۵ نومبر کو تسلیم بتاتی ہے گواہ بعد کو تو دونوں بیان متعارض ہو کر ساقط ہوں گے اور حتی شفعہ جو طلبین سے مستقر ہو چکا ہے ثابت رہے گا۔ قاضی خاں میں ہے،

المدعی اذا اكدب الشهود في ما شهد والـ مدعی جب گواہوں کو اپنے حق میں کل بیان یا اد فی بعضہ لا تقبل شہادۃ تہم بـ بعض کو جھٹلا دے تو شہادت قبول نہ ہوگی (ت) یہ حاصل ہے تمام تطویل فتوئے ثانیہ کا، بلکہ زیادت ضبط و ایضاح کے ساتھ، مگر افسوس کا محل ہے کہ اس میں ایک حرف بھی صحیح نہیں،

اولاً مدعی علیہا کا دعویٰ تسلیم شفعہ بعد العلم بالبیع ہے اس کے سوا تعیین وقت نہ اس کے دعویٰ کا حقیقہ جز ہے نہ مدار، نہ اس کے بیان کی حاجت نہ اس میں اختلاف سے مضرت تسلیم یہاں بالقول ہوئی، اور قول قابل تکرر ہے، اور شہود ایک جلسہ خاصہ کا بیان نہیں کرتے بلکہ صراحتہ جدا جلسوں کا ذکر کرتے ہیں قول محض میں اگر شہادتیں یا شہادت و دعویٰ و بارہ زمانہ ایسا اختلاف کریں اصلاً کچھ مضر نہیں، نہ ہرگز اسے شہادت و دعویٰ یا باہم و شہادتوں کی عدم مطابقت کہہ سکیں، عالمگیری میں ہے، ان کان المشہود بہ قولاً محضاً کالبیع و والاجارۃ والطلاق والعقاق و الصلح والابراء، واختلاف فی البلدات او فی الشہور جانرات شہادت تہما ولا تبطل الشہادۃ باختلاف الشاہدین فی الایام والبلدان الا ان یقولوا کنا مع ابطل

جس چیز کی شہادت ہے وہ اگر خالص گفتگو ہے مثلاً بیع، اجارہ، طلاق، عتاق، صلح اور بری کرنا، جن کا تعلق زبان سے ادائیگی کے ساتھ ہے اور گواہوں نے ان امور میں علاقے یا مہینے کے بیان میں اختلاف کیا تو دونوں کی شہادت قبول ہوگی، اور دونوں گواہوں کا ایام، شہروں کا اختلاف شہادت کو باطل نہ کرے گا، مگر اس صورت میں

فی موضع واحد فی یوم واحد ثم
اختلفا فی الایام والمواطن و
البلدان فان اباحیفة رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال انا جیز الشہادة وعلیہم
ان یحفظوا الشہادة دون الوقت وقال
ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ الامر کما قال
ابوحنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی القیاس
وانا استحسن وابطل هذه الشہادة
بالهمة الا ان یختلفا فی الساعتین
من یوم واحد فیجوز کذا فی فتاویٰ
قاضی خان (ملقطاً)۔

جب دونوں یہ کہہ چکے ہوں کہ ہم دونوں ایک جگہ
ایک وقت میں طالب کے ہمراہ تھے پھر اس کے
بعد ایام، مقامات اور شہروں کا اختلاف بیان کریں
تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں
اس شہادت کو جائز قرار دوں گا کیونکہ گواہوں کے
ذمہ اصل شہادت کو محفوظ کرنا ہے نہ کہ وقت کو،
اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ
عنه کا ارشاد قیاس کے مطابق ہے میں استحسن
کرتا ہوں اور میں اس شہادت کو تہمت کی
بنیاد پر باطل کہتا ہوں، یاں اگر دونوں کا اختلاف
صرف ایک دن میں مختلف گھنٹوں کے متعلق ہو تو
شہادت جائز ہوگی، فتاویٰ قاضی خان میں یہی ہے (ملقطاً)۔

ثانیاً اعتراض دوم عجیب منطقی ہے اس شہادت میں کو جب و مخبر کی تردید کیسی شہادت ہمیشہ مخبر ہی
ہوتی ہے اس کی تعریف ہی میں اخبار بکنی داخل ہے اور مخبر بہ صرف قول مدعا علیہا ہونے سے ایراد اس سے بھی
عجیب تر، مخبر ہمیشہ دعویٰ ہوتا ہے اور دعویٰ ہمیشہ قول صرف مدعی۔ اسی کے اثبات کے لئے شہادت ہوتی
ہے شہادت سے پہلے اس کا ثبوت درکار ہو تو شہادت لغو ہے کہ امر ثابت کیا محتاج اثبات ہے اور اگر
یہ مقصود کہ اس کا دعویٰ اور ان کا بیان زماناً مختلف ہے تو یہ وہی پہلا اعتراض ہے جس کا رد ہو چکا۔

ثالثاً یہی حال تعارض کا ہے نفس تسلیم میں دعوائے مدعا علیہا و جملہ شاہدان مدعا علیہا متفق ہیں،
اختلاف اگر ہے تو زمانہ کا اور وہ قول محض میں مضر نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے،

شہدا ان فلانا طلق امرأته فشهد
احدهما انه طلقها بالبصرة والآخر
انه طلقها بالكوفة، لو شهدا
بذلك فی یومین متفرقین من الایام
ودون گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں نے اپنی بیوی
کو طلاق دی ہے ایک نے کہا بصرہ میں دوسرے
نے کہا کوفہ میں دی ہے، اگر دونوں نے متفرق
دنوں کی بات کی ہے جن میں کوئی شخص اپنی سوار

وبینہما قدر ما یسیر الی اکب من الکوفۃ الی
ملکۃ جائزۃ شہادۃتہما (ملقطاً)۔
کے ذریعے ان دونوں شہروں میں سے ایک سے
دوسرے میں پہنچ سکتا ہو مثلاً کوفہ سے مکہ تک

ان دونوں میں جاسکتا ہے تو شہادت جائز ہوگی (ت)

یہ رد ہے اس تمام فتوے ثانیہ کا اور شفعہ بشہوت طلبین مستقر ہو لینے کا ردی حال ہمارے بیانات سابقہ و
لاحقہ سے واضح۔ خیر یہ تو اس فتوے کی حالت تھی، کہنا یہ ہے کہ بغور علم بالبیع طلب مواثبت و اشہاد بجالانا
قطعاً ایسی چیز ہے کہ دوبار نہیں ہو سکتی کہ علم بالبیع مسکر نہیں ہو سکتا تو مدعی اور اس کے شاہدان کا بیان
وقت میں بھی یقیناً متفق چاہئے، اگر زمانہ اس کے زمانہ سے آگے چلے جائیں تو شہادت و دعویٰ ضرور مختلف ہیں
اور وہی عبارات پدایہ و عینی کہ فتوے ثانیہ نے رد شہادات مدعا علیہا کے لئے زعم کی تھیں رد شہادات مدعی
کو کافی و دافی ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مدعی نے علم بالبیع اور بغور علم طلب کی تاریخ ۸ جنوری بتائی اس کی
گواہیاں ۲۰ مارچ کو گزریں کہ اکثر دن یاد دہینے لیا رہ دن کا فاصلہ ہے، لیکن سید گوہر علی کے بیان میں
ہے کہ کوئی مہینہ سے کم کم ہوا ہوگا لہذا شہادت مخالفت دعویٰ و مردود، رحمت علی خاں بالیقین بلا تخمین کہتا
ہے عرصہ دو ڈھائی ماہ کا ہوا جس کے پچھتر دن ہوئے بیان مدعی نے چار دن زیادہ۔ احسان خاں اگرچہ
تخمین کرتا ہے مگر زائد کا اور اس سے بھی زیادہ کی طرف بڑھتا ہے، وہ زائد دن میں تردد کرتا ہے کہ کوئی
عرصہ تخمیناً ڈھائی پونے تین مہینے کا ہو یعنی پچھتر یا بیاسی یا تراسی دن ہوئے اور مدعی کے قول سے اکثر ہی
ہیں تو دو گواہ وجہ خاصہ سے فتوے اولیٰ نے رد کئے تھے تین فتوے ثانیہ نے رد کئے، پانچوں رد ہو گئے
بلکہ عند التحقیق خود یہ فتوے ثانیہ ہی پانچوں کو رد کر دے گا، سید وزیر علی اور ننھے مرزا نے اگرچہ عرصہ
تخمیناً ڈھائی ماہ کا کہا جو بیان مدعی سے موافقت کو بھی محتمل، مگر امر محتمل شہادت میں نہیں لیا جاتا کہ احتمال
جانب مخالفت کا بھی رہا اور موافقت دعویٰ کی شرط قبول شہادت تھی ثابت نہ ہوئی و لہذا اگر گواہ زمانہ مردور
بیان کرے بوجہ جہالت مردود ہے، جہالت تخمینہ میں بھی موجود ہے، یہ متحقق نہ ہوا کہ یہ واقعہ آٹھ ہی جنوری
کا ہے ممکن ہے کہ قبل کا ہو، تو دعویٰ سے مطابقت کب ہوئی۔ عالمگیری میں ہے :

شہد الشہود ان لهذا المدعی علی
هذا المدعی علیہ وہ دوازده درم
لا تقبل لکان الجہالۃ، و كذلك اذا ادعی وہ دوازده
گو اہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے غلام مدعا علیہ
پر دس بارہ درہم ہیں، شہادت قبول نہ ہوگی،
اور یونہی جب مدعی نے اپنے دعویٰ میں دس بارہ

درم لا تسمع دعواه وكذلك اذا ذكر التاريخ
 في الدعوى على هذا الوجه بان قال
 ايس عين ملك من ست ازده دوازده سال
 فانه لا تسمع دعواه ، وكذلك اذا ذكر
 الشهود والتاريخ في شهادتهم على
 هذا الوجه لا تقبل شهادتهم كذا في
 الذخيرة۔
 درم کہا تو دعوی قابل سماعت نہ ہوگا ، اور یوں جب
 تاریخ کو دعوی میں اس انداز سے بیان کرتے ہو
 کہا دس بارہ سال سے اس چیز کا مالک ہوں تو سماعت نہ ہوگی
 اور یوں ہی گواہوں نے اگر تاریخ کو اسی انداز سے
 بیان کیا تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی ۔
 ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۔
 (ت)

وجه هشتم : یہاں تک گواہان مدعا علیہا پر تمام اعتراضات کا رد ہو گیا ۔ ہر دو
 فتوے مدعی کا ایک ایک فقرہ مسترد ہو گیا اور روشن ہوا کہ وہ فتوے اگرچہ بظاہر تائید مدعی کے لئے
 ہیں حقیقتہً ابطال دعوی شفعہ کر رہے ہیں ان سے ایک ایک گواہی مدعی سات سات وجہ سے
 مردود ہے ۔ اب ہم وہ وجہ ذکر کریں جس کا وعدہ کیا تھا ثبوت شفعہ کے لئے لازم ہے کہ دار مشفوع بہا
 جس کے ذریعہ سے شفعہ دعوی شفعہ کرے قبل بیع سے وقت حکم تک ملک شفعہ میں رہے کہ وقت
 بیع اس کی ملک شرط شفعہ ہے اور بعد بیع قبل حکم اس کا اپنی ملک سے اخراج دلیل اعراض ہے ولہذا
 اگر مشتری مشفوع بہا میں ملک شفعہ تسلیم نہ کرے شفعہ کی طرف سے اس مضمون کی شہادت لازم
 ہے کہ مشفوع بہا قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک ملک شفعہ ہے ہمارے علم میں اس کی ملک
 سے خارج نہ ہوئی ، اگر گواہوں نے صرف اتنا کہا کہ مشفوع بہا ملک شفعہ ہے کافی نہ ہوگا ۔ عالمگیر
 شرائط شفعہ میں ہے :

منها ملك الشفعه وقت الشراء في الدار
 التي ياخذ بها الشفعة۔
 شرائط میں سے شفعہ کرنے والے کی سودے کے
 وقت اس مکان کی ملکیت ہے جس کی بنا پر شفعہ
 کر رہا ہے ۔ (ت)

در مختار میں ہے :
 يبطلها بيع ما يشفع به قبل القضاء
 شفعہ کے فیصلہ سے قبل شفعہ کا سبب بننے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادۃ الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۴۶۲/۳
 ۲۔ کتاب الشفعہ الباب الاول " " " " ۱۶۱/۵

بألشفعة مطلقاً علم ببيعها أم لا وكذا
لو جعل ما يشفع به مسجداً
والى زمین کو فروخت کرنا مطلقاً شفعہ کو
باطل کر دے گا اس کی بیع کا علم ہو یا نہ ہو
اور یوں ہی اگر اس زمین کو مسجد بنا دیا ہو (ت)

نیز در مختار میں ہے :

وإذا طلب الشفيع سأل القاضي الخصم عن
مالكية الشفيع لما يشفع به فان اقر بها اد
نكل عن المحلف على العلم او برهن الشفيع
انها ملكه سأل له عن الشراء الخ۔
جب شفعہ والا مطالبہ کرے تو قاضی دوسرے
فریق سے اس مکان کی ملکیت کے متعلق سوال
کرے جس کے سبب شفعہ کا دعویٰ کیا ہے اگر وہ
فریق مدعی کی ملکیت کا اقرار کرے یا اپنے علم

سے متعلق قسم دینے سے انکار کر دے یا مدعی اس کی اپنی ملکیت پر شہادت پیش کر دے تو پھر
قاضی اس مکان کے سودے کے متعلق سوال کرے الخ۔ (ت)

ردالمحتار میں زیر قول برهن الشفيع (شفعہ والا گواہ پیش کرے۔ ت) محیط سے اور عالمگیری میں
محیط و ذخیرہ سے ہے :

في الاجناس من كيفية الشهادة فقال ينبغي
ان يشهدوا ان هذه الدار التي بجوار الدار
البيعة ملك هذا الشفيع قبل ان يشتري
هذا المشتري هذه الدار وهي له الخ۔
هذه الساعة لا نعلمها خرجت
عن ملكه فلو قال ان هذه الدار لهذه
الجاسر لا يكفي
اجناس میں شہادت کی کیفیت کے بیان میں ہے
تو فرمایا کہ گواہوں کو چاہئے کہ وہ یہ بیان کریں کہ مدعی
فروخت شدہ مکان کے پڑوس والے مکان کا
اس مکان کی فروخت سے قبل تاحال مالک
چلا آرہا ہے اور مدعی ہی مالک ہے اس کی
ملکیت سے خارج ہونے کا ہمیں کوئی علم نہیں ہے
اگر گواہوں نے صرف اتنا کہا کہ پڑوس کا یہ مکان
اس پڑوسی کا ہے تو کافی نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں مشتری نے مشفوع بہا میں ملک مدعی تسلیم نہ کی تو مدعی پر اقامت بینہ بروجہ مذکور لازم تھی پانچ

۲/۲۱۵	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما یطلبها	کتاب الشفعہ	لہ در مختار
۲/۲۱۲	"	باب طلب الشفعہ	"	"
۵/۱۴۹	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السابع	"	کے فتاویٰ ہندیہ
۵/۱۴۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب طلب الشفعہ	"	ردالمحتار

گواہوں میں سے تین نے تو اس کا نام ہی نہ لیا، تھے مرزا نے یوں کہا ”مدعی جس مکان میں رہتا ہے وہ ملکیت سولہ برس سترہ برس سے گویا کہ مدعی کی اب تک ہے گویا کہ شہادت سے کیا علاقہ۔ اور آگے چل کر اور بھی تخریب کر دی کہ مظہر نے محلہ میں مظفر شاہ کی زبانی سنا کہ مدعی کا مکان جس میں مدعی رہتا ہے ملک کی گواہی اور ایک شخص کی سماعتی ہاں صرف براہِ مدعی سید وزیر علی نے کہا ہے کہ جس مکان کے ذریعہ سے مدعی نے مکان کے شفعہ کا دعویٰ کیا ہے وہ مکان قبل بیع سے اب تک ملک مدعی میں ہے یہ شہادت بھی باطل ہے،

اولا ملک مکان پر شہادت کے لئے ضرور ہے کیا مکان حاضر کی طرف اشارہ ہو جیسا ابھی عبارت عالمگیری سے گزرا کہ :

ان هذه الدار التي بجوار الدار المبيعة. بیشک یہ مکان جو فروخت شدہ مکان کے پڑوس میں ہے۔ (ت)

یا غائب ہے تو اس کے حدود کا بیان ہو، عالمگیری میں ہے :
 في الشهادة على المحدث ولا بد من ذكر
 الحد ودكذا في الخلاصة۔
 یہاں دونوں مفقود، لہذا شہادت مردود۔

ثانیاً یہ وہی گواہی ہے جس میں تبدیل نام واقع ہوئی ہے جس کا بیان وجہ ششم میں گزرا۔
ثالثاً کچھ نہ ہو تو تنہا ایک کی گواہی ہے ملک ثابت نہیں ہو سکتی لہذا سرے سے بنائے شفعہ پایہ ثبوت کو نہ پہنچا اور دعویٰ بے ثبوت رہا، رہا یہ کہ خود اسی مکان متنازعہ فیہ کے بیعنامہ اسمی مدعا علیہا میں حد شمالی مکان مولوی شجاعت علی تحریر ہے اور بیعنامہ عاقدین پر حجت ہوتا ہے لہذا یہ مدعا علیہا کی طرف سے مکان مشفوعہ بر میں ملک مدعی کی تسلیم ہے ذی علم فاضل مفتی صاحب نے اسی بنا پر تنقیح بھی مدعی فیصل فرمائی مگر ہماری تقریر سابق سے واضح ہے کہ صرف وقت بیع مشفوعہ میں ملک شفیق کافی نہیں بلکہ جب سے وقت حکم تک ملک مستمر درکار ہے بیعنامہ سے ثابت ہوا تو اتنا کہ وقت بیع مذکور مکان مشفوعہ بر ملک مدعی تھا اس سے وقت طلب اول حسب بیان مدعی بھی

ملک مدعی ثابت نہیں ہوتی نہ کہ اب تک کہ بیع ۵۱۵ نمبر کو ہوتی اور مدعی نے وقت طلب ۸ جنوری بیان کیا، ممکن ہے کہ اس بیع میں اس کی ملک سے نکل گیا ہو اور یہاں استصحاب یعنی اس وقت ملک ثابت تھی اور زوال معلوم نہیں تو اب تک ملک مافی جائے گی کافی نہیں کہ یہ ظاہر ہے اور ظاہر حجت دفع ہے نہ کہ حجت استحقاق، اور شفیع کو منظور استحقاق ہے تو استصحاب بکار آمد نہیں۔ عالمگیر یہ میں ہے :
 الظاهر لا يصلح للاستحقاق فلا بد من
 ثبوت ملكه بحجة لاستحقاق الشفعة.
 ظاہر حال کسی استحقاق کو ثابت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو ثبوت ملکیت کے لئے اس کے پاس شفعہ کے استحقاق کی دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)
 اگر کہتے یہ تنقیح تو فیصلہ میں جی مدعی فیصل ہو چکی تو اس کا جواب بھی فتوے اولی مدخلہ مدعی دے گا کہ تجویز عدالت بلا دلیل و حجت ہے جو شرعاً ہرگز قابل نفاذ نہیں۔ استنباط میں ہے،
 والحكمة اذا كان لادليل عليه لم ينفذ
 انتہی ہے
 جب حکم کی دلیل نہ ہو تو وہ نافذ نہیں
 بقا انتہی (ت)

بالجملہ ہر وجہ ہر حجت ہر پہلو سے دعوی مدعی باطل اور شریعت مطہرہ کے حکم سے
 فیصلہ بحق مدعا علیہا ہونا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۱۱۸ از ضلع بجنور قصبہ نگینہ محلہ میر سرائے مسؤلہ جلال الدین عطار بروز یکشنبہ
 ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام سوالات مندرجہ ذیل میں :
 (۱) حافظ جلال الدین نظام الدین لد مولائے بخش بھائی علاقائی ہیں ان کو ترکہ میں نزاع ہے، اول یہ کہ دو دکانیں جن میں ان کے والد نشست و برخاست کرتے تھے حافظ جلال الدین مدعی ہیں کہ یہ ملک والد صاحب مرحوم سے ہے، اور نظام الدین کہتا ہے کہ والد صاحب کی نہیں بلکہ والدہ صاحبہ کو یہ ملی ہیں حافظ جلال الدین اپنے مدعا کے ثبوت میں منجملہ شہادتوں کے ایک شہادت حدود سے کرتے ہیں یعنی ان دکانوں کی جن کے مکانات سے حدود ملتے ہیں ان کے بیعنامہ کے حدود میں ملک والد صاحب کہتے ہیں اور لکھنے والے والد صاحب کی ملک بتلاتے ہیں، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ شہادت

باوجود اس کے کہ سبب ملک والد صاحب نہیں بیان کرتے عند الشرح معتبر ہے یا نہیں ، اگر معتبر ہے تو ناشی حکم (اس امر کا کھوج لگانا اور جرح کرنا کہ تم کو کس ذریعہ سے ملک مولا بخش معلوم ہوئی ، یا تم نے بیعنامہ دیکھا ہے یا تمہارے سامنے بیع ہوئی ہے) حق حاصل ہے یا نہیں ؟

(۲) اور نیز حافظ جلال الدین اپنے مدعا میں ایک شہادت یہ گزرا نٹا ہے کہ ایک شاہد یہ بیان کرتا ہے کہ ان دکانوں کا بیعنامہ میرے سامنے ہوا اور بائع نے میرے سامنے بیع کی ، اور دوسرا شاہد بیان کرتا ہے کہ مشتری نے میرے سامنے اس کی بیع لینے کا اقرار کیا کہ میں نے فلاں سے یہ دکانیں خریدی ہیں ، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ شہادت عند الشرح معتبر ہے یا نہیں ؟

(۳) حافظ جلال الدین کہتا ہے کہ ایک مکان والد صاحب نے مجھ کو ہبہ کیا تھا جس میں میں نے ان کی زندگی میں ہی چھپر کا دالان بنالیا تھا اور تقریباً اس میں بیس پچیس سال رہا ، بعد میں مجھ کو اس میں تنگی ہوئی اور دوسری دکان کرایہ پر لے کر اس صورت سے رہنے لگا کہ مکان موہوبہ میں اپنا تصرف وقفہ مالک کا رہا اور اس کے بعد والد صاحب نے دوسری دکان جو مکان موہوبہ سابق کے بغل میں ایک جانب کو واقع اور ملکیت میں اپنی زوجہ یعنی میری سوتیلی مادر کے تھا مجھ کو ملا کر دے دیا اور مادر صاحبہ سے بھی کہلا دیا کہ میں نے دے دیا جیسا میرا بیٹا نظام الدین ہے ویسا ہی جلال الدین ہے چنانچہ میں نے اس دوسری دکان کو بھی لے کر اپنے والد اور مادر کی زندگی میں اپنی سابق دکان کے ساتھ ملحق کر لئے درمیان کی دیوار نکال دی اور اس کے سامنے ہی ایک دالان بنالیا اب سوال یہ ہے کہ عند الشرح ان دونوں دکانوں کا میرے لئے ہبہ درست ہو یا نہیں ، اور میرے شاہدان دونوں مکانوں کی بابت دینا والد صاحب اور والدہ صاحبہ کی جانب سے بیان کرتے ہیں یہ شہادت فقط دینے کی ہبہ پر مجمل ہوگی یا عاریۃ پر اور اس میں قاضی یا حکم کو شاہدان سے یہ حق دریافت کرنے کا حاصل ہے یا نہیں کہ دکان جلال الدین کو ہبہ دیا گیا تھا یا عاریۃ۔ بینوا تو جروا۔

الجواب وبالله التوفیق

(۱) اگر شاہدان صرف اس پر اکتفا کیا کہ یہ دکانیں مولا بخش کی ہیں اور سبب ملک نہ بیان کیا تو یہ شہادت منجملہ عند الشرح معتبر ہے اور دکانیں مولا بخش کی ہی مانی جائیں گی اور قاضی یا حکم

کو اس کا حق حاصل نہیں ہے کہ گواہان سے تفتیش کرے کہ تم کو کس سبب اور ذریعہ سے ملک فلاں ہونا ثابت ہوا،

ومن فی یدہ شیء فلك ان تشهد انه له
ان وقع فی قلبك ذلك والا لا الخ تنویر
الابصار، وفي الهدایة ومن كان فی
یدہ شیء سوى العبد والامة وسلك ان
تشهد انه له لان الید اقصى ما يستدل
به علی الملك اذ هی مرجع الدلالة
فی الاسباب كلها، قال فی نہایة انه
لادلیل لمعرفة الملك فی حق الشاهد
سوالید لان اکثر ما فی الباب ان یعاین
اسباب الملك من الشراء ونحوه الا ان
الشراء انما یفید الملك اذا كان المبیع
ملكاً للبائع و ذلك لا یعرف الا بالید
فلولم یجزاء الشہادة بحکم الید
لسد باب الشہادة حتی حل للقاضی
ان یقضی بحکم الید كما یحل للشاهد
انتهی۔

کو جائز ہے کہ وہ قبضہ کی بنا پر ملکیت کا فیصلہ دے جس طرح گواہ کو یہ شہادت دینا جائز ہے (۱۵) (۲) یہ شہادت معتبر ہے

كما فی فوائد السبۃ فی باب الاختلاف
جیسا کہ فوائد السبۃ کے اختلاف شہادت کے باب

لہ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الشہادات
لہ الہدایہ
لہ النہایہ شرح الہدایہ
مطبع مجتبائی دہلی
مطبع یوسفی کھنؤ
۹۲/۲
۱۵۹/۳

بالشهادة ناقلا على صاحب الدرر ولو
 شهد احد هبما ان فلانا باع منه و
 اخوان فلانا اقر بالبيع منه تقبل الخ۔
 میں صاحب درر سے نقل کرتے ہوئے مشرما یا کہ
 اور گواہوں میں سے ایک نے شہادت دی کہ
 فلاں نے یہ چیز اس کو فروخت کی ہے اور دوسرے
 نے شہادت دی کہ فلاں نے اس کے پاس فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے، تو مقبول ہوگی الخ (ت)

(۳) حافظ جلال الدین کے لئے ان دونوں مکانوں کا ہبہ عند الشرع درست ہو گیا اور باپ کا دینا
 قرآن ہبہ اور تملیک کے موجود ہوتے ہوئے ہبہ ہی مانا جائے گا اور اتنی مدت دراز تک تصرف مالکاتہ
 اور عدم تعرض والد کا واضح قرینہ تملیک ہے لہذا شہدین کی شہادت میں لفظ دینا ہبہ ہی پر محمول ہوگا
 عاریت پر نہیں ہو سکتا اور قاضی یا حکم کو شہدین سے یہ استفسار کرنا کہ عاریت دیا تھا یا ہبہ عند الشرع
 کوئی حق نہیں بلکہ یہ شہادت ہبہ ہی پر محمول ہوگی، رد المحتار میں ہے:

وفي خزانة الفتاوى اذا دفع لابنه مالا فتصرف
 فيه الابن يكون للاب الا اذا دللت دلالة
 التمليك بغيري الخ۔
 خزانة الفتاوی میں ہے اگر کسی نے بیٹے کو مال دیا
 جس میں بیٹا باپ کی دی ہوئی اجازت سے تصرف
 کرتا ہو وہ مال باپ کا ہوگا مگر جب باپ کی طرف

سے تملیک کا واضح قرینہ موجود ہو تو بیٹے کا تصرف ہوگا، بیری الخ (ت)

وفي فوائد السمعية صحت بمثل قوله
 نحلته وهبته كذا له جعلت اما وهبت
 فانه صريح فيه واما نحلته وهي بمعنى
 اعطيت فلانه مستعمل فيه واما جعلت
 له فلان اللام للتمليك والله اعلم بالصواب
 راقم بشير احمد عفی عنہ۔
 فوائد السمعیہ میں ہے میں نے اس کو عطیہ دیا، اس
 کو ہبہ کیا۔ یونہی اس کے لئے کر دیا، میں نے
 اسے ہبہ کیا۔ ان الفاظ سے ہبہ صحیح قرار پائے گا و ہبت
 سے تو اس لئے کہ اس میں تملیک کی تصریح ہے نحلته اس لئے
 کہ یہ اعطیت (میں نے عطا کیا) کے معنی میں ہے
 کیونکہ یہی معنی میں مستعمل ہے، لیکن جعلت له

سے اس لئے کہ اس میں لام تملیک کے لئے ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، راقم بشیر احمد
 عفی عنہ۔ (ت)

الجواب

(۱) بیعناموں کی حدود میں ملک فلاں لکھا ہونا حجت نہیں،

فان القاضی انما یقضی بالبینۃ اذ لا قراۃ
اد البیۃ کول اھا الکتاب فلیس من الحجۃ
فی شئی کما فی الخانیۃ والخیریۃ وغیرہما۔
کیونکہ قاضی صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار
پر فیصلہ دیتا ہے لیکن تحریر کوئی حجت نہیں ہے
جیسا کہ خانیہ اور خیریہ میں ہے۔ (د)

اس کے ساتھ اگر کاتبان بیعنامہ کی زبانی شہادتیں یوں ہی کہ یہ بیعنامے ہم نے لکھے اور ان کے
حدود میں فلاں مکان ملک فلاں لکھا تو یہ بھی کوئی چیز نہیں کہ یہ شہادت ملک پر نہیں بلکہ اپنے ایک فعل پر
ہے اور اگر وہ یوں گواہی دیتے ہیں کہ یہ مکان ملک مولانا بخش ہے کہ حدود بیعنامہ میں اس کی ملک لکھا ہے
تو یہ بھی اصلاً مسموع نہیں کہ کتابت صک غیر مقرر رجعت نہیں، ہاں اگر وہ مطلقاً یہ مکان ملک مولانا بخش
ہونے کی گواہی دیتے ہوں اور تحریر حدود کو اس کا طبع بتاتے ہوں تو گواہی مسموع ہے اور اگر وہ
عادل شرعی ہیں تو حکم یا قاضی کو اس جرح کا کوئی حق نہیں کہ تم نے کیونکر اس کی ملک جانی، ہاں اگر
مستور ہوں اور حکم کو شبہ گزرے تو سوال کرے والمسئلۃ توخذ من جامع الفصولین وغیرہ
(یہ مسئلہ جامع الفصولین وغیرہ سے لیا گیا ہے لا ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ شہادت اگر پوری تعیین بائع و مشتری کے ساتھ ہو بھی کہ ایک گواہ گواہی دے کہ میرے
سامنے یہ مکان زید بن بکر نے مولیٰ بخش بن فلاں بن فلاں کے ہاتھ بیع کیا اور دوسرا گواہ گواہی دے
کہ میرے سامنے مولیٰ بخش بن فلاں بن فلاں نے کہا کہ میں نے یہ مکان زید بن عمرو بن بکر سے خرید کیا
جب بھی اصلاً مسموع نہیں کہ دونوں شہادتیں کسی امر واحد پر وارد نہیں، نہ کسی کا بیان کہ میں نے خرید
کیا دوسرے پر رجعت ہو سکے اور اسے شہادت علی الاقرار سمجھنا محض بے معنی ہے کہ یہ کہنا کہ میں نے
خرید کیا اقرار نہیں دعویٰ ہے، اقرار و دعویٰ میں زمین آسمان کا بل ہے، اقرار مقرر پر کوئی حق لازم کرنا
ہے بخلاف اس صورت کے کہ ایک گواہ گواہی دے کہ اس بائع نے میرے سامنے اس مشتری کے
ہاتھ یہ چیز بیع کی دوسرا گواہی دے کہ میرے سامنے اس بائع نے اقرار کیا کہ میں نے یہ چیز اس مشتری
کے ہاتھ بیع کی یہ ضرور اقرار کی شہادت ہے اور دونوں شہادتوں سے واحد پر وارد کہ بیع میں صیغہ انشاء و صیغہ اقرار
دونوں باعث ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) فرق ہے اس میں کہ زید عمر سے کہے کہ یہ مکان میں نے تجھے دیا اور اس میں کہ بکر گواہی دے یہ مکان زید نے عمر کو دیا تھا دینا بہتہ بھی ہوتا ہے عاریتہ بھی اجارہ بھی، مدارقائن پر رہتا ہے اگر ولایت تملیک پائی جائے ہر سہ سمجھا جائے گا ورنہ نہیں، دلائل قرائن قول معطل کے ساتھ مقترن ہوتے ہیں یہ جو حکایت کر رہا ہے کہ زید نے دیا تھا اس کے ساتھ کون سا قرینہ مقترن ہے لہذا شہادت محض مہمل و ناکافی ہے ایسی مبہم بات میں قاضی استفسار کر سکتا ہے اور مدعی کو اس سے روکنے کا حق نہیں کہ اگر استفسار نہ ہوگا شہادت مبہم ہو کر لغو و بیکار جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹ از گوالیار محمود الحسن ہادی ۲ رذی الحجہ ۱۳۳۳ھ روز شنبہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حماۃ الشرع المتین کسی معاملہ متنازعہ فیہ میں کسی شخص سے ارادہ احد المتخاصمین حکم قرار دے دیں اور وہ حکم ولایت شرعیہ میں نہ فیصلہ کرے تو کیا شرعاً اس کی منسوخی کے واسطے احد المتخاصمین باب القضا میں یا کسی دیگر طریقہ سے چارہ جوئی کر سکتا ہے؟

الجواب

حکم کا ولایت شرعیہ میں فیصلہ نہ کرنا دو معنی رکھتا ہے، ایک یہ کہ اسے اس فیصلہ کی شرعاً ولایت نہ تھی عام ازیں کہ وہ خود اہل ولایت سے نہ تھا یا اس خاص فیصلہ کی اسے ولایت نہ تھی جیسے قود و حدود میں حکم جاری نہیں، دوسرے یہ کہ حکم کو فی نفسه اور اس خاص مقدمہ کے اعتبار سے بھی ولایت شرعیہ تھی مگر اس نے اس ولایت کے حدود میں فیصلہ نہ کیا اس سے باہر گیا یعنی خلاف شرع حکم دیا بہر حال کچھ بھی معنی ہوں وہ فیصلہ مردود و باطل ہے اور کسی طرح نافذ نہیں ہو سکتا منسوخ تو وہ کیا جائے جو کچھ وجود بھی رکھتا ہو، ہاں اگر فریق ثانی نہ مانے تو اس کے اظہار بطلان کیلئے دار القضا میں رجوع کی جائے اور قاضی پر واجب کہ اسے رد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰ مسئلہ محمد حسن صاحب تحصیلہ رجب پور ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مورث نے کچھ زیور نفرتی و طلائی برتن وغیرہ کے اس نیت سے تیار کرائے کہ بوقت شادی اپنی فلاں لڑکی کو بطور جہیز دینگے وقتاً فوقتاً کسی کسی زیور کو جو تیار ہو کر آتے رہے اپنے اعزاء و اجاب کو یہ کہہ کر دکھایا بھی کہ فلاں لڑکی کو بطور جہیز بوقت شادی دینے کے لئے بنوایا ہے، منجملہ اشیاء مسطور بالا بعض اشیاء دختر مذکورہ کے زمانہ عدم بلوغ میں تیار ہوئے تھے اور بعد بلوغ قطعی طور سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کون کون سے قبل از بلوغ تیار ہوئے تھے اور کون سے بعد بلوغ۔ بعد بلوغ دختر مذکورہ مورث زائد

ازیک سال زندہ رہے اور کل اشیاء بدستور بحالت موجودہ بہ قبضہ مورث رہیں۔ مورث نے دختر مذکورہ کی شادی سے قبل انتقال کیا، اس صورت میں اشیاء متذکرہ بالا شرعاً متروکہ متوفی قابل ورثہ ہیں یا تنہا ملک دختر متصور ہوں گی اور مورث کی محض نیت ہیہ وصیت کی حد تک پہنچتی ہے یا نہیں؟
بیٹنوا تو جروا۔

الجواب

کسی مال سے مالک کی ملک بے کسی وفیل ثابت واضح کے منتقل نہیں مانی جا سکتی۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں:

لا ینزع شیء من ید احد الا بحق
مشہور طور پر حق کے ثبوت کے بغیر کسی کے قبضہ
ثابت معروف۔
سے چیز کو چھڑانا صحیح نہیں ہے۔ (ت)

یہ پہلے فتویٰ میں بیان ہو گیا کہ اگر لڑکی نابالغہ تھی جو کچھ اس کی نیت سے بنوایا ملک دختر ہو گیا باپ کا اس نیت سے یہ تصرف ہی اس وقت قائم مقام ہیہ ہے اور باپ کا قبضہ ہی نابالغ کا قبضہ ہے ہیہ تام و کامل ہو گیا اور نابالغہ تھی تو قبل تسلیم موت و اہب سے ہیہ تھا بھی تو باطل رہا یہ کہ بعض نامعلوم اشیاء قبل بلوغ اس کے لئے بنوائی تھیں اس کا ثبوت درکار، دختر اگر خودی نہی مجہول دعویٰ کرتی ہے کہ کچھ میری نابالغی میں بنوایا تھا تو دعویٰ ہی مسموع نہیں کہ دعویٰ مجہول نامقبول۔ درمختار میں ہے:

شرط جواز الدعوی معلومیۃ المال
المدعی اذ لا یقضى بمجهول
دعویٰ کے جواز کے لئے مال مدعی کا معلوم ہونا
شرط ہے کیونکہ مجہول چیز کا فیصلہ درست
نہیں۔ (ت)

اور اگر وہ معین اشیاء کا دعویٰ کرے مگر گواہ تعیین نہ کریں تو گواہان نامسموع کہ شے مجہول پر شہادت مردود۔ عالمگیری میں ہے،

شرائطها منها ما يرجع الى المشهود به
وهو ان يكون بمعلوم فان كان بمجهول
لا تقبل
اس کی شرائط میں سے ایک یہ ہے جو مشہود بہ
سے متعلق ہے کہ وہ معلوم ہو تو اگر مجہول ہو تو
شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

لے درمختار کتاب الدعوی مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۵/۲
لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۱/۳

ہاں اگر دختر دعویٰ بالتعین کرے اور گواہان اشیاء معینہ نہ دے سکے اور دیگر ورثہ پر حلف رکھے اور وہ حلف کر لیں دعویٰ رد ہو جائے گا اور حلف سے انکار کر دیں تو دعویٰ ثابت ہو جائے گا اور وہ اشیاء بمعینہ دختر کو دلا دی جائیگی۔

کما هو الحكم المعروف في النكول (جیسا کہ قسم کے انکار میں حکم معروف ہے۔ ت) اور اگر صورت یہ ہے کہ ورثہ خود اقرار کرتے ہیں کہ مورث نے بعض اشیاء اس دختر کی نابالغی میں اس کے لئے بنوائی تھیں تو جو جو شے معین کریں وہ ملک دختر ہوں گی ورنہ کچھ نہیں،

فان الهبة تمليك وتمليك المجهول کیونکہ ہبہ تملیک کا نام ہے جبکہ تملیک مجهول لایجوز فالأقرار بهبة مجهولة لایجوز۔

ہندیہ میں ہے : قال لا خرافة في حل مما اخذت لم يحل له الاخذ به، ورمختار میں ہے :

جہالة المقر به لا تضر الا اذا بين سببا تضره الجہالة كبیع واجارة والله تعالى اعلم۔ جس چیز کا اقرار کیا گیا اس کا مجهول ہونا مضر نہیں لیکن جب اقرار میں ایسے سبب کو بیان کرے جس میں جہالت مضر ہو جیسے بیع اور اجارہ۔

والله تعالى اعلم (ت) ۱۲۱۱ھ از رام پور محلہ پل پختہ متصل زیارت بھورے میاں مسئلہ عبد الحکیم ۹ صفر ۱۳۳۲ھ رشوت کی تعریف اور اس کی وعید

الجواب

رشوت کے لئے فرمایا : الرشى والمرتشى كلاهما في رشوت میں نے والا اور لینے والا دونوں جہتم

النار

میں ہیں۔ (ت)

یہ اس صورت میں ہے کہ دینے والا مستحق رہے گا کسی کا حق چھپانا اور اپنا حق نکالنے کیلئے جو دیا جائے وہ رشوت ہے اور اپنے اوپر سے دفع ظلم کر دیا جائے تو رشوت نہیں، ہاں ظالم کے حق میں وہ بھی رشوت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۲ مسئلہ مستولہ رحمت علی خاں از جے پور سالکانیر دروازہ جوہری بازار دکان عبدالرحمن و عبدالغنی

خیاط ۹ رجب ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی رحمت علی خاں اور اس کی زوجہ مسماۃ آبادی بیگم کے باہمی نا اتفاقی تھی چنانچہ مسماۃ کی جانب سے دعویٰ واپسی جہیز عدالت میں دائر ہو کر دس پانچ اشخاص اہل ہند متخاصمین کی جانب سے پنج مقرر ہوئے اور عدالت سے پنچان ہنود کے سپرد فیصلہ کے لئے کہا گیا، پنچان نے بجائے اس کے کہ مقدمہ واپسی جہیز میں فیصلہ دیتی یہ فیصلہ صادر کیا کہ رحمت علی خاں اپنی زوجہ کو نہ طلاق دے سکے اور نہ دوسری شادی کر سکے اور نان و نفقہ میں نصف جائداد مسماۃ کو دی جائے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ بروئے شرع ثلث اس فیصلہ کی پابندی رحمت علی خاں پر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب

وہ فیصلہ محض مردود و باطل اور خلاف شرع و ناقابل قبول ہے، اس کا کوئی اثر فریقین میں سے کسی پر نہیں پڑ سکتا، علاوہ بریں وہ پنچایت سرے سے مردود و باطل ہے،

كما في الهداية والدر المختار و
العالمگیریہ وغیرہا عامة الكتب
قال الله تعالى ولن يجعل الله للكافرين
على المؤمنين سبيلا۔

جیسا کہ ہدایہ، درمختار اور عالمگیریہ وغیرہ
عام کتب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو مومنوں پر
راہ نہ دے گا۔ (ت)

ہاں شرعاً رحمت علی خاں پر یہ فرض ہے کہ یا تو عورت کو اچھی طرح رکھے یا اچھی طرح طلاق دے دے،
قال تعالیٰ فامسکوهن بمعروف او اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کو بھلائی کے ساتھ پاس

فاروقہن بمعروف۔ واللہ تعالیٰ اعلم
روک لویا ان کو بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۳ مسئلہ غلام گیلانی از شمس آباد کیل پور ۱۸ شعبان ۱۳۳۴ھ سر شنبہ
مدعی بینہ آورد اما نزد قاضی کیسے وجہ
مقبول نشدند از وجہ فسق یا عدم توافق شہادت
با دعویٰ یا یک گواہ موافق بود دیگر مخالفت
مدعی دریں صور ایں بینہ را کالعدم تصور بدہ
بر منکر حلف عائد خواہد شد یا نہ فقط۔
مدعی نے گواہی پیش کی لیکن فاسق ہونے یا
شہادت کے دعویٰ کے موافق نہ ہونے یا ایک
گواہ موافق اور دوسرا مخالفت میں سے کسی
وجہ سے قاضی کے ہاں گواہی مقبول نہ ہوئی ان
صورتوں میں مدعی نے گواہی کو کالعدم قرار دیا
تو کیا منکر پر قسم عائد ہوگی یا نہیں، فقط۔ (ت)

الجواب الملفوظ

پیدا است کہ دریں صورت مدعی از اقامت بینہ عاجز
ماند ہرچہ برسم گواہان پیش کنند بینہ نہ باشد
بینہ آنست کہ ہجو اسم خود بینہ باشد پس
بطلب مدعی بلا شبہ حلف بر مدعی علیہ عائد گردد۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔
اس صورت میں ظاہر ہے کہ مدعی گواہی پیش کرنے
سے عاجز رہا اس نے گواہی کے طور پر جن کو
پیش کیا وہ بینہ نہ ہوئے، بینہ اپنے نام کی طرح
واضح کرنے والا ہوتا ہے، پس مدعی کے مطالبہ
پر مدعی علیہ پر قسم عائد ہوگی۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۴ مسئلہ شمس الدین از نصیر آباد ضلع اجمیر شریف مسجد گودام حرم
۱۴ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ دو شنبہ

فتویٰ دینے کے لئے مفتی کو کتنا علم پڑھنا ضروری ہے اور کتنی مہارت علوم دینیہ میں ہونی چاہئے
فقط۔

الجواب

حدیث و تفسیر و اصول و ادب و قدر حاجت ہیات و ہندسہ و توقیت اور ان میں مہارت کافی اور ذہن صافی اور نظر وافی اور فقہ کا کثیر مشغلہ اور اشغال دنیویہ سے فراغ قلب و توجہ الی اللہ اور نیت لوجہ اللہ اور ان سب کے ساتھ شرط اعظم توفیق من اللہ جو ان شروط کا جامع وہ اس بحر ذخار میں شناساوری کر سکتا، مہارت اتنی ہو کہ اس کی اصابت اس کی خطا پر غالب ہو اور جب خطا واقع ہو جو جوع سے عار نہ رکھے ورنہ اگر خواہی سلامت برکنا راست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵ مسئلہ محمد سلیمان طالب علم مدرسہ فیض احمدی کانپور ۳۰ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید صاحب جائداد کے انتقال کے قریب اس کی زوجہ مسماۃ ہندہ سے لوگوں نے کہا کہ زید کے انتقال کا وقت قریب ہے اپنا دین مہر زید کو معاف کر دو تاکہ آخرت میں اس کو مواخذہ نہ ہو، مسماۃ ہندہ مذکور نے کہا کہ اگر میں اپنا مہر معاف کر دوں تو زید کا بھائی بکر اس جائداد میں سے اپنا حصہ لے لے گا اور بقیہ جائداد مجھ کو اور میری دونوں لڑکیوں کو کافی نہ ہوگی اور ہم لوگ سخت تکلیف اٹھائیں گے، لوگوں نے کہا کہ تم معاف کر دو اور ہم ذمہ داری کرتے ہیں کہ یہ جائداد تمہارے ہی قبضہ میں رہے گی اور بکر کو ہرگز قابض نہ ہونے دینگے چنانچہ مسماۃ ہندہ نے جس قدر مہر کہ قیمت جائداد سے زائد تھا اسی وقت زید کو معاف کر دیا، بعد اس کے زید نے انتقال کیا اور بعد انتقال زید کے جائداد زید پر قابض ہوئی اور اپنی باقی عمر اس پر مالکانہ تصرف کرتی رہی، چنانچہ دونوں لڑکیوں کی شادی کے وقت کچھ جائداد کو متفرق طور پر بعد ضرورت بیچ ڈالا اور بکر برادر زید مرحوم کچھ نہیں بولا اور جب تک مسماۃ ہندہ زندہ رہی بکر نے کبھی کوئی دعویٰ پکھری میں اپنے حق پانے کا نہیں کیا اور نہ کبھی ہندہ سے کہا کہ میرا حق مجھ کو دے دو البتہ اور لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ میرا بھی اس جائداد میں حق ہے اب ہندہ نے بعد وفات زید کے تھینا پندرہویں سال انتقال کیا اور بعد انتقال ہندہ کے بکر دعویٰ کرتا ہے کہ جائداد زید میں میرا حق میراث مجھ کو ملنا چاہئے اور منافع جائداد مذکور ہندہ کی دونوں لڑکیوں کو لینے نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ جب تک میرا حق مجھ کو نہ دو گی تم لوگوں کو لینے نہ دوں گا۔ اس صورت میں جائداد متروکہ زید میں سے کہ جس پر اس کی زوجہ ہندہ بعض بقیہ مہر کے چودہ پندرہ برس قابض و متصرف مالکانہ رہی ہے شرعاً بکر کو حق مل سکتا ہے یا نہیں؟ بیتنا بالسند و الکتاب توجروا من رب الاسما باب (۱) سند اور کتاب سے بیان کیجئے، رب الارباب سے اجر دے جاؤ گے۔ تا

الجواب

صورت مستفسرہ میں بکر کا دعویٰ مدفوع اور اصلاً نامسوع، شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد عبد اللہ غزالی ترماشی نے اپنے فتاویٰ میں تصریح فرمائی ہے کہ،

لا تسمع الدعوى بعد ثلث سنين قطعاً للحيل والتزوير والاطماع الفاسدة (ملتقطاً)۔ کی وجہ سے تین سال کے بعد دعویٰ قطعاً

قابل سماعت نہ ہوگا (ملتقطاً)۔ (ت)

اسی طرح خیرہ و عتق و الدریہ و رد المختار وغیرہ میں ہے، والتفصیل فی فتاویٰ (اور اس کی تفصیل بہار فتاویٰ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۔ مسئلہ ناصر الدین خاں ساکن سیلی بھیت محلہ بشیر خاں ۲ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اور عمرو کے دروازوں کے سامنے ایک اراضی چودہ فٹ چار انچ طویل اور پانچ فٹ نو انچ عرض بغرض مرور کے ہے، عرصہ پندرہ سولہ سال سے زید نے بچائے دروازہ کے کھڑکی کر لی اور اس سے آمد و رفت جاری رکھی، پھر زید نے اس کو تقریباً ایک سال تک بند رکھا اور اسی حالت میں اپنے مکان کا بیعنامہ مع جملہ حقوق داخلی و خارجی کے بکر کو کر دیا اور اس بیعنامہ میں اس کھڑکی کا ذکر نہیں اور اس بیعنامہ میں دوسری کھڑکی کا بھی ذکر نہیں ہے جو اس مکان میں دوسری طرف لگی ہوئی ہے بکر نے مکان خریدنے کے بعد کھڑکی کھول لی جس کو تقریباً تیرہ چودہ سال ہوئے اب عمرو نے اس اراضی کو اپنے گھر میں عرصہ تین ماہ سے ڈال لیا ہے اور ایک دروازہ جدید اراضی مرور میں لگایا ہے جو ملاحظہ نقشہ سے ظاہر ہوگا، آیا زید کو اپنی کھڑکی کھولنے کا حق تھا یا نہیں اور اگر حق حاصل تھا تو وہی حق مشتری بکر کو حاصل ہے یا نہیں اور عمرو اس اراضی کو اپنے مکان میں الحاق کرنے کا مجاز ہے یا نہیں؟

الجواب

عمرو کو کوئی استحقاق اس زمین کے الحاق کا نہیں، یہ سراسر ظلم ہے اور اس سے باز آنا اس پر

لہ رد المختار	کتاب القضا	فصل فی الحبس	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳۳۴/۴
العتق و الدریۃ	کتاب الدعوی	ارگ بازار قندھار افغانستان		۳/۲
فتاویٰ خیرۃ		دار المعرفۃ بیروت		۳۸/۲

واجب اور بکواس کھڑکی کے کھولنے کا اختیار رکھتا ہے مکان مع جمیع حقوق اس نے خریدا ہے حقوق میں یہ مرد بھی ہے عمرو و بکر دونوں کو یکساں اس میں حق مرور حاصل ہے عمرو کا اس میں دیوار قائم کرنا تصرف باطل ہے اور اس کا انہدام لازم۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، لیس لعرق ظالم حتیٰ (ظالم کے دخل کا کوئی حق نہیں۔ ت) دروازہ جدید کہ عمرو نے نکالا ہے اس کے نکالنے کا اس کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اندر کی جانب نہیں باہر کی طرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴ مسئلہ اکبر خاں ساکن ریاست رامپور محلہ جھنڈا بڑے پیر صاحب

۲۶ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

مقدمہ عباسی بیگم زوجہ عنایت احمد خاں و عنایت احمد خاں ولد عبد الرحیم خاں بنام کریم بخش ولد کریم بخش، دعویٰ یہ کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کی اراضی مرور ۲۲ اگرہ عرض اور ۸ گز ۲ اگرہ طویل دبا کر دیوار بنالی محکمہ دیوانی نے گواہان مدعی کا بیان ناقص و مجہول و باہم مختلف و نیز مخالفت دعویٰ مان کر یکسر خارج کیا محکمہ ججی سے صرف چار اگرہ کی ڈگری ہوئی کہ اس قدر میں مدعیہ کو مردہ نکالنے کی وسعت ہو جائے گی محکمہ عالیہ اپیل نے شہادت مدعیہ راجح ٹھہرا کر کل دعویٰ ڈگری فرمایا یہ تمام تجویزیں مع نقول باضابطہ گواہان فریقین دارالافتا میں حاضر کر کے استماع ہے کہ اس صورت میں جو حکم شرعی ہو ادرشا دہو۔ بینوا تو جہوا۔

الجواب

ان الحکمہ الا للہ (حکم صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ ت) حکم اگر شریعت کے لئے ہے اور بیشک حکم شریعت ہی کے لئے ہے حکام اگر اس لئے مقرر ہوتے ہیں کہ مطابق شرع فیصلہ کریں اور بیشک وہ اسی لئے مقرر ہوتے ہیں اور یہی ان کا فرض ہے تو شریعت مطہرہ نے قاضی کے حضور ثبوت دعویٰ کے صرف تین طریقے رکھے ہیں: بینہ، اقرار، نکول۔ اور جہاں تینوں معدوم ثبوت معدوم، اور قضا بحق مدعی ناممکن۔ فتاویٰ امام اجل قاضی خاں میں ہے:

القاضی انما یقضى بالحجة والحجة وهي البينة او الاقرار او النکول

قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ کرے گا اور حجت صرف گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار ہے (ت)

لہ السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الغصب باب لیس لعرق ظالم الخ دار صادر بیروت ۹۹/۶

صحیح البخاری کتاب الحث ۳۱۴/۱ و سنن ابی داؤد کتاب الخراج ۸۱/۲

لہ القرآن الکریم ۵۴/۶

۳ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف نوکسٹور لکھنؤ ۴۲۲/۲

فتاویٰ خیرہ کتاب القاضی الی القاضی باب خلل المحاضر والسجلات دار المعرفۃ بیروت ۵۱۹/۲

محکمہ دیوانی نے شہادات مدعیہ کو مجروح کیا محکمہ ججی نے اول جروح کو مقبول رکھا کہ مفتی صاحب نے گواہان مدعی پر اعتبار نہیں کیا ہے جہتائے معقولہ و روایات شرعیہ سے مؤکداً اپنی رائے کو فرمایا ہے ظاہراً دیوار کا بڑا ہونا اگر معلوم ہو تو یہ مدعیہ کو کچھ نافع نہیں۔ ائمہ دین ہدایہ وغیرہ عامۃ کتب میں فرماتے ہیں :
الظاہر یصلح حجة للدفع للاستحقاق۔ ظاہر حال دفاع کے لئے حجت بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے استحقاق کے لئے نہیں۔ (د)

یہ مصلحت کہ مدعیہ مردہ نکال سکے کوئی حجت شرعیہ تو شرعیہ عرفیہ بھی نہیں کوئی اپنی مصلحت کے لئے بلا ثبوت شرعی پر ایسا مال نہیں لے سکتا یہ فرمانا کہ گواہان ثبوت سے کم از کم جس قدر زمین کا ڈال لینا پایا جائے اس قدر تخلیہ کر دینا چاہئے حکم شریعت سے اصلاً مطابق نہیں جس کا بیان ابھی آتا ہے پھر فیصلہ خود بھی اس کے خلاف ہے ہمارے سامنے سات گواہان مدعی کے اظہار ہیں بشیر حسن خاں، رفیق محمد خاں، ممتاز الدین خاں، عطاء اللہ خاں، مشتاق حسین خاں، ممتاز علی خاں، حفیظ حسن خاں، اور آغواں عاشق حسین خاں جس کا بیان نہ ہوا، ان میں سے ممتاز الدین خاں نے تو کوئی مقدار بیان ہی نہ کی اور اس کی نسبت محکمہ عالیہ اپیل نے بھی اسی قدر لکھا کہ ممتاز الدین خاں کی شہادت مجہول ہو بھی تو اور بہت سی شہادت موجود ہے باقی کسی کے بیان میں دس گروہ سے کم گروہ نہیں اور ڈگری صرف چار گروہ پر دی گئی جس سے صاف ظاہر کہ محکمہ ججی نے بھی وہ شہادتیں قبول نہ فرمائیں جیسا کہ ان کی بے اعتباری کو جہتائے معقولہ و روایات شرعیہ سے مؤکد ہونا فرمایا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ ثابت دس گروہ ہو اور ڈگری چار گروہ کی۔ لاجرم وہی لحاظ مصلحت ہوتی ہے کہ مردہ نکل سکے یہ ایک نیک صلاح ہے کہ کسی طرح حکم کی حد میں نہیں آسکتی، یہیں سے تجویز محکمہ عالیہ اپیل کے اس جملہ کا جواب واضح ہو گیا کہ ظاہر ہے کہ صاحب بیج بہادر نے مدعیان کی شہادت کو مانا ہے محکمہ عالیہ نے خود جانب شہادات توجہ فرمائی محکمہ دیوانی کے اعتراضات میں بعض کے جواب دیئے بعض کے جواب سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا کہ اور بہت سی شہادت موجود ہے ان تمام اعتراض و جواب اور ان کے مالہ و ماعلیہ پر بحث موجب طول ہے اور بیان حکم محکم شرع مطہر کے لئے اس کی حاجت نہیں یہاں صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ محکمہ دیوانی نے شہادتوں کو ناقص و مجہول و مختلف و مخالف دعویٰ فرمایا اور وہ بیشک ایسی ہی ہیں ان کے وجہ

اختلال کثیر و وافر ہیں جن کی تفصیل موجب تطویل - ہم صرف اس قدر پر اقتصار کریں کہ ان میں سے کسی نے بھی ایک شے معین اور ایک شخص معین پر شہادت نہ دی جس پر قضا ممکن ہو لہذا یکسر مہمل و نامعلوم ہیں۔ بیان بشیر حسن خاں کچھ نالہ تھا کچھ زمین ہے چوڑا و دونوں کا تخمیناً دس یا بارہ گز ہے اور وہ زمین آٹھ یا نو گز لمبی ہے پوٹھیا کریم بخش نے اپنے مکان میں داب لی ہے، کریم بخش کی ولایت نہیں معلوم۔ اراضی مذکور کریم بخش نے اپنے مکان میں اندر تین پونے تین برس ہوئے منظر کے سامنے ڈالی ہے۔

بیان محنتاں الدین خاں مدعی کی چوکھٹ کے برابر دو پوٹھے تھے، بائیں ہاتھ کا پوٹھا دس بارہ گز چوڑا ہے اس میں سے نکل کر مدعی کا پر نالہ آیا ہے مدعا علیہ ہیں وہ یا کیا جن کا نام اور ولایت منظر کو نہیں معلوم منظر ان کو پہچانتا ہے ان کے مکان کی دیوار گرتی جاتی تھی اور وہ بڑھاتے جاتے تھے انہوں نے مذکور پوٹھا دیا لیا۔

بیان سرفیق محمد خاں عباسی بیگم کی مملوکہ مقبوضہ زمین تخمیناً دس یا بارہ گز عرضاً اور طولاً تخمیناً آٹھ نو گز کریم بخش نے دہالی ہے، کریم بخش کے باپ کا نام یاد نہیں منظر اس کو پہچانتا ہے۔

بیان عطاء اللہ خاں عباسی بیگم کے مرد کی اراضی میں سے آٹھ گز اور چار گز نالی کی کل دس یا بارہ گز اراضی چوڑی اور نیا پونے نو گز لمبی کریم بخش مدعا علیہ نے اپنے مکان میں ڈال کر دیوار بنالی ہے جس کی وجہ سے دکھن رخ کا پاکھا پھر کہا پوٹھا مدعیہ کے دروازے کا دیوار میں دب گیا ہے مذکورہ زمین عباسی بیگم اور ان کے شوہر عنایت احمد خاں کی ہمیشہ سے مملوکہ مقبوضہ چلی آئی ہے کریم بخش مدعا علیہ کے باپ کا نام نہیں معلوم، منظر اس کو پہچانتا ہے، اراضی مذکور کو ڈالے ہوئے تخمیناً تین سال کا عرصہ ہوا مدعا علیہ نے اراضی مذکور کو ایک وقت میں نہیں ڈالی تھوڑی تھوڑی ڈالی، آخری مرتبہ کو مدعا علیہ نے جو اراضی ڈالی ہے اس کو تین سال ہوئے۔

بیان مشتاق حسین خاں کوئی عرصہ تین یا چار سال کا ہوا تخمیناً کریم بخش مدعا علیہ نے تین یا چار گز تخمیناً نالے اور سات یا آٹھ گز راستہ میں سے کل دس یا بارہ گز چوڑی اور آٹھ یا نو گز لمبی زمین ڈال کر دیوار بنالی ہے مذکورہ نالی اور زمین مملوکہ مقبوضہ عنایت احمد خاں اور ان کی زوجہ عباسی بیگم مدعیان کی ہے، کریم بخش کی ولایت نہیں معلوم، منظر اس کو پہچانتا ہے، پہلی مرتبہ جو منظر کے سامنے دیوار بنی اس کو تخمیناً چار برس کا عرصہ ہوا دوسری بار بننے کو تخمیناً سال بھر ہوا۔

بیان ممتاز علی خاں عرصہ تھینا تین چار برس کا ہوا کہ کریم بخش مدعا علیہ جس کے باپ کا نام نہیں معلوم، منظر اس کو پہچانتا ہے، اس نے چار گرہ نالی کی زمین اور آٹھ گرہ راستہ کی زمین چوڑی اور نو یا آٹھ گز لمبی لے کر اپنے مکان میں ڈال لی ہے۔

بیان غفور حسن خاں عرصہ تھینا تین چار سال کا ہوا کہ تین چار گرہ نالی کی زمین اور سات آٹھ گرہ راستہ کریم بخش نے اپنے مکان میں ڈال لیا، منظر کریم بخش کی ولدیت نہیں جانتا کریم بخش کو پہچانتا ہے، جو زمین کریم بخش نے ڈال لی ہے یہ مولوی عنایت احمد خاں مدعی کے تصرف میں تھی۔ یہ ان تمام بیانون کا خلاصہ ہے ان میں جو وجوہ اختلال ہیں خادم فقہ پر مخفی نہیں مگر یہ دو اجمال ان سب کو شامل ہیں کہ ان میں کسی نے نہ شخص معین پر شہادت دی ہے نہ شے معین پر، اول اس لئے کہ مدعا علیہ کی طرف نہ اشارہ کیا نہ ولدیت بتائی، ولدیت بتانی درکنار بالاتفاق سب نے ولدیت جاننے ہی سے انکار کیا ایسی شہادت مجہول اور محض ناقابل قبول۔ عالمگیری میں ہے:

شرط الخصاف ذکر الجدة للتعريف و
هكذا ذكر في شروط، ومن مشايخنا
من قال هذا قول أبي حنيفة و محمد
رحمهما الله تعالى اما على قول أبي يوسف
رحمه الله تعالى فذكر الاب يكفى كذا
في الذخيرة والصحيح ان النسبة الى
الجدة لا بد منها كذا في البحر الرائق
امام خصاف نے شناخت کے لئے جد کے ذکر کو
شرط قرار دیا ہے اور شروط میں یوں ذکر فرمایا ہے
اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا یہ امام ابو حنیفہ
اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے جبکہ
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر شناخت
کے لئے باپ کا ذکر کافی ہے، ذخیرہ میں یوں ہے
اور صحیح یہ ہے کہ دادے کی طرف نسبت شناخت
کے لئے ضروری ہے، بحر الرائق میں یوں ہے (ت)

دوم جس نے کہ مترد لفظ کے دس یا بارہ گرہ، آٹھ یا نو گز یا پنے نو گز، تین یا چار گرہ، سات یا
آٹھ گرہ۔ یہ نفس مشہود بہ میں جہالت و موجب رد و بطلان شہادت ہے۔ یہ نہیں کہ ایسی جگہ کم سے کم
مان لیں گے، نہیں بلکہ بالکل رد کر دیں گے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا ادعى بالفارسية دوازدہ ورم و شہد
الشهود ان لهذا المدعى على هذا
جب کسی نے فارسی میں بارہ درم کا دعویٰ کیا اور
گواہوں نے گواہی دی کہ اس مدعی کے

المدعی علیہ وہ دوازدہ درہم لا تقبل لمكان
الجهالة، وكذلك اذا ادعى ده دوازدہ درہم
لا تسمع دعواه وكذلك اذا ذكر التاسيخ
في الدعوى على هذا الوجه بان قال
ايس عين ملك من ست ازدہ دوازدہ سال
فانه لا تسمع دعواه، وكذلك اذا ذكر
الشهود التاسيخ في شهادتهم على هذا
الوجه لا تقبل شهادتهم كذا في الذخيرة.

مدعی علیہ پر دس بارہ درہم ہیں جہالت کی وجہ سے
یہ شہادت مقبول نہ ہوگی، اور یوں ہی اگر مدعی نے
دس بارہ درہم کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ قابلِ ست
نہ ہوگا، اور یوں ہی اگر گواہوں نے اپنی شہادت میں
ایسی تاریخ ذکر کی تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔
ذخیرہ میں یوں ہے۔ (د)

لہذا شہادتیں سب مردود اور دعویٰ محض بے ثبوت و واجب الرد، اور فیصلہ مفتی صاحب لازم القبول
حکم شرعی یہ ہے اور حکم نہیں مگر شرع کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اور نصیبہ نے اپنے ترکہ پدري کے تقسیم کا
دعویٰ عمرو برادر خورد اور سماتہ زبیدہ خاتون بیوہ اور بکر لیسر زید برادر گلاں کے نام دائر کچری کیا۔ زبیدہ خاتون
بیوہ اور بکر لیسر مدعا علیہا مجیب ہوئے کہ ترکہ مظہرہ مدعیات غلط اور غیر صحیح ہے جس قدر جز ہمارے مورث
زید کا ملوکہ مقبوضہ چالیس سال کا ہے وہ مستثنیٰ ہو کہ جس قدر ممتروکہ پدري مدعیات ثابت کریں اس کے
تقسیم میں کچھ عذر نہیں ہے۔ عمرو برادر خورد مدعا علیہ بوجہ سازش مدعیات ضمناً مقبل دعویٰ اور ظاہر
ایک جزو کا بذریعہ حشر یا زید مدعیات و مدعا علیہا ۲ و ۳ کا دعویہ ارجو کچری سے مطابقت تحقیقات
ہر ایک سے بعذر دعویٰ کے ثبوت و تردید طلب ہوا۔ مدعیات نے ایک مرتبہ گواہ طلبی بذریعہ کچری کر اگر
بعذر عدم تعلیل سمن ثبوت داخل کرنے سے گریز کیا مگر بذریعہ سمن طلبی گواہان کر اگر تاریخ موعودہ پر گواہان
حاضر کو ہدایت حاضری تاریخ ثانی بعذر عدم حاضری جملہ گواہان کچری سے رخصت کرادیا۔ سہ بارہ بذریعہ
سمن جملہ گواہان حاضر کچری کرائے گئے اور باوجود حاضری گواہان بہ کچری بدیں مضمون درخواست پیش کی
کہ گواہان کا اعتماد نہیں ہے لہذا جملہ مدعا علیہم مجیب سے حلف لے لیا جائے، پس دریافت طلب امر
یہ ہے کہ بحالت موجودگی گواہان در مجلس قضا مدعیات کا انحصار بحلف مدعا علیہم مجیب شرعاً صحیح ہے یا

غیر صحیح، اور صورتِ مسئلہ میں مدعا علیہا مجیب پر حلف متوجہ ہوتا ہے یا نہیں، دوسرے جبکہ مدعیات اپنے دعویٰ کو ثابت نہ کر سکیں تو اب مدعا علیہا عداوت کو اپنی جوابدہی کے موافق ثبوت دینے کی ضرورت باقی رہی یا نہیں؟ بیٹھا تو جروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں مدعیات کا مدعا علیہم سے حلف طلب کرنا صحیح نہیں نہ مدعا علیہم پر حلف متوجہ ہو۔ بحر الرائق میں ہے :

ان لم تكن للمدعى بينة حلف القاضي
المدعى عليه بطلب المدعى لقوله صلى
الله تعالى عليه وسلم للمدعى الك بينة
قال لا فقال لك يمينه سأل ورتب اليمين
على فقد ان البينة -
والسلام نے خود سوال فرمایا اور مرتب فرمایا کہ قسم گواہ نہ ہونے پر ہے۔ (د ت)

اسی میں ہے :

ثبوت الحق في اليمين مرتب على العجز
عن اقامة البينة بما روينا فلا يكون
حقه دونه -
قسم کا حق گواہ پیش کرنے سے عاجز ہونے پر
مرتب ہوتا ہے اس حدیث کے سبب جو
ہم نے روایت کی ہے تو اس عجز کے بغیر قسم کا
حق نہ ہوگا۔ (د ت)

در مختار میں ہے :

لو حاضرة في مجلس الحكم لم يحلف
اتفاقا -
اگر وہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق
قسم لینا جائز نہیں (د ت)

جب مدعی اثبات دعویٰ سے عاجز ہو، منکر کو ثبوت دینے کی حاجت نہیں،

۲۰۳/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الدعوی	۱۔ بحر الرائق
۲۱۰/۲	"	"	۲۔ " "
۱۱۹/۲	مطبع مجتہبی دہلی	"	۳۔ در مختار

فان البينة على من ادعى واليمين على من انكره والله تعالى اعلم۔
 کیونکہ گواہ پیش کرنا مدعی پر اور قسم مدعی علیہ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹ از سہرام ضلع گیاندار دروازہ مرسلہ قادر بخش صاحب ۳۳ شوال ۱۳۵ھ
 ایک مسجد محلہ مدار دروازہ میں واقع ہے جس کے اتر جانب کی دیوار اسے ایک ہندو علوانی نے اپنا مکان مسجد مذکور کی دیوار سے دیوار ملا کر اس طرح اٹھایا کہ جس سے مسجد کے اتر جانب ایک فرخانہ جھنجھری نما ہوا کے لئے ایک کھڑکی تھی اس کو اپنی نو دیوار سے بند کر دیا ہے جس سے ہوا بالکل بند ہو گئی ہے اب نمازیوں کو بسبب بند ہو جانے ہوا کے از حد تکلیف ہے اور جانب اتر و پورب کچھ اینٹ دیوار جدید فصیل مسجد پر زیادہ کر کے بنایا ہے جو قریب دو اونچ کے ہوگی مسجد کی فصیل پر اس کی اینٹ چڑھی ہوئی ہے اور ایک جانب پورب سے وہ ناگزیر معلوم ہوتی ہے یہ مسجد زمانہ چھین برس کی بنی ہوئی ہے اس نے آج یہ نیا کام بنایا ہے، از روئے شرع شریف اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر کوئی شخص دیوار مسجد کے متصل اور اسی کی ہوا میں دیوار اٹھائے تو کتنی ہی بلند کرے اسے ممانعت نہ ہوگی کہ خاص اپنی ملک میں تصرف کر رہا ہے اور مسجد کا کوئی ضرر نہیں، نمازیوں کے لئے ایک طرف کی ہوا رکنا کوئی ضرر نہیں جس کے سبب کسی شخص کو اپنی ملک میں تصرف سے روکا جائے۔ جامع الفصولین میں ہے:

اراد ذوالساحة ان يبنى فيها ويرفع بناءه فقال ذوالبناء انك تشدد على الريح والشمس فلا ادعك ترفع البناء فله منعه لافي ظاهر الرأية لان ذوالساحة منعه عن الانتفاع بمنكده ولم يتلف عليه مـ
 خالی جگہ پر مالک تعمیر کرنا چاہتا ہے اور عمارت بلند کرتا ہے تو دوسری عمارت والا اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے تو ہوا اور دھوپ کو مجھ پر بند کر رہا ہے اس لئے میں تجھے عمارت بلند نہ کرنے

عہ اصل میں اسی طرح ہے۔

۲۴۲/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب الرہن	لہ صحیح البخاری
۱۹۰/۱	ایمن کمپنی دہلی	ابواب الاحکام	جامع الترمذی
۲۵۲/۱۰	دار صادر بیروت	کتاب الدعوات	السنن الکبریٰ

ولا منفعة فلا يمنع كرجل له شجرة
يستظل بها جارية اس اذ قلعه لا يمنع منه
ولو تضرر به جارية ، اذ سب الشجرة
بالقلع يمنع عن الانتفاع بملكه
لهذا جگہ والے کو عمارت بلند کرنے سے منع نہیں کیا جائے گا ، جیسا کہ ایک آدمی کا درخت جس سے پڑوس
والے کو سایہ حاصل ہوتا ہو درخت والے کو اس کے اکھاڑنے سے نہیں روکا جاسکتا حالانکہ پڑوسی کو اس
سے ضرر ہے ، کیونکہ درخت کا مالک اکھاڑ کر اپنی ملکیت سے دوسرے کے نفع کو روک رہا ہے ۔ (ت)

فتح القدير ورد المحتار میں ہے :

والحاصل ان القياس في جنس هذه
المسائل ان يفعل المالك ما بدله مطلقا
لانه متصرف في خالص ملكه لكن ترك
القياس في موضع يتعدى ضرره الى غيره
ضورا فاحشا وهو المراد بالبين وهو ما يكون
سببا للهدم ، او يخرج عن الانتفاع بالكلية
وهو ما يمنع الحوائج الاصلية كسد
الضوء بالكلية واختار الفتوى عليه
قاما للتوسع الى منع كل ضرر ما فيفسد
باب انتفاع الانسان بملكه كما ذكرنا
قريباً۔

لیکن ہر قسم کے ضرر کی وجہ سے منع کو وسیع کرنا اس سے تو انسان کا اپنی ملکیت سے انتفاع کا دروازہ
بند ہو جائے گا ، جیسا کہ قریب ہم ذکر کر چکے ہیں ۔ (ت)

- ۱ جامع الفصولین الفصل النجاس والثلثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲۶۶/۲
۲ فتح القدير مسائل شتی من کتاب القضاء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۱۵/۶
۳ رد المحتار کتاب القضاء مسائل شتی دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۶۱/۴

جامع الفصولین میں ہے :

الضوء من الحوائج الاصلية والشمس والرياح من الحوائج الزائدة۔
روشنی حوائج اصلیہ میں سے ہے اور دھوپ اور ہوا حوائج زائدہ میں سے ہے۔ (ت)
البتہ اگر دیوار مسجد کا کوئی حصہ اگرچہ جو بھرا اس کی دیوار نے دبا لیا ہے تو اس جزر دیوار کا ازالہ و ہدم لازم ہے، درمختار میں ہے :

يجب هدمه ولو على جدار المسجد۔
اس کا گرانا واجب ہے اگرچہ مسجد کی دیوار پر ہو۔ (ت)
بحر الرائق میں ہے :

اذا كان هذا في الواقع فكيف بغية فمن بني بيتا على جدار المسجد وجب هدمه۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
جب یہ حکم واقع میں ہے تو غیر میں کیسے نہ ہو، تو جن نے مسجد کی دیوار پر کمرہ بنایا اس کا گرانا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳ از چارہاں ریاست بہاولپور تحصیل خان پور مسئلہ مولوی محمد یار صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۱۲
چہ فرمایند علماء دین اندریں صورت کہ زید در قطعہ اراضی بعد ثبوت استحقاق شفعہ با عمرو چنین اظهار کرد مصرف اراضی را براں قدر کہ صرف کردی ازیں جانب وصول کردہ ازیں قطعہ اراضی بزار شو۔ عمرو ازیں دعویٰ زید انحراف کلی و زیدہ انکار قطعی نمود پس زید بعد ادائے فیس کہ شرط استماع دعویٰ ست دعویٰ خود بعرض عدالت کردہ پس از حصول مدعا در بارہ فیس ہذا کہ وقت عسر رضی دعویٰ ادائش ساخت از رئے قانون گورنمنٹی مطالبہ اش
کہا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے لئے شفعہ اراضی کے استحقاق کے بعد عمرو خریدار سے کہا کہ تو نے جو کچھ اس زمین پر صرف کیا ہے اتنا مجھ سے وصول کر کے زمین چھوڑ دے، عمرو نے زید کے دعویٰ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے زید کے مطالبہ سے قطعی انکار کر دیا تو زید نے فیس کورٹ وغیرہ ادا کر کے جو کہ دعویٰ کے لئے شرط تھی اپنا دعویٰ عدالت میں پیش کر دیا زید نے اپنا مدعی عدالت سے حاصل کر لینے یعنی اپنے حق و لگاری ہو جانے کے بعد عمرو پر مقدمہ کی فیس کا دعویٰ کر دیا جس کا گورنمنٹ کے

برعمر وقائم نمود پس این چنین مطالبہ فیس کہ جزا زرش
مقسوب برواج ست عند الشرع صحیح ست یا
نہ۔ بینوا تو جروا۔

قانون کے مطابق عمر کو ادا کرنا لازم آتا ہے تو کیا ایسے
مروج قانون کے مطابق زید کو عمر سے یہ فیس وصول
کرنا درست یا نہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا (د)

الجواب

آزنا کہ حکم شرع مطہر و رکارت نزد شرع شریف خرچ
مدعی بر مدعی علیہ عائد نتوان شد گو مدعی محق باش
اگر بے رضائش گیرد مدعا علیہ از واپس قائل گرفت
اگر نہ بد مواخذہ و مطالبہ برگردنش مانند و عقود الیہ
فرمودہ جل کفل آخر عند زید بدین معلوم ثم
طلبہ خرید بہ و الزم بہ لدی القاضی،
قطب الرجل من خرید ان یمہلہ بہ فابی
الان یدفع لہ الرجل قدر ما صرفہ
فی کلفة الالتزام فدفع لہ ثم دفع لہ
المبلغ المكفول بہ و یزید الرجل مطالبۃ
خرید بما قبضہ خرید منہ من کلفة الالتزام
فہل ذلک (الجواب) نعم حیث الحال ما ذکر۔ واللہ تعالیٰ اعلم
پر خرچ شدہ رقم ادا کر دے تو تجھے مہلت دے دوں گا، اس پر کفیل شخص نے خرچہ کی رقم ادا کر دی پھر
مہلت کے مطابق وہ رقم جس کی کفالت تھی زید کو ادا کر دی اس موقع پر کفیل نے زید سے مطالبہ کیا کہ مقدمہ
کے خرچہ کی رقم جو تو نے وصول کی وہ مجھے واپس کرے، آیا اس واپسی کے مطالبہ کا کفیل شخص کو حق ہے جواب
دیا گیا مذکورہ حال پر حق حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۳۱ از ریاست رامپور محلہ محل موتی خاں ۲۷ شوال ۱۳۳۶ھ

زید نے اپنے نابالغ بچے بکر کے مقدمہ میں بچہ کو حکم کر دیا تو آیا باپ بیٹے کے مقدمہ میں کسی کو حکم
کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور فیصلہ پنچایت قابل پابندی ہے یا نہیں؟

الجواب

باپ کا اپنے نابالغ بچے کے مقدمہ میں کسی کو حکم کرنا جائز ہے مگر وہ فیصلہ اگر خلاف شرع ہو جیسا کہ مقدمہ متعلقہ سوال میں ملاحظہ فیصلہ سے ظاہر ہوا تو وہ اصلاً قابلِ پابندی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲ از رامپور

چند آنے وحیدی پر دعویٰ حق زوجیت کا کیا، وحیدی کو زوجہ چندا ہونے سے انکار ہے مدعی کی طرف سے جو گواہان گزرے ہیں ان میں سے احسان الحق و اشتیاق احمد اپنے آپ کو گواہان نکاح قرار دیتے ہیں جن کے بیان شامل سوال ہذا ہیں مفتی صاحب لانی نے مد علیہا کا اجازت دینا قرار نہیں دیا ہے تجویز مفتی صاحب بھی پھر سوال ہے بعض علمائے رامپور نے مفتی صاحب کی تجویز فیصلہ کے خلاف فتویٰ دیا ہے اس عہ نقل فتویٰ رامپور، کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے اپنی بیوی ہندہ کے رخصت کر پانے کی نالش عدالت میں بر بنائے نقل رجسٹر نکاح خواں و گواہی گواہان دائر کی اور گواہان نے یہ بیان کیا کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور ہندہ نے ہم سے یہ کہا کہ میرا نکاح زید کے ساتھ پڑھو ادا اور ہم کو اپنے نفس کا اختیار دیا ہم لوگ نکاح کے گواہ تھے اور غلام سرور وکیل تھے چنانچہ ہم نے وکیل سے کہہ دیا اور وکیل نے قاضی سے کہہ دیا قاضی نے نکاح پڑھا دیا اور بعد نکاح چوبارے اور شیرینی تقسیم ہوئی اور ہندہ زید کے یہاں بعد نکاح کے حسبِ رواج نہ ماند رہی۔ پس ایسی حالت میں نکاح صحیح شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا یا کہ نکاح فضولی ہے بوجہ عدم اجازت ہندہ کے صحیح نہیں ہوا بینوا تو بچہ روا۔

الجواب: سبحانہ الموفق بالصدق والصواب (وہ پاک ذات صدق و صواب کی توفیق دینے والی ہے۔) صورت مسئلہ میں نکاح صحیح و شرعی ہندہ کا زید کے ساتھ ہو گیا اس لئے کہ بیان گواہان سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور حسبِ قاعدہ رواج نکاح ہوا اگر نکاح بطور فضولی کے منعقد ہوا ہے تو اجازت ہندہ کی بعد نکاح کے ثابت ہے اس لئے کہ جلسہ نکاح کا منعقد ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجازت دینا نکاح پڑھوانے کی یہ دلیل اس امر کی کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح کا ہوا اور بعد نکاح کے ہندہ کا بمکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت ہندہ بعد نکاح کے ہے، اور برائے اجازت یہ ضروری نہیں ہے کہ اجازت قول سے ہی ہو بلکہ فعل سے بھی اجازت ہونا کافی ہے وہ یہاں متحقق ہے لہذا نکاح صحیح و شرعی زید کے ہندہ کا ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویثبت الاجازۃ لنکاح الفضولی بالقول و فضولی کے نکاح کی اجازت قول اور فعل سے ثابت (باقی بر صفحہ آئندہ)

کی نقل بھی حاضر کی جاتی ہے، اب علمائے محققین سے عرض ہے کہ آیا تجویز مفتی صاحب دیوانی صحیح ہے یا استفسار۔ اور جو بیانات فقہ کس رائے کے مثبت ہے، اور یہ بھی واضح رہے کہ گواہان مذکور سے مسماۃ وحید بیگم کا کوئی بھی رشتہ نہیں ہے جس سے کہ مابین گواہ مذکورین وحید بیگم کا نکاح ناجائز ہو پس گواہان مذکور ذی رحم محرم نہ ہونے کے باوجود اپنا بے پردہ ہونا بیان کرنا موجب فسق ہے یا نہیں؟ فاسق کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب، فيصله جناب مفتی صاحب و انظار ہر شش گراہ مدعی کی باضابطہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والفعل کذا فی البحار المثل انتہی بقدر الحاجة هذه صورة الجواب، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہو جاتی ہے، ایسے ہی بحر الرائی میں ہے اھ
بقدر حاجت یہ جواب ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔ (د ت)

بر تقدیر صدق مقال نکاح ثابت ہے فقط
محمد عبدالغفار خاں عفی عنہ

العبد

محمد حبیب اللہ خاں
ولد
محمد عنایت اللہ خاں

العبد المحب

محمد ہدایت اللہ غفرلہ

محمد عنایت اللہ
ولد
محمد ہدایت اللہ

الجواب الجواب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
محمد فضل حق عفی عنہ
المحبیب صحیح واللہ اعلم بالصواب
الراجی الی اللہ محمد خلیل اللہ عفا عنہ اللہ
محمد خلیل اللہ عفا عنہ اللہ
الراجی الی اللہ

الجواب صحیح
محمد دوم علی عفی عنہ
قد صحیح الجواب
محمد عبد الہیاب عفی عنہ
ان النکاح صحیح ولا شریک لہ
قاسم علی عفی عنہ

جواب صحیح ہے
احمد امین عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ
الجواب صحیح
بندہ محمد مرتضیٰ احسن عفی عنہ

فتاویٰ بزازیہ و عالمگیریہ میں ہے

شہد اعلیٰ رجل انه قال ان مسست
جسد کہا فامراً ته كذا او عبده حر و
مس جسداً لا تقبل ولو شهد انه قال
ان مسست ثيابكما و فعل تقبل و فی فتاوی
القاضی لو اراد الشهود ان یشهدوا فی هذه
المسائل یشهدون بالطلاق والعاق
مطلقاً بلا بیان السبب

دو گواہوں نے یہ شہادت دی کہ فلاں شخص نے کہا تھا
کہ اگر میں تم دونوں کے جسم کو مس کروں تو میری بیوی
کو طلاق یا میرا عہد آزاد ہے جبکہ اس شخص نے
ہمارے جسم کو مس کر لیا ہے تو یہ شہادت مقبول
نہ ہوگی، اور اگر گواہوں نے اپنے جسم کی بجائے
کپڑوں کا ذکر کرتے ہوئے شہادت دی اور کہا اس نے
ایسا کر لیا ہے تو شہادت مقبول ہوگی، اور فتاویٰ

قاضی خاں میں ہے کہ اگر گواہ حضرات ان مسائل میں گواہی دینا چاہیں تو سبب بیان کے بغیر مطلقاً طلاق
و عاق کی شہادت دیں۔ (د)

(۲) یسین خاں ولد قسیم خاں یہ کہتا ہے عرصہ تخیّنات سات یا ساٹھ سات ماہ کا ہوا کہ مظہر چند اولہ
کلن مدعی حاضر عدالت کے مکان پر گئے و حیدری بنت قمر الدین خاں نے زور سے آواز دی کہ چند اولہ کلن
سے میرا نکاح پڑھوادو، و حیدری نے گواہان کو اجازت دی گواہان نے نکاح پڑھوادیا فیصلہ میں اسس پر
ایک اعتراض یہ فرمایا ہے کہ اس نے گواہوں کے نام ظاہر نہیں کئے کہ کس کو اجازت دی مگر شہادت
بالنکاح بیان نام مزدوج و وکیل و شہود کی محتاج نہیں۔ ایک یہ اعتراض ہے کہ و حیدری کی اجازت
بذریعہ سماع آواز بیان کرتا ہے اور خود کہتا ہے کہ اندر اور عورتیں بھی تھیں اس سے ثبوت توکیل میں خلل آیا
نہ نفس الحق و عقد میں کہ بذریعہ فضولی بھی ممکن۔ ہاں ایک اعتراض یہ ہے کہ چند اکی ولدیت غلط
بیان کی واقعی اگر عبد الکریم کا عرف کلن نہ ہو تو یہ بھاری اعتراض ہے اور کچھ نہ ہو تو اس کی شہادت
میں ذکر زوج مجمل ہے گواہان نے نکاح پڑھوادیا، کس سے پڑھوادیا اسی سے جس کی نسبت و حیدری نے
اجازت دی تھی یا دوسرے سے، شہادت میں ایسی محتمل بات نہیں لی جاتی،

کہا یشہد بہ من شاهد کلمات العلماء
فی باب خلل المحاضر والسجلات وغیر
جیسا کہ علماء کرام کے مقالوں اور کاغذی ریکارڈ
وغیرہ میں خلل سے متعلق کلام کا مشاہدہ کرنے والا
گواہی دے گا۔ (د)

نیز اس کی شہادت میں ایکے خل بھی ہے جس کا بیان آگے آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ

(۳) غلام صمدانی خاں ولد صاحبزادہ افتخار علی خاں فیصلہ کہ اس پر یہ اعتراض ہیں اس نے وحیدی کا کوئی لفظ کہنا بیان نہ کیا نہ وکیل کا ذکر کیا۔ یہ وہی بات ہے کہ اس سے توکیل بے ثبوت ہوگی نہ کہ نفس العقاد۔ اس شہادت میں پورا خلل یہ ہے کہ چند آمدی حاضر عدالت کا نکاح وحیدی بنست قمر الدین خاں کے ساتھ ہوا قمر الدین خاں شاید وحیدی کے باپ ہیں ان کا نام ہے، اس شاید نے مشہور علیہا کو مشکوک و محتمل و مجہول کر دیا۔ شہادت و شاہد میں ین تنافی ہے۔

(۴) احسان الحق ولد غلام سرور، اس کا بیان ہے کہ عرصہ سات ٹسارے سات کا ہوا کہ چند اولد کریم اللہ کا نکاح وحیدی بنست قمر الدین خاں کے ساتھ ہوا، وحیدی نے منظر کو اپنے نفس کا اختیار دیا اور اشتیاق احمد کو کہ میرا نکاح پڑھو ادو، منظر نے چندا کے ساتھ پڑھو ادیا، غلام سرور وکیل سے منظر نے کہہ دیا اور غلام سرور نے خود سن لیا، وکیل اور گواہان کے کہنے کے بموجب قاضی نے نکاح پڑھا دیا۔ نکاح ملحق بالافعال ہے کہ بے فعل تمام نہیں ہوتا تو اس میں اختلاف زمانہ مسقط شہادت ہے اور ایسی جگہ قول مردود مثلاً سات یا ساتھے سات مقبول نہیں۔ عالمگیرہ و خانہ وغیرہا میں ہے،

ان کان المشهود به قولاً لا یمکن الا بفعل
 کا لنکاح واختلف الشهود فی المکات
 او الزمان او فی الانشاء والاقرار
 لا تقبل شہادتهم
 عالمگیرہ و ذخیرہ میں ہے:

اذا ادعی وہ دوازده درهم لا تسمع دعواه
 وكذلك اذا ذکر التاريخ فی الدعوی
 علی هذه الوجه بان قال ایں عین ملک من
 ست ازده دوازده سال فانه لا تسمع
 دعواه وكذلك اذا ذکر الشهود
 التاريخ فی شہادتهم علی هذا
 جب دعوی دس بارہ درہم کا کرے تو وہ قابل
 سماعت نہ ہوگا اور یوں ہی اگر دعوی میں تاریخ
 کو اس طرح ذکر کرے مثلاً یوں کہ یہ چہینہ
 دس بارہ سال سے میری ملک ہے تو بھی
 دعوی مسموع نہ ہوگا، اور یوں ہی اگر گواہوں نے
 شہادت میں مہینہ اور تاریخ کو اس طرح ذکر کیا

الوجه لا تقبل شهادتهم۔
توان کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔ (ت)

اس کی رد شہادت کی ایک وجہ وہ ہے جو شہادت لیسین خاں میں بھی تھی دوسری اور بھاری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو وکیل بالنکاح بتاتا اور اپنے فعل سے کار نکاح تمامی کو پہنچا بیان کرتا ہے ایسی شہادت مردود ہے۔ خلاصہ میں ہے :

الوکیلان بالنکاح او الخلع اذا شهدا باثبات
ذلك النکاح او ذلك الخلع لا تقبل
نکاح یا خلع کے دو وکیل اگر اس نکاح یا خلع
کے اثبات میں شہادت دیں تو مقبول نہ ہوگی۔
اسی میں ہے :

مرجلان شهدا علی رجل انه قال لهما
ان مسست جسد کما فجدی هذا
حرف شهدا انه مس جسد هما لا یقبل
لانهما شهدا فی امر تم بها بخلاف
شهدا انه قال ان مسست ثیا یکما و
قد مس انه یقبل ویعتق العلام لان
الثیاب غیرهما یہ
دو مردوں نے ایک شخص کے متعلق گواہی دی کہ
اس نے کہا تھا اگر میں تمہارے جسم کو چھوؤں تو
میرا غلام آزاد ہے اور پھر شہادت دی کہ اس
نے ہمارے جسم کو مس کیا ہے تو یہ شہادت مقبول
نہ ہوگی کیونکہ انھوں نے ایسی چیز کی شہادت
دی ہے جس کا اتمام خود ان سے ہوا ہے بخلاف
جب جسم کی بجائے اپنے کپڑوں کو چھونے کا ذکر
کریں اور پھر اس کے مس کر لینے پر شہادت دیں تو مقبول ہوگی اور غلام آزاد قرار پائے گا کیونکہ ان
کے کپڑے ان کا غیر ہیں۔ (ت)

(۵) اشتیاق احمد ولد کریم اللہ برادر مدعی اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں عرصہ تخمیناً ساٹھ ست
ماہ کا ہوا قمر الدین کی بیٹی وحیدی اس کا نام اس کا نکاح چند ولد کریم اللہ کے ساتھ ہوا وحیدی
نے مجھ سے اور احسان الحق سے کہا کہ میں نکاح چندا کے ساتھ کرتی ہوں میرا نکاح کراد میں اجازت
دیتی ہوں، حافظ غلام سرور نے نکاح پڑھوایا ہمارے دو گواہیوں کے ساتھ، اس کے بیان میں
یہ جملہ کہ قمر الدین کی بیٹی وحیدی اس کا نام مستقل جملہ ہے جس نے مابعد کے بیان نکاح کو اس

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث
۲۔ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الثانی
۳۔ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۲/۳
۴۔ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶۹/۴
۵۔ " " ۷۰/۴

لفظ سے کہ گواہی دیتا ہوں اگک کر دیا کہ وہ بلا عطف مستقل جملہ منفعلہ ہے کہ اس کا نکاح الخ ہاں اگر یوں ہوتا کہ گواہی دیتا ہوں کہ اتنا عرصہ ہوا کہ قمر الدین کی بیٹی کا جس کا نام وحیدی ہے چنڈا سے نکاح ہوا تو یہ جملہ گواہی دیتا ہوں کے تحت میں ہوتا اب محتمل رہ گیا کہ اس نے سب سے اشد و اعظم حلف گواہی دیتا ہوں صرف اتنے جملہ کی نسبت کہا کہ قمر الدین کی بیٹی کا وحیدی نام ہے باقی بیان اس حلف اعظم سے جدا رکھا تو یہ نکاح پر شہادت نہ ہوئی، محتمل بیان شہادت میں نہیں لیا جانا فیصلہ نے ان دونوں شہادتوں پر اختلاف سے اعتراض فرمایا کہ احسان الحق کہتا ہے میں نے نکاح پڑھوایا، اشتیاق احمد کہتا ہے غلام سرور نے پڑھوایا یہ کوئی اختلاف نہیں نکاح پڑھایا یعنی خود متولی عقد ہوا اور پڑھوایا یعنی دوسرے سے اور اس میں واسطہ و واسطہ در واسطہ سب یکساں ہیں وحیدی نے ان دونوں سے کہا ان دونوں نے غلام سرور سے کہا غلام سرور نے نکاح خواں سے کہا تو نکاح خواں نے پڑھایا اور ان سب نے پڑھوایا، ہاں ان کے بیانات میں اور اختلافات ہیں، احسان الحق کہتا ہے وحیدی نکاح سے اول بھی جایا آیا کرتی تھیں۔ اشتیاق احمد کہتا ہے اس سے اول نہیں آئی گئی تھیں، احسان الحق کہتا ہے نکاح خواں نے آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہے، آواز آئی کہ بیوہ ہے، اشتیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے اندر کسی سے مراقبہ نہیں کیا تھا احسان الحق کہتا ہے قاضی صاحب میرے بعد آئے تھے اشتیاق احمد کہتا ہے احسان الحق دس سے اول نہیں آئے تھے قاضی صاحب قریب دس بجے تشریف لائے تھے ہم نے ایسے زوائد پر التفات نہ کیا، فیصلہ نے دوسرا اعتراض یہ فرمایا کہ یہ دونوں وکیل بال نکاح ہیں اور وکیل بال نکاح کی شہادت ناجائز مطلقاً ناجائز نہیں، خلاصہ میں بعد عبارت مذکورہ اولاً ہے:

اما اذا شهد الوكيلان بالبيع انه ملك
المشتري او شهد الوكيلان بالنكاح
انها منكوحته يقبل في الاجناس له
ليكن اگر بيع کے دو وکیلوں نے یہ شہادت دی
کہ اس چیز کا خریدار مالک بن گیا ہے یا نکاح
کے دو وکیلوں نے یہ شہادت کہ بطور فلاں کی منکوحہ
ہے تو شہادت مقبول ہوگی۔ (د)

بلکہ اس اعتراض کی تحقیق وہ ہے جو شاہد چہارم میں ہم نے ذکر کی۔ وکلانے نکاح کی ایسی گواہیاں ضرور مردود ہیں۔

(۶) سجاد علی خاں ولد منور علی خاں، اس کا بیان مناقض ہے کہتا ہے وحیدی نے اپنے نفس کا اختیار گواہوں کو دیا، گواہ چوکھٹ پر تھے وکیل چوکھٹ کے اندر تھا، جو الفاظ وحیدی نے

گواہان سے کہ منظر کو یاد نہیں وہ الفاظ منظر نے سُنے بھی نہیں، پہلا فقرہ توکیل پر شہادت ہے اور پچھلا اس شہادت سے صاف برامت، نیز کہتا ہے وحیدی اور چندا کا رسم تھا اسی وجہ سے چندا مدعی کے مکان پر نکاح ہوا یہ ان کے مکان میں جاتے تھے وہ ان کے مکان میں آتے تھے اس سے اول وحیدی کے آنے جانے کا حال مجھ کو معلوم نہیں، اس گواہ کو نہیں معلوم ہوتا کہ ابھی کیا کہہ چکا تھا اور اب کیا کہتا ہے، ایسے مغفل کی کیا شہادت، اور ہوتی بھی تو وہ تنہا تھا ایک کی شہادت ان حقوق میں مسموع نہیں، فیصلہ نے اسی گواہ اور نکاح خواں عنایت احمد کی شہادتوں پر نکاح فضولی منعقد ہونا تسلیم فرمایا ہے اور ازاں کہ وحیدی کی اجازت درکنار اسے نفس نکاح سے انکار ہے فرمایا پس یہ نکاح شرعاً باطل ہے ہم ان دونوں شہادتوں کا حال بیان کر آئے تو ہرگز نکاح فضولی بھی ثابت نہیں اور بالفرض ثابت ہوتا تو نکاح فضولی ہرگز باطل نہیں بلکہ منعقد موقوف علی الاجازۃ ہوتا ہے وحیدی کا اس وقت نفس نکاح سے انکار بعد نکاح اجازت قولی یا فعلی کا کب مبطل ہو سکتا ہے ممکن کہ اس وقت سن کر جائز کیا ہو اب کسی نا اتفاقی کے باعث سرے سے وقوع نکاح کی منکر ہو گئی تو دعویٰ نکاح ثابت کرنا تھا اور اجازت وحیدی کا مدعی سے ثبوت مانگنا کہ حق ظاہر ہو اور ہوا ہے تو حقدار کو پہنچے کہ قاضی کا نصب اسی ایصال حقوق و ابطال حقوق کے لئے ہوتا ہے مگر ہم ثابت کر آئے کہ اصلاً وقوع نکاح ہی ثابت نہیں، نہ اخیل سے نہ وکیل سے نہ فضولی سے، نکاح خواں کا رجسٹر کوئی چیز نہیں، حروف صامت ہیں جن کی زبان ناطق وہی نکاح خواں جس کی شہادت یہاں اصلاً مسموع نہیں، اشباہ والنظائر میں ہے :

لا يعتمد على الخط ولا يعمل به فلا يعمل
بمكتوب الوقت الذي عليه خطوط القضاة
الماضين لان القاضي لا يقضي الا بالهجة
وهي البينة او الاقرار النكول كما في
وقف الخانية - له

لکھائی اور خط پر نہ اعتماد ہوگا نہ عمل، تو ماضی کے دور کے قاضی حضرات کے مکتبہ وقت پر اب عمل نہ ہوگا کیونکہ کوئی قاضی حجت کے بغیر فیصلہ نہیں دے سکتا بلکہ حجت صرف گواہی، اقرار یا قسم سے انکار ہے جیسا کہ خانہ کے وقف میں ہے (ت) یہیں فتوئے رام پور کا بطلان واضح ہوا اولاً اس نے انھیں نامقبول و نامسموع شہادتوں پر بنا کی کہ بیانات گواہان سے ثابت ہوتا ہے کہ جلسہ نکاح منعقد ہوا اور حسب قاعدہ و رواج

نکاح ہوا حالانکہ نکاح ہونے پر اصلاً ایک شہادت محتمہ بھی نہیں جیسا کہ اوپر مفصلاً معلوم ہوا۔
 ثانیاً خود سمجھا کہ صرف اتنی بات دعویٰ مدعی مطالبہ رخصت کا اثبات نہ کرے گی لہذا اس میں
 یہ پیوند لگایا کہ اگر نکاح بطور فضولی کے منعقد ہوا تو اجازت ہندہ بعد نکاح ثابت ہے اجازت
 کے لئے دو امر درکار تھے عورت کو اطلاع ہونا اور اس کا جائز رکھنا اول کے ثبوت کو یہ بے معنی دلیل
 گھڑی کہ اس لئے کہ جلسہ نکاح کا منعقد ہونا اور کثیر لوگوں کا جمع ہونا اور ہندہ کا اجازت دینا نکاح
 پڑھوانے کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم نکاح ہوا یہ اس پر موقوف ہے کہ ہندہ کا وہاں ہونا ثابت
 ہو کہ کثیر لوگ نکاح کے لئے جمع ہونے سے اس کی اطلاع پر استدلال کیا جائے یہاں سرے سے جلسہ نکاح
 کا انعقاد ہی ثابت نہیں کہ شہادتیں سب مختل و مہمل ہیں۔

ثالثاً نکاح خواں کہتا ہے نکاح میں ۱۵ یا ۲۰ آدمی سے کم نہ تھے، اشتیاق احمد کہتا ہے
 جلسہ نکاح میں ۲۵ یا ۳۰ آدمی ہوں گے، احسان الحق بھی یہی کہتا اور لفظ اندازاً اور اضافہ
 کرتا ہے، اسی طرح یسین خاں تخمیناً کہتا ہے، قطع نظر اس سے کہ یہ شہادتیں شرعاً مردود ہیں، ۱۵،
 ۲۰ یا ۲۵، ۳۰ کیا ایسا کثیر مجمع ہے جس کی اطلاع گھر کے اندر پہنچنی ضرور ہے خصوصاً اس حالت میں
 کہ نکاح خواں کہہ رہا ہے کسی عورت سے دریافت کا قاعدہ نہیں گواہان کے اعتبار پر نکاح پڑھو ادیا
 کسی عورت سے کچھ دریافت نہ کیا۔ غلام صدیقی کہتا ہے نکاح رات کے ساڑھے دس بجے ہوا محض
 جلسہ نکاح میں منظر نو بجے پہنچا تھا، قاضی صاحب میرے سامنے آئے تھے، قاضی جی نے میرے
 سامنے عورتوں سے کچھ نہیں پوچھا، اشتیاق احمد کہتا ہے قاضی صاحب نے گواہوں سے دریافت
 کیا تھا انھوں نے کہا بیوہ ہیں اندر کسی سے دریافت نہیں کیا تھا صرف ایک احسان الحق کہتا ہے
 کہ نکاح خواں نے ہم سے بھی دریافت کیا اور آواز دے کر دریافت کیا کہ یہ لڑکی بیوہ ہے آواز آئی کہ
 بیوہ ہے یہ مستوران ثقہ نہایت عمدہ آدمی کی تکذیب کرتا ہے اور نہ سہی تو کیا ہے اور نہ سہی تو
 آواز آئی سے کیا ثابت ہوا اور اس سے کیونکر معلوم ہوا کہ وحیدی کو اطلاع ہوئی۔

مربعاً اطلاع درکنار سرے سے وحیدی کا اس مکان میں ہونا ہی ثابت نہیں اس کا وہاں
 آنا ایک تو احسان الحق و اشتیاق احمد نے بیان کیا یہ دونوں اپنے لئے مدعی توکیل ہیں ان کو تو اس
 کے بیان کی ضرورت ہی لاحق تھی مگر کسی وکیل کا ادعا تے وکالت بحال انکار موکل مسموع نہیں
 ہو سکتا۔ باطل ست انچہ مدعی گوید (مدعی جو کچھ کہتا ہے باطل ہے۔ ت) یسین خاں
 کہتا ہے وحیدی نے زور سے آواز دی کہ میرا نکاح پڑھو ادو، یہ اس کی تراش باقی سب گواہوں

جدا ہے پھر خود کہتا ہے کوٹھی میں اور بھی عورتیں تھیں اس نے تو آواز کا دروازہ بند کیا آگے کہتا ہے یہ نہیں بتا سکتا کہ کوٹھی میں کون کون عورتیں تھیں یہاں سے اس علم کا بھی سبب اب ہوا کہ وحیدی تھی کیونکہ اس کا وہاں موجود ہونا جانا لاجرم سنی سنی کسی کی بتائی یا محض جزا افتا آئی۔ سجاد علی خاں صاف تر کہتا ہے کہ وحیدی پردہ نشین ہے منظر سے پردہ ہے وحیدی کو ٹھڑی میں تھی اول تو یہی نہیں معلوم کہ کہاں کی کوٹھری میں تھی پھر یہ کیونکر جانا کہ وہاں تھی یہی گواہ تو کیل گواہان پر شہادت بھی دے رہا ہے اور اسی منہ میں کہتا ہے کہ میں نے وہ الفاظ سنے تک نہیں تو جس طرح کسی کی تعلیم سے تو کیل پر گواہی دے دی یونہی وہاں وحیدی کے ہونے کے کیا ایسے مہمل و بے سرو پا بیانوں سے عورت کا وہاں موجود ہونا ثابت ہو سکتا ہے حاشا۔

خاصہ ساطفہ ترقی کا یہ قول ہے کہ ہندہ کا اجازت دینا نکاح کے لئے دلیل کافی ہے کہ ہندہ کو علم ہوا اجازت دینے کا حال تو اوپر معلوم ہوا کہ دو مدعیان تو کیلی اور تیسری اس غیبی آواز پر شہادت اور چوتھی ہیں آواز تک نہیں یونہی ایمان بالغیب کے سوا کہیں اس کا پتہ نہیں، مگر لطف یہ ہے کہ جب ہندہ کا قبل عقد اجازت نکاح دینا ثابت ہے تو نکاح فضولی کب رہا جس کے لئے اجازت فعلی گھڑنے کو آپ یہ در دسراٹھا رہے ہیں سبحان اللہ! خود نکاح کی اجازت دینا مانئے اور اس سے صرف اتنا نتیجہ نکالنے کہ اسے نکاح کی خبر ہوئی، رہی اجازت وہ آگے فعل سے ہو رہے گی ایسے اجتماع ہوش و حواس کی حالت میں افتاد تصدیقات کی تکلیف اٹھانی نہ تھی مگر ہے یہ کہ خود سمجھا کہ جلسہ کا انعقاد اور آدمیوں کا اجتماع ہندہ کی اطلاع کو کافی نہیں، ناچار اجازت کا شششہ بڑھایا اگرچہ اس نے ساری تقریر کو عقل سے بیگانہ کر دکھایا۔

ساد سٹاب دعویٰ کے دوسری شق کا ثبوت دینے کی طرف توجہ ہوئی کہ بعد نکاح ہندہ کا بمکان زید رہنا یہ فعل ضرور دلیل اجازت ہندہ بعد نکاح ہے لہذا نکاح صحیح شرعی زید کے ساتھ ہندہ کا ہو جانا یقینی ہے، ہم بیان کر آئے کہ وحیدی کا وہاں جانا ہی ثابت نہیں نہ کہ دو ایک روز رہنا۔ اس شگوفے کا ذکر ان دو مدعیان وکالت کے سوا کسی کے بیان میں نہیں۔ لیسن خاں نے اتنا کہا ہے کہ ہم نکاح کے بعد مدعی کے مکان پر وحیدی کو چھوڑ آئے تھے اس سے رہنا ثابت نہیں ہوتا، ہاں احمان الحق نے کہا ہے بعد نکاح ایک آدھ روز وہاں رہی پھر اپنی والدہ کے گھر چلی آئی، اشتیاق احمد نے ایک یا ڈیڑھ دن اور بڑھایا کہ بعد نکاح کے ایک دو دن اسی مکان میں رہی ظاہر ہے کہ رہنا وہاں ہونے کی فرغ ہے اور وہاں ہونے کا اظہار یہ اپنے دعویٰ وکالت و گواہی نکاح کے لئے کر رہے ہیں جس میں وہ متہم ہیں۔

سابعاً خود احسان الحق کہتا ہے کہ نکاح ہونے کے بعد سب چلے گئے اس کے بعد
 دو ایک یا ایک آدھ روز وحید ہی کے وہاں رہنے کا علم اسے کیونکر ہوا اپنا معاینہ بیان نہیں کرتا، نہ یہ ان
 مواقع میں ہے جن میں سماع پر شہادت روا ہو تو بیان بے ثبوت ہے یہی حال اشتیاق احمد کا ہے اگر وہ
 چنڈا ہی کے مکان میں نہ رہتا ہو۔

ثامناً اگر نکاح فضولی وحید ہی کے مکان پر ہوتا اور وہ بعد علم نکاح حسب دستور رخصت ہو کر
 چنڈا کے یہاں جاتی تو یہ ضرور اجازت فعلی کی حد میں آسکتا، یہاں تو یہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ نکاح چنڈا ہی
 کے مکان پر ہوا اور وحید ہی کو اطلاع کا کوئی ثبوت نہیں محدود اشخاص کا باہر جمع ہونا اور اندر سے کچھ دریافت
 کرنا کیا موجب اطلاع زنان ہے اسی زخم نامندل کے بھرنے کو فتوے راسپور نے وہ فقرہ اضافہ کیا جس
 نے اس فتوے کو نقل کے ساتھ عقل سے بھی بعید کر دیا اور جب اس وقت اطلاع نہ ہوئی بعد نکاح معاً
 ہوئی کیا ضرور اور اس کا کیا ثبوت۔ ممکن کہ ایک آدھ یا دو ایک روز کے بعد ہی اسے خبر دی ہو جس پر
 وہ فوراً اپنی ماں کے یہاں چلی گئی۔

تاسعاً منصب استحقاق سخت دشوار ہے اس میں شاید و لعل سے کام نہیں چلتا بلکہ احتمال
 دافع استحقاق و قاطع استدلال۔ شہادت میں کہاں ہے کہ یہ رہنا بلا اختیار تھا ممکن کہ مجبوراً بطور حبس
 رہی ہو اگرچہ اسی قدر کہ وہ پردہ نشین تھی اور سوا رحمی نہ ملے وہی۔

عاشراً بالفرض باختیار ہی رہی مگر لڑنے جھگڑنے میں وقت گزارا اور چلی آئی اور اپنے نفس پر قدرت
 نہ دی تو اجازت فعلی کس گھر سے آئیگی وہ پانچ اعلیٰ اطلاع پر تھے یہ پانچ اجازت پر تک عشرۃ کاملہ جس کے آفتاب
 کی طرح واضح ہو گیا کہ یہاں وحید کی طرف سے اجازت فعلی ماننا محض منقطع ہے اور وہ بھی اس جوش سکا تھا کہ نکاح صحیح
 شرعی ہو جانا یقینی ہے اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی سوال میں یہ لفظ اضافہ کیا کہ ہندہ زید کے یہاں بعد نکاح
 حسب رواج زمانہ رہی مگر اس لفظ حسب رواج زمانہ کا ان بیچارے دونوں مدعیان توکیل کے بیان
 میں بھی پتہ نہیں حتی المقدور اجازت فعلی بنانے کے لئے از پیش خویش اضافہ ہوا ہے، ناراض ہونے کی
 بات نہیں، اسلامی خیر خواہی کے لئے عرض ہے کہ اتنے علم و عقل والوں کو امور شرعیہ میں دخل دینا فتویٰ
 لکھانا، تصدیق کرنا شرعاً حرام حرام حرام سخت کبیرہ ہے۔ ابن عساکر امیر المؤمنین مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
 الکریم سے راوی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من افقی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا اس پر آسمان وزمین
 والارض لہ والعیاذ باللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی لعنت۔ (ت)

لے الفقیہ والمتفقہ باب ما جاء من الوعد لمن افقی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲/۳۲۴
 کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۱۸-۲۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۹۳/۱۰

احسان الحق و اشتیاق احمد کا وحید سی سے پردہ نہ ہونا جبکہ سامنے آنابے ستری کے طور پر ہونے والا
سر کے بال یا گھٹے یا پیٹ یا بازو یا کلائی کا کوئی حصہ کھلا ہوا یا باریک کپڑے پہنے جن سے بدن چمکے اور
یہ اس پر راضی ہوں مانع نہ ہوں، نگاہ پھیر نہ لیتے ہوں، ضروران کے لئے بھی موجب فسق ہے ورنہ نہیں۔
عالمگیر یہ میں ہے :

يقبل تعديل المرأة لزوجها وغيره اذا كانت امرأة بومرة تخالط الناس و تعاملهم كذا في محيط السرخسي
عورت کا اپنے خاوند کو عادل قرار دینا مقبول ہوگا جبکہ یہ عورت باہر نکل کر لوگوں میں اختلاط اور ان سے معاملات کرتی ہو۔ جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔
حدیث میں ہے :

النظرة الاولى لك والثانية عليك
پہلی نگاہ تجھے معاف ہے اور دوسری نگاہ پر تجھ پر گناہ ہے۔ (د ت)

کلام کریم میں ہے :
لا تزر وازرة الذنوب اخرى۔ واللہ تعالیٰ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ
اعلم۔ نہ اٹھائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د ت)

مسئلہ ۳۳ از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مرسلمولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات و محمد نصرت شیر خاں
محرر دینیات ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ محترمہ کی ملک میں ایک
کھیت تھا اس کو فروخت کر دیا اس کے روپے سے ایک مکان خریدنے کا ارادہ کیا جب مکان تجویز ہو گیا اور
قیمت کا معاملہ باقی سے طے ہو گیا اس وقت زید نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ اس مکان کا بیعنامہ
آپ کے نام کرادوں یا جس کے نام ارشاد فرمائیں زید کی والدہ کے بجز زید کے اور کوئی فرزند و دختر نہ تھی اس
وجہ سے زید کی والدہ نے فرمایا کہ تو ہی اپنے نام کرالے چنانچہ زید نے بموجب حکم اپنی والدہ کے اپنے نام مکان
کا بیعنامہ کرایا اور اس بیعنامہ کو عرصہ چالیس سال کا تخمیناً ہوا ہے اس وقت زید کی زوجہ اولیٰ مع
بعض اولاد کے موجود تھی اس مکان کے خریدنے کے پہلے اور بعد کو بھی زید نے چند جگہ اپنے خاندان میں کسی عورت

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الشهادات الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۲۸/۳
لے شرح معانی الآثار کتاب النکاح باب حلة النظر قبل التزوج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲
لے القرآن الکریم ۱۶۲/۷

سے عقد ثانی کا ارادہ بزمانہ حیات اپنی والدہ اور زوجہ کے پختہ طور سے کر لیا اور دونوں کو اس کا علم قطعی طور سے ہوا لیکن اس پر بھی زید کی والدہ نے زید سے یہ نہیں فرمایا کہ تو اس مکان کو اپنی زوجہ یا اپنی اولاد کے نام منتقل کر دے بلکہ زید کی ماں نے اسی مکان میں سا لہا سال تک سکونت فرما کر وفات پائی آخر دم تک کوئی بات اس مکان کی نسبت نہیں فرمائی، زید نے بعد وفات اپنی زوجہ اولے کے تھینا عرصہ بیس سال کا ہوا ایک عورت سے نکاح کر لیا زید اس مکان کو جس کو اس کی والدہ مرحومہ نے زید کے نام کر دیا تھا اسے زوجہ ثانیہ کے مہر میں دینا چاہتا ہے اور ایک دوسرا مکان جو اس مکان کے محاذ میں زید نے خریدا ہے اس کو اپنی زوجہ اولیٰ متوفیہ کے اولاد کو تبرعاً دینا چاہتا ہے اس حالت میں زید کی بڑی لڑکی خالدہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ جس مکان کو آپ مہر میں ہماری مادر صاحبہ کے دینا چاہتے ہیں وہ مکان ہماری والدہ مرحومہ کا اور ہمارا ہے کیونکہ ہماری دادی صاحبہ مرحومہ کی دلی نیت یہ تھی کہ ہماری والدہ صاحبہ اور ہم آپ کے ساتھ اس مکان میں رہیں اور ہماری دادی صاحبہ نے آپ کا نام بیعنامہ میں فرضی طور پر کر دیا تھا۔

دوسرا دعویٰ خالدہ کا یہ ہے کہ جب یہ مکان خرید گیا تو صرف اس میں ایک کوٹھا بہت نیچا تھا اس کو آپ نے اونچا کرایا اور اس کے آگے سردری مرتب کرائی اور دروازہ مستقیم بنوایا اور باسٹھ گز زمین چچا پس روپے کو خرید کر کے آپ نے اس مکان میں شامل کی یہ سب روپیہ آپ نے ہماری والدہ سے لیا اور وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا تھا کیونکہ جس قدر روپیہ آپ اپنی چالیس روپے کی تنخواہ میں سے بچا کر ماہ بماء ہم کو روانہ کرتے تھے وہ ہماری والدہ کے نان و نفقہ اور ہمارے اخراجات کا تھا علاوہ برس ہماری والدہ صاحبہ مع ہمارے دوسرے تیسرے سال نانی صاحبہ کے گھر جاتی تھیں اور وہاں دو دو مہینے یا تین تین مہینے رہنا ہوتا تھا اور ہمارا سب کا کھانا نانی صاحبہ کے ذمہ ہوتا تھا اس عرصہ میں جس قدر روپیہ ماہواری آپ روانہ کرتے تھے وہ بچتا تھا وہ سب روپیہ ہماری والدہ کا اور ہمارا تھا اس کے سوا ہمارے نانا صاحب کے مرید اور شاگرد نانا صاحب کے مکان پر آتے تھے وہ ہماری والدہ صاحبہ یا ہم کو کچھ روپیہ دیتے تھے وہ ہماری والدہ صاحبہ کا اور ہمارا ہوتا تھا۔

زید خالدہ کے اول دعویٰ ملکیت مکان کا یہ جواب دیتا ہے کہ اصل مکان جبکہ میری والدہ مرحومہ نے اپنی ذاتی رضا مندی سے میرے نام کر دیا تو اس کے بعد یہ کہنا سراسر فضول ہے کہ ان کی دلی نیت تمہاری ملک میں دینے کی نہ تھی اور آپ کا نام فرضی تھا کیونکہ بیع و شراء میں باعتبار شریعت کے دلی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ ظاہری الفاظ یا تحریر کا اعتبار ہوتا ہے، اور زید خالدہ کے دوسرے دعویٰ ملکیت روپے کا یہ جواب دیتا ہے کہ جو کچھ تمہاری والدہ کے پاس پس انداز روپیہ تھا وہ میری ہی

کمانی کا روپیہ تھا اور جس وقت میں نے تمھاری والدہ سے زمین کے خریدنے اور دکان کے مول لینے کو یا مرست مکانی کو یا درمیانی دیوار بنانے کو روپیہ طلب کیا اس مرحومہ نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ اس وقت آپ کا ذاتی روپیہ تو میرے پاس نہیں، ہاں میرا ذاتی روپیہ موجود ہے یا کسی کی امانت میرے پاس رکھی ہے اس وقت آپ لے کر اپنا کام چلا لیں بعد کو بتدریج ادا کر دیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ روپیہ میری کمانی کا پس انداز تھا جو میں نے اس مرحومہ سے لیا۔

دوسرا جواب شرعی طور پر یہ ہے کہ اس مرحومہ نے مرتے دم تک اس روپے کی نسبت کبھی یہ نہیں کہا کہ جو روپیہ آپ نے فلاں فلاں وقت مجھ سے لے کر مکان میں لگایا تھا وہ میرا ذاتی روپیہ تھا اس کو آپ نے مجھ کو واپس نہیں دیا اب آپ اس روپے کو میری طرف سے کسی مدرسہ اسلامیہ یا مسجد یا کسی اور کارِ خیر میں لگا دیں تاکہ مجھ کو اس کا ثواب پہنچتا رہے، اس سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو روپیہ میں نے اس سے لیا میرا ہی ملوک تھا۔

اور تیسرا جواب زید کا یہ ہے کہ اگر بفرض محال یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ انھوں نے اپنا ملوک ہی روپیہ مجھ کو دیا تھا جب کہ آخری دم تک اس کو مجھ سے طلب نہ کیا اور نہ اس کی نسبت بوقت وفات مجھ کو کچھ وصیت کی تو وہ روپیہ انھوں نے مجھ کو بخش دیا اسی وہ روپیہ مجھے واپس لینے کی غرض سے نہیں دیا بلکہ اس روپیہ کا مجھ کو مالک بنا دیا تھا، پس علمائے دین سے استفسار ہے کہ زید کی خالہ بیٹی کے دونوں دعویٰ از روئے شرع شریف حق ہیں یا زید کے جوابات حق ہیں؟

الجواب

خالہ کا پہلا دعویٰ محض باطل و نامسموع ہے اعتبار لفظ کا ہے نہ کہ محض نیت کا فقہ نصوا ان العبرة بما تلفظ لا بما نوى (فتا کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ کا اعتبار ہے نیت کا نہیں) روپیہ زوجہ کو خرچ کے لئے دیا جانا ہے اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زن و شوہر خیال ایک جگہ رہتے ہیں ایک خرچ ہے شوہر سب آمدنی اسے دے دیتا ہے وہ اپنے اور شوہر اور سب گھر کے مصارف اس سے اٹھاتی ہے، اس صورت میں وہ روپیہ تمام و کمال ملک شوہر پر رہتا ہے، عورت کا خرچ بھی ملک شوہر پر ہوتا ہے اسے شرع میں تموین کہتے ہیں، عقد نکاح کا اصل موجب یہی ہے، ظاہر ہے کہ اس میں جو کچھ پس انداز ہوگا شوہر کا ہے۔ دوسری صورت یہ کہ زن و شوہر جدا ہیں شوہر اسے نفقہ بھیجتا ہے یا ایک ہی جگہ ہیں مگر عورت کے خرچ کا اسے جُدا دیتا ہے، عام ازیں کہ وقت معین پر مثلاً ماہوار رستم معین مثلاً دس روپے خاص حکم قاضی خواہ بتراضی یا تعین کچھ نہیں وقتاً فوقتاً مختلف مقدار میں اس کے

خرج کے لئے بھیجتا یا اسے دیتا ہے، اس صورت میں جو کچھ اسے دیا وہ ملک زن ہو گیا، اس میں سے جو کچھ بچے گا، خواہ عورت کی جزر سی سے یا یوں کہ وہ مہینوں اپنی ماں کے یہاں رہی اور مصارف ماں نے کئے بہر حال عورت ہی اس کی مالک ہے۔ بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

المفروضۃ أو المدفوعة لها ملك لها عورت کے لئے مقرر شدہ یا اس کو ادا شدہ کی وہ
فلما الاطعام منها والتصدق وفي مالک ہے تو اس میں سے اس کو کھلانے اور
الخانية لو اكلت من مالها او من صدقة کرنے کا حق ہے، اور خانیہ میں ہے اگر عورت
المسألة لها الرجوع عليه بالمفروض اپنے مال میں سے کچھ کھائے یا وصول کردہ سے
مقرر شدہ کیلئے عورت خاوند سے رجوع کر سکتی ہے (ت)

ظاہر ہے کہ یہاں واقع صورت ثانیہ ہے کہ زید اسے خرج بھیجا کرتا تھا تو چاہئے کہ عورت ہی اس کی مالک ہو
اقول مگر یہاں ایک نکتہ اور ہے زن و ولد کے نفقہ میں فرق ہے وہ جزائے احتباس ہے اور جبکہ
نفقہ اسے دیا گیا اس کی ملک ہو گیا اگر وہ نہ اٹھائے بلکہ دوسری جگہ سے اپنا خرج چلائے تو اس سے
واپس نہیں لے سکتا اور اگر اس نے مثلاً مہینے یا سال بھر کا اسے دے دیا اور اس کے پاس سے چوری
گیا وہ اس سے اور نہیں مانگ سکتی اور نفقہ ولد وغیرہ دفع حاجت کے لئے ہے وہ اگر اسے خرج
نہ کریں اپنی حاجت دوسرے طور پر ردوا کر لیں تو اس مدت کا ان کا نفقہ ذمہ پدر نہیں، اس صورت میں
اگر ان کا نفقہ مثلاً کچھ ماہوں تک حاکم مقرر ہوا ہو جب بھی آئندہ کے لئے اس سے نہیں لے سکتے جب
تک یہ خرج نہ ہو جائے کہ پہلی حاجت دفع ہو گئی اور اگر اس نے دیا اور ان کے پاس سے چوری ہو گیا
اسے دوبارہ دینا ہو گا کہ حاجت دفع نہ ہوئی تو اس میں سے جو کچھ پس انداز کریں وہ ان کی ملک نہیں
بلکہ پدر ہے کہ معلوم ہوا کہ حاجت سے زائد ہے مگر یہ کہ ان کو بہتہ دے تو البتہ وہ مالک ہوں گے،
ذخیرہ پھر بحر الرائق میں ہے:

فرق بین نفقة الزوجات وکسوتھن و بیوت نفقة المحارم وکسوتھن
فان فی الاقارب اذا مضى الوقت نفقہ ولباس میں اور ذی محرم کیلئے
نفقہ اور لباس میں فرق ہے کیونکہ اقارب کے
نفقہ ولباس میں سے کچھ باقی ہوا اور وقت گزر جائے

ارسال ہوتا تھا تو اسے عورت کے لئے تملیک نہیں کہہ سکتے کہ علاوہ شیوع مجہول القدر ہے مقصود یقیناً یہ ہے کہ جتنا عورت کے صرف میں آئے وہ اٹھائے جتنا بچوں کے خرچ میں آئے ان پر صرف کرے نہ کہ عورت اور ہر بچے کو بھتہ مساوی مالک کیا اور جہالت قدر مبطل بہ ہے۔ بحر الرائق میں ہے :
 يشترط في صحة هبة المشاع الذي لا يحتل
 القسمة ان يكون قد را معلوماً
 صحة کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کی قدر معلوم

ہو۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ وہ بھیجا بھی تو یہی تھا نہ کہ تملیک ، لہذا جو کچھ بچا ملک زید ہی تھا ہکذا اینبغی التحقيق
 واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (تحقیق یوں چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا ولی ہے۔ ت) یہاں سے ظاہر
 ہوا کہ دوسرے دعویٰ خالہ کے تین جواب جو زید نے دئے اگرچہ ان میں دو کچھلے صحیح نہیں، زن و شو
 کا معاملہ ایسا ہوتا ہے کہ شرف و شرم والیاں اس میں تعاضدے دین پسند نہیں کرتیں تو نہ مانگنا یا وصیت
 نہ کرنا دلیل تملیک نہیں ولا ینسب الی ساکت قول (خاموش کی طرف بات منسوب نہیں ہوتی۔ ت) مگر پہلا
 جواب کہ وہ میری ہی ملک تھا صحیح ہے، نہ اس طور پر کہ زید نے کہا، بلکہ جس طرح ہم نے تقریر کی۔ رہا
 خالہ کا بیان کہ اس کے نانا کے مریدین و تلامذہ اسے اور اس کی ماں کو کچھ دیتے تھے اس کا ثبوت اس
 کے ذمہ ہے کہ اس روپے میں سے اس کی ماں نے زید کو دیا اگر متعین مقدار اسے شہود عدول سے
 ثابت کر دے تو اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ زید اتنے روپے کا مدیون ہے، مکان پر خالہ وغیرہ یا
 کسی کو دعویٰ نہیں پہنچتا کہ روپیہ قرض دیا ہے نہ کہ مکان کا کوئی حصہ مول لیا ہے والدیوت تقضی
 بامثالہا (فقہی دین کی ادائیگی ہم مثل سے ہوتی ہے۔ ت) خیر یہ میں ہے :

لا یلزم من الشراء من مال الاب ان یکون
 المبیع للاب۔
 والد کے مال سے خریدی گئی چیز کو یہ لازم نہیں کہ
 وہ باپ کی ہو جائے۔ (ت)

تعیین و مقدار کی ضرورت یہ ہے کہ بے اس کے دعویٰ مسکوع نہیں مثلاً خالہ کے اس میں کچھ روپیہ
 زرنذور کا تھنا نہ سنا جائے گا، ہندیہ میں ہے :

لوکان المدعی به مجهولاً فان القاضي
 جس چیز کا دعویٰ ہے وہ اگر مجہول ہو تو قاضی اس

لا یسمع دعواه هکذا فی النہایۃ - دعویٰ کو نہ سنے گا، نہایہ میں ایسے ہی ہے (ت) یہ حکم قضا ہے دیانہ اگر زید جانتا ہو کہ اس میں زرنذر بھی تھا تو اس پر لازم ہے کہ واپس دے اور مقدار نہ معلوم ہو تو آسان طریقہ یہ ہے کہ جو مکان ان کو تبرعاً دینا چاہتا ہے اس روپے کے عوض میں دے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴ از دیوی تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی مسئلہ میر غلام اول مدرس ۱۳ ربيع الاول ۱۳۳۷ھ تا ۱۳۷۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی قضا کرتا ہے لیکن قضا بالکل ہی واقع کے خلاف ہے قاضی کو یقین دے دیا جاتا ہے کہ آپ کا فیصلہ بالکل خلاف واقع ہے اس میں حق شناسی نہیں ہوتی تو قاضی کہتا ہے کہ جاو جی جو کچھ ہوا ہوا ہو لیا، اب قضا پر قضا نہیں ہوتی نصاب سے زیادہ گواہ نہیں لے جاسکتے حالانکہ قاضی صرف دو گواہ لیتا ہے اور ایک گواہ کی رائے پر فیصلہ کر دیتا ہے چونکہ اس کی دلی مشابہی اسی فیصلہ پر ہے اور واقعہ یوں ہے ایک آدمی اپنا گاؤں چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں جا رہتا ہے وہاں جس کے مکان میں رہتا ہے اس کے ساتھ اپنی نابالغ لڑکی کا عقد شرعی رو برو گواہان کر دیتا ہے شادی نہیں ہوتی یعنی روٹی وغیرہ نہیں کی جاتی اور ڈھول وغیرہ نہیں بجایا جاتا اس کا گھر بار کھالیتا ہے گاؤں کے سب لوگوں کو پتہ ہو جاتا ہے کہ نکاح ہو گیا کچھ عرصہ کے بعد ناچاقی ہو جاتی ہے لڑکی کا خاوند لاہور ملازم ہے اس کی عدم موجودگی میں اس کا گھر چھوڑ کر لڑکی کے والدین لڑکی کو لے کر اپنے اصلی گاؤں میں آجاتے ہیں اور اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ طلاق دلا کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے لڑکی کا باپ کسی مسلمانوں کو کہتا ہے جو ابھی زندہ ہیں کہ طلاق لے دو وہ اس کے ساتھ لاہور جانے پر تیار ہوتے ہیں بلکہ اسے یقین دلاتے ہیں کہ طلاق لے دیں گے چونکہ جس اصلی گاؤں میں اب لڑکی کے والدین ہیں اس گاؤں کے لوگوں کی مرضی تھی کہ یہ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دے ان کی شہ وغیرہ سے وہ بغیر طلاق لے نکاح کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے اس گاؤں کے نکاح خوانوں کی مرضی نہیں یہ نکاح پر نکاح ہو، پھر اس حالت میں کہ پہلا نکاح اس نکاح خواں کے لڑکے نے ہی پڑھا تھا جواب فوت ہو گیا ہے اس مجبوری کو دیکھ کر لڑکی کا باپ تیسرے گاؤں کے قاضی کے پاس جاتا ہے کہ شاید اس کے طفیل کام بن جائے خاوند لاہور ہے بغیر اس کے علم کے ایک تیسرا آدمی اس بات کو سن کر اس قاضی کے پاس جاتا ہے کہ یہ آگے نکاح ہوا ہوا ہے قاضی نے پوچھا کہ کوئی گواہ موجود ہیں جواب ملا

کہ گونکاح خواں اور چند گواہ مر گئے ہیں لیکن پھر بھی کسی گواہ موجود ہیں قاضی نے کہا کہ زیادہ گواہوں کی ضرورت نہیں صرف دو گواہ میرے پاس لے آؤ، اس بیچارے کو پتہ نہ لگا کہ قاضی صرف دو گواہ کیوں مانگتا ہے اس کی حکمت آگے ظاہر ہو جائے گی کہ منطقی پڑھے ہوئے قاضی نے کیوں دو گواہ مانگے جب دو گواہ قاضی کے پاس آئے تو ان میں سے ایک نے پورے طور پر بیان کیا کہ نکاح ہوا اور ایجاب و قبول ہوا ہے قاضی نے کوئی سوال نہ کیا دوسرے گواہ نے جب ٹھیک طور پر گواہی دینی شروع کی تو قاضی نے جھٹ سوال کیا کہ شادی ہوتی تھی یا نہ تھی، اس نے کہا نہ تھا، قاضی جی کی چاندی ہوگئی، وہ چاہتا بھی یہی تھا، یہ سُن کر بغیر مزید سوالات فیصلہ دے دیا کہ نکاح ثابت نہیں ہوا شہادت نہیں ہے حالانکہ نہاتا کہنے والے نے اسی وقت کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ شادی نہیں ہوئی بلکہ ناطہ میں ضرور ایجاب و قبول ہوا ہے اس واسطے شادی کے مقابلہ میں میں نے نہاتا کہا، مگر قاضی نے باور نہ کیا اور پھر کہا گیا اور بھی کتنے آدمی ہیں جو اس نکاح کے وقت موجود تھے، قاضی نے کہا کہ نصاب ہو چکا ہے اس سے زیادہ گواہ نہیں لینا چاہتا قاضی کے لئے راہ بن گیا فوراً اس گاؤں میں جا کر لڑکی کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا حلوے مانڈے کھا چلتا بنا۔ اس قضا سے مسلمانوں میں عجیب حیرت ہے خاص کر اس گاؤں اور گرد و نواح کے لوگوں کو جن کو اس نکاح کی خبر تھی ان گواہوں کو جو نکاح میں موجود تھے ان معتبر مسلمانوں کو جن کو لڑکی کا باپ کہتا تھا کہ طلاق دلوا دو کہ قاضی جی نے خوب قضا کی خاوند کو خبر ہی نہیں دو سو میل پر بیٹھا ہے قاضی بغیر طلاق کے اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیتا ہے، عجیب عجیب عجب، پتہ کے گاؤں کے لفظ ناطہ ایک ایسا مل گیا ہے جو سب باتوں کو رد کر دیتا ہے اس بات پر غور کرنے نہیں دیتا کہ اگر معاملہ صاف ہوتا تو طرفین کے آدمی میرے پاس کیوں آتے کیا میرے بغیر اس گاؤں میں نکاح کوئی نہیں پڑھ سکتا، جب گواہ پیش کرنے کو کہا جاتا ہے تو قاضی کہتا ہے کہ نصاب پورا ہو گیا، جب شریعت کی طرف رجوع کرنے کو کہا جاتا ہے تو یہ کہہ کر چپ کر دیا جاتا ہے کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ دو گواہوں میں سے ناطہ تھنے والے کو کیوں سچا سمجھا جاتا ہے اور دوسرے کو جھوٹا اور کیوں قاضی نے بغیر مزید تحقیقات نکاح پر نکاح پڑھ دیا۔ قاضی کے اس مسئلہ نے تمام عورت والوں کو ڈرا دیا ہے جس کا جی چاہے خاوند کی عدم موجودگی میں دو گواہ پیش کر دے جن میں سے ایک کہہ دے کہ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا پس عورت کے ساتھ قاضی جی سے نکاح پڑھوا لے اور عورت والا بیچارہ منہ دیکھتا کا دیکھتا رو جائے۔ جناب من! اب خوب تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمادیں کیونکہ قاضی جی کی اس قضا سے اس علاقے کے مسلمانوں میں عجیب پھل اور کھلبلی پڑی ہوئی ہے اور حیران ہیں کہ جیسے خاوند

کی عورت بلا طلاق کیونکر دوسرے مرد پر حلال ہو گئی، اگر یہ تمام باتیں درست ہیں تو مہربانی فرما کر فتویٰ دیں :

(۱) عام مسلمانوں کے واسطے کیا حکم، آیا وہ اس قضا کو مان لیں جو ان کے خیال میں بالکل ناجائز ہے کیونکہ وہ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ نکاح پہلے ہوا ہے بعض نکاح کے موقع پر موجود تھے بعض وہ ہیں جن کو لڑکی کا باپ طلاق کے واسطے کہتا تھا۔

(۲) قاضی کے واسطے کیا حکم ہے جس نے دانستہ دو گواہ لئے گواہ گواہوں کے مطلب میں کوئی فرق نہ تھا مگر خود قاضی نے نانا کا لفظ نکلوا کر پہلے گواہ کو جھوٹا جانا اور دوسرے گواہ کی شہادت پر جاکر اس عورت کا نکاح دوسرے آدمی سے پڑھ دیا جس کا وہ میں اس کا نکاح پہلے ہوا تھا وہاں کے کسی بھلے مانس نے پوچھا تک نہیں۔

(۳) لڑکی کے والدین کے لئے کیا حکم ہے جنہوں نے نکاح پر نکاح بنوایا ان سے بعد میں پوچھا گیا کہ تم نے ایسا کیوں کیا حالانکہ تم پہلے طلاق لینے پر تیار تھے تو کہتے ہیں کہ قاضی جی نے بغیر طلاق حلال کر دیا۔

(۴) لڑکی کے خاوند کے لئے کیا حکم ہے جس کو اب تک لاہور سے رخصت ہی نہیں ملی ادھر قاضی جی اس کی عورت دوسرے کو دلوا چکے ہیں کیا وہ قاضی جی کی قضا کو مان کر اپنی عورت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

الجواب

ایسا شخص قاضی نہیں ابلیس ہے اور اس کا ناتے اور شادی میں فرق کرنا شیطانی تلبیس ہے نانا ہی اصل نکاح ہے تو عورت کا منکوحہ غیر ہونا انھیں دونوں گواہوں سے ثابت ہو لیا تھا قاضی نے ہٹ دھرمی سے اسے نہ مانا اور گواہوں کے سننے سے انکار اس کی خیانت قلبی تھی نصاب کے بعد اور گواہوں کی حاجت نہ ہونا اس صورت میں ہے جب کہ نصاب سے ثبوت ہو جائے اس کے نزدیک ابھی ثبوت نہ ہوا تو اور گواہ سُننا فرض تھا مگر اس نے قصداً نہ چاہا اسے تو تزام قطعی کو حلال کرنا اور خود زنا کا دلال بننا تھا وہ اور گواہ کیسے سُننا اور یہ جواب کہ قضا پر قضا نہیں ہوتی اس کی تیسری شیطنت ہے اول تو یہ نکاح خوال شرعاً قاضی نہیں ہوتے ان کو قاضی کہنا ایسا ہے جیسے لونڈوں کے میاں جی بے علم کو مولوی صاحب کہنا اور ہوبھی تو اس نے کون سی قضا کی تھی جو بدل نہ سکے اتنا ہی تو تھا کہ اس کے نزدیک نکاح ثابت نہ ہوا عدم ثبوت کوئی قضا نہیں۔

(۱) اس ناپاک حکم کا ماننا مسلمانوں پر حرام ہے ۶۲۲

(۲) قاضی سزائے شدید کا مستحق ہے مگر یہاں کون سزا دے حاکم اسلام سزا دیتا ہے بلکہ وہ اس ناپاک پر قتل تک کر سکتا ہے کہ ایسا شخص یسعون فی الارض فساداً (زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ت) میں داخل ہے۔

(۳) لڑکی کا باپ دیوث ہے جس نے اپنی بیٹی زنا کے لئے دی بلکہ والدین کا یہ کہنا کہ قاضی نے بغیر طلاق حلال کر دیا کفر ہے کہ انھوں نے قاضی کے کہنے سے زنا کو حلال جانا و استحلال المعصیۃ کفر (گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ت) ان کا آپس میں نکاح نہ رہا دونوں نے سرے سے مسلمان ہو کر پھر آپس میں نکاح کریں۔

(۴) لڑکی اپنے خاوند کی منکوحہ ہے وہ اسے لے اور یوں نہ ملے تو لڑکی کے باپ اور قاضی پر ازدواج کمر کا دعویٰ کر کے لے سکتا ہے۔ معاذ اللہ کیا کیا فساد کا زمانہ آگیا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸ از رامہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی ڈاکٹر جانی مسئلہ تاج محمود صاحب ۵ محرم ۱۳۳۹ھ
اگر ایک نکاح خواں بغیر دعویٰ مدعی کے کہہ دے کہ مدعی علیہ نے دختر معلومہ نابالغہ کا نکاح مدعی کے فلانے بیٹے کو کر دیا ہے، مدعی نے بیٹے معلوم کے لئے قبول کیا ہے حالانکہ یہ نکاح خواں بہت جاہل اور دائمی دشمن مدعی کا ہے آیا یہ شہادت قابل اعتبار ہوگی یا نہیں؟

الجواب

جب دعویٰ نہیں تو مدعی کیسا، اور اگر یہ مطلب ہو کہ مدعی نے اسے گواہ نہ لکھایا تو یہ شرط شہادت نہیں اس نے اگر شہادت میں اپنا نکاح پڑھانا ذکر کیا تو مقبول نہیں لانہ شہادۃ علی فعل نفسه (کیونکہ یہ اپنے خلاف شہادت ہے۔ ت) ورنہ اگر گواہ ثقہ ہے قابل قبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹ از ضلع درہمٹکہ مقام مدھوبنی محلہ جولاہہ ٹولہ متصل جامع مسجد مرسلہ خان محمد صاحب ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

نوری مومن اور اس کے ساتھی نے مسجد میں بیان کیا کہ ہم خان محمد کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیونکہ اس کی ماں کو اس کے پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تھی کہ اس کے والد نے اس سے نکاح کر لیا چونکہ یہ نکاح صحیح نہ ہوا اس لئے اس کے ماں باپ دونوں زانی اور یہ لوگ ولد الزنا ہوئے اور ولد الزنا کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ کئی دفعہ کہنے پر خان محمد نے اس پر نچایت بٹھائی جس میں چند معزز اشخاص کے

سامنے نوری سے ثبوت طلب کیا گیا اور کہا گیا کہ خان محمد کے والد کو چالیس برس ہوئے اب تک تم لوگ کیوں نہ بولے، اتنے دن تک خان محمد کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے رہے، خان محمد اور اس کے بھائی کی شادی اپنے خاندان میں کیوں نہ ہوئی؟ نوری نے کوئی گواہی پیش نہیں کی بلکہ اقرار کیا کہ ہم نے رنج اور غصہ کی وجہ سے ایسا کہا ہے، ہم سے قصور ہوا، اب ہم خان محمد اور اس کے بھائی کو ولد الزنا نہیں کہیں گے اور برابری لوگوں کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اب عرض یہ ہے کہ نوری اور اس کے ساتھی کا اگر پنچایت والا بیان صحیح ہے تو وہ لوگ حد قذف کے قابل ہیں یا نہیں، اگر میں تو خود ان لوگوں کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، ان لوگوں کی گواہی ہمیشہ مردود ہوگی یا نہیں، اگر پہلا بیان سچ ہے تو چالیس برس نہ بولنے خان محمد کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کے شادی بیاہ اپنے خاندان میں کرنے سے نوری اور اس کے ساتھی کس سزا کے مستحق ہیں اور کس حکم کے قابل ہیں؟

الجواب

ان لوگوں کا پہلا بیان جھوٹا اور سراسر جھوٹ ہے،
 قال اللہ تعالیٰ اذ لعنوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ہم الکذابون ۵
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جب وہ گواہ پیش نہ کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے ہیں۔ (ت)
 اور وہ اس بیان کے سبب ضرور حد قذف کے مستحق ہیں،
 قال اللہ تعالیٰ فاجلدوہم ثمانین جلدۃً ۶
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کو اسی کوڑے مارو۔ (ت)
 گواہی کا وہ مردود ہونا کہ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدًا (اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو۔ ت) اس حالت میں ہے کہ حد قذف لگ جائے یہاں نہیں ہو سکتا البتہ وہ مردود ہونا حاصل ہے جو جھوٹے کذاب کی گواہی کے لئے ہے جبکہ وہ بار بار یہ جھوٹ بک چکے ہوں۔ عاجز اگر خان محمد نے پنچایت کی ہو یا اس کے سوا اور جھوٹوں کے ساتھ معروف و مشہور ہوں کہ جھوٹ ان کی عادت ہو تو کبھی ان کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگرچہ توہر کر لیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

۱۳/۲۴	لہ القرآن الکریم
۴/۲۴	۵۴
۴/۲۴	۵۵

المعروف بالكذب لا عدالة له فلا تقبل
شهادته ابدًا وان تاب بخلاف من وقع
في الكذب سهوا او ابتلى مرة ثم تاب
كذا في البدائع

جھوٹ میں مشہور شخص عادل نہیں ہے تو اس کی
شہادت کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ وہ توبہ بھی کرے
بخلاف اس شخص کے جو جھوٹ کر جھوٹ میں مبتلا ہوا
یا کبھی ایک مرتبہ جھوٹ بولا ہو پھر توبہ کر لے، تو اس
کی شہادت قبول ہوگی، ایسے ہی بدائع میں ہے۔

ایسے لوگ فاسق معین ہیں اور فاسق معین کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے، اور
جو نماز اس کے پیچھے پڑھی جائے اس کا پھیر نا واجب، ہاں اگر توبہ کر لیں اور ان کا حال صلاح کے ساتھ
بدل جائے تو اس وقت ان کے پیچھے نماز میں حرج نہ ہوگا جبکہ باقی شرائط جواز و علت امامت کے
جامع ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از سبب صلح پشاور مدرسہ قادریہ محمودیہ واقع مسجد چل گزی مولوی محمد اللہ صاحب قادری محمودی
۲ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ماموں عمرو پر اپنے نانا کے متروکہ سے
جو عمرو کے قبضے میں ہے اپنی مال متوفہ کے حق میراث کا دعویٰ کیا عمرو جواب دہ ہوا کہ یہ مال ۳۶ برس
میرے قبضے میں ہے دعویٰ میں تمادی عارض ہے نیز تیری ماں نے اپنا حصہ میراث اپنی حیات میں
مجھے ہبہ کر دیا تھا جس کے گواہوں میں اب کوئی زندہ نہیں، زید کہتا ہے یہ مال تجارت کا ہے اب تک میرے
نانا کا نام مندرج کاغذات رہا میں نے اور ماں نے تمھیں امین جانا اور بنظر تجارت ترقی کا خیال رہا،
امید تھی کہ جب داخلہ خارج ہوگا حصہ مادری میں میرا نام درج کراؤ گے ڈیڑھ سال سے تم نے داخلہ خارج کرایا
اور صرف اپنا نام مندرج کرایا لہذا میں مدعی ہوا گواہان مردہ سے ثبوت ہبہ کیسے ہو سکتا ہے، نہ مال مشترک
کا ہبہ صحیح نہ میراث میں تمادی مانع۔ نیز تمھارے دعویٰ میں تناقض ہے کہ ہبہ کا بھی ادعا کرتے ہو اور
تمادی عذر بھی۔ اس صورت میں زید حق پر ہے یا عمرو؟ عبارات عربی کا اردو ترجمہ فرمادیا جائے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب

زید کا دعویٰ صحیح و مقبول ہے اور عمرو کے عذر باطل و مخذول۔ ہبہ صرف اس کی زبان سے کیے
ثابت ہو سکتا ہے، اموات کو گواہ قرار دینا عجیب جمل بے مزہ ہے، ایسی شہادت پس ہو تو جو چاہے

جس کا مال چاہے چھین لے کہ تو نے یا تیرے باپ نے مجھے ہبہ کر دیا یا میرے ہاتھ بیچا اور ثمن پالیا تھا بیس پچیس معززین اس کے گواہ تھے جو سب مر چکے اور بغرض باطل اگر ہبہ ہوتا بھی تو مال مشترک صالح قسمت قبل تقسیم ہبہ کرنا اگرچہ شریک کے لئے ہو محض ناقص ہے جسے موت و اہبہ قبل تسلیم نے باطل کر دیا۔
تذویر الابصار و درمختار میں ہے :

(لا) تتم بالقبض (فیما یقسم و) (لو) قابل تقسیم چیز کا ہبہ قبضہ کے بعد بھی ناقص رہتا ہے
وہبہ (لشریک) لعدم تصور القبض اگرچہ اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو کہ اس میں بلا تقسیم
الکامل کما فی عامۃ الکتب فکانت ہو قبضہ کامل مقصود ہی نہیں جیسا کہ عام کتب میں
المذہب یہ تصریح ہے تو یہی مذہب حنفی ہے۔
اُسی میں ہے :

(والیم موت احد العاقدین) بعد موہوب لہ کو قبضہ کاملہ دینے کے بعد و اہب
التقسیم فلو قبلہ بطل یہ یا موہوب لہ کا مرجانہ ہبہ میں رجوع کا مانع ہے
اور اگر قبضہ کاملہ سے پہلے ان میں سے کوئی مر جائے گا تو ہبہ مرے سے باطل ہو جائے گا۔
بلکہ اس کے دعویٰ ہبہ نے اسی کو ضرر دیا اس سے صاف ظاہر ہوا کہ مال کو وہ موقوفہ پدید ماننا اور
اپنی بہن کا اس میں حق ارث جانتا ہے جب تو اپنے لئے ہبہ از جانب خواہر کا مدعی ہے اور اس صورت
میں چھتیس نہیں سو برس گزر جائیں دعویٰ ساقط نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ خیرہ میں ہے :

سئل فیما اذا ادعی نرید علی عمر و محمد ودا سوال ہوا کہ زید نے عمرو پر ایک زمین کا دعویٰ کیا
انہ ملکہ ورثہ عن والدہ فاجابہ کہ میری ملک ہے باپ کے ترکہ سے میں اس کا
المدعی علیہ اف اشتريتہ من وارث ہوں عمرو نے جواب دیا کہ میں نے تیرے
والدک وافی ذوید علیہ من مدۃ باپ سے خرید لی تھی اور چالیس برس سے زائد
تزید علی اربعین سنہ و انت ہوئے کہ میں اس پر قابض ہوں اور تو ایک شہر
مقیم معی فی بلدۃ ساکت من غیر عذر یمنعک میں میرے ساتھ ساکن اور بلا عذر ساکت ہے
عن الدعویٰ، هل یكون ذلك من باب لاقرار آیا اس صورت میں کیا عمرو مورث زید سے ہذریعہ

بالتلّقى من مورثیه فیحتاج الی بیئنة
 تشهد له بالشراء ولا ینفعه کونه واضعا
 یدہ علیہ المدة المذكورة اجاب
 نعم دعوی ذلك التلّقى عن ابی المودع
 ودعوی تلّقى الملك من المورث اقرار
 بالملك له ودعوی الانتقال منه الیه
 فیحتاج المدعی علیہ الی بیئنة وصار
 المدعی علیہ مدعیاً وکل مدع یمتدح
 الی بیئنة ینزیر بہا دعواه ولا ینفعه وضع الید
 المدة المذكورة مع الاقرار المذكور
 لیس من باب ترك الدعوی بل من باب
 المواخذة بالاقرار ومن اقر بشئ لغيره
 اخذ باقراره ولو کان فی یدہ احقاباً
 کثیرة لا تعد وهذا ما لا یتوقف فیہ
 ماخوذ ہے اگرچہ وہ شئی بے شمار قرون بگھوں سے اس کے قبضہ میں ہو، یہ ایسی واضح بات ہے
 جس میں شبہہ کو دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور موٹے کلن کی کنیان مرسلہ مولوی محمد عنایت اللہ خان صاحب

۲۰ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ہندہ نے دعوی تصدیق
 از زوجیت بجمت وقوع سہ طلاق مغلطہ بنام عباس علی خاں نے مجھ کو بتاریخ فلاں برداون سہ طلاق
 مغلطہ جہا لہ نکاح اپنے سے آزاد کیا عباس علی خاں کو دینے طلاق سے ہندہ کے انکار ہے اور

عبہ عباس علی خاں بعد الت دیوانی محکمہ ابتدائی میں رجوع کیا اور دعوی اپنے میں بصراحت لکھا۔

کتاب ہے کہ میں بتاریخ مذکورہ شہر میں موجود نہ تھا، ہندو نے چار مرد مسلمان تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں و کلن خاں اور دو عورتیں مسلماتان ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم بہ ثبوت وقوع طلاق پیش کئے، ان میں سے پانچ نے ہنگام ادا کے شہادت بموجہ خود عباس علی خاں کا طلاق دینا عند العدالت بیان کیا اور ایک نے یعنی کلن خاں نے ادا کے شہادت اقراری کی اور نیز جانب ہندو سے ہنگام تحقیقات محکمہ کے تین شخصوں نے اوپر موجودگی عباس علی خاں کے شہر ہذا میں بتاریخ مذکورہ ادا کے شہادت کی، عدالت نے دعویٰ ہندو کو بے اصل اور شہادت شہود کو غیر مقبول قرار دے کر دعویٰ ہندو کو نامسموع فرمایا اور وجہ بے اصلیت دعویٰ اور نامقبولی شہادت شہود پیش کردہ ہندو اپنے فیصلہ میں تحریر فرمائیں، پہلی وجہ نامقبولی شہادت و شہود کی ان الفاظ پر قائم کی کہ جملہ گواہوں نے بالاتفاق اپنے اظہاروں میں بیان کیا کہ اشہد باللہ گو اہی دیتے ہیں کہ عرصہ چھبیس ستائیس دن کا ہوا کہ خالی کا مہینہ تھا اس توں تاریخ بدھ کاروز تھا آٹھ بجے دن کے تھے کہ عباس علی خاں نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دیں یہ کہ جملہ گواہان مجال اناث مدعیہ مسموعہ عدالت نے دینا طلاق بمرو چھبیس ستائیس روز لکھایا ہے اور اس قسم کا بیان بیان زمان خواہ بدعویٰ ہو خواہ شہادت ہو جو حالت تاریخ شرعاً بموجب روایت ہذا کے نامقبول ہے ادعیٰ بالفارسیۃ دوازده درہم و شہد الشہودان لہذا المدعی علی ہذا المدعی علیہ دوازده درہم لا تقبل لہماکان الجہالۃ، وکذلک اذا ادعی وہ دوازده درہم، لا تسمع دعواہ وکذلک اذا ذکریت التاریخ فی الدعوی علی ہذا الوجه بان قال ای عین ملک من است از وہ دوازده سال فائز لا تسمع دعواہ وکذلک اذا ذکر الشہود التاریخ فی شہادتہم کذا فی الذخیرۃ، عالمگیرۃ

تاریخ بیان کی تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی، ذخیرہ میں یونہی ہے، عالمگیرۃ (د)

وجہ دوم عدم مقبولی شہادت تفضل حسین خاں و غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں پر

قائم کی ان الفاظ پر جو ان کے انظاروں سے نقل کئے جاتے ہیں تفضل حسین خاں اپنے انظاروں میں بیان کرتا ہے اس طلاق دینے کے بعد سے اب تک میری اور عباس علی خاں کی بات چیت نہیں ہے اور نہ سلام علیک بگاڑ ہے نہ میں بات چیت اور سلام علیک مدعا علیہ سے کرتا ہوں اور مدعا علیہ مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے ، غلام ناصر خاں اپنے انظار میں لکھتا ہے کہ مدعیہ کا اگر کسی سے جھگڑا ہو تو منظر اس میں کوشش و طرفداری کریگا جو عزیز ہوتا ہے وہ طرفداری کرتا ہے منظر مدعیہ کا عزیز ہے اس واسطے میں بھی طرفداری کروں گا ، اس بیان پر عدالت نے یہ وجہ نامقبولی شہادت شہود قائم کی کہ منجملہ گواہان تفضل حسین خاں سے عداوت دنیوی مدعا علیہ ثابت ہے اور اثبات عداوت خود باقرار گواہ ظاہر ہے کہ وہ باظہار خود لکھتا ہے کہ روز طلاق سے منظر کا مدعا علیہ سے بگاڑ ہے نہ بات چیت ہے نہ سلام علیک ، غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں پیر و کار مقدمہ اور مثل مدعیہ میں کہ ان دونوں نے بھی باظہار خود لکھتا ہے کہ اگر مدعیہ سے کسی کا تنازعہ ہو تو ہم کوشش و طرفداری مدعیہ کی کریں گے اور گواہی مناصم مقدمہ اور عدوی دنیوی شرعاً بموجب روایت ہذا نامقبول ہے ،

ولا شہادة عدا و اذا كانت العداوة لاجل الدنيا لان العداوة لاجل الدنيا حرام فمن امر تكبها لايؤمن من القول عليه ۱۲ عینی ۔

و دشمن کی شہادت قبول نہ ہوگی جب یہ دشمنی دنیاوی ہو کیونکہ دنیا کی خاطر دشمنی حرام ہے تو جس نے یہ ارتکاب کیا اس کے جھوٹ بولنے کا خطرہ رہتا ہے ۱۲ عینی (ت)

تیسری وجہ عدم مقبول شہادت شہود یہ قائم کی کہ باہم شہادت شہود میں اختلاف ہیں وہ الفاظ کہ جن میں عدالت نے اختلاف ثابت کیا ہے انظاروں سے نقل کئے جاتے ہیں کہ تفضل حسین خاں بیان کرتا ہے کہ اس لڑکی کو میں نے پرورش نہیں کیا میری بیوی نے پرورش کیا ہے اور سامان شادی بھی اسی نے دیا ہے ، اور غلام ناصر خاں نے کہا کہ تفضل حسین خاں نے پرورش کیا ہے اور سامان شادی بھی اسی نے دیا ہے اور درمیان غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں یہ اختلاف ہے کہ غلام ناصر خاں اپنے بیان میں لکھتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو طلاق دی قریوں کہا تھا کہ بگٹا میں نے تجھ کو طلاق دی ، اور غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی اس کی طرف نسبت کر کے ، اور غلام محی الدین خاں اور تفضل حسین خاں میں یہ اختلاف ہے کہ غلام محی الدین خاں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ جو آیا تھا تو امر او بیگم زوجہ تفضل حسین خاں کو سلام علیک کی تھی اور سب سے ، اور تفضل حسین خاں کہتا ہے کہ نہیں کی تھی اور بیان کرتا ہے کہ جس

وقت مدعا علیہ آیا تھا تو میں دروازہ میں بلائے کو گیا تھا اور درمیان غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ غلام ناصر نے بیان کیا ہے کہ میں غلام محی الدین خاں سے پہلے چلا گیا تھا اور غلام محی الدین خاں کہتے ہیں کہ میں نے غلام ناصر خاں کو وہاں ہی چھوڑا تھا، ظہور بیگم و فاطمہ بیگم و کلن خاں کے بیان میں یہ فرق ہے کہ ہر دو مسلمان کہتی ہیں کہ عباس علی خاں مدعا علیہ کے جانے کے بعد بنگا بیگم نے والان میں سے کہا تھا کہ تم سب اور کلن خاں کو گواہی دینی ہوگی اور دروازہ میں کہ والان سے تین چار گز کے فاصلہ پر واقع ہے یہ مضمون کہا تھا کہ کلن خاں تم کو گواہی دینی ہوگی کہ عباس علی خاں نے تم سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دے دی، ظہور بیگم و فاطمہ بیگم اپنے اظہار میں بیان کرتی ہیں کہ مدعیہ نے بجواب مدعا علیہ کے کہا کہ اب میں نہیں جاؤں گی جب تک کہ وہ لوگ جو پہلے مجھ کو ضمانت کر کے لے گئے تھے نہ آئیں گے، اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ تو میری جو روند ہوئی ان لوگوں کی ہوئی، پھر طلاق دے دی، اور تفضل حسین خاں لکھتا ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ ابھی لے جاؤں گا، بجواب مدعا علیہ کے کہا کہ جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لے گئے تھے اگر وہی آئیں گے تو میں جاؤں گی اس پر مدعا علیہ نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، اور غلام محی الدین خاں لکھتا ہے کہ مدعا علیہ نے مدعیہ زوجہ اپنی سے کہا کہ میں نے نائن کو اور ڈولی بھی بھیجی تھی تو کیوں نہیں آئی، اس پر بنگا بیگم نے کہا کہ مجھ کو جانے میں کچھ عذر نہیں ہے مگر جو لوگ مجھ کو پہلے ضمانت کر کے لے گئے تھے وہی آکر لے جائیں گے تو میں جاؤں گی ان سوالات جرح و کلام مدعا علیہ از گواہان مدعیہ سے اکثر اختلاف بگواہی گواہان مدعیہ اس قسم کے پائے گئے جو باعث بے اصلیت شہادت و نامقبولی عدالت پائے گئے گو یہ اختلافات بحالت ہونے گمان غالب صداقت دعویٰ شہادت مانع قبول نہ تھی لیکن چونکہ مقدمہ ہذا محل و حرمت کا ہے اور عدالت ایسے محل پر کہ شادی فریقین کو صرف چھ سات ماہ گزرے ہیں کہ وصال میں انفصال سر پر آیا مدعا علیہ باوجود گوارہ نہ ہونے بود و بائ سہ چار روزہ مدعیہ بختہ والدین صرف انکار مدعیہ پر نہ آئی اپنے سے ہنوز بختہ شوہر طلاق دے کر چلا گیا بہت شبہات واقع ہیں اس بنا پر بمذہب ابی یوسف وہ اختلافات بالضرورة اس زمانے میں کہ اکثر مخلوق نے پیشہ ادا سے شہادت زور اختیار کر لیا ہے مانع قبول شہادت شہود ہیں بموجب روایت ہذا کے،

جب قاضی کو گواہوں کے متعلق شک ہو تو ان کو علیحدہ علیحدہ کر دے اس کے علاوہ قاضی کو اختیار نہیں ہے اور قاضی ہر ایک سے جگہ اور وقت کا

اذا امرتاب القاضی فی امرالشہود فخرق
بینہم ولا یسعه غیر ذلک و
ولسألہم ایضاً یتکان هذا و متی

كان هذا او يكون هذا السؤال بطريق
الاحتياط وان كانت لا يجب هذا
على الشهود في الاصل ، فاذا فرقتهم
فان اختلفوا في ذلك اختلفا
يفسد الشهادة مردها وان كان
لا يفسدها لا يردھا وان كان يتهمهم
فالشهادة لا ترد بمجرد التهمة في
نوار دابت السماعۃ عن ابی یوسف
رحمہ اللہ تعالیٰ قال ابو حنیفۃ
اذا اتهمت الشهود فرقت بينهم ولا التفت
الی اختلافهم فی لباس
الشیاب وعدد من كان معهم من
الرجال والنساء ولا الی اختلافات
المواضع بعد ان تكون الشهادة
على الاقوال وان كان الشهادة على
الافعال فالاختلاف فی المواضع
اختلاف فی الشهادة قال ابو یوسف اذا
اتهمتهم ورأیت الریبة فظننت
انهم شهود الزور افرقت بينهم و
اسألهم عن المواضع والشیاب ومن كان
معهم فاذا اختلفوا فی ذلك فہذا عندی
اختلاف ابطال به الشهادة کذا فی
المحیط ۱۲۔

سوال کرے کہ واقعہ کب اور کہاں ہوا ، یہ سوال
بطور احتیاط ہوگا اگرچہ گواہوں پر یہ بیان کرنا
لازم نہیں ہے ، توجہ کرنے پر جگہ اور وقت میں
دونوں کا بیان ایسا مختلف ہو جس سے شہادت
میں فساد ہو تو اس کو رد کر دے اور وہ اختلاف
ایسا ہو جس سے شہادت فاسد نہ ہوتی ہو تو رد
نہ کرے اور اگر گواہوں میں اتفاق پایا جائے تو
محض تہمت کی بنا پر رد نہ کرے ۔ ابن السماعۃ
کے نوادر میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے
روایت ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے فرمایا ہے جب گواہوں پر تہمت پاؤں تو ان میں
تفریق کر دوں گا اور ایسے اختلاف کی طرف التفات نہ
کروں گا کہ ان کا لباس کیا اور ان کے ساتھ کتنے مرد اور عورتیں
تھیں اور نہ ہی جگہوں کے اختلاف کی طرف التفات کروں گا
بشرطیکہ شہادت اقوال پر ہو اور اگر شہادت
افعال پر ہو تو جگہوں کا اختلاف شہادت
کا اختلاف قرار پائے گا ۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا جب مجھے شک ہو اور میں گمان
کروں کہ گواہ جھوٹے ہیں تو میں دونوں کو ایک دوسرے
سے جدا کر کے ان سے مواضع اور لباس کے
کپڑوں اور واقعہ میں موجود مرد و عورتوں کی تعداد کے
متعلق سوال کروں گا اگر وہ ان امور میں اختلاف
کریں تو میرے نزدیک یہ ایسا اختلاف ہوگا جس

کی بنا پر میں شہادت کو باطل قرار دوں گا ، محیط میں یونہی ہے ۱۲۔ (ت)

۱۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/۳۲۵

چہاں یہ کہ معاملہ ہذا اقسام دعاوی حلال و حرام سے ہے ایسے عمل پر واجبات سے ہے کہ تا وقتیکہ گواہان ثقات و معتد سے وقوع طلاق متحقق نہ ہو اوپر بیان مجرّد ایسے اشخاص کے حکم تفریق بین الزوجین دینا بجز اس کے کہ اپنی جان کو ماخوذ بہ گناہ کیا جائے کوئی نتیجہ نہیں عدالت کی رائے میں کوئی گواہان میں سے ایسا نہیں کہ جس کی شہادت کے اطمینان پر حکم تفریق بین الزوجین دیا جائے اس لئے کہ غلام ناصر خاں مردمان گواہی پیشہ سے ہے اکثر مقدمات میں گواہیاں اس کے وقت تلاش موجود نکل سکتی ہیں اور صد ہا مخبریان دروغ لوگوں پر کرنا شروع کی تھیں کہ عند التحقیق سرکار اصل ان کی نہ نکلی گواہی مخبر بوجہ فسق قابل قبول نہیں، تفضل حسین خاں پیشتر انیس بمقدمہ جعل سازی سزایاب ہو چکا ہے غلام محی الدین خاں عرف ننھے خاں اور کلن خاں جن کا حال ہم کو نہیں معلوم تھا ان کا حال ہم نے خفیہ طور پر بذریعہ آدم معتبر و معتد خود دریافت کر لیا یہ ہر دو گواہ بھی عند دریافت آدم معتد ثقات اور مقبول الشہادۃ نہ پائے گئے بنا بربر روایت نسائی کے کہ جو ذکر کی جائے گی اور بعض گواہ ان میں سے مستور الحال ہیں اور بعض فاسق ہیں اور گواہی مستور و فاسق کی جب تک تحری صدق نہ ہو اور عدالت ظاہر نہ ہو قابل اعتماد نہیں،

کما قال فی الدر الفاسق اهلہا فیکون اهلہ
لکنہ لا یقلد وجوباً و یا ثم مقلد کقابل
شہادتہ بہ یفتی و قیدہ فی القاعدیۃ
بہا اذا غلب ظنہ صدقہ
فلیحفظ، درر۔ و مقتضی الدلیل
انہ لا یحل ان یقضی
بہا فان قضی حانہ
ونفذہ و مقتضیہ الاثم
وظاہر قولہ تعالیٰ ان
جاءکم فاسق بنیافتبینوا
انہ لا یحل قبولہما قبل

جیسے قرآن فرمایا کہ فاسق شہادت کا اہل ہے
تو وہ قضا کا اہل ہے لیکن اس کا تقرر نہ کیا جائے
یہ لازمی بات ہے اور اس کی تقرری منظور کرنیوالا
گنہگار ہو گا جیسا کہ اس کی شہادت قبول
کرنے والا گنہگار ہے اسی پر قوی ہے۔ فتاویٰ
قاعدہ میں فاسق کے متعلق اہل قضا و شہادت
ہونے کو اس قید سے مقید کر دیا کہ جب لغتہ
کرنیوالے کو فاسق کے صدق کا گمان ہو، اس کو
محفوظ کر لو، درر۔ اور دلیل کا مقتضی یہ ہے کہ
فاسق کو فیصلہ دینا حلال نہیں تو اگر اس نے
کوئی فیصلہ کر دیا تو جائز اور نافذ ہو گا اے اس کا

تَعْرِفَ حَالَهُ وَقَوْلُهُمْ بِوَجوبِ
السَّوَالِ عَنْ الشَّاهِدِ سِرًا وَ
عِلَانِيَةً طَعَنَ الْخَصَمُ
أَوَّلًا فِي سَائِرِ الْحَقُوقِ
عَلَى قَوْلِهِمَا الْمَفْتَى بِهِ
يَقْتَضِي الْإِثْمَ بِتَرْكِه لَأَنَّهُ
لِلتَّعْرِيفِ عَنْ حَالِهِ حَقٌّ لَا يَقْبَلُ
الْفَاسِقُ وَصَرَحَ ابْنُ الْكَمَالِ
بِأَنَّ مَنْ قَلَّدَ فَاسِقًا
يَاثِمُ وَإِذَا قَبِلَ الْقَاضِي
شَهَادَتَهُ يَاثِمُ لَهُ وَفِي
الْفَتَاوَى الْقَاعِدِيَّةِ هَذَا
إِذَا غَلَبَ عَلَى ظَنِّهِ
صَدَقَهُ وَهُوَ مِمَّا
يُحْفَظُ لَهُ قُلْتُ وَالظَّاهِرُ
أَنَّهُ لَا يَاثِمُ الْإِضَاءَ
لِحَصُولِ التَّبْيِينِ الْمَأْمُورِ
بِهِ فِي النَّصْرِ تَامِلْ
قَالَ طِفَاتٌ لَمْ يَغْلِبْ
عَلَى ظَنِّ الْقَاضِي صَدَقَهُ
فَاتٌ غَلَبَ كَذِبُهُ عِنْدَهُ
أَوْ تَسَادَى فَلَا يَقْبَلُهَا
أَيُّ لَا يَصَحُّ قَبُولُهَا

مقتضی یہ ہے کہ گناہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے
ارشاد ”اگر فاسق کوئی خبر دے تو اس کی وضاحت
طلب کرو“ کا ظاہری تعاضا یہ ہے کہ اس کی
شہادت کا قبول کرنا اس کے حال کی تحقیق سے قبل
حلال نہیں ہے جبکہ فقہاء کرام کا گواہ کے متعلق
فرمانا کہ خفیہ طور پر اور اعلانیہ بھی اس کی تفتیش
کی جائے فریق مخالف کا اس پر طعن ہو یا نہ ہو خواہ
تمام حقوق میں ہو، صاحبین مفتی بہ قول کے مطابق تو فقہاء
کرام کی اس بات کا تعاضا ہے یہ کام ترک کرنے
پر گناہ ہوگا کیونکہ یہ کام گواہ سے متعلق معلومات
کے لئے ہے حتیٰ کہ فاسق ہو تو گواہی قبول نہ کی جائیگی
اور ابن کمال نے تصریح کی ہے کہ جس نے فاسق
کی تقرری کی وہ گناہگار ہوگا اور جب قاضی
فاسق کی شہادت قبول کرے گا تو وہ گناہگار ہوگا۔
فتاویٰ قاعدیہ میں ہے یہ جب ہے کہ نصت سوری
اور شہادت قبول کرنے والے نے فاسق کے صدق کا
گمان کیا ہو، یہ بات محض غلط فہمی کے قابل ہے
قلت (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ گناہگار
نہ ہوگا، کیونکہ نص میں بیان کر دہ حکم کے مطابق
تفتیش ہو چکی ہے، غور کرو۔ طے لگتا کہ اگر قاضی کو گواہ
فاسق کے صدق پر غلبہ ظن ہو خواہ اس کذب پر
غلبہ ظن ہو یا اس کا صدق و کذب قاضی کے نزدیک
مساوی ہو تو شہادت کو قبول نہ کرے یعنی قبول

اصلاً هذا ما يعطيه المقام
شامی ۱۲ ولا يقبل قول المستور في
في ظاهر الرواية وعن أبي حنيفة
انه يقبل قوله فيها حرياً
على مذهبه يجوز القضاء به
وفي ظاهر الرواية هو و
الفاسق سواء حتى يعتبر
فيهما اكثر الراي ۱۲ هـ اية
ولهذا يجوز ابو حنيفة رحمه الله
تعالى القضاء بشهادة المستور
فيما ثبت بشبهات اذ لم يطعن
الخصم قال ولكن ما ذكره
في الاستحسان احص في
زماننا فان الغالب في اهل
الزمان الفسق فلا تعتمد
رواية المستور ما لم يتبين عدلته
كما لا تعتمد شهادته في
القضاء قبل ان يظهر
عدله وفي ظاهر الرواية هو والفاسق
سواء حتى يعتبر فيهما اي في المستور والفاسق اكبر
راي فان كان غالب الراي صدقهما يقبل
قولهما والا فلا عيني ۱۲۔

کرنایا بالکل صحیح نہ ہوگا، یہ مقام کی بحث ہے، شامی
اور مستور الحال کی بات ظاہر روایت کے مطابق
قابل قبول نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
تعالیٰ سے مروی ہے کہ اس کی بات قبول ہوگی
جیسا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے
جب شہادت قبول ہوگی تو قضا رہی جائز ہوگی
اور جبکہ ظاہر الروایت میں مستور الحال اور فاسق
کا حکم مساوی ہے حتیٰ کہ ان دونوں میں رائے
کے غلبہ کا اعتبار ہے، ہدایہ۔ اور اس لئے امام
ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستور الحال کی قضا
کو ایسے معاملات میں جائز قرار دیا ہے جو شبہات
کے باوجود مخالف فریق کے طعن نہ کرنے پر ثابت
ہو جائے ہیں، فرمایا، لیکن آپ نے استحسان میں
جو فرمایا ہمارے زمانے میں وہ اصح قول ہے کیونکہ
اس زمانہ میں فسق غالب ہے تو مستور الحال کا
معاملہ جب تک واضح نہ ہو جائے اس پر اعتماد نہ
کیا جائے گا جیسا کہ قضا کے معاملہ میں اس
کی شہادت پر اعتماد ظہور عدالت کے بغیر نہیں
کیا جاتا تو ظاہر روایت میں اس کا اور فاسق کا
حکم مساوی ہے حتیٰ کہ ان دونوں کے متعلق غلبہ
رائے میں ان کا صدق ہو تو ان کی بات
مقبول ہوگی ورنہ نہیں، عینی ۱۲۔ (ت)

۳۰۰/م	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب القضاء	۱۵ رد المحتار
۴۵۲/م	مطبع یوسفی کھنؤ	کتاب الکراہیۃ فصل فی الاکل والشرب	۱۶ الہدایۃ
۲۰۰/م	المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ	” ” ” ”	۱۷ البنایۃ

اور جن گواہوں کی نسبت عدالت نے نامقبول شہادت پر وجوہات قائم کئے ہیں اور فاسق اور مستور الحال لکھا ہے بہت تھوڑا زمانہ گزرا ہے کہ عدالت نے ان میں سے اکثر کی گواہی قبول کی ہے اور بعد اس کے کوئی امر ان سے ایسا سرزد نہیں ہوا ہے کہ جس سے فاسق اور مستور الحال ہو گئے ہوں اور ان کی گواہی پر اعتماد نہ رہا ہو اور بابت تفضل حسین خاں کے لکھا ہے کہ یہ مقدمہ جعل سازی میں مزایا بھونچکا ہے یہ صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ عدالت ماتحت نے اس پر جعل سازی قائم کی تھی حالانکہ وہ بری تھا اسی واسطے وہ مرافعہ میں بری ہو گیا اس کی سند اس کے پاس موجود ہے اور غلام ناصر علی کو عدالت نے اپنے فیصلہ میں گواہی پیشہ اور مخبر قرار دیا ہے اور اس کو اس سے انکار ہے اور کہتا ہے کہ یہ امر بالکل بے ثبوت ہے اگر عدالت کے پاس کوئی ثبوت ہو بیان کرے۔ اب علمائے دینہ دار سے استفسار اس امر کا ہے کہ دعویٰ ہندہ کا ثابت ہے یا نہیں؟ اور شہادۃ شہود کافی ہے یا نہیں؟ اور عدالت نے جو وجوہات نامقبول شہادت شہود بیان کئے ہیں صحیح ہیں یا نہیں؟ بتینوا تو جبروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ثقہ عادل شرعی ہیں اور انہوں نے شہادت بروجہ شرع ادا کی تو دعویٰ طلاق ضرور ثابت ہے اور فیصلہ کل مدعیہ کرنا واجب، عامہ وجوہ نامقبول شہادت کہ فیصلہ میں مذکور ہوئیں اصلاً بے اصل و ناقابل قبول ہیں (جہالت تاریخ) شہود کے چھبیس ستائیس دن کہنے کو جہالت تاریخ مسترد دینا **اولاً** سخت عجب ہے جبکہ صراحتہ تعین تاریخ و یوم و ماہ سب کچھ ان کے کلام میں مذکور۔

ثانیاً روایت منقولہ فیصلہ دعویٰ نکاح میں ہے طلاق کا اس پر قیاس باطل و مہجور۔ علمائے تصریح فرماتے ہیں کہ اگر ایک شاہد نے کہا آج طلاق دی دوسرے نے کہا کل طلاق ثابت ہے اور شہادت متقبل، بحر الرائق و اشباہ والنظائر و زواہر المجاہر و درمختار وغیرہ میں ہے،
 قال احدهما طلقها اليوم والاخرانہا۔ ایک گواہ نے کہا اس نے بیوی کو آج طلاق دی ہے
 طلقها امس يقع الطلاق۔ دوسرے نے کہا اس نے گزشتہ روز طلاق دی ہے
 تو طلاق ثابت ہوگی۔ (د ت)

فتاویٰ صفری و فصول عمادی و فرائض المفتین و جامع الفصولین و غایۃ البیان و فتاویٰ القرویہ

معین الحکام میں ہے :

لو شهد بالخلع أو البیع أو الهبة أو الصدقة أو الرهن أو الصلح واختلفا في المكان أو الزمان قبلت^۱

اگر گواہی کا تعلق خلع، بیع، ہبہ، صدقہ، رهن یا صلح سے ہو اور دونوں گواہ مکان یا زمان میں اختلاف کریں تو شہادت مقبول ہوگی (ت)

جامع الفصولین والقرویہ میں دربارہ اختلاف تاریخ ہے :

الاختلاف فی القول لا یمنع^۲ قولی معاملہ میں تاریخ کا اختلاف گواہی کی مقبولیت کے لئے مانع نہیں ہے (ت)

(عداوت دنیویہ) تفضل حسین خاں کا مدعا علیہ سے ترک سلام وکلام اولاً مہاجرت ہے اور مہاجرت و عداوت میں عموم و خصوص من وجہ، باپ اپنے بیٹے اور بھائی بھائی اور دوست دوست سے کسی بات پر کشیدہ ہو کر ترک سلام وکلام کرنا ہے مگر عداوت نہیں ہوتی ولہذا نظائر فی عہد الصحابہ بل و عہد النبوة مع قوله تعالى رحماء بينهم (اللہ تعالیٰ کے فرمان کہ آپس میں رحم کرنے والے ہیں) کے باوجود صحابہ کرام بلکہ زمانہ نبوت میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ ت) تو عام کو ایک خاص پر بلا دلیل حمل کر دینا کیونکر صحیح، لاجرم شرح و ہدایہ لا صفت ولا بن الشحنة والشر بلالی و لسان الحکام و درمختار وغیرہا میں ہے :

قال العداوة الدنیویة ان یشهد المقذوف علی القاذف و المقطوع علیہ الطريق علی القاطع الطريق و المقتول ولیہ علی القاتل و المجرور علی المجاسر و قد یتوهم بعض السفهة و الشهود ان کل من خاصم شخصاً فی حق یتصور عداوة و لیس كذلك بل العداوة تشبت

دنیاوی عداوت کی مثال متهم ہونیوالے کی تہمت لگانے کے خلاف، ذکیتی سے متاثر ہونیوالے کی ڈاکو کے خلاف، مقتول کے ولی کی قاتل کے خلاف، مجروح ہونیوالے کی جارح کے خلاف شہادت ہے، بعض فقیہ بننے والے اور بعض گواہ لوگوں کا خیال ہے کہ ہر مخالفت والے کی ایک دوسرے کے خلاف عداوت قرار پاتی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں بلکہ عداوت کا ثبوت ان صورتوں

۱۔ معین الحکام الباب الثالث عشر مصطفیٰ ابابا مصر ص ۱۰۷

۲۔ جامع الفصولین الفصل الحادی عشر اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۶۲/۱

فتاویٰ القرویہ کتاب الشہادت الفصل الثامن دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ۱/۳۹۹

بنحو ما ذکر ت اھ ملتقطاً۔

کے سبب ہوتا ہے جیسے میں نے ذکر کی ہیں اھ
ملتقطاً (ت)

ثانیاً مہاجرت کو عداوت ہی مانتے تو دنیویہ کا کیا ثبوت۔ مسلمان کے اقوال افعال کو مہما ممکن محل
حسن پر اتارنا واجب کما نطقت به الایات والاحادیث (جیسا کہ آیات و احادیث نے اسے بیان
کیا ہے۔ ت) کیا یہ مہاجرت اس بنا پر ناممکن کہ مدعا علیہ نے تین طلاقیں دفعہ دیں اور یہ شرعاً حرام
تو جوہر کتاب معصیت اس سے مہاجرت کی فیکون من الدین لا للدنیا وھو لا یمنع القبول کما
نص الفحول (تو وہ دین کے متعلق ہوگی نہ کہ دنیوی، جبکہ یہ مانع نہیں ہے جیسا کہ بڑوں نے اس پر
نص کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے :

تقبل من عدو بسبب الدین لانھا من
التدین ۛ

ثالثاً دنیویہ ہی سہی مگر ہمارے تمام ائمہ کے اصل مذہب منصوص علیہ میں ہر عداوت دنیویہ مطلقاً
مانع شہادت نہیں جب تک موجب فسق نہ ہو (مصحح مطلق امام شافعی کا مذہب ہے نہ کہ ہمارے ائمہ کا)
اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ وقت اختلاف ترجیح ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع واجب کما فی البحر
والدر والنہیۃ و سرد المختار وغیرھا من معتمدات الاسفار (جیسا کہ بحر، در، خیر،
رد المختار وغیرھا قابل اعتماد کتب میں ہے۔ ت) نہ کہ جہاں روایت وہی ہو وہاں غیر کی طرف
کیونکہ مصیر، رد المختار میں ہے :

بقی ہنا تحقیق وتوفیق وھوانہ ذکر
فی القنیۃ ان العداۃ الدنیویۃ
لا تمنع قبول الشہادۃ ما لم یفسق بہا
وانہ الصحیح وعلیہ الاعتماد وان ما فی
البحیط والواقعات من ان شہادۃ العدو علی
عدوہ لا تقبل اختیار المتأخرین والروایۃ
یہاں تحقیق اور توفیق باقی ہے وہ یہ کہ قنیہ میں مذکور
ہے کہ عداوت دنیویہ میں جب تک فاسق نہ ہو جائے
اس کی شہادت قبول ہوگی اور کہہ کہ یہ صحیح ہے
اور اس پر اعتماد ہے، جبکہ محیط اور واقعات میں
یہ بیان ہے کہ دشمنی والے کی ایک دوسرے کے
خلاف شہادت قبول نہ ہوگی یہ متاخرین کا

المنصوصة تخالفها وانه مذهب الشافعي
وقال ابو حنيفة رحمه الله تعالى تقبل
اذا كان عدلا وفي المبسوط ان كانت
دنيوية فهذا يوجب فسقه فلا تقبل
شهادته اه ملخصا والمحاصل ان في
المسألة قولين معتمدين احدهما
عدم قبولها على العدو وهذا اختيار
المباخرين وعليه صاحب الكنز و
الملتقى ، ثانيهما انها تقبل الا اذا فسق
بها واختاراه ابن وهبان وابن الشحنة
اه مختصراً -

کا محنت رہے حالانکہ منصوص روایت اس
یکے خلاف ہے ، اور کہا کہ یہ امام شافعی کا مسلک
نہ ہے ، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
کہ یہ شہادت قبول ہوگی جب وہ عادل ہو ، اور
مبسوط میں ہے کہ جب دنیوی عداوت ہو تو یہ
موجب فسق ہے تو مقبول نہ ہوگی اھ ملخصاً ،
اور محاصل یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو متحد قول
ہیں ، ایک یہ کہ عدالت والوں کی ایک دوسرے
کے خلاف شہادت نامقبول ہے اور یہ متاخرین
کا مختار ہے اور اسی پر صاحب کنز و ملتقى کا اعتماد
ہے ، اور دوسرا قول یہ ہے کہ عداوت والوں کی
شہادت مقبول ہے تا وقتیکہ وہ فاسق نہ ہو جائیں اور اس کو ابن وهبان اور ابن شحنة نے اختیار
کیا ہے اھ مختصراً۔ (ت)
کنز الروس میں ہے ،

شهادة العدو على عدوه لا تقبل
لانه متهم وقال ابو حنيفة تقبل اذا
كان عدلا قال استاذنا وهو الصحيح و
عليه الاعتماد لانه اذا كان عدلا تقبل
شهادته وان كان بينهما عداوة بسبب
امر الدنيا اثاره في البقرة -

عداوت والے کی ایک دوسرے کے خلاف شہادت
مقبول نہیں کیونکہ وہ محل تہمت ہے ، اور امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب عادل ہوں
تو مقبول ہے اور ہمارے استاد نے فرمایا یہی
صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے کیونکہ جب عادل ہو
تو اس کی شہادت مقبول ہے اگرچہ ان میں دنیوی
عداوت ہو اھ ، اور حجر میں اسے نقل کیا ہے (ت)

شرح وہبانید و لسان الحکام میں ہے ،

شهادة العدو على عدوه الصحيح انها
تقبل سواء كانت العداوة دينية او
دنيوية فانها لا تقدر في العدالة
صحیح یہ ہے کہ عداوت والے کی شہادت مقبول ہے
خواہ یہ عداوت دینی ہو یا دنیوی، کیونکہ یہ عدالت
کو متاثر نہیں کرتی۔ (ت)

رابعاً وباللہ التوفیق، نظر دقیق میں تحقیق یہ ہے کہ علمائے متاخرین بھی مطلقاً رنجش کو مسقط
شہادت نہیں کہتے جب تک اس حد تک نہ پہنچے کہ قلب و عقل ایمانی پر مستولی ہو کر عدالت انسان عادل
پر غالب آجائے جس کے باعث بانکہ اس کی عدالت ثابت، یہاں جھوٹی گواہی دینے کا مظنہ پیدا ہوا
اور اس شخص کے معاملہ خاص میں اس کے صدق و عدالت پر اطمینان نہ رہے، ان کی تعلیلات اس معنی
پر شاہد عدل ہیں، خود فیصلہ میں امام عینی سے نقل کیا،

لا یؤمن من التقول علیہ۔ جھوٹ والے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا (ت)

اسی طرح بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں ہے، اور اب یہ مذہب منصوص سے چنداں بعید نہیں وہاں
فسق حاضر و ظاہر پر بنائے کا رہے یہاں فسق مظنون و خفی وار قفاع امان پر، اور اس کی نظیر اس
کی ضد یعنی محبت ہے کہ وہ بھی جب اس درجہ تک پہنچے ہو کہ یہ اس کے معاملہ میں متہم ہو جائے تو اس
کے نفع میں اس کا قول مقبول نہیں اصل محبت بالاجماع مانع شہادت نہیں کما سیاقی (جیسا کہ
آگے آئے گا۔ ت) یونہی اصل عداوت تو حاصل حکم یہ ٹھہرا کہ اگر عداوت نے بالفعل فاسق کر دیا
تو بالاتفاق اس کی شہادت اس دشمن اور اس کے غیر سب کے معاملہ میں مطلقاً مردود، اور اگر
اس مرتبہ قوت پر ہے کہ کوئی الحال مرکب فسق نہ ہو مگر اس کے معاملہ میں عداوت کا پلہ عدالت پر
غالب ہے تو غیر عدو کے بارے میں بالاتفاق مسموع، اور خاص عدو کے ضرر پر اختیار متاخرین میں
نامقبول، اور اگر ایسا نہیں تو مطلقاً اتفاقاً مقبول،

هذا هو التحقیق الذی یعطیه کلامہم و
یشدہ الدلیل فعلیہ فلیکن التعویل۔ تحقیق یہی ہے جو ان کے کلام سے حاصل ہوتی
اور دلیل اس کی تائید کرتی ہے اس پر اعتماد چاہئے۔ (ت)

عہ یہ عبارت اندازہ سے بنائی گئی۔

تو عند التحقيق مجرد اس اظہار فضل حسین خاں سے عداوت بالغمان لینا کسی قول پر صحیح نہیں جب تک اس کی ترجیح جانب عدالت پر ثابت نہ کی جائے۔ ہکذا اینبغی التحقيق واللہ ولی التوفیق (تحقیق یوں چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت)

(طرفداری) غلام ناصر خاں کا کہنا جو کچھ کوشش اور پیروی ہو سکے گی کروں گا اگر اس بنا پر مانع قبول مانئے کہ جو کسی کام میں کوشش و پیروی کرے مطلقاً مردود و مثل نفس مخاصم ہے تو بدہمت باطل کہ اس میں سرے سے شہادت کا دروازہ ہی بند ہوتا ہے نفس شہادت ہی مشہود لہ کیلئے کوشش اور اس کے کام کی پیروی ہے کما تشہد بہ اللام فی شہد لہ (جیسا کہ "شہد لہ" کا لام اس کی گواہی دیتا ہے۔ ت) اور اگر اس بنا پر کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خواہ مدعیہ حتی پر ہو یا باطل پر، ہر طرح میں اسی کا ساتھ دوں گا، تو کلام میں ہرگز اس کا ذکر نہیں اور از پیش خویش معنی فاسد پر عمل کر کے جو اعتراض ہو وہ اپنے حمل پر ہے نہ کہ اصل قول پر، کیوں نہ کہتے کہ ہو سکے سے اس کے کلام میں اسکان شرعی مراد، حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعہ۔ تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی کو نفع سداۃ الامام احمد و مسلم فی صحیحہ دے تو دینا چاہئے (اسے امام احمد و مسلم نے عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی صحیح میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما عنہما سے روایت کیا۔ ت)

جو معنی "ہو سکے" کے یہاں ہیں وہی وہاں۔ لفظ طرفداری کلام غلام ناصر خاں میں ہے بھی نہیں، کلام غلام محی الدین خاں میں ہے، عند الانصاف وہ بھی اسی قیاس پر ہے اس نے ہرگز نہ کہا کہ مدعیہ حتی پر ہو یا ناحتی پر، میں ہر طرح اس کا طرفدار ہوں گا، اور امر حتی میں طرفداری نہ ممنوع نہ مانع قبول، ورنہ وہی سداۃ شہادت لازم آئے۔ علما جو مخاصم مقدمہ کی شہادت نامقبول بتاتے ہیں جسے مجوز فیصلہ نے ایک روایت محض بیگانہ پر محمول کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود فریق مقدمہ ہو جیسے شریک یا وکیل یا نابالغ کا وصی، نہ کہ مطلقاً معین کو مخاصم و فریق مقدمہ بنا دیجئے، بدائع پھر بھر پھر رد المحتار میں ہے،

شروط ادانہا لت لایکون خصما شہادت ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس معاملہ

فلا تقبل شهادة الوصي للیتیم
و الوکیل لموکلہ ۱

میں گواہ کی ممانعت نہ ہو، تو وصی کی یتیم کے حق میں
اور وکیل کی موکل کے حق میں شہادت مقبول نہ ہوگی۔

بشرح وہبانیہ لمصنف و لسان الحکام و بحر الرائق میں ہے :

لو خاصم الشخص آخر فی حق لا تقبل
شہادۃ علیہ فی ذلک الحق کالوکیل
لا تقبل شہادۃ فیما ہو وکیل فیہ ، و
الوصی لا تقبل شہادۃ فیما ہو وصی فیہ
و الشریک لا تقبل شہادۃ فیما ہو شریک
فیہ و نحو ذلک ۲

اگر کوئی کسی حق میں دوسرے سے مخاصم ہے تو اس
حق میں ایک دوسرے کے خلاف شہادت مقبول
نہ ہوگی، جیسا کہ وکیل کی شہادت اس کی وکالت والے
معاملہ میں اور وصی کی جس معاملہ میں وہ وصی ہے
اور شریک کی جس میں اس کی شریکت ہے، قبول
نہ ہوگی۔ (د ت)

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ ایک دوست خالص اپنے سچے دلی دوست کا ضرور طرفدار ہوتا ہے
خصوصاً حقیقی بھائی پھر باتفاق علما دوست و برادر کی شہادت یقیناً مقبول و مسموع ہے جب تک
دوستی اس حد کو نہ پہنچے کہ ایک دوسرے کے مال میں نہ صرف بربانی بلکہ واقعی اپنے مال کی طرح جو چاہے
بے تکلف تصرف کرے۔ معین الحکام و فتاویٰ قمری میں ہے :

اما الصدید لصدیقه فتقبل الا اذا كانت
الصداقة متناہیة بحیث یتصرف کل
فی مال الآخر ۳

لیکن دوست کی دوست کے حق میں شہادت
مقبول ہوگی بشرطیکہ وہ دوستی انتہائی جس میں
وہ ایک دوسرے کے مال میں بلا اجازت تصرف
کرتے ہوں، نہ ہو۔ (د ت)

کنز وغیرہ عام متون میں ہے :

تقبل لایخہ و عمہ و ابویہ رضاعاً
ام امراًتہ و بنتها و نواج بنتہ و

بھائی، چچا، والدین رضاعی، بیوی کی ماں،
بیوی کی پہلے خاوند سے بیٹی، داماد، والد کی بیوی

۳۷۰/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشہادات	۱۰ رد المحتار
ص ۲۴۴	مصطفیٰ البابی مصر	الفصل الثالث	۱۱ لسان الحکام
۹۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب القبول وعدہ	۱۲ رد مختار کتاب الشہادات

امراة ابنه وابيه لہ

اور والد کے بیٹے (علاقائی بھائی) کے حق میں شہادت
مقبول ہوگی۔ (ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر گواہ مقدم میں مدعا علیہ سے لڑیں جھگڑیں شہادت کو ضرر نہیں جبکہ عادل
ہوں اس سے زیادہ اور کیا طرفداری ہوگی۔ خزانۃ الصنادی و بحر الرائق و در مختار میں ہے،
تخاصم الشهود والمدعی علیہ تقبل مدعی علیہ اور گواہوں کی مخالفت ہو تو گواہی مقبول
لوعد ولا لہ

تنبیہ: مسئلہ برادر تمام متون و عامہ شروح و فتاویٰ میں یونہی اطلاق و ارسال پہلے قننیہ
میں اسے اس قید سے مقید کیا کہ ایسا نہ ہو کہ مقدم نے بہت طول کھینچا اور یہ بھائی اپنے بھائی کی حمایت میں
برسوں سے اس مقدمہ کی پیروی و کوشش و محاصمہ و کاوش میں رہا، اب اگر اس مقدمہ میں بھائی کیلئے
گواہی دے گا مقبول نہ ہوگی کہ اس ممتد کارروائی نے گویا اسے مثل محاصمہ کر دیا۔ علامہ ابن وہبان نے
نظم الفرائد میں اسے بلفظ قیل نقل کیا اور شرح میں قیاساً فرمایا کہ باقی اقارب و اجانب کا بھی یہی حکم
ہو جبکہ برسوں پیروی مقدمہ کر چکے ہوں۔ بحر الرائق میں ہے،

فی القنیۃ امتدت الخصومة سنین
ومع المدعی اخ و ابن عم یخاصمان
لہ مع المدعی علیہ ثم شہد الہ فی
ہذہ الخصومة بعد ہذا الخصومات لا تقبل
شہادۃ تہما اھ و ذکر ابن وہبان
وقیاس ذلک ان یطر ذلک فی کل قرابۃ
وصاحب تردد مع قرابتہ او صاحبہ
الی المدعی فی الخصومة سنین و یخاصم لہ

قننیہ میں ہے کسی سال تک مدعی کی حمایت میں اس کا
بھائی اور چچا زاد، مدعی علیہ کے خلاف مخالفت میں
شریک ہیں پھر وہ بھائی اور چچا زاد اسی مخالفت
کے مقدمہ میں مدعی کے حق میں گواہی دیں تو یہ شہادت
مقبول نہ ہوگی اھ، ابن وہبان نے ذکر کیا ہے
کہ یہ قاعدہ ہر قرابت میں جاری ہوگا اور اپنے
قریبی کے تردد اور مدعی کی مصاحبت میں کسی سال
سے شامل ہے اور مدعی کے حق میں مدعی کے ساتھ

لہ کثر الدقائق کتاب الشہادات باب القبول وعدمہ
لہ بحر الرائق کتاب الشہادات باب من تقبل شہادۃ
در مختار " " باب القبول وعدمہ

ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۰
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۳/۷
مطبع مجتہائی دہلی ۹۳/۲

ومعه على المدعى ثم يشهد له بعد ذلك
فانه ينبغي ان لا تقبل والفقہ فیہ انہ
لما طال التردد مع الخصم والمخاصمة له
مع المدعى عليه صار بمنزلة الخصم للمدعى
عليه اھ اھ۔

مدعا علیہ کے خلاف مخاصمت کر رہا ہے پھر وہ مدعی
کے حق میں اس تردد اور مخاصمت میں گواہی دے تو اسے
قبول کرنا مناسب نہیں اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب
مدعی کے حق میں مدعی علیہ کے خلاف طویل مدت
شریک ہا تو وہ گویا خود مدعی علیہ کے خلاف مخاصم بن گیا اھ۔

وہبانیہ میں ہے ۱۵

وقد قيل لابن العم والآخر لم يجز
اذا خصما معه سنينا واخر

(چچا زاد اور بھائی کے متعلق بیشک یہ کہا گیا ہے کہ جب مدعی کے حق میں کئی سال کے
بعد تک وہ مدعا علیہ کے خلاف مخاصم رہے ہوں تو ان کی گواہی مدعی کے حق میں جائز
نہیں ہے۔ ت)

پر ظاہر کہ یہاں یہ صورت بھی نہیں تو صرف اتنی بات پر شہود کو خصم ٹھہر ادینا محض بے اصل ہے۔
(اختلافات) کہ بیان شہود میں پیدا کئے ان میں کوئی اصلاً صالح التفات نہیں۔

اولاً تفضل حسین خاں نے اپنی بی بی کا پرورش کرنا بتایا غلام ناصر خاں نے تفضل حسین خاں کا
یہ کیا اختلاف ہوا ممکن کہ تربیت مباشرة امراؤ بیگم نے کی اور مال و رضا جانب تفضل حسین خاں سے، تو
بلحاظ مباشرت اس سے نفی اور بنظر مال و اجازت اس کے لئے اثبات دونوں حق ہیں۔

قال الله تعالى وما رميت اذ رميت ولكن
الله رمى لي فتح الامير الحصن ولم يفتح
هو بل العسكر كل صحيح كما قد علم في
محله۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب آپ نے مارا آپ نے
نہ مارا لیکن اللہ تعالیٰ نے مارا۔ امیر نے قلعہ فتح کیا
اس نے فتح نہ کیا بلکہ لشکر نے فتح کیا، یہ کلام ہر طرح
صحیح ہے، جیسا کہ وہ اپنے محل میں معلوم ہے۔

ایسے امور کا صاحب خانہ کی طرف نسبت کرنا شائع و ذائع ہے لانه الاصل وعن رأيه يصدر (کیونکہ

صاحب خانہ اصل اور صاحب رائے ہے۔ (ت) اور اختلاف غلام ناصر خاں وغلام محی الدین خاں کا ادعا سخت ہی قبیح خیر ہے کلام محی الدین میں بگا کو ندا کی نفی بھی تو نہیں صرف عدم ذکر ہے وہ ذکر عدم کیونکر ہوا، رب العزت جل و علا نے سورہ نمل میں فرمایا،

يُعْصِي لَا تَخْفَ اِنِّي لَا يُخَافُ لِي
الْمُرْسَلُونَ يٰه
اے موسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام، مت
خوف کرو، میں وہ ذات ہوں کہ میرے یاں رسول
کو خوف نہیں ہوتا۔ (ت)

اور سورہ قصص میں ہے،

يُمُوسٰى اِقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ
الْاٰمِنِيْنَ يٰه
اے موسیٰ علیہ السلام! آگے بڑھو اور خوف نہ کرو
آپ امن والوں میں سے ہیں۔ (ت)

اور سورہ طہ میں ارشاد ہوا،

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيَوِيَهَا
الْاُولٰٓئِ يٰه
فرمایا اسے پکڑو اور خوف نہ کرو ہم اس کو عنقریب
پہلی حالت پر پھیریں گے۔ (ت)

ان دونوں سورتوں میں ذکر خدا ہے، یہاں نہیں بلکہ جملہ لا تخف کے سوا ہر جگہ نیا کلام نقل فرمایا ہے
کلن خاں اور ظہورن بیگم و فاطمہ بیگم کے بیانوں میں اختلاف گمان کرنا محض قلت تدبر سے ناشی ہے۔ سائل سے
استفسار پر واضح ہوا کہ کلن خاں غیر شخص ہے بگا بیگم اس سے چھپتی ہے وہ دالان میں تھی اور یہ دروازے
میں۔ اب دونوں بیان صاف صاف تھی و صحیح ہیں بے غوری کے باعث یہ گمان ہوا کہ دروازے کا لفظ دونوں
کلام میں بگا بیگم سے متعلق ہے یعنی کلن خاں کہتا ہے بگا بیگم نے دروازے میں آکر مجھ سے کہا ظہورن بیگم
و فاطمہ بیگم کہتی ہیں بگا بیگم نے دالان میں سے کہا دروازے میں کچھ نہ کہا حالانکہ حقیقت عورات کے بیان
میں تو یہ لفظ بگا بیگم کی طرف ناظر ہے جس طرح مجوز نے سمجھا اور کلن خاں کے کلام میں خود کلن سے متعلق ہے
یعنی میں دروازے میں تھا کہ بگا بیگم نے مجھ سے کہا ایسی طرف متکلم و مخاطب دونوں کے لئے محتمل و متعل
ہوتی ہے زید نے مجھ سے مسجد میں کہا اس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ زید مسجد میں تھا جو اس نے مجھ سے

۱۰/۲۷	لہ القرآن الکریم
۳۱/۲۸	لہ
۲۱/۲۰	لہ

کہا اور یہ بھی کہ میں مسجد میں تھا کہ اس نے کہا ولہذا قرآن سے ایک معنی کی تعیین کرتے ہیں مثلاً قسم کھائی کہ تجھے مسجد میں گالی نہ دوں گا، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں جس وقت مسجد میں ہوں گا تجھے گالی نہ دوں گا ولہذا اگر وہ شخص مسجد میں ہوا اور اس نے باہر سے گالی دی حاشا نہ ہو گا اور اگر قسم کھائی کہ تجھے مسجد میں ماروں گا تو اس کے یہ معنی کہ جب تو مسجد میں ہو گا تجھے نہ ماروں گا ولہذا اگر وہ شخص بیرون مسجد ہے اور اس نے مسجد میں سے اسے مارا قسم نہ ٹوٹے گی۔ اشتباہ میں ہے۔

قال ان شتمتہ فی المسجد اور صیت الیہ
فشرط حنثہ کون الفاعل فیہ وان
ضربتہ او جرحتہ او قتلتہ اور صیتہ
کون المحل فیہ۔

تو پھر شرط یہ ہے کہ مفعول مسجد میں ہو۔ (ت)

ظہورِ بیگم و فاطمہ بیگم کے بیان میں احتمال اول مقصود ہے اور کلن خاں کے بیان میں دوم ولہذا اس نے دالان و دروازہ کا فاصلہ بتایا کہ تین چار ہی گز ہے جس کے سبب بگام بیگم نے دالان میں سے جو بات کی میں نے دروازے میں سُنی۔ یہ تو حق تحقیق ہے اور بالفرض اس سے قطع نظر بھی کچھ اور دونوں کلام میں طرف کو بگام بیگم ہی کے واسطے قرار دیجئے تاہم وہ دونوں بیان بدلتے بگام بیگم کے دو کلاموں کے حکایت ہیں ایک میں کلن خاں مخاطب تھا کہ تم کو گو اہی دینا ہوگی دوسرے میں اور لوگ کہ تم سب اور کلن خاں کو گو اہی دینی ہوگی وہ کلن خاں سے کہا تھا یہ اس کے جانے کے بعد تو ایک کا دروازہ دوسرے کا دالان میں ہونا کیا محال ہے نہ ہرگز شرط شاہد ہے کہ اس تمام جملے میں جس سے جو بات اصل امر سے زیادہ بھی کہی جائے اس سب کو اس کا علم محیط اور اس کے حفظ میں حاضر ہو، یہیں سے سلام علیک کہنے نہ کہنے کا جواب ظاہر معہذا ممکن کہ تفضل حسین خاں جب دروازے پر مدعا علیہ کو بلانے گیا اس نے اس سے سلام علیک نہ کی پھر یہ اس کے بعد مکان میں آیا اس نے سلام علیک کرتے نہ دیکھا اپنے عدم علم کی بنا پر نفی کی اور غلام محی الدین خاں نے دیکھا لہذا اپنے علم کی بنا پر اثبات، ظہورِ بیگم و فاطمہ بیگم و تفضل حسین خاں و غلام محی الدین خاں کے بیان میں جو مکالمہ زن و شو کے حکایات ہیں ان کا حاصل کہیں مختلف و متنافی نہیں اسے اختلاف بتانے کے رد میں وہی تین آیتیں کہ ابھی تلاوت کی گئیں

اور قرآن عظیم کے عامہ قصص اور تمام احادیث منقولہ بالمعنی و بزیادت و نقص رواۃ جن کے تودہ تودہ نظائر صحیح بخاری کے اور ابواب اور صحیح مسلم کے ایک ہی سیاق میں مل سکتے ہیں کافی و وافی۔ کوئی عاقل اسے اختلاف نہیں کہہ سکتا۔ رہا غلام ناصر خاں و غلام محی الدین خاں کا اختلاف، ممکن کہ واقع میں غلام ناصر خاں پہلے چلا گیا ہو غلام محی الدین خاں نے اسے جانتے نہ دیکھا استصحاباً کہا وہیں چھوڑ آیا تھا۔

ثانیاً بالفرض اگر یہ سب اختلاف مسلم بھی ہوں تو زائد و فضول و لغو و بیکار باتوں میں تفاوت اصلاً لائق التفات نہیں بگایم کو تفضل حسین خاں نے پرورش کیا یا اس کی زوجہ نے مدعا علیہ نے طلاق دینے میں اے بگا کہا یا بے ندا اس سے خطاب کیا، اس نے امر او بیگم وغیرہا سے سلام علیک کی یا نہ کی، غلام محی الدین خاں پہلے اٹھ گیا یا غلام ناصر خاں، بگایم نے کلن خاں سے دروازے میں کچھ کہا یا نہیں، بجواب عباس علی خاں جب تک ضامن نہ آئیں جلنے سے انکار ان لفظوں سے ادا کیا یا ان سے ان میں کون سی بات کی نفی یا اثبات طلاق دینے نہ دینے سے تعلق یا معاملہ پر کچھ اثر رکھتی ہے تو ایسی مہملات پر نظر کے کوئی معنی نہیں۔ وجہز امام گردری میں ہے،

التناقض فيما لا يحتاج اليه لا يضراً أصلاً غير ضروري کے متعلق تناقض مضر نہیں، اس فی الجامع الصغير الخ۔ اصل جامع الصغير میں ہے الخ (ت)

جامع الفضولين فصل ۱۱ میں ہے،

القاضي لو سأل الشهود قبل الدعوى عن لون الدابة فعألوا كذا، ثم عند الدعوى شهدوا بخلاف ذلك اللوث تقبل لانه سأل عما لا يكلف الشاهد بيانه فاستوى ذكره وتركه ويخرج منه مسائل كثيرة۔

کا ذکر کرنا نہ کرنا مساوی ہے اس ضابطہ سے بہت سے مسائل کی تخریج ہوئی ہے۔ (ت) خلاصہ و ہندیہ میں ہے،

لو سؤال القاضي الشهود عن لون الدابة
وذكروا ثم شهدوا عند الدعوى و
ذكروا الصفة على خلافه تقبل و
التناقض فيما لا يحتاج اليه لا يضر
اگر قاضی نے گواہوں سے جانور کے رنگ کے متعلق
سوال کیا تو انہوں نے کوئی رنگ بتایا پھر دعویٰ
کے موقع پر انہوں نے کوئی دوسرا رنگ بتایا تو
شہادت مقبول ہوگی کیونکہ غیر ضروری چیز میں تناقض
مضر نہیں ہے (ت)

غایہ و بحر الرائق و ظہیریہ و عالمگیریہ میں ہے :

لو اختلفا في الثياب التي كانت على الطالب
والمطلوب او المركب او قال احدهما كان
معنا فلان وقال الآخر لم يكن معنا ذكر
في الاصل انه يجوز لا تبطل هذه
الشهادة
اگر گواہوں نے طالب، مطلوب یا سواری کے
جانور پر کپڑے میں اختلاف کیا یا ایک نے کہا فلاں
ہمارے ساتھ تھا اور دوسرے نے کہا وہ ہمارے
ساتھ نہ تھا اصل (مبسوط) میں مذکور ہے کہ یہ
شہادت جائز ہے اور اسے باطل نہ کہا جائیگا (ت)

فتاویٰ قاعدیہ و فتاویٰ القرویہ میں ہے :

قال الشهادة لو خالفت الدعوى بزيادة
لا يحتاج الى اثباتها او بنقصان كذلك
فان ذلك لا يمنع قبولها مثاله
لو اشهد ا على اقراره بمال فقا لا اقر
في يوم كذا والمدعى لم يذكر اليوم
او شهد ا ولم يؤرخا والمدعى
ارخا ، او شهد انه اقر في بلد
كذا وقد اطلق المدعى ،
او ذكر المدعى المكان ولم يذكره
فرمایا اگر شہاد کسی غیر ضروری اضافہ یا نقصان کی وجہ
سے دعویٰ سے مختلف ہو جائے تو گنجائش ہے
کہ اس کی قبولیت سے انکار نہ کیا جائے مثلاً
گو اہوں نے ایک شخص کے اقرار بالمال کی شہاد
دیتے ہوئے کہا اس نے فلاں روز اقرار کیا حالانکہ
مدعی نے اس دن کا ذکر نہ کیا یا یوں کہ مدعی نے اپنے
دعویٰ میں کوئی تاریخ ذکر کی اور گواہوں نے وہ
تاریخ نہ ذکر کی یا یہ کہ گواہوں نے کسی شہر کا
ذکر کیا حالانکہ مدعی نے کسی شہر کو ذکر نہ کیا یا یہ کہ مدعی

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادات الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۶۰/۳
۲۔ بحر الرائق " باب الاختلاف في الشهادة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳/۷
فتاویٰ ہندیہ " الباب الثامن نورانی مکتب خانہ پشاور ۵۰۹/۳

او ذکر المدعی مکانا و ہما سیمیا غیر ذلک
 المكان، او قال المدعی اقر و هو ساکب
 فرس اولابس عمامة، وقال اقر و هو راجل
 اور اکب حمار اولابس قلنسوة واشتباہ
 ذلک فانہ لا یمنع القبول لان هذه الاشياء
 لا یحتاج الی اثباتها فذکرها و السکوت
 عنہا سواء و کذا الموقع مثل هذه التفاوت
 بین الشہادین لا یضی
 وہ ہیں جن کا اثبات ضروری نہیں ہے تو ان کا ذکر اور عدم ذکر مساوی ہے اور یونہی اگر اس قسم کا
 اختلاف دونوں گواہوں کی شہادت میں ہو تو مضر نہ ہوگا۔ (د)

بلکہ علماء تو معاملہ طلاق و عتاق میں نفس الفاظ ایقاع کے اختلاف لسانی کو نظر انداز کرتے ہیں ایک گواہ
 کہے زید نے اپنی زوجہ سے کہا انت طالق یا غلام سے انت حر، دوسرا کہے طلاق داومت کیا آزادت
 کردم، یا ایک کہے زید نے اس وقت عربی میں کلام کیا تھا دوسرا کہے کہ فارسی میں، ان سب صورتوں
 میں شہادت مقبول ہے اور طلاق و عتاق ثابت، پھر ان بالائی لغویات کا لحاظ یعنی چہ در مختار میں ہے،
 شہد احدہما انه قال لعبدہ انت حر
 والاخر انه قال آزادی تقبل یہ
 اگر ایک نے شہادت دی کہ اس نے اپنے غلام کو
 انت حر (عربی) اور دوسرے گواہ نے کہا
 کہ اس نے غلام کو فارسی میں آزاد کہا گواہی قبول ہوگی۔

بحر الرائق میں ہے :

شہد احدہما انه اعتق بالعربی والاخر
 بالفارسی تقبل یہ
 ایک نے شہادت دی کہ اس نے غلام آزاد کرتے
 ہوئے عربی میں اور دوسرے نے شہادت میں کہا
 کہ اس نے فارسی میں کہا، شہادت مقبول ہوگی (د)

۱۔ فتاویٰ النورۃ بحوالہ الفتاویٰ القاعدیۃ کتاب الشہادات دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار ۱/ ۹۵-۳۹۴

۲۔ در مختار کتاب الوقف فصل فیما یعتق بوقت اللہ و محبتائی دہلی ۱/ ۳۹۸

۳۔ البحر الرائق کتاب الشہادات باب الخلاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۰-۱۱/۷

اشباہ میں ہے :

شہد احد ہمانہ اعتقہ بالعربیۃ والاخر
بالفارسیۃ تغیل بخلاف الطلاق والاصح
القبول فیہما۔

ایک نے شہادت دی کہ اس نے عربی میں اور دوسرے
نے شہادت دی کہ اس نے فارسی میں آزاد کسے
مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے، لیکن صحیح یہ ہے کہ

علاق و طلاق دونوں میں مقبول ہے۔ (ت)

ثالثاً اصل شہادت میں اتفاق شافی و وافی کے بعد بعض فضولیات میں ایسے موثر ہلکے آسان
اختلافوں کو جنہیں معاملے سے کچھ تعلق نہ ہو دستاویز بنا کر شہادت متفقہ کو رد کر دینے کا اگر فتح باب ہو تو عامہ حقوق
ضائع ہو جائیں گے ظالمین اموال و فروج پر دسترس پائیں مظلوم اپنے حق سے محروم رہ جائیں کچھ راہیں صرف
اعانت ظلمہ کے صیغے نظر آئیں کہ انسان نسیان کے لئے ہے اور زوائد ضائع کی طرف نہ ذہن ابتدائے التفات
تمام کرتا ہے نہ جافطہ انتہاء ان کا اہتمام ایسی کسی بات میں ایک آدھ اختلاف ہو جانا نادر نہیں بلکہ کثیر و
غالب ہے خصوصاً اس بدعت شنیعہ کے ہاتھوں جو اس جھگڑ کے دکھلانے اٹلاف حقوق و تکذیب صدوق کے لئے
تراشی اور قضاۃ نے اس پر تقریر کی کہ محض براہ مغالطہ شہود کا بیان متزلزل کر دینے کے لئے صد ہا سوالات
فضول و مہملات منووط طرح کے پیچ و بے کر کرتے اور شریعہ کے اکرام کا حکم دیا جنہیں ذریعہ دادرسی
مظلوم بنایا ان کے اغوا و تضلیل و انزال و تذلیل میں کوئی دقیقہ نامرعی نہیں رکھتے اس یہودہ بے معنی
کشاکش پریشان کن میں آدمی کے آئے جو اس جاتے ہیں خصوصاً فساد و ضعف و ارباب سلامت صدر
اور وہ لوگ جنہیں کچھریوں کا اتفاق کم ہو کہ یہ تو ان حضرات کے سحر و دستمال ہیں جب فہرست شہود میں ایسوں
کا نام پاتے ہیں براہ تفاخر فرماتے ہیں وہ بہت سیدھے مسلمان ہیں دیکھنا دو سوالوں میں بول جائیں گے جس
کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ بھولا راستباز جھوٹا ٹھہرتا ہے اور جھوٹا فسوں کا رستجا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں :

المؤمن عن کریم و الفاجر خب لشیئہ۔
سواء ابوداؤد و الترمذی و الحاکم بسند
جید عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
مومن کریم ہونے کی بنا پر دھوکا کھاتا ہے اور فاجر
شخص قابل ملامت ہونے کی وجہ سے دھوکا یاز ہوتا ہے۔
اسے ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے جید سند کے ساتھ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

۱/۳۴۵ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی
۶۶۰ ص نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲ سنن ابی داؤد کتاب الادب

وہاں ایسے کسی اختلاف یسیر کا بھی اصل واقع نہ ہونا ہے تعجب ہے تو ان پر نظر کا حاصل ہوا اصاعت
حقوق و اعانت حقوق کے اور کیا قرار پا سکتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، پر ظاہر کہ اس میں حرج صریح ہے
اور حرج بنص قطعی مدفوع۔ جامع الفصولین میں ہے:

عدم القبول فی امثاله یفرضی الی الحرج ایسی صورتوں میں قبول نہ کرنا حرج، تنگی اور بہت
والتضییق و تضییع کثیر من الحقوق سے حقوق کے ضیاع کا سبب بنتا ہے جبکہ ہمیں
وامرنا بیسر لا بعسر والمخرج مدفوع یسر کا حکم ہے تنگی اور دشواری پیدا کرنے کا حکم نہیں
شرعیاً

نیز حرج شرعاً مدفوع ہے۔ (ت)

(روایت نادرۃ ابی یوسف) کو مذہب امام ابو یوسف کہنا کس قدر خلاف فقہانیت ہے
نہ قاضی و مفتی کو اس پر عمل و حکم کی اجازت۔ جامع صغیر و مبسوط امام محمد و بحر الرائق و اشباہ النظائر
و زواہر الجواہر و درمختار و فتاویٰ صغریٰ و فصول عمادی و غرر المقتنین و جامع الفصولین وغیرہ البیان
و فتاویٰ الفرویہ و رد المحتار و فتاویٰ خلاصہ و کافی و لسان الحکام و معین الحکام و عقود الدریہ و
وجیز کردری و فتاویٰ خانہ و فتاویٰ ظہیریہ و فتاویٰ قاعدیہ و غیرہ کتب معتمدہ مذہب کی عبارات کثیرہ
اوپر گزریں کہ اس روایت نادرہ کے سراسر خلاف ہیں اور انھیں پر انحصار نہیں، عامۃ کتب مذہب میں
اس کا خلاف موجود اور اس روایت کا مخالف ظاہر الروایۃ ہونا خود عبارت منقولہ فیصلہ سے ثابت۔
فیصلہ سے جس قدر سائل نے نقل کیا وہ یہیں سے ہے کہ اذا اذتاب القاضی (جب قاضی کو
شک ہو۔ ت) حالانکہ اصل عبارت محیط ان الفاظ سے شروع ہے، قال فی الاصل اذا اذتاب
القاضی الخ (اصل مبسوط) میں فرمایا جب قاضی شک میں مبتلا ہو الخ۔ ت) جس سے صاف ظاہر
کہ محرر المذہب امام محمد نے کتاب الاصل میں کتب ستہ ظاہر الروایۃ سے ہے بے حکایت خلاف تصریح
صاف فرمائی کہ شاہدوں کا زمان و مکان میں بھی اختلاف مطلقاً مضر شہادت نہیں جہاں ہے ہے یعنی
افعال نہ طلاق و عتاق و بیع و امثالہا اقوال پر جائے اختلاف ثیاب و مراکب و حضار و اقعہ نساء و رجال
اور صاف یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ مجرد تهمت و ریب کی بنا پر شہادت رد نہ کی جائے گی، نیز اسی عبارت سے
یہ بھی ثابت کہ نوادر میں بھی یہ صرف روایت ابی یوسف ہے برخلاف امام اعظم و امام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تو جہا ہیر کے خلاف امام کے خلاف ظاہر الروایۃ کے خلاف دلیل کے خلاف بے تصحیح صریح و ترجیح دینے افتاء ایک روایت شاذہ نادرہ پر فیصلہ کیونکر روا، ائمہ و علماء کی روشن تصریحات ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ سے خارج ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں وہ مرجوح عنہ ہے قول مرجوح پر افتاء و قضاء جمل و خرق اجماع ہے نہ کہ مرجوح عنہ کہ سرے سے قول ہی نہ رہا، لاجرم ایسے فیصلے کو منسوخ کر دینے کا حکم فرمایا اور اگر والی مولیٰ جس نے قاضی کو عمدہ قضاء یا تصریح کر دی کہ مذہب امام یا قول صحیح پر عمل کرنا جیسا کہ غالباً یونہی ہوتا ہے جب تو ایسا فیصلہ قطعاً اجماعاً سرے ہی سے باطل و نامعتبر و محض بے اثر جسے منسوخ کرنے کی بھی حاجت نہیں کہ قاضی اب ماورائے مذہب میں معزول و مثل اصحاب الناس ہے۔ ردالمحتار میں ہے :

قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثریۃ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عمل اکثریت کے موقف پر ہوگا۔ (ت)

امداد الفتح علامہ شرنبلالی میں ہے :

القاعدة العمل بما علیہ الاکثریۃ قاعدہ ہے کہ عمل اکثریت کے موقف پر ہوگا۔ (ت)

شرح الاشباہ للعلامة البری وعقود الدرر میں ہے :

المقرر عند المشایخ انه متى اختلف فی مسألة فالعبرة بما قاله الاکثریۃ مشایخ کے ہاں ثابت شدہ ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو اکثریت کے قول کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار و منیہ و سراجیہ وغیرہ میں ہے :

یاخذ القاضي كالمفتي بقول ابي حنيفة مفتی کی طرح قاضی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو علی الاطلاق لے گا۔ (ت)

ثقلہ اخیرہ میں ہے : هو الاصح (وہی اصح ہے) بحوالہ القیاس : يجب علينا الافتاء

۱۵۱/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب المیاء قبل باب التیمم	لے ردالمحتار
۲۵۹/۲	ارگ بازار قندھار افغانستان	مسائل و فوائد من المظن والاباۃ الخ	۲۵۹ العقود الدررۃ بحوالہ شرنبلالی
۳/۱	مقدمات الکتاب	بیری	۳۰۰
۶۲/۲	مجتبائی دہلی	کتاب القضاء	۳۰۰ درمختار شرح تنویر الابصار
۶۲/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب القضاء	۳۰۰ درمختار

بقول الامام علیہ السلام (ہم پر امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دینا واجب ہے۔ ت) خیر یہ میں ہے،
المقررا یضاع عندنا انه لا یفتی ولا یعمل الا
بقول الامام الاعظم علیہ السلام۔
اور نہ عمل کیا جائے (ت)

رد المحتار صدر کتاب احیاء الموات میں ہے :

وذلك عجیب لما قالوا ان ما خالف ظاهر
الروایة لیس مذهباً لاصحابنا۔
یہ امر عجیب ہے کیونکہ ان فقہار کرام نے فرمایا کہ جو
ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب کا
مذہب نہیں ہے۔ (ت)

بحر الرائق کتاب القضا میں ہے :

ما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه
لما قرر وہ فی الاصول من عدم امكان
صدور قولین مختلفین متساویین من
مجتہد والمرجع عنه لم یبق قولاً۔
جو ظاہر الروایت سے خارج ہے وہ مرجوع عنہ ہے
کیونکہ انھوں نے اصول میں یہ امر ثابت شدہ قرار
دیا ہے کہ مجتہد سے دو مساوی مختلف قول صادر ہوتا
نہیں اور جس قول سے رجوع کر لیا ہو تو وہ
مجتہد کا قول نہیں رہتا۔ (ت)

خیر یہ اوآخر شہادات میں ہے :

هذا هو المذهب الذی لا یعدل عنه
الی غیرہ وما سواہ من روایات خارجة عن
ظاهر الروایة وما خرج عن ظاهر الروایة
فهو مرجوع عنه والمرجع عنه لم یبق
قولاً۔
مذہب یہی ہے جس سے غیر کی طرف عدول نہیں
کیا جاسکتا اور اس کے ماسواہ روایات ظاہر الروایۃ
سے خارج ہیں اور جو ظاہر الروایۃ سے خارج ہو
وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ ہو وہ مجتہد کا قول
نہیں رہتا۔ (ت)

۲۶۹-۷۰/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضا	فصل فی التقلید	۱
۳۳/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشہادات		۲
۲۷۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب احیاء الموات		۳
۲۷۰/۶	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب القضا	فصل فی التقلید	۴
۳۳/۲	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشہادات		۵

تصحیح القدوری و درمختار میں ہے :

الحکم والفتیۃ بالقول المرجوح جہل و
خرق للاجماع علیہ

کوئی حکم یا فتویٰ مرجوح قول پر ہو تو وہ جہالت اور
اجماع کے مخالف ہے۔ (ت)

حواشی ثلثہ سادات ثلثہ ابراہیم حلبی و احمد مصری و محمد شامی میں ہے :

اولیٰ من هذا ابابطلان الافتاء بخلاف
ظاهر الروایۃ اذا لم یصحح و الافتاء
بالقول المرجوح عنہ علیہ

اس سے زیادہ باطل یہ ہے کہ فتویٰ دینا ظاہر الروایۃ کے
خلاف جس کی تصحیح نہ ہو، اور مرجوح عند قول پر
فتویٰ دینا ہے۔ (ت)

تنویر و شرح علائی میں ہے :

لا یشیخ اذ لم یکن مجتہدا بل المقلد
متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ
و ینقض هو المختار للفتویٰ کما بسطہ
المصنف فی فتاویہ غیرہ علیہ

مجتہد کے غیر کو اختیار نہ ہو گا بلکہ مقلد جب اپنے معتمد علیہ
مذہب کے خلاف فیصلہ دے تو وہ نافذ نہ ہو گا
اور اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا، یہی فتویٰ کیلئے
مختار ہے جبکہ مصنف نے اپنے دوسرے فتاویٰ
میں اس کو بسط سے بیان کیا ہے۔ (ت)

انہیں میں ہے :

(قضى فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ)
ای مذہب، مجمع وابن کمال (لا ینفذ
مطلقا) ناسیا او عامدا عندہما
والاثمۃ الثلاثۃ (دہ یفتی) مجمع و
وقایۃ و ملتقى، وقیل بالنفاذ یفتی
وفی شرح الوہابیۃ للشرنبلائی قضی
من لیس مجتہدا کحنفیۃ زماننا

قاضی نے مجتہد فیہ مسئلہ میں اپنی رائے یعنی اپنے
مذہب کے خلاف، مجمع اور ابن کمال
(مطلقاً نافذ نہ ہو گا) خواہ قصداً ہو یا سہواً،
صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے ہاں (اسی پر فتویٰ ہے)
مجمع و ملتقى اور وقایہ، اور بعض نے کہا نفاذ پر
فتویٰ ہے۔ علامہ شرنبلالی کی شرح وہابیہ میں
ہے ہمارے زمانہ کے حنفی قاضی کی طرح غیر مجتہد

۱۵/۲

مطبع مجبائی دہلی

مقدمۃ الکتاب

۱ درمختار

۵۱/۱

دار احیاء التراث العربی بیروت

۲

۲ ردالمحتار

۷۲/۲

مطبع مجبائی دہلی

۳ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء

بمخلاف مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا
وکذا ناسیا عندہما، ولو قیدہ
السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا
تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ
وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت
ولو حکم القاضی بحکم مخالف
لمذہبہ ما صح اصلہ یسطر

میں نے وہبانیہ کے شرع کو تبدیل کرتے ہوئے یوں کہا ہے : اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا تو قطعاً صحیح نہ ہوگا یوں لکھا جائے۔ (ت)
رد المحتار میں قبیل باب التکلیم ہے :

القاضی ما مور بال حکم یا صح اقوال
الامام فاذا حکم بغيره لم یصح
جو قاضی امام صاحب کے اقوال میں سے اصح قول پر فیصلہ کا پابند بنایا گیا ہو جب وہ اس کے غیر پر فیصلہ دے تو صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدر ہے :

اما المقلد فانما ولاه لی حکم بمذہب
ابی حنیفۃ فلا یملك المخالفة فیکون معزولا
بالنسبة الى ذلك الحكم
اگر مقرر کرنے والے نے قاضی کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کا پابند کیا ہو وہ مخالفت کا مجاز نہ ہوگا کیونکہ وہ ایسے حکم کا مجاز نہ تھا۔ (ت)

برہان شرح مواہب الرحمن پھر غنیۃ ذوی الاحکام شرح درر الاحکام میں ہے :

هذا صریح الحق الذی یعص علیہ
بالنواجذ
یہ صریح حق ہے جس کو دانتوں سے مضبوط پکڑنا چاہئے۔ (ت)

۸۰/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	۱۔ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضا
۳۴۶/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۔ رد المحتار کتاب القضا۔ فصل فی الجبس
۳۹۷/۶	مکتبہ نور برضویہ سکھر	۳۔ فتح القدر کتاب ادب القاضی فصل آخر
۴۱/۲	میر محمد کتب خانہ کراچی	۴۔ غنیۃ ذوی الاحکام شرح درر الاحکام کتاب القضا

لیس للقاضی المقلد ان يحكم بالضعیف
لانه ليس من اهل الترجیح فلا يعدل
عن الصحیح الا لقصد غیر جمیل ولو
حكم لا ینفذ لان قضاء قضاء بغیر الحق
لان الحق هو الصحیح وما وقع من ان
القول الضعیف یتقوی بالقضاء السراة
به قضاء المجتهد كما بین فی موضعه
مجتهد کا فیصلہ ہے جیسا کہ اس کے مقام پر واضح کیا گیا ہے۔ (د)

فواکہ بدریہ علامہ ابن الغرس میں ہے
واما المقلد المحض فلا یقضى الا بما علیہ
العقل والفتویٰ
لیکن خالص مقلد تو وہ صرف اس پر فیصلہ دے سکتا
ہے جس پر فتویٰ اور عمل ہو۔ (د)

رسائل علامہ زین بن نجیم میں ہے
اما القاضی المقلد فلیس له الحكم الا
بالصحیح المفق به فی مذهبہ ولا ینفذ
قضاؤه بالقول الضعیف اھ اثوھذہ
الخمس جمیعاً فی رد المحتار۔
لیکن خالص مقلد تو وہ صرف اپنے مذہب کے صحیح
مفتی بہ قول پر فیصلہ دے سکتا ہے ضعیف قول پر
فیصلہ دے تو وہ نافذ نہ ہوگا اھ ان پانچوں
عبارات کو رد المحتار میں نقل کیا ہے (د)

ان روایات صحیحہ صریحہ کثیرہ شہرہ متوافرہ متطافرہ سے شمس و امس کی طرح واضح ہوا کہ مجوز نے
اس روایت پر فیصلہ کرنے میں سراسر خلاف حکم کیا اس بنا پر فیصلہ واجب النقص بلکہ سب سے باطل محض ہے یہ سب تقدیر ہے کہ فیصلہ کو
اس روایت نادرہ کے موافق فرض کر لیجئے ورنہ انصاف یہ کہ وہ اس کے بھی موافق نہیں، یہ روایت
نادرہ مطلقاً ایسے اختلافات کیسیرہ کو مانع شہادت نہیں ٹھہراتی بلکہ اس حالت میں جب قرآن صحیح و
امارات صریحہ سے قاضی کو مرتبہ ظن حاصل ہو کہ یہ گواہ جھوٹی گواہی دے رہے ہیں کہ اس میں صاف

۱۔ رد المحتار بحوالہ فتاویٰ قاسم بن قطلوبغا کتاب القضاء فصل فی المجلس وارجاء الرأی العربی بیروت ۳۲۵/۴
۲۔ رد المحتار ۴ فواکہ بدریہ ابن الغرس
۳۔ رد المحتار ۴ رسائل ابن نجیم کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر نورانی مکتب خانہ پشاور ۳/۲۲۵

شرط مذکور،

اذا اتهمتهم ورايت السريبة فظننت انهم شهود الزور
جب میں ان کو متهم پاؤں اور مشکوک معاملہ دیکھوں تو میں گمان کرتا ہوں کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں (ت)

صرف تہمت پر بھی قناعت نہ فرمائی بلکہ زیادہ کیا کہ میں ان میں ریب دیکھ لوں مجھے ان کی شاہد کذب ہونے پر گمان غالب حاصل ہو جائے یہاں مجوز نے ان تمام شہادات میں کیا ریب دیکھ لیا کس بنا پر ان کی یہ گواہی جھوٹ ہونے پر ظن مانگا آیا۔

(ریب و تہمت) اس بنا پر کہ اکثر مخلوق نے پیشہ شہادت زور اختیار کر لیا ہے محض بے اصل ہے شیوع کذب و عدم اعتماد خود زمانہ امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ میں کہ قرون خیر منقضی ہو چکے تھے شہادت احادیث صحیحہ تحقیق ہو لیا تھا و لہذا اصحابین نے برخلاف مذہب صاحب مذہب رضی اللہ عنہم ظاہر عدالت پر اطمینان نہ رکھا خفیہ و آشکارا تحقیق و تزکیہ لازم کیا علماء نے تصریح فرمائی کہ یہ اختلاف اختلاف برہان نہیں اختلاف زمان ہے۔ درمختار میں ہے،

لا يسأل عن شاهد بلا طعن من الخصم
الافى حد و قود و عندهما يسأل في
الكل ان جهل بهما لهما بحر سراً
و علناً به يفتى و هو اختلاف من مات
لانهما كانا في القرن الرابع و لو اکتفى
بالسراجاز مجمع و به يفتى سراجية
قن رابع میں تھے، اگر خفیہ تفتیش کرے تو بھی صحیح ہے، اسی پر فتویٰ ہے، سراجیہ۔ (ت)

تو اس روایت میں یہ شیوع کذب کی عام بے اطمینانی قطعاً مراد نہیں ورنہ قید و شرط کی حاجت نہ تھی بلکہ بالخصوص ان گواہوں میں کوئی ریب واضح پیدا ہونا مقصود ہے و لہذا "دایت السریب" فرمایا، پُر ظاہر کہ اس عام احتمالی بات سے ان شہود کے کاذب ہونے پر ظن نہیں ہو سکتا اور روایت میں صراحت فرمایا فظننت انهم شهود الزور (تو میں گمان کرتا ہوں کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں۔ ت) شادی

۱۵ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر فورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۵/۳

۱۶ درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتہبی دہلی ۹۱/۲

۱۷ فتاویٰ ہندیہ کتاب ادب القضاء الباب الخامس عشر فورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۵/۳

کے چھ سات مہینے بعد طلاق ہونا بھی کچھ موجب ریب نہیں جس طرح تین چار دن بھی والدین کے یہاں نہ چھوڑنے کو مجوز نے فرط محبت پر محمول کر کے اسے بنائے ریب ٹھہرایا ہے یوں ہی برابر کا احتمال یہ بھی موجود کہ یہ ربنا نے خشونت و شدت و سخت گیری ہو جس کا خاتمہ تین طلاق پر ہوا، عورتیں مردوں کے ہاتھ میں قیدی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اللہ اللہ فی النساء فانھن عوان بین
ایدیکم ۱۰
اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو عورتوں کے حق میں کہ وہ تمھارے ہاتھ میں قیدی ہیں۔

بد مزاج لوگ عورت کو دودن بھی والدین کے یہاں نجوشی نہیں چھوڑتے نہ ربنا کے کمال انس و محبت بلکہ شدت و غفلت و اظہار حکومت، بلکہ یہاں یہی احتمال زیادہ رائج تھا اولاً عورات کا ضعف الرجال قوامون علی النساء (مرد عورتوں پر قوی منتظم ہیں۔ ت) سرکشی زنان بہ نسبت سخت گیری مرداں نادر ہے۔

ثانیاً برخلاف معتاد جملہ بلاد اول بار بھی عورت کا بضمانت جانا تند مزاجی شوہر سے ترس شدید کا پتہ دے رہا ہے۔

ثالثاً نام طلاق جس قدر عورتوں کو سخت شدید ناگوار ہے مردوں کو نہیں کہ اس میں انھیں اپنی بدنامی کا بھی زیادہ لحاظ ہوتا ہے لوگ کیا کہیں گے کیا سمجھیں گے، کیوں چھوڑ دیا، اور اس کے ساتھ اپنے عیش باقی اور آنے والی عمر کا خیال کہ زنان ہند میں نکاح ثانی عار ہے۔ تو بے طلاق دیئے از پیش خویش جھوٹا مشغلہ بنانے اور اس پر مقدمہ لڑانے کی جرات تو کتنی عورت سے بہت بعید اور سخت عمل شبہا ہے، ہاں جاہل مرد جب جو کس حکومت میں غضب پر آتے ہیں کبھی ایک طلاق پر نہیں رکتے بلکہ تین پر بھی اتفاقاً ٹھہرتے ہیں پھر جب غصہ اترتا اور نادام ہوتے ہیں لا علاج مرض کا علاج ڈھونڈتے ہیں ایسا ہی خوف خدا ہوا تو صبر کر بیٹھے ورنہ انکار طلاق سہل نسخہ ہے بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ ایسے ضعیف احتمالات بنائے ظننت انھم شہود الزور (تجھے گمان ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں۔ ت) نہیں ہو سکے توصاف واضح ہوا کہ فیصلہ اس روایت کے بھی موافق نہیں محض ادہام پر مبنی ہے۔

(معاملۂ حلال و حرام) ضرور محل احتیاط شدید ہے، مگر یہاں حلت و حرمت کا پلہ دونوں طرف یکساں اگر واقع میں طلاق نہ ہوئی اور مطلقہ ثلاث ٹھہر کر اجازت نکاح ثانی دیں تو معاذا اللہ اجازت زنا ہے اور واقع میں ہوگئی اور بدستور زوجہ بنا کر قبضہ طلاق دہندہ میں رکھیں تو عیاذاً باللہ اجازت زنا ہے۔
دونوں طرفین کا نئے کی قول برابر ہیں، ہاں اتنا ضرور ہے کہ شوہر کی طرف وہ شہادت ہیں جو ابھی مذکور ہوئے اور عدعا علیہ کا کذب کچھ مستبعد نہیں کہ اس کا اپنا نفع ذاتی ہے خصوصاً عوام سے ایسے مواقع میں کما حقہ علمت (جیسا کہ آپ معلوم کر چکے۔ ت) اور شہود کثیر و متعدد ہیں اور ان کا اپنا ذاتی معاملہ نہیں ایک خود عنرض کا کاذب ہونا بہت مسلمانوں کے پرائے دیکھے اپنا دین بیچنے سے آسان ہے۔ غایۃ البیان میں ہے،
الشهادة تحمل علی الصحة ما امکن لہ شہادت کو ممکن حد تک صحت پر محمول کیا جائے (ت) غایہ میں ہے،

عند المخالفة تعارض کلام المدعی و الشاهد فما المرجح لصدق الشاهد ات الاصل فی الشہود العدالة لاسیما علی قول ابی یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ، ولا یشترط عدالة المدعی لصحة دعواه فرجحنا جانب الشہود عملاً بالاصل آٹھ کذا اسما یتہ ما ثورا عنہا فی بعض منقولاتی۔
مدعی کی بات اور گواہوں کے بیان میں تعارض ہو تو ہم گواہوں کی بات کو ترجیح دیں گے کیونکہ گواہوں میں عدالت اصل ہے خصوصاً امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر، جبکہ مدعی کا صحت و دعویٰ کے لئے عادل ہونا شرط نہیں ہے تو ہم اصل پر عمل کرتے ہوئے گواہوں کے موقف کو ترجیح دیں گے اھ، میں نے اپنے بعض منقولات میں یوں مذکور پایا ہے۔ (ت)

(جرح شہود) کثرت شہادت کوئی قدح شرعی نہیں، احکام الہیہ دو قسم ہیں: تکوینی و تشریعی، کسی کے سامنے وقوع و قانع متعلق بر اول ہے اور ان میں اس کی شہادت کا قبول متعلق بر ثانی، کیا تکوین نے کوئی حد مقرر فرمادی ہے کہ اتنے سے زائد وقائع ایک شخص کے سامنے واقع نہ ہوں گے یا تشریع نے کوئی تحدید بتادی ہے کہ اتنے بار سے زیادہ شہادت شاہد مقبول نہ ہوگی، صحا کا کو دیکھئے جس کا واقعی پیشہ ہی تحریر دستاویزات ہے سال میں سیکڑوں لکھتا اور وہ ہر ایک کا گواہ ہے پھر مذہب صحیح میں

لہ غایۃ البیان

لہ العناۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الشہادۃ باب الاختلاف فی الشہادۃ مکتبہ نوریہ رضویہ کتبہ ۵۰۱/۶

یہ کثرت شہادت اس کی گواہی میں خلل انداز نہیں، خلاصہ و خزانۃ المفتین میں ہے،
 شہادۃ الصکاکین تقبل علی الاصحیح۔ وثیقہ نویس کی شہادت مقبول ہے اصح قول کے
 مطابق۔ (د)

بزازیہ والقرویہ میں ہے،
 شہادۃ الصکاکین تقبل فی الصحیح۔ صحیح قول کے مطابق وثیقہ نویس کی شہادت
 مقبول ہے (د)

ذخیرہ وغیاثیہ وفتح القدیروہندیہ میں ہے،
 اما شہادۃ الصکاکین فالصحیح انہا تقبل اذا کان غالب حالہم الصلاح۔ لیکن وثیقہ نویس کی شہادت، تو صحیح یہ ہے کہ
 مقبول ہے بشرطیکہ ان کا غالب حال درست ہو۔
 مخبری بروجر مذکور ضروری فسخ ہے مگر غلام ناصر خاں کو اس سے انکار بحت ہے اور حبر
 تفضل حسین خاں کا جواب سوال میں مذکور، مجوز نے روایت مذکورہ شامی پر محمول کرنے سے نسخے خاں
 کلن خاں کے فسخ کی طرف اشارہ کیا مگر سبب نہ بتایا اور ظہور بسک و فاطمہ بیگم مستورات کو شاید پردہ
 مستوری میں رکھا حالانکہ بعد تنقیح کے ذمہ قاضی لازم و صرح حال ممکن تھا۔

بالجملہ فیصلہ کے بیانات بالا محض باطل و منحل اور روایت نادورہ ضعیفہ پر بنائے حکم رکھنے سے
 فیصلہ خود ناجائز و مہمل۔ اور مدار حکم صرف اسی قدر پر ہے جو ابتداء گزرا کہ ان میں کوئی بھی نصاب شہادت
 بروجر کفایت موجود تو بلاشبہ تین طلاقیں ثابت اور فیصلہ بکری مدعیہ ہونا لازم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ
 اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

۲۲۲ھ از ریاست رام پور مرسلہ مولوی مفتی عبدالقادر خاں صاحب صدر الصدور
 ۳ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے سہ قطعہ مکانات وغیرہ پاپاس مسماۃ ہندہ
 بالعوض مبلغ ۵۰۰ بیع بالوفاکر کے مسماۃ کا قبضہ بعد تحریر و تصدیق کر دینے دستاویز بیع بالوفاقا

۱۔ خزائن المفتین کتاب الشہادات قلمی نسخہ ۱۰۴/۲
 ۲۔ فتاویٰ القرویہ بحوالہ بزازیہ الفصل الاول دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۳۶۸
 ۳۔ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الذخیرۃ والغیاثیہ وفتح القدیروہندیہ کتاب الشہادۃ الباب الباع نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۶۹

کی معرفت عمر برادر مسماۃ ہندہ کے بعد فراغ از اسباب خود مکانات مرہونہ پر کرا دیا۔ من بعد مسماۃ ہندہ نے جائیداد مرہونہ کرایہ پر مستحق خالک کو ذریعہ کرایہ نامہ مصدقہ کے دے کر قبضہ کرایہ دار مسمیٰ مذکور کا جائیداد مرہونہ پر کرا دیا، چنانچہ روز رہن سے ٹھینا پندرہ سال تک مسمیٰ زید راہن برابر یہ صورت دیکھتا رہا اور عقد مذکور کی صحت کا مقرر ہا یا آخر راہن مذکور نے انتقال کیا اور وقت فوت تک اس نے کسی قسم کا عذر نہیں کیا ہندہ نے بعد فوت راہن کچہری میں دلا پانے زر رہن کا دعویٰ کرنا چاہا اس ارادہ ہندہ سے ورثائے راہن مطلع ہوئے تو بطور پیش بندی ورثائے راہن خلاف مضمون دستاویز اور خلاف قول راہن بنام مرہنہ و شوہر مرہنہ اس بیان سے کچہری میں دعویٰ رہوئے کہ پدر مدعیان نے مبلغ ۵۰۰ شرح سود ۱۳۰۰ روپائی فیصدی ماہوار بہ تحریر دستاویز تمسک کفالتی باستغراق جائیداد بکر (شوہر مرہنہ) سے قرض لینا چاہا جس کو مسمیٰ بکر مذکور نے قبول و منظور کیا اور بوقت تکمیل معاہدہ دستاویز سودی کو اپنے حق میں تحریر کرانا خلاف شان ثقاہت سمجھ کر بجائے دستاویز تمسک کفالتی کے دستاویز بیع بالوفاء بجائے اپنے نام کے اپنی زوجہ (مرہنہ) کا نام تحریر کیا اور واسطے اخفاء لفظ سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت ایک دوسری دستاویز بنام نہاد کرایہ نامہ برادر راہن سے تحریر کرائی جس میں لللعصہ رقم سود قرار یافتہ کو بلفظ کرایہ تحریر کیا قبض و دخل مرہنہ و شوہر مرہنہ یا کرایہ دار مذکور کا کبھی نہیں ہوا چنانچہ مبلغ ۵۰۰ بابت سود بحساب لللعصہ ماہوار اور مبلغ ال ۵۰۰ منجملہ زر اصل ذریعہ ٹومہ نوشتہ (بکر) شوہر مرہنہ من بعد عاصیہ بشرح سود ۵۰۰ ماہوار بہ منہائی رقم سود ال ۵۰۰ مودی اصل کی پدر مدعیان نے (بکر) کو ادا کئے علاوہ ال ۵۰۰ مندرجہ بالا کے سملہ ۵۰۰ بابت سود بکر کے پاس پہنچی کل مقدار رقم ادا کردہ کی مع سملہ ۵۰۰ ہے بموجب شرع شریف معاملہ بیع بالوفاء حکم رہن میں ہے اور رہن میں قبضہ لازمی ہے اور موافق مذہب اسلام سود کا لینا قطعاً ناجائز ہے اور رقم کرایہ بابت مرہونہ راہن ان سے لینا بھی نادرست ہے اس لئے جس قدر رقم بنام نہاد کرایہ راہن سے وصول کی ہے وہ کل رقم لائق مجرائی و محسوبی باصل زر رہن ہے اور زر فاضل کی واپسی کے مستحق ہم وارثان راہن ہیں لہذا اصل دستاویز بیع بالوفاء نامہ و کرایہ نامہ بایفائے کل زر مندرجہ بیعنامہ بالوفاء یعنی ۵۰۰ بتجویز انفکاک رہن و مبلغ ال ۵۰۰ زر فاضل مسماۃ ہندہ و بکر سے مدعیان کو دلائے جائیں برترید دعویٰ مدعیان از جانب بکر شوہر مرہنہ جواب دیا گیا کہ پدر مدعیان سے جو معاہدہ ہوا تھا وہ مسماۃ ہندہ سے ہوا تھا اصل فرقی معاملہ مسماۃ مرہنہ مذکورہ ہے زر ثمن بھی ملک اسی کا ہے من مدعا علیہ نے کوئی رقم کرایہ باز اصل وصول نہیں کی نہ رسیدات دیں، مدعیان کو بوجہ عروض تادی شش سالہ حق دعویٰ حاصل نہیں ہے

اور از جانب مرتہنہ (مدعا علیہا) برترید دعوی مدعیان مذکور کو جواب دیا گیا کہ زر ثمن ملک مجھ مدعا علیہا ہے دستاویز اقراری مورث مدعیان میں عقد بیع بالوفاء مجھ مدعا علیہا سے ہونا تحریر ہے شرعاً اس سے انکار کرنے کا حق مورث مدعیان کو بحیات خود نہیں تھا نہ مدعیان کو خلاف قول مورث خود ایسا حق حاصل ہے کیونکہ انکار بعد اقرار شرعاً درست نہیں ہے اور مکانات مرہونہ پر قبضہ مجھ مرتہنہ کا ہو گیا تھا اور کرایہ دار شخص ثالث کے پاس منجانب مجھ مرتہنہ کرایہ پر تھے جس سے قطعہ کلاں بضرورت خود واپس لے لیا گیا ہے مدعیان یا پدر مدعیان سے ایک جہ وصول نہیں ہوا اگر کرایہ دار شخص ثالث سے کچھ وصول ہوا تو اس کے مجرا پانے کا کوئی حق شرعاً مدعیان کو نہیں ہے کیونکہ وہ شخص غیر اور مدعا علیہا کا کرایہ دار ہے بعد کارروائی ہائے مذکور کچھری نے تحقیقات ذیل وضع کیں :

(۱) گنیشی لال (زید) مورث مدعیان نے مدعا علیہ ۱ (بکر) سے مبلغ ۵۰۰۰ بطور ترض لینا چاہا جس کو مدعا علیہ مذکور نے شرح سود ۱۳٪ اپنی فیصدی ماہوار بہ تحریر دستاویز تمسک کفالتی باستغراق جائداد دنیا قبول کیا ، ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۱ و ۲۔

(۲) مدعا علیہ مذکور نے وقت تکمیل معاہدہ کے اظہار اخذ رہا و دستاویز سودی کو خلاف شان سمجھ کر دستاویز بیضنامہ بالوفاء میعاد دس سال تحریر کرایا۔ ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۱ و ۲۔

(۳) مدعا علیہ ۱ (بکر) نے بوجہ مذکورہ بالا دستاویز میں بجائے نام اپنے کے مدعا علیہا ۲ (ہندہ مشترکہ) کا نام بحیثیت راہن درج کرایا اور واسطے اخفائے سود کے رقم سود قرار یافتہ کی بابت دوسری دستاویز کرایہ نامہ باسم فرضی مول چندم حقیقی مدعیان سے نمائشی طور پر تحریر کرائی جس میں للعلل رقم سود قرار یافتہ ماہوار کی کو بہ لفظ کرایہ تبدیل کر کے درج کرایا ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۱ و ۲۔

(۴) حسب قرار داد مذکورہ من ابتداء ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء لغایہ دسمبر ۱۹۱۲ء مبلغ ۵۰۰۰ بابت سود بشرح للعلل ماہوار باخذ رسید نوشتہ مدعا علیہ مذکور کو ادا کئے گئے اور ۲ جنوری ۱۹۱۳ء کو الٹ باخذ ٹوہ اور محاسب ۵۰۰۰ بحساب ۵۰۰۰ ماہوار من ابتداء ۱۰ جنوری ۱۹۱۳ء لغایہ اپریل ۱۹۱۵ء مدعا علیہ مذکور بکر کو ادا کئے گئے ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہا ۱ و ۲۔

(۵) جائداد مندرجہ دستاویز موروثی ہے جس میں مدعیان بحیات گنیشی لال (زید راہن)

پدر مدعیان اس کے حصہ دار تھے، ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہما ع ۲۹۱۔

- (۶) جو رقم مدعا علیہ ع نے مورث مدعیان سے بنام نہاد کرایہ وصول کی ہے وہ لائق محسوبی و مجرائی باصل زر رہن ہے اور زر فاضل قابل واپسی مدعیان ہے، ثبوت ذمہ مدعیان و تردید ذمہ مدعا علیہما ع ۲۹۱۔
- (۷) دستاویز بیعنامہ برضا و رغبت مورث مدعیان بنام مدعا علیہما ع (ہندہ) تحریر ہوئی ہے پس مدعیان کو اپنے مورث کے قول کے خلاف دعویٰ کرنے کا حق بمقابلہ مدعا علیہ ع نہیں رہا۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع ۲۹۱ و تردید ذمہ مدعیان۔

- (۸) دعویٰ مدعیان کو قمار دی عارض ہے۔ ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع ۲۹۱ و تردید ذمہ مدعیان۔
- (۹) مورث مدعیان نے جو مکانات متنازعہ مدعا علیہما ع ہندہ کے ہاتھ بیع بالوفا کئے ہیں زر ثمن اس کا ملک مدعا علیہما ع ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہما و تردید ذمہ مدعیان۔
- (۱۰) مکانات مندرجہ بیعنامہ بالوفا پر قبضہ حسب قاعدہ شرعی مدعا علیہما ع ہندہ کا ہو گیا تھا اور مول چند کے پاس منجانب مدعا علیہما ع ہندہ کرایہ پر ہے جس میں سے ایک قطعہ گو دام واپس لے لیا گیا ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع ہندہ و تردید ذمہ مدعیان۔

- (۱۱) دعویٰ مدعیان کو دفعہ ۵۱ قانون رجسٹری و دفعہ ۱۹۹ قانون شہادت عارض ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع ۲۹۱ و تردید ذمہ مدعیان۔

- (۱۲) جو تحریر بنام نہاد رسید ایک کتاب مدعیان نے داخل کی ہے وہ بے ضابطہ و خلاف قانون قابل ضبطی ہے، ثبوت ذمہ مدعا علیہما ع ۲۹۱ و تردید ذمہ مدعیان، بعدہ کچہری نے اپنی تجویز نسبت ہر امر تنقیح کے بطریق مندرجہ تحت صادر کی۔

(تجویز)

تنقیح ع کے بارہ میں میری رائے یہ ہے کہ موتی شاہ اور وزیر خاں کی شہادت میں حسب مراد تنقیح ع کے گنیشی لال (زید راہن) مورث مدعیان اور عبدالغافر خاں کے مابین معاہدہ قرضہ صحت کا بشرح سود للعلیہ ماہوار اور جائداد مندرجہ دستاویز کی کفالت کیلئے دینا، بحق مدعیان ثابت ہے۔

تنقیح ع ۳۹۲ درحقیقت ایسے امور میں جن کا شہودی ثبوت ناممکن ہے البتہ امور مذکورہ کا ثبوت نیت میں ہوتا ہے اور نیت مذکورہ حالات ذیل میں ثابت ہوتی ہے یعنی مدعا علیہ ع (بکر شوہر مرہندہ) مسلمان ہے اور پیشکار کچہری بھی ہے اس لئے برے معاملات میں اس کو خود معاہدہ کرنا اور دستاویز زوجہ

کے نام لکھنا عین مصلحت ہے اسی طرح سود کا لینا کسی مسلم اور خاص کر ذی علم شخص کو سراسر معیوب ہے لہذا رقم سود کا نام بدل کر کرایہ کا نام لکھنا ایک جملہ ضرور ہے۔ دوسرے رقم الیہ کو خود وصول کرنا (جس کی بابت آئندہ تصریح کی جائے گی) اور رقم کرایہ مندرجہ کتاب کا خود وصول کر کے اپنے دستخط کرنا اور مدعا علیہ سے (ہندہ مرتبہ) کا نام نہ لکھنا صاف طور پر اس نیت کو جو تنقیحات ۲۷ و ۳۰ کا حاصل ہے ثابت کر رہا ہے اس لئے میں ان دونوں تنقیحوں کو بحق مدعیان قرار دیتا ہوں۔

تنقیح ۲۷ کے متعلق میری تجویز ہے کہ (محمد رضا خاں و منظر حسین خاں) کی شہادت سے اے اے اللہ کے پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ سے اور لالہ سے رو برو گواہان مذکور گنیشی لال (زید راہن) کا مدعا علیہ سے کو دینا جملہ سماعیہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور عبد العزیز و سید عبد العزیز کی شہادت سے سماعیہ کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور مالہ سے گواہان کی موجودگی میں دیا جانا جملہ سماعیہ کا پاس مدعا علیہ کے پہنچنا اور (عجائب الدین و احمد نبی خاں و ولد مسیتا خاں) کی شہادت سے سماعیہ کے پہلے پہنچنے کا اقرار اور سماعیہ کا فقہ رو برو گواہان مذکور دیا جانا جملہ سماعیہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (حیدر علی خاں و عبد الرحیم خاں) کی شہادت سے سماعیہ کے پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ مذکور اور مالہ سے کا فقہ گواہان مذکور کے رو برو دیا جانا جملہ سماعیہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (الطاف علی خاں و محمد بشیر و انور بیگ) کی شہادت سے سماعیہ کا پہلے پہنچنے کا اقرار اور مالہ سے کا فقہ گواہان مذکور کے رو برو دیا جانا جملہ سماعیہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا اور (بجن و ولد غلام محی الدین و حیدر حسین) کی شہادت سے سماعیہ کا پہلے پہنچنے کا اقرار مدعا علیہ اور مالہ سے کا بموجب گواہان مذکور فقہ دیا جانا سماعیہ کا پاس مدعا علیہ مذکور پہنچنا ثابت ہے مضمون شہادت مصرعہ بالا میں ثابت ہے کہ بعض حصہ کل رقم وصول کا اقرار اور بعض حصہ ہر گواہان (جنکے رو برو قوم دی گئی ہیں ثابت ہوتا ہے جن رقم کے اقرار کی شہادت ہے ان کی صداقت کا یہ قوی قرینہ ہے کہ دیگر شہادتیں اس کی بالترتیب تائید کرتی ہیں اور اس کے متعلق رسیدات مدعا علیہ مذکور مشمولہ کتاب رسیدات ہے جس کی بابت ہم آئندہ تفصیلی بحث کریں گے) پیش ہوتی ہیں جو شہادت اقرار کی کامل تائید کرتی ہیں اس لئے اس رقم اقراری کے ایصال کو بوجہ تائید شہادت تحریری میں ثابت قرار دیتا ہوں، لیکن منجملہ سماعیہ کا کل رقم موادی بنام نہاد کرایہ کے حاملہ کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہیں کی اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ کے براہ بدیتی اس رقم کی رسیدات نہیں دیں بوجہ نہ ہونے شہادت تحریری کے قابل منہائی جاتا ہوں جس کے منہا ہونے کے بعد سماعیہ باقی رہتے ہیں اس لئے باتفاق شہادت مدعیان و

تحریرات مدعا علیہ عا رقم ۱۵۵ کا پاس مدعا علیہ مذکور حسب اطمینان کچہری پہنچنا ثابت ہے ایصال
رقوم مندرجہ بالا کے ثبوت میں جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس کتاب میں سوائے رقم ۱۵۵
کے باقی جملہ رقوم درج ہیں جن کی وصول کے بابت مدعا علیہ کے دو قسم کے دستخط ہیں ایک بنام عبدالغافر خاں
دوسرا بنام دولہ خاں جو دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں ان کے ثبوت میں مدعیان نے متعدد دگوا بان
عہدہ داران متعلق شناخت تحریر خط و دستخط طلب کرائے ہیں اور واسطے مطابقت دستخطوں کے پندرہ
قطعہ ثمن وغیرہ مجریہ کچہری دیوانی اور کسب قطعات اطلاعاتا مجازات مجریہ کچہری فوجداری پیش کئے جن پر مدعا علیہ
عا کے مسلم دستخط ثبت ہیں شہادت عہدہ داران مذکور اور مطابقت و معائنہ دستخطہائے مشبہ کاغذات
مذکور دویم مثبت لپشت ثمن ابتدائی مثل ہذا دستخطہائے اطلاعاتی و نیز احکام کچہری میں باطمینان کچہری
ثابت ہے کہ کتاب رسیدات پر جس قدر دستخط بنام عبدالغافر خاں تحریر ہیں وہ یقیناً مدعا علیہ عا کے
ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں اور تحریر بھی اسی کے ہاتھ کی ہے اور جس جگہ دستخط بنام دولہ خاں تحریر ہیں ان کی
طرز تحریر اور شان خط اور روشن قلم سے ثابت ہے کہ وہ بھی مدعا علیہ عا کے ہاتھ کی ہیں اور اکثر شہادتوں
سے یہ امر ثابت ہے کہ مدعا علیہ عا کا عرف دولہ خاں بھی ہے۔ واسطے ثبوت اور جانچ اس امر کے کہ دستخط
مشبہ کتاب رسیدات فی الواقع مدعا علیہ مذکور کی ہیں اور طریقے ہیں، ایک تو شہادت ایسے اشخاص کی جو
مدعا علیہ مذکور کے دستخط پہچانتے ہیں، دوسرے مطابقت ان دستخطوں سے جو تحقیقی طور پر مدعا علیہ
مذکور کی ہیں، پس دونوں طریقوں مصرحہ بالا سے کچہری کو اطمینان اس امر کا ہو گیا کہ دستخطہائے مشبہ کتاب
رسیدات یقیناً مدعا علیہ مذکور کے ہیں۔

فقہہ ثانی تنقیح عا یعنی رقم ۱۵۵ کی ادائیگی اور رقعہ کی تحریر کی بابت میری یہ رائے ہے کہ
شہادت شیخ غفران و محمد علی خاں سے ۱۵۵ کا پاس مدعا علیہ عا پہنچنا ثابت ہے اور منشی فدا علی
خاں پیشکار دیوانی اور منشی گوری سہائے ناظر فوجداری و منشی فیاض علی خاں پیشکار کچہری ججی
بابو سمس الدین سب انسپکٹر پولیس و سید فرزند علی ناظر سیکریٹریٹ و منشی شکیل احمد اہلہر
فوجداری و منشی سید احمد وکیل کی شہادت سے بخوبی ثابت ہے کہ رسید ۱۵۵ کی مدعا علیہ عا کے
ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے اور اسی کے دستخط اس پر ثبت ہیں اس کے علاوہ دیگر دستخطہائے مدعا علیہ
مذکور مشبہ کاغذات ثمن و اطلاعاتا مجازات و لپشت ثمن و نیز احکام کچہری کے معائنہ و مطابقت سے
حسب اطمینان کچہری ثابت ہے کہ دستخط مشبہ رقعہ ۱۵۵ کے اور تحریر خاص مدعا علیہ عا کے
ہاتھ کی اور اسی کے دستخطی ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہا لیکن یہ رقم منجملہ زر رہن

کے ہے اور رقمہ میں حوالہ صمد زر رہن کا دیا گیا ہے لہذا بمقتدار ۹۲ دفعہ ۴ قانون رجسٹری ریاست کے رسید مذکور کا رجسٹری ہونا لازمی ہے اور چونکہ وہ رجسٹری نہیں کرائی گئی اس لئے بمقتدار ۹۴ قانون رجسٹری مذکور ثبوت میں لینے کے قابل نہیں ہے بناءً براں اس رقم الے کا ادا ہونا بوجہ نص قانونی کے غیر ثابت قرار دیا جاتا ہے۔

تنقیح ۵ یعنی جائداد مرہونہ کا موروثی مدعیان ہونا اور بحیات گنیشی لال مدعیان کا حصہ دار ہونا کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس تنقیح کو میں خلاف مدعیان فیصل کرتا ہوں۔

تنقیح ۶ کے بارہ میں میری یہ رائے ہے کہ جو رقم مدعا علیہ ۱ نے (جو شوہر مرتہنہ) مورث مدعیان (زید راہن) سے بنام نہاد کرایہ وصولی کی ہے اور جس کے ایصال کو کچہری نے ثابت قرار دیا ہے بقدر صمد لاس ۱۰ حسب تصریحات صدر ہوتی ہے میرے نزدیک وہ رقم بوجہ قابل مجرائی بہ زراصل ہے اول یہ کہ کچہری دیوانی سے یہ امر طے ہو چکا ہے کہ بیع بالوفا بمذہب حنفی حکم رہن میں ہے اور شعی مرہونہ کا کرایہ اور دیگر محاصل حق راہن اور قابل مجرائی بہ زر رہن ہے جیسا کہ نعت فیصلجات پیش کردہ مدعیان سے ثابت ہے، دوم یہ کہ شہادت اشرف علی خاں و دیگر گواہان سے یہ امر ثابت ہے کہ کرایہ نامہ رضامندی و اجازت گنیشی لال (زید راہن) لکھا گیا حتیٰ کہ رقم کرایہ خود گنیشی لال نے وقفاً ادا کی جیسا کہ تجویز تنقیح ۳ سے ثابت ہے اس رضامندی و اجازت راہن سے حسب فتویٰ مدرسہ اہلسنت بریلی پیش کردہ خود مدعا علیہ راہن باطل ہو گیا اور رقم زر رہن قرضہ خلاص ہو گیا پس بلا اختلاف وہ رقم جو بنام نہاد کرایہ وصول ہوتی ہے وہ لائق مجرائی بہ زر رہن ہے، سویم یہ کہ حسب تصریح مندرجہ تجویز تنقیح ۱۰ قبضہ مرتہن ثابت نہیں ہوا تو اس صورت میں بھی قرضہ سادہ اور رقم مودی بنام نہاد کرایہ ضرور لائق محسوبی و مجرائی بہ زراصل رہن ہے۔

تنقیح ۷ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی پیش نہیں کیا گیا اس لئے وہ بکتی مدعا علیہا غیر ثابت ہے۔

تنقیح ۹ کے متعلق صرف حافظ عثمان خان نے شہادت دی ہے مگر وہ ثبوت اس تنقیح کی نہیں ہے۔

تنقیح ۱۰ بوجہ ذیل میرے نزدیک بکتی مدعا علیہا ۱۰ ثابت نہیں ہے، اول یہ کہ جس قدر گواہان جانب مدعا علیہا ۱۰ (مہندہ مرتہنہ) میں پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت سے پورے طور پر فارغ ہونا کل مکانات کا اسباب و سامان راہن سے ثابت نہیں ہے اس لئے کہ کل گواہان مدعا علیہا ۱۰ بیان

کرتے ہیں کہ مکانات مذکور میں اوپر بھی درجات ہیں اور اوپر کے درجات میں ہم نہیں گئے، پس ظاہر ہے کہ جب اوپر کے درجوں میں ان گواہوں نے خود جا کر نہیں دیکھا تو ان گواہوں کی شہادت سے فائدہ ہونا کل مکانات کا اسباب و سامان راہن سے جو شرط ضروری قبضہ مرہونہ کی ہے کس طرح ثابت مانا جاسکتا ہے۔

ثانیاً یہ کہ شہادت مذکور سے تعلق عسر خاں قبضہ گیرندہ کا بھی نہیں ہوتا، چونکہ وہ فوت ہو گیا ہے اس لئے اس کا یعنی واسطے حصول قبضہ کے موجود ہونا ضروری تھا۔

ثالثاً اہم وجہ بے اثری قبضہ محمد عمر خاں یہ ہے کہ لضمین تجویز تنقیح ۹۱ اصل صاحب معاملہ ہونا مدعا علیہا ۲ (ہندہ مرتہ) کا غیر ثابت ہے اور لضمین تجویز تنقیح ۹۱ مابین مولوی عبدالغافر خاں و گنیشی لال کے معاہدہ ہونا ثابت ہے، ایسی حالت میں منجانب مدعا علیہ ۲ محمد عسر خاں (عمر برادر مرتہ) کا قبضہ کب مفید ہو سکتا ہے۔

رابعاً یہ کہ مدعیان نے نقل فیصلہ اجلاس عالیہ جوڈیشل بمقدمہ جاتی یکم اپریل ۱۹۱۴ء میں اس امر کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اجازت دینا قبضہ کی ثابت نہیں ہے جو باتجاء حکم موصوفہ سبطل رہن ہے، اس میں شک نہیں کہ فیصلہ موصوفہ میں یہ امر تجویز فرمایا گیا ہے کہ راہنہ کی اجازت قبضہ دینے کی مرتہ کو ثابت نہیں جو ضروری ہے اور اس مقدمہ میں مدعا علیہا ۲ (ہندہ مرتہ) کا عمر خاں (عمر برادر ہندہ) کو قبضہ لینے کی اجازت لینا کسی شہادت سے ثابت نہیں ہے، پس یہ تقلید فیصلہ اجلاس اعلیٰ اگر اجازت راہنہ پر اجازت مرتہ قیاس کی جائے تو بلاشبہ قبضہ زیر بحث میں اجازت مرتہ ثابت نہ ہونے سے رہن باطل ہوتا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب رہن میں اجازت قبضہ دینے کی امر ضروری ہے تو قبضہ کے لئے اجازت دینا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگا کیونکہ اسی پر مدار قبضہ مرتہ ہے۔

خامساً یہ کہ شہادت مدعا علیہا ۲ (ہندہ مرتہ) میں نسبت ثبوت مکانات و غلو مکانات اختلاف ہیں ہے۔

تنقیح ۹۱ کے متعلق کوئی ثبوت قانونی یا نظر ایسی پیش نہیں ہوئی جس سے میں تنقیح مذکور کو ثابت قرار دوں میرے نزدیک اس مقدمہ میں دفعہ ۵ قانون رجسٹری ریاست اور دفعہ ۹۲ قانون شہادت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

تنقیح ۱۲ بھی غیر ثابت ہے بلکہ تردید اس کی ثابت ہے کیونکہ رسید کرایہ کے لئے بمقتضا دفعہ ۱۲

قانون رجسٹری کے رجسٹری ہونا ضروری نہیں ہے البتہ ٹکٹ رسید کی ضرورت ہے چونکہ اس پر ٹکٹ رسید نہیں تھا اس کا تاوان ایک روپیہ وصول ہو گیا ہے اس لئے بمنشا مذکور دفعہ ۵۲ قانون اسٹامپ ریاست قابل قبول ہے اور حسب اعتراض مدعا علیہا لائق ضبطی و خلاف قانون ہے نہایت نہیں ہے کیوجہات بالا حکم ہوا کہ دعویٰ مدعیان تجویز انفکاک رہن بحجراتی کل زر مندر حسبہ بیعنامہ بالوفاء والپسی لائن ۵۳ زر فاضل ہوا پسی دلاتی جانی بیعنامہ بالوفاء و کرایہ نامہ اقراری مول چنہ بنام مدعا علیہا ۲۱ ڈگری ہوا اور دعویٰ مدعیان والپسی الخاصلہ کی خارج ہوا، لہذا اب سوائے مندرجہ تحت جواب طلب ہیں :

- (۱) آیا وارث کو اپنے مورث کے اقرار کے خلاف ایسے ادا کا حق شرعاً حاصل ہے یا نہیں ؟
- (۲) آیا قاضی کو بلا موجودگی عینہ و اقرار و نکول کے محض اپنے قیاس کی بنا پر دستاویز مصدقہ سرکاری کے فرضیت کا حکم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور ایسا حکم قابل بحالی ہے یا منسوخی ؟

- (۳) آیا شرعاً قاضی کو عمل بالخط بصورت انکار مدعا علیہ از تحریر خود الخط لیشبہ الخط (خط خط کے مشابہ ہوتا ہے۔ ت) کے خلاف جائز ہے یا نہیں ؟ اور رسید پیش کردہ مدعی بصورت موجودہ جس کی بابت کوئی گواہ شہادت ادا نہیں کرتا ہے کہ ہمارے سامنے رسید لکھی گئی ہے صرف قیاساً شناخت خط کے گواہ پیش ہوئے ہیں قابل قبول ہے یا نہیں ؟
- (۴) آیا بیع بالوفاء میں غیر بائع یعنی کرایہ دار سے بعد قبضہ شرعی جو روپیہ بذریعہ کرایہ وصول کیا جائے وہ زر اصل میں قابل مجرانی ہے یا نہیں ؟

- (۵) اگر خود بائع بالوفاء کا یہ ادعا ہو کہ میں نے فرضی کرایہ نامہ از غیر تحریر و تصدیق کرایا تھا درحقیقت کرایہ من بائع بالوفاء نے ادا کیا ہے تو یہ صورت اجارہ باذن راہن کی ہے یا نہیں ؟
- (۶) آیا شہادت گواہان معمولی وغیر ثقہ مدعیان سے بمقابلہ مدعا علیہا مقرہا دستاویزات و اقرارات گنیشی لال (زید راہن) کی فرضیت ثابت بھی ہو سکتی ہے اور ایسی فرضیت کی شرعاً کوئی سند ہے ؟

- (۷) آیا محض دو گواہوں کے (جس میں ایک سزا یافتہ ہے اور دوسرا گواہ جہاں ملازم ہے وہاں

مدعی تحویلدار ہے) اور مدعی کا اس پر ہر وقت اثر ہے اس قدر بیان سے کہ گفتگوئے معاہدہ شوہر مرتبہ اور بائع بالوفا کے درمیان میں ہمارے سامنے صحت قرض دینے کے متعلق ہوئی تھی تو ایسی صرف دو شہادتوں کی بنیاد پر کہ جو دستاویزات کی تصدیق ہونے سے بیشتر کی شہادت خلاف دستاویزات مصدقہ ادا کریں اور نہ اپنی موجودگی ہنگام تصدیق دستاویزات بیان کریں اور نہ مسماۃ ہندہ مشتریہ بیع بالوفا کے کسی اقرار کے متعلق شہادت ادا کریں کچھری دستاویزات مصدقہ کو شرعاً فرضی قرار دے سکتی ہے اور مدعا علیہا ۲ (مشتریہ بیع بالوفا) کا حق شرعاً ضائع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی شہادت مدعا علیہا مذکورہ کی مقابلہ میں شرعاً کیا اثر رکھتی ہے؟ جس قدر گواہ مخائبہ بیان پیش ہوئے ہیں وہ سب مستور الحال اور غیر ثقہ ہیں کچھری نے کسی گواہ کی حیثیت تحت اظہار تحریر نہیں کی ہے کہ یہ گواہ کسی حیثیت کا ہے حالانکہ حکم ریاست جاری و نافذ ہے کہ ہر گواہ کے ختم بیان پر کچھری کی جانب سے نوٹ حیثیت گواہ کا لکھا جائے کہ گواہ کچھری کے نزدیک کسی قسم کا ہے آیا ثقہ یا غیر ثقہ یا مستور الحال ہے جس سے گواہ کی معتبری کا اندازہ ہو سکے۔

پس ایسی حالت میں شہادت گواہان مدعیان پر حاکم اسل کو شرعاً کیا حکم دینا چاہئے؟

(۸) آیا مدعیان حسب قول خود بشرح سود ۱۳، ۱۱ پائی سود فیصدی ماہوار رقم سود صحت قرار داد ہونا بیان کر کے للعلیہ ماہوار میزان قائم کر کے ادائیگی بیان کرتے ہیں اور نیز گواہ بھی اسی طرح شہادت ادا کرتے ہیں لیکن بحساب ۱۳، ۱۱ پائی فیصدی ماہوار کی رقم صحت پر سود للعلیہ پائی ہوتا ہے تو ایسی تناقض عرضی دعویٰ و شہادت علی الزیادات پر کچھری مقدمہ کی ڈگری شرعاً کر سکتی ہے اور اگر کچھری ڈگری ایسی صورت میں صادر کرے تو وہ ڈگری شرعاً قابل بحالی ہے یا منسوخ؟ بیتنوا تو جبردا۔

الجواب

اللہم لك الحمد يا وهاب اسئلك هداية الحق والصواب (اے اللہ! حمدیں تیرے لئے ہیں، اے عطا کرنے والے! میں تجھ سے حق اور ہدایت کی رہنمائی چاہتا ہوں۔ ت) کلام طویل اور فرصت قلیل اور طبیعت علیل اور سائل کو تعجیل، لہذا چند مفید و کافی کلمات پر اقتصار اور انھیں کے ضمن میں جواب سوالات ضروریہ کا اظہار رہو وباللہ التوفیق سائل نے دارالافتا میں عرضی دعویٰ و بیان تحریری و فیصلہ و عبارت رسیدات مندرجہ بھی اور بیعنا مرقومہ اور مدعی کے سینکس گواہان ثبوتی شاہ، وزیر خاں، محمد رضا خاں، مظہر حسین، عبدالعزیز خاں، سید عبدالعزیز،

حافظ عجبائب الدین خاں، احمد خاں ولد میاں خاں، حیدر علی خاں، عبد الرحیم خاں، الطاف علی،
 محمد بشیر، انور بیگ، نجمن، حیدر حسین، اشرف علی خاں، احمد خاں ولد عبد النبی خاں، نجف علیخان،
 محمد غفران، ولی خاں کے اظہارات کی نقول پیش کیں جبکہ رسیدات و بیانات موتی شاہ و وزیر خاں
 کی باضا بطہ باقی سادہ، ان کے ملاحظہ سے واضح ہوا کہ نہ دعویٰ صحیح نہ شہادتیں نہ فیصلہ منصفہ افتا
 شرع مطہر کا حکم بتانا ہے اور زمانہ حسب ارشاد حدیث وہ کہ معروف منکر ہے اور منکر معروف۔
 اہل اسلام حکم شرع پر گردن رکھیں اگرچہ غلط رواج سے بیگانہ نظر آئے۔

دعویٰ

دعویٰ تین وجہ سے باطل ہے :

اول وارث و مورث مثل شخص واحد ہیں، مورث کے افراد ثابت کے خلاف وارث کا دعویٰ
 تناقض ہے اور غیر محل خطا میں تناقض مبطل دعویٰ۔ و نیز امام کروری پھر بحر الرائق جلد ہفتم ص ۳۹
 پھر فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۲۲ پھر طحاوی علی الدر المختار جلد ۳ ص ۲۱۶ میں ہے :

اعلم ان التناقض كما يكون من متكلم
 واحد يكون عن متكلمين كمتكلم واحد
 معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح تناقض ایک متکلم
 کے کلام میں ہوتا ہے اسی طرح ایسے دو متکلم حضرات
 کے کلاموں میں جو ایک متکلم کے حکم میں ہوں، مثلاً
 وارث اور مورث دونوں کا کلام ایک متکلم کے حکم میں ہے۔

فتح المعین و طحاوی صفحات مذکورہ میں اس کے بعد ہے :

وفي هذا دلالة ظاهرة على ما نقله الشيخ
 حسن (يعني العلامة الشرنبلالي) في
 رسالة الابراء عن فتاوى الشيخ الشبلي
 حيث حكى الاجماع على ان دعوى الوارث
 لا تسمع في شيء لا تسمع فيه دعوى مورثه
 ان لو كان جيا فادعى
 اور اس میں شیخ حسن یعنی علامہ شرنبلالی کی رسالہ
 الابراء میں شیخ شبلی کے فتاویٰ سے منقول کلام پر ظاہر
 دلالت ہے جہاں انھوں نے یہ اجماع ذکر کیا ہے
 کہ جہاں مورث اپنی زندگی میں کوئی دعویٰ کرتا تو
 اس کا دعویٰ وہاں مقبول نہ ہوتا وارث کا
 ایسا دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا۔ (ت)

دوم واپسی دستاویزات کے دعویٰ میں حکم شرعی یہ ہے کہ اگر کاغذ دستاویز ملک عام علیہ

تو دعویٰ راساً باطل، صرف رسید پانے کا دعویٰ کر سکتا ہے اگر نہ پائی ہو اور اگر ملک مدعی ہے تو ضرور ہے کہ دعویٰ میں کاغذ کی مقدار اور اس کی صفت بیان کرے ورنہ دعویٰ بوجہ جہالت نامسموع، یہاں مدعیوں نے ان میں سے کچھ نہ بیان کیا لہذا دعویٰ مدفوع۔ حاوی زاہدی وقفیہ باب المدائنات و عقود الدیر جلد دوم صفحہ ۱۲۰۸

طلب القبالة من رب الدين بعد القضاء
فللمديون طلبها منهم ان كانت
الكاغذة مملوكة له وان كانت مملوكة
للدائن فله طلب وثيقة القضاء منه
ولا بد في صحة دعوى القبالة من بيان
قدرا لكاغذة وصفتها وبيان قدر المال
المكتوب فيها (ملخصاً)

قرض کی ادائیگی کے بعد قرض خواہ سے دستاویزات
طلب کرنا مقروض کا حق ہے بشرطیکہ وہ دستاویزات
مقروض کی ملکیت ہوں، اور اگر وہ قرض خواہ کی ملک
ہوں تو پھر مقروض کو صرف ادائیگی کی رسید کے
مطالبہ کا حق ہے اور دستاویزات کے دعویٰ
میں مدعی پر لازم ہے کہ وہ ان دستاویزات کی
مقدار اور ان کی صفت اور ان میں درج شدہ
مال کی مقدار کو بیان کرے (ملخصاً)۔ (د)

ریاست رامپور میں علاقہ قدیم پراسامپ کی قید بہت جدید ہے اگر ان دستاویزوں تک نہ تھی جب
تو ظاہر اور تھی تو جب بھی اس قدر تعیین مدعی بہ کے لئے کافی نہیں کبھی کاغذ کم قیمت کا پیش ہوتا ہے جس
پر تاوان لے کر جبری کر دیتے ہیں کبھی جتنی قیمت کا قانوناً چاہئے خزانے میں نہیں ہوتا تو دو قطعے ڈے جاتے
نہیں کبھی عبارت دستاویز قطعاً اسامپ پر پوری نہیں آتی سادہ ضمیمہ لگاتے ہیں تو صرف اس قدر کہ
اس نوعیت کی دستاویز پر اتنے کا اسامپ ہوگا، تعیین کاغذ نہیں کر سکتا بلکہ دعویٰ میں اس کا بیان
ضرور ہے کہ کاغذ کس قیمت کا ہے، ایک قطعہ ہے یا دو، تنہا ہے یا مع ضمیمہ، ضمیمہ ہے تو کس مقدار و
صفت کا ہے، یہاں ان میں سے کچھ مذکور نہیں لہذا دعویٰ مسموع نہیں۔

مسموع دعویٰ زر کے ساختہ پرواختہ ہونے پر ایک اور قرینہ واضح بھی ہے، بنیوں کو حساب
خصوصاً سود کے محاسبات میں کمال مشق و مہارت ہوتی ہے لیکن عرضی دعویٰ نیز شہود مدعی کے بیانوں
پر حساب بہت گنڈا ہے اولاً مدعیوں نے پانچ ہزار پر شرح ماہوار فیصدی ۱۳۱۱ پائی بتائی پھر سب
نے ماہوار للعلعے حالانکہ شرح مذکور سے پانچ ہزار پر للعے ماہوار ہوتا ہے بنئے کا ہر مینے

کل سے معافی دینے تھے لیکن مدعی اور گواہ اور رسیدات سب سہل و سہل دینا بتاتے ہیں محال عادی ہے کہ ہوشیار بنیا تیرہ چودہ برس غلطی میں بیچاں رہ کر ۷۹ روپے ۴ آنے ۲۹ پائی حساب سے زیادہ دے دے یہ ہرگز معقول نہیں اور ایسا دعویٰ کہ ظاہر حال مدعی جس کی تکذیب کرے مقبول نہیں، بجز الرائی میں ہے:

ان من شرط سماع الدعوی ان لا یکنذب المدعی ظاہر حالہ ثم سأتیت ابن الغرس فی الفوائد الفقہیۃ (صرح بہ فقال) ومن شروط صحۃ الدعوی ان یکون المدعی بہ مما یمتثل البتوت بان لا یکون مستحیلاً عقلاً او عادۃ، فان الدعوی والمحال ماذکر ظاہرۃ الکذب لان المستحیل العادی کالمستحیل العقلی (ملخصاً)

دعویٰ کے قابل سماعت ہونے کے لئے شرائط میں سے ہے کہ مدعی کا ظاہر حال اس دعویٰ کی تکذیب نہ کرتا ہو، پھر میں نے فوائد فقہیہ میں ابن الغرس کی تصریح دیکھی تو انھوں نے کہا کہ دعویٰ کی صحت کیلئے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ جس چیز کا دعویٰ کیا ہو وہ قابل ثبوت بھی ہوئیوں کہ وہ عقلاً یا عادۃً محال نہ ہو کیونکہ اگر دعویٰ ایسا ہو کہ وہ ظاہراً بھوٹ ہو تو قابل سماعت نہ ہوگا کیونکہ محال عادی محال عقلی کی

طرح ہوتا ہے (ملخصاً)۔ (ت)

غایت درجہ یہاں عذر خطا ہوگا یعنی مدعیوں نے براہ غلط اس شرح کا اقرار کیا مگر بعد اقرار اذعانے خطا مردود و بیکار۔ فتاویٰ قاضینحال و اشباہ والنظائر و قتیہ و درمختار و عقود الدریہ وغیرہ میں ہے، اقریشی ثم ادعی الخطا لم تقبل یہ ایک چیز کا اقرار کر کے پھر اس کی خطا کا دعویٰ کرے تو قبول نہ ہوگا۔ (ت)

شہادات

ان شہادتوں کے بطلان پر کچھ وجوہ عامہ ہیں کہ ہر وجہ سب کو شامل اور کچھ خاصہ کہ بعض سے خاص مگر ان سے بھی کوئی گواہی خالی نہیں لہذا وہ بھی وجہ عام ہیں، وجوہ عامہ سات ہیں:

اول حقوق العباد میں صحت دعویٰ شرط شہادت ہے اگر دعویٰ صحیح نہیں اس پر کوئی شہادت کیسے ہی اعلیٰ درجہ وثوق کی ہو اصلاً مسموع نہیں اذ فوات الشرط فوات المشروط (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط فوت ہو جاتا ہے۔ ت) تنویر الابصار میں ہے،

تقدّم الدعوى فى حقوق العباد شرط
قبولها

حقوق العباد کے متعلق پہلے دعویٰ ہونا شہادت کی
قبولیت کے لئے شرط ہے۔ (ت)
اور ہم ثابت کر چکے کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں لہذا تمام شہادتیں یہ اور ان کے سوا اور جس قدر ہوں سب باطل۔
دوم حقوق العباد میں شرط شہادت وہ لفظ ہے جو انشاء گواہی کے لئے ہو بلفظ اخبار کچھ بھی کہا جائے
ہرگز قبول نہیں۔ معین الحکام میں ہے:

اعلم ان اداء الشهادة لا يصح بالخبر البتة
فالخبر كيف تصرف لا يجوز الاعتماد عليه
واضح ہو کہ خبر کے طور پر شہادت کی ادائیگی ہرگز صحیح
نہیں کیونکہ خبر جیسی بھی ہو وہ قابل اعتماد نہیں ہے۔
اسی میں ہے:

لا بد من انشاء الاخبار عن الواقعة المشهودة
بهاؤ الانشاء ليس بخبر فاذا قال الشاهد
اشهد كان انشاء ولو قال شهدت لم يكن
انشاء
جس واقعہ کی شہادت دی جائے وہ بطر لیتہ انشاء
ہو کیونکہ وہ خبر نہ ہوگی جب گواہ اشہد (گواہی
دیتا ہوں) کہے تو یہ انشاء ہے اور اگر اس نے
شہدت (میں نے شہادت دی ہے) کہا تو
انشاء نہیں

انشاء نہ ہوگی۔ (ت)

اسی میں ہے:

لا يقع الانشاء باسم الفاعل نحو انا شاهد
عندك بكذا فهذه الیس انشاء ملخصاً
والا ہوں" کہا تو یہ انشاء نہیں ہے، بلخصاً (ت)
گواہ پر قسم خلاف مذہب و خلاف شرع ہے بعض متاخرین نے نظر بضرورت جو اس بدعت کو گوارا کیا تھا کہ
لوگ جھوٹی شہادت پر جری ہیں جھوٹی قسم سے بچیں گے اب وہ بھی باقی نہیں قسم پر شہادت سے زیادہ جرات
ہے اس سے قطع نظر ہو تو قسم مشہود پر ہوتی تھی مثلاً خدا کی قسم اس زید پر اس عمر کا اتنا روپیہ فلاں سبب
سے آتا ہے یہاں اس کے خلاف تمام اظہاروں میں قسم شہادت دینے پر رکھائی ہے کہ خدا کی قسم سچ گواہی دیتا ہوں
اس نے "گواہی دیتا ہوں" کو انشاء شہادت نہ رکھا بلکہ اخبار کے لئے متعین کر دیا کہ قسم حاصل نہیں
ہوتی مگر جملہ خبریہ پر، لہذا اگر کہے خدا کی قسم میری زوجہ نہیں اگرچہ اس سے طلاق کی نیت بھی کرے طلاق

۱/۲۸ مطبع مجتبیٰ دہلی
۸۹ ص مصطفیٰ البانی مصر
کے وہ معین الحکام الفصل الثامن
لہ در مختار شرح تنویر الابصار کتاب الشہادۃ باب الخلاف فی الشہادۃ

نہ ہوگی کہ طلاق انشاء ہے اور قسم نے اس جملے کو خاص خبر یہ کر دیا، درمختار میں ہے :
 لست لك بزواج اولست لي بامرأة لو اكده
 بالقسم لا تطلق اتفاقا لان اليمين قرينة
 ارادة النفي
 میں تیرا خاوند نہیں ہوں یا تو میری بیوی نہیں ہے
 اگر اس کلام کو قسم سے مؤکد کر دیا تو بالاتفاق
 طلاق نہ ہوگی کیونکہ قسم اس بات کا قرینہ ہے کہ
 یہاں نفی کا ارادہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

لان اليمين لتأكيد مضمون الجملة الخبرية
 فلا يكون جوابه الا خبرا
 کیونکہ قسم جملہ خبریہ کے مضمون کی تاکید کے لئے ہے تو
 اس کا جواب صرف خبر ہوگا۔ (ت)

سراج و باج و عالمگیری میں ہے :

اتفقوا جميعا انه لو قال والله ما انت لي
 بامرأة لا يقع شيء وان نوى
 سب نے اتفاق کیا ہے کہ اگر خاوند نے کہا خدا کی
 قسم تو میری بیوی نہیں ہے، تو ارادہ طلاق کے
 باوجود طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے :

والله ما انت لي بامرأة لا يقع عند الكل و
 ان نوى
 خدا کی قسم تو میری بیوی نہیں ہے کہا تو سب کے نزدیک
 طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت ہو (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے :

اذا قال والله ما انت لي بامرأة لا يقع
 الطلاق وان نوى بالاتفاق لان اليمين
 على النفي تتناول الماضي وهو كاذب في
 ذلك فلا يقع به شيء (ملتقطا)۔
 جب کہ خدا کی قسم تو میری بیوی نہیں ہے تو طلاق
 نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ بالاتفاق ہے کیونکہ
 نفی پر قسم ماضی کو شامل ہے جبکہ یہ جھوٹ ہے تو
 اس سے کچھ نہ واقع ہوگا (ملتقطا)۔ (ت)

۲۲۲/۱	مطبع محتسبانی دہلی	۱/۲۲۲	لے درمختار کتاب الطلاق باب الصریح
۴۵۳/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲/۴۵۳	لے ردالمحتار " " " " " "
۳۷۵/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	۱/۳۷۵	لے فتاویٰ ہندیہ " الفصل الخامس
۳۰۵/۳	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳/۳۰۵	لے بحر الرائق کتاب الطلاق
۱۰۷/۳	" " "	۳/۱۰۷	لے بدائع الصنائع کتاب الطلاق فصل واما الکنیة

تو ثابت ہو کہ ان میں کوئی شہادت ہرگز شرعاً شہادت ہی نہیں سب افسانہ گوئی و قصہ خوانی ہیں۔
سوم اشہد، گواہی میدہم، گواہی دیتا ہوں سب سے سخت تر قسم ہے اور مشہورہ مقسم علیہ
 یعنی وہ بات جس پر یہ شدید قسم کھائی۔ درمختار میں ہے :

رکنہا لفظ اشہد لا غیر لتضمنہ معنی
 مشاہدۃ وقسم و اخبار للحال فکانہ یقول
 اقسام باللہ لقد اطلعت علی ذلک وانا
 اخبر بہ وھذہ المعانی مفقودۃ فی غیرہ
 فتعین یہ

اس کا رکن صرف اشہد کا لفظ ہے اور کچھ نہیں
 کیونکہ یہ لفظ مشاہدہ اور قسم اور حال کی خبر ہے گویا
 اس نے یوں کہا خدا کی قسم میں نے اس پر اطلاع
 پائی اور اس کی خبر دے رہا ہوں جبکہ یہ معانی
 اس لفظ کے غیر میں مفقود ہیں، تو یہی متعین ہے (ت)

جامع الفصولین جلد اول ص ۱۲۱ :

فی لفظ الشہادۃ من التاکید ما لیس فی
 لفظ الخبر لانہ یمین باللہ تعالیٰ
 معنی یہ

لفظ شہادت میں جو تاکید ہے وہ خبر کے لفظ میں
 نہیں ہے کیونکہ اشہد معنًا اللہ تعالیٰ کی
 قسم ہے۔ (ت)

تبیین امام زیلعی ج ۴ ص ۲۱۰ :

النصوص ناطقة بالاستشہاد فلا یقوم
 مقامہا غیرھا لما فیہا من زیادۃ توکید
 لانہا من الفاظ الیمین فیکون معنی
 الیمین ملاحظۃ فیہا یہ

تمام نصوص شہادت کے مطالبہ پر ناطق ہیں تو کوئی
 دوسرا لفظ اس کے قائم مقام نہ ہوگا کیونکہ اس
 میں تاکید زیادہ ہے اس لئے کہ اس میں قسم کا معنی
 ملحوظ ہے لہذا یہ قسم کے الفاظ میں ہے (ت)

ہدایہ میں فرمایا :

النصوص نطقت باشتراطہا ولان
 فیہا زیادۃ توکید فان قولہ اشہد
 من الفاظ الیمین فکان الامتناع عن

تمام نصوص اس کی شرط پر ناطق ہیں اور اس لئے
 کہ اس میں تاکید زیادہ ہے تو اس کا اشہد
 کہنا قسم کے الفاظ میں سے ہے تو اس لفظ سے

۹۰/۲	مطبع مجتہاتی دہلی	کتاب الشہادات	۱۰ درمختار
۱۲۱-۲۲/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل التاسع	۱۱ جامع الفصولین
۲۱۰/۴	المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر	کتاب الشہادۃ	۱۲ تبیین المحقق

الكذب بهذه اللفظة اشدي

كذب کا امتناع شدید ہے۔ (ت)

اور قسم، مقسم علیہ کا اتصال شرط ہے جب ان میں وہ چیز فاصل ہو کہ نہ قسم ہے نہ اس کی تاکید، تو قسم اس سے بے تعلق و بے اثر ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ امام قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لو قال خدائے را و پیغمبر را پذیر قسم کہ فلاں کار نہ کنم
لا يكون يميناً لان قوله يستعبر را پذیر قسم لا يكون
يميناً فاذا تخلل بين ذكر الله تعالى
وبين الشرط ما لا يكون يميناً يصير
فاصلاً فلا يكون يميناً

اگر یوں کہے میں خدا تعالیٰ اور پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو قبول کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ فلاں کام
نہ کروں گا تو قسم نہ ہوگی کیونکہ پیغمبر کو قبول کرتا ہوں
کہنا قسم نہیں ہے تو جب اللہ تعالیٰ اور شرط کے
ذکر میں کوئی غیر قسم والے الفاظ فاصل بن جائیں
تو قسم نہ ہوگی۔ (ت)

انہیں میں ہے:

لو قال بالله العظيم کہ بزرگتر از بالله العظيم
نیست کہ ایں کار نہ کنم یکنون یمینا کہما لو قال
بالله العظيم الاعظم وهذه المزیادات
تكون للتأكيد فلا يصير فاصلاً

اگر کہا اللہ عظیم کی قسم، اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر
کوئی نہیں، میں فلاں کام نہ کروں گا تو یہ قسم
ہوگی کیونکہ یہ ایسے ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ العظیم
الاعظم کی قسم، تو یہ زیادتی عظمت کی تاکید ہے تو
وہ فاصل نہ ہوگی۔ (ت)

اسی طرح فتاویٰ سمرقند و فتاویٰ خلاصہ میں ہے۔ رد المحتار میں ہے:

ویشترط عدم الفاصل من سكوت و
نحوه ففی الصیرفیه لو قال علی
عهد الله وعهد الرسول لا افعل
كذا لا یصح لان عهد الرسول
صار فاصلاً اه اى لانه ليس قسماً

سکوت اور ایسی دوسری چیز کا فاصل نہ بننا قسم
میں شرط ہے تو صیرفیہ میں ہے اگر کہا اللہ تعالیٰ
کے عہد اور رسول کے عہد پر میں ایسا نہ کروں گا
یہ صحیح نہیں کیونکہ "رسول کا عہد" درمیان میں فاصل
بن گیا ہے اھ یعنی یہ قسم نہیں ہے بخلاف

۱۵۵/۳	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب الشہادۃ	لہ الہدایہ
۵۸/۲	نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الایمان	لہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں
۵۸۵۷/۲	" " "	" " "	لہ " " " " " " " "

بخلاف عهد اللہ (ملقطا)

عهد اللہ کے (ملقطا) - (ت)

خانیہ میں ہے،

مرجل اخذہ السلطان و امر ادا ان یحلفہ
فقال له قل یا یزد قال یا یزد قال کہ بروز
آدینہ بیائی قال بروز آدینہ بیایم فلم یأت
لا یحنت علیہ لانه لما قال له قل
یا یزد و سکت صار فاصلا فلا یصیر
یبینا

سلطان خاموش ہوا، تو یہ خاموشی فاصل بن گئی، تو قسم نہ ہوئی۔ (ت)

اسی طرح بزازیہ وغیرہ میں ہے، اور شک نہیں کہ کلام دیگر بھی مثل سکوت ہے بلکہ اس سے زائد
کہا فی البحر وقد عرفت المسائل فی
الشفعة و خيار البکر۔

اور ظاہر کہ مشہود یہ وہ چیز ہے جس کی نزاع ہے مدعی جس کا مدعی ہے مدعا علیہ جس کا منکر ہے
مدعی جسے شہادت سے ثابت کیا جاتا ہے ان تمام گواہیوں میں ”گواہی دیتا ہوں“ کے بعد اس کا
ایک حرف نہیں، بالائی جملے میں۔ محمد رضا خاں گواہی دیتا ہوں شہدہ میں منظر جمعہ خاں کے یہاں
ملازم تھا، منظر حسین گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا میں گنیشی کے مکان پر بیٹھا تھا، عبدالعزیز خاں
گواہی دیتا ہوں نو سال ہوئے منظر گنیشی کے مکان پر تھا، سید عبدالعزیز گواہی دیتا ہوں اتنا
عرصہ ہوا منظر لیسر گنیشی کو بکھنے کی مشق کر رہا تھا، عجائب الدین خاں گواہی دیتا ہوں مئی کا مہینہ تھا
میں دکان عطاری کرتا ہوں گنیشی کا آدمی دو لینے نسخہ لایا، احمد خاں ولد میاں خاں گواہی دیتا ہوں
مئی سہ کو میں رام پور آیا تھا، حیدر علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا میں گنیشی کے پاس چاول
لینے گیا، عبدالرحیم خاں گواہی دیتا ہوں منظر گنیشی کو بلانے گیا ناظم صاحب نے بلوایا تھا، سید
الطاف علی گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا منظر گنیشی کی دکان پر تھا، محمد بشیر گواہی دیتا ہوں بعد

ظہر کے مظہر اپنے گھر کو جا رہا تھا، انور بیگ گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا مظہر گنیشی کے یہاں بیٹھا تھا، نجن خاں گواہی دیتا ہوں مظہر رگنا تھ پر شا کا ملازم تھا، سید جید رحیم گواہی دیتا ہوں میں خان بہادر کو بلانے گنیشی کے یہاں گیا، احمد خاں ولد عبد الغنی گواہی دیتا ہوں مظہر گنیشی کے یہاں نوٹ ترانے گیا، نجف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا مظہر گنیشی کی بیٹھک میں تھا، محمد غفران گواہی دیتا ہوں اتنا عرصہ ہوا مظہر عبد الغافر خاں کے مکان پر تھا، اشرف علی خاں گواہی دیتا ہوں اتنے سال ہوئے دولہا صاحب اور ایک منشی جی گنیشی کی بیٹھک میں آئے، موتی شاہ گواہی دیتا ہوں منصور خاں نے میرے گھر آکر مجھ سے کہا میرا زیور گروہی رکھا دو۔ وزیر خاں گواہی دیتا ہوں اتنا زمانہ ہوا میرے ہاتھ میں چوٹ لگ گئی تھی۔

کیا یہی فقرے مابہ النزاع ہیں کیا انہیں جملوں کا دعویٰ ہے کیا انہیں کو مدعی ثابت کرنا چاہتا ہے ہرگز نہیں تو یہ قطعاً مشہود بہ نہیں، مشہود بہ وہ حق ہے جسے شاہد مشہود علیہ پر بتانا ہے، شہیدی علی الزیلعی میں بنایا ہے :

فی الشرع الشهادة اجبار بحق لشخص
على غيره عن مشاهدته الخ
شریعت میں مشاہدہ کی بنا پر کسی حق کی خبر دینا
کہ یہ فلاں کا غیر کے ذمہ ہے الخ (د)
ظاہر ہے کہ یہ جملے وہ حق نہیں اور ان کا قسم یا تاکید قسم نہ ہونا بدیہی، تو شہادت و مشہود بہ یعنی قسم و مقسم علیہ میں فاصل اور قسم و شہادت کے مبطل ہیں۔ گواہی ان فقروں سے متصل ہوتی نہ کہ مقصود و مشہود سے، معاملہ شہادت و دعویٰ بس نازک ہے، ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ اگر یوں دعویٰ کرے کہ یہ چیز میری ملک ہے اور میرا حق، یا گواہ شہادت دے کہ یہ چیز اس مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق، یہ دعویٰ و شہادت کافی نہ مائیں گے کہ ممکن ہے کہ میرا یا اس کا حق کہنے کے بعد آہستہ سے لفظ "نہیں" ملا لے بلکہ یوں کہنا لازم کہ میرا یا اس کا حق ہے۔ فتاویٰ امام نسفی و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہم میں ہے :

يتبغى للشاهد ان يقول في شهادة
اين عين ملك ايس مدعى ست وحق وے ست
حق لا يمكن ان يلحق به وحق
گواہ کو چاہئے کہ وہ شہادت میں یوں کہے یہ اس
مدعی کی ملک ہے اور اس کا حق ہے تاکہ اس
کو نفی لاحق نہ ہو سکے یعنی صرف اس کا حق "ہے"

وے نے منفی وکان الشیخ الامام فخر الاسلام
 علی البزدوی يقول اذا قال المدعی
 فلاں چیز ملک من ست وحق من لا یتکفی به
 وینبغی ان یقول وحق من ست ویقول
 فی قوله و بدست فلاں بنا حق بدست فلاں
 بنا حق ست وکذلك فی نظائرہ حتی
 لا یلحق به کلمۃ النفی ۛ

نہ کہے، ایسا نہ ہو کہ حق کے ساتھ، نہ ہے، لاحق
 ہو جائے، امام شیخ فخر الاسلام بزدوی فرماتے
 تھے کہ اگر گواہ نے یہ کہا فلاں چیز میری ملک ہے
 اور میرا حق، تو کافی نہ ہوگا، بلکہ، میرا حق ہے،
 مجھے، اور فلاں کا قبضہ ناحق کی بجائے، فلاں
 کا قبضہ ناحق ہے یوں ہی اس کے نظائر میں،
 تاکہ اس کو نفی لاحق نہ ہو سکے۔ (د)

جب اسے نہ مانا کہ کہیں چکے سے لفظ "نفی" نہ بڑھالے تو یہاں تو کسی حرف کے بڑھانے گھٹانے
 کی حاجت ہی نہیں فقط نیت کافی ہے "گو اہی دیتا ہوں" کو صرف ان فقروں سے متعلق کیا جو اس کے
 متصل ہیں باقی داستان کوئی کر دی۔ معین الحکام میں ہے،

اذا قال الحاكم للشاهد باقی شئ تشہد؟
 فقال حضرت عند فلاں فسمعتہ یقرأ
 بكذا، او اشہد فی علی نفسه بكذا، او شہد
 بینہما بصدور البیع او غیر ذلك
 من العقود لا یكون اداء شہادة، و
 لا یجوز للحاکم الاعتماد علی شئ
 من ذلك۔

جب حاکم نے گواہ سے پوچھا تو کس چیز کی گواہی
 دیتا ہے؟ تو اس نے کہا میں فلاں کے پاس
 حاضر تھا تو میں نے اسے فلاں چیز کا ذکر کرتے
 ہوئے سنا، یا اس نے مجھے اتنی چیز
 کا گواہ بنایا، یا کہا میں دونوں فریقوں
 کے درمیان بیع صادر ہونے کی گواہی دیتا ہوں
 یا اس کے علاوہ کسی سودے کی، تو یہ شہادت کی
 ادائیگی نہ ہوگی اور نہ ہی حاکم کو اس بیان پر اعتماد
 ہوگا۔ (د)

ہمارے نزدیک اس کی بہتر تعلیل یہی ہے کہ حضرت عند فلاں شہادت و مشہود بہ میں فاصل ہو گیا
 ولا محل لان یقال لم یقل
 اشہد لان السؤال معاد
 یہ عمل ایسا نہیں کہ اشہد نہ کہنے کو وجہ بنایا جائے
 کیونکہ (قاضی کا یہ کہنا تو کیا شہادت دیتا ہے)

فی الجواب ولذا لم یبینہ علیہ العلامة
الطرابلسی وإنما عللہ بانہ خبر عن
ماضٍ ویحتمل التَّغْییر اقول و فیہ
نظر و یردہ فروع جمۃ لا تحصر قال
فی جامع الفصولین (مش) لو
شهدا انہ کان ملکہ فکانما شهدا انہ
ملکہ فی الحال ولا یجوز للقاضی ان
یقول امروز ملک وے وانیہ فعل ہذا
لو ادعی دینا ما شهدا انہ کان
لہ علیہ کذا او قال او را ای قدر
زور و ذمہ این بود یعنی ان تقبل کما
فی العین و فی (ط) ما یدل علی
قبولہا و فیہ و کذا لو شاهد
احدہما انہ ملکہ و الآخر انہ
کان ملکہ تقبل شہادتہما
لاتفاقہما انہ لہ فی الحال
معنی لما مرو کذا الشہادۃ علی
النکاح و الاقرار بہ ففی (فتی)
ادعت نکاحہ فشهد احدہما انہ
اقرانہا امرأتہ و الآخر انہ اقرانہا
کانت امرأتہ تقبل ، لان الشہادۃ
باقراۃ بنکاح کان شہادۃ باقراۃ
بنکاح حالی لان ما ثبت یمتی
و کذا لو ادعی انہا امرأتی
او منکوحتی و شهدا انہ

سوال کا جواب میں اعادہ ہوتا ہے اسی لئے
علامہ طرابلسی نے اس کو بنیاد نہیں بنایا اور
وجہ یہ بتاتی کہ یہ ماضی سے خبر ہے جو خلاف کا
احتمال رکھتی ہے اقول (میں کہتا ہوں کہ)
ماضی والی وجہ قابل غور ہے بہت سے مسائل
اس کو رد کرتے ہیں۔ جامع الفصولین میں فرمایا
(مش) اگر دونوں گواہوں نے شہادت دی کہ
یہ اس کی ملک تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ
فی الحال اس کی ملک ہے اور قاضی کو یہ حق
نہیں کہ وہ کہے کہ کیا آج ملک مانتے ہو، تو اس
بنیاد پر اگر مدعی دینار کا دعویٰ کرے اور گواہ شہادت
دیں کہ اس کا دین مدعی علیہ کے ذمے تھا یا یوں
کہیں کہ اتنی مقدار زر اس کے ذمہ تھا گو اسی قبول
کی جائے گی جیسا کہ عین چیز میں مقبول ہوگی، اور
طحاوی میں ذکر کردہ اس کی قبولیت پر دال ہے
اور اس میں ہے اور یونہی اگر ایک گواہ نے کہا
یہ اس کی ملک ہے، اور دوسرے نے کہا اس کی
ملک تھی، دونوں کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ معنی
دونوں کا اتفاق ہے کہ فی الحال ملک ہے جیسا کہ
گزرے، اور یونہی نکاح اور نکاح کے اقرار کی
شہادت کا معاملہ ہے (فتی) میں ہے کہ عورت
نے ایک مرد سے نکاح کا دعویٰ کیا، ایک گواہ نے
کہا کہ مرد نے اس کے بیوی ہونے کا اقرار کیا ہے
اور دوسرے نے کہا کہ یہ اس کی بیوی تھی تو شہادت
مقبول ہوگی، کیونکہ نکاح کے متعلق اقرار کی شہادت

كان تزوجها ولم يتعاضدا للحال
تقبل ، ولو ادعى انه كان له
لا تقبل لان اسناد المدعى يدل
نفى الملك في الحال اذ
لا فائدة للمدعى في الاسناد
مع قيام ملكه في الحال
بخلاف الشاهدين لو
اسندا ملكه الى الماضي
لا يدل على النفي في الحال
لانهما لا يعرفان بقاءه
الا بالاستصحاب والشاهد
قد يحتزنا عن الشهادة
بما ثبت باستصحاب الحال
لعدم تيقنه بخلاف المالك
لانه كما يعلم ثبوت ملكه
يقينا يعلم بقاءه يقينا وبعض
اختصار وفي الدر والغرر
وتنوير الابصار والدر المختار
ادعى الملك في الحال و
شهد الشهود ان هذا العين
كان ملكه تقبل لان
ما ثبت في زمان يحكم ببقائه
ماله يوجب

موجودہ نکاح کے اقرار کی شہادت ہے کیونکہ
ثابت شدہ چیز باقی رہتی ہے ، اور یوں ہی اگر مرد
نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے یا منکوحہ ہے اور
دونوں گواہوں نے شہادت دی کہ اس نے اس
عورت سے نکاح کیا تھا اور انھوں نے حال کو
بیان نہ کیا تو شہادت مقبول ہوگی ، اور اگر مدعی
نے کہا ہو کہ نکاح تھا تو پھر یہ گواہی مقبول نہ ہوگی
کیونکہ مدعی کا ماضی کی طرف منسوب کرنا وال ہے کہ
فی الحال ملک نہیں کیونکہ فی الحال ملک ہو تو پھر ماضی
کی طرف منسوب کرنا مدعی کو مفید نہیں ہے اس کے
برخلاف گواہوں کا ماضی کی طرف منسوب کرنا حال کی
نفی پر دل نہیں کیونکہ ان کو بقا کا علم صرف استصحاب
حال سے ہو سکتا ہے جبکہ بعض اوقات گواہ استصحاب
سے ثابت شدہ چیز کی گواہی سے احتراز کرتا ہے
کیونکہ وہ یقینی نہیں ہے جبکہ مالک خود اپنی ملکیت
کے ثبوت کو جانتا ہے اسی طرح وہ بقا کی ملکیت
بھی یقینی طور پر جانتا ہے ، بعض اختصار کے ساتھ
عبارت ختم ہوئی۔ درر ، غرر ، تنویر الابصار اور
در مختار میں ہے اگر مدعی نے اپنی حالیہ ملکیت کا
دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ شہادت دی کہ یہ چیز
اس کی ملک تھی تو یہ شہادت مقبول ہوگی کیونکہ جب
کوئی چیز ایک زمانہ میں ثابت ہو تو جب تک اس
کے ثبوت کا زوال ثابت نہ ہو جائے اس وقت

المزید اللہ فالوجه فی تعلیلہ ما ذکرنا
وباللہ التوفیق واللہ الحمد، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

یہ اس کی بقا کا حکم دیا جائے گا اھ، تو
اس کی علت کی وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان
کی ہے، توفیق اللہ تعالیٰ سے اور تمام حمدیں
اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ولی خاں کی گواہی بھی اس بحث کا عمل ہے مگر وہ اپنے فعل پر شہادت ہے اور خود مجوز نے
اسے قبول نہ کیا لہذا اس کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں۔

چہا رہر حاضر پر شہادت میں مدعی و مدعا علیہ دونوں کی طرف اشارہ ضرور ہے اور غائب
میت کا نام و نسب بتانا جس میں سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ذکرِ جد بھی لازم،
اور اسی پر فتویٰ ہے مگر جب غنا ہے، ذخیرہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے،

یحتاج فی الشہادۃ علی الحاضر الی
الاشارة الی المدعی علیہ والمدعی
و یحتاج الی تسمیۃ الشہود اسیم
المیت والغائب وابیہما وجدا ہما
بحر میں ہے،

حاضر شخص کے خلاف شہادت میں مدعی اور مدعا علیہ
کی طرف اشارہ کی ضرورت ہے، اور گواہوں
کا میت اور غیر حاضر اور ان کے والد اور دادا کا نام
لینا ضروری ہے۔ (ت)

والصیح ان النسبة الی الحد
لابد منه

صحیح یہی ہے کہ دادے کی طرف نسبت
ضروری ہے۔ (ت)

شہادات تنویر الابصار و در مختار میں ہے :
(ہی) ان (علی حاضر یحتاج الشاہد
الی الاشارة (الی) ثلثۃ مواضع
اعنی (النحیین و المشہود بہ
لوعینا) لادینا (وان علی

شہادت اگر حاضر کے خلاف ہو تو گواہ کو تین
چیزوں کی طرف اشارہ کی ضرورت ہوگی،
مدعی، مدعی علیہ اور مشہود بہ اگر وہ عین چیز ہو،
نقد نہ ہو، اور اگر غائب کے خلاف ہو جیسے

۱۔ در مختار کتاب الدعوی باب دعوی الرجلین
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشہادۃ الباب الثالث
۳۔ بحر الرائق باب الشہادۃ علی الشہادۃ

مطبع مجتہبی دہلی
تورانی کتب خانہ پشاور
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۲۴/۲
۴۵۹/۳
۱۲۵/۴

غائب) کما فی نقل الشهادة (او میت
فلا بد) لقبولها (من نسبتہ الی جدہ
فلا یکفی ذکر اسمہ واسم ابیہ وصناعۃ
الا اذا کان یعرف بہا لامحالة) بات
لا یشارکہ فی المصر غیرہ
معرفت ہو جائے مثلاً اس نام کا شہر میں کوئی دوسرا نہ ہو۔ (ت)

فتاویٰ ابن رشید الدین و جامع الفصولین میں ہے :

لو كانت الشهادة على الحاضر يحتاج
الشاهد الى الاشارة الى ثلاثة مواضع
الى الخصمين والمشهود به ولو على غائب
او ميت فسماء ونسبه الى ابیه فقط
لا تقبل حتی ینسبه الی جدہ
شہادت اگر حاضر کے خلاف ہو تو تین چیزوں کی طرف
اشارہ ضروری ہے ، مدعی ، مدعی علیہ اور مشہود بہ
کی طرف ۔ اور غائب اور میت سے متعلق ہو تو
ان کا نام اور ان کے باپ کا نام کافی نہ ہوگا بلکہ
ان کے دادے کا نام ذکر کیا جائے تو شہادت
قبول ہوگی ۔ (ت)

اسی میں ہے :

اما الغائب فلا بد من ذکر جدہ عند
ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وهو الصحیح
والفتویٰ علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
لیکن غائب شخص کے متعلق ہو تو اس کے دادے
کا ذکر بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
ضروری ہے یہی صحیح ہے اور فتویٰ امام اعظم
رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے (ت)

اسی طرح عامہ کتب مذہب میں ہے اقول ہر اس میں یہ ہے کہ حاضر پر شہادت میں شاہد کا
اسے پہچاننا ضرور ہے جبکہ اصل شاہد ہو نہ کہ شاہد علی الشاہد ، کما افادہ العلامة ابن قاضی
سماوۃ (جیسا کہ علامہ ابن قاضی سماوۃ نے اس کا افادہ فرمایا ہے ۔ ت) محیط پھر جامع الفصولین

۱۹۱/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشہادات	۱۹۱/۲
۱۱۹/۱	اسلامی کتب خانہ کراچی	الفصل التاسع	۱۱۹/۱
۱۱۹/۱	"	"	۱۱۹/۱

میں ہے :

يحتاج الى اداء الشهادة بمحضر منه
فلا بد من معرفته بوجهه ليتمكنه
الشهادة عليه وعند غيبته او موته
يحتاج الى الشهادة باسمه ونسبه
فلا بد من معرفته اسمه ونسبه
حاضر کے متعلق شہادت اس کے سامنے ضروری
ہے تاکہ ضروری شناخت ہو سکے اور غیب ہونے
کی صورت میں یا موت کی صورت میں اس کے
نام اور اس کے نسب کو بیان کرنے کی ضرورت
ہوگی تاکہ اس کے نام اور نسب کی ضروری معرفت
ہو سکے۔ (د)

ولهذا اگر گواہ حاضر کا پورا نام و نسب بیان کریں اور اسے پہچانتے نہ ہوں گواہی مردود ہے —
جامع الفصولین میں ہے :

شهادة على امرأة باسمها ونسبها وهي
حاضرة فقال القاضي للشهود هل
تعرفون المدعى عليها فقالوا لا نقبل
شهادتهم
دو گواہوں نے عورت کے خلاف شہادت دیتے
ہوئے اس کا نام و نسب بیان کیا اور وہ موجود
تھی، تو قاضی نے گواہوں سے پوچھا کہ تمہیں اس
عورت کی شناخت ہوگئی ہے؟ تو انہوں نے کہا
نہیں، تو ان گواہوں کی شہادت قبول نہ ہوگی (ر)

اور حاضر میں معرفت شاید کا بتانے والا یہی اشارہ ہے نام و نسب سیکھ کر بھی کہہ سکتے ہیں جیسے
ابھی اس فرع میں گزرا تو حاضر پر گواہی بے اشارہ قبول نہیں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی طرف
اشارہ لازم ہے اور یہ سب گواہیاں اس سے خالی ہیں مدعیوں کی طرف اشارہ اصلاً کسی میں نہیں۔
پتہ چم یوں ہی مدعا علیہ کی جانب سوائے شہادت وزیر خاں کہ محض مہمل و بے معنی
ہے کیا یا قی (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) بلکہ اس کا اشارہ بھی شہادت میں نہیں اس سے
خارج و جدا ہے، اس نے یہ نہ کہا کہ یہ دو لہا خاں آئے بلکہ ”دو لہا خاں صاحب پیشکار آئے“
تو کلام میں اشارہ نہیں اگرچہ اس کے ساتھ ہوشہادت کلام ہے کہ زبان سے ادا ہوتا ہے نہ کہ
ہاتھ سے، تو شہادت اشارہ سے خالی ہے جس طرح اپنی زوجہ سے کہے تھے پر اتنی طلاق اور تین انگلیاں

اٹھائے تین طلاق ہو جائیں گی کہ اس اشارے سے کلام متعلق ہوا۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے :
 کذا اذا اشار الى عدد الثلاث بان قال لہا
 انت طالق ھکذا یشیر بالابھام والسبابة
 والوسطى لان الاشارة متى تعلقت بہا
 العبارة نزلت منزلة الکلام اذا اقامت
 الاشارة مع تعلق العبارة بہا مقام الکلام
 صامرا کانه قال انت طالق ثلاثا

یوں ہی جب تین عدد کا اشارہ کرتے ہوئے خاوند
 نے کہا تجھے یہ طلاق۔ انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور
 درمیان والی انگلی سے اشارہ کیا کیونکہ اشارہ کے
 ساتھ عبارت ہو تو اس اشارہ کو کلام کے قائم مقام
 کیا جاتا ہے تو جب اشارہ عبارت سے متعلق ہو تو
 ”تجھے تین طلاق“ جیسی کلام کی طرح ہو جائیگا (ت)

ردالمحتار میں فتاویٰ امام قاضی خاں سے ہے :

قال انت طالق واشار بثلاث اصابع ونوی
 الثلاث ولم یذکر بلسانہ فانہا تطلق
 واحدة۔

خاوند نے ”تجھے طلاق“ کے ساتھ تین انگلیوں کا
 اشارہ کیا اور تین طلاقیں کی نیت کی اور زبان
 اشارہ ذکر نہ کیا تو ایک طلاق ہوگی کیونکہ اشارہ کا
 تعلق عبارت سے نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر کہے ”تجھے پر طلاق“ اور تین انگلیاں اٹھائے دل میں بھی تین ہی کی نیت کرے ایک ہی
 طلاق پڑے گی کہ اس اشارے سے کلام کا تعلق نہ ہوا۔

ششم گنیشی مردہ ہے اس کے نہ داد کا نام اصلاً کسی نے لیا نہ باپ کا، بلکہ بعض نے
 صراحتہ اس کے باپ کا نام معلوم ہونے سے انکار کیا تو شہادتیں سب محفل و پر قصور ہیں۔ ناظر یہاں
 تعجب کرے گا کہ سید عبد العزیز نے شہادت اور محمد رضا خاں نے جواب جرح میں بتایا ہے کہ گنیشی کے
 باپ کا نام رام چندر ہے اور ولی خاں نے شہادت میں کہا ہے عبد الغافر نے سید لکھ دی میں نے کہا
 گنیشی کی ولایت رام چندر لکھ دیجے تو ان تین نے تو باپ کا نام بتایا مگر اس کا یہ تعجب دوسرے سخت
 استعجاب سے بدل جائیگا جب اسے معلوم ہوگا کہ گنیشی کا باپ رام چندر نہیں بلکہ للہ مل ہے جیسا کہ خود
 اس نے اسی بیعنامہ نام نشان یکم کے عنوان میں لکھا ہے وہ رام چندر کا متبنی تھا اور متبنی کو بیٹا بتانا
 قرآن عظیم کے خلاف ہے۔

قال تعالى وما جعل ادعياءكم ابناءكم
 ذنكم قولكم باقوا حكم الله يقول الحق و
 هو يهدي السبيل ۞ ادعوهم لآبائهم
 هو اقسط عند الله ۞
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لئے پاکوں
 کو تمہارا بیٹا نہ ٹھہرایا، یہ تمہارے اپنے مزہ کا کہنا
 ہے اور اللہ حق بات فرماتا اور وہی راہ دکھاتا ہے۔
 انھیں ان کے اصل باپوں کی طرف نسبت کرو، یہ اللہ
 کے یہاں زیادہ انصاف کی بات ہے۔

تو یہ ان شاہدوں کا کذب ہوا اور قرآن عظیم کی مخالفت اور نہ بتانے سے الٹا بتانا بدتر، اور اگر بعض حض
 باطل راچند رہی اس کا باپ ہوتا تو یہ نام سید عبد العزیز نے شہادت میں یوں نہ لیا کہ گنیشی ابن فلاں پر
 شہادت دی ہو بلکہ ختم شہادت پر ایک مستقل جملہ کہا کہ گنیشی کے باپ کا نام راچند رہے اس میں بھی لفظ مذکور
 تک نہ کہا معلوم نہیں کون سے گنیشی کا باپ۔ یہ یوں محمد رضا خاں نے ایسا ہی مستقل جملہ کہا ہے وہ بھی جواب
 جرح میں جو ختم شہادت کے بعد ایک مبتدع طریقہ ہے ولی خاں نے اسے اخبار ابھی نہ کہا بلکہ استدعا کی
 کہ یہ ولایت لکھ دو، اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ واقع میں یہی ولایت ہو، اس نے ہاتھی خانے کا
 تحویلدار بھی کہا مگر کہاں کا ہاتھی خانہ، یہ نہ بتایا، شہادت میں ذہنی تصورات سے کام نہیں چلتا کہ مقصود
 ہے تعریف، و تعریف تعریف ہے یعنی یہ بتانا کہ شاہد اسے پہچانتا ہے، یہ تعریفیں الفاظ سے ہوں گی
 نہ کہ قائل کے مافی الذہن سے لہذا سب شہادتیں مہمل ہیں۔

ہفتم عبد الغافر خاں پر دعویٰ عائد ہونے کی بنا اس پر ہے کہ بیضامہ و کرایہ نامہ میں زوجہ
 عبد الغافر خاں کا نام فرضی ہو حقیقتہً یہ عقد عبد الغافر خاں سے ہوئے ہیں شہادتوں سے اس کا ثبوت
 دو ہی صورتوں میں مختصر، ایک کہ گواہ اپنے ذاتی علم سے اس پر شہادت دیں، دوسرے یہ کہ ان کے سامنے
 عبد الغافر خاں نے زوجہ کا نام فرضی اور اپنا واقعی ہونے کا اقرار کیا ہو اس کی گواہی دیں لیکن تمام شہادت
 ان دونوں وجہ سے خالی ہیں اپنا ذاتی علم تو کسی نے بیان نہ کیا بلکہ بعض مثل حیدر علی حسان و محمد بشیر وغیرہما
 نے اپنے علم کی صاف نفی کی ہے، اکثر نے گنیشی کا قول بیان کیا ہے کہ میں نے عبد الغافر خاں سے
 پانچ ہزار قرض لئے اور اپنے مکان و کان رمن یا مکفول کئے ان کا کرایہ یا سود دیتا ہوں گنیشی یہاں بجائے
 مدعی ہے، باطل ست آنچہ مدعی گوید (باطل ہے جو کچھ مدعی کہتا ہے۔ ت) اگر مدعی کے کہنے سے
 ثبوت ہو جائے تو گنیشی کا بیان تو گواہوں سے سنا مدعیوں کا بیان تو خود مجوز کے سامنے ہوا بس اس قدر

پر فیصلہ ہو جاتا شہادتوں کی کیا حاجت تھی، عبدالغافر خاں کا جو قول شاہدوں نے بیان کیا وہ پانچ قسم ہے :
(۱) محمد رضا خاں و مظہر حسین "بہت دن ہو گئے روپیہ کرایہ کا دو" کس کا کرایہ کا ہے کا کرایہ، یہ محض مجمل و مہمل۔

(۲) محمد رضا و مظہر حسین "کرایہ ہمارا چاہئے" عبدالعزیز خاں "ہمارا کرایہ دلوائیے" احمد خاں ولد میاں خاں "ہمارا کئی مہینے کا کرایہ دلوائیے" حیدر علی خاں "ہمارا کرایہ بہت عرصہ سے نہ پہنچا" عبدالرحیم خاں "کرایہ کاروپیہ بہت دنوں سے نہیں دیا ہے ہم کو دو" سید الطاف علی "آپ نے ہمارا تین سال کا کرایہ ادا نہیں کیا ہے" محمد بشیر "ہمارا کرایہ بہت دنوں کا" انور بیگ "ہمارا کرایہ تین سال سے" حیدر حسین "کئی مہینے سے ہمارا کرایہ نہ دیا" ان میں اپنی طرف اضافت ہے مگر یہ نہیں کہ کس چیز کا کرایہ۔
(۳) سید عبدالعزیز "ہم مہینے کا مکان کا کرایہ دیجئے" یہ دوم کا عکس ہے کرایہ مکان کا بتایا اور اضافت نہیں۔

(۴) عجائب الدین خاں "کرایہ مکانوں کا جو میرا ہے تم نے نہ دیا" نجف "ہمارا اسات مہینے کرایہ مکانوں کا" ان دو میں دونوں ہیں مگر مکان مبہم مکان انھیں میں منحصر نہیں جن کا معاملہ زوجہ عبدالغافر خاں سے ہوا ہے اس سے اتنا سمجھا گیا کہ عبدالغافر خاں نے کچھ اپنے مکان گنیشی کو کرائے پر دے ان کا کرایہ مانگا۔

(۵) وہ الفاظ جن میں خاص غرض پر روشنی ڈالنی چاہی ہے، سید الطاف علی "ایک دن میں نے مولوی عبدالغافر خاں سے دریافت کیا، فرمایا اگر چاہا دو رہن رکھ کر منافع لیا جائے خصوصاً ہنود سے سو تو جائز ہے" یہ مثل قسم اول ہے ایک عام بات بطور مسئلہ ہے خاص اپنا ذکر نہیں۔ محمد رضا خاں "یہ بھی وجہ ہے کہ ہمارے رہن میں خلل کرے گا" حیدر علی خاں "میں نے بیع الوفا کر لیا ہے بیع الوفا سے نفع اٹھانا جائز ہے" محمد بشیر "دکانیں اور گودام گنیشی کے میرے پاس رہن ہیں یہ اس کا کرایہ ہے" ان تین بیانیوں میں ہرگز اس کا اقرار نہیں کہ زوجہ کا نام فرضی ہے حقیقتہً معاملہ میرا ہے صرف اپنی طرف اضافت ہے مجرد اضافت دستاویز اقرار گنیشی و مصدقہ رجسٹری و مسلمہ فریقین کو کیونکہ باطل کر دے گی زوج و زوجہ میں ایسا ہی انبساط ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے مال کو بلا تکلف اپنی طرف اضافت کرتا ہے و لہذا ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا کہ یہ دینا نہ ہوا بلکہ گویا خود لینا۔ فتح القدر میں ہے :

للاشتراك في المنافع مكان الدافع الى منافع میں اشتراک کی بنا پر ان کو دینا گویا

ادعی المحدث و لنفسه ثم ادعی انه وقف
الصحيح من الجواب ان كانت دعوى
الوقفية بسبب التولية يحتمل التوفيق لان
في العادة يضاف اليه باعتبار ولاية التصرف
والخصومة له

دعوی کیا یہ محدود جائیداد میری ہے پھر دعوی کیا کہ
یہ وقف ہے، تو صحیح جواب یہ ہے کہ اگر اس وقف
کی تولیت کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا تو
دونوں دعویوں میں موافقت ہو سکتی ہے کیونکہ
عادۃً متولی کو تصرف اور خصوصیت کی ولایت
ہوتی ہے اس کی بنا پر اس کی طرف منسوب ہوتی
ہے (ت)

رب عز وجل فرماتا ہے :
ولا تؤتوا السفهاء اموالکم التي جعل اللہ
لکم قیاماً

اپنے وہ مال جن کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں منتظم بنایا ہے
بے سمجھ لوگوں کو نہ دو۔ (ت)

امام سعید بن جبیر تلمیذ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں،
هو مال الیتیم یكون عندک یقول لا تؤتہ
ایاہ وانفقہ علیہ منہ حتی یبلغ وانما
اصناف الی الاولیاء فقال اموالکم لانہم
قوا مہا ومدبروہا

یتیم کا مال ہے جو تیرے پاس ہے، اللہ تعالیٰ
نے فرمایا یہ مال یتیم کو نہ دو اور اس پر خرچ کرو
حتیٰ کہ بالغ ہو جائے، اس مال کو اللہ تعالیٰ نے
اولیاء کی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ وہ اس کے
نگران اور منتظم ہیں۔ (ت)

یہی تفسیر عکرمہ سے منقول کہا فی المعالہ وغیرہا (جیسا کہ معالم وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ رب العزت
نے فرمایا،

ووجدك عائلاً فاغنی^۱ (اور آپ کو محتاج پایا تو اس نے غنی کر دیا۔ ت)
یہ مال ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے جسے مولیٰ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لے فرزاتہ المفتین کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف والشہادۃ علیہ قلمی نسخہ ۲۲۵/۱

۱۵ القرآن الکریم ۵/۴

۲۳ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیت ۵/۴ مصطفیٰ البابی مصر ۴۷۸/۱

۱۶ القرآن الکریم ۸/۹۳

کا مال فرمایا کہ غنا بمال غیر نہیں۔ محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا،

قال الله تعالى ووجدك عائلاً فاغني هـ اى
بمال خديجة واما كان منها ادخاله
عليه الصلوة والسلام في المنفعة على
وجه الاباحة والتليك احياناً

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کو اس نے محتاج پایا تو
اس نے غنی کر دیا، یعنی حضرت خدیجہ کے مال سے،
اور اس لئے کہ آپ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کی طرف سے ان کے مال میں دخل اختیار تھا یہ اختیار
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مباح اور کبھی ملک کے طور
پر تھا۔ (ت)

بالجملہ ان میں کوئی صرف مثبت دعویٰ نہیں، ہاں موتی شاہ و وزیر خاں کی کوشش مدعیوں کو قابل مشکوری
تھی کہ وہ صراحت ساری گفتگو عبد الغافر خاں و گنیشی میں بتاتے ہیں ان کی مہمل و متناقض گواہیوں کا حال
آئندہ آتا ہے مگر انہوں نے زری نام تمام گفتگو پر خاتمہ کر دیا و قورع عقد سے صراحت انکار کیا، موتی شاہ
میرے سامنے کچھ اور معاملہ نہیں ہوا لکھت پڑھت کچھ نہ ہوئی زبانی بات تھی "وزیر خاں" پھر مجھے کچھ نہیں
معلوم، میرے سامنے کچھ دستاویز کی تکمیل نہ ہوئی، "اشرف علی خاں" اس کاغذ کا لکھا جانا بتاتا ہے جس
میں نصریٰ کا زوجہ عبد الغافر خاں کا نام ہے، عبد الغافر خاں کا گھر آنا اور روپیہ کچہری کو لے جانا بلکہ
دستاویزیں اپنے نام چھڑانا کسی طرح زوجہ کا اسم فرضی ہونے کا شبہہ بھی نہیں دلاتا نہ کہ دلیل ہو۔
ولی خاں و عفران خاں ہزار روپے زر اصل سے عبد الغافر خاں کو دے جانے اور ان کی رسید لکھنے کے
گواہ ہیں،

اولاً ان دونوں کی گواہی خود مجوز نے نہ مانی اور اس ہزار کی ڈگری نہ دی۔

ثانیاً تقریر سابق اس وجہ کے دفع کو بس ہے، مخدرات کا روپیہ ان کے ازواج ہی کو دیا جائیگا

اور وہی رسید دیں گے۔ احمد خاں ولد عبد الغنی خاں و نجف علی خاں اس مد کے گواہ ہیں کہ عبد الغافر خاں
نے گنیشی سے گودام کا ایک حصہ پندرہ روپے ماہوار کرائے پر مانگا۔ ان گواہیوں نے قوروشن طور پر
ثابت کر دیا کہ یہ مکان عبد الغافر خاں سے بیع یا رہن نہ ہوئی ورنہ کرائے پر لینے نہ جاتا، غایت یہ کہ
حسب زعم مدعیان خلاف اقرار صریح مورث قبضہ نہ ہوا تھا تو بذریعہ نالیش قابض ہو جاتا نہ کہ ایک چیز کا
پندرہ روپے مہینہ کرایہ دینا چاہتا، بالجملہ کوئی شہادت اس دعویٰ کا اثبات نہیں کرتی کہ اصل معاملہ

عبد الغافر خاں سے ہے اور زوجہ کا نام فرضی ہے بلکہ یہ دو شہادتیں اس کا رد ہیں۔
وجوہ خاصہ وجوہ عامہ کے بعد ان کی طرف زیادہ توجہ کی حاجت نہیں، نہ وقت میں وسعت، مگر بعض کا تذکرہ کریں۔

(اختلاف شہادت و دعویٰ) اول مدعی کہتا ہے قبضہ و دخل مدعا علیہما کا جائداد مرہونہ پر کبھی ایک منٹ کے لئے نہیں ہوا۔ محمد بشیر قبضہ جائداد پر عبد الغافر خاں کا تھا اب تک گودام پر عبد الغافر خاں اور رام کنور کا ہے دونوں کے قفل پڑے ہیں عبد الغافر خاں کا کچھ غلہ وغیرہ گودام میں ہے مجھے نہیں معلوم کہ روپیہ لینے سے قبضہ جائداد پر پیشتر ہوا تھا یا بعد، گودام پر اب تک قبضہ عبد الغافر خاں کا ہے اور گنیشی کا بھی قبضہ ہے یعنی مردے کا۔

دوم مدعی کہتا ہے اصل معاملہ عبد الغافر خاں سے ہے زوجہ کا نام فرضی، احمد خاں ولد عبد النبی خاں و نجف علی خاں کی شہادتیں صراحتہ اس کا رد کر رہی ہیں کما مر انفا۔

سوم مدعی کہتا ہے حقیقتہً سود لیا اور اس کے اخفاء کے لئے گرایہ نامہ فرضی لکھوایا۔ انور بیگ گنیشی نے لکھا کہ سود کی کارروائی فرضی ہے گودام اور مکان میرا ہیں۔

چہارم مدعی کہتا ہے بشرح سود ۱۳ اپنی سیکرہ ماہواری موتی شاہ ۱۴ کا سود بکھڑا تھا۔ پنجم حسب دعوائے مدعیان رسید ہی پیش کردہ میں صرف اس سود کی رقوم ہیں جو گنیشی نے مدعا علیہ کو دیا لیکن سید الطاف علی کا بیان ہے میں نے گنیشی سے دریافت کیا یہ کتاب کس بابت ہے کہا میں نے مولوی عبد الغافر خاں سے کچھ روپے قرض لئے تھے اس کے کچھ سود وغیرہ کا حساب ہے، گنیشی کا یہ وغیرہ دعویٰ مدعیان کا نقص ہے۔

ششم یہ رسید ہی بھی شاید بنا کر پیش کی ہے وہ مدعیوں اور شاہدوں کی تکذیب کرتی ہے مدعیوں کا بیان ہے کہ "ابتداءً ۱۷ دسمبر ۱۳۵۷ لغایۃ ۲۷ دسمبر ۱۳۵۷ بمقامہ شرح للعدۃ ماہوار مدعا علیہ کو باخذ رسیدات نوشتہ نامبروہ ادا کی گئی، لیکن رسید ہی میں نومبر ۱۳۵۷ میں للعدۃ کی دو رقیمیں درج ہیں تو آخر دسمبر ۱۳۵۷ تک للعدۃ پہنچی۔"

(اختلاف شاہدان) ہفتم بیان مدعیان کے سلسلے کو تمام گواہوں نے اول سے آخر تک نباہا ہے کہ ۵ ایوم دسمبر ۱۳۵۷ کے بعد پھر ختم ۱۳۵۷ تک ہر مہینے کے للعدۃ انھیں کے لحاظ سے اخیر رقم سہ لاکھ رکھی ہے اور شاہدوں کے مشاہدے سے جولائی ۱۳۵۷ تک پہنچی ہوئی اے اے للعدۃ حالانکہ رسید ہی سے یہ رقم اے اے ہے اور رقم اخیر سہ لاکھ ہے۔

ہشتم موقی شاہ و وزیر خاں دونوں ایک جلسے کے گواہ ہیں قول محض میں اختلاف زمان و مکان مضر نہیں اس لئے کہ وہ مکرر ہو سکتا ہے مگر یہ طویل تقریر اور ابتدائی مول قول کے دونوں نے بیان کئے عادی ہرگز دوبار نہیں ہوتے کہ ایک بار گنیشی عبدالغافر خاں کو بلائے ، عبدالغافر خاں آپ نے مجھے بلایا تھا ، گنیشی بلایا تھا مجھے پانچ ہزار روپے کی ضرورت ہے ، عبدالغافر خاں میں دوں گا میرا اطمینان کیا ہوگا ، گنیشی زمانہ مکان گودام دکان ضمانت میں دوں گا اس روپے کا نفع کیا لیا جائیگا ، دولہا خاں ڈیڑھ روپیہ کا قاعدہ رام پور میں ہے وہی لیا جائیگا ، گنیشی آپ میرے مہربان ہیں کچھ کم کر کے کہہ دیجئے ، دولہا خاں ایک روپیہ ، گنیشی میں عرض کرتا ہوں اس کو منظور کر لینا للعللے ، ماہوار آپ لے لیا کریں ، دولہا خاں ذرا چپ ہوئے پھر کہیہ تو ۱۴ سے بھی ایک پائی کم ہوتا ہے ، گنیشی اب آپ اسے ہی منظور کر لیں ہماری آپ کی محبت ہے ، دولہا خاں آپ کا غنہ کی تکمیل کریں روپیہ تیار ہے دوں گا ، پھر فریقین سو رہے اور ۲۱ دن بعد گنیشی پھر عبدالغافر خاں کو بلائے اور اول تا آخر سب وہی گفتگو پیش آئی فریقین اس پہلی گفتگو کو ایسا بھول جائیں کہ خواب فراموش ہو جائے اور از سر نو آغاز کریں مگر تمام سوال جواب وہی رہیں ترتیب تک نہ بدلے ، وہی بلانے کی وجہ پوچھنی وہی پانچ ہزار کی ضرورت وہی اطمینان کا سوال وہی انہیں کفالتوں کا بیان وہی سود کا سوال وہی حسب قاعدہ شہر ڈیڑھ روپیہ وہی تخفیف چاہنا وہی اس پر ایک روپیہ پھر وہی کہ میری ماننے للعللے ، ماہوار اس پر وہی تامل اور وہی جواب کہ ۱۴ سے بھی ایک پائی کم ہوا اور بالآخر وہی قبول کہ روپیہ تیار ہے کا غنہ لکھواؤ اسے ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو ضرور جلسہ واحد کے گواہ ہیں لیکن یہ انہیں کے بیان سے محال ہے موقی شاہ کی شہادت ۹ اکتوبر ۱۳۱۷ء کو ہوئی اور وہ بالجزم کہتا ہے ”عرصہ اسکو سولہ برس کا ہوا“ تو روز گفتگو ۳۱ اکتوبر ۱۳۱۷ء کی شہادت ۳۱ مارچ ۱۳۱۷ء کو ہوئی اور وہ بالجزم کہتا ہے کہ ”سولہ برس پانچ مہینے ہوئے“ تو روز گفتگو ۳۱ اکتوبر ۱۳۱۷ء ہوا ، ۹ و ۳۱ دونوں ایک ہو جائیں تو یہ شہادتیں دوسری دائرہ امکان میں آئیں لیکن وہ محال تو یہ بھی باطل و واجب الایہال ۔ خانیہ و ہندیہ میں ہے :

لا تبطل الشهادة باختلاف الشاهدین دونوں گواہوں کا زمانہ اور شہروں میں اختلاف
فیما بینہما فی الايام والبلدان شہادت کو باطل نہ کرے گا ماسوائے اس کے
الا ان یقولان مع الطالب فی موضع واحد کہ وہ دونوں ایک جگہ ایک دن میں طالب کے
فی يوم واحد ساتھ ہونے کی بات کریں ۔ (ت)

مبسوط و عالمگیر میں ہے،

شہد احدہما انہ طلقھا یوم الجمعة
بالبصرة والاخرانہ طلقھا فی ذلک الیوم
بعینہ بالکوفة لم تقبل شہادتہما لانا
نتیقن بکذب احدہما فان الانسان فی
یوم واحد لا یتکون بالبصرة والکوفة
بخلاف ما اذا شہد احدہما انہ طلقھا
بالکوفة والاخرانہ طلقھا بالبصرة ولم یوقتا
وقتا فہناک الشہادة تقبل لہ

دونوں نے کوئی وقت نہ بتایا تو اس صورت میں شہادت مقبول ہوگی۔ (ت)

فہم سید عبدالعزیز و عبدالعزیز خاں ایک جیسے کے گواہ ہیں ان کے بیان میں شروع
ستمبر ہے اس کے بیان میں ۳۰ ستمبر۔

دہم سید عبدالعزیز کا بیان ہے منظرہ پیر گنیشی کو لکھنے کی مشق کرا رہا تھا اتنے میں مولوی
عبدالغافر خاں تشریف لائے گنیشی کے پاس، اور کہا پانچ مہینے کا مکان کا کرایہ دو سو بیس روپے دیکھئے،
اس پر گنیشی نے رام کنور سے کہا کتاب حساب کی لے آؤ، وہ لے گئے، گنیشی نے مولوی عبدالغافر خاں کو
کتاب دی، بعد مولوی عبدالغافر کے چلے جانے کے مجھ سے گنیشی نے کہا اس کتاب میں کیا لکھا ہے، تو
اس میں یہ لکھا تھا کہ آخر اگست سحہ تک کرایہ وصول ہوا یعنی پانچ ماہ کا مطالبہ آتے ہی کیا کتاب سے
دیکھنے سے پہلے، لیکن عبدالعزیز خاں کہتا ہے ”عبدالغافر خاں تشریف لائے اور گنیشی سے کہا ہمارا
کرایہ دلوائیے، گنیشی نے کہا حساب کر لیجئے، اور رام کنور سے کہا کتاب لے آؤ، وہ کتاب حساب کی
لائے، عبدالغافر نے دیکھ کر کہا پانچ مہینے کا ہمارا کرایہ بقدر دو سو بیس کے واجب ہے وہ دیدیکھئے۔

یازدہم عبدالعزیز خاں کہتا ہے ”اس کے بعد گنیشی نے وہ کتاب ایک شخص کو جو گنیشی کے
لڑکے کو پڑھا رہا تھا بلا کر دکھائی، اس نے پڑھا، میرے کان تک آواز آئی ”یہ شخص وہی عبدالعزیز ہیں“
لیکن ان کا بیان ہے ”اس وقت آٹھ سات آدمی تھے ایک منظرہ اور عبدالغافر خاں مسلمان باقی ہندو“

توان کو وہاں عبدالعزیز خاں کے ہونے ہی سے انکار ہے۔

دوازدہم حیدر علی و عبدالرحیم ایک جلسے کے گواہ ہیں حیدر علی خاں کا بیان ہے "عبدالغافر چلے گئے اس کے گنیشی نے حساب کی کتاب مجھے دی اور کہا پڑھ کر سنا دیجئے کہ عبدالغافر خاں نے کیا لکھا ہے میں نے گنیشی سے پوچھا یہ کیسا روپیہ ہے کہاں مکان اور گودام رہن ہے اس کے سود کا ہے اس کے بعد میں چلا آیا چاولوں کے واسطے روپیہ دے کے۔ عبدالرحیم خاں کہتا ہے "عبدالغافر خاں جب چلے گئے گنیشی نے کتاب ایک آدمی کو جو ان کے پاس بیٹھا تھا دکھائی کہ اس میں کیا لکھا تھا اس نے سنایا پھر انھیں صاحب نے پوچھا یہ روپیہ کیسا عبدالغافر خاں کو دیا گنیشی نے کہا مکان اور گودام اور دکان رہن ہے اس کا کرایہ ہے اس پر اس شخص نے کہا کرایہ بہت ہوگا، گنیشی نے کہا للہ ما ہوار دیتا ہوں انھیں صاحب نے چلتے وقت گنیشی کو عہدے دے کے چاول بھجوا دینا، ان اختلافوں کو جانے دیجئے کہ اولاً حیدر علی نے دو چیزیں بتائیں مکان اور گودام، اور عبدالرحیم نے دکان بھی بڑھائی۔

ثانیاً گنیشی کا جواب حیدر علی نے یہ بتایا کہ سود کا ہے عبدالرحیم نے یہ کہ کرایہ ہے۔

ثالثاً ایسا ہی اختلاف یہ ہے کہ حیدر علی خاں کہتا ہے "گنیشی نے اپنے سپر سے کہا حساب کی بھی لے آؤ، وہ لے کر آیا اور عبدالغافر خاں کو دی، عبدالرحیم خاں کہتا ہے "گنیشی کو دی۔"

رابعاً حیدر علی خاں کہتا ہے "گنیشی نے کہا پہلے کتنی رقم آپ کے پاس پہنچی" عبدالغافر خاں نے کہا "تم للہ" اس پر گنیشی نے اپنے بیٹے سے کہا عبدالغافر خاں کو کرایہ کا روپیہ دو، کوٹھری سے لاکر مال لے دے دے، عبدالرحیم خاں اس کا عکس بیان کرتا ہے کہ مال لے دے دے، پھر گنیشی نے کہا اس سے پہلے رقم کس قدر گئی ہے، کہا "تم للہ"۔

خامساً تخالف شدید یہ ہے کہ عبدالرحیم کہتا ہے "اس شخص یعنی حیدر علی خاں نے کرایہ پوچھا، گنیشی نے للہ ما ہوار بتایا، حیدر علی خاں کہتا ہے "تعداد ماہواری کرایہ کی مجھے گنیشی نے نہیں بتائی۔"

سیزدهم محمد رضا خاں کہتا ہے "عبدالغافر خاں نے کتاب پر وصول ڈال دیا اور پڑھ کر سنایا کہ آخر مارچ شدہ تک کا کرایہ معرفت موچند کے وصول پایا، جس کا حاصل یہ کہ کرایہ کسی اور پر ہے اس نے موچند کے ہاتھ بھیجا لیکن کتاب یعنی رسید بھی کی عبارت یہ ہے "آخر مارچ شدہ تک کرایہ موچند سے وصول ہوا۔"

چاس دہم سب شاہد للہ ما ہوار کے حساب پر چلے ہیں جس کے فیصدی ۱۴/۱۱ پائی

ہوئے لیکن موقی شاہ کہتا ہے ”۱۴ کا سود بٹھرا تھا“ یہاں یا وجہ چہارم میں مجاز کا عذر کہ بقاعدہ رفع واسقاط موقی شاہ نے ۱۴ ایک پائی کم یا زائد کو مجاز ۱۴ کہا مقبول نہیں کہ شہادت میں مجاز نہیں لے سکتے۔
وجیز امام کروری جلد ۵ ص ۳۲۲ میں ہے :

الحکم لما اتصل بالشهادة و شرط فيها العلم مثل الشمس لم يتحمل فيها المجاز الذي يصح نفيه و اما الدعوى فاختصاص مجرد لا يتصل به الحكم فاقسم فيه لدفع المناقضة عند الافصاح بالتوفيق۔
حکم جب شہادت متصل ہو اور شہادت میں شرط ہے کہ واقعہ کا سورج کی طرح واضح علم ہو اور اس میں مجاز کا احتمال نہ ہو جس کی نفی کرنا پڑے لیکن دعویٰ تو وہ خالص خبر ہے جس میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تو اس میں وسعت ہے کہ تناقض کو ختم کرنے کے لئے موافقت کو ظاہر کیا جائے۔ (ت)

پانزدہم احمد خاں ولد میاں خاں اور عجبائب الدین خاں ایک جلسے کے گواہ ہیں احمد خاں مئی ۱۹۰۷ء کا واقعہ بتاتا ہے کہ عبد الغافر خاں نے کہا کہ آٹھ مہینے کا کرایہ چاہیے جس کے سماع سے ہوتے ہیں، گنیشی نے کہا اس سے پہلے کتنی رقم پہنچی، کہا سماع للعبس حسب رسید ہی و شہادت سید عبد العزیز اگست ۱۹۰۷ء تک تھی جب سے ختم اپریل ۱۹۰۷ء تک ۵ مہینے ہوئے ہیں تو اسی وقت تک کا کرایہ ہو لیکن عجبائب الدین خاں یہی شروع مئی ۱۹۰۷ء لکھا کہ کہتا ہے مولوی عبد الغافر خاں نے جواب دیا سماع للعبس اول پہنچی اور سماع۔ اب گنیشی نے پوچھا یہ سب کتنے ہوئے، عبد الغافر خاں نے کہا سماع للعبس بابت کرایہ کے ہمارے پاس پہنچی اکتوبر تک کا ”یہ اکتوبر ۱۹۰۷ء کا ہے تو ستمبر ۱۹۰۷ء سے اس تک دو ہی مہینے ہوئے اور ماہوار سماع بٹھرا اور ۱۹۰۷ء کا ہے تو چودہ مہینے ہوئے اور ماہوار کچھ اوپر بچیں ہی رہے۔
شانزدہم محمد رضا خاں و منظر حسین ایک جلسے کے گواہ ہیں وہ گنیشی کا کہنا یہ بتاتا ہے ”کل تم آنا تمہیں بھی روپیہ دوں گا“ یہ کہتا ہے ”کل ہم روپیہ پہنچا دیں گے“

ہفد ہسم نجن و حیدر حسین ایک جلسے کے گواہ ہیں نجن کہتا ہے کہ کتاب اس وقت نہیں ملتی کل آکر آپ روپیہ لے لیں، سید حیدر حسین کا بیان ہے عبد الغافر خاں سے گنیشی نے کہا

عہ خط کشیدہ عبارت اندازہ سے درست کی اصل میں پڑھی نہیں گئی۔

۱۔ فتاویٰ بزاز علی ہاشم فتاویٰ ہندیہ کتاب الدعویٰ نوع فی التناقض نورانی مکتب خانہ پشاور ۵/۲۲۲

کتاب تلاش کر کے میں روپیہ خود بھیج دوں گا یا آپ آکر لے جائیں۔ لیکن کہتا ہے عبد الغافر خاں نے کہا کاغذ پر آپ رسید لے لیں کل پکھری سے آؤں گا تو کتاب پر جب مل جائے گی دستخط کروں گا۔ حیدر حسین کا بیان ہے کہ کتاب کل میرے پاس بھیج دینا وصول لکھ دوں گا۔

ہم سید جلال احمد خاں ولد میاں خاں گنیشی کو کہتا ہے ”گورے چٹے تھے“ موقی شاہ کا بیان ہے ”گندمی رنگ تھا“ جب گواہوں کی حالت قابل اطمینان نہ ہو جیسی یہاں ہے تو اس قسم کے اختلافات پر بھی نظر کی جاتی ہے، محیط و ہندیہ میں ہے :

قال ابو یوسف اذا ساءت الریبة فظننت انهم شهود الزور افرقت بينهم واسألهم عن المواضع والشیاب ومن كان معهم فاذا اختلفوا فی ذلك فهذا عندی اختلاف ابطل به الشہادة۔
امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: جب شک کی بنا پر مجھے یہ گمان ہو کہ گواہ جھوٹے ہیں تو ان دونوں کو جدا کر کے ان سے جگہ اور لباس کے متعلق اور ان کے ساتھ موجود لوگوں کے متعلق سوال کروں گا اگر وہ ان امور میں اختلاف کریں تو میرے نزدیک یہ اختلاف ایسا ہے کہ میں شہادت کو باطل کر دوں گا۔

(تناقض شاہد) نو زد ہم محمد رضا خاں نے پہلے ”معرفت مولچند“ بتایا پھر کہا ”ص ۹ پر یہ عبارت لکھی تھی ”مولچند سے وصول ہوا“۔

بسم موقی شاہ نے للعلیہ ما ہوا بتایا پھر کہا ص ۱۳ اسود۔

بسم ویکم سید الطاف علی نے خود اپنی شہادت نقض کر دی رقوم سابق و لاحق و مجموعی بیان کر کے کہا ”میں نے اس کو نوٹ کر لیا تعداد رقم کی پرسوں میں نے دیکھی ہے اگر نہ دیکھتا تو اس وقت رقم کی شہادت نہ بیان کر سکتا“ شاہد کو جب شہادت یاد نہ ہو تو اپنی لکھی یادداشت کی بنیاد پر گواہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مطلقاً باطل ہے۔ متن تنویر میں ہے :

لا یشہد من ساءى خطہ ولعید کرہا۔ جس نے خط دیکھا اور اس کا مضمون یاد نہ ہو

تو وہ اس کی شہادت نہ دے۔ (د ت)

بزدوی وغیرہ نے اسی کو قول امام محمد بتایا تقویم میں اسی کو صحیح کہا، رد المحتار میں ہے ،

فی البزدوی الصغیر اذا استیقن انه خطه
وعلم انه لم یزد فیہ شیء بان کان
مخبواً عنده وعلم بدلیل آخر
انه لم یزد فیہ لکن لا یحفظ ما سمع
فعندهما لا یسعه ان یشہد ، وعند
ابی یوسف یسعه وما قاله ابو یوسف
هو المعمول به وقال فی التقریم قولہما
هو الصحیح ، جوہر تالیف

ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا وہی معمول بہ ہے اور تقریم میں فرمایا کہ طرفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کا قول صحیح ہے ، جوہرہ (ت)

قول امام ثانی پر اگرچہ فتویٰ دیا گیا مگر وہ اس صورت میں ہے کہ گواہ حاکم کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے
کہ اپنا لکھا دیکھ کر گواہی دے رہا ہوں اس اظہار کے بعد بالاتفاق اس کی شہادت مقبول نہیں۔
بحر الرائق و طحاوی علی الدر المختار و عالمگیری میں ہے :

ثم الشاہد اذا اعتمد علی خطہ علی
القول المفتی بہ و شہد
فللقاضی ان یسألہ هل شہد عن علم
او عن خط ان قال عن علم قبلہ وان
قال عن الخط لا یستلزم (ملخصاً)
قبول کرے ، اور اگر وہ کہے کہ خط کی بنا پر دے رہا ہوں تو قبول نہ کرے (ملخصاً)۔ (ت)

تنبیہ : یہاں جو فقہ سادہ اظہار محمد رضا خاں ، مظہر حسین آئیں ان میں اظہار محمد رضا

۳۷۵/۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشہادات	لہ رد المختار
۲۳۶/۳	دار المعرفۃ بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	لہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۷۲/۷	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	دار المعرفۃ بیروت	بحر الرائق
۴۵۶/۳	نورانی مکتب خانہ پشاور	باب الثانی	فتاویٰ ہندیہ

خاں میں سابقہ پہنچی ہوئی رقم اعاماً للعلیہ لکھی ہے اور لدالہ سال کی ملاکرہ سادہ یہ دعویٰ و دیگر شہادات و رسید بھی سب کے خلاف ہے اور اظہار مظہر حسین میں اولاً رقم سابقہ اعاماً للعلیہ اور چند سطر کے بعد اعاماً للعلیہ ہے یہ تناقص ہے اگر ان رقوم میں غلطی نقلی ہو تو یہ تین وجہیں اختلاف دعویٰ و شہادت و اختلاف شاہدین و تناقص شاہدین اور اضافہ ہوں گی۔

بست و دوم (حالت گواہان) (۱) موتی شاہ (۲) غفران اقراری سزایافتہ ہیں (۳) عجبائب الدین خاں پتنگ ساز پتنگ فروش گواہی پیشہ ہے (۴) حیدر علی خاں گواہی پیشہ ہے (۵) احمد خاں ولد میاں خاں باجر فروش ہے (۶) محمد رضا خاں (۷) مظہر حسین بنیوں کے یہاں سود کے تقاضے اور وصول کر کے لانے پر کم درجے کے نوکر ہیں (۸) عبدالعزیز خاں ثنائی نویس ہیں، اور صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہے،

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت اکل الربا و مؤکلہ و کاتبہ و شاہدیہ فرمائی سود کھانے والے اور کھلانے والے اور وقال ہم سوا علیہ اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں

پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (د ت)

(۹) ولی خاں (۱۰) عبدالرحیم خاں (۱۱) اشرف علی خاں (۱۲) محمد بشیر (۱۳) مظہر حسین (۱۴) نجف علی خاں سب جاہل و ناخواندہ ہیں بلکہ اظہر یہ کہ ان میں اکثر یا سب اپنے ضروری فرائض سے آگاہ نہ ہوں اور جو اس قدر بھی فقہ نہ سیکھے اس کی شہادت مردود ہے۔ مجتبے شرح قدوری و نہر الفائق و درمختار باب التعزیر میں ہے :

من ترك الاشتغال بالفقه لا تقبل شہادته والمراد ما يجب علیہ جس نے فقہ سے مشغولیت ختم کر دی اس کی شہادت مقبول نہیں یعنی جس نے واجبی حد تک فقہ سے تعلیم نہ لی

(۱۵) سید الطاف علی (۱۶) عبدالرحیم خاں (۱۷) نجف (۱۸) اشرف علی خاں (۱۹) مظہر حسین (۲۰) نجف علی خاں (۲۱) وزیر خاں سب بلا سمن کچہری کے ناخواندہ مہمان ہیں عرف حال میں اہل حیثیت

اسے بے عزتی سمجھتے ہیں (۲۲) ولی خاں درگاداس کے یہاں چار روپے کا ملازم ہے (۲۳) عبدالحق خاں ایک چراسی ہے۔ (۲۴) محمد بشیر ایک مذکور سی (۲۵) اشرف علی خاں (۲۶) نجف علی خاں دونوں گاڑی بان (۲۷) احمد خاں ولد عبد الغنی خاں ۶ روپے کا فیلبان (۲۸) وزیر خاں یہ بھی ہاتھی بان ہے (۲۹ و ۳۰) جہاں یہ دونوں فیلبانی پر نوکر ہیں اس کا رخانے کا تحریکدار مدعی ہے اور وہی انھیں تنخواہ دیتا ہے۔

(تحریری صدق) ایسی جگہ تحریری صدق لازم تھی اس کی حالت سخت عجیب ہے مدعیوں نے پیش خویش ایک نہایت مرتب منتظم سلسلہ وصول کرایہ پر شہادتوں کا مسلسل کیا کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۷ء سے چار برس ۷ ماہ تک تو گنیشی ایسا خوش دھند رہا کہ مہینے کے مہینے للہ سے دیتا رہا بلکہ بکال فیاضی نومبر ۱۹۰۷ء میں دوہرے دئے یہاں تک وصول اقرار عبد الغفار خاں سے رکھا آگے گنیشی کی یہ حالت ہے کہ تین تین برس گزر جائیں ایک پیسہ بے تقاضا نہیں دیتا مگر ہر تقاضے پر اگرچہ ہزاروں کا مطالبہ ہو روپیہ برابر تیار رکھتا ہے کبھی یہ نہیں کہتا کہ آج اتنی کمی ہے کل پوری کر دوں گا پھر روپیہ تیار ہے تو مہینوں برسوں رکھ کیوں چھوڑتا ہے اور عبد الغفار خاں کو برسوں ماہ ماہ لیتا رہا اب مدت تک کیوں ساکت رہتا ہے اس کی حکمت وہ دونوں جانتے ہوں گے، پھر ہر تقاضے پر گنیشی کے مسلمان بیٹے ہوتے ہیں نہ نوکر جن کا ہزار بار ہونا معتبر نہیں کہ نوکر کی کوئی سُننا ہے بلکہ اجنبی اگرچہ وہ جو نہ کبھی پہلے گئے نہ بعد کو۔ یہ اس لئے کہ مسلم پر کافر کی شہادت مقبول نہیں، پھر کئی دفعہ اس وقت دو سے کم مسلمان حاضر نہیں ہوتے کہ نصاب کامل رہے اور وہ ہر بار پہلے سے جا بیٹھتے ہیں یا عبد الغفار خاں کے ساتھ کہ سرے سے گفتگو سنیں اور ہر بار عبد الغفار خاں کو اٹھا کر اٹھتے ہیں کہ پوری گفتگو کے شاہد رہیں برسوں کے متفرق جلسے میں کبھی اس انتظام میں فرق نہیں آیا، اب دنیا بھر کا قاعدہ ہے کہ جس حساب کے لئے کتاب موجود ہے اس پر رقم کا وصول دائر کے ہاتھ کا لکھا ہوا دستخط کیا ہوا ہے اس میں ماضی کا اطمینان کافی ہے اسے دہرانے کی کیا حاجت، اب جو دینا ہوا اگر معلوم نہیں اس کا پوچھنا اور دے کر رسید لینا ہی ہوتا ہے مگر گنیشی ہر مطالبہ پر پوچھتا ہے کہ پہلے کتنا پہنچا رستم مال دے کر پھر پوچھتا ہے اب تک کل کتنا ہوا یہ اس لئے کہ ہر بار کے حاضرین کے رقم حال کے شاہد معاینہ ہوں گے ہر رقم سابق کے شاہد اقرار ہو جائیں، پھر مجموعہ پوچھنے کی بھی حاجت ہے کہ رستم حال پر بھی اقرار ہو جائے، یوں ہر رقم سابق و سابق بر سابق سب کا ہر بار اقرار ہوتا رہا

عہ خط کشیدہ جملے اندازے سے بنائے گئے کہ جلد بندی میں کٹ گئے تھے۔ عبد المنان

کہ افروں کا سلسلہ منظم رہے اور ہر رقم حال پر معائنہ بھی اقرار بھی اور مال للعب رقم اخیر کے سوا سب کی گواہ رسید بھی بھی، پھر تحریر رسید بھی پڑھو اگر سننا بعید نہیں، جاہل ناخواندہ کو ایسا ہی چاہئے کہ نوشتہ دائن پر اطمینان ہو مگر ہوشیار دنیا کسی اپنے قریب یا نوکر یا دوست ہندو پر اعتماد نہیں کرتا التزام کے ساتھ مسلمان ہی سے پڑھواتا ہے اگرچہ اس سے شناسائی نہ ہو یہ اُسی شہادت علی المسلم کے لئے ہے، پھر یہ حضرات اگرچہ اپنے ذاتی معاملات اگرچہ بہت قریب کے بالکل بھولے ہوئے ہوں ہر بات کا جواب یاد نہیں سے ہو سکی اس اصول کا معاملہ مدت تک پورا یاد رکھتے ہیں سابق کی رقم الگ حال کی الگ، مجموعہ کی الگ، وقت الگ۔ پھر جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ روپیہ کیسا دیا اور بنیا سود بتاتا ہے یہ سوال جواب عبد الغافر خاں کے چلے جانے کے بعد ہی ہوتا ہے کسی نے اس کے سامنے نہ پوچھا یہ اس لئے کہ سامنے میں اگر عبد الغافر خاں اس کا رد کرتا بات بگڑتی اور اگر قبول کرتا یا ساکت رہتا کہ وہ بھی قبول ہے تو اس کا خلاف ہوتا کہ تحفظ شان علم کے لئے اخفا چاہا، اہل انصاف دیکھیں ایسی ہوشیاری کے ساتھ سلسلہ ایک سلک میں منسلک کی جوتی ترتیب وار گواہیاں کبھی سنی ہیں جن کی لائن چہر اسی، مذکور، فیلیان، گاڑی بان، باجرہ فروش، کنکیا ساز، محصلان سود، بیٹوں کے خدمتی، چار چار چھ روپے کے نوکر جاہل ناخواندے مل کر اس خوبصورتی سے بنا رہے ہیں اس سے بڑھ کر تحری صدق اور کیا ہوگا اور اس پر پوری رجحانی اس نے کردی کہ رقومات میں جو اغلاط مدعیوں سے واقع ہوئے سب گواہ اسی ڈگر پر چلے میں غلطی کے لئے کوئی معیار نہیں ہوتا مدعیوں سے غلطیاں ہوتی تھیں اور بالفرض سب شاید بھی غلطی کرتے تو جدا جدا اغلاط ہوتے، کسی نے کہیں غلطی کی کسی نے کہیں، یہاں یہ نہیں بلکہ وہی غلطیاں انھیں مواقع پر ہیں جس کے ظاہر کسب ایک سانچے کے ڈھلے ہوئے ہیں، لطف یہ کہ پانچ ہزار کب کے ادا ہو چکے اس کے بعد بنیا برسوں نئی رقمیں خوشی خوشی دے رہا ہے یہاں تک کہ اعلام تقریباً تین ہزار روپے زیادہ پہنچاتا ہے ستمبر ۱۹۸۷ تک ہی پانچ ہزار سے ماحصہ زیادہ جا چکے تھے ذرا اصل سے ایک جہہ باقی نہ رہا تھا مگر جنوری ۱۹۸۷ میں ایک ہزار منجملہ ذرا اصل بھیجتا ہے مگر اسے معلوم نہ تھا کہ نشان یکم کے نام اور مولچند کے کرایہ کی آڑ میں فرضی ہیں میرا اصل معاملہ عبد الغافر خاں سے ہے وہ سود لے رہے ہیں اور سود نا جائز ہے جو دیا جائے رستم اصل میں مجرا ہونا لازم ہے اب میں کاہے کے ہزار بھیجتا ہوں اور ان کو بھی منجملہ کہتا ہوں اور کاہے پر اور رقمیں دے چلا جاتا ہوں اگر مدعیوں اور گواہوں کے بیان سچ ہوتے تو ضرور پانچ ہزار پہنچتے ہی بنیا ہاتھ روک لیتا نہ عادلہ نہ مانا تو کچھریوں کے دروازے کھلے تھے جو نالش اب ہوئی وہی کرتا اور دستاویزیں واپس لیتا اور ایک پیسہ زیادہ نہ دیتا مگر وہ عمر بھر غفلت میں لٹا رہتا اور حکم آئے کہ پھر اگر نہ تو اندر تمام کندیہ تمام تحقیقین تحقیقین پچھلی مت میں اپنے بیٹوں کے لئے چھوڑ جاتا ہے

جو یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ان کا باپ احمق تھا عقل ان کو ہے، یہ ہے دعویٰ اور یہ ہیں گواہیاں۔

تجویز و فیصلہ

اس کی نسبت کچھ کہنے کی حاجت نہیں اوکلا سرے سے دعویٰ ہی صحیح نہیں، اور جب دعویٰ صحیح نہ ہو تو مدعا علیہ سے جواب بھی نہیں لیا جاتا، نہ کوئی کارروائی چلے، شہادتیں گزریں اور غیر صحیح دعویٰ کی ڈگری ہو یہ سراسر باطل ہے۔ درمختار میں ہے :

يسأل القاضي المدعى عليه عن الدعوى
بعد صحته والا تصدّر صحيحة لا يسأل به
صحت دعوى کے بعد قاضی مدعا علیہ سے پوچھے
اور اگر دعویٰ صحیح نہیں تو مدعا علیہ سے کچھ
نہ پوچھے۔ (ت)

ثانیاً گواہیاں باطل ہیں اور مدعا علیہ کا اقرار یا نکول نہ ہونا بدیہی تو قضا کی راہ مسدود اور حکم باطل ہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں و الاشباہ والنظائر میں ہے،
القاضي لا يقضي الا بالحجة وهي البينة
او الاقرار والنكول
قاضی صرف حجت و دلیل کی بنا پر فیصلہ دے سکتا
ہے اور حجت تین چیزیں ہیں، گواہی، اقرار اور
قسم سے انکار۔ (ت)

باینہم اجمالاً دو ایک حرف اس کے متعلق بھی لکھنا مناسب کہ تفصیل ایک مستقل رسالہ ہوگی، دو وجہیں یہ ہوتیں۔

نہ سوہ تنفیخ ۱ کو بر بنائے شہادت موتی شاہ و وزیر خاں بچی مدعیان ثابت ماننا صراحتاً باطل ہے، رَوّ شہادات میں اس کا بیان مفصل گزرا۔

چہما سرہ تنفیخ ۲ و ۳ کی نسبت تجویز کو خود اقرار ہے کہ شہادت سے اس کا ثبوت ناممکن ہے پھر محض بن بنا پر کہ مدعا علیہ مسلمان معزز ذی علم ہے ان کو بچی مدعیان مان لینا سراسر خلاف انصاف ہے یوں تو اہل علم و معززین پر کفار و فجار کے دعویٰ سود ہمیشہ بے شہادت مسموع ہو جائیں گے زید کو ہزاروں روپے دے دیں اور خالد مسلمان ذی علم پر دعویٰ کر دیں کہ زید اس کا علاقہ دار ہے اصل میں سود خالد نے لیا اور مسلم و

عالم ہونے کے سبب نام دوسرے کا کیا۔

پنجم رسید بھی خود ہی ثابت نہیں،
اولاً آئندہ اس کی تصریح کی جائے گی۔

ثانیاً اس کے اختراعی ہونے پر ایک واضح قرینہ نمبر سکہ میں دوبار للعلیہ کا اقرار ہے
رسید بھی میں مذکور نہیں کہ یکس مہینے کا مطالبہ ہے کسی مہینے میں وصول ہونا اسی مہینے کے مطالبہ ہونے
پر دلیل نہیں پہلے کا بھی ہوتا ہے پیشگی بھی ہوتا ہے اگر یہ رسیدات عبدالغفر خاں کی ہوتیں یوں مبہم و
مجل مکرر نہ ہوتیں۔

ثالثاً رسید بھی انھیں اغلاط پر مرتب ہوئی ہے جو مدعیوں نے دعوے میں کیں جن کا بیان
وجہ ابطال دعویٰ میں گزرا اگر رسیدات واقعی ہوتیں حساب صحیح پر ہوتیں، اور بالقرض اگر مسلم ہو تو رقم وجہ
ہفتم عام میں ثابت کر چکے کہ مطالبہ زوجہ کو شوہر کا اپنے دستخط سے وصول کرنا بیجا نہیں۔
ششم ایک ہزار کی رقم منجملہ ذراصل کو عبدالغفر خاں کا وصول کرنا ماننا اور اس کی ڈگری
نہ دینا تجویز کا صریح تناقض ہے اگر پہنچنا ثابت ہے تو حقدار کو حق سے محروم کرنا کارِ قضا نہیں قاضی
اس لئے مقرر ہوتا ہے کہ حقدار کو حق دلائے، نہ اس لئے کہ حق مانے اور محروم کر دے، اور اگر ثابت
نہیں تو اس کے وصول کرنے سے استدلال کیا معنی۔

ہفتم رسیدات پر دستخط کرنے اور ہزار کی رقم خود وصول کرنے کو تنقیحات ۲ و ۳ کے حاصل
کا مثبت ماننا لٹی منطقی ہے بلکہ یہ ان کا صریح رد ہے کہ اس میں اس امر تنبیہ کی اپنی نسبت اعلان ہے
جس کا اخفاء چاہا تھا اگر واقعی یہ سود کی رقمیں ہوتیں عبدالغفر خاں جس طرح دستاویز میں الگ رہا
ان وصولوں میں بھی خود نہ پڑنا مسماۃ کے بھائی وغیرہ کسی اور کا پردہ رکھتا۔ کیا فقط دستاویز میں نام
ہونے سے اعلان ہوتا ہے جس پر گواہان حاشیہ یا اہل رجسٹری ہی واقف ہوتے اور یہ ساہا سال
تک بار بار علانیہ بر ملا مسلمانوں ہندوؤں سب کے سامنے وصول کرنا باعث اعلان نہیں، کیا گواہ نہیں
کہہ رہے ہیں کہ وہ اور دیکھنے والے ہندو تک متعجب ہوئے کہ یہ مسلمان ہو کر کیونکر سود لیتے ہیں نوٹ
کرنے والوں نے اسے نوٹ کیا مولویوں سے مسئلہ پوچھا ہاتھیوں پر بیٹھ کر تذکرہ کیا خود ایک ہندو نے
اپنے نوٹ سے نوٹ کرنے کو کہا اور ان سب سے زائد موتی شاہ و وزیر خاں کی شہادتیں ہیں کہ علانیہ سود کی
گفتگو مول تول کرنا بتاتے ہیں موتی شاہ کہتا ہے ”فریقین کی گفتگو میں آدمی ہندو مسلمان بہت تھے“
وزیر خاں کہتا ہے ”مسلمان زائد تھے ہندو کم تھے“ موتی شاہ کہتا ہے ”وقت گفتگو دن کے دس بجے“

کا تھا، اس واقعہ کے یاد رکھنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ۱۴ کا سود ٹھہرا تھا حالانکہ مسلمان کبھی سود نہیں لیتے ہیں جو ایسا بیک ہو اُسے اخفا کیا معنی، لہذا یہ تمام بیانات تصنیف شدہ ہیں۔

ہشتم تنقیح ۴ کے متعلق جن شہادتوں اور ان کے بالترتیب بیانونوں سے استدلال کیا ان کے بکثرت ابطال مباحث سابقہ میں گزرے حاجتِ اعادہ نہیں، اس تنقیح کا ایک حرف بھی بحق مدعیان ثابت نہیں مگر غنیمت ہے کہ تجویز نے ان تمام شہادتوں کو خود ہی ناکافی مانا کہ ”اس رقم اقراری کے ایصال کو بوجہ تائید شہادت تحریری کے میں ثابت قرار دیتا ہوں“ یعنی وہ نہ ہوتی تو میں ان گواہیوں کو نہ مانتا معلوم ہوا کہ سب گواہیاں ناکافی ہیں، شہادت تحریری کیا ہے، وہی رسید بھی جس کی ردی حالت اوپر گزری اور پوری تفصیل بعونہ تعالیٰ آگے آتی ہے تو مؤید رہا نہ مؤید اور ثبوت تنقیح باطل و مسترد۔

نہم ذی علم مجوز نے مدعیوں اور شاہدوں اور رسید بھی جن کے کاذب ہونے کی ایک اور دلیل ظاہر کی جو ہمارے خیال میں بھی نہ سختی فرمایا ”منجملہ رقم مودی بنام کرایہ ماحصلہ کی ایسی رقم ہے جس کے متعلق مدعیان نے کوئی رسید پیش نہ کی، اور تحریر کرتے ہیں کہ مدعا علیہ نے براہ بدیتی اس رقم کی رسیدات نہ دیں جو کتاب رسیدات مدعیان نے پیش کی اس میں سوائے رقم ماحصلہ کے باقی رقوم درج ہیں“ لیکن مدعیان و گواہان و رسید بھی صرف اخیر، ماہ کی رقم ماحصلہ کی رسید نہ دینی بتاتے ہیں تو بیان ذی علم مجوز کے مقابل سب جھوٹے ہیں، یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ تجویز کس اعلیٰ درجہ بیداری مغزی پر ہے جس نے ان سب کے ایسے اغلاط پر مفید روشنی ڈالی۔

دہم رسیدات جن پر بلفظ عبد الغافر خاں دستخط ہیں ان کے نوشتہ بعد الغافر ہونے کا یہ ثبوت کہ اتنے گواہوں نے ان دستخطوں کا خط پہچانا اور اتنے کاغذات کچھری کے دستخطوں سے دستخط ملے لہذا یقیناً مدعا علیہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں، محض خلاف شرع باطل ہے کتب مذہب میں تصریحات قاہرہ ہیں کہ خط مشابہ خط ہوتا ہے اور بن سکتا ہے اور یہ کہ اس پر اعتماد جاتا تو نہیں اور یہ کہ قاضی اس پر فیصلہ نہیں دے سکتا۔ بنانے والوں کا جسے تجربہ ہو اور وہ جانتا ہے کہ ایسا بنا لیتے ہیں کہ خود صاحب خط کو دیکھ کر اشتباہ ہو جاتا ہے اور وہ تمیز نہیں کر سکتا کہ میرا لکھا ہے یا دوسرے کا، پھر اوروں کی شناخت کیا چیز ہے۔ ہدایہ میں ہے: الخط یثبہ الخط فلا یعتبر (خط ایک دوسرے سے خط کشیدہ لفظ اندازہ سے بنایا گیا۔

کے مشابہ ہوتا ہے لہذا معتبر نہیں۔ (ت) فتح القدر میں ہے :

الخط لا ينطق وهو متشابه لخط
ورغم أن في الخط لا يعمل بالخط (خط پر عمل نہ ہوگا۔ ت) فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے :
لا يصلح حجة لان الخط يشبه الخط
چونکہ خط ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے وہ
حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (ت)

نیز خانیہ میں ہے :

اخرج المدعى خطا باقر ابر المدعى عليه
بذلك فانكر ان يكون خطه فاستكتب
وكان بين الخطين مشابهة ظاهرة
لا يقضى به هو الصحيح
مدعی نے مدعا علیہ کے اقرار کا خط پیش کیا تو
مدعا علیہ نے اپنا خط ہونے سے انکار کر دیا تو قاضی
مدعا علیہ سے تحریر لکھوائے اور دونوں تحریروں میں
واضح مشابہت پائی جائے اس کے باوجود صحیح یہ ہے
کہ قاضی اس خط پر فیصلہ نہ دے۔ (ت)

اشباه والنظائر میں ہے :

لا يعتمد على الخط ولا يعمل به
كافي شرح وافي میں ہے :
الخط يشبه الخط وقد يزور ويفتعل
خط پر نہ اعتماد کیا جائے نہ عمل۔ (ت)
خط ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے اور جھوٹا اور
جعلی ہوتا ہے۔ (ت)

یعنی علی الکفر میں ہے :

الخط يشبه الخط فلا يلزم حجة لانه
خط چونکہ ایک دوسرے کے مشابہ اور من گھڑت

لے فتح القدر

۸۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	۱۰ کتاب القضاہ باب کتاب القاضی الی القاضی
۷۲/۴	نوکلشور لکھنؤ	۱۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف الخ
۲۶۶/۴	"	۱۲ " " کتاب الدعوی والبينات باب الدعوی
۳۳۸/۱	ادارۃ القرآن کراچی	۱۳ الاشباہ والنظائر الفن الثاني کتاب القضاہ الخ
		۱۴ کافي شرح وافي

يحتمل التزوير له

ہوسکتا ہے لہذا حجت ہونا لازم نہ آئے گا۔ (ت)

مجمع الانهر شرح ملتی الاجر میں ہے،

الكتاب قد يزور ويفتعل والخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم، مختصراً۔

مکتوب کبھی جھوٹا اور جعلی ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ ہوتا ہے اور مہر ایک دوسرے کے مشابہ ہوتی ہے، مختصراً (ت)

تظہیر و شرح الاشباہ للعلامة البیری ورد المحتار میں ہے،

لا يقضى القاضى بذلك عند المنازعة لان الخط مما يزور ويفتعل يه

فتاویٰ امام ظہیر الدین مرغینانی و غزالیون میں ہے،

العلة في عدم العمل بالخط كونه مما يزور ويفتعل اع من شأنه ذلك وكونه من شأنه ذلك يقتضى عدم العمل به وعدم الاعتماد عليه وان لم يكن في نفس الامر كما هو ظاهر يه

یائثر دھم جن پر بلفظ دولھا خاں دستخط ہیں اور اکثر وہی ہیں ۶۳ رسیدوں میں صرف ۴ پر عبدالغافر خاں ہے اور ۵۹ پر دولھا خاں، ان کی نسبت اتنا بھی نہیں پہچاننے والوں نے شان خط پر گواہی دی یا کسی کاغذ کچھری پر یہ دستخط ملے یہاں صرف اس قدر سے کام لیا گیا کہ اس کی شان شان دستخط سابق سے ملتی ہے یعنی ظن در ظن قیاس در قیاس اور اس پر حکم یہ کہ ”دستخط یقیناً مدعا علیہ کے ہیں“ انا للہ وانا الیہ راجعون ۵

- ۱۔ رمز الحقائق فی شرح کنز الدقائق کتاب الشهادات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۸/۲
 ۲۔ مجمع الانهر شرح ملتی الاجر کتاب القضاہ فصل فی کتاب القاضی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۵-۱۶۶/۲
 ۳۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشهادات ابواب الثالث والعشرون نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۱/۳
 ۴۔ رد المحتار بحوالہ البیری کتاب القضاہ باب کتاب القاضی دار احیاء التراث العربی بیروت ۳۵۲/۲
 ۵۔ غزالیون البصائر بحوالہ الفتاویٰ التظہیریہ مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی ادارة القرآن کراچی ۱/۳۳۹

دوازدھم یہ کمی کہ مدعا علیہ کا نام تو عبد الغافر خاں ہے اور ان میں دولہا خاں، اسے یوں پورا فرمایا کہ "اکثر شہادتوں سے ثابت کہ مدعا علیہ کا عرف دولہا خاں بھی ہے" شہادتوں کا ردی حال اوپر گزرا اگر ان کے علاوہ اور شہادتیں مراد ہیں تو اسنوں نے یہ شہادت دی کہ عبد الغافر خاں کو دولہا خاں بھی کہتے ہیں یا یہ کہ دولہا خاں جہاں لکھا اس سے یہی عبد الغافر خاں مراد ہیں، اور اگر یہی شہادتیں مراد تو سخت عجب۔ شہادتوں پر اعتماد تو بذریعہ شہادت تحریری یعنی رسیدات مذکورہ ہوا، اب ان رسیدات پر اعتماد ان شہادتوں سے ہو کھلا دور ہے۔

سیزدھم منجملہ زراصل ایک ہزار کا عبد الغافر خاں کو پہنچنا ولی خاں وغیرہ ان کی شہادتوں سے (جن کا حال اوپر گزرا) ثابت ماننا اور رسید و رقعہ یقیناً تحریر عبد الغافر خاں جاننا مگر اس بنا پر کہ رقعہ بے رجسٹری ہے لہذا بموجب فلاں دفعہ قانون رجسٹری ریاست ثبوت میں لینے کے قابل نہیں اس کی ڈگری نہ دینا سخت عجب ہے بحکم دفعہ رقعہ ثبوت میں لیا جاننا نہ سہی شہادتوں کا ثبوت کدھر گیا اگر شہادتیں قابل قبول نہ تھیں ان سے ثبوت ماننا کیا معنی، اور مقبول تھیں تو ان پر عمل نہ کرنا یعنی چہ، یہ شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف ہے، ہاں یوں کہنا تھا کہ شہادتیں ان وجہ سے (کہ ہم نے فتویٰ میں بیان کیں) باطل ہیں اور کوئی رقعہ بے شہادت نہیں لیا جاسکتا خصوصاً اس میں نقص قانونی بھی ہے لہذا ہزار کا پہنچنا اصلاً ثابت نہیں تو بات صحیح ہوتی۔

چاردھم تنقیح ۵ خود فیصلہ نے بجی تدعیان ثابت نہ مانی، تنقیح ۲ کو تین دلیلوں سے ثابت گمان کیا جن میں دو بے علاقہ محض ہیں اور ایک باطل، اول بیع و فاعلم رہن میں ہے اور مرہوں کا کرایہ اور دیگر محاصل حق راہن اور قابل مجرائی ہزار رہن ہے، حکم شرع یہ ہے کہ مرہن بے اجازت راہن شخص ثالث کو کرایہ دے تو کرائے کا مالک مرہن ہے ہرگز وہ ملک راہن نہیں، ہاں اس کے حق میں غلبہ ہے تصدق کر دے یا راہن کو دے دے اگر حق راہن ہوتا تصدق کا حکم کیونکر ہو سکتا۔ فتاویٰ قاضیخان و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے :

ان اجرا المرتھن من اجنبی و کانت الاجارت
بغیر اذن الراہن یکون الاجر للمرتھن
یتصدق بہ (ملخصاً)

رہن لینے والے نے مکان کو رہن رکھنے والے کی
اجازت کے بغیر کسی تیسرے شخص کو کرایہ پر دے دیا
تو اجرت و کرایہ مرہن (رہن لینے والے) کا ہوگا اور
اس کو صدقہ کر دے گا (ملخصاً)۔ (دست)

لے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ قاضیخان کتاب الرهن الباب الثامن نورانی کتب خانہ پشاور ۲۶۴/۵

وجہ کروری وحموی علی الاشباہ میں ہے :

أجر المتهن الرهن من اجنبی بلا اجازة
الرهن فالغلة للمتهن ویصدق بها
عند الامام ومحمد كالمغصب یتصدق
بالغلة او یردها علی المالك اه قلت اى
ویطیب له لانه نعاء ملكه اخص الطرفين
لانها تطیب للمتهن عند الامام الشافى
مرضى الله تعالى عنهم فلا یتصدق بشئ -

کسی رہن چیز کو مرہن نے راہن کی اجازت کے
بغیر اجنبی شخص کو کرایہ پر دے دیا تو کرایہ کی آمدن
مرہن کی ہوگی اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد
رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اسے صدقہ کر دے گا
جیسا کہ غاصب مغصوبہ چیز کی آمدن کو صدقہ کرتا ہے
یا مالک کو واپس ادا کرتا ہے اھ، میں کہتا ہوں
یہ آمدن مالک کے لئے طیب ہے کیونکہ اس کی

ملکیت کی آمدن ہے مصنف نے طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کا خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا ہے کہ امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آمدن مرہن کے لئے طیب ہے لہذا صدقہ نہ کرے (ت)
یہاں اگر ہے تو یہی صورت ہے اس میں زر کرایہ اصل میں مجرا کرنے کا حکم ایسا ہے کہ زید نے
عمرو سے پانچزار قرض لئے عمرو نے شخص ثالث جو سے کچھ ناجائز رقمیں حاصل کیں اب زید کے میرا قرض
ادا ہو گیا کیونکہ تو ایک راہ چلنے سے ناجائز رقم لئے چکا، کیا اس میں زید کو غبنوں نہ کہا جائے گا، اگر یہ
وجہ اول اس صورت کو شامل تو حکم یقیناً باطل، اور اگر یہ مراد کہ یہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا وہ
مالک اجرت ہوا اور لی مرہن نے، تو زر اصل میں محسوب ہونی چاہئے، تو یہ وجہ نہ رہی بلکہ وجہ دوم
ہوگئی، وجہ دوم یہی ہے کہ اجارہ باذن راہن تھا لہذا "رہن باطل اور کرایہ لائق مجرائی، یہ انھیں
شہادات باطلہ اشرف علی وغیرہ پر مبنی ہے جن کے وجوہ بطلان روشن ہو گئیں اور جن کو خود مجوز نے
ناکافی جانا جیسا کہ ابھی رد ۱۳ میں گزرا۔ سو ہم یہ کہ قبضہ مرہن ثابت نہیں، اس کی بحث ابھی آتی
ہے، قبضہ یقیناً ثابت ہے، اور بالفرض نہ سہی تو اس سے کرایہ اصل میں کیوں مجرا ہونے لگا،
غایت یہ کہ یہ غاصب ہو اور غاصب کہ مغصوب کو کرایہ پر دے مالک کرایہ خود غاصب ہو گا نہ کہ
مغصوب منہ جیسا کہ ابھی گزرا، یا اجارہ باذن راہن ثابت ہونا درکار تھا تو یہ بھی وجہ دوم ہے کہ
باطل ہے، بالجملة اصل کوئی تیقح بحق مدعیان ثبوت کا نام بھی نہیں رکھتی۔

پانزدہم تیقح، بلاشبہ بحق مدعیان ثبوت ہے جس کا بیان ابطال دعویٰ کی وجہ اول

میں گزرا۔

شانزدہم تنقیح ۸ قابل بحث نہیں، نہ اس کا ثبوت شرعاً کچھ نافع مدعا علیہ تھا نہ عدم ثبوت کچھ مضر، تنقیح ۱۰ وہ قطعاً بحثی مدعا علیہ ایسے قطعی ثبوت سے ثابت ہے کہ ہلکے ہل نہیں سکتا تجویز میں اس پر ایک طویل بحث ہے کہ قبضہ مرتہنہ اس کی شہادتوں سے ثابت نہیں مگر یہ بحث محض بیہودہ و دور از کار ہے شہادتوں سے قبضہ مرتہنہ کا ثبوت نہ سہی بلکہ یہ فرض کر لیجئے کہ شہادتوں سے راہن کا مرتے دم تک ان مکانوں پر قبضہ رہنا ثابت ہو جب بھی قبضہ مرتہنہ یقیناً ثابت ہے اور وراثۃ راہن کا اس سے انکار مسموح نہیں وہ قبضہ راہن عاریۃً باجائز مرتہنہ سمجھا جائیگا جو ہرگز رہن میں عمل نہیں، وجہ یہ کہ گنیشی صراحتہً بیعنا میں اقرار کرتا ہے کہ بدست نشان یکم بیع کیا میں نے، اور ذرمن تمام و کمال بعد صحت عقد بیع ایجاب و قبول طرفین کے مجھ بائع نے مشتری مذکورہ سے وصول پا کر قبضہ و دخل مشتری کا بلیعہ مذکورہ پر کرادیا اور قبضہ ملکیت اپنی سے خارج کر لیا اور مشتری نے باوا کے کل ذرمن مجھ بائع سے قبضہ مانگا نہ اپنا بلیعہ مذکورہ پر کر لیا، بعد اس اقرار قطعی کے قبضہ مرتہنہ میں کلام کی گنجائش نہ رہی، نہ اسے کوئی شہادت دینے کی اصلاً حاجت، نہ شہادت سے ثابت نہ ہوتا اسے کچھ مضر، بلکہ قبضہ راہن ثابت ہو تو وہ بھی منجانب مرتہنہ ہے۔ جواہر الفتاویٰ امام کرمانی و عقود الدریۃ علامہ شامی یس ہے:

مرہن داسرہ و اعترف بالقبض الا انہ لم یتصل بہ القبض فاذا تصادقا علی القبض والا قباض یؤخذ باقرارہ ۱۱
کسی نے اپنا مکان رہن رکھا اور مرتہن کے قبضہ کا اعتراف کیا لیکن عملاً مرتہن کا قبضہ نہ ہوا تو دونوں نے جب قبضہ لینے اور دینے پر اتفاق کر لیا تو اب راہن کے اقرار کو کیا جائیگا۔ (ت)

نیز ہر دو کتاب مذکور میں ہے:

مرجل مرہن داسرہ والمرہن متصرف فیہ حتی مات ثم اختلف المرتہن و وراثۃ المرہن انہ کانت مقبوضا امر لا فائت اقام المرتہن البیدۃ علی اقرار المرہن بالمرہن و
ایک شخص نے اپنا مکان رہن رکھا اور خود راہن ہی اپنی موت تک اس میں تصرف کرتا رہا پھر مرتہن اور راہن کے وراثت میں مرتہن کے قبضہ میں ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہوا اگر مرتہن نے راہن کے اس اقرار پر کہ اس نے رہن رکھا اور

التسليم يحكم بصحة الرهن ودعوى
فساد الرهن لا تقبل بظاهرها ما كان في
يد الراهن لانه لما حكم عليه باقراره
بالرهن حمل على ان اليد كانت بيد
العارية له

غرض تجویز میں ۱۲ تنقیحیں ۶ جانب مدعا علیہا جن میں چار بیکار اور ۲ یقیناً بحق مدعا علیہا ثابت
ہوئے بحق مدعا علیہ و دہم بحق مدعا علیہا۔

ہفدھم تنقیح ۹ بے معنی ہے وہ قائم کرنے ہی کی نہ تھی جس کے ثبوت یا عدم سے
کسی فریق کو کچھ نفع نہ ضرر، خصوصاً مدعا علیہا پر اس کا بار ثبوت رکھنا تو سخت عجیب تر۔ بیع مسماء کے
نام ہوئی اس کے شوہر نے روپیہ اس کی طرف سے دیا، گنیشی نے زرغن تمام و کمال مشتری سے وصول
پانے کا اقرار لکھا اب اس بحث کا کیا محل رہا کہ روپیہ مسماء کی ملک تھا یا نہیں یہ دلیل ملک ہے جو خلاف
کا مدعی ہو ثبوت اس کے ذمہ ہے نہ کہ مدعا علیہا پر، ورنہ تمام بیوع واجارات سخت دقت میں پڑ جائیں
ہر مشتری اور ہر مستاجر پر یہ ثبوت پیش کرنا لازم ہو کہ روپیہ اس کی ملک تھا اور یہ لازم بھی کیوں ہو،
بالفرض روپیہ اس کی ملک نہ تھا دوسرے کے روپے سے باجارت یا بلا اجازت اس نے خریدی
تو اس سے شرا اس کا کیوں نہ رہا، قاعدہ شرعیہ ہے کہ:

الشراء اذا وجد نفاذا على المشتري
نفذ، كما في الدر المختار وغيره۔

خریداری جب خرید کرنے والے کے حق میں پائی جائے
تو اس پر خریداری کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ
در مختار وغیرہ میں ہے (د)

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

لا تثبت الدار للاب بقول الابن اشتريتها
من مال ابی اذ لا يلزم من الشراء
من مال الادب ان يكون المبيع

للعقود الدرية بجواب الفتاوى كتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۹/۲

رد المختار كتاب البيوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۲۰/۲

للاب لانه يحتمل القرض والغصب
کہ بیع باپ کے لئے ہوتی کیونکہ باپ کے مال کو بطور قرض یا غصب استعمال کرنا احتمال موجود ہے۔

ہیجہدہم تنقیح ۱۱ و ۱۲ شرعاً بیکار ہیں قانونی باتیں ہیں کہ ثابت ہوتیں تو مدعا علیہ کو قانوناً مفید تھیں، نہ ثابت ہوتیں تو اس کا کچھ ضرر نہیں، اب نہ رہی مگر تنقیح ۸، یہ قابل بحث نہیں، نہ اس کا ثبوت شرعاً کچھ نافع مدعا علیہ تھا، نہ عدم ثبوت کچھ مضر۔ یہ پچاس وجوہ ہیں، تین سے دعوے باطل ہے، ۲۹ سے شہادتیں ۱۸ سے تجویز۔ اور انھیں کے ضمن میں مراتب سوال کا جواب مع زیادت کثیرہ آگیا اور حکم اخیر یہ ہے کہ فیصلہ جی سر اسر بے اصل و واجب الرد ہے اور مدعا علیہا دعوائے باطلہ مدعیان سے یکسر بری۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳ مسئلہ حافظ محمود حسن صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

زید نے عمرو عطار کو ایک نسخہ دکھلایا کہ اس کی قیمت کیا ہے، اس نے کہا آٹھ آنے، زید نے کہا بنا دو آج تیار کر دو، عطار نے کہا دو تین روز میں ہوگا، زید نے کہا تو مجھ کو بذریعہ پارسل بھیج دینا، پارسل جو بیرون آیا اس میں قیمت للعبہ لکھی ہے محصول ۱۲ بالجملہ اختلاف قیمت کے مقدار میں ہے، زید کہتا ہے ۸ قیمت کہی گئی جس پر میں نے تیاری کے لئے حکم کیا اور عمرو فرماتا ہے میں نے للعبہ کہے تھے، پس قول عند الشرع کس کا معتبر ہے؟ بیٹو! تو جبردا۔

الجواب

جو گواہان شرعی سے اپنا دعویٰ ثابت کرے اُسی کے حق میں حکم کیا جائے گا، اور اگر دونوں طرف شہادت کا فیہ ہو تو عمرو بائع کے گواہ معتبر ہونگے کہ وہ مثبت زیادت ہے، اور اگر کوئی گواہان شرعی نہ دے سکے تو زید مشتری سے پہلے حلف لیا جائے کہ واللہ میں نے عمرو سے للعبہ کو یہ دوا نہ خریدی ۸ کو خریدی تھی، اگر مشتری قسم کھانے سے انکار کرے فیصلہ بحق بائع ہے، اور قسم کھالے تو اب بائع سے حلف لیا جائے کہ واللہ میں نے یہ دوا زید کے ہاتھ ۸ کو نہ بیچی للعبہ کو، بیچی تھی اگر بائع حلف سے انکار کرے فیصلہ بحق مشتری ہوا اور اگر وہ بھی قسم کھالے تو چیز واپس دی جائے اور باہم وہ دونوں مل کر بیع فسخ کر لیں یا حاکم درخواست پر فسخ کر دے،

فی الدر المختار، اختلف المتبايعان في درختا میں ہے فروخت کرنے والے اور خریدار کے

قد رثن حکم لمن برهن وان برهن
فلثبت الزیادة ، وان عجزا ولم
یرض واحد منهما بدعوى الآخر
تحالفا و بدئ یمن المشتري لو بیع
عین بدین ویقتصر علی النفی فی الاصح
وفسخ القاضی البیع بطلب احدهما
او طلبهما ولا ینفسخ بالتحالفا ولا ینفسخ
احدهما بل ینفسخ هما یحرو من نکل
منهما لزمه دعوى الآخر بالقضاء
مختصرا وفي رد المختار فی الزیادات یحلف
البائع والله ما باعه بالف ولقد باعه
بالقین ویحلف المشتري بالله ما اشتراه
بالقین ولقد اشتراه بالف - والله تعالی
اعلم -

در میان طے پانے والی رقم میں اختلاف ہو گیا
تو دونوں میں سے جو بھی گواہ پیش کرے اس
کے حق میں حکم ہوگا، اور اگر دونوں نے گواہ پیش
کر دئے تو رقم میں زیادتی والے کے حق میں فیصلہ
ہوگا اور اگر دونوں گواہ نہ پیش کر سکیں اور کوئی
بھی دوسرے کے حق میں دست بردار نہ ہو تو دونوں
سے قسم لی جائے اور قسم میں پہل مشتری سے کی جائے
جبکہ یہ بیع مال کی نقد کے بدلے ہو، اور قسم نفی پر کافی
متصور ہوگی اصح قول کے مطابق، اور ایکٹ دونوں
کے مطالبہ پر قاضی بیع کو فسخ کر دے، اور اگر
دونوں قسم دیں تو اس سے بیع خود بخود فسخ نہ ہوگی،
دونوں فریقوں میں سے ایک کے فسخ کرنے پر فسخ
نہ ہوگی بلکہ دونوں کے اتفاق سے فسخ ہوگی، بجز۔
اور دونوں میں سے کوئی قسم سے انکار کرے تو

دوسرے کا دعویٰ قضاء لازم ہو جائیگا اور رد المختار میں ہے کہ زیادات میں فرمایا کہ بائع یوں
قسم کھائے خدا کی قسم میں نے اس کو ایک ہزار میں نہیں دو ہزار میں فروخت کیا ہے، اور مشتری یوں
قسم کھائے کہ خدا کی قسم میں نے دو ہزار میں نہیں خریدی میں نے تو ایک ہزار میں خریدی ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔ (د)

مسئلہ از ریاست رامپور گھیر شرف الدین خاں مرسلہ اسماعیل خاں ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ عرضی دعویٰ اور اظہار محمد نبی خاں اور محمد حسن شاہدین
ہمیشہ آ یا شہادت دونوں گواہوں کی مطابق دعویٰ مثبت دعویٰ ہے یا نہیں، اور دونوں شہادتیں باہم
مطابق ہیں یا نہیں اور محمد نبی خاں کا ایک جگہ یہ کہنا کہ مدعی نے کہا کہ ان پانچ قطعہات کو جس قیمت کو پر تنہ سے

پڑے میں نے اپنے حق شفعہ میں لیا اور مدعی عرض دعویٰ میں لکھاتا ہے کہ پنج قطعہ میں سے جو سهام مبیعہ از روئے پرتہ کے پڑیں گے میں نے اُسی قیمت کو کجی شفعہ لئے ہر دونوں بیان مخالفت میں یا نہیں اور یہ خلاف بیانی محمد بنی خاں کی مبطل شہادت ہے یا نہیں، دوسرے محمد بنی خاں نے طلب شفعہ کرنا عند المبیع اور موجودگی مشتری بیان کی ہے اور مدعی طلب عند مشتری تحریر کرتا ہے آیا دونوں میں مخالفت ہے یا نہیں اور محمد حسن کی شہادت خلاف اس سبب سے ہو سکتی ہے یا نہیں کہ بلحاظ اندراج عرضی دعویٰ مدعی کا طلب شفعہ کرنا نسبت سهام مبیعہ پنج قطعہ مندرجہ میں سے دریافت ہوتا ہے اور شہادت محمد حسن سے بلحاظ خبر دینے علی گوہر خاں کے طلب شفعہ کرنا نسبت ایک غیر معین کے پنج قطعہ مکانات سے معلوم ہوتا ہے اور نیز شہادت مذکور محمد حسن مجہول شہادت ہے اس کے بیان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ حصہ کون سے قطعہ سے ہے یا ہر ایک قطعہ سے، اور نیز یہ اعتراض کہ شاہین کا بیان باہم مختلف ہے محمد بنی خاں طلب شفعہ کرنا نسبت مجموعہ پنج قطعہ مکانات کے اور محمد حسن خاں طلب شفعہ نسبت ایک حصہ کے بیان کرتا ہے شرعاً عام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے اپنا ایک سہم منجملہ دس سهام چھ قطعہ مکانات سے جو اس کو وراثتہ پہنچا تھا بدست بکر بیع کیا عروئے نسبت پانچ مکانات کے کہ عرو کا شفعہ انھیں پانچ قطعہ میں تھا طلب مواثبت و اشہاد کر کے دعویٰ دائر عدالت کیا، اب سوال یہ ہے کہ بوجہ تقریق صفعہ یہ دعویٰ جائز ہو گا یا ناجائز؟ بینوا و تو جروا۔

اور کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مکان مذکورہ میں دسواں حصہ زید کا تھا وہ اس نے بدست بکر بیع کیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ بعض شاہین نے دسواں حصہ بیع کرنا بیان کیا اور بعض نے یہ کہا کہ زید نے اپنے حصص چھ قطعہ مکانات سے گویا ہر ایک قطعہ میں دس دس سهام قرار دے کر ایک ایک سہم کا بیع کرنا اور طلب شفعہ کرنا بیان کیا یہ اختلاف موجب سقم شہادت ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

کاغذات نظر سے گزرے، ابجاث فقہی پر یہاں سے کچھ کہنا ہے مگر نہ تفصیل کی فرصت نہ تطویل کی ضرورت، لہذا چند اجمالی جملوں اشعاری اشاروں پر قناعت عرضی دعویٰ میں محمد اسماعیل خاں بنام محمد اکبر خاں دعویٰ دہانید، ایک ایک سهام منجملہ دس دس سهام اتر پنج منزل مکانات مندرجہ بیع نامہ کجی شفعہ محدودات ذیل واقع راہ پور گھیر شرف الدین خاں حسب مرسوم عام محاکم زمانہ دعویٰ تامہ واضحہ ہے جس میں نہ کوئی ابہام منافی صحت، نہ بیان شاہین کو اس سے مخالفت، آگے بیان تفصیل میں یہ لفظ حکایات طلب میں

واقع ہوئے کہ پانچ قطعہ مکانات میں سے جو سهام طبعہ از روئے پرتے کے پڑیں گے میں نے اسی قیمت کو
بکئی شفعہ خود لئے اسے وچ مخالفت دعویٰ و شہادت بٹھرایا ہے حالانکہ یہ دعویٰ نہیں حکایت الفاظ طلب
ہے اور اس میں بھی جو ابہام واقع ہوا ایک ہی سطر بعد اُسے واضح کر دیا ہے کہ فدوی سهام طبعہ پر پانچ
قطعہ میں سے مدعا علیہ سے بدون قیمت اصلی از روئے پرتے کے بکئی شفعہ کے طلب کرتا ہے کھل گیا کہ پرتے
ناظر بقیمت ہے نہ کہ ناظر بہ سهام۔ معہذا یہاں ابہام سهام تعیین دعویٰ و طلب کے منافی ہی نہیں تعیین
دو قسم ہے: تعیین ذات کہ شئی فی نفسہ محدود و مفروز و متمیز ہو اور تعیین قدر کہ اگرچہ مشاع و مخلوط ہے
مگر اس کی مقدار معلوم و معهود ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ شے مشاع میں تعیین دوم ہو سکتا ہے
تعیین اول بے دفع شیوع ناممکن ہے اور بیع صرف تعیین ثانی چاہتی ہے نہ تعیین اول کہ بیع مشاع جائز
بالاجماع، اور شفعہ بیع پر اُسی حیثیت موجودہ سے وارد ہوگا مفروز ہے تو مفروز اور مشاع ہے تو مشاع۔
شیوع جب کہ مانع بیع نہیں، مانع طلب و دعویٰ شفعہ بھی نہیں وکل ذلک واضح جلی عند کل
طالب فضلًا عن عالم (یہ طالب علم پر واضح اور روشن ہے چہ جائیکہ فیاض ہو۔ ت) مدعی نے
از روئے پرتے تو باعتبار ثمن کہا اور جو سهام کا ابہام بنظر ابہام ذات رکھا کہ مشاع ضرور مبہم الذات ہوتا
ہے نہ کہ بنظر ابہام قدر بلکہ خود اس کا تعیین لفظ طبعہ سے بتا دیا کہ بیع نہ ہوئی مگر معلوم القدر کی، پھر دعویٰ
شہادت میں مخالف کدھر سے آیا، غایت یہ کہ شہود نے ابہام ذات کا جُدا ذکر نہ کیا، نہ اس کی حاجت تھی
کہ وہ خود شیوع سے مستفاد۔ اظہار محمد بنی خاں میں کہیں نہیں کہ مدعی نے مکانات طبعہ کے پاس جا کر
شفعہ طلب کیا بلکہ لکھا ہے کہ فوراً مدعی نے کہا کہ ان پانچ قطعہ کو (اشارہ مدعی نے کیا تھا) میں نے
شفعہ میں لیا اس وقت عبد الرحمن خاں بھی موجود تھا اس کی موجودگی میں یہ سب گفتگو ہوئی تو صاف
طلب عند المشتري بتاتا ہے نہ کہ عند المبیع۔ کیا فقط اشارہ اگرچہ دور سے ہو عندیت ہے اس نے تو
آگے چل کر اور صاف تر کہا ہے کہ سمعیل خاں نے زیر درخت نیب سڑک پر کھڑے ہو کر طلب شفعہ کیا
مکانات متنازعہ متفرق ہیں جہاں طلب شفعہ کیا تھا اس جگہ سے سب مکانات دیکھتے تھے مدعی نے کل
مکان کی جانب اشارہ کیا تھا اور بالفرض اس بیان سے طلب عند المبیع بھی ثابت ہو تو کیا طلب
عند المشتري کی اس میں صریح تصریح نہیں پھر بیان مدعی و شاہد میں کیا مخالفت ہوا۔ کیا مدعی کے کلام
میں کوئی حرف طلب عند المبیع سے انکار کا ہے یا طلب عند المشتري بے طلب عند المبیع یا دونوں کا
اجتماع مسقط شفعہ ہے یا ذکر اول بے ذکر ثانی محل دعویٰ ہے یا عند المبیع طلب میں حق زیادہ ملتا
عند المشتري طلب میں کم ہو جاتا ہے پھر اسے شہادۃ علی الزیادۃ سے کیا علاقہ، یا عدم ذکر و ذکر عدم میں

فرق نہ کرنے کا منشا کیا ہے۔ شہادت محمد حسن پر جملہ اعتراضات اس کا تمام کلام نہ دیکھنے سے ناشی اُس کی صدر عبارت یہ ہے: علی گوہر خاں نے کہا اکبر خاں نے دس حصوں سے ایک حصہ چھ قطعہ مکانات میں سے دو لھا خاں کے ہاتھ بیچا ہے اس پر فوراً اسماعیل خاں نے کہا ان پنج قطعات مکانات میں سے (مکانات کی جانب اشارہ کیا) جس قیمت کو وہ پرتے ہیں آئے میں نے شفعہ میں لیا ایک حصہ کہنے سے ضرور یہ معنی بھی محتمل کہ مجموعہ مکانات سے صرف ایک حصہ بیع ہوا اب نہیں معلوم کہ وہ حصہ کس مکان کا ہے تو اس خبر پر جو طلب ہوئی طلب مجہول ہوئی اور اب یہ یہاں بیان مدعی و بیان شاہد دیگر سب کے خلاف ہوا مگر اتفاقاً اس عبارت سے یہ بھی محتمل کہ ہر مکان کے دس حصوں سے ایک ایک حصہ بیع ہوا اور وہی مدعی نے طلب کیا ایک ایک میں سے ایک ایک کا حذف کر دینا مستبعد نہیں۔ اللہ عز و جل فرماتا ہے:

لا تفرق بین احد من سلسلہ الی
بین احد واحد۔
ہم رسولوں میں سے کسی ایک کا فرق نہیں کرتے
یعنی اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں ہر ایک ایک
میں فرق نہیں کرتے۔ (ت)

عبارت منظر صرف اسی قدر ہوتی جب بھی اسے مخالفت بیان مدعی و بیان گواہ آخر کہنا ٹھیک نہ تھا، غایت یہ کہ بوجہ احتمال نا کافی ہوتی مگر محمد حسن خاں نے صرف اسی قدر بیان نہ کیا بلکہ آگے چل کر مطلب صراحت کھول دیا جس سے وہ احتمال اُٹھ گیا اور کلام بلا مشبہ بیان مدعی و شاہد آخر کے مطابق ہو گیا وہ کہتا ہے سو ایک ایک سهام بیعہ کے باقی جملہ مکانات میں سے نو نو سهام اسماعیل خاں و غلام جعفر خاں کے ہیں یہ دعویٰ اسماعیل خاں نے پنج قطعات میں سے ایک ایک سهام بیعہ کا کیا ہے ان تصریحات کے بعد اعتراضات ابہام و جہالت و مخالفت مدعی و مخالفت شاہد سب خلاف انصاف ہیں۔ شفعہ میں تفریق صفعہ مضر نہیں جبکہ مدعی کا حق صرف بعض بیع میں ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

لو کان شفیعا لاحد ہما یاخذ التی ہو
شفیعہا اتفاقا لان الصفۃ
وان اتحدت فقد اشتملت علی ما فیہ
الشفعة و علی ما لیست فیہ

اگر دو رقبوں میں سے ایک میں شفعہ رکھتا ہو تو
بالا اتفاق اس رقبہ کو ہی لے سکے گا جس میں
اس کو شفعہ کا حق ہے، سودا اگرچہ ایک ہے
مگر اس کا ایک حصہ شفعہ والا ہے اور دوسرا حصہ

فحكم بها فيما ثبت فيه اداء لحق
العبد كذا في درر البحار و شرح
المجموع - والله تعالى اعلم -
شفعة والا نہیں ہے تو جس حصہ میں شفعہ ہے
اس میں شفعہ کا حکم کیا جائے گا تا کہ بندے کا
حق ادا ہو سکے - درر البحار اور شرح الجمع میں
یوں ہی ہے - والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵ از ریاست رامپور جھولوں والی اعلیٰ مسئلہ سید محمد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ

ڈاکٹر ان اسپ در بریلی غزہ شعبان ۱۳۳۰ھ

علمائے کرام سے سوال ہے کہ جو اقرار نسبت بیع کسی شے کے محکمہ رجسٹری میں رو برو ایسے رجسٹرار
کے جو فقیہ متقی اور قاضی شہر بھی ہو مجعہ گواہوں حسب قاعدہ کر کے تصدیق کرادے، اس کے خلاف بعد
اس کے انتقال کے اُس کے ورثہ شرعیہ کہنے کے مجاز ہیں کہ وہ اقرار غیر صحیح اور فرضی تھا یا نہیں، اور ان
کا یہ قول شرعاً معتبر ہو گا یا کیا؟ بنیوا تو جروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ان کا قول معتبر نہیں بلکہ مشتری کو بیع فرضی ہونے کا منکر ہے اُس کا
قول معتبر ہے، وارثان بائع کو گواہان شرعی عادل ثقہ سے ثبوت دینا ہو گا کہ بیع فرضی تھی اگر ثبوت
دے دیں فہا ورنہ مشتری سے حلف چاہیں تو اس سے قسم لی جائے اگر وہ قسم کھالے کہ بیع فرضی نہ تھی
تو ورنہ اقرار دعویٰ فرضیت رد کر دیا جائیگا اور بیع ثابت رہے گی، اور اگر مشتری قسم کھانے سے انکار
کر دے تو بیع فرضی ثابت ہوگی اور مشتری کو بیع پر دعویٰ نہ رہے گا۔ جامع الفصولین و طحاوی و
رد المحتار میں ہے،

اقر ومات فعال ودرثته انه اقر تلجئة
حلف المقر له بالله لقد اقر لك
اقرار اصحیحاً

اقرار کر کے فوت ہو گیا تو اس کے وارثوں نے
کہا کہ میت کا یہ اقرار فرضی تھا تو اس صورت میں
مقر لہ یعنی جس کے حق میں اقرار ہے سے قاضی
حلف لے کر کیا تیے حق میں اسکا اقرار صحیح تھا (ت)
پھر ورنہ بائع اگر صرف اس مضمون کی گواہی دیں کہ قبل بیع بائع و مشتری میں قرارداد ہو گیا تھا کہ ہم فرضی

بیع کرینگے تو یہ شہادت کافی نہیں کہ ممکن کہ اس قرارداد کے بعد پھر بیع قطعی پر راضی ہو لئے ہوں، تو جب تک بعد بیع فریقین متفق نہ ہوں کہ بیع اسی قرارداد فرضی پر ہوئی صرف ایک فریق کے کہنے سے فرضی نہ مانی جائے گی۔ یونہی اگر یہ گواہی دیں کہ بعد بیع بائع نے کہا تھا کہ میں نے بیع فرضی کی تو یہ بھی کافی نہیں کہ خود بائع اگر موجود ہوتا اور یہ ادا کرتا مسموع نہ ہوتا جب کہ مشتری اسے تسلیم نہ کرتا خصوصاً جب کہ پیش از بیع قرارداد فرضی کا ثبوت نہیں، ہاں اگر بعد بیع مشتری کے اقرار فرضیت کو گواہان ثقہ عادل سے ثابت کریں تو مشتری پر حجت ہوگا۔ درمختار میں ہے :

لو ادعی احدہما بیع التلجئة وانکر الآخر
فالقول لمدعی الجدة بیعہ ولوبرہن
احدہما قبل ولوبرہنا فالتلجئة۔
اگر ایک نے فرضی بیع کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے
فرض ہونے کا انکار کیا تو صحیح بیع کہنے والے کی
بات اس سے قسم لے کر تسلیم کی جائے گی، اور
اگر دونوں میں سے ایک نے گواہی پیش کی تو قبول ہوگی اور اگر دونوں نے گواہی پیش کی تو پھر فرض کہنے
والے کی گواہی معتبر ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله لو برہن احدہما الاظهر قول الخانیة
لو برہن مدعی التلجئة قبل لان
مدعی الجدة لا یحتاج الی برہان لان
البرہان یتثبت خلاف الظاہریۃ
اس کا قول کہ اگر ایک گواہی پیش کرے تو قبول
ہوگی، کا مطلب بقول خانیہ اظہر یہ ہے کہ وہ
گواہی والا فرضی بیع کا مدعی ہو تو قبول ہوگی
کیونکہ صحیح بیع کے مدعی کو دلیل کی ضرورت نہیں
اس لئے کہ دلیل سے خلاف ظاہر کو ثابت کیا
جاتا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

فی المناسقات تواضعا علی الہزل
باصل البیوع والتفقا علی بناء
العقد علی المواضعة یفسد
منار میں ہے کہ دونوں فریق اصل بیع کے فرضی
ہونے پر متفق ہوئے اور دونوں سودے کے
وقت بھی اسی فرض ہونے پر متفق رہے تو بیع

البيع فلا يملك بالقبض وان اتفقا على الاعراض بان قالوا بعد البيع اعراضنا وقت البيع عن الهزل الى الجدد فالبيع صحيح والهزل باطل وان اختلفا في البناء على المواضعة والاعراض عنها فالعقد صحيح عندنا خلافا لهما فجعل صحة الايجاب اولى لانها الاصل وهما اعتبارا المواضعة الا ان يوجد ما يناقضها كما اذا اتفقا على البناء انتهى مختصرا ، اقول ولا يذهب عنك ان قولهما في ما علم تقدم تواضعهما على الهزل فالمواضعة الثابتة باتفاقهما لا تزول بادعاء احدهما الاعراض عندهما وهو الذي رجحه المحقق في التحرير بخلاف ما اذا اعتدوا عقدا ثم ادعى احد هما المواضعة فلا تقبل اتفاقا ما لم يبرهن لانه يسعى في نقض ما تم من جهته اه من حاشيتنا على سرد المختار.

فاسد ہوگی اور قبضہ کے باوجود مالک نہ ہوں گے اور اگر انھوں نے اپنے طے شدہ سے اعراض کرتے ہوئے سودے کے صحیح بیع کا ارادہ کر لیا اور دونوں نے بیع کے بعد کہا کہ ہم نے سودے کے وقت طے شدہ فرضی کے بجائے قطعی بیع کر لی تھی تو بیع صحیح ہوگی اور فرض و مذاق باطل قرار پائیں گے اور اگر اس معاملہ میں اختلاف ہو جائے کہ طے شدہ کی بجائے صحیح اور قطعی بیع کا ارادہ کیا تھا یا نہیں تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بیع صحیح قرار دی جائے گی ، صاحبین کا اس میں خلاف ہے امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیع کی صحت کو ترجیح دی کیونکہ بیع میں اصل صحت ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ نے دونوں کے طے کردہ کو اس وقت تک معتبر قرار دیا جب تک اس کا مناقض نہ پایا جائے جس طرح کہ طے کردہ پر بنا کر ناپا گیا ہے مختصرا ، میں کہتا ہوں یہ بات پیش نظر ہے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دونوں کا باتفاق طے کردہ فرضی منصوبہ ایک فریق کے اعراض سے ختم نہ ہوگا کیونکہ وہ دونوں کا طے کردہ ہے ، اسی کو محقق صاحب نے تحریر میں ترجیح دی ہے اس کے بخلاف وہ صورت کہ دونوں نے مطلق سودا کر لیا ، پھر ایک یہ کہے کہ ہم نے فرضی طے کیا تھا تو اسکی بتا بالا اتفاق قبول نہ کی جائیگی کیونکہ وہ اپنی تام کی ہوئی بیع کو ختم کرنا چاہتا ہے الایہ کہ وہ اس پر گواہ پیش کر کے اس کو ثابت کرے ۔ رد المحتار پر ہمارے حاشیہ کی عبارت ختم ہوئی ۔ (ت)

در مختار میں ہے :

اقرار بالمال في صلح واشتهد عليه به ثم ادعى ان بعض هذا المال مباحا عليه فام اقام على ذلك بينة تقبل ، وان كان متناقضالا فلان لعلم انه مضطر الى هذا الاقرار مبرحاً به بانية و حرس شارحها الشرنبلالی انه لا يفتي بهذا الفرع لانه لا عذر لمن اقر غايته ان يقال بانه يحلف المقر له على قول ابي يوسف المختار للفتوى في هذه ونحوها ۱۰ قلت وبه جزم المصنف .

ایک شخص نے رسید میں درج مال کا اقرار کیا اور اس پر گواہی پائی گئی پھر اقرار کر نیوالے نے دعویٰ کر دیا کہ اس میں سے کچھ مال مجھ پر سود ہے اگر اس نے اس دعویٰ پر گواہ پیش کر دئے تو یہ شہادت قبول کی جائیگی اگرچہ یہ دعویٰ اس کے اقرار سے منقض ہے کیونکہ میں واضح طور پر معلوم ہے کہ اس کا اقرار کے بغیر چارہ نہیں تھا شرح رہبانید میں جس کو اس کے شارح شرنبلالی نے تحریر کیا ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دیا جائے کیونکہ اقرار کرنے والے کو کوئی عذر نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ جس کے حق میں اس نے اقرار کیا ہے اس قسم کی جگہ امام ابو یوسف کے قول پر جو کہ اس جیسے مسئلہ میں فتویٰ کے لئے مختار ہے میں

کہتا ہوں اسی پر مصنف نے جزم فرمایا ہے ، و ت
رد المحتار میں نور العین سے ہے ،

في دعوى التلجئة يدعى الوارث على المقر له فعلا له وهو تواضعه مع المقر في السر فلذا يحلف لله والله تعالى اعلم .

فرضی بیع کے دعویٰ میں مقر له کے خلاف وارثوں کا دعویٰ ہو جاتا ہے کہ اس نے اقرار کر نیوالے سے خفیہ سمجھتو کیا ہے اس لئے اس سے قسم لی جائیگی واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۳۶ھ از ریاست رامپور مرسلہ سید صاحب موصوف غرہ شعبان ۱۳۳۰ھ

استفتاء بخدمت فضائل منزلت اعلیٰ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی احمد رضا خاں صاحب علم فیضہم !

ہندہ نے بنام سعید النساء وغیرہ پانچ کس و شرار زید و خلیا بی مکان کا یوں دعویٰ کیا کہ ہندہ نے

لے در مختار کتاب الاقرار فصل فی مسائل شتی مطبع مجتہائی دہلی ۱۴۰/۲
۱۵ رد المحتار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۵۸/۲

مکان متنازعہ زید سے خریدی ہے، زید فوت ہو گیا ہے، ورثاء زید مکان پر قابض ہیں، دخل دلایا جائے، مدعا علیہم کو بیعنامہ مکان مذکور کا تصدیق کرا دینا تسلیم ہے مگر کہتے ہیں کہ بیع فرضی ہوئی تھی، زید نے سعید النساء اپنی زوجہ کے دین مہر اور نان نفقہ کے خوف سے بیعنامہ فرضی کر دیا تھا زرمین کا داد و ستد نہیں ہوا نہ مدعیہ کا قبضہ مکان متنازعہ پر ہوا، مدعیہ کی جانب سے پانچ مرد اور چار عورتوں نے قطعیت بیع اور زرمین ادا کرنے کی بابت شہادت دی ہے مگر عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ صرف دو گواہ مدعیہ کی طرف سے پیش ہوئے ہیں ان کی شہادت خلاف قیاس ہے اور مستور ہونے کے سبب ناقابل التفات خلاف قیاس ہونے کی اور بھی وجہ لکھی ہیں جو نقل فیصلہ میں مذکور ہیں یہ نقل فیصلہ ملاحظہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے اب سوال یہ ہے :

(۱) بیع فرضی ہونے کے لئے شرعاً کچھ شرائط ہیں محض اس قدر شہادت دلوادینے سے کہ عاقدین نے بیع کے بعد اقرار فرضی ہونے کا کیا تھا بیع فرضی ثابت ہو جائیگی، جن جن گواہوں نے یہ شہادت دی ہے ان کو عدالت نے خود مستور الحال لکھا ہے لیکن بعض ان میں سے ایسے بھی ہیں جن کو اپنی سزا یا بی سابقہ اور بالفعل اپنی وارثی منہ وانا تسلیم ہے۔

(۲) جو وجہ شہادت مدعیہ کی نسبت عدالت نے خلاف قیاس ہونے کے لکھے ہیں کیا وہ شرعاً ایسے ہیں جن سے شہادت ناقابل تسلیم ہو جائے۔

(۳) کیا قاضی کا یہ فعل اس کے فیصلہ پر موثر ہو گا کہ بجائے چھ مرد اور چار عورتوں کے صرف دو کا پیش ہونا اپنے فیصلہ میں ظاہر کرے حالانکہ مسل میں سب کے بیان موجود ہیں۔

(۴) کیا ایسا فیصلہ حاکم مرافعہ کی عدالت میں شرعاً قابل بحالی ہو سکتا ہے؟
نقل فیصلہ اور نقول بیانات گواہان فریقین عدالت سے باقاعدہ حاصل کر کے پیش کئے جاتے ہیں جواب مرحمت ہو۔ والہ اجر عند اللہ۔

الجواب

جواب سوال اول

فیصلہ و اظہارات فریقین تمام و کمال ملاحظہ ہوئے تنقیحات فقہیہ کے اعتبار سے تو یہاں بہت کچھ کہنا ہے مگر بتوفیقہ تعالیٰ چند مختصر افادات پر اقتصار کریں کہ بعونہ تعالیٰ اظہارِ صواب و ایضاً جواب کے لئے اسی قدر بس ہے۔

(۱) اس مقدمہ میں فریقین کو اتفاق ہے کہ زید یعنی سید صادق شاہ نے مکان متنازعہ فیہ کا

بیع نامہ اپنی بجا وچ ہندہ یعنی فاطمہ بیگم کے نام کیا اور اس کی رجسٹری کرا دی، حاکم شہر قاضی مفتی فقیرہ
 مفتی نے اس کی تصدیق فرمائی، اختلاف جد و نہرل میں ہے یعنی آیا یہ بیع صحیح قطعی تھی یا محض نمائشی
 فرضی۔ سعیدہ بیگم زوجہ وغیرہ پانچ کس ورثائے سیدہ صادق شاہ فرضی بتاتے ہیں اور فاطمہ بیگم
 مشترکہ قطعہ۔ اس صورت میں شرعاً سعیدہ بیگم وغیرہ مدعی ہیں کہ ایک امر ظاہر الثبوت کا ملنا چاہتے
 ہیں اور فاطمہ بیگم مدعا علیہا کہ اس کا بیان موافق ظاہر ہے لہذا بار ثبوت سعیدہ بیگم وغیرہ پر ہے فاطمہ بیگم
 کو اصلاً کسی گواہ کی حاجت نہیں اس کا صرف زبانی بیان قسم کے ساتھ معتبر ہے۔ درمختار میں ہے:
 لو ادعی احدہما بیع التلجۃ وانکر
 الاخر فالقول لمدعی الجد بیعینہ لہ
 ایک فریق کا دعویٰ ہے کہ بیع فرضی ہے
 دوسرا منکر ہے تو صحیح بیع کے مدعی کی بات
 قسم کے ساتھ معتبر ہوگی (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مدعی الجدل لا یتحتاج الی برہان لان
 البرہان یشدّد خلاف الظاہر
 قطعی ہونے کی مدعی کو دلیل کی ضرورت نہیں
 کیونکہ دلیل خلاف ظاہر کو ثابت
 کرتی ہے۔ (ت)

تو فاطمہ بیگم پر بار ثبوت رکھنا اور اس کے گواہوں سے بحث اور ان پر اعتراض سب بلا وجہ و سبکار
 و خلاف ضابطہ فقہیہ ہے۔

(۲) ورثائے صادق شاہ کو بیع فرضی ثابت کرنے کے لئے صرف دو گواہ ثقہ متقی عادل شرعی اس
 مضمون کے دینا کافی کہ بعد بیع نامہ فاطمہ بیگم نے ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ بیع میرے نام فرضی
 ہوئی ہے اس کے سوانہ اور کچھ شرائط و کار، نہ اور کسی بیان سے ان کو نفع۔

اب ہم گواہان ورثہ پر نظر کرتے ہیں ان کی طرف سے بانکے میاں، چھٹن میاں، سید محبوب شاہ،
 حاجی محمد رضا خاں، شاہنواز خاں، نیاز احمد خاں، محمد یوسف خاں، بنا خاں، سید محمد شاہ نور محمد
 اور صفری و عجبہ دو عورتیں، جملہ گیارہ گواہ پیش ہوئے، ان میں یوسف خاں کا بیان تو اتنا ہے کہ
 یہ مکان میاں صادق شاہ کا تھا وہ اس میں مرتے دم تک رہے، پچھلے فقرہ سے اگر ثابت ہے

تو اتنا کہ فاطمہ بیگم کا قبضہ نہ ہوا پھر بیع کے لئے قبضہ کیا ضرور، بیع ہی نہیں کہ بے قبضہ تمام نہ ہو، اور پہلے فقرہ سے فاطمہ بیگم کو بھی انکار نہیں جب وہ صادق شاہ سے خریدنا بتاتی ہے تو خود مقرر ہے کہ مکان صادق شاہ کا تھا پھر اس سے کیا ثابت ہوا، اس گواہ نے یہ بھی کہا ہے کہ سننے میں آیا کہ انھوں نے بھاوج کے نام مکان کر دیا یہ اگر سماعی نہ ہوتا تو فاطمہ بیگم کا کچھ مؤید ہوتا، مشہود لہم یعنی ورثہ کو اس سے کچھ فائدہ نہیں، بنا خاں اور سید محمد شاہ کی گواہیاں یہ ہیں کہ مکان متنازعہ میاں صادق شاہ کا ہے یہ صریح غلط و باطل ہے، سید صادق شاہ کا انتقال ہو گیا اور میت کسی شے کا مالک نہیں تو اب مکان ان کا کسی طرح نہیں۔ غرض ”ہے“ کہنا تو یوں باطل ہے اور ”تھا“ کہنے سے دم مرگ تک ان کی ملک رہنا ثابت نہیں کہ انتقال بیع کا منافی ہو لہذا یہ عینوں شہادتیں محض مہمل ہیں بلکہ بالفرض اگر ان کے بیان یوں ہوتے کہ یہ مکان سید صادق شاہ کا تھا دم مرگ تک وہی اس کے مالک رہے اور وقت انتقال اسے اپنے وارثوں کے لئے میراث چھوڑا جب بھی مفید نہ ہوتے کہ اس شہادت کا معنی استقصا ہوتا یعنی ان کی ملک معلوم تھی اور انتقال تک بیع پر علم نہ ہوا لہذا اپنے علم کی بنا پر تادم مرگ ان کی ملک کہا مشترک نے جب کہ بیع تامر مسدقہ و مسدقہ فریقین سے انتقال ثابت کر دیا وہ گواہیاں بے سند ہو گئیں۔

جامع المفصلین میں ہے:

ادعی دارا اتی اشتریتہ من ابیک و برہمن
ذوالیدانہ ملک ابیک الی یوم موتہ
مات، و ترکہ میراثا لا تقبل بینتہ لانہم
شہد و اباستصحاب الحال و المدعی
اثبت الزوال ینال
قبول نہ کی جائے گی کیونکہ گواہوں کی یہ شہادت استصحاب حال کی بنا پر ہے جبکہ مدعی اس سابقہ ملکیت کے زوال کو ثابت کر رہا ہے۔ (ت)

نیا ز احمد خاں فقط اتنا کہتا ہے اور وہ بھی اہل محلہ سے سنا ہوا کہ صادق شاہ اور ان کی بی بی میں نا اتفاقی تھی پھر اس سے کیا ہوا۔ حاجی محمد رضا خاں بھی نا اتفاقی کا گواہ ہے اور یہ کہ جب بی بی کا نان نفقہ مقرر ہوا صادق شاہ نے نوکری چھوڑ دی پھر اس سے بیع کیونکہ فرض ہو گئی دنیا میں لاکھوں

جلد اول

آدمی اپنی عورتوں سے ناراض ہوتے ہیں کیا اس سے ان کے تمام انتقالات فرضی ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ پانچوں فیصلہ میں اصلاً قابل ذکر بھی نہ تھیں یا ان مذکورہ ہوتیں تو اس طرح کہ فلاں فلاں اظہار محض مہمل و بیکار ہیں۔

(۳) شاہنواز خاں نے بیعنامہ فرضی ہونے کی گواہی دی مگر اس طرح کہ منظر سے صادق شاہ نے خود اقرار فرضی ہونے کا کیا تھا، اس سے ہرگز فرضی ہونا ثابت نہیں ہوتا، یہ تو اقرار بائع کا گواہ ہے، اگر خود صادق شاہ بعد تحریر و تصدیق بیعنامہ دعویٰ کرنا کہ میں نے تو محض فرضی بیع نامہ کر دیا ہے کیا قابل سماعت ہوتا ورنہ ہر شخص بیع کر کے پھر جاتے اور اس کے فرضی کہہ دینے سے بیع فرضی ٹھہر جائے، یہاں اقرار مشتری کا درکار تھا بائع کا اقرار اقرار نہیں بلکہ دعویٰ ہے کہ بے گواہان ہرگز مقبول نہیں بلکہ اکثر صورتوں میں اس کے گواہ بھی مسموع نہیں کہ بیع کر کے فرضیت کا ادا عاتنا قرض ہے اور تناقض والے کا دعویٰ سنا نہیں جاتا۔ درمختار میں ہے: لا عذر لمن اقرنہ (اقرار کرنے والے کا عذر معتبر نہیں۔ ت) اشباہ وغیرہ میں ہے،

من سعی في نقص ما تم من جهة
فسيح مردود عليه
جو شخص ایسی کارروائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے
جو اس کی طرف سے نام ہوئی ہے تو اس کی یہ کوشش
مردود ہوگی۔ (ت)

لہذا یہ شہادت بھی ساقط محض ہے۔

(۴) اب رہے تین مرد اور دو عورتیں جن کے بیان میں فاطمہ بیگم کی طرف سے فرضی کا لفظ آیا ہے اگرچہ محض بے علاقہ، اس کا حال یہ ہے کہ ان میں عورتوں کی گواہی تو صرف ہو ا رہی ہے جسے انہوں نے محل تنازع سے اصلاً متعلق نہ کیا پہلے اتنا تو کہا کہ یہ مکان صادق شاہ کا ہے اس کا حال اوپر سن چکے کہ یہ شہادت باطلہ بلکہ کاذبہ ہے اور قرینہ کی ہوتی جب بھی نامسموع تھی، آگے چل کر انہوں نے میاں بی بی اور ساس داماد کا جھگڑا بیان کر کے صرف اتنا کہا کہ صادق شاہ نے آکر فرضی کاغذ اپنی بجا و ج فاطمہ بیگم کے نام کر دیا، کس چیز کا کاغذ کر دیا، کیا کاغذ کر دیا، مکان یا دکان یا کچھ اسباب، یا کیا، فرضی بیع کر دیا یا ہبہ یا رہن یا اجارہ یا کیا، اس کا کچھ پتا نہیں، پھر کہتی ہیں ہم نے فاطمہ بیگم سے پوچھا تو اس نے کہا کہ

بوجہ اپنی بی بی کے ہمارے نام فرضی بیعنامہ کر دیا ہے سچا نہیں ہے یہاں سوال دوم کا جواب تو کھلا ہے کہ ہبہ رہن اجارہ نہیں بلکہ بیعنامہ کیا مگر سوال اول کا جواب اب بھی محض غائب، کچھ نہ کہا کہ مکان کا بیعنامہ کیا ہے یا مکان کا یا اسباب یا کا ہے کا، ایسی گول نا صاف، مجمل، مہمل باتیں گواہی میں سن لینا کس شریعت کا حکم ہے حاشا وکلا۔ اس کے جواب میں اگر فاطمہ بیگم کہے کہ صغریٰ و عجبہ سچ کہتی ہیں صادق شاہ نے ایک گھوڑے کا بیعنامہ فرضی میرے نام کر دیا تھا بچا نہ تھا میں عورت ذات گھوڑا لے کر کیا کرتی میں نے اس بیعنامہ کا ان سے ذکر کیا تھا تو یہ گواہ یا انھیں پیش کرنے والے ورثہ یا انھیں قبول فرمانے والے اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔

(۵) اب باقی مردوں کی نیکی ان میں چھٹن میاں علاوہ اور وجہ کے خود کہتا ہے کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے جب سے دائرہ منڈاتا ہوں کبھی کھوٹی بھی آنے ہی نہیں دی تو باقرار خود فاسق معین بلکہ فسق بالاعلان پر مصر ہے ایسے شخص کی گواہی اگر ایک کوڑی کے معاملہ پر ہو مردود ہے پھر اس کا بیان بھی سائنہ ہونے کا شبہ دلاتا ہے جیسا کہ ملاحظہ اظہار سے واضح ہے۔

(۶) رہ گئے بانکے میاں اور سید عجیب شاہ، ان دونوں نے اگرچہ بیعنامہ مکان فرضی ہونے کی نسبت فاطمہ بیگم کا اقرار بیان کیا مگر اول سے آخر تک سارے اظہار میں کچھ پتہ نہیں کہ کس کا گھر، یہاں تک کہ مکان متنازعہ کا بھی کہیں لفظ نہیں، ہاں بانکے میاں نے اتنا کہا ہے کہ نشانہ ہی محلہ پر کرادوٹگا اور سید عجیب شاہ نے یہ کہ مکان بنا دوں گا، دونوں نے بتایا یا نہیں اور بتایا تو کیا بتایا، کیا لفظ کہے، وہ کہاں تک کافی تھے پھر ان دونوں گواہوں کو بھی ذی علم مجوز نے مستور لکھا ہے اور وہ فاسق معین مصر کو بھی مستور لکھتے ہیں معلوم نہیں کہ یہ مستور کس معنی پر یہی گڑی ہے ہی مستور ہوئے جب تو ظاہر ہے اور اگر حقیقہ مستور الحال ہوئے تو مستور کی گواہی بھی مردود ہے مگر یہ کہ دلائل واضح سے اس کے صدق پر غلبہ ظن حاصل ہو اور یہاں ان کے صدق پر کوئی دلیل مفید ظن بھی نہیں غلبہ ظن تو بڑی چیز ہے تجویز میں ان پر اعتماد کرنا تھا تو واجب ہوتا کہ ان کے صدق کے غلبہ ظن پر واضح دلائل قائم فرماتے مگر کوئی دلیل نہ دی محض ان کے بیان کا حوالہ دیا کہ ان کی شہادتوں سے فرضی ہونا بخوبی ثابت ہے یہ ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ دلائل صدق درکنار ذی علم مجوز نے جو دلائل رد گواہان فاطمہ بیگم کے لئے تحریر فرمائے بعینہا ان گواہوں میں جاری ہیں، جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا تو غایت یہ کہ دونوں شقیں محتمل ہو کر صدق و کذب مساوی رہے اور اس صورت میں شہادت مستورین ہرگز مقبول نہیں، رد المحتار میں ہے:

فان لم يغلب على ظن العاضى صدقه بان اگر قاضی کو اس کی سچائی کا ظن غالب نہ ہو بلکہ اس کے

غلب کذب عنده او تساویا فلا یقبلها ای
لا یصح قبولها اصلاً
کذب کا ظن ہو یا دونوں پہلو مساوی جانتا ہو تو
اس کی شہادت کو قبول نہ کرے یعنی اس کا
قبول کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ (ت)

لاحرم ظاہر ہوا کہ ورثائے بائع فرضی ثابت نہ کر سکے اور اس مقدمہ میں صرف اتنا ہی دیکھنا تھا
اس کے علاوہ باقی سب بحثیں زائد و دور از کار ہیں۔

جواب سوال دوم

(۱) ہم اوپر ثابت کر آئے کہ فاطمہ بیگم اس مقدمہ میں اصلاً محتاج گواہان نہیں، نہ اس کے گواہوں سے
بحث کی حاجت خلاف قیاس درکار اگر ان کی گواہیاں بدیہی البطلان ہوتیں مثلاً کھتے سو برس ہوئے
یہ بیع ہوگئی یا کل ہوئی تھی جب بھی فاطمہ بیگم کو اس سے نقصان نہ تھا کہ اس کا دعویٰ بیعنا مرہ مصدقہ مسلمہ
فریقین سے آپ ہی ثابت ہے۔

(۲) ذی علم مجوز نے ان کی شہادتیں قابل لحاظ نہ ہونے کی چھ وجہیں ذکر فرمائیں،

(۱) وہ مستور الحال ہیں۔

(۲) کل زر ثمن ایک مفیس کو قبل تحریر تصدیق بیعنا نہ گھڑیں بیٹھ کر دیا گیا۔

(۳) مقرر نے دستاویز اپنے نام چھڑائی۔

(۴) وصول ثمن کا اقرار کیا رجسٹرار کے سامنے نہ دیا گیا۔

(۵) فاطمہ بیگم کا قبضہ نہ ہوا۔

(۶) مکان دونی قیمت کو بیچنا لکھا۔

ان میں کوئی وجہ بھی ایسی نہیں جس سے شہادتیں قابل لحاظ نہ ہوں یا حسب بیان فیصلہ بطلان دعویٰ
مدعیہ بتائیں، وجہ اول تو خود کوئی چیز نہیں، مستور الحال کی گواہی مطلقاً مردود ہے یا جب خلاف قیاس
ہو۔ بر تقدیر اول سعیدہ بیگم وغیرہ کے گواہوں کو بھی فیصلہ میں مستور فرمایا ہے ان کی گواہی کیوں نہ مردود
ہوئی اور بر تقدیر ثانی اس کے لئے وہ وجہ درکار ہیں جس سے شہادت کا خلاف قیاس ہونا ثابت ہو
تو وجہ آئندہ پر مدار کار رہا اور وجہ اول نے کچھ فائدہ نہ دیا، ہاں یہ کہ وہ ان کی منہم یعنی عادل کی گواہی اگرچہ
خلاف قیاس ہو مقبول ہے نہ مستور کی تو مدار اسی خلاف قیاس ہونے کے ثبوت پر رہا اور وہ

ثابت نہیں۔

(۳) وجہ ششم اگر قرینہ ہے تو ثمن مقدار واقعی سے زیادہ لکھنے کا نہ اس کا کہ اصل بیع ہی فرضی ہے، زوجہ کے خوف سے بیع فرضی کرنے کو قیمت بڑھا کر لکھنا کیا ضرورت تھا کیا اگر سو کا مال سو کو بیچنا لکھنا تو اس کا مقصود حاصل نہ ہوتا، ہاں اگر کسی شفیع کا خوف ہوتا تو اس کے سبب زیادہ قیمت لکھی جاتی ایسا زیادہ لکھنا رات دن حقیقی قطعی بیعوں میں ہوتا رہتا ہے تو یہ فرضیت بیع کا کیا قرینہ ہوتی۔

(۴) وجہ دوم عجیب ہے زر ثمن گواہوں کو بلا کر ان کے سامنے دیا جانا بیان ہوا ہے نہ کہ تنہائی میں، پھر اس سے کیا شبہہ پڑ سکتا ہے ان کو بناوٹ منظور ہوتی تو رجسٹرار کے سامنے دیتا اور زیادہ ان کے مقصود کا موید ہوتا نہ کہ گھر میں بیٹھ کر دینا۔ بیع فرضی والے چالاک اکثر یہی طریقہ پسند کرتے ہیں کہ رجسٹری میں دیا اور گھر جا کر واپس لے لیا۔

(۵) وجہ چہارم بھی اسی دوم پر مبنی ہے جب روپیہ گواہوں کے سامنے پہلے مل چکا تو رجسٹرار کے سامنے اقرار کے سوا کیا ہوتا، نمائشی بناوٹ چاہتے تو رجسٹرار کے سامنے ہی دینے میں زیادہ کتنی نہ کہ گھر میں۔ نمائش والا وہ طریقہ اختیار کرتا ہے جس میں اعلان زیادہ ہو یا وہ جس میں کم ہو۔

(۶) وجہ سوم کی نسبت گزارش کہ دستاویز فاطمہ بیگم نے پیش کی ہے تو صادق شاد نے چھڑا کر ضرور اسے سپرد کر دی پھر اپنے نام چھڑانے نے فرضیت کا کیا ثبوت دیا بلکہ انصاف و اقلیت کا پتہ دیا کہ فرضی نمائشی کارروائی تو رجسٹری تک ختم ہو گئی تھی اگر واقع میں بیع نہ ہوئی تھی تو دستاویز خود اپنے نام چھڑا کر فاطمہ بیگم کو دینے کی کیا حاجت تھی، فاطمہ بیگم ایک پردہ نشین شریف زادہ بیوہ اور صادق شاد کی بھانج ہے بھائیوں میں اتحاد کی حالت میں ان کی زندگی میں ان کی زوجات کے ایسے کام جھگڑے دیور کر دیا کرتے ہیں نہ کہ بعد بیوگی۔

(۷) وجہ پنجم اجنبی اشخاص میں کچھ شبہہ ڈالتی یا ہم اتحاد کی حالت میں بار بار ایسا ہوتا ہے کہ زید کو روپیہ درکار ہے بیع ہو گئی تصدیق وغیرہ سے تکمیل ہو گئی اطمینان کافی ہو لیا جائے تو مکان کی حاجت ہے مشتری اور مکان میں رہتا ہے تبرعاً خالی نہ کرایا پھر بیع و موت جائے میں ایسا کوئی طویل فاصلہ بھی نہیں، قبضہ لینا چاہا، اس نے فکر مکان میں آج کل کیا اتنے میں وہ بیمار ہو گیا انتقال کر گیا، اس میں پانچ چھ مہینے گزر جانا کیا دُور از قیاس ہے جس کی بنا پر شہادت باطل کر دی جائے اور بیعنامہ مصدقہ مسلمہ فریقین غلط قرار پائے۔

(۸) اب ہم ایک تقریر جامع بیان کرتے ہیں کہ سب وجوہ کو شامل ہو۔ وجہ ششم کو تو معلوم کر چکے کہ وہ وجہ فرضیت میں نام لئے جانے کے بھی قابل نہیں، اور وجہ اول نہ خود وجہ ہے نہ گواہان فاطمہ بیگم کے ساتھ

خاص بلکہ وہی علت مستوری گواہان سعیدہ بیگم میں بھی موجود۔ بیچ کی چار وہیں رہیں، نہیں بلکہ تین ہی کہ چہارم خود دوم پر مبنی ہے اب وجہ شبہ اتنی رہی کہ روپیہ گھر میں بیٹھ کر دیا اور دستاویز مقرر کے نام و اگر اشت ہوئی اور مشترکہ نے قبضہ نہ لیا ہم پوچھتے ہیں کہ یہاں عاقدین میں باہم ایسا اتحاد ملنے لگا کہ ایک کو دوسرے پر کافی اطمینان ہے یا اجنبیت کہ ایک دوسرے پر مطمئن نہیں۔ شق ثانی خود گواہان سعیدہ بیگم و خود فیصلہ مجوز سے صریح البطلان ہے جب یہ ٹھہراتے ہو کہ واقع میں نہ بیع تھی نہ ثمن ملا، یونہی فرضی بیعنامہ اس کے نام لکھ دیا اس پر گواہیاں کرا دیں اُسے رجسٹری کر اگر پکا کر دیا رجسٹرار کے سامنے روپیہ ملنے کا اقرار کر دیا ہر طرح بائع نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تو کیا یہ معاملہ بے اطمینان اجنبی کے ساتھ ہو سکتا ہے حاشا بلکہ اعلیٰ درجہ کا باہم اطمینان و اتحاد چاہئے اور جب اس نہایت درجہ کا ان میں اتحاد مجوز و گواہان سعیدہ و سعیدہ وغیرہ سب کو خود مسلم ہے تو گھر میں بیٹھ کر روپیہ دینا یا دستاویز مقرر کو ملنا یا مشترکہ کا قبضہ نہ لینا اس اعلیٰ اتحاد کی حالت میں کیا بعید از قیاس ہے۔ بالکل اتحاد ہو تو یہ کچھ بھی بعید از قیاس نہیں اور بے اطمینانی ہو تو ایسے کے ہاتھ فرضی بیع کر کے رجسٹری کرا دینا اور وصول ثمن کہہ دینا اور بھی زیادہ بعید از قیاس ہے اور اس کے گواہ بھی مستور ہی ہیں تو ان وجوہ سے انھیں کیوں نہیں روکیا جاتا۔

جواب سوال سوم

نظر ظاہر میں یہ اعتراض ہو سکتا کہ فیصلہ میں سعیدہ بیگم وغیرہ کے سب گواہوں کے بیان کا خلاصہ فرمایا گیا یہاں تک کہ وہ بھی جو محض بے علاقہ تھے اور فاطمہ بیگم کے اتنے گواہوں میں سے صرف دو کا ذکر کیا بلکہ صراحتہ تحریر فرمادیا کہ مدعیہ کی جانب سے صرف دو گواہ پیش ہوئے ہیں مگر نظر دقیق میں اس کی توجیہ قریب ممکن ہے، فاطمہ بی بی کی طرف سے دس گواہ پیش ہوئے چھ مرد ضامن شاہ غلام ناصر خاں، قاسم خاں، محمد علی خاں، احمد شاہ خاں، عنبر شاہ خاں، اور چار عورتیں، اشرف بیگم، نازنین بیگم، آبادی، انتظام بیگم۔ ان میں قاسم خاں تو محض اپنی ناواقفی بیان کرتا ہے اور کچھ شہادت نہ دی محمد علی خاں نے لوگوں کی زبانی سننا بتایا اور وہ بھی یوں کہ پہلے کہا بہن کے ہاتھ بیچ ڈالا، پھر کہا بیگم کے ہاتھ۔ احمد شاہ خاں کا اتنا بیان ہے کہ بھابھوچ کے نام بیعنامہ لکھ دیا اس سے کسے انکار ہے، یونہی عنبر شاہ خاں نے بائع کی زبانی سننا بیان کیا کہ میں نے یہ مکان بیگم سیدانی کے ہاتھ دو سو روپے کو بیچ ڈالا جس نے بیعنامہ رجسٹری کرا دیا اس نے اگر اس گواہ کے سامنے اتنا کہا تو اس سے بیع کی قطعیت نہیں سمجھی جاتی، لہذا چاروں گواہ بیکار تھے صرف دوڑ اور چار عورتیں باقی رہیں ان کی گواہی ضرور عام مروج طور پر مفید فاطمہ بیگم واقع ہوئی ہے، ذی علم مجوز کی رائے میں دونوں مردوں کی گواہی محذوش تھی تو باقی سب عورتیں رہ جائیں گی اور تنہا عورت کی شہادت مقبول

نہیں، لہذا ان کے ذکر کی حاجت نہ جانی اور صرف دو کے بیان پر اقتصار فرمایا ایسی کمی سے فیصلہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

جواب سوال چہارم

فیصلہ قابل منسوخی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لطافت حسین نے شمس النساء سے ایک لاکھ اسی ہزار ٹکے کا دینار سرخ پر جس کے سکہ وقت سے پانچ ہزار چھ سو بیس روپے ہوتے ہیں نکاح کیا، ۲۳ سال کے بعد اپنی ہمیشہ مصاحبہ جان کے پاس ایک بڑا مکان رہن رکھ کر دو ہزار دو سو اکتالیس روپے قرض لئے اور بہن نامہ میں لکھا کہ مکان اپنے قبضہ سے نکال کر قبضہ مرتبہ میں دیا حالانکہ مکان ایک لمحہ کو بھی خالی نہ کیا، دو سال کے بعد لطافت حسین نے نومبر ۱۳۳۷ء میں دو سو کے قرضے اپنے ذمے چھوڑ کر وفات پائی، جائداد حسب رواج برادری کے متوفی کی اولاد ذکر نہ ہو تو زوجہ قبض و متصرف ہوتی ہے قبضہ شمس النساء میں آتی، اب مصاحبہ جان اپنے دین کی مدعی ہے اور زوجہ دین مہر کے مطالبہ میں اپنے قبضہ و رواج مذکور سے استناد کرتی ہے، اس صورت میں کس کا دین شرعاً مقدم رہے گا اور دین مہر کو دیگر دیون پر ترجیح ہے یا نہیں اور شمس النساء کے رہن لئے رواج مذکور قبض و تصرف ہونا یا اس کا دین دین مصاحبہ جان کے پیشتر کا ہونا دعویٰ مصاحبہ جان کا مانع سما ہے یا نہیں؟ بیٹو اتوجروہ ۱۔

الجواب

اگر مصاحبہ جان نے رہن مع القبض کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ اس بیان سے واقع ہوا کہ وہ بجز وہ مکان لطافت حسین نے میرے پاس رہن رکھا اور مجھے قبضہ دلادیا تھا پھر ثبوت میں لطافت حسین کے اُس اقرار قبضہ پر جو رہن نامہ میں مذکور ہے گواہ شرعی دے دے اگرچہ خاص قبضہ کا ثبوت نہ دے سکے تو اس کا دعویٰ بیشک ثابت ہے، رہن صحیح و تام و نافذ مانا جائے گا اور مکان پر اُس کا قبضہ رہن نامہ مرتبہ کی طرف سے بطور عاریت خیال کریں گے۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی عقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحمادیہ میں فرماتے ہیں،

رہن داسہ واعترف بالقبض الا انہ	مکان رہن رکھا اور قبضہ دینے کا اعتراف کیا مگر
لم يتصل به القبض فاذا تصادق	علامہ قبضہ نہ ہوا تو جب دونوں فریق قبضہ لینے اور دینے
على القبض والا قباضاً يؤخذ	پر متفق ہیں تو رہن کے اقرار کو لیا جائے گا، ایک
باقراہ صرہن جواہر الفتاویٰ	شخص نے مکان رہن رکھا اور خود رہن ہی اس میں

وفیہا من الباب الخامس من اجل رهن
 دارة والراهن متصرف فيه حتى مات
 ثم اختلف الميراثين وورثة الراهن انه
 كان مقبوضا ام لا فان اقام الميراثين
 البينة على اقرار الراهن بالرهن والتسليم
 يحكم بصحة الرهن ودعوى فك الرهن
 لا تقبل بظاهر ما كان في يد الراهن لانه
 لما حكم عليه باقراره بالرهن حمل على
 ان اليد كانت يد العاسية ^{الله}

اپنی موت تک تصرف کرتا رہا پھر مرثین اور راہن کے
 ورثاء میں قبضہ کے متعلق اختلاف ہو کہ مرثین کا
 قبضہ تھا یا نہیں، اگر مرثین نے راہن کے اس
 اقرار کہ اس نے رہن رکھا اور قبضہ دے دیا پر
 گواہ پیش کر دئے تو اس رہن کی صحت کا حکم
 کیا جائیگا اور رہن کے قبضہ کی بنا پر فساد رہن کا
 دعویٰ درست نہ ہوگا کیونکہ جب اس کے اقرار کی
 بنا پر فیصلہ ہوا ہے تو اس کے قبضہ کو عاریتاً
 مقصور کیا جائیگا ^ت

پس رہن مرہون میں مصاحب جان کا استحقاق شمس النساء وغیرہا سب قرضوں پر
 مقدم ہے پہلے اسی کا قرض اس سے ادا کریں گے اگر کچھ بچا مہر وغیرہ دیون کی طرف مصروف ہوگا ورنہ
 نہیں۔ عالمگیر یہی ہے :

اذا مات الراهن وعليه ديون كثيرة
 كان الميراثين احق بالرهن كذا في
 المحيط ^ت

راہن نے اپنی موت پر اپنے ذمہ کثیر دیون (قرضے)
 چھوڑے تو مرثین اس رہن کا حقدار ہوگا جیسا کہ
 محیط میں ہے ^ت

اسی میں ہے کہ :

فليستوف منه دينه فما فضل يكون لساو
 الغرماء والورثة ^ت

مرثین اپنی رقوم وصول کر لے باقی زائد دوسرے
 حق داروں اور ورثاء کا ہوگا۔ ^ت

اور یہاں مرہون کا مشاع یعنی جز غیر منقسم ہونا اس حکم کا مانع نہ ہوگا کہ رہن مشاع مذہب صحیح پر
 فاسد ہے اور رہن میں فاسد صحیح کا حکم واحد ہے۔ درمختار میں ہے :

لا يصح رهن مشاع لعدم كونه مميزا
 غير منقسم چیز کا رہن صحیح نہیں کیونکہ رہن ممتاز نہیں ہے،

لے العقود الدرية كتاب الراهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۵۹/۲
 لے فتاویٰ ہندیہ كتاب الراهن الباب الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۲۵۶/۵
 لے " الباب الاول الفصل الاول " " " ۲۳۳/۲

ثم الصحيح انه فاسد

مجرب صحیح قول پر یہ رہن فاسد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

كل حكم عرف في الرهن الصحيح فهو
الحكم في الرهن الفاسد كما في العمدية
وفي كل موضع كان الرهن مالا
والمقابل به مضمونا الا انه فقد بعض
شروط الجواز كرهن المشاع ينعقد الرهن
لوجود شرط الانعقاد، ولكن بصفة الفساد
كالفساد من البيوع فمن مات وله غرماء
فالرهن احق به كما في الرهن الصحيح
اه ملخصين -

جو حکم صحیح رہن میں معلوم ہوا وہی حکم فاسد رہن
میں جاری ہوگا جیسا کہ عمادیہ میں ہے اور ہر وہ
صورت جس میں رہن مال ہو اور اس کا مقابل
مضمون چیز ہو مگر وہاں جواز کے بعض شرائط مفقود
ہوں جیسے غیر منقسم کا جزر کا رہن رکھا جائے تو
رہن منعقد ہو جائے گا کیونکہ انعقاد کی شرط پائی گئی
ہے لیکن فاسد صفت کی وجہ سے بیع فاسد
کی طرح ہوگی تو رہن اگر فوت ہو جائے اور کئی
قرض خواہ ہوں تو مرتن اس رہن کا زیادہ مقدار

ہوگا جیسا کہ صحیح رہن میں ہوتا ہے اھ دونوں عبارتیں ملخص ہیں۔ (ت)

اور اگر صاحب جان نے صرف رہن کا دعویٰ کیا نہ قبضہ پانے کا، تو دعویٰ رہن اصلًا مسموع
نہ ہوگا اگرچہ اس کے گواہوں نے لطافت حسین کے اقرار مذکور بلکہ خود معاینہ قبضہ پر گواہی دی ہو۔
عقود الدریہ میں ہے :

ان ادعی الرهن الرهن مع القبض
يقبل برهانه عليهما وان ادعى
الرهن فقط لا يقبل لان مجرد
العقد ليس بلازم ولا تسمع البينة
اذا شهدوا ببيع البينة القبض او اقرار
الراهن به لانهم شهدوا بالشئ
نراشد على الدعوى لان

مرتن اگر رہن بمع قبضہ کا دعویٰ کرے تو اس پر
شہادت قبول کی جائے گی، اور اگر صرف رہن کا
دعویٰ کرے تو اس پر شہادت مقبول نہ ہوگی
کیونکہ محض عقد لازم نہیں ہوتا اور اگر گواہوں نے
قبضہ کے معاینہ کی شہادت دی یا رہن کے اقرار
کی کہ میں نے دیا ہے، کی شہادت دی تو یہ گواہی
قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ یہ زائد چیز کی شہادت ہے

فرض المسئلة ان المرتهن لم يذكر القبض في دعواه وايضاف الصحة الدعوى شرط صحة الشهادة اهـ ملخصاً۔ اس لئے کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مرہن نے اپنے دعویٰ میں قبضہ کو ذکر نہ کیا ہو اور نیز اس لئے کہ دعویٰ کا صحیح ہونا شہادت کی صحت کے لئے شرط ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

اور اگر دعویٰ میں قبضہ پالینے کا ذکر تو کیا مگر حصول قبض یا لطافت حسین کے اقرار مذکور پر گواہ نہ دے سکے تو بھی اس کا استحقاق مرہن نہ ثابت ہوگا اور اب مکان کا خالی نہ کیا جانا بیشک اس کے دعویٰ رہن پر ضرر کا اثر ڈالے گا کہ رہن بے قبضہ تمام نہیں ہوتا۔ ردالمحتار میں عنایہ سے ہے، القبض شرط تمام العقد (رہن میں قبضہ عقد کے تام ہونے کے لئے شرط ہے۔ ت) تو قبل قبضہ مرہن کا حق مرہون میں حاصل نہ ہوا۔ عالمگیری میں ہے،

ما لم يقبضه المرتهن لا يثبت حكم يده الرهن له یتھ جب تک مرہن اس پر قبضہ نہ کر لے اس وقت تک رہن کو اس کا مقبوض نہیں قرار دیا جاسکتا۔ (ت)

ولہذا رہن کو قبل تسلیم اختیار رہتا ہے کہ رہن سے رجوع کر جائے اور مرہن کو مرہون پر قبضہ نہ دے۔ درمختار میں ہے،

ينعقد بايجاب وقبول حال كونه غير لازم فلو اهن تسليمه والرجوع عنه كما في الهبة۔ رہن کا انعقاد ایجاب وقبول سے ہوتا ہے جبکہ وہ ابھی غیر لازم ہوتا ہے تو رہن کو ابھی حق ہے کہ وہ مرہن کو سونپ دے یا رجوع کر لے جیسا کہ ہیہ کا حکم ہے۔ (ت)

اور صرف دستاویز میں لطافت حسین کا اقرار مزبور لکھا ہونا ثبوت کے لئے کافی نہ ہوگا جب تک اس اقرار پر گواہان شرعی نہ پیش کرے۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے،

سئل فی ساجل مات مديونا الغرماء ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جو مقرض

لہ العقود الدریۃ کتاب الرهن ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۲۵۹

۳ ردالمحتار بحوالہ العنایۃ باب ما يجوز اذتهانہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۱۵

۴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الرهن الباب الثانی عشر نورانی مکتب خانہ پشور ۵/۲۹۲

۵ درمختار کتاب الرهن مطبع مجتہائی دہلی ۲/۲۶۵

متعددين وقد كان ساهن بدین احدہم
مشاعا و اظہر المر تہن محضرا و فیہ
الحکم بصحتہ و لزومہ ہل یختص
المر تہن بہ فی وفاء دینہ ام لا اجاب
المقرر عند علماء الحنفیۃ انہ لا اعتبار
بمجرد الخط ولا التفات الیہ اذ حجج
الشرعیۃ ثلاثۃ و ہی البینۃ والاقرار
والنکول کما صرح بہ فی اقرار الخانیۃ
فلا اعتبار بمجرد المحضر المذكور ولا التفات الیہ لا
اذا ثبت مضمونہ بالوجه الشرعی اعنی
باحدی الحجج الشرعیۃ المشار
الیہا (ملقطا)

تھا اس کے متعدد لوگ قرض خور تھے جبکہ ان
میں سے ایک کا قرضہ غیر منقسم رہن کے بدلے
میں تھا تو اس مرتہ نے محض نامہ دکھایا جس
میں رہن کی صحت اور اس کے لزوم کا حکم تھا
تو کیا اس مرتہ کو حق ہے کہ رہن کو اپنے قرض
کے عوض اپنے لئے منحصر کر لے یا اس کو یہ حق
نہیں، تو جواب دیا کہ علمائے احناف کے ہاں
یہ بات طے شدہ ہے کہ محض خط قابل اعتبار اور
قابل التفات نہیں ہے کیونکہ شرعی حجت تین
چیزیں ہیں، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار
جیسا کہ خانہ میں اقرار کی بحث میں تصریح ہے
لہذا مذکور محض نامہ اعتبار و التفات کے قابل نہیں
جب تک اس کے مضمون کو کسی شرعی دلیل سے ثابت نہ کر دیا جائے (ملقطا)۔ (د)

ان دونوں صورتوں میں مصاحب جان کا دین مثل باقی دیون کے سمجھا جائے گا اور اس کو
استحقاق تقدم شمس النساء پر نہ ہوگا کہ ذریعہ تقدم استحقاق مرتہن ہی تھا اور وہ پایہ ثبوت کو
نہ پہنچا، مگر جس طرح شمس النساء پر ترجیح نہیں شمس النساء کو بھی اس پر کوئی تفضیل نہیں کہ آخر جائداد و
مہر میں بھی رہن نہ تھی اور مصاحب جان کا دین بھی دین صحت سے ہے اور مہر کو کسی دین صحت پر تقدم نہیں کہ وہ بھی
مثل سائر دیون کے ایک دین ہے، درمختار کے باب نکاح الرقی میں ہے،
وسادت المرأة العزماء فی مہر مثلہا یتے
بیوی اپنے مہر مثل کی حد تک دیگر قرضو اہوں کے
مساوی ہے (د)

ردالمحتار میں ہے،

فیہ تصریح بات مہر کس اثر
اس میں یہ تصریح ہے کہ مہر بھی دوسرے

قرضوں کی طرح ہے۔ (ت)

الديون

مفتی المستفتی عن سوال مفتی میں ہے :

سئل فی رجل مات عن زوجة و عليه ديون لجماعة استدان في صحته فهل تكون هي اسوة الغرماء اجاب نعم اهـ ملخصاً۔

ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا جس نے متعدد قرض خواہ چھوڑے اور فوت ہونے پر بیوی کا مہر بھی اس کے ذمہ تھا جبکہ دیگر قرضے اس نے زندگی اور صحت میں لئے تھے تو بیوی دیگر قرض خواہوں کے مساوی ہوگی یا نہیں، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں مساوی ہوگی (ملخصاً) (ت)

نہ کسی دین کا پہلے ہونا دوسرے پر باعث رجحان ہو سکے، نہ ایک قرض خواہ کے بطور خود جائداد دیون پر قبضہ کر لینا دوسرے دانتوں کا حق ساقط کر سکے، نہ برادری کا وہ اختراعی رواج حقوق شرعیہ کا مزاحم بن سکے۔ یہ سب امور واضحات جلیلہ ہیں جنہیں ادنیٰ فہم و تمیز رکھنے والا آفتاب کے مثل ظاہر و روشن جانتا ہے۔ پس اس تقدیر پر تمام متر و مکثر سے بعد صرف تجہیز و تکفین مصاحب جان کا قرض اور شمس النساء کا مہر اور ان کے سوا اور جو دین ذمہ لطافت حسین ہو سب ایک ساتھ حصہ رسد ادا کئے جائیں گے ایک کو دوسرے پر ترجیح ہوگی مثلاً قرض کے لطافت حسین پر بس یہی دو دین ہیں اور جائداد ان کو کافی خواہ ان سے زائد ہے تو دونوں دائرہ پورا پورا اپنا اپنا دین وصول کر لیں ورنہ قیمت ترکہ کو ۷۹۱ سہام پر منقسم کر کے ۵۶۲۰ سہام شمس النساء اور ۲۲۴۱ سہام مصاحب جان کو دیں کہ دونوں اس نسبت سے اپنے اپنے حق کو پہنچیں۔ بالکلہ حق شمس النساء کو بحجت مہریت خواہ تقدم وقوع خواہ رواج برادری، اصلاً تقدم نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر کہندہ بریلی ۱۸ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہذیب کے مکان کے سمت جنوب زیر دیوار خام پشتہ عرض میں ۳۴ اگرہ قدیم الایام سے واسطے حفاظت دیوار کے بنا ہوا ہے اور اسی دیوار میں ایک سمت کو بدرود کہ جس میں ہمیشہ سے پانی پانخانے اور بارش مکان خود و مکان برادر خود کا نکلتا ہے۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متصل پشتہ دیوار قدیم مذکورہ بالا کے اراضی افتادہ ہے جس پر ہمیشہ یہ گزرگاہ عام تھی عسرو نے

اس کو اپنا مقبوضہ کر کے باغیچہ لگایا ہے اب عمرو نے تھوڑا حصہ پشتہ مذکور کا غنیمت میں زید کے کاٹ ڈالا اور بقیہ پشتہ موجود ہے اس میں ایک درخت ناشپاتی کا عمرو نے پشتہ مذکور رکھ دیا ہے۔ صرف غرض عمرو کی ان تصرفات سے یہ ہے کہ پشتہ مذکور رکھ دیا گیا ہے اور زید سے ملا کر بنایا جائے، آیا یہ تصرفات مذکورہ عمرو کے جائز ہیں یا ناجائز، حق ہیں یا ناحق؟ اور پشتہ ملکیت زید میں داخل ہے یا نہیں؟ اور آب جاری بدر رو کو عمرو بند کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

پشتہ قبضہ ہے اور قبضہ دلیل ملک، عمرو جب تک گواہان عادل شرعی ثابت نہ کرے کہ زمین پشتہ اس کی ملک ہے اُسے اُس کا کھودنا جائز نہیں اور جب کہ بدر رو قدیم سے ہے اور مکان کا ڈھال اس طرف ہمیشہ سے، تو زید کے لئے اس زمین میں پانی بہانے کا حق حاصل ہے، عمرو کو ہرگز جائز نہیں کہ دیوار بنا کر بدر رو بند کرے اور کسی طرح اُسے پاٹ دے یا اجرائے آب سے منع کرے اس کے یہ سب تصرفات ناحق ہوں گے،

مندیہ میں امام شمس اللامہ سرخسی سے انھوں نے امام فقیہ البرالیث سے انھوں نے ہمارے مشائخ قدس سرار رحم سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے قدیم پر نالہ جس کا پانی دوسرے کی حویلی کی چھت پر گرتا ہے اور واضح طور پر معلوم ہو کہ یہ پر نالہ قدیم ہے جدید نہیں ہے، کے متعلق استحسان کے طور پر فرمایا کہ اس پر نالہ والے کو حق ہے کہ وہ اس کو بہاؤ کے لئے قائم رکھے اور اس میں ہدائع سے منقول ہے کہ اگر حویلی والے اس پر نالہ کا پانی روکنے کے لئے دیوار بنانا چاہیں یا اس پر نالہ کو وہاں سے ہٹانا چاہیں یا اونچا نیچا کرنا چاہیں تو ان کو یہ اختیار نہیں ہوگا یا اگر حویلی والے کوئی ایسی عمارت بنائیں جس کا پر نالہ اس کی

فی الہندیۃ عن محیط الامام شمس الائمۃ
السرخسی عن الامام الفقیہ ابی الیث عن
مشائخنا قدس سرارہم انہم استحسنوا
ان المیزاب اذا کان قدیمًا وکان تصویب السطح
الی دارہ وعلما ان التصویب قدیم
ولیس بمحدث ان يجعل له حق التسییل
وفیہا عن البدائع لو اراد اهل الدارات
یبنوا حائطًا یسدوا مسیلہ او ارادوا ان
ینقلوا المیزاب من موضعہ
او یرفعوه او یسفلوه لم یکن
لہم ذلک ولو بنی اهل
الدار بناء لیسیل میزابہ

علی ظہرہ لہم ذلک لی واللہ تعالیٰ اعلم۔ چھت پر گرے تو ان کو جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ

(علم دت)

مسئلہ ۱۵۲ از ریاست رامپور محلہ چاہ شور مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحب
۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان مع چند دکانیں منجملہ مکانات اپنے
کے متبعین ہر چار حد و جس کے سمت شرق و سمت شمال میں دیگر مکانات واقف تحریر ہیں وقف کیا اور
متولی اس کا بکر کو کر دیا، بکر کی جانب سے کرایہ دار موقوفہ میں کرایہ پر رہتے ہیں اور بکر بوصولی زر کرایہ مصرف خیر کرتا ہے
ایک جزو مکان منجملہ موقوفہ کے کرایہ پر عمر کو بکر متولی نے بوساطت خالد کے دیا اس نے سات مہینے کا کرایہ
ادا نہ کیا تو بکر نے دعویٰ تخلیہ کا کیا، عمر و منکر ہوا اور ظاہر کیا کہ زینب و کلثوم سے کرایہ پر لیا ہے، عدالت نے
حکم زینب و کلثوم کو بھی بکر متولی سے مدعا علیہما بنوایا۔ زینب و کلثوم کا بیان یہ ہے کہ یہ مکان متنازعہ متروکہ
محسن پدر واقف کا ہے، بعد فوت محسن مذکور کے ایک زید اور دوسرا حسن پدر مایاں دو ابن اور سماء ہندہ
زوجہ سرکس وارث مع الحصر ہے، اول حسن فوت ہوا اس کے وارث زید اخی اور ہندہ ام و مایاں دو بہن
پھر ہندہ فوت ہوئی زید پسر اس کا وارث رہا، سہی متروکہ وقف مشاع ہوا کہ وہ کسی طرح جائز نہیں
اور عمر و بھار کرایہ دار ہے، بجا اب اس کے متولی نے لکھا کہ مورث مدعا علیہما مقرر ملکیت واقف رہا ہے
اور مدعا علیہما کو بھی وقف اور دیگر مکانات واقف تسلیم ہیں، زینب و کلثوم سے ثبوت طلب ہوا مدعا علیہما
نے ایک بیعنامہ اسمی محسن پیش کیا جو مدعی کو تسلیم نہیں ہے اور جو گواہ پیش کئے ہیں وہ سماعی ہیں۔ مدعی
نے ثبوت تسلیم وقف و ملکیت واقف جو مکانات بجانب شرق و شمال بعد فوت واقف کے و عزیز عم و
وارث بالحصر واقف سے مدعا علیہما نے خریدی ہیں جس کے بیع نامہ کے مدعرب میں مکان موقوفہ تحریر ہے
پیش کیا اور گواہ جن کو عدالت نے بھی ثقات تسلیم کیا ہے بر ثبوت وادن مکان متنازعہ پر کرایہ بہ عمر و
و اقرار حسن پدر مدعا علیہما بملکیت واقف قبل از وقف سماعت کرائے ہیں جس کے بیان سے ثبوت
بخوبی ہے جب کہ مکانات ملحقہ موقوفہ مدعا علیہما نے تسلیم ملک واقف و تسلیم وقف حسب صراحت مدعی
خریدے ہیں جن کا بیع نامہ متولی نے پیش کیا ہے اور گواہان متولی سے کرایہ پر دینا اور اقرار پدر مدعا علیہما
بملک وقف ثابت ہے اور کاغذ وقف جو مسلمہ مدعا علیہما ہے وہ بھی موجود ہے ایسی حالت میں عدالت

بموجب مسائل شرعی بجا از تخلیہ مکان کا کرایہ دار سے کرائے گی یا نہیں؟ بیٹھو اور جردو۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں عمر مستاجر کی بدلتی اور اس سے وقف کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ صاف ظاہر ہے یہاں تک کہ اُس نے اپنے بیان سے یہ چاہا کہ سرے سے وقف ہی کو معدوم کرے، لاجرم حاکم پر فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً بلا توقف مکان اس سے خالی کرا کر متوفی کو سپرد کرے اگرچہ ہنوز مدت اجارہ کتنی ہی باقی ہو کہ ایسی صورت میں فسخ اجارہ لازم ہے۔ الاسعاف فی احکام الاوقاف میں ہے :

لو تبين ان المستاجر يخاف منه على
سابقة الوقف يفسخ القاضى الاجارة
ويخرجه من يدك
بلکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اجرت مثل زائد ہو جائے اور مستاجر کرایہ بڑھانے سے انکار کرے
تو اجارہ فسخ کر دیا جائیگا نہ کہ جب اصلاً کرایہ دینا ہی نہ چاہیے۔ درمختار میں قبیل مایکوز من الاجارۃ ہے،
وان كانت لزيادة اجرا المثل فالمختار
قبولها فيفسحها المتوفى فان امتنع
فالقاضى ثم يؤجرها ممن يزاد
اگر زائد کرایہ ملتا ہو تو دوسرے کو کرایہ پر دینا
جائز اور مختار ہے، متولی پہلے اجارہ کو فسخ کر دے
اگر وہ نہ کرے تو قاضی فسخ کر کے زائد دینے
والے کو اجارہ پر دے۔ (د ت)

غرض یہاں حکم اس قدر تھا کہ اجارہ فسخ اور تخلیہ لازم، اس سے زائد جو کارروائیاں اس مقدمے میں ہوئیں کہ غزو کے مجرب بیان پر زینب و کلثوم کو اس دعویٰ کا مدعا علیہ بنوایا گیا اُن کا جواب داخل ہوا متولی سے اس کا رد لیا گیا سب محض لغو و فضول و بے معنی ہیں ان کی طرف توجہ اصلاً روا نہ تھی نہ اُن کے سبب متولی کو ڈگری دینے میں ایک منٹ کی تاخیر حلال تھی نہ ہے۔ مدعا علیہ کا صرف زبانی بیان کہ میں نے فلاں سے اجارہ لیا ہے اصلاً قابلِ سماعت نہیں ہوتا، نہ اُس کے سبب خصوصیت اُس سے چھوڑ کر فلاں کی طرف متعدی ہو سکتی ہے بلکہ وہی مدعا علیہ رہتا ہے اور جب مدعی اُس پر

الاسعاف فی احکام الاوقاف

کتاب الاجارۃ

مطبع مجتہائی دہلی

اقامت بنیہ کر دے جیسا کہ یہاں واقع ہوا فوراً مقدمہ اپنی نہایت کو پہنچا اور حاکم پر فرض ہوتا ہے کہ مدعی کو ڈگری دے۔ درمختار میں ہے :

قال ذوالید هذا المدعی به منقولاً کان
او عقاراً او دعتیہ او اعارنیہ او اجرنیہ
اور ہننیہ نماید الغائب وبرهن علی
ما ذکر، دفعت خصومة المدعی للملک
المطلق (ملخصاً)
قابلض نے کہا کہ مدعی جس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے
اس کو میرے پاس زید نے جو غیر حاضر ہے نے
امانت رکھا یا کہ اس نے عاریتاً یا اجرت پر دیا
یا رہن رکھا ہے وہ چیز منقولہ ہو یا غیر منقولہ ،
اور مدعی نے گواہی پیش کی ہو تو اس چیز میں مدعی
کا دعویٰ ملک مطلق کے طور پر ثابت ہے گا (ملخصاً)۔

ہندیہ میں ہے :

وان لم یقم البینۃ فهو خصم فی ظاہر
الروایۃ عن اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ
کذا فی المحيط
اگرچہ مدعی گواہی پیش نہ کرے تب بھی ظاہر روایت
کے مطابق وہ فریق ہوگا جیسا کہ ہمارے اصحاب
سے مروی ہے ، محیط میں یوں ہے (ت)

اس فلاں کو (کہ زینب و کلثوم ہیں) مدعا علیہ بنانا اور اس کے لئے مقدمے کو روکنا صراحۃً
شرع مطہر کے خلاف و گناہ ہوا۔ غمز العیون میں ہے :

یجب علی القاضی الحکم بمقتضی الدعوی
عند قیام البینۃ علی سبیل الغور فلو
اخرا ثم لتوکره الواجب وهو قضاؤہا بها
و یعزل و یعذر کما فی جامع الفصولین
دعویٰ پر جب گواہی ہو گئی تو قاضی پر لازم ہے کہ
وہ فوراً دعویٰ کے مطابق فیصلہ دے اگر وہ
تاخیر کرے تو گنہگار ہوگا اور وہ قابل معزول و
تغزیر ہوگا جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے۔ (ت)

طرہ یہ کہ زینب و کلثوم اس دعویٰ تخلیہ کی مدعا علیہ بن نہیں سکتیں کہ مکان اُن کے قبضہ میں
نہیں ، غیر قابلض سے تخلیہ چاہنا کیا معنی ، نہ غیر ذی الید پر غیر فعل کا دعویٰ ہو سکے۔ اشباہ میں ہے :
الدعوی علی غیر ذی الید لا تسمع غیر قابلض پر دعوی قابل سماعست نہ ہوگا الا

لہ درمختار کتاب الدعوی فصل فی دفع الدعوی مطبع مجتہدانی دہلی ۱۲۳/۲
لہ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس نورانی کتب خانہ کراچی ۲۲/۲
لہ غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاء اداره القرآن کراچی ۳۶۰/۱

الآفی دعوی الغصب فی المنقول واما فی
الدور والعقار فلا فرق کما فی الیتیمیۃ۔

یہ کہ دعوی منقولہ چیز کے غصب کا ہو، لیکن مکانات
اور پراپرٹی میں کسی طرح بھی قابل سماعت نہ ہوگا
جیسا کہ یتیمیہ میں ہے۔ (د ت)

اور جب سرے سے زینب و کلثوم اس دعوی کے احاطے میں آہی نہ سکیں تو ان کا جواب ان کی گواہیاں
اور جو کچھ کارروائیاں اس پر ہوئیں اس وجہ پر سب محض مہمل و پادہوا ہیں کہ دفع دعوی صحیحہ پر مرتب
ہوتا ہے جب دعوی مفقود تو دفع مردود، و هذا صکلہ ظاہر غیر مستنکر ولا محجود
(یہ تمام بیان ظاہر ہے جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ د ت) اس کے بعد ان غلطوں پر بحث کی حاجت
نہیں جو زینب و کلثوم کے لئے بے حاصل ثبوتوں میں واضح طور پر موجود ہیں اور اگر کچھ نہ ہوتا تو شہادت
ملک کا سماعی ہوتا اور محض کاغذ بیع نامہ بے شہادت کافیہ سے استدلال کرنا ہی ان کے رد میں عموماً
کو بس تھا خصوصاً جبکہ ان کے مورث کا اقرار ثابت ہے کہ مکان مذکور پیش از وقف ملک اوقف
نہ تھا، درمختار میں ہے :

لا یشہد احد بما لم یعانیه بالاجماع بالاجماع بغیر دیکھے کوئی بھی شہادت نہیں دے سکتا
الا فی عشرة الخ و لیس هذا منها۔ اسوائے دس چیزوں کے الخ۔ اور یہ ان میں سے
نہیں ہے۔ (د ت)

خانیہ وغیرہ و عقود الدریہ وغیرہ میں ہے،

القاضی انما یقضی بالحجة او الحجة هی
البینة او الاقرار واما الصک فلا یصلح
حجة۔ قاضی صرف حجت کی بنا پر فیصلہ دے گا اور حجت
صرف شہادت، اقرار اور قسم سے انکار ہے لیکن
رسید تو وہ حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی (ت)

۱۔ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاہ والشہادات ادارة القرآن کراچی ۳۸۹/۱

۲۔ درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتہبی دہلی ۹۲/۲

۳۔ العقود الدریۃ کتاب الدعوی ارگ بازار قندھار افغانستان ۱۹/۲

فتاویٰ خیریتہ باب غل الخاضر والسجلات دار المعرفۃ بیروت ۲۳ و ۱۹/۲

۴۔ الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب القضاہ والشہادات ادارة القرآن کراچی ۳۳۸/۱

فتاویٰ قاضیخان کتاب الوقف فصل فی دعوی الوقف الخ نوکشور کھنؤ ۴۲۲/۲

جامع الفصولین فصل عاشر میں ہے :

ادعی ارثا فبرهن المدعی علیہ ان مورثہ اقرب ان المدعی لیس له او هو ملک المدعی علیہ کان دفاعا مدعی علیہ کی ملکیت ہے تو اس شہادت سے دعویٰ کا دفاع ہو جائے گا۔ (ت)

کلام یہاں تطویل ہے اور اسی قدر میں کفایت۔ واللہ سبیلہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔

قوت

اٹھارھویں جلد کتاب القضاء والدعویٰ پر ختم ہوتی
انیسویں جلد کا آغاز کتاب الوکالۃ سے ہو گا۔

ضمان کیلوی
امور بدعت

نہدولت راقی املائی

رضا پبلی کیشنز لاہور

الْحَقَّقُوا لِمَسَلِكِكُمْ

جس میں درج ذیل مسائل کا اثبات قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے دو سو اقوال سے کیا گیا ہے

۱۳	الاستغناء بظفران وأسماء الإلهية
۱۴	حكم القران و كتابه في السلام وتبليغها
۱۵	فصل: حكم حمل الصلوة والإحسان له
۱۶	أنواع القعدة
۱۷	فصل: حكم الإحسان للذكر والمصبرات ورفع الصوت فيها ودليله
۱۸	فصل: البحث على محبة أهل البيت
۱۹	فصل في التحليل من بعضهم والتمسك لآخرهم
۲۰	فصل: أصل بيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
۲۱	منع الانساب إليه ﷺ
۲۲	فصل: محبة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
۲۳	التمسك والتمسك على نورانية صلى الله عليه وسلم
۲۴	القول المفسرين
۲۵	الاحاديث
۲۶	فصل: المختار والفصل عليه
۲۷	أما الحديث
۲۸	فصل: الأئمة
۲۹	من الله حاضر في كل وقت ودليله
۳۰	الاحاديث
۳۱	فصل: الأئمة
۳۲	علم القريب ودليله
۳۳	الاحاديث
۳۴	فصل: الأئمة
۳۵	فصل: الأئمة من دليل حوزة
۳۶	الصلوة والسلام قبل الأذان وبعد دليل حوزة
۳۷	الأذان على القصر ودليل حوزة
۳۸	الدعاء بعد الصلوة ودليل حوزة
۳۹	الدعاء وقرآن القرآن على القدماء ودليل حوزة
۴۰	حكم شامخ رسول الله تعالى عليه وسلم
۴۱	مهرس القراءات والصلوات

۱۳

الحق في الدين والحق في العلم

الموضوع	رقم الصفحة
مقدمة	۷
الحق في العلامة غير الشرعية	۱۰
مسائل كثيرة حولها النقاش والجدل	۱۶
فصل في علم سني: حكم القبول بالأنبياء والأولياء معناه ودليله	۱۷
فصل في الاستعانة بمجاهدين حوزة عليها من غير الله دليل مشروعيها	۲۱
فصل: الحياة الطهرانية	۲۳
الدليل على حصول الفلاح للأحياء من الأمور	۲۴
الدليل على حياة الأرواح في نور حق	۲۵
فصل: حوزة الصلوة بالتمسك بالصلوات ودليله	۲۶
فصل: في زيارة القبور وحكم زيارة غير الأئمة والصلوات ودليله	۲۷
حكم زيارة القبور للنساء	۲۷
من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ليس الله وروايت القبور	۲۸
من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم لا تشبهوا سائر	۲۸
فصل: على الأمور يشعرون ويسمعون ما يقابل به من دليله	۲۹
من قوله تعالى "وكانت مسجس من من يشعرون"	۲۹
فصل: في الأمانات على القصر واعتناء نواحيها لصاحب القصر ودليله	۳۰
من قوله تعالى: "وكان ليس للأمانات إلا ما يحسن"	۳۱
من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "فما كانت من آدم الخطع عمله"	۳۲
فصل: حكم المسح بالقبور وتبليغها ودليله	۳۳
حكم تحميم القبور وإلقاء عليها مرادة لدى الناس	۳۳
من قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ليس الله اليهود والنصارى	۳۴
تحدثوا قبور أئمتهم مساعد	۳۴
حكم تقبيل قبور بعد دفن وكيفية ذلك	۳۵
فصل: حكم فلاح بأمر الأئمة وحكم تقديم القبور على الأولياء	۳۶
مراد منسلس بالذبح والتمسك بهم	۳۶
دليل وحصول نواحي الفلاحات في الأمور	۳۷
فصل: حكم الحلف بغير الله عز وجل وقصص الناس بالحلف	۳۷
أكرهات الأولياء من الأولياء كراهات من الشيعة وبعد القصاصات (أدلتها)	۳۹
فصل: إمكان رؤية الله بقلعة والفصل عليه	۴۱
فصل: على سيدنا نصر عليه السلام من أم لا	۴۲

مكتبة تنظيم المدارس لاهور باكستان